

شرح سنن ابن ماجہ

تصنیف

إمام أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة قزوینی



ترجمہ
امام محمد بن عبد البر بن عقیل
رحمۃ اللہ علیہ

شرح
علامہ محمد بن ابی قریبہ



<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری

صحاح ستہ میں سے مشہور متن سنن ابن ماجہ کا اردو ترجمہ و مستند شرح



جلد پنجم

شرح سنن ابن ماجہ



امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تصنیف

— شرح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

ترجمہ
ابو اسامہ محمد بن عیسیٰ بن عمار

ادام اللہ تعالیٰ معالینہ وبارک آیامہ ولیالیہ

پبلیشرز
شیخ محمد امجد علی

042-37246006

شعبہ برادرز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جميع حقوق الطبع محفوظة للنشر

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ شرح سنن ابن ماجہ
 مترجم _____ ابو العلاء محمد بن عبد بن جہانگیر
 شرح _____ علامہ محمد لیاقت علی رضوی
 کمپوزنگ _____ وارڈز میکر
 با اہتمام _____ ملک شبیر حسین
 سن اشاعت _____ مئی 2015ء
 سرورق _____ اے ایف ایس ایڈورٹائزرز دورہ
 طباعت _____ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
 ہدیہ _____

زیبہ منشریم، اردو بازار لاہور
 فون: 042-37246006

شبیر برادرز

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب سے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔



ترتیب

۳۸.....	عَلَو کی اقسام	۲۹.....	مقدمہ رضویہ
۳۰.....	نزول کی اقسام	۲۹.....	کتابت حدیث کا بیان
۳۰.....	علو بہتر ہے یا نزول	۳۰.....	احادیث لکھنے کے بارے میں اختلاف رائے کی وجوہات
۳۰.....	مشہور تصانیف	۳۰.....	احادیث لکھنے سے منع کرنے اور اجازت دینے کی تطبیق
	کتاب الجہاد	۳۱.....	احادیث کا اصل ماخذ سے موازنہ کا بیان
۳۱.....	یہ کتاب جہاد کے بیان میں ہے	۳۱.....	کتب حدیث میں استعمال ہونے والی بعض اصطلاحات
۳۱.....	جہاد کے معنی و مفہوم کا بیان	۳۲.....	طلب علم کے لئے سفر کرنے کا بیان
۳۱.....	جہاد کے شرعی معنی کا بیان	۳۲.....	حدیث کی تصانیف کی اقسام کا بیان
۳۱.....	جہاد کی تعریف فقہ حنفی میں	۳۳.....	روایت حدیث کے طریق کار کی وضاحت
۳۱.....	جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں	۳۳.....	ناپیدا شخص کی روایت حدیث کا حکم
۳۱.....	جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں	۳۳.....	حدیث کی روایت بالمعنی اور اس کی شرائط
۳۲.....	جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں	۳۵.....	حدیث میں لحن اور اس کے اسباب کا بیان
۳۲.....	جہاد کا حکم		کسی استاذ کے بغیر حدیث کی کتاب سے حدیث حاصل کرنے کی کوشش
۳۳.....	جہاد کی اقسام	۳۵.....	محدث کے لئے مقرر آداب
۳۳.....	جہاد کی اقسام	۳۶.....	محدث کی شخصیت میں کیا خصوصیات ہونی چاہئیں؟
۳۳.....	جہاد بالعلم	۳۷.....	حدیث کی تعلیم دینے کے لئے مناسب عمر کیا ہے؟
۳۳.....	جہاد بالعمل	۳۷.....	حدیث کے طالب علم کے لئے مقرر آداب
۳۳.....	جہاد بالمال	۳۷.....	محدث اور طالب علم دونوں سے متعلق آداب
۳۳.....	جہاد بالنفس	۳۷.....	صرف طالب علم سے متعلق آداب
۳۳.....	جہاد بالقتال	۳۸.....	عالی اور نازل استاد
۳۷.....	جہاد کے احکام کا بیان	۳۸.....	تعریف
۳۷.....	جہاد فرض عین کے احکام کا بیان		

اسلام کا فلسفہ جہاد اور غلط فہمیوں کا ازالہ ۴۷	یہ باب ہے کہ جو شخص عذر کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہ لے سکے ۶۳
مغرب میں جہاد کی غلط تشریح ۵۰	حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کا بیان ۶۴
اسلام میں جہاد کی تصور کی وسعت ۵۱	باب فضل الرباط فی سبیل اللہ
ائمہ لغت اور مفسرین کی آراء کی روشنی میں جہاد کی شرعی تعریف ۵۱	یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دینے کی فضیلت میں ہے ۶۵
مغرب میں لفظ جہاد کا غلط انطباق ۵۲	باب فضل الحرمین والتکبیر فی سبیل اللہ
مکی آیات جہاد سے مفہوم جہاد کی وضاحت ۵۳	یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حفاظت کرنا (یعنی پہرہ دینا) اور تکبیر کہنا ۶۶
عصر حاضر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی حکمت عملی سے راہنمائی ۵۵	باب الخروج فی التفریر
فوجی قوت کے استعمال اور عدم استعمال کا شرعی پیمانہ ۵۵	یہ باب جہاد میں شریک ہونے کے لیے نکلنے میں ہے ۶۸
تصادم سے بچنے اور امن کی تلاش کے لیے ہجرت ۵۶	باب فضل غزو البحر
باب فضل الجہاد فی سبیل اللہ	یہ باب بحری جنگ کی فضیلت میں ہے ۷۰
یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی فضیلت میں ہے ۷۱	باب ذکر الذیلک وفضل قزوین
شہادت کی بار بار تمنا کرنے کا بیان ۷۱	یہ باب دہلیم کا تذکرہ اور قزوین کی فضیلت میں ہے ۷۲
مجاہد کی مثال ثقلی عبادت والے کی طرح ہونے کا بیان ۷۸	باب الرجل یغزو ولہ ابوان
باب فضل الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ عز وجل	یہ باب ہے کہ آدمی کا جہاد میں حصہ لینا جبکہ اس کے ماں باپ موجود ہوں ۷۲
یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح و شام کرنے کی فضیلت میں ہے ۷۹	باب النیۃ فی القتال
باب من جہز غازیًا	یہ باب جنگ میں نیت کرنے کے بیان میں ہے ۷۳
یہ باب ہے کہ جو شخص کسی غازی کو سامان فراہم کرے ۷۴	اعمال کے بدلے میں دنیا یا آخرت کی نیت کا بیان ۷۵
باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ	نیت کے معنی و مطلب کا بیان ۷۶
یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت میں ہے ۷۶	نیت کی اہمیت ۷۶
باب التغلیظ فی ترک الجہاد	مخصوص نیت ۷۷
یہ باب جہاد نہ کرنے کی شدید مذمت میں ہے ۷۲	اچھی نیت والوں کے لئے ثواب جہاد کا بیان ۷۷
باب من حبسہ العدو عن الجہاد	جہاد کی نیت اور عذر پائے جانے کا بیان ۷۷
	عذر کی نیت میں سچائی کے سبب ثواب کا بیان ۷۸

۷۸	اچھی نیت کے جہاد پر جانے کا بیان	۷۸	شہید کا اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرنے کا بیان
۷۸	نیک نیت والے مجاہد کی فضیلت کا بیان	۷۸	حیات شہداء کے متعلق احادیث کا بیان
۷۹	شہرت کی نیت رکھنے والے کے اعمال ضائع ہو جانے کا بیان	۷۹	حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات کا بیان
۸۰	حصول غنائم کی نیت والے کے جہاد کا بیان	۸۰	شہادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث کا بیان
۸۱	نیک نیت والے مجاہد کے سونے جانے کی فضیلت کا بیان	۸۱	حکمی شہداء کے متعلق احادیث و آثار کا بیان
۸۲	ریاکاری سے جہاد کرنے والے کی حالت کا بیان	۸۲	حکمی شہداء کا بیان
۸۳	شہید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارک میں کفن ملنے کا بیان	۸۳	عسل شہداء کے متعلق مذہب فقہاء کا بیان
۸۳	تین قسم کے مقتولین کا بیان	۸۳	شہداء کی نماز جنازہ کے متعلق مذاہب فقہاء کا بیان
۸۳	شہید اور بیوی حور عین کا بیان	۸۳	شہداء کے رزق کا بیان
۸۵	ایک نیک نیت مجاہد کا واقعہ	۸۳	باب مَا يُرْجَى فِيهِ الشَّهَادَةُ
۸۵	باب اَرْتَبَا طُ الْغَمَلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ	۸۵	یہ باب ہے کہ کن صورتوں میں شہادت کی امید کی جاسکتی ہے؟
۸۵	یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کو تیار کرنا	۸۵	ذات الحب بیماری اور اس کے علاج کا بیان
۸۹	باب الْقِتَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى	۸۹	باب السِّلَاحِ
۸۹	یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے کے بیان میں ہے	۸۹	یہ باب اسلحہ کے بیان میں ہے
۹۱	باب قُضِلَ الشَّهَادَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ	۹۱	باب الدَّمِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ
۹۱	یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت میں ہے	۹۱	یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر اندازی کرنے میں ہے
۹۳	شہداء زندہ ہیں	۹۳	باب الزَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةِ
۹۸	جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کا بیان	۹۸	یہ باب بڑے اور چھوٹے جھڑنے کے بیان میں ہے
۹۸	شہید کے گناہوں کے کفارہ کا بیان	۹۸	باب لُبْسِ الْحَزِيرِ وَالْذِيْبَاجِ فِي الْحَرْبِ
۹۹	فرشتوں کے پروں کا سانے کا بیان	۹۹	یہ باب جنگ کے دوران ریشم اور دیباچ پہننے میں ہے
۹۹	شہید کے لئے جنت میں داخل ہونے کا بیان	۹۹	باب لُبْسِ الْعَمَائِمِ فِي الْحَرْبِ
۱۰۱	شہداء کی ارداح کا سبز پرندوں میں ہونے کا بیان	۱۰۱	یہ باب جنگ کے دوران عمامہ پہننے میں ہے
۱۰۱	قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات	۱۰۱	باب الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْغَزْوِ
		۱۰۱	یہ باب جنگ کے دوران خرید و فروخت کرنے میں ہے
			باب تَشْيِيمِ الْغَزَاةِ وَوَدَاعِهِمْ

یہ باب غازی کے ساتھ جانے اور اسے رخصت کرنے میں

۱۲۶ ہے

بَابُ الْمَسْرُوقِ

یہ باب چھوٹے لشکر کے بیان میں ہے ۱۲۷

بَابُ الْأَكْلِ فِي قُنُوزِ الْمُشْرِكِينَ

یہ باب مشرکین کی ہاتھیوں میں کھانے کے بیان میں ہے .. ۱۲۸

بَابُ الْأَسْبَاقَةِ بِالْمُشْرِكِينَ

یہ باب مشرکین سے مدد حاصل کرنے کے بیان میں ہے ... ۱۲۸

بَابُ التَّخْدِيعَةِ فِي الْحَرْبِ

یہ باب جنگ کے دوران (دشمن کو) دھوکہ دینے میں ہے ... ۱۲۹

جنگ میں عمرو فریب ہونے کا بیان ۱۲۹

بَابُ الْبَكَارَةِ وَالْمَكْبِ

یہ باب ہے کہ مقابلے کی دعوت دینا اور (دشمن) کے ہتھیار

(کا حکم) ۱۳۰

بَابُ الْغَارَةِ وَالْأَسْبَابِ وَكُلِّ نِسَاءٍ وَنَحْوِهَا

یہ باب ہے کہ حملہ کرنا، رات کے وقت حملہ کرنا (ایسے حملے

میں) خواتین اور بچوں کو قتل کرنا ۱۳۱

باب! حملہ کرنا، رات کے وقت حملہ کرنا، خواتین اور بچوں کو

قتل کرنا ۱۳۲

بَابُ التَّخْرِيقِ بِأَرْضِ الْعَدُوِّ

یہ باب دشمن کی سرزمین کو جلا دینے کے بیان میں ہے ... ۱۳۳

بَابُ فِدَاءِ الْأَسَارِ

یہ باب قیدیوں سے فدیہ لینے کے بیان میں ہے ۱۳۴

جنگی قیدیوں کو کوٹھڑی اور غلام بنانے کی تحقیق کا بیان ۱۳۵

مالی فدیہ کے بدلے میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق

احادیث ۱۳۹

مسلمانوں قیدیوں سے جہاد میں جنگی قیدی آزاد کرنے

۱۳۰ کے متعلق احادیث

جنگی قیدیوں کو اس بنا پر معاوضہ آزاد کرنے کے متعلق

۱۳۱ احادیث

جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء کا

بیان ۱۳۲

بَابُ مَا أَحْذَرُ الْعَدُوَّ ثُمَّ ظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ

یہ باب ہے کہ دشمن جو مال لے جائے اور پھر مسلمان اس پر

غیر حاصل کر لیں ۱۳۳

بَابُ الْغُلُولِ

یہ باب مال غنیمت میں خیانت کے بیان میں ہے ۱۳۳

بَابُ النَّفْلِ

یہ باب مال نفل کے بیان میں ہے ۱۳۶

انفال کے معنی و مفہوم کا بیان ۱۳۶

انفال کے معنی و مصداق میں مفسرین کے نظریات کا بیان .. ۱۳۹

مال غنیمت کے استحقاق میں صحابہ کرام کے اختلاف کا بیان ۱۵۰

مخفیہ سے متعلق فقہاء مالکیہ کے نظریے کا بیان ۱۵۱

مخفیہ سے متعلق فقہاء شافعیہ کے نظریے کا بیان ۱۵۲

مخفیہ سے متعلق فقہاء حنبلیہ کے نظریے کا بیان ۱۵۲

مخفیہ سے متعلق فقہاء احناف کے نظریے کا بیان ۱۵۳

بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ

یہ باب مال غنیمت کو تقسیم کرنے کے بیان میں ہے ۱۵۴

مال غنیمت کی حلت کے اختصاص امت ہونے کا بیان ۱۵۴

سابقہ امتوں کی غنائم کو آگ کے کھا جانے کا بیان ۱۵۴

مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت کو تقسیم کرنے کا بیان ۱۵۶

مال غنیمت کی تقسیم میں فقہی مذاہب کا بیان ۱۵۷

بَابُ الْعَيْبِ وَالنِّسَاءِ يَشْهَدُونَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ

یہ باب غلاموں اور خواتین کا مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں

۱۸۸.....	یہ باب خواتین سے بیعت لینے کے بیان میں ہے	۱۶۱.....	حصہ لینے میں ہے
۱۸۹.....	نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیعت لینے کی کیفیت	۱۶۲.....	باب وصیۃ الامام
۱۹۰.....	یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	۱۶۳.....	یہ باب امام کی تلقین کے بیان میں ہے
۱۹۱.....	باب السبی والزہان	۱۶۴.....	باب طاعة الامام
۱۹۲.....	یہ باب گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ کروانے کے بیان میں ہے	۱۶۵.....	یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں (حاکم کی)
۱۹۳.....	باب النہی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو	۱۶۶.....	فرمانبرداری نہیں ہوگی
۱۹۴.....	یہ باب ہے اس چیز کی ممانعت میں کہ قرآن کو ساتھ لے کر	۱۶۷.....	باب لا طاعة فی معصیۃ اللہ
۱۹۵.....	دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے	۱۶۸.....	یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بارے میں (مخلوق
۱۹۶.....	بڑے لشکر کی صورت میں واجب التعظیم اشیاء کو جہاد میں	۱۶۹.....	میں سے کسی کی بھی) اطاعت نہیں ہوتی
۱۹۷.....	ساتھ لے جانے کا بیان	۱۷۰.....	باب البیعة
۱۹۸.....	حرمت کے سبب واجب التعظیم اشیاء کو نہ لے جانے کا	۱۷۱.....	یہ باب بیعت کو پورا کرنے کے بیان میں ہے
۱۹۹.....	بیان	۱۷۲.....	باب الوفاء بالبیعة
۲۰۰.....	دشمن کی سرزمین میں قرآن کریم ساتھ لے جانے میں	۱۷۳.....	یہ باب بیعت کو پورا کرنے کے بیان میں ہے
۲۰۱.....	فقہی مذاہب	۱۷۴.....	تک دست کے بعد مسلمانوں کی خوشحالی
۲۰۲.....	باب قسۃ الخمس	۱۷۵.....	نواب فتوحی کا آیت استخلاف کو خلفاء راشدین کے ساتھ
۲۰۳.....	یہ باب مال خمس کو تقسیم کرنے کے بیان میں ہے	۱۷۶.....	مخصوص نہ قرار دینا
۲۰۴.....	خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا بیان	۱۷۷.....	بعض آیات میں عموم الفاظ کے بجائے خصوصیت مورد کا اعتبار
۲۰۵.....	خمس کی تقسیم کا بیان	۱۷۸.....	کیا جانا
۲۰۶.....	خیر سے وصول کردہ خمس کا بیان	۱۷۹.....	آیت استخلاف کے خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص ہونے
۲۰۷.....	کتاب المناسک	۱۸۰.....	پر دلائل
۲۰۸.....	یہ کتاب مناسک حج کے بیان میں ہے	۱۸۱.....	دلائل مذکورہ پر اعتراضات کے جوابات کا بیان
۲۰۹.....	حج کے لغوی و شرعی معنی کا بیان	۱۸۲.....	آیت استخلاف سے صرف حضرت علی، بارہ امام، یا امام
۲۱۰.....	حج کی وجہ تسمیہ کا بیان	۱۸۳.....	مہدی کے مراد نہ ہونے پر دلائل
۲۱۱.....	حج کی اہمیت و فضیلت کا بیان	۱۸۴.....	حکمران دنیاوی امور کے منتظم ہیں اور علماء دینی امور کے
۲۱۲.....	حج کے اخلاقی فوائد کیا ہیں؟	۱۸۵.....	عقود کا لغوی اور عرفی معنی
۲۱۳.....	باب الخروج الی الحج	۱۸۶.....	عقود کا شرعی معنی
۲۱۴.....		۱۸۷.....	باب بیعة النساء

۲۲۶..... کرنے کی مذمت	۲۰۱..... یہ باب حج کے لیے جانے کے بیان میں ہے
باب الْمَرْأَةِ تَحُجُّ بِغَيْرِ ذَلِي	۲۰۲..... حج کی فوری یا تاخیر سے ادائیگی میں مذاہب اربعہ کا بیان
۲۲۶..... یہ باب عورت کا ولی کے بغیر حج کرنے میں ہے	باب قَرْضِ الْحَجِّ
۲۲۷..... عورت کے لئے محرم کے بغیر حج پر جانے کی ممانعت کا بیان	۲۰۳..... یہ باب حج کے فرض ہونے کے بیان میں ہے
۲۲۸..... عورت کے لئے شرط محرم میں فقہ شافعی حنفی کا اختلاف	۲۰۴..... حج کی فرضیت کی تاریخ کا بیان
اگر کسی عورت کا محرم نہ ہو تو اس کے بارے فقہی مذاہب	۲۰۴..... حج کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان
۲۲۸..... اربعہ	۲۰۵..... قرآن کے مطابق فرضیت حج کا بیان
۲۲۹..... شرط محرم میں فقہ حنفی کی ترجیح میں دلائل کا بیان	۲۰۶..... احادیث کے مطابق فرضیت حج کا بیان
باب الْحَجِّ جِهَادُ النِّسَاءِ	۲۰۸..... تفاسیر قرآنی کے مطابق فرضیت حج کا بیان
۲۳۰..... یہ باب ہے کہ حج خواتین کا جہاد ہے	۲۰۹..... اجماع امت سے فرضیت حج کا بیان
باب الْحَجِّ عَنِ النِّسَاءِ	۲۰۹..... ائمہ مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت حج کا بیان
۲۳۱..... یہ باب میت کی طرف سے حج کرنے کے بیان میں ہے	۲۱۰..... حج کا زندگی میں ایک بار فرض ہونے کا بیان
۲۳۱..... اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایصال ثواب کا بیان	۲۱۱..... حج کی اصطلاحات کا بیان
نذر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اس کی شرائط اور اس کا شرعی	باب فَضْلِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ
۲۳۲..... حکم	۲۱۴..... یہ باب حج اور عمرہ کرنے کی فضیلت میں ہے
۲۳۳..... نذر کے احکام سے متعلق احادیث	۲۱۵..... حج کے فضائل کا بیان
۲۳۳..... معصیت کی نذر کو پورا نہ کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے	باب الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ
۲۳۵..... نذر کا لغوی اور شرعی معنی اور نذر کی اقسام کا بیان	۲۱۹..... یہ باب پالان پر (سوار ہو کر) حج کرنا ہے
۲۳۶..... عمران کی بیوی کی نذر ماننے کی تفصیل کا بیان	باب فَضْلِ دُعَاءِ الْحَاجِّ
۲۳۷..... نذر صحیح اور نذر باطل کا بیان	۲۲۰..... یہ باب حاجی کی دعا کی فضیلت میں ہے
باب الْحَجِّ عَنِ الْحَيِّ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ	۲۲۱..... حاجی سے دعا کرانے کا بیان
۲۳۸..... یہ باب ہے کہ زندہ شخص اگر حج نہ کر سکتا ہو تو اس کی طرف	۲۲۲..... حج کرتے ہوئے فوت ہو جانے والے کا بیان
سے حج کرنا	باب مَا يُوجِبُ الْحَجَّ
۲۳۹..... دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں احادیث کا بیان	۲۲۲..... یہ باب ہے کہ کون سی چیز حج کو لازم کرتی ہے؟
۲۴۱..... دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں فقہاء اربعہ کا مذہب	۲۲۳..... حج کی استطاعت کی تفصیل کا بیان
باب حَجِّ الصَّبِيِّ	۲۲۵..... قدرت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید کا بیان
۲۴۲..... یہ باب بچے کے حج کے بیان میں ہے	حلال مال سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام مال سے حج

۲۴۳..... ہالغ و مجنون کے انعقاد حج کا بیان	۲۴۳..... جمہور فقہاء کے نزدیک غسل احرام کے استحباب کا بیان ۲۵۶
۲۴۳..... بچے کے حج کا ثواب والدین کے لئے ہونے کا بیان	۲۴۳..... احرام میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا بیان ۲۵۷
باب النِّسَاءِ وَالْحَائِضُ تَهْلُ بِالنَّحْوِ	۲۴۷..... احرام باندھنے کا مستحب طریقہ ۲۵۷
یہ باب ہے کہ نفاس اور حیض والی عورت حج کا احرام باندھے	کندھے سے چادر باندھنے پر عمر کے فدیے میں فقہی مذاہب
۲۴۴..... کی	۲۴۷..... کا بیان ۲۵۷
۲۴۵..... عورت جب قوف و طواف زیارت کے بعد حائض ہوئی ..	باب التَّلبِیَةِ
۲۴۵..... حائض کے طواف سعی نہ کرنے کا بیان	یہ باب تلبیہ پڑھنے کے بیان میں ہے ۲۵۸
۲۴۶..... دوا کے ذریعہ سے حیض روک کر طواف زیارت؟	۲۶۰..... مفرد تلبیہ کرنے میں حج کی نیت کرے
۲۴۷..... دوران حیض دوا کے ذریعہ حیض روک لیا؟	۲۶۰..... فقہاء کے نزدیک تلبیہ کی شرعی حیثیت کا بیان
باب مَوَاقِیْتُ أَهْلِ الْأَقَاقِ	تلبیہ کے بعد صلوٰۃ و سلام اور دعا مانگنے کا بیان ۲۶۱
۲۴۷..... یہ باب مختلف علاقوں کے مواقیت کے بیان میں ہے	باب رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّلبِیَةِ
۲۵۰..... مواقیت حج اور اس کے احکام کا بیان	یہ باب بلند آواز میں تلبیہ پڑھنے کے بیان میں ہے ۲۶۱
۲۵۰..... میقات حرم حدود کا تعین ہے	تلبیہ کی ابتداء کرنے کا بیان ۲۶۲
۲۵۱..... برصغیر والوں کے لئے میقات حرم کا بیان	تلبیہ کی ابتداء کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان ۲۶۲
۲۵۱..... مکہ میں رہنے والوں کے لئے بغیر احرام کے دخول کی اجازت کا	حطائی کے تلبیہ پڑھنے میں مذاہب اربعہ کا بیان ۲۶۳
۲۵۲..... بیان	تلبیہ کہنے کے وقت میں مذاہب اربعہ کا بیان ۲۶۳
۲۵۲..... میقات سے تقدیم احرام کے جواز کا بیان	باب الظَّلَالِ لِلْمُخْرِمِ
۲۵۲..... میقات سے پہلے احرام باندھنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا	یہ باب احرام والے شخص کا مسلسل تلبیہ پڑھنے میں ہے ۲۶۵
۲۵۲..... بیان	باب الْعُطْبِ عِنْدَ الْأَحْرَامِ
۲۵۳..... میقات سے پہلے احرام باندھنے کی اجازت شرعی کا بیان	یہ باب احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانے میں ہے ۲۶۵
۲۵۳..... میقات میں رہنے والوں کے لئے مقام حل کا میقات ہوتا	احرام میں خوشبو لگانے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان ۲۶۶
۲۵۳..... حرم میں رہنے والوں کے میقات کا بیان	باب مَا يَلْبَسُ الْمَخْرُمُ مِنَ الثِّيَابِ
۲۵۳..... حج و عمرے کے میقات حرم کے فرق کا بیان	یہ باب ہے کہ احرام والا شخص کون سے کپڑے پہن سکتا
باب الْأَحْرَامِ	ہے؟ ۲۶۷
۲۵۵..... یہ باب احرام باندھنے کے بیان میں ہے	محرم کے ممنوع لباس میں فقہی مذاہب اربعہ کی تصریحات ۲۶۷
۲۵۵..... احرام کی وجہ تسمیہ کا بیان	سلوا کپڑا کسی قسم کا ہو اس کے پہننے میں ممانعت کا بیان ۲۶۹
۲۵۶..... احرام باندھتے وقت غسل یا وضو کی فضیلت کا بیان	باب السَّرَاوِيلِ وَالْعُفُوفِ لِلْمَخْرُمِ إِذَا لَمْ يَجِدْ

یہ باب بیت اللہ کے ارد گرد رمل کرنے کے بیان میں ہے ۲۸۳
پہلے تین چکروں میں رمل کرے ۲۸۳

رمل کرنے کے عمل کا ہمیشہ کے لئے سنت ہونے کا بیان ۲۸۵
شوکت اسلام کے عروج کے باوجود رمل کا حکم ۲۸۵

باب الاضطباع

باب اضطباع کے بیان میں ہے ۲۸۶

اضطباع چادر کا بیان ۲۸۶

طواف میں اضطباع کرنے کا بیان ۲۸۷

طواف میں اضطباع سنت ہے ۲۸۷

باب الطَّوَّافِ بِالْحَجَرِ

یہ باب حطیم سے طواف کا آغاز کرنے کے بیان میں ہے ۲۸۷

حطیم کعبہ کے باہر سے طواف شروع کرے ۲۸۸

طواف کرنے کے طریقے کا بیان ۲۸۸

باب فَضْلِ الطَّوَّافِ

یہ باب طواف کرنے کی فضیلت میں ہے ۲۸۹

طواف والے کے لئے فرشتوں کی دعا کا بیان ۲۹۰

رکن یمانی کے استلام کا بیان ۲۹۱

باب الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الطَّوَّافِ

یہ باب طواف کے بعد کی دو رکعات کے بیان میں ہے ۲۹۳

باب الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا

یہ باب بیمار کے سوار ہو کر طواف کرنے کے بیان میں ہے ۲۹۳

باب الْمُلتَزِمِ

یہ باب ملتزم کے بیان میں ہے ۲۹۴

باب الْحَائِضِ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ إِلَّا الطَّوَّافَ

یہ باب ہے کہ حیض والی عورت طواف کے علاوہ تمام مناسک

ادا کرے گی ۲۹۴
حائض کے لئے طواف وسعی نہ کرنے کا بیان ۲۹۵

إِذَا رَأَى نَعْلَيْنِ

یہ باب ہے کہ احرام والے شخص کا شلوار اور موزے پہننا

جب اسے تہبند یا جوتے نہ ملیں ۲۷۱

بَابُ التَّوَقُّفِ فِي الْإِحْرَامِ

یہ باب احرام کے دوران پرہیز کرنے کے بیان میں ہے ۲۷۱

بَابُ الْمُحْرَمِ يَغْتَسِلُ رَأْسَهُ

یہ باب ہے کہ احرام والا شخص اپنا سر دھو سکتا ہے ۲۷۲

بَابُ الْمُحْرَمَةِ تَسْتَلُّ الثَّوْبَ عَلَى وَجْهِهَا

یہ باب ہے کہ احرام والی عورت اپنے چہرے پر کپڑا لٹکا

سکتی ہے ۲۷۳

بَابُ الشَّرْطِ فِي الْحَجِّ

یہ باب حج میں شرط عائد کرنے کے بیان میں ہے ۲۷۳

بَابُ خُحُولِ الْحَرَمِ

یہ باب حرم میں داخل ہونے کے بیان میں ہے ۲۷۶

ام القرئی مکہ مکرمہ کے نام کی وجہ تسمیہ و بیان عظمت ۲۷۶

مکہ مکرمہ کی تاریخی اہمیت کا بیان ۲۷۷

بَابُ خُحُولِ مَكَّةَ

یہ باب مکہ میں داخل ہونے کے بیان میں ہے ۲۷۸

مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنے کا بیان ۲۷۸

بَابُ اسْتِئْذَانِ الْحَجَرِ

یہ باب حجر اسود کا استلام کرنے کے بیان میں ہے ۲۷۹

قیامت کے دن حجر اسود کی گواہی کا بیان ۲۸۰

بَابُ مَنْ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ بِوَجْهِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی چھری کے ذریعے حجر اسود کا

استلام کرے ۲۸۱

اونٹ پر سوار کو طواف کرنے کا بیان ۲۸۲

بَابُ الرَّمْلِ حَوْلَ الْبَيْتِ

بیان..... ۳۰۷	بَاب الْاِفْرَادِ بِالْحَجِّ
تمتع والے کے لئے ہدی ساتھ لے جانے کی فضیلت کا بیان ... ۳۰۷	یہ باب حج افراد کے بیان میں ہے..... ۲۹۶
۳۰۷	حج افراد کی تعریف و طریقہ کا بیان..... ۲۹۶
۳۰۸	حج مفرد، قرآن و تمتع میں سے افضل ہونے میں مذاہب
بَاب فَتْحِ الْحَجِّ	اربعہ..... ۲۹۶
یہ باب حج کو فتح کرنے کے بیان میں ہے..... ۳۰۹	نبی کریم ﷺ کے حج کا بیان..... ۲۹۶
فتح حج میں مذاہب اربعہ کا بیان..... ۳۰۹	بَاب مَنْ قَرَنَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ
حج فتح کر کے عمرہ کرنے کے بیان میں اختلاف کا بیان..... ۳۱۱	یہ باب ہے کہ جو شخص حج اور عمرے کو ملا لے..... ۲۹۷
حج فتح کر کے عمرہ کرنے کے بارے میں احادیث کا بیان..... ۳۱۳	حج قرآن کی تعریف و طریقہ کا بیان..... ۲۹۷
حج فتح کر کے عمرہ کرنے کی ممانعت کا بیان..... ۳۱۵	حج قرآن کی تمتع و مفرد سے فضیلت کا بیان..... ۳۰۰
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال کی توجیہ... ۳۱۵	بَاب طَوَافِ الْقَادِنِ
بَاب مَنْ قَالَ تَمَّانَ فَتَمَّ الْحَجُّ لَهُمْ خَاصَّةً	یہ باب حج قرآن کرنے والے کے طواف کے بیان میں
یہ باب ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہو: حج کو فتح کرنے	ہے..... ۳۰۰
کا حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص تھا..... ۳۱۶	حج قرآن سے متعلق احادیث کا بیان..... ۳۰۱
بَاب النَّحْيِ بَيْنَ الصَّافَا وَالْمُرَدَّةِ	قارن کے لئے دو طواف و دو مرتبہ سعی کرنے میں مذاہب
یہ باب صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرنے میں ہے..... ۳۱۶	اربعہ..... ۳۰۲
صفا اور مردہ میں سعی گناہ نہ ہونے کے سبب کا بیان..... ۳۱۷	قارن کا دو مرتبہ طواف سعی کرنے کا بیان..... ۳۰۳
صفا اور مردہ کے درمیان سعی میں مذاہب ائمہ کا بیان..... ۳۱۹	بَاب التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
بَابِ الْعُمْرَةِ	یہ باب عمرے کو حج کے ساتھ ملا کر نفع حاصل کرنے میں
یہ باب عمرہ کرنے کے بیان میں ہے..... ۳۲۰	ہے..... ۳۰۳
عمرہ کے معنی و مفہوم کا بیان..... ۳۲۰	حج تمتع کی تعریف و طریقہ کا بیان..... ۳۰۴
عمرہ کی فضیلت میں احادیث کا بیان..... ۳۲۰	حج تمتع کی تعریف..... ۳۰۶
عمرہ کی شرعی حیثیت کا بیان..... ۳۲۰	حج کو تمتع بنانے کا بیان..... ۳۰۶
عمرے واجب یا عدم وجوب میں فقہی مذاہب کا بیان..... ۳۲۱	تمتع والے کا ابتدائے طواف میں تلبیہ ختم کرنے میں فقہ
عمرے کے عدم وجوب میں فقہ حنفی کے دلائل کا بیان..... ۳۲۲	مالکی و حنفی کا اختلاف..... ۳۰۶
تخصیص اوقات سے فضیلت عمرہ سے عدم وجوب کا بیان..... ۳۲۲	تمتع کرنے والے کے رمل سعی کا بیان..... ۳۰۷
(۱) عدم توقیت عدم فرضیت کی دلیل کا بیان..... ۳۲۳	تمتع کرنے والے ہدی لے جانے اور احرام باندھنے کا

۳۲۵	میدان عرفات کا بیان	۳۲۲	۱۴۱ھ میں نورسنگھ فریخت کی واپس کا بیان
	بَابُ الْمَنْزِلِ بِعَرَفَةَ	۳۲۳	۱۴۱ھ میں نورسنگھ فریخت کی واپس کا بیان
۳۲۶	یہ باب عرفہ میں پڑاؤ کرنے کی جگہ کے بیان میں ہے	۳۲۳	عمرہ فرض نہیں لکھنا اور فرض بھی نہیں
	بَابُ التَّوَقُّفِ بِعَرَفَاتِ	۳۲۳	عمرہ منہرہ بار کرنے میں شوافع و حنابلہ کے دلائل
۳۲۷	یہ باب عرفات میں توقف کرنے کی جگہ کے بیان میں ہے	۳۲۳	شوافع میں عمرہ کرنے والے پر استطاعت کے بغیر حج فرض ہونے کی تحقیق
	بَابُ الدُّعَاءِ بِعَرَفَةَ	۳۲۴	بَابُ الْعُمْرَةِ فِي رَمَضَانَ
۳۲۸	یہ باب عرفہ میں دعا مانگنے کے بیان میں ہے	۳۲۴	یہ باب رمضان میں عمرہ کرنے کے بیان میں ہے
۳۲۹	یوم عرفہ کی فضیلت کا بیان	۳۲۴	بَابُ الْعُمْرَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ
	بَابُ مَنْ آتَى عَرَفَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ لَيْلَةَ جَنَحٍ	۳۲۸	یہ باب ذی القعدہ میں عمرہ کرنے کے بیان میں ہے
۳۳۰	یہ باب ہے کہ جو شخص مزدلفہ کی رات صبح صادق ہونے سے پہلے عرفہ آجائے	۳۲۸	بَابُ الْعُمْرَةِ فِي رَجَبٍ
	بَابُ الدَّخْلِ مِنْ عَرَفَةَ	۳۲۸	یہ باب رجب میں عمرہ کرنے کے بیان میں ہے
۳۳۲	یہ باب عرفہ سے روانہ ہونے کے بیان میں ہے	۳۲۸	بَابُ الْعُمْرَةِ مِنَ التَّنَوُّعِ
	بَابُ التَّزْوِيلِ بَيْنَ عَرَفَاتٍ وَجَنَحٍ لَمَّا كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ	۳۲۸	یہ باب محکم سے عمرہ کرنے کے بیان میں ہے
۳۳۲	یہ باب ہے کہ جس شخص کو مجبوری لاحق ہو وہ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان پڑاؤ کرے	۳۲۸	بَابُ مَنْ أَهْلَ بِعُمْرَةٍ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ
	بَابُ الْجَنَحِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِجَنَحٍ	۳۳۰	یہ باب ہے کہ جو شخص بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھے
۳۳۳	یہ باب مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کے بیان میں ہے	۳۳۰	بَابُ تَحْرِيمِ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	بَابُ عَرَفَاتٍ فِي دُونِ نَمَازٍ فِي إِحْدَى عَشْرَةِ رَجَبٍ	۳۳۱	یہ باب ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟
۳۳۳	عرفات کی دو نمازوں میں ایک تکبیر دو اقامتوں میں	۳۳۳	نبی کریم ﷺ کے عمروں کا بیان
۳۳۳	مذہب اربعہ	۳۳۳	بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى مَنًى
۳۳۹	پانچ نمازوں کو تین اوقات میں کیوں پڑھتے ہیں؟	۳۳۳	یہ باب منی کے لیے روانہ ہونے کے بیان میں ہے
۳۵۱	نمازوں کی جمع صوری کا بیان	۳۳۵	بَابُ التَّزْوِيلِ بِمَنًى
	حکم خاص سے استدلال کرتے ہوئے عمومی حکم کو ثابت نہیں کیا جائے گا	۳۳۵	یہ باب منی میں پڑاؤ کرنے کے بیان میں ہے
۳۵۵	حکم عام کے استدلال سے حکم خاص کی تخصیص	۳۳۵	بَابُ الْغَمُوِّ مِنْ مَنًى إِلَى عَرَفَاتِ
		۳۳۵	یہ باب منی سے عرفات کی طرف جانے کے بیان میں ہے

یہ باب ہے کہ جب آدمی جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارے گا..... ۳۶۵	بَابُ الْوُكُوفِ بِجَمْعٍ
تو اس کے لیے کون سی چیزیں حلال ہو جائیں گی؟ ۳۶۶	یہ باب مزدلفہ میں وقوف کرنے کے بیان میں ہے..... ۳۵۶
بَابُ الْهَلْقِ	بَابُ مَنْ تَقَدَّمَ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مَنَى لِرَمْيِ الْجِمَارِ
یہ باب سرمنڈوانے کے بیان میں ہے..... ۳۶۷	یہ باب ہے کہ جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے مزدلفہ سے
حلق کروانے کا بیان..... ۳۶۷	منیٰ کی طرف پہلے روانہ ہو جانا..... ۳۵۷
حلق کروانے والوں کے لئے دعا کرنے کا بیان..... ۳۶۷	ری جمار کے وقت کا بیان..... ۳۵۸
حلق کی ابتداء دائیں جانب سے کرنے کا بیان..... ۳۶۸	بَابُ قَدْرِ حَصَى الرَّمْيِ
بَابُ مَنْ لَبَدَ رَأْسَهُ	یہ باب کنکریوں کی تعداد میں ہے..... ۳۵۹
یہ باب ہے کہ جو شخص اپنے سر کو تلمید کرے..... ۳۶۹	ری جمار کے واسطے کنکریاں مزدلفہ یا راستہ سے لے لی
بَابُ الذَّبْحِ	جائیں..... ۳۵۹
یہ باب ذبح کرنے کے بیان میں ہے..... ۳۷۰	بَابُ مَنْ آتَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ
بَابُ مَنْ قَدَّمَ نُسْكَاً قَبْلَ نُسْكِ	یہ باب ہے کہ جمرہ عقبہ کو کہاں سے کنکریاں ماری جائیں؟..... ۳۶۱
یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایک عمل کو دوسرے سے	بَابُ إِذَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَقِفْ عِنْدَهَا
پہلے کرے..... ۳۷۰	یہ باب ہے کہ جب آدمی جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارے گا تو
بَابُ رَمَى الْجِمَارِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ	اس کے پاس ٹھہرے گا نہیں..... ۳۶۲
باب: ایام تشریق میں ری جمار کرنا..... ۳۷۱	بَابُ رَمَى الْجِمَارِ رَاكِبًا
بَابُ الْخُطْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ	یہ باب سوار ہو کر جمرات کو کنکریاں مارنے میں ہے..... ۳۶۳
باب: قربانی کے دن خطبہ دینا..... ۳۷۲	بَابُ تَأْخِيرِ رَمَى الْجِمَارِ مِنْ عُدُرٍ
حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال کا بیان..... ۳۷۳	یہ باب ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے جمرات کو کنکریاں مارنے
حج اکبر کے مصداق کے متعلق مذاہب فقہاء کا بیان..... ۳۷۴	میں تاخیر کرنا..... ۳۶۴
حج اکبر کے خلف اقوال میں تطبیق کا بیان..... ۳۷۴	ری کی کنکریوں میں کی یا زیادتی کرنے کا بیان..... ۳۶۴
جمعہ کے حج کے متعلق مفسرین کے اقوال کا بیان..... ۳۷۷	بَابُ الرَّمْيِ عَنِ الصَّيَّانِ
جمعہ کے حج کے متعلق فقہاء کے اقوال کا بیان..... ۳۷۸	یہ باب بچوں کی طرف سے کنکریاں مارنے کے بیان میں
حجۃ الوداع کی تفصیل کا بیان..... ۳۸۲	ہے..... ۳۶۵
بَابُ زِيَارَةِ الْبَيْتِ	بَابُ مَتَى يَقْطَعُ الْحَاجُّ التَّلْبِيَةَ
یہ باب بیت اللہ کی زیارت کے بیان میں ہے..... ۳۹۲	یہ باب ہے کہ حاجی تلبیہ پڑھنا کب منقطع کرے گا..... ۳۶۵
طواف زیارت کی شرعی حیثیت کا بیان..... ۳۹۳	بَابُ مَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ إِذَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

آب زم زم کی برکت کا بیان ۳۹۳	احصار کے بارے میں حکم کا بیان ۳۹۳
بَابُ الشُّرْبِ مِنْ زَمْزَمَہ	حج فوت ہو جانے کا مطلب اور اس کا حکم ۳۹۶
یہ باب آب زم زم پینے کے بیان میں ہے ۳۹۵	صلح حدیبیہ کا تاریخی پس منظر اور احصار کا بیان ۳۹۶
آب زم زم کی کرامات دیکھ کر سری لشکر خاتون مسلمان ہو گئی ۳۹۶	بَابُ لُذْيَةِ الْمُخَوَّرِ
آب زم زم ایک زندہ جاوید معجزہ ۳۹۶	یہ باب محصور ہونے والے شخص کے فدیہ کے بیان میں ہے ۳۹۶
آب زم زم پر لیہارڑیوں میں تحقیق ۳۹۷	مصر حلال ہو کر ایک بکری قربانی کے لئے حرم بھیجے ۳۹۷
آب زم زم اور عام پانی پر تحقیق ۳۹۷	امام شافعی کے نزدیک ہدی کی حرم کے ساتھ عدم تعین کا بیان ۳۹۷
بَابُ دُخُولِ الْكَعْبَةِ	بَابُ لُذْيَةِ الْمُخَوَّرِ
یہ باب خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے بیان میں ہے ۳۹۸	احصار کی قربانی کے مکان میں فقہ شافعی و حنفی کے اختلاف کا بیان ۳۹۸
کعبہ کے فضائل کا بیان ۳۹۹	بَابُ التَّيْتُوتَةِ بِمَكَّةَ لَيْلَى مَنَى
یہ باب ہے کہ منی کی مخصوص راتیں مکہ میں بسر کرنا ۴۰۳	احصار کی تعریف میں مذاہب ائمہ کا بیان ۴۰۳
بَابُ نُزُولِ الْمُحَصَّبِ	امام ابو حنیفہ کے موقف پر ائمہ لغت کی تصریحات ۴۰۳
یہ باب وادی محصب میں پڑاؤ کرنے کے بیان میں ہے ۴۰۳	امام ابو حنیفہ کے موقف پر احادیث سے استدلال ۴۰۳
بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ	امام ابو حنیفہ کے موقف پر آثار صحابہ سے استدلال ۴۰۳
باب: طواف رخصت ۴۰۴	امام ابو حنیفہ کے موقف پر اقوال تابعین سے استدلال ۴۰۴
بَابُ النِّعَاطِ تَنْفِرُ قَبْلَ أَنْ تُودَعَ	امام ابو حنیفہ کے موقف کی ہمہ گیری اور معقولیت ۴۰۴
باب: حیض والی عورت کا طواف رخصت کرنے سے پہلے روانہ ہونا ۴۰۴	مصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں امام ابو حنیفہ کا مسلک ۴۰۴
بَابُ حَاجَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	مصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب ۴۰۴
باب: نبی اکرم ﷺ کا حج ۴۰۵	بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحَرَّمِ
بَابُ الْمُخَوَّرِ	یہ باب احرام والے شخص کے پچھنے لگوانے کے بیان میں ہے ۴۰۵
باب: جس شخص کو محصور کر دیا جائے (یعنی جو حج میں شریک نہ ہو سکے) ۴۱۳	بَابُ مَا يَنْتَهَنُ بِهِ الْمُحَرَّمُ
احصار کے معنی و مفہوم کا بیان ۴۱۳	باب: احرام والا شخص کون سی قسم کا تیل لگا سکتا ہے؟ ۴۱۳
فقہ حنفی کے مطابق ثبوت احصار کے ذرائع کا بیان ۴۱۵	

۳۳۸..... امام مالک و امام شافعی کی مستدل حدیث کا بیان	بَابُ الْمُحْرَمِ يَمُوتُ
۳۳۸..... محرم کے گوشت کھانے میں مذاہب اربعہ	یہ باب احرام والے شخص کے فوت ہو جانے کے بیان میں
بَابُ تَقْلِيدِ الْبَنِي	۳۳۱..... ہے
۳۳۹..... یہ باب قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالنے میں ہے	حالت احرام میں پردے کی تخفیف میں مذاہب اربعہ کا
۳۳۹..... تقلید کی تعریف کا بیان	۳۳۱..... بیان
۳۵۰..... اشعار و تقلید کے مستحسن ہونے میں ائمہ و فقہاء کا اجماع	بَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ يُوصِيئُهُ الْمُحْرَمُ
بَابُ تَقْلِيدِ الْفَنَمِ	۳۳۳..... باب: احرام والا شخص اگر شکار کرے تو اس کی جزاء
۳۵۱..... یہ باب بکریوں کے گلے میں ہار ڈالنے میں ہے	۳۳۳..... حالت احرام ممانعت شکار میں مذاہب اربعہ کا بیان
۳۵۱..... افضل قربانی کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان	بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرَمُ
گائے اونٹ کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ کا	۳۳۸..... یہ باب ہے کہ احرام والا شخص کے قتل کر سکتا ہے؟
۳۵۲..... بیان	۳۳۹..... وہ جانور جن کو حالت احرام اور حرم میں چارنا جائز ہے
مینڈھے یا گائے کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب	۳۳۹..... حالت احرام میں ٹڈی مارنے میں فقہاء احناف کا بیان
۳۵۲..... اربعہ؟	۳۴۰..... جوں مارنے کی جزا کے بارے میں بیان
بَابُ إِشْعَارِ الْبَنِي	بَابُ مَا يَنْتَهَى عَنْهُ الْمُحْرَمُ مِنَ الصَّيْدِ
۳۵۳..... یہ باب قربانی کے جانور کو نشان لگانے میں ہے	یہ باب ہے کہ احرام والے شخص کو جس شکار سے منع کیا گیا
۳۵۳..... اشعار اور تقلید کے مسئلے کا بیان	۳۴۱..... ہے
بَابُ مَنْ جَلَّلَ الْبِدَنَةَ	۳۴۱..... شکار سے کون جانور مراد ہیں؟
یہ باب ہے کہ قربانی کے بڑے جانور پر رکھے جانے	جب احرام والا شکار کرے یا اسکی طرف دلالت کرے تو حکم
۳۵۵..... والے کپڑے	۳۴۲..... شرعی
۳۵۵..... فقہاء احناف کے نزدیک اشعار کرنے کا بیان	۳۴۳..... امام مالک و امام شافعی کی مستدل حدیث اور اس کا مطلب
بَابُ الْهَنْدِي مِنَ الْإِنَاثِ وَالذُّكُورِ	۳۴۳..... احناف کی مستدل حدیث پر اشکال کا جواب
یہ باب قربانی کے مونث اور مذکر جانوروں کے بیان میں	۳۴۶..... محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانے کا بیان
۳۵۶..... ہے	۳۴۶..... شکار جانور کو چھوڑنا بھی دلالت کے حکم میں ہوگا
۳۵۶..... کن جانوروں کی قربانی جائز یا ناجائز ہے؟	بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ إِذَا لَمْ يُصْذَلْهُ
بَابُ الْهَنْدِي يُسَاقُ مِنْ حَوْنِ الْبِيعَاتِ	یہ باب اس بارے میں اجازت جبکہ وہ شکار اس آدمی کے
یہ باب ہے کہ بیعات کے پہرے قربانی کا جانور ساتھ لے	۳۴۶..... لیے نہ کیا گیا ہو
۳۵۷..... کر جانا	۳۴۷..... جب حلال ہونے والے کے ذبح سے محرم نے کھایا ہو

مدینہ منورہ کے لئے نبی کریم ﷺ کی دعائے برکت کا بیان

باب دُكُوبُ الْبَدَنِ

یہ باب قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بیان میں ہے۔ ۴۵۷ ۴۵۶

قربانی والے بدنہ پر سواری کی ممانعت کا بیان ۴۵۷

ہدی پر سوار ہونے کا مسئلہ ۴۵۸

باب مَالِ الْكَعْبَةِ

یہ باب خانہ کعبہ کے مال کے بیان میں ہے ۴۵۸

باب صِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ

یہ باب مکہ مکرمہ میں رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے

باب فِي الْهَدْيِ إِذَا عَوَّلَ

یہ باب ہے کہ جب قربانی کا جانور تھک جائے (تو کیا

کیا جائے؟) ۴۵۹

باب الطَّوَافِ فِي مَطَرٍ

یہ باب بارش کے دوران طواف کرنے کے بیان میں ہے ۴۵۸

باب أَجْرِ بُيُوتِ مَكَّةَ

یہ باب مکہ کے گھروں کے کرائے کے بیان میں ہے ۴۵۹

باب الْحَجِّ مَا شِئْنَا

یہ باب پیدل حج کرنے کے بیان میں ہے ۴۵۹

مسجد حرام سے روکنا گناہ ہے ۴۶۰

مسجد حرام سے روکنے کی ممانعت میں تصریحات کا بیان ۴۶۱

كِتَابُ الْأَضَاحِيِّ

یہ کتاب قربانی کے بیان میں ہے ۴۸۰

باب فَضْلِ مَكَّةَ

یہ باب مکہ مکرمہ کی فضیلت میں ہے ۴۶۳

اضحیہ کی لغوی و شرعی تعریف ۴۸۰

حرم کی زمین کا بیان ۴۶۳

وجوب اضحیہ کے شرعی مأخذ کا بیان ۴۸۰

اذخر کو کاٹنے کی اباحت کا بیان ۴۶۴

قربانی کے وجوب و عدم وجوب میں مذاہب اربعہ ۴۸۰

حرم مدینہ کے جانور کو مارنے کی کراہت میں فقہی مذاہب کا

باب أَضَاحِي دَسُورِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بیان ۴۶۵

یہ باب نبی اکرم ﷺ سے قربانی کے متعلق احادیث کے

کعبہ کی حرمت کا باعث کامیابی ہونے کا بیان ۴۶۶

کعبہ کے اول بیت ہونے کے سلسلہ میں روایات اور

رائج روایت کا بیان ۴۶۶

باب الْأَضَاحِيِّ وَاجِبَةٌ هِيَ أَمْ لَا

یہ باب ہے کہ کیا قربانی کرنا واجب ہے یا واجب نہیں

تعمیر کعبہ کی تاریخ کا بیان ۴۶۸

مکہ مکرمہ کو بکہ اور مکہ کہنے کی مناسبت کا بیان ۴۷۱

بیت اللہ کے اسماء کا بیان ۴۷۱

کعبہ کی برکت اور ہدایت کے معنی کا بیان ۴۷۲

کعبہ اور مقام ابراہیم کی نشانوں کا بیان ۴۷۳

باب فَضْلِ الْمَدِينَةِ

یہ مدینہ منورہ کی فضیلت کے بیان میں ہے ۴۷۴

.....؟ ۴۸۲

وجوب قربانی کی شرائط کا بیان ۴۸۳

وجوب قربانی میں فقہی تصریحات کا بیان ۴۸۳

قربانی کے واجب میں دلائل کا بیان ۴۸۴

قربانی کے سنت ہونے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل کا

بیان ۴۸۴

۴۸۶..... عتیرہ کے منسوخ ہونے کا بیان	یہ باب ہے کہ کون سے جانور کی قربانی کرنا مکروہ ہے؟ ۴۹۹
۴۸۷..... عتیرہ کا دور جاہلیت کی رسم ہونے کا بیان	بَاب مِّنْ اشْتَرَىٰ اُضْحِيَّةً صَحِيحَةً فَاَصَابَهَا عِنْدَهُ شَيْءٌ
بَاب ثَوَابِ الْاُضْحِيَّةِ	یہ باب ہے کہ جو شخص قربانی کا صحیح جانور خریدے ۵۰۱
۴۸۸..... یہ باب قربانی کے ثواب کے بیان میں ہے	اور پھر اس شخص کے پاس اس جانور کو کوئی عیب لاحق ہو جائے ۵۰۱
بَاب مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْاَضَاحِي	بَاب مِّنْ ضَحَّى بِشَاةٍ عَنْ اَهْلِهِ
۴۸۹..... یہ باب ہے کہ کون سی قربانی کرنا مستحب ہے؟	یہ باب ہے کہ جو شخص اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرے ۵۰۲
بَاب عَنْ كَعْبٍ تُجْزَى الْبَدَنَةُ وَالْبَقَرَةُ	بَاب مِّنْ اَرَادَ اَنْ يُّضَحَّى فَلَا يَأْخُذُ فِي الْعَشْرِ مِنْ شَعْرٍ
۴۹۰..... کافی ہوتے ہیں؟	وَأَطْفَارُ
گائے داؤٹ میں سات آدمیوں کی شرکت پر مذاہب فقہاء ۴۹۱	یہ باب ہے کہ جو شخص قربانی دینے کا ارادہ کر لے ۵۰۲
امام مالک کے نزدیک ایک بکری کا گھر والوں کی جانب سے قربان کرنے کا بیان ۴۹۲	تو وہ (ذوالحج کے) ابتدائی دس دنوں میں اپنے بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ تراشے ۵۰۲
ایک قربانی کا ایک فرد کی جانب سے ہونے میں فقہی مذاہب ۴۹۲	بَاب النَّهْيِ عَنْ ذَبْحِ الْاُضْحِيَّةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ
بَاب كَعْبٍ تُجْزَى مِنَ الْغَنَمِ عَنِ الْبَدَنَةِ	یہ باب نماز عید پڑھنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرنے کی ممانعت میں ہے ۵۰۳
یہ باب ہے کہ کتنی بکریاں اوٹ کی جگہ کافی ہوتی ہیں؟ ... ۴۹۳	بَاب مِّنْ ذَبَحَ اُضْحِيَّةً بِيَدِهِ
بَاب مَا تُجْزَى مِنَ الْاَضَاحِي	یہ باب ہے کہ جو شخص اپنے ہاتھ کے ذریعے اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کرے ۵۰۵
یہ باب ہے کہ کون سی چیز قربانی کے لیے کافی ہوتی ہے؟ ۴۹۴	بَاب جُلُودِ الْاَضَاحِي
قربانی کے جانور اور انکی عمروں کا بیان ۴۹۵	یہ باب قربانی کے جانور کی کھالوں کے بیان میں ہے ۵۰۵
بکری و جنس بکری کی عمر ایک سال ہونے کا بیان ۴۹۷	قربانی والے جانور کی رسیوں وغیرہ کو صدقہ کرنے کا بیان ۵۰۵
قربانی میں گائے اور اوٹ کی عمروں کا بیان ۴۹۷	قربانی کی کھالوں کو اجرت میں دینے کی ممانعت کا بیان .. ۵۰۶
جذعہ کی قربانی کرنے کا بیان ۴۹۷	قربانی کی کھالوں کو صدقہ کرنے میں فقہی احکام کا بیان .. ۵۰۶
صرف ذنبہ کی قربانی کے لئے چھ ماہ پر اجماع کا بیان ۴۹۷	قربانی کی کھالوں کو ذاتی تصرف میں لانے والوں کا موقف و جواب ۵۰۷
فقیر زعفرانی کے قول کے مقدم ہونے کا بیان ۴۹۸	قربانی کی کھالوں کے بارے میں حتمی حکم کا بیان ۵۰۸
جذعہ کے بارے میں بعض فقہی اقوال کا بیان ۴۹۸	
بَاب مَا يُكْرَهُ اَنْ يُّضَحَّى بِهِ	

بَابُ الْأَكْلِ مِنْ لُحُومِ الْأَضَاجِي

یہ باب قربانی کے جانوروں کا گوشت کھانے کے بیان میں

حقیقہ کو منسوخ قرار دینے کے دلائل پر بحث و نظر کا بیان .. ۵۰۷

امام احمد رضا کا احادیث و اقوال فقہاء پر مقدم رکھنے کا

۵۰۸ بیان ۵۰۷

بَابُ اخْتَارِ لُحُومِ الضَّعَايَا

یہ باب قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے کے بیان میں ہے .. ۵۰۹

تین دن سے زائد دنوں میں قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے

کا بیان ۵۰۹

بَابُ الذَّبْحِ بِالنَّصْلِ

یہ باب مید گاہ میں جانور ذبح کرنے کے بیان میں ہے ۵۱۱

كِتَابُ الذَّبَائِحِ

یہ کتاب ذبائح کے بیان میں ہے ۵۱۲

ذبح کے لغوی معنی و ملبوم کا بیان ۵۱۲

ذبح کرنے کا طریقہ ۵۱۲

کتاب ذبائح کے شرعی مآخذ کا بیان ۵۱۲

ذبح کی اقسام کا بیان ۵۱۳

ذبح اختیاری کی تعریف ۵۱۳

ذبح اضطراری کی تعریف ۵۱۵

ذبح کے لیے مذکیہ کی شرط کا بیان ۵۱۵

گردن کی رگوں کو کاٹنے میں مذاہب اربعہ ۵۱۶

بَابُ الْمُعَقَّةِ

یہ باب حقیقہ کے بیان میں ہے ۵۱۶

حقیقہ کے متعلق احادیث آثار اور اقوال تابعین کا بیان ۵۱۷

حقیقہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کے نظریے کا بیان ۵۲۰

حقیقہ کے متعلق فقہاء شافعیہ کے نظریے کا بیان ۵۲۰

حقیقہ کے متعلق فقہاء مالکیہ کے نظریے کا بیان ۵۲۱

حقیقہ کے متعلق فقہاء احناف کے نظریے کا بیان ۵۲۲

حقیقہ کے متعلق احکام شریعہ اور مسائل کا بیان ۵۲۳

۵۰۸ بیان ۵۰۷

مذہب کے بعض احکام اور مسائل کی فوائد پر ولایت کا بیان ۵۰۷

بَابُ الْقَرَعَةِ وَالْعَصْرِ

یہ باب فرق اور معتبر دے بیان میں ہے ۵۰۶

بَابُ إِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْبِسُوا الذَّبْحَ

یہ باب ہے کہ جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو .. ۵۰۷

بَابُ التَّسْبِيَةِ عِنْدَ الذَّبْحِ

یہ باب ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بیان میں

..... ۵۰۹

ذبح کے ترک تسمیہ کے سبب ذبیحہ کے مردار ہونے کا بیان ۵۰۹

ترک تسمیہ میں سو کی صورت حلت و حرمت پر اختلاف

۵۱۲ ائمہ اربعہ ۵۳۰

امام بخاری علیہ الرحمہ سے مذہب احناف کی تائید کا بیان .. ۵۳۲

وقت ذبح غیر خدا کا نام لینے کے سبب حرمت ذبیحہ پر

۵۱۳ مذاہب اربعہ ۵۳۲

ترک تسمیہ بطور سو کی صورت میں حلت پر فقہی اختلاف .. ۵۳۲

۵۱۶ اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت میں تحقیق کا بیان ۵۳۳

۵۳۳ نجوسی کا ذبیحہ کھانے سے ممانعت کا بیان ۵۳۳

۵۳۵ نجوسیوں کے ذبیحہ کی ممانعت میں مذاہب اربعہ ۵۳۵

بَابُ مَا يُذَكِّي بِهِ

یہ باب ہے کہ کس چیز کے ذریعے ذبح کیا جاسکتا ہے؟ ... ۵۳۶

۵۳۷ آل ذبح کے سوا جانور کی موت کے سبب عدم حلت کا بیان ۵۳۷

۵۴۱ آل ذبح کے سوا دوسرے سبب سے موت واقع ہونے پر

۵۴۲ مذاہب فقہاء ۵۴۷

بَابُ السَّلَاحِ

باب ذِکَاۃُ الْجَنَیْنِ ذِکَاۃُ اُمِّہِ	یہ باب چڑا اتارنے کے بیان میں ہے ۵۲۷
(مادہ جانور کے) پیٹ میں موجود بچے کی ماں کو ذبح کرنا	بَابُ النَّہْیِ عَنْ ذَبْحِ قَوَاتِ الدَّرِّ
یہ اسے ذبح کرنا شمار ہوگا..... ۵۲۶	یہ باب دودھ دینے والے جانور کو ذبح کرنے کی ممانعت
کِتَابُ الصَّیْدِ	میں ہے ۵۲۸
یہ کتاب شکار کے بیان میں ہے ۵۲۸	جلالہ کے گوشت اور دودھ سے ممانعت کا بیان ۵۲۹
شکار کرنے کا بیان ۵۲۸	بَابُ ذَبْحِ الْمَرْأَةِ
کسی سبب کے بغیر شکار کرنے کی ممانعت کا بیان ۵۲۸	یہ باب عورت کے ذبیحہ کے بیان میں ہے ۵۲۹
بَابُ قَتْلِ الْکِلَابِ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ ذُرِّعٍ	بَابُ ذِکَاۃِ النَّادِ مِنَ الْبَہَائِمِ
یہ باب ہے کہ کتوں کو مارنے کا حکم البتہ شکاری اور کھیت	یہ باب ہے کہ جو جانور سرکش ہو کر بھاگ جائے اسے ذبح
کی حفاظت والے کتے کا حکم مختلف ہے ۵۲۹	کرنا ۵۳۰
بَابُ النَّہْیِ عَنِ اِثْتِنَاءِ الْکَلْبِ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ حَرْثٍ اَوْ	بَابُ النَّہْیِ عَنْ صَبْرِ الْبَہَائِمِ وَعَنِ الْبَثَلَةِ
مَا شِئَہِ	یہ باب جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنے اور اس کا
یہ باب ہے کہ کتا پالنے کی ممانعت البتہ شکاری کھیت یا	مشلہ کرنے کی ممانعت میں ہے ۵۳۰
جانوروں کے نیے کتا پالنے کی اجازت ہے ۵۵۰	بَابُ النَّہْیِ عَنْ لُحُومِ الْجَلَالَةِ
بَابُ صَیْدِ الْکَلْبِ	یہ باب گندگی کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانے
یہ باب کتے کا شکار کرنے کے بیان میں ہے ۵۵۲	کی ممانعت میں ہے ۵۴۱
اصل کتاب کے برتنوں کے استعمال سے پرہیز کرنے کا	بَابُ لُحُومِ الْغَیْلِ
بیان ۵۵۲	یہ باب گھوڑے کا گوشت کھانے کے حکم میں ہے ۵۴۲
بَابُ صَیْدِ کَلْبِ الْجُوسِ وَالْکَلْبِ الْاَسْوَدِ الْبَہِمِ	پالتو گدھوں اور نچروں کو کھانے کی ممانعت کا بیان ۵۴۲
یہ باب ہے کہ مجوسی کے کتے کا شکار کرنا اور انتہائی سیاہ کتے	گھوڑوں، نچروں کا گوشت کھانے کی ممانعت کا بیان ۵۴۲
کا شکار کرنے کا حکم ۵۵۳	گھوڑے کا گوشت کھانے میں دلیل اباحت کا بیان ۵۴۳
کتوں کو مارنے کا بیان ۵۵۵	اعلیٰ منافع کے سبب کھانے کی ممانعت کا بیان ۵۴۳
بَابُ صَیْدِ الْقَوْسِ	گھوڑے کا گوشت کھانے کے اختلاف پر مذاہب اربعہ . ۵۴۳
یہ باب کمان کے ذریعے شکار کرنے کے بیان میں ہے .. ۵۵۷	بَابُ لُحُومِ الْحُمُرِ الْوَحْشِیَّةِ
آلات ذبیحہ کا بیان ۵۵۸	یہ باب نیل گائے کا گوشت کھانے کے بیان میں ہے ... ۵۴۳
شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام کا بیان ۵۵۹	بَابُ لُحُومِ الْبَقَالِ
شکار کی شرائط کا بیان ۵۶۰	یہ باب ہے کہ نچروں کا گوشت کھانا (منع ہے) ۵۴۶

۵۷۹.....	یہ باب کنگری مارنے کی ممانعت میں ہے	۵۶۰.....	شکار کرنے والے جانوروں کا بیان
	بَاب قَتْلِ الْوَذَعِ		شکاری کتے کے معلم (سدھائے ہوئے) ہونے کا معیار
۵۸۰.....	یہ باب گرگٹ (یا چھکلی) کو مارنے کے بیان میں ہے	۵۶۱.....	اور شرائط
	بَاب اَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ		جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں
	یہ باب ہے کہ نوکیلے دانتوں والے درندوں کو کھانا (منع	۵۶۱.....	فقہاء احناف کا نظریہ
۵۸۱.....	(ہے)	۵۶۳.....	غلیل کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم کا بیان
	بَاب الذِّئْبِ وَالثَّعْلَبِ	۵۶۶.....	بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق کا بیان
۵۸۳.....	یہ باب بھیڑیے اور لومڑی کے حکم میں ہے	۵۶۷.....	بندوق کے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل کا بیان
	بَاب الضَّبُعِ		بندوق کے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل کا
۵۸۳.....	یہ باب بچو کے بیان میں ہے	۵۶۷.....	بیان
	بَاب الضَّبِّ	۵۶۷.....	بندوق کے شکار کے متعلق تحقیق کا بیان
۵۸۳.....	یہ باب گود کے حکم میں ہے		بَاب الصَّيْدِ يَوْئِبُ لَيْلَةٍ
	بَاب الْأَرْنَبِ	۵۷۱.....	یہ باب ہے کہ جب شکار ایک رات تک اوچھل رہے
۵۸۶.....	یہ باب خرگوش کے بیان میں ہے		بَاب صَيْدِ الْبُغْرَا ضِ
	بَاب الطَّافِي مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ		یہ باب پھکان کے بغیر تیر کے ذریعے شکار کرنے کے بیان
۵۸۷.....	یہ باب ہے کہ سمندر کے شکار میں سے جو مر کر تیرنے لگے	۵۷۲.....	میں ہے
	بَاب الْفُرَابِ		بَاب مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ
۵۸۸.....	یہ باب کواے کے بیان میں ہے		یہ باب ہے کہ جب زندہ جانور کے جسم کا کوئی حصہ کٹ
	بَاب الْهَرَّةِ	۵۷۲.....	جائے
۵۹۱.....	یہ باب بلی کے بیان میں ہے		بَاب صَيْدِ الْوَحْشَتَانِ وَالْجَرَادِ
	كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ		یہ باب مچھلیوں اور مڈی دل کا شکار کرنے کے بیان میں
۵۹۲.....	یہ کتاب کھانا کھلانے کے بیان میں ہے	۵۷۳.....	ہے
۵۹۲.....	کھانا کھلانے کی فضیلت و اہمیت کا بیان	۵۷۶.....	مڈی کے کھانے کا بیان
۵۹۲.....	ایثار کی فضیلت میں احادیث کا بیان		بَاب مَا يُنْهَى عَنْ قَتْلِهِ
	حضرت علی کے مذکور ایثار کی روایت کو نقل کرنے والے	۵۷۷.....	یہ باب ہے کہ کس چیز کو مارنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے؟
۵۹۵.....	مفسرین	۵۷۸.....	چیونٹی کو مارنے کی ممانعت کا بیان
	محققین مفسرین کا حضرت علی کے اس ایثار کی روایت کو مسترد		بَاب النَّهْيِ عَنِ الْخَذْفِ

۵۹۵	کرنے.....	بَابُ الْأَكْلِ مِنْهَا يَبِينُ	یہ باب اپنے آگے سے کھانے کے بیان میں ہے..... ۲۱۵
۵۹۹	اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینے کی آیات اور احادیث کا محمل اور ایثار کا معیار.....	بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ مِنْ خُرُوقِ الشَّرِيدِ	یہ باب شریک کے اوپر کی طرف سے کھانے کی ممانعت میں ہے..... ۲۱۶
۶۰۰	مسکین اور یتیم کے معنی کا بیان.....	بَابُ إِطْعَامِ الطَّعَامِ	یہ باب کھانا کھلانے کے بیان میں ہے..... ۲۱۷
۶۰۳	یہ باب کھانا کھلانے کے بیان میں ہے.....	بَابُ طَعَامِ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے..... ۲۱۸
۶۰۴	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ فَضْلِ الشَّرِيدِ عَلَى الطَّعَامِ	یہ باب کھانوں پر شریک کی فضیلت میں ہے..... ۲۱۹
۶۰۴	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ مَنْعِ آتِيَا بَعْدَ الطَّعَامِ	یہ باب کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے میں ہے..... ۲۲۰
۶۰۵	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا قَرَعَ مِنْ الطَّعَامِ	یہ باب کھانے سے فارغ ہونے پر کیا پڑھا جائے؟..... ۲۲۰
۶۰۵	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ الْاجْتِمَاعِ عَلَى الطَّعَامِ	یہ باب کھانے پر لوگوں کے اکٹھا ہونے میں ہے..... ۲۲۱
۶۰۶	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ النَّفْعِ فِي الطَّعَامِ	یہ باب کھانے میں پھونک مارنے کے بیان میں ہے..... ۲۲۲
۶۰۶	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ إِذَا أَتَا خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَلْيَتَنَاوَلْهُ مِنْهُ	یہ باب کسی کا خادم اس کا کھانا لے کر آئے تو وہ اس میں سے اسے بھی کچھ دے..... ۲۲۳
۶۰۸	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ الْأَكْلِ عَلَى الْوَحْدَانِ وَالشُّرَكَاءِ	یہ باب خوان اور دسترخوان پر کھانا کھانے کے بیان میں ہے..... ۲۲۴
۶۰۸	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُقَامَ عَنِ الطَّعَامِ حَتَّى يُرْفَعَ وَأَنْ يَكْفَ يَدَا حَتَّى يَفْرَغَ الْقَوْمُ	یہ باب کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بیان میں ہے..... ۲۲۵
۶۰۹	یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے.....	بَابُ الْأَكْلِ بِالْيَمِينِ	یہ باب دائیں ہاتھ سے کھانے کے بیان میں ہے..... ۲۲۶
۶۱۱	یہ باب دائیں ہاتھ سے کھانے کے بیان میں ہے.....	بَابُ لَعْنِ الْأَصَابِعِ	یہ باب انگلیاں چاٹنے میں ہے..... ۲۲۷
۶۱۳	یہ باب انگلیاں چاٹنے میں ہے.....	بَابُ تَنْوِيَةِ الصَّحْفَةِ	یہ باب پیالے کو اچھی طرح صاف کرنے میں ہے..... ۲۲۸
۶۱۵	یہ باب پیالے کو اچھی طرح صاف کرنے میں ہے.....		

باب الزَّيْتِ	اور یہ کہ لوگوں کے قارغ ہونے سے پہلے ہاتھ روک لیا جائے..... ۶۲۵
یہ باب زیتون کے تیل کے بیان میں ہے..... ۶۳۴	باب مَنْ بَاتَ وَلَفَى يَدَيْهِ رِيحَ عَمْرٍ
زیتون کا معنی اور اس کے طبی فوائد کا بیان..... ۶۳۵	یہ باب ہے کہ بعض اس حال میں رات بسر کرے کہ اس کے ہاتھ میں چربی کی بو ہو..... ۶۲۶
والسین والزیتون کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال..... ۶۳۵	باب عَرْضُ الطَّعَامِ
باب اللَّبَنِ	یہ باب کھانا پیش کرنے کے بیان میں ہے..... ۶۲۶
یہ باب دودھ کے بیان میں ہے..... ۶۳۶	باب الْأَكْلِ فِي الْمَسْجِدِ
باب الْحَلَوَاءِ	یہ باب مسجد میں کھانے کے بیان میں ہے..... ۶۲۷
یہ باب حلوائے کے بیان میں ہے..... ۶۳۷	باب الْأَكْلِ قَائِمًا
باب الْفُقَاءِ وَالزُّطْبِ يُجْعَلَانِ	یہ باب کھڑے ہو کر کھانے میں ہے..... ۶۲۸
یہ باب گلزی اور ترکھور ملا کر کھانے کے بیان میں ہے..... ۶۳۸	باب الدَّبَاءِ
باب التَّمْرِ	یہ باب کدو کے بیان میں ہے..... ۶۲۸
یہ باب کھجور کے بیان میں ہے..... ۶۳۹	باب اللَّحْمِ
باب إِذَا أُتِيَ بِأَوَّلِ الثَّمَرَةِ	یہ باب گوشت کے بیان میں ہے..... ۶۳۰
یہ باب ہے کہ جب موسم کا پہلا پھل آئے (تو کیا کیا جائے؟)..... ۶۳۹	باب أَطْيَابِ اللَّحْمِ
باب أَكْلِ الْبَلْعِ بِالتَّمْرِ	یہ باب عمدہ قسم کے گوشت کے بیان میں ہے..... ۶۳۰
یہ باب کچی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھانے میں ہے..... ۶۴۰	باب الشَّوَاءِ
باب النَّهْيِ عَنْ قِرَانِ التَّمْرِ	یہ باب گوشت کو بھوننے کے بیان میں ہے..... ۶۳۱
یہ باب ہے کہ (کسی کے ہاں کھاتے ہوئے) دو کھجوریں ایک ساتھ کھانے کی ممانعت..... ۶۴۱	باب الْقَيْدِ
باب تَقْقِيشِ التَّمْرِ	یہ باب گوشت کے خشک ٹکڑوں کے بیان میں ہے..... ۶۳۲
یہ باب کھجوریں تلاش کرنے میں ہے..... ۶۴۱	باب الْكَبِدِ وَالْوَلَحِ
باب التَّمْرِ بِالزُّبْدِ	یہ باب جگر اور تلی کے بیان میں ہے..... ۶۳۳
یہ باب پنیر کے ساتھ کھجور کھانے کے بیان میں ہے..... ۶۴۲	باب الْوَلَحِ
باب الْحَوَارِي	یہ باب نمک کے بیان میں ہے..... ۶۳۳
یہ باب میدے کے آٹے کے بیان میں ہے..... ۶۴۳	باب الْإِثْمَدِ بِالْعَلِّ
	یہ باب سرکہ کو سالن کے طور پر استعمال کرنے میں ہے..... ۶۴۳

۶۵۳.....	مہمان نوازی کے احکام و آداب کا بیان	بَابُ الرُّقَاقِ	یہ باب ہار یک چپاتیوں کے بیان میں ہے..... ۶۳۵
۶۵۹.....	بَابُ إِذَا رَأَى الضَّيْفُ مُنْكَرًا رَجَعَ	بَابُ الْقَالُوْدَجِ	یہ باب فالو زج (مخصوص قسم کا حلوہ) کے بیان میں ہے..... ۶۳۵
۶۶۰.....	یہ باب ہے کہ جب مہمان کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو واپس چلا جائے.....	بَابُ التَّغْبِزِ الْمَلْبَقِي بِالسِّنِّ	یہ باب گھی لگی روٹی کے بیان میں ہے..... ۶۳۶
۶۶۱.....	بَابُ الْجَنَمِ بَيْنَ اللَّحْمِ وَالسِّنِّ	بَابُ حُبْزِ الْبَزِّ	یہ باب گندم کی روٹی کے بیان میں ہے..... ۶۳۷
۶۶۳.....	یہ باب گھی اور گوشت ملا کے کھانے کے بیان میں ہے.....	بَابُ حُبْزِ الشَّوْبِزِ	یہ باب جو کی روٹی کے بیان میں ہے..... ۶۳۸
۶۶۳.....	بَابُ مَنْ طَبَخَ فَلَمْ يُكْثِرْ مَاءَهُ	بَابُ الْإِقْتِصَادِ فِي الْأَكْلِ وَكَرَاهَةِ الشَّبَعِ	یہ باب ہے کہ کھانے میں میانہ روی اختیار کرنا اور پیٹ بھر کر کھانے کا ناپسندیدہ ہونا..... ۶۳۹
۶۶۳.....	یہ باب ہے کہ جو شخص گوشت پکائے اسے شور بہ زیادہ رکھنا چاہئے.....	بَابُ الْإِسْرَافِ أَنْ تَأْكُلَ كُلَّ مَا اشْتَهَيْتَ	یہ باب ہے کہ اسراف کا بیان (اس سے مراد یہ ہے کہ) تم ہر وہ چیز کھاؤ جس کی تمہیں خواہش ہو..... ۶۵۰
۶۶۳.....	بَابُ أَكْلِ الثُّومِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ	بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَاءِ الطَّعَامِ	یہ باب کھانا پھینکنے کی ممانعت میں ہے..... ۶۵۰
۶۶۳.....	یہ باب لہسن، پیاز اور گندنا کھانے کے بیان میں ہے.....	بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ الْجُوعِ	یہ باب بھوک سے پناہ مانگنے کے بیان میں ہے..... ۶۵۱
۶۶۳.....	بَابُ أَكْلِ الْجُبْنِ وَالسِّنِّ	مفلس کی مدد کرنے کا بیان..... ۶۵۱	
۶۶۳.....	یہ باب پنیر اور گھی کھانے کے بیان میں ہے.....	بَابُ تَرْكِ الْعِشَاءِ	یہ باب رات کا کھانا نہ کھانے کے بیان میں ہے..... ۶۵۲
۶۶۳.....	بَابُ أَكْلِ الْقَمَارِ	بَابُ الصِّيَافَةِ	یہ باب مہمان نوازی کے بیان میں ہے..... ۶۵۳
۶۶۳.....	یہ باب پھل کھانے کے بیان میں ہے.....		ضیافت و مہمان نوازی کا بیان..... ۶۵۳
۶۶۳.....	بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ مُنْبَطِحًا		ضیافت کی اقسام کا بیان..... ۶۵۳
۶۶۳.....	یہ باب منہ کے بل لیٹ کر کھانے کی ممانعت میں ہے...		
۶۶۳.....	بَابُ الْأَشْرَبَةِ		
۶۶۵.....	یہ کتاب مشروبات کے بیان میں ہے.....		
۶۶۵.....	اللہ کی اطاعت کر کے پینے والوں کا بیان.....		
۶۶۵.....	بَابُ الْخَمْرِ مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ		
۶۶۵.....	یہ باب ہے کہ شراب ہر برائی کی کنجی ہے.....		
۶۶۵.....	قرآن مجید سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان.....		
۶۶۹.....	احادیث سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان.....		
۶۷۰.....	خر کی تعریف میں ائمہ مذاہب کا نظریہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل.....		
۶۷۰.....	بَابُ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ		

یہ باب غیز کی کیفیت اور اسے پینے کے حکم میں ہے ۶۸۸	یہ باب ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت میں (جنتی) مشروب نہیں پی سکے گا ۶۷۲
باب النَّهْيُ عَنِ تَبْيِذِ الْأَوْعِيَةِ	باب مُذْهِبِ الْعَمَرِ
یہ باب مخصوص برتنوں میں غیز تیار کرنے کی ممانعت میں ہے ۶۹۰	یہ باب ہے کہ ہمیشہ شراب نوشی کرنے والے شخص کے بارے میں حکم ۶۷۲
باب مَا رُخِّصَ فِيهِ مِنْ ذَلِكَ	باب مَنْ شَرِبَ الْعَمَرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ
یہ باب اس بارے میں اجازت کے بیان میں ہے ۶۹۲	یہ باب ہے کہ جو شخص شراب پیتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے ۶۷۳
باب تَبْيِذِ الْبَجَرِ	شرابی کی سزا سے متعلق چہل احادیث کا بیان ۶۷۳
یہ باب گھڑے میں غیز تیار کرنے کے بیان میں ہے ۶۹۲	باب مَا يَكُونُ مِنْهُ الْعَمَرُ
باب تَغْوِيرِ الْإِنَاءِ	یہ باب ہے کہ شراب کس چیز سے بنتی ہے؟ ۶۸۱
یہ باب برتن کو ڈھانپ دینے کے بیان میں ہے ۶۹۳	باب لُعْنَتِ الْعَمَرِ عَلَى عَشْرَةِ أَوْجُو
باب الشُّرْبِ فِي الْيَمَةِ الْفُضْوَةِ	یہ باب ہے کہ شراب پردس وجہ سے لعنت کی گئی ہے ۶۸۲
یہ باب چاندی کے برتن میں کچھ پینے کے بیان میں ہے ۶۹۳	باب التَّجَارَةِ فِي الْعَمَرِ
باب الشُّرْبِ بِثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ	یہ باب شراب کی تجارت کرنے میں ہے ۶۸۳
یہ باب پانی کو تین سانسوں میں پینے کے بیان میں ہے ۶۹۶	شراب کے مال متکوم نہ ہونے کا بیان ۶۸۳
باب اخْتِنَانِ الْأَسْقِيَةِ	باب الْعَمَرِ يُسْمَوْنَهَا بِغَيْرِ نِسْبَةٍ
یہ باب مشکیزے کا منہ دوہرا کر کے اس سے پینے کے بیان میں ہے ۶۹۷	یہ باب ہے کہ شراب کو کوئی دوسرا نام دینا ۶۸۴
باب الشُّرْبِ مِنْ فِي السَّقَاءِ	باب كُلِّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ
یہ باب مشکیزے کے منہ سے پینے کے بیان میں ہے ۶۹۸	یہ باب ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے ۶۸۵
باب الشُّرْبِ قَائِمًا	باب مَا أَسْكَرَ كَثِيرَةً فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ
یہ باب کھڑے ہو کر پینے کے بیان میں ہے ۶۹۹	یہ باب ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے ۶۸۶
وضو کے پانی اور آب زم زم کو کھڑے ہو کر پینے کا بیان ۶۹۹	باب النَّهْيِ عَنِ الْعَوْلِ طَمَنٍ
باب إِذَا شَرِبَ أُعْطِيَ الْإِيمَنَ فَلَا يَمُنُّ	یہ باب دو چیزیں ملا کر (غیز تیار کرنے کی ممانعت) میں ہے ۶۸۷
یہ باب ہے کہ پینے کے بعد پہلے دائیں طرف والوں کو دینا ۷۰۱	باب صِفَةِ التَّبْيِذِ وَشُرْبِهِ
باب التَّنْفِيسِ فِي الْإِنَاءِ	
یہ باب ہے کہ پینے کے برتن میں سانس لینا ۷۰۳	

بَابُ التَّطْعِيمِ فِي الشَّرَابِ

یہ باب ہے کہ پینے کی چیز میں پھونک مارنا ۷۰۳

بَابُ الشَّرْبِ بِالْأَكْثَرِ وَالْكَثَرِ

یہ باب ہے کہ ہاتھ کے ذریعے پینا یا منہ ڈال کر پینا ۷۰۴

بَابُ سَائِي الْقَوْمِ إِجْرَهُمْ شَرِبًا

یہ باب ہے کہ لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں خود پے

گا ۷۰۵

بَابُ الشَّرْبِ فِي الرُّجَا جِ

یہ باب شیشے میں پینے کے بیان میں ہے ۷۰۶

كِتَابُ الطَّبِّ

یہ کتاب طب کے بیان میں ہے ۷۰۷

طب کے معنی و مفہوم کا بیان ۷۰۷

بَابُ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً

یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے اس

کی شفاء بھی نازل کی ہے ۷۰۸

بَابُ الْمَرِيضِ يَشْتَبِي الشَّيْءَ

یہ باب ہے کہ مریض کا کسی چیز کی خواہش محسوس کرنا ۷۱۰

بَابُ الرَّحْمَةِ

یہ باب پرہیز کے بیان میں ہے ۷۱۱

بَابُ لَا تَكْرَهُوا الْمَرِيضَ عَلَى الطَّعَامِ

یہ باب ہے کہ بیمار کو کوئی چیز کھانے پر مجبور نہ کرو ۷۱۲

بَابُ التَّلْمِيذِ

یہ باب تلمیذ (حریرہ) کے بیان میں ہے ۷۱۲

بَابُ الْحَبَّةِ السَّوَاءِ

یہ باب کلونگی کے بیان میں ہے ۷۱۳

بَابُ الْعَلَلِ

یہ باب شہد کے بیان میں ہے ۷۱۵

طب نبوی اور شہادۃ طب کا بیان ۷۱۶

شہد کی کہمی کی دو اقسام کا بیان ۷۲۰

شہد کی کہمی کے عجیب و غریب افعال کا بیان ۷۲۰

طلاق کرنے اور دوا استعمال کرنے کے متعلق احادیث کا

بیان ۷۲۱

علاج کے مستحب ہونے کا بیان ۷۲۳

ذیابطیس کے مریض کے لیے شہد کا شفا نہ ہونا ۷۲۳

ترک علاج کو افضل کہنے والوں کے دلائل اور ان کے

جوابات ۷۲۳

علاج کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث سے مزید دلائل

کا بیان ۷۲۳

قرآن مجید اور احادیث سے پرہیز کے ثبوت پر دلائل کا

بیان ۷۲۷

بَابُ الْكِنَاةِ وَالْعَجْوَةِ

یہ باب کھینچی اور عجمہ کے بیان میں ہے ۷۳۹

کھینچی کے خواص کا بیان ۷۴۱

بَابُ السَّنَا وَالسَّنَوَاتِ

یہ باب سنا کی اور شہد کے بیان میں ہے ۷۴۳

شہد کی اہمیت کا بیان ۷۴۴

بَابُ الصَّلَاةِ شِفَاءً

یہ باب ہے کہ نماز شفاء ہے ۷۴۴

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الدَّوَاءِ الْغَبِيثِ

یہ باب ناپاک چیزوں سے دوا کی ممانعت کے بیان میں

ہے ۷۴۵

حرام چیزوں سے دوا کی ممانعت کا بیان ۷۴۵

بَابُ دَوَاءِ التَّمْيِ

یہ باب ہے کہ دست لانے والی دوا استعمال کرنا ۷۴۷

باب داغ لگانے کے بیان میں ہے ۸۶۱	بَاب دَوَاءِ الْعُذْرَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْغَمَزِ
بَاب مِّنْ اُكْتَوٰی	یہ باب گلے میں درد کی دوائی اور اسے دبانے کی ممانعت میں ہے ۴۸
یہ باب ہے کہ جو شخص داغ لگوائے ۸۶۳	بَاب دَوَاءِ عِرْقِ النَّسَا
جانوروں کو داغنے کی ممانعت کا بیان ۸۶۵	یہ باب عرق النساء کی دوائی کے بیان میں ہے ۴۹
داغنے کی اباحت کا بیان ۸۶۶	بَاب دَوَاءِ الْجِرَاحَةِ
بَاب الْكُحْلِ بِالْاِثْمِدِ	یہ باب زخم کی دوا کے بیان میں ہے ۴۹
یہ باب اثمہ سرمہ لگانے کے بیان میں ہے ۸۶۶	بَاب مِّنْ تَطْبَبٍ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ
اثمہ سرمہ لگانے کی اہمیت کا بیان ۸۶۷	یہ باب ہے کہ جو شخص طبیب کے طور پر علاج کرے اور اس کا طبیب ہونا معروف نہ ہو ۵۱
بَاب مِّنْ اُكْتَحَلَ وَثُرًا	بَاب دَوَاءِ ذَاتِ الْجَنْبِ
یہ باب ہے کہ جو شخص طاق تعداد میں سرمہ لگائے ۸۶۷	یہ باب نمونیہ کی دوائی کے بیان میں ہے ۵۱
بَاب النَّهْيِ اَنْ يُّتَدَاوٰی بِالْعَبْرِ	بچوں کے طلق کی بیماری کے علاج کا بیان ۵۱
یہ باب شراب کو دوا کے طور پر استعمال کرنے کی ممانعت میں ہے ۸۶۸	بَاب الْحُسِيِّ
بَابِ الْاِسْتِشْفَاءِ بِالْقُرْآنِ	یہ باب بخار کے بیان میں ہے ۵۳
یہ باب قرآن کے ذریعے شفاء حاصل کرنے میں ہے ... ۸۶۹	بخار سے بچنے کے لئے دعا کا بیان ۵۳
قرآن مجید کا روحانی امراض کے لیے شفا ہونا: ۸۷۰	بیماری کی عیادت کرنے کا بیان ۵۳
قرآن مجید کا جسمانی امراض کے لیے شفا ہونا ۸۷۰	بَاب الْحُسِيِّ مِّنْ قَبْرِ جَهَنَّمَ فَاَبْرُؤُهَا بِالْمَاءِ
نثرہ اور مریضوں پر دم کرنے کا حکم ۸۷۰	یہ باب ہے کہ بخار کا تعلق جہنم کی تپش سے ہے تو تم اسے پانی کے ذریعے ٹھنڈا کرو ۵۵
تعویذ لگانے کا حکم ۸۷۱	بَاب الْحِجَامَةِ
ظالموں کے لیے قرآن مجید کا مزید گمراہی کا سبب ہونا ... ۸۷۲	یہ باب پچھنے لگوانے کے بیان میں ہے ۵۷
بَابِ الْحِجَامَةِ	بَاب مَوْضِعِ الْحِجَامَةِ
یہ باب مہندی استعمال کرنے کے بیان میں ہے ۸۷۲	یہ باب پچھنے لگوانے کی جگہ کے بیان میں ہے ۵۸
مہندی اور سرمہ لگانے کا بیان ۸۷۳	بَاب فِيْ اَتَى الْاَيَّامَ يُخْتَجَعُ
عورتوں کے لئے مہندی لگانے کا بیان ۸۷۴	یہ باب ہے کہ کون سے دنوں میں پچھنے لگوائے جائیں؟ .. ۸۷۰
خضاب لگانے میں خطر و اباحت کا بیان ۸۷۴	بَابِ الْكُتْبِ
بَابِ اَبْوَالِ الْاِبِلِ	
یہ باب اونٹوں کے پیشاب کے بیان میں ہے ۸۷۶	

بَابُ النَّفْسِ فِي الرُّقِيَّةِ

یہ باب دم کرتے ہوئے پھونک مارنے کے بیان میں ہے ۷۹۶

بَابُ تَعْلِيقِ التَّائِيْمِ

یہ باب تعویذ لٹکانے کے بیان میں ہے ۷۹۷

شرکیہ ٹونگوں سے ممانعت کا بیان ۷۹۸

بَابُ النُّشْرَةِ

باب آسیب کے بارے میں ہے ۷۹۹

نشرہ کے شیطانی کام ہونے کا بیان ۸۰۰

بَابُ الْإِسْتِشْفَاءِ بِالْقُرْآنِ

یہ باب قرآن کے ذریعے شفاء حاصل کرنے میں ہے ۸۰۱

بَابُ قَتْلِ ذِي الطُّفَيْتَيْنِ

یہ باب دودھاریوں والے سانپ کو مار دینے میں ہے ۸۰۱

سانپوں کو مار دینے کا بیان ۸۰۱

سانپ اور شیطان کا بیان ۸۰۳

بَابُ مَنْ كَانَ يُعْجِبُهُ الْقَالَ وَيَكْرَهُ الطَّيْرَةَ

یہ باب ہے کہ جس شخص کو قال پسند آئے اور جو شخص بری قال

کو پسند نہ کرے ۸۰۴

قال کے اچھا ہونے کا بیان ۸۰۵

بَابُ الْجَذَامِ

یہ باب کوڑھ کے بیان میں ہے ۸۰۹

بَابُ السَّحْرِ

یہ باب جادو کے بیان میں ہے ۸۱۲

جادو کے تاریخی پس منظر کا بیان ۸۱۲

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی تحقیق کا

بیان ۸۱۸

سحر کے لغوی معنی کا بیان ۸۲۰

سحر کا شرعی معنی ۸۲۱

حلال جانوروں کے پیشاب کے نجس ہونے کا بیان ۸۷۶

پیشاب سے بچنے کا حکم اور ائمہ کرام کی تصریحات کا بیان ۸۷۷

بَابُ يَقَعُ الذُّبَابُ فِي الْإِنَاءِ

یہ باب ہے کہ جب کوئی کھسی کسی برتن میں گر جائے ۸۷۹

بَابُ الْعَيْنِ

یہ باب نظر لگ جانے کے بیان میں ہے ۷۸۰

نظر ہد اور اس کے دم کا بیان ۷۸۰

نملہ کے منتر کا بیان ۷۸۱

بَابُ مَنْ اسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ

یہ باب ہے کہ جو شخص نظر لگنے کا دم کرائے ۷۸۵

نظر کا دم کروانے کا بیان ۷۸۵

غیر شرکیہ کلمات والے منتر کے ذریعے دم کرنے کا بیان ۷۸۶

نظر لگنے کے ایک واقعہ کا بیان ۷۸۷

بَابُ مَا رَخَّصَ فِيهِ مِنَ الدُّقَى

یہ باب دم کرنے کی رخصت کے بیان میں ہے ۷۸۸

دم کرنے پر اجرت لینے کا بیان ۷۸۹

غیر شرعی دم کی اجرت لینے پر ممانعت کا بیان ۷۹۱

بَابُ رُقِيَةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ

یہ باب سانپ اور بچھو (کے کاٹنے) کے دم کے بیان میں

ہے ۷۹۱

بچھو کے کاٹنے پر علاج کا بیان ۷۹۲

بَابُ مَا عَوَّذَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَوَّذَ بِهِ

یہ باب ہے کہ نبی اکرم ﷺ کن الفاظ کے ذریعے دم

کرتے تھے ۷۹۳

اور کن الفاظ کے ذریعے دم کیا جانا چاہیے؟ ۷۹۳

بَابُ مَا يُعَوَّذُ بِهِ مِنَ الْحُمَى

یہ باب ہے کہ بخار کے لیے کن الفاظ کا دم کیا جائے؟ ۷۹۵

حرم کے تحقق میں مذاہب حرم کے دلائل اور ان پر اعتراضات

۸۲۱ کے جوابات

۸۲۲ حرم کے شرعی حکم تحقیق

۸۲۵ حرم کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

۸۲۵ حرم کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

۸۲۶ حرم کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

۸۲۷ حرم کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

۸۲۷ مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور تجزیہ کا بیان

۸۲۸ عاروت اور ماروت پر حرم کو نازل کرنے کی حکمت کا بیان

۸۲۸ عاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت

عاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت کا قرآن مجید

۸۲۹ سے بطلان

۸۳۰ عاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت پر بحث و نظر

بَابُ الْفَزَعِ وَالْأَذَقِ وَمَا يُتَعَوَّذُ بِهِ

۸۳۲ یہ باب گھبراہٹ اور کم خوابی سے بچنے کی دعا میں ہے

۸۳۳ قرآن مجید کی سورتوں سے دم کرنے کے جواز کا بیان

۸۳۵ آیات شفاء کا بیان

۸۳۶ شرح سنن ابن ماجہ جلد پنجم کے اختتامی کلمات کا بیان

مقدمہ رضویہ

کتابت حدیث کا بیان

کتب حدیث بلکہ مستقل کتاب کی تالیف کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک ہی میں شروع ہو چکا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک بڑی جماعت کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے مختلف تعداد اور متعدد صورتوں میں احادیث طیبہ کو تحریری طور پر جمع کر رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مرتب کردہ مجموعہ حدیث صادقہ اہل نظر کی نظر سے مخفی نہیں ہے، جو کم و بیش ایک ہزار حدیثوں پر مشتمل ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی اونی رضی اللہ عنہ، حضرت سرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ کے تحریری مجموعوں اور صحائف کا تذکرہ معتمد کتابوں میں موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت سے صحائف لکھے۔ جن میں سے ایک صحیفہ ان کے ممتاز شاگرد ہام بن منہ نے صحیفہ ہام بن منہ مرتب کیا، جس کا مستقل نسخہ آج بھی دستیاب ہے، نیز حضور ﷺ نے تحریری صورت میں جو کچھ بھی لکھوایا وہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ خاص طور پر وہ نوشتے جن میں کسی قسم کے احکام آپ نے لکھوائے۔ مثلاً عمرو بن حزم کے نام آپ کا گرامی نامہ حاصل یہ کہ کتب حدیث کی ترتیب و تدوین کا سلسلہ آپ کی زندگی ہی میں شروع ہو چکا تھا۔

البتہ ابتداء اسلام میں جب کہ عام طور پر مسلمانوں کو قرآن کریم کے ساتھ خاص مہارت حاصل نہ ہوئی تھی، اور قرآن کے وجود و اعجاز اور حقائق و معارف پر پوری طرح مطلع نہیں ہوئے، اور انہیں کلام اللہ اور کلام الرسول ﷺ میں فرق و امتیاز پر کامل دسترس حاصل نہیں تھی تو اندیشہ اختلاط کی بناء پر کتب حدیث سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں جب یہ اسباب مرتفع ہو گئے اور اس طرح کا کوئی خدشہ باقی نہیں رہا تو آپ نے کتب حدیث کی اجازت مرحمت فرمادی، اور لاکھنوا عتی کا سابقہ حکم منسوخ ہو گیا۔

پھر تدوین حدیث کا یہ سلسلہ حضرات تابعین میں بھی جاری رہا، اور اکابر تابعین مثلاً حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، شعبی رضی اللہ عنہ، مجاہد رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، عطاء رضی اللہ عنہ، قتادہ وغیرہم بھی کتب حدیث میں پورے دم غم کے ساتھ مشغول کار رہے۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ ترتیب و تدوین کا یہ سلسلہ صرف انفرادی طور پر ہوتا رہا۔ اس کے لئے کوئی باقاعدہ منظم شکل نہیں تھی۔ حتیٰ کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں قتلوں کی کثرت کے پیش نظر ضیاع حدیث کا خطرہ شدید و قوی ہو گیا تو وہ میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول با ضابطہ مرتب کرنے کے لئے سرکاری احکام نافذ کئے، چنانچہ والی

حدیث ابو بکر میں ۷۷ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی حقیقت، مذکور کے قس و سکن میں تفسیر حدیث کا کام شروع کیا۔ سلسلہ میں سب سے پہلے امت مسلمہ کے ہاتھوں جو کتاب آئی وہ امام ابن شہاب زہری کی کتاب ہے جس کو انھوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں تصنیف کی تھی۔ پھر ان کی اتباع میں مختلف شہروں کے بڑے بڑے جلیل القدر محدثین بھی تدوین حدیث کے مقصد کام میں مشغول ہو گئے۔

مکابہ دیکھیں میں حدیث کو تحریر کرنے کے بارے میں مختلف نقطہ بنائے نظر پاتے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض صحابہ جیسے سیدنا ابن عمر، انس مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اس کام کو پسند نہیں کرتے تھے۔ بعض دیگر صحابہ و تابعین جیسے سیدنا عبداللہ بن عمرو، انس اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کے نزدیک ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

بعد کے ادوار میں، یہ اختلاف رائے ختم ہو گیا اور مسلمانوں کے تمام اہل علم نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ حدیث کو لکھنا جائز ہے تاکہ ان کا یہ ذخیرہ ضائع نہ ہو جائے۔

احادیث لکھنے کے بارے میں اختلاف رائے کی وجوہات

صحابہ کے مابین اس اختلاف کی وجہ اس بارے میں مختلف احادیث تھیں۔ میں کے طور پر مسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مجھ سے سن کر قرآن کے سوا کوئی اور بات نہ لکھا کرو۔“ جس نے قرآن کے علاوہ اب تک کچھ اور لکھا ہے، وہ اسے مٹا دے۔

بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”لو کہ کوئی شخص لکھ کر دے دو۔ اس کے علاوہ کچھ اور احادیث بھی موجود ہیں جن میں آپ نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو احادیث لکھنے کی اجازت دے دی۔

احادیث لکھنے سے منع کرنے اور اجازت دینے کی تطبیق

اہل علم نے دونوں قسم کی احادیث، جن میں حدیث لکھنے سے منع کیا گیا ہے یا حدیث لکھنے کی اجازت دی گئی ہے، کو اکٹھا کر کے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ لکھنے کی اجازت اس شخص کے لئے تھی جسے احادیث کے بھول جانے کا خدشہ تھا۔ جو شخص اچھی یادداشت کا مالک تھا اسے لکھنے سے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ تحریر پر ہی تکیہ نہ کرنے لگ جائے۔

دیگر اہل علم کا یہ خیال ہے کہ شروع میں حدیث لکھنے سے اس وجہ سے منع فرمایا گیا کہ اس وقت قرآن کی تحریر کا کام جاری تھا اور یہ خدشہ تھا کہ قرآن اور حدیث غلط منظر نہ ہو جائیں۔ جب یہ خدشہ نہ رہا تو ان کے بعد حدیث لکھنے کی اجازت بھی دے دی گئی۔ اس وجہ سے حدیث لکھنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔

یہ دوسرا نقطہ فقہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس معاشرے میں اہم باتوں کو لکھ لینے کا زیادہ رواج موجود نہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی تدوین کا جو کام شروع کر رکھا تھا، وہ عربوں کے لئے ایک نئی چیز تھی۔ چونکہ یہ لوگ تحریر کرنے، کاغذات اور دیگر مواد کو الگ الگ کرنے اور اسے محفوظ کرنے کے بہت زیادہ عادی نہ تھے، اس وجہ سے یہ خطرہ تھا کہ

اگر قرآن کے علاوہ کچھ اور بھی لکھا جائے گا تو یہ کہیں قرآن میں شامل نہ ہو جائے۔

جب قرآن مجید کی تدوین کا کام بڑی حد تک مکمل ہو گیا اور اس کی ایک باقاعدہ جلد تیار کر لی گئی تو یہ خطرہ نہ رہا کہ قرآن و حدیث خلط ملط ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے اب حدیث رسول کو لکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

حدیث کو تحریر کرنے والے کو کیا احتیاطی تدابیر کرنی چاہئیں؟ حدیث کو تحریر کرنے والے کا تب کو ان امور کا خیال رکھنا چاہیے۔ وہ فن تحریر کا ماہر ہو یعنی حروف کی شکلوں اور نقاط کو اچھی طرح پہچانتا ہو تا کہ حدیث کو پڑھنے اور لکھنے میں غلطی نہ کر بیٹھے۔ اسے عبارت لکھنے کے رموز اور علامات (جیسے کامہ، فل اسٹاپ) سے اچھی طرح واقف ہونا چاہیے تا کہ وہ یہ جان سکے کہ ایک علامت سے پہلے اور بعد میں کیا لکھا ہوا ہے۔

وہ تحریر کے مشہور اور رائج قواعد کے مطابق تحریر لکھے کیونکہ اگر وہ اپنے ہی قواعد ایجاد کر لے گا تو دوسرے لوگ اسے سمجھ نہ سکیں گے۔ جہاں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر مبارک آئے، وہ وہاں آپ پر درود و سلام بھی لکھے اور اس کی تکرار سے اکتائے نہیں۔ اسی طرح جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر آئے وہاں وہ اس کی حمد و ثناء بیان کرے جیسے "عز وجل"۔

اسی طرح صحابہ اور علماء کا ذکر کرتے ہوئے 'رضی اللہ عنہ' اور 'رحمۃ اللہ علیہ' لکھنا نہ بھولے۔ بعض لوگ ان سب کو اختصار سے لکھتے ہیں جیسے 'صلی اللہ علیہ والہ وسلم' کی جگہ صرف 'ص' یا 'سلم' لکھ دیتے ہیں۔ یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔

احادیث کا اصل ماخذ سے موازنہ کا بیان

حدیث کو لکھ لینے کے بعد کاتب کو چاہیے کہ وہ اس حدیث کا اپنے شیخ کی اصل کتاب سے موازنہ بھی کر لے اگرچہ اسے شیخ سے حدیث روایت کرنے کے لئے اجازت بھی مل چکی ہو۔ یہ تقابل اس طریقے سے ہونا چاہیے کہ لکھنے والا شخص اپنی اور شیخ کی تحریر کو آمنے سامنے رکھ کر موازنہ کرے۔ وہ اپنی تحریر پڑھ کر سنائے اور دوسرا اللہ شخص شیخ کی کتاب کا اس سے موازنہ کرتا چلا جائے۔

ان تمام احتیاطی تدابیر کا تعلق اس بات سے ہے کہ حدیث کو روایت کرنے میں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے کیونکہ یہ معاملہ بہت ہی نازک ہے۔ اگرچہ یہ تمام احتیاطی تدابیر اس وقت ایجاد کی گئیں جب احادیث کی تدوین کا عمل جاری تھا۔ لیکن موجودہ دور میں بھی حدیث کی کسی کتاب سے حدیث نقل کرتے ہوئے یہی احتیاط ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے تا کہ غلطیوں کو کم سے کم کیا جاسکے۔

کتب حدیث میں استعمال ہونے والی بعض اصطلاحات

حدیث کو منتقل کرنے کے طریقے کو بیان کرنے کے لئے حدیث کی اکثر کتابوں میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اس کی بعض صورتیں یہ ہیں۔

'حدثنا' کو 'ثنا' یا صرف 'نا' لکھا جاتا ہے۔ 'أخبرنا' کو 'أنا' یا 'أرنا' لکھا جاتا ہے۔ ایک سند کے بعد دوسری سند شروع کرتے ہوئے 'ح' لکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات محض اختصار کے لئے لفظ 'قال' کو حذف کر دیا جاتا ہے اگرچہ یہ غلط ہے۔ مثال کے طور پر

یوں لکھا جاتا ہے، "حدثنا عبد اللہ بن یوسف اخبرنا مالک" یعنی "عبد اللہ بن یوسف نے ہم سے یہ حدیث بیان کی، مالک نے ہمیں خبر دی"۔ اس کو اس طرح سے پڑھنا چاہیے "حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک" یعنی "عبد اللہ بن یوسف نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مالک نے انہیں خبر دی۔ اسی طرح بعض مواقع پر اختصار کے لئے لفظ "انہ" کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

طلب علم کے لئے سفر کرنے کا بیان

ہمارے اسلاف نے حدیث کو حاصل کرنے کے لئے جو محنت کی، اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ انہوں نے حدیث کو جمع کر کے اسے محفوظ کرنے کے لئے جس قدر کاوشیں کی اور اپنا قیمتی وقت صرف کیا، اس کو بیان کرتے ہوئے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک شخص اپنے شہر کے اہل علم سے احادیث جمع کرنے کے بعد قریب اور دور کے شہروں کا سفر کرتا تاکہ وہ ان شہروں کے اساتذہ سے احادیث حاصل کر سکے۔ اس کام کے لئے وہ لوگ سفر کی مشقتیں برداشت کرتے اور اپنی زندگی کا عیش و آرام چھوڑ دیتے۔

خطیب بغدادی نے اس ضمن میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الرحلۃ فی طلب الحدیث"۔ اس میں انہوں نے صحابہ تابعین اور بعد کے ادوار کے اہل علم کے سفروں کی تفصیلات لکھی ہیں جو انہوں نے حدیث جمع کرنے کے لئے کئے۔ انہیں پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ جو شخص عزیمت کی ان داستانوں کو پڑھنا چاہے، وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے کیونکہ یہ کتاب طالبین علم کے عزائم کو تقویت دے گی، ان کی ہمت بڑھائے گی اور ان کی پریشانیوں کو دور کرے گی۔

ٹرانسپورٹ اور کمیونیکیشن کے اس دور میں اس دور کے سفر کی مشقتوں کا اندازہ لگانا مشکل ہے جب لوگ ہزاروں کلومیٹر کا سفر گھوڑوں اور اونٹنوں پر کیا کرتے تھے جن پر ایک دن میں بمشکل تیس چالیس کلومیٹر کا فاصلہ طے ہوتا۔ راتوں کو جنگلوں اور صحراؤں میں پڑاؤ کرنا پڑتا۔ دوسرے شہر پہنچنے پر ایسے لگژری ہوٹل بھی دستیاب نہ ہوا کرتے تھے جہاں انسان آرام سے رہ سکے۔ تمدن کی یہ ترقیاں بہت بعد کے دور میں وقوع پذیر ہوئیں۔

موجودہ دور میں جب سفر بہت آسان ہے، علم کے طالبین کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ موجودہ دور میں حدیث کے حصول کے لئے بلکہ دین کو سمجھنے کے لئے سفر کر کے اہل علم کے پاس جانا چاہیے۔

حدیث کی تصانیف کی اقسام کا بیان

جو شخص خود کو اس قابل پائے کہ وہ حدیث کی خدمت کر سکے تو اس پر لازم ہے کہ وہ حدیث سے متعلق تصانیف لکھے۔ ان تصانیف کا مقصد متفرق احادیث کو اکٹھا کرنا، احادیث کے مشکل پہلوؤں کی وضاحت کرنا، غیر مرتب احادیث کو ترتیب دینا، حدیث کے طالب علموں کے استفادے کے لئے فہرستیں اور انڈیکس تیار کرنا (یا سافٹ ویئر بنانا) ہو سکتا ہے۔ تصنیف کرنے کے بعد کتاب کو شائع کرنے سے پہلے اس کی غلطیوں کی اصلاح ضروری ہے تاکہ تصنیف دوسروں کے لئے فائدہ مند ہو جائے۔

اس نے احادیث سے متعلق بہت سی قسم کی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے مشہور کتاب یہ ہیں: "جامع الاحادیث"۔
یہ دو کتاب ہے جس میں حدیث کلمہ، عجوبات، معجزات، سوانح حیات، مناقب، برکت قبیلہ، فتنے، قیامت کی علامات وغیرہ وغیرہ وغیرہ
کے موضوع پر احادیث اکٹھی کی گئی ہیں۔ اس کی مثال امام بخاری کی "المجمع الصحیح" ہے۔

المسند: یہ مسند ان کے جمع ہے۔ اس قسم کی کتاب میں موضوع کی بجائے احادیث کو ان کے راویوں کی طرف سے ترتیب دی
جاتی ہے (یعنی ایک صحابی کی تمام روایات ایک جگہ اکٹھی کر دی جاتی ہیں۔ اس کی مثال امام احمد بن حنبل کی "مسند" ہے۔

المسنن: اس قسم کی کتابیں فقہ کے موضوعات کے مطابق لکھی جاتی ہیں تاکہ ہر موضوع سے متعلق احادیث ایک جگہ آجائیں جن
سے فقہ کا استنباط کر سکیں۔ سنن ابوداؤد میں فرق یہ ہے کہ سنن میں حدیث کلمہ، سوانح حیات اور مناقب سے متعلق احادیث درج نہیں کی
جاتیں بلکہ صرف ان کا اس سے متعلق احادیث ہوتی ہیں۔ اس کی مثال امام ابوداؤد کی "سنن" ہے۔

المعجم: یہ المعجم ان کے جمع ہے۔ اس قسم کی کتابوں میں مصنف احادیث کو اپنے اسنادوں کی ترتیب سے انٹھا کرتا ہے۔ ان
اسنادوں کے ناموں کو عموماً حروف تہجی سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال امام طبرانی کی تین کتابیں "المعجم الکبیر"، "المعجم الاوسط" اور
"المعجم الصغیر" ہیں۔

المعطل: اس قسم کی کتابیں ان احادیث پر مشتمل ہوتی ہیں جن میں کوئی حدیث (خالی) پائی جاتی ہو۔ احادیث کے ساتھ ساتھ
ان کی (سند یا متن کی) خامیوں کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال امام ابن ابی حاتم کی "المعطل" یا امام دارقطنی کی "المعطل"
ہے۔

الاجزاء: یہ "جزا" کی جمع ہے۔ یہ احادیث کی مختصر کتابیں ہوتی ہیں جن میں کسی ایک راوی یا کسی ایک موضوع سے متعلق
احادیث اکٹھی کی جاتی ہیں۔ اس کی مثال امام بخاری کی "جز رفع الیدین فی الصلاۃ" ہے۔

الاطراف: اس قسم کی کتابوں میں کسی ایک حدیث کو بنیاد بناتے ہوئے اس سے متعلق دیگر احادیث کو درج کیا جاتا ہے۔ اس
کے بعد تمام احادیث کی اسناد اور متون کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال امام ہرمزی کی "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف" ہے۔

المسند رک: مسند رک اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں دوسری کتاب کے مصنف کی شرائط پر پوری اترنے والی وہ احادیث
بیان کی جاتی ہیں جو دوسری کتاب میں بیان نہیں کی گئیں۔ اس کی مثال ابو عبد اللہ الحاکم کی "المسند رک علیٰ الحسنین" ہے۔ (اس
کتاب میں حاکم نے وہ احادیث بیان کی ہیں جو ان کی تحقیق کے مطابق بخاری اور مسلم کی شرائط پر پورا اترتی ہیں لیکن انہوں نے ان
احادیث کو اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا۔ مسند رک کا مقصد مکمل کتاب کو مکمل کرنا ہوتا ہے۔

المستخرج: مستخرج اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتاب میں بیان کردہ احادیث کی مزید اسناد بیان کی جاتی ہیں۔
یہ مزید اسناد اصل کتاب کے مصنف نے بیان نہیں کی ہوتیں۔ دیگر اسناد کے یہ سلسلے اصل کتاب کے مولف کے اسناد یا ان کے کسی
اسناد سے جا کر مل جاتے ہیں۔ اس کی مثال ابونعیم الاصبہانی کی "المستخرج علیٰ الصحیحین" ہے۔ ابونعیم نے اس کتاب
میں بخاری و مسلم میں بیان کردہ احادیث کی مزید اسناد بیان کی ہیں تاکہ ان کی احادیث میں مزید قوت پیدا ہو جائے۔

روایت حدیث کے طریق کار کی وضاحت

اس عنوان کا معنی یہ ہے کہ حدیث کو روایت کرنے کی کیفیت، آداب اور طریق کار کو بیان کیا جائے جس پر عمل کرنا ایک حدیث روایت کرنے والے کے لئے ضروری ہے۔ اس ضمن میں ضروری بحث گزر چکی ہے۔ مزید تفصیلات یہ ہیں۔
نوٹ: یہاں جو مسائل بیان کیے گئے ہیں، ان کا تعلق اس دور سے ہے جب حدیث کی کتابیں مدون نہ ہوئی تھیں۔ انہیں بیان کرنے کے دو مقاصد ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس دور میں حدیث کی روایت میں کی گئی احتیاط کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اور دوسرے یہ کہ کتب حدیث میں موجود احادیث کو پرکھتے وقت یہ دیکھا جاسکے کہ کوئی حدیث ان شرائط پر پورا اترتی ہے یا نہیں؟
اگر راوی نے حدیث کو حفظ نہ کیا ہو تو کیا محض کتاب سے پڑھ کر اسے روایت کرنا درست ہے؟
اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے اس معاملے میں بہت سخت رویہ اختیار کیا ہے اور بعض نے بہت نرم۔ اس کے علاوہ اس میں معتدل نقطہ نظر بھی پایا جاتا ہے۔

بعض اہل علم جیسے امام ابو حنیفہ، مالک اور ابو بکر الصدید لانی الشافعی نے اس ضمن میں سخت رویہ اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک صرف اسی راوی سے حدیث روایت کرنا درست ہے جس نے حدیث کو زبانی یاد کر رکھا ہو۔
بعض اہل علم جیسے ابن لہیعہ نے نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک کسی نسخے سے بغیر اصل سے موازنہ کیے روایت کرنا درست ہے۔

اہل علم کی اکثریت نے اس معاملے میں اعتدال کا رویہ اختیار کیا ہے۔ ان کے نقطہ نظر کے مطابق اگر کسی شخص نے کتاب میں دیکھ کر روایت کرنے کی شرائط کو پورا کر رکھا ہو اور اس کی کتاب بعد میں گم ہو جائے اور اس شخص کا حافظہ اتنا مضبوط ہو کہ غالب گمان کے مطابق اس نے حدیث کو بغیر تغیر و تبدل کے محفوظ کر رکھا ہو۔ تو اس کی روایت کو درست سمجھا جائے گا۔

ناہینا شخص کی روایت حدیث کا حکم

اگر کوئی ناہینا شخص جو حدیث کو محض سن کر حفظ نہیں کر سکتا، اگر حدیث کو لکھنے میں کسی ایسے شخص کی مدد لیتا ہے جو ثقہ ہو، سن کر ٹھیک ٹھیک حدیث کو لکھ کر محفوظ کر سکے اور اس کے بعد ناہینا شخص کو صحیح صحیح حدیث پڑھ کر بھی سناسکے تو اہل علم کی اکثریت کے نزدیک اس کی روایت قابل قبول ہے۔ یہی معاملہ اس آنکھوں والے شخص کا ہے جو پڑھنے لکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔

حدیث کی روایت بالمعنی اور اس کی شرائط

قدیم اہل علم میں حدیث کو بالمعنی روایت کرنے کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ فقہ، اصول فقہ اور حدیث کے بعض ماہرین جیسے ابو بکر رازی اور ابن سیرین نے اس طریقے سے منع کیا ہے لیکن انہی فقہ، اصول فقہ اور حدیث کے قدیم و جدید ماہرین کی اکثریت نے حدیث کے مفہوم کو روایت کرنے کو درست قرار دیا ہے۔ یہی نقطہ نظر ائمہ اربعہ یعنی ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ کا ہے۔ ان کی شرط یہ ہے کہ روایت بالمعنی اسی صورت میں جائز ہے اگر روایت کرنے والا حدیث کو اپنے

الفاظ میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

بعض دیگر اہل علم کا یہ نقطہ نظر ہے کہ روایت بالمعنی اسی صورت میں جائز ہے جب راوی حدیث کے الفاظ اور ان کے معانی سے اچھی طرح واقف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ لفظ میں معمولی تبدیلیوں سے معانی کے تبدیل ہو جانے کو اچھی طرح جانتا ہو۔

یہ تمام بحث ان احادیث کے بارے میں ہے جنہیں کسی کتاب میں تصنیف نہ کیا گیا ہو۔ جو احادیث کتب حدیث میں درج ہو چکی ہیں انہیں معنوی انداز میں روایت کرنا اب درست نہیں ہے۔ ان احادیث کے الفاظ کو بھی ہم معنی الفاظ سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ روایت بالمعنی کا جواز اسی وجہ سے ہے کہ ایک راوی کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ لفظ بلفظ کسی حدیث کو یاد رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ مفہوم کو یاد رکھ کر اسے روایت کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر حدیث لکھی جا چکی ہو تو پھر یہ مسئلہ باقی نہیں رہتا اس وجہ سے لکھی ہوئی حدیث کو بالمعنی روایت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جو شخص حدیث کو بالمعنی روایت کر رہا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ حدیث مکمل کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے، "یا کہ جیسا حضور نے فرمایا" یا "آپ نے اس سے ملتی جلتی بات ارشاد فرمائی"۔

روایت بالمعنی میں بعض اوقات کسی راوی کی غلط فہمی کے باعث بات تبدیل ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے روایت کے ساتھ ساتھ درایت کے اصول بھی ایجاد کیے ہیں تاکہ راویوں کی غلط فہمی سے پیدا ہونے والے مسائل کا جائزہ لیا جاسکے۔

حدیث میں لحن اور اس کے اسباب کا بیان

حدیث میں لحن، کا معنی ہے حدیث کو پڑھنے میں غلطی کرنا۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ عربی زبان اور اس کی گرامر سے عدم واقفیت: حدیث کے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان اور اس کی گرامر کو اتنا سیکھ لے جس سے وہ حدیث کو پڑھنے میں غلطی سے محفوظ رہ سکے۔ خطیب بغدادی، حماد بن سلمہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ "جو شخص حدیث کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ عربی زبان سے واقف نہیں ہے تو وہ اس گدھے کی طرح ہے جس نے جو کی خالی بوری اٹھا رکھی ہے۔" (تذریب الراوی ج 2 ص 106)

کسی استاذ کے بغیر حدیث کی کتاب سے حدیث حاصل کرنے کی کوشش

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حدیث کو استاذ سے حاصل کرنے کے کئی طریقے ہیں اور ان میں بعض طریقے، دیگر کی نسبت زیادہ بہتر ہیں۔ ان میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ حدیث کو استاذ کے الفاظ میں سنا جائے۔ حدیث کے طالب علم کے لئے لازم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو اہل علم اور محققین کی زبان سے سنے تاکہ وہ پڑھنے کی غلطیوں سے محفوظ رہ سکے۔ ایک طالب حدیث کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ محض کتابوں اور محیفوں پر اعتماد کرتے ہوئے احادیث روایت کرنے لگ جائے کیونکہ لکھنے میں بھی غلطیاں موجود ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم اہل علم کہا کرتے تھے، "میری ذاتی ڈائری سے قرآن یا حدیث کو نقل نہ کیا کرو۔"

محدث کے لئے مقرر آداب

تمہید: حدیث کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا بہترین اور اعلیٰ ذریعہ ہے۔ اس وجہ سے جو شخص حدیث کو حاصل کر کے اسے لوگوں میں پھیلانے میں مشغول ہو، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے اندر اعلیٰ اخلاق اور اچھی عادات پیدا کرے تاکہ لوگوں میں اس کی پہچان ایک سچے شخص کی ہو۔ اس شخص کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو حدیث پر عمل کرنے سے پہلے خود اس پر عمل کرنے والا ہو۔

محدث کی شخصیت میں کیا خصوصیات ہونی چاہئیں؟

محدث کی نیت درست ہو اور وہ خلوص نیت سے کام کرے۔ اس کا دل دنیاوی مقاصد جیسے شہرت اور مرتبے کی خواہش سے خالی ہو۔ اس کا مقصد حدیث کی نشر و اشاعت ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی تبلیغ کے باعث وہ بہت بڑے اجر کا حق دار ہوگا۔ وہ حدیث کا علم ایسے استاد سے حاصل کرے جو علم اور تجربے میں اس سے بہتر ہو۔

اگر اس سے کوئی ایسی حدیث کے بارے میں پوچھے جس کا اسے خود علم نہ ہو لیکن وہ جانتا ہو کہ کوئی دوسرا شخص اس حدیث کے بارے میں ظلم رکھتا ہے تو وہ اس سائل کو دوسرے محدث کی طرف بھیج دے۔

اگر کوئی اسے نیت کے درست نہ ہونے کے بارے میں خبردار کرے تو اسے چاہیے کہ وہ فوراً اپنی نیت کی اصلاح کر لے۔ اگر وہ اہلیت رکھتا ہو تو حدیث کی املاء اور تعلیم کے لئے مجلس منعقد کرے۔ یہ حدیث روایت کا سب سے بہترین طریقہ ہے۔ نوٹ: یہ تمام خصوصیات دین کی کسی بھی قسم کی خدمت کرنے والے کے لئے ضروری ہیں۔

حدیث کی تعلیم و املاء کی مجلس کے لئے کس چیز کا اہتمام بہتر ہے؟ محدث پاک صاف ہو اور اپنے بال اور داڑھی کو اچھی طرح کٹکھن کر کے آئے۔ (مقصد یہ ہے کہ اس کی شخصیت باوقار اور اچھی ہوتا کہ لوگ اس سے گھن کھا کر دور نہ بھاگیں۔ افسوس کہ ہمارے دور میں دین کی خدمت کرنے والوں میں یہ اچھی عادات مفقود ہوتی جا رہی ہیں۔

محدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تعلیم کے لئے باوقار انداز اختیار کرے۔ محدث تمام حاضرین مجلس کے ساتھ برابری کا سلوک کرے۔ وہ کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔ محدث مجلس کا آغاز و اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج کر کرے۔ محدث ایسے الفاظ سے اجتناب کرے جو حاضرین مجلس کے عقل و فہم سے بالاتر ہوں۔

محدث حدیث کی املاء کے اختتام پر حکایات اور دلچسپ باتیں سنائے تاکہ حاضرین بوریت کا شکار نہ ہوں۔ نوٹ: قدیم محدثین کے ہاں اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ تعلیم حدیث کی محافل ایسی ہوں کہ لوگ بات کو اچھی طرح سمجھ لیں، بوریت کا شکار نہ ہوں اور حدیث کی عظمت ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اسی وجہ سے تعلیم حدیث کے یہ آداب مقرر کیے

گئے۔ موجودہ دور میں بھی یہ آداب پوری طرح قابل عمل ہیں۔

حدیث کی تعلیم دینے کے لئے مناسب عمر کیا ہے؟

اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک پچاس یا چالیس سال کی عمر میں یہ کام شروع کرنا چاہیے۔ صحیح نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ کام اس وقت کرنا چاہیے جب انسان اس کام کے قابل ہو جائے۔ یہ کام کسی بھی عمر میں شروع کیا جا سکتا ہے۔

مشہور تصانیف

خطیب بغدادی کی الجامع الاخلاق الراوی وآداب السامع، ابن عبد البر کی جامع بیان العلم وفضله وما یختص فی روایتہ وحملہ

حدیث کے طالب علم کے لئے مقرر آداب

حدیث کے طالب علم کو بعض آداب عالیہ اور اخلاق کریمہ کی پیروی کرنا ضروری ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے اس عظیم علم کے لئے ضروری ہے۔ ان میں سے بعض آداب وہی ہیں جو محدث کے لئے بیان کیے گئے ہیں اور بعض طالب علموں کے ساتھ خاص ہیں۔

محدث اور طالب علم دونوں سے متعلق آداب

(۱) طلب علم میں خلوص نیت

(۲) علم کو دنیاوی اغراض و مقاصد کے لئے حاصل کرنے سے اجتناب

ابوداؤد اور ابن ماجہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جس نے علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی دنیاوی مقصد کے لئے حاصل کیا، وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو کو نہ پاسکے گا۔"

صرف طالب علم سے متعلق آداب

طالب علم حدیث کو حاصل کرنے اور اسے سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد، توفیق اور آسانی کی دعا کرے۔

وہ کلی طور پر طلب حدیث میں مشغول ہو جائے اور اس کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔

اس کے شہر کے جو اساتذہ علمی، دینی اور اعلیٰ سند کے اعتبار سے بلند مرتبے پر فائق ہوں، ان سے حدیث کی تحصیل شروع

کرے۔

طالب علم اپنے استاذ کی تعظیم و توقیر کرے۔ یہ ہم حاصل کرنے اور استاذ کے علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے۔ استاذ

اگر کبھی کوئی چھوٹی موٹی زیادتی بھی کر جائے تو طالب علم اسے برداشت کرے۔

طالب علم اپنے ساتھی شاگردوں کی مدد کرے اور ان سے اپنا علم نہ چھپائے۔ علم کو چھپانا ایک گھٹیا درجے کی حرکت ہے جس

سے کمزور طالب علم ناواقف رہ سکتے ہیں۔ علم حاصل کرنے کا مقصد تو اسے پھیلانا ہی ہے۔

مقلعہ و حویہ

اگر استاد عمر یا مرتبہ میں شاگرد سے کم بھی ہو، پھر بھی اس سے علم کے حصول میں طالب علم جھجک یا تکبر کا شکار نہ ہو۔
طالب علم خود کو مخلص حدیث کو سن کر لکھنے تک ہی محدود نہ رکھے بلکہ اسے سمجھنے کی کوشش بھی کرے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں وہ بڑی کامیابی سے محروم رہ سکتا ہے۔

احادیث کے علم کا آغاز صحیح بخاری و مسلم سے کیا جائے۔ اس کے بعد سنن نسائی، ترمذی اور ابوداؤد کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے بعد بیہقی کی سنن کبریٰ اور پھر اگر ضرورت ہو تو مسانید جیسے مسند احمد اور موطاء امام مالک کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ دارقطنی کی "العلل"، بخاری کی تاریخ الکبیر، ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل، ناموں سے متعلق ابن ماکولا کی کتاب، اور غریب الحدیث سے متعلق ابن اثیر کی تھیہ کا مطالعہ کیا جائے۔

عالی اور نازل اسناد

اسناد کا علم اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ پچھلی امتوں کے ہاں یہ علم نہیں پایا جاتا۔ یہ طریقہ ایسا ہے جس کے لئے بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ حدیث اور اخبار نقل کرتے ہوئے اس طریقے کی پیروی کرے۔ ابن مبارک کہتے ہیں، "اسناد دین میں سے ہیں۔ اگر اسناد نہ ہوں تو (دین سے متعلق) جس شخص کا جوئی چاہتا، وہ کہہ دیتا۔" ثوری کہتے ہیں، "اسناد مومن کا ہتھیار ہے۔"

علو اسناد امت کے اہل علم کا طریقہ رہا ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں، اسناد کو بلند کرنے کی کوشش اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔

(سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد (ان سے حضرت عمر کی بیان کی ہوئی حدیث سننے کے بعد) کوفہ سے مدینہ کا سفر کیا کرتے تھے تاکہ وہ اس حدیث کو براہ راست سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حاصل کر سکیں۔ حدیث کے حصول کے لئے سفر کرنا ایک نہایت ہی اچھا کام ہے۔ علو اسناد کے لئے صحابہ میں سے ایک سے زائد افراد نے سفر کیا۔ ان میں سیدنا جابر بن عبداللہ اور ابویوب انصاری رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

تعریف

لغوی اعتبار سے "عالی"، علو کا اسم فاعل ہے اور "نازل" نزول کا۔ یہ ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور ان کا مطلب ہے بلند اور پست یا اعلیٰ اور ادنیٰ۔

اصطلاحی مفہوم میں "عالی اسناد" اس سند کو کہا جاتا ہے جس میں راویوں کی تعداد دوسری سند کی نسبت کم ہو اور "نازل اسناد" اس سند کو کہتے ہیں جس میں راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔

علو کی اقسام

سند کے علو (یعنی عالی ہونے) کی پانچ اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک علو مطلق ہے اور باقی علو نسبی ہیں۔

صحیح اور پاکیزہ اسناد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قربت: یہی مطلق علو ہے اور یہ علو کی تمام اقسام میں سب سے اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مالکنا لعابن عمر کی سند کو سب سے عالی مانا جاتا ہے۔

حدیث کے کسی ماہر امام سے قربت: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک راویوں کی تعداد زیادہ ہو تو پھر حدیث کے کسی امام جیسے اعمش، ابن جریج، مالک، وغیرہ سے صحیح سند کے ساتھ قریب ہونا اہمیت کا حامل ہے۔

راوی کی وفات کی وجہ سے علو: اس کی مثال وہ ہے جو امام نووی نے بیان کی ہے کہ "ابو بکر بن خلفی کم" کی نسبت "بیہقی حاکم" کی سند زیادہ عالی ہے کیونکہ بیہقی کی وفات 458ھ، ابن خلف کی وفات 487ھ) سے پہلے ہوئی تھی۔ (یعنی بیہقی کا زمانہ ابن خلف کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ قریب ہے۔) (القریب بشرح اندر باب 2 ص 168)

حدیث سننے میں اولیت کی وجہ سے علو: جس شخص نے اپنے استاذ سے حدیث کو پہلے سنا ہے، اس کی سند بعد میں سننے والے کی نسبت عالی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دو افراد نے ایک ہی استاذ سے حدیث سنی۔ پہلے کی عمر اس وقت ساٹھ سال تھی اور دوسرے کی چالیس سال۔ ان دونوں حضرات تک پہنچنے والی سندیں برابر راویوں پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے پہلے شخص کی سند زیادہ عالی سمجھی جائے گی کیونکہ اس کی عمر زیادہ ہے۔

حدیث کی معتد کتابوں سے قربت کی وجہ سے علو: متاخرین نے اس کی یہ صورتیں بیان کی ہیں: موافقت: صحاح ستہ کے مصنفین کے اساتذہ میں سے کسی تک کم واسطوں سے سند کے پہنچنے کو موافقت کہتے ہیں۔ اس کی مثال ابن حجر نے اس طرح بیان کی ہے، "امام بخاری نے اپنی سند سے قتیہ سے اور انہوں نے امام مالک سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ فرض کیجیے بخاری اور قتیہ کے درمیان آٹھ راوی ہیں۔ ہم اس حدیث کو کسی اور صحیح سند مثلاً ابوالعباس السراج (امام بخاری کے استاذ) سے روایت کرتے ہیں اور ہمارے اور قتیہ کے درمیان سات راوی ہیں تو ہماری سند میں اور امام بخاری کی سند میں موافقت پائی جائے گی اور ہماری سند زیادہ عالی ہوگی۔" (شرح الحجۃ ص 61)

بدل: صحاح ستہ کے مصنفین کے اساتذہ میں سے کسی ایک کے ہم سبق تک کم واسطوں سے پہنچنے کو بدل کہا جاتا ہے۔ اس کی مثال ابن حجر یوں بیان کرتے ہیں، "اوپر دی گئی مثال میں ہم امام بخاری کی سند کے مقابلے پر ایک اور سند سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں لیکن وہ سند قتیہ کی بجائے قعنبی (امام بخاری کے شیخ الشیخ) تک کم واسطوں سے پہنچ جاتی ہے۔ ہماری سند میں قعنبی، قتیہ کا بدل ہوں گے۔

مساوات: صحاح ستہ کے مصنفین کی بیان کردہ سند اور ہماری بیان کردہ سند کے راوی اگر برابر ہوں تو یہ مساوات کہلائے گی۔ ابن حجر کی مثال کے مطابق، "امام نسائی کوئی حدیث بیان کرتے ہیں اور ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مابین راویوں کی تعداد گیارہ ہے۔ اگر ہماری سند میں بھی یہ تعداد گیارہ ہے تو یہ مساوات کہلائے گی۔"

مصافحت: اگر ہماری اور صحاح ستہ کے مصنفین کے شاگردوں کی اسناد میں راویوں کی تعداد برابر ہو تو اسے مصافحت کہا جاتا

نزول کی اقسام

سند کے نزول (یعنی سند کے طویل ہونے) کی بھی پانچ اقسام ہیں اور یہ علوی پانچ اقسام کے عین متضاد ہیں۔

علو بہتر ہے یا نزول

اہل علم کی اکثریت کے نزدیک علو، نزول سے بہتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ راویوں کی طویل تعداد ہونے کی صورت میں حدیث میں کوئی خلل پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ابن مدینی کہتے ہیں، "نزول بدقسمتی ہے۔" یہ اسی صورت میں ہے جب دونوں اسناد صحیح ہونے میں ایک دوسرے کے برابر ہوں۔

نزول اس صورت میں بہتر ہے اس کی اسناد میں زیادہ ثقہ راوی پائے جاتے ہوں۔

مشہور تصانیف

اسناد عالی اور نازل کے بارے میں الگ سے کوئی تعریف نہیں ہے لیکن اہل علم نے الگ سے مختصر کتابیں لکھی ہیں جن کا عنوان ہے "ملائیات"۔ ان میں وہ احادیث شامل ہیں جن کے مصنف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین افراد موجود ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء عالی اسناد کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اس کی مثال ابن حجر کی ملائیات بخاری اور سفارینی کی ملائیات احمد بن حنبل ہیں۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

چک سنتیکا بہاولنگر

کِتَابُ الْجِهَادِ

یہ کتاب جہاد کے بیان میں ہے

جہاد کے معنی و مفہوم کا بیان

جہاد جہد بالضم یا جہد بالفتح سے مشتق ہے جس کا معنی خوب محنت و مشقت کے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں جہاد کا لغوی معنی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ بذل اقصی ما يستطيعه الانسان من طاقته لنیل محبوب او لدفع مکر وہ۔ انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجے کی بھرپور کوشش کرنا۔

جہاد کے شرعی معنی کا بیان

تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ جہاد شریعت میں قتال فی سبیل اللہ اور اس کی معاونت کو کہتے ہیں اس کی مکمل وضاحت نے مذہب اربعہ کی مستند کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

جہاد کی تعریف فقہ حنفی میں

الجہاد بذل الوسع والطاقة بالقتال فی سبیل اللہ عزوجل بالنفس والمال واللسان و غیر ذالک۔ اللہ رب العزت کے راستے میں قتال کرنے میں اپنی جان، مال اور زبان اور دوسری چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ (البدائع والصنائع)

الجہاد دعوة الکفار الی الدین الحق و قتالهم ان لم یقبلوا۔

جہاد کے معنی کافروں کو دین حق کی طرف دعوت دینا اور ان سے قتال کرنا اگر وہ دین حق کو قبول نہ کریں۔ (فتح القدیر)

جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں

قتال المسلم کافراً ذی عہد لا علاء لکلمة اللہ،

جہاد کے معنی مسلمانوں کا ذی عہد کافروں سے اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے قتال کرنا۔ (ماشیۃ الصدی۔ الشرح المخیّر)

جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں

وشر عاہذل الجہد فی قتال الکفار،

اور جہاد کے شرعی معنی اپنی پوری کوشش کافروں سے قتال کرنے میں صرف کرنا۔ (فتح الباری)

جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں

الجہاد قتال الکفار،

جہاد کافروں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔ (مطالب اولی النہی) یہ تو قحی جہاد کی شرعی تعریف اب آئیے جہاد کے حکم کی طرف۔

جہاد کا حکم

امام سرہسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جہاد ایک محکم فریضہ اور اللہ پاک کا قطعی فیصلہ ہے۔ جہاد کا منکر کافر ہوگا اور جہاد سے ضد رکھنے والا گمراہ ہوگا۔ (فتح اللہ بریں 191، ج 5)

صاحب الاختیار فرماتے ہیں۔ جہاد ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے جس کا منکر کافر ہے اور یہ فریضہ قرآن و حدیث اور امت کے اجماع سے ثابت ہے۔ (فتح اللہ بریں 191، ج 5)

جہاد کی اقسام

کافروں سے جہاد کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اقدای جہاد (۲) دفاعی جہاد

اقدای جہاد: یعنی مسلمانوں کا کافروں کے خلاف خود اقدام جہاد کرنا، اگر یہ اقدام ان کافروں پر ہے جن تک دین کی دعوت پہنچ چکی ہے تو ایسے کافروں کو حملے سے پہلے دعوت دینا مستحب ہے اور اگر دعوت نہیں پہنچی تو پہلے دعوت دی جائے گی اگر نہ مانیں تو جزیہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور یہ بھی نہ مانیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

اقدای جہاد: کی بدولت وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتے ہوں دب جاتے ہیں اور ان کے دشمن خوف زدہ اور مرعوب ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں نہیں کرتے اس لئے کافروں کو مرعوب رکھنے اور انہیں اپنے غلط عزائم کی تکمیل سے روکنے اور دعوت اسلام کو دنیا کے ایک ایک چپے تک پہنچانے اور دعوت کے راستے سے رکاوٹیں ہٹانے کے لئے اقدای جہاد فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ مسلمان یہ عمل کرتے ہیں تو سب کی طرف سے کافی ہے لیکن اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

فتاویٰ شامی میں ہیں مسلمانوں کے امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دارالحرب کی طرف ہر سال ایک یا دو مرتبہ لشکر بھیجے اور عوام پر ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے امام کی مدد کریں اگر امام لشکر نہیں بھیجے گا تو گناہ گار ہوگا۔ (فتاویٰ شامی)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اکثر جہاد اقدای تھا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو اقدای جہاد کی تلقین فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اقدای جہاد ہوتا رہے تو دفاعی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے لیکن جب مسلمان اقدای جہاد کے فریضے غفلت کرتے ہیں تو انہیں دفاعی جہاد پر مجبور ہونا پڑتا ہے جیسا کہ اس دور میں ہو رہا ہے۔

دفاعی جہاد: یعنی اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کفار سے دفاعی جنگ لڑنا یہ اہم ترین فریضہ ہے۔ حضرات فقہاء کرام کی عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

(۱) جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر یا بستی پر حملہ آور ہو جائیں یا قابض ہو جائیں۔

(2) جب کفار مسلمانوں کے کچھ افراد کو گرفتار کر لیں۔

(3) ایک مسلمان عورت گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام مسلمانان عالم پر فرض ہو جاتا ہے۔

(4) جب امام پوری قوم یا کچھ افراد کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔

(5) جب مسلمانوں اور کافروں کی جماعتیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ جائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

فائدہ: فرض عین کا معنی یہ ہے کہ اس جہاد میں سب نکلیں گے یہاں تک کہ بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر، بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، مقروض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔

ابتدائی طور پر یہ جہاد اس علاقے کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے جن پر حملہ ہوا ہو لیکن اگر وہ کافروں کے مقابلے میں کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر فرض ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر۔ اس طرح سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

دفاعی جہاد کے متعلق حکم یہ ہے کہ دفاعی جہاد یعنی اپنے دین اور حرمت کے دفاع کے لئے لڑنا یہ اجتماعی طور پر اہم ترین فریضہ ہے۔ وہ دشمن جو مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوا ہے ایمان کے بعد اس کے ساتھ لڑنے سے بڑا فریضہ اور کوئی نہیں۔ اس دفاعی جہاد کے لئے کوئی چیز شرط نہیں یعنی توشہ اور سواری تک شرط نہیں بلکہ ہر ایک حتی الامکان دشمن کا مقابلہ کرے۔

فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی جہاد صرف اسی وقت فرض نہیں ہوتا جس وقت کافر حملہ کر دیں بلکہ جب کافر مسلمانوں سے "مسافت سفر کی دوری پر ہوں تو اسی وقت اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ (نہایۃ المحتاج)

جہاد کی اقسام

جہاد کو مسلسل عمل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شریعت اسلامیہ کی رو سے اس کی درج ذیل اقسام ہیں۔ جہاد بالعلم جہاد بالمال جہاد بالعمل جہاد بالنفس جہاد بالقتال

جہاد بالعلم

یہ وہ جہاد ہے جس کے ذریعے قرآن و سنت پر مبنی احکامات کا علم پھیلا یا جاتا ہے تاکہ کفر و جہالت کے اندھیرے ختم ہوں اور دنیا رشد و ہدایت کے نور سے معمور ہو جائے۔

جہاد بالعمل

جہاد بالعمل کا تعلق ہماری زندگی سے ہے۔ اس جہاد میں قول کے بجائے عمل اور گفتار کی بجائے کردار کی قوت سے معاشرے میں انقلاب برپا کرنا مقصود ہے۔ جہاد بالعمل ایک مسلمان کیلئے احکام الہیہ پر عمل پیرا ہونے اور اپنی زندگی کو ان احکام کے مطابق بسر کرنے کا نام ہے۔

جہاد بالمال

اپنے مال کو دین کی سربلندی کی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو جہاد بالمال کہتے ہیں۔

جہاد بالنفس

جہاد بالنفس بندہ مومن کیلئے نفسانی خواہشات سے مسلسل اور صبر آزما جنگ کا نام ہے۔ یہ وہ مسلسل عمل ہے جو انسان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے پر محیط ہے۔ شیطان براہ راست انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر نفس کو مطیع کر لیا جائے اور اس کا تذکیہ ہو جائے تو انسان شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

جہاد بالقتال

یہ جہاد میدان جنگ میں کافروں اور دین کے دشمنوں کے خلاف اس وقت صف آراء ہونے کا نام ہے جب دشمن سے آپ کی جان مال یا آپ کے ملک کی سرحدیں خطرے میں ہوں۔ اگر کوئی کفر کے خلاف جنگ کرتا ہوا شہید ہو جائے تو قرآن کے فرمان کے مطابق اسے مردہ نہ کہا جائے بلکہ حقیقت میں وہ زندہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ، بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ .

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ ہیں، (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

جہاد کے احکام کا بیان

تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جب تک کافر اپنے ملکوں میں ہوں تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے ملکوں پر چڑھائی کرنا فرض کفایہ ہے۔

حضرت سعید ابن المسیب اور علامہ ابن شبرمہ (جیسے حضرات تابعین) کے نزدیک ہر حال میں جہاد فرض عین ہے۔ کیونکہ جو شخص بغیر جہاد کئے مر جائے اور اس نے جہاد کی نیت بھی نہ کی ہو تو وہ منافقت کے ایک حصے پہ مرتا ہے چونکہ نفاق سے بچنا اور ایمان لانا فرض عین ہے اسی لئے جہاد بھی فرض عین ہے یہ دونوں حضرات اور ان کے ہم خیال اکابر اس طرح کے اور بھی دلائل جہاد کے ہر حال میں فرض عین ہونے پر پیش فرماتے ہیں۔

فرض کفایہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اگر اتنے لوگ جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوں جو اس کام کیلئے کافی ہو رہے ہوں تو باقی لوگوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور ان پر جہاد چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں رہتا لیکن اگر سارے مسلمان جہاد چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو صحیح قول کے مطابق جتنے بھی لوگ شرعی معذور نہیں ہیں وہ سب گنہگار ہو جائیں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس صورت میں سب لوگ گنہگار ہوں گے معذور بھی اور غیر معذور بھی۔

فرض کفایہ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ ضرور کافروں کے کسی ملک یا علاقے پر حملہ کیا جائے اور اس سے زیادہ

بار حملہ کرنا بغیر کسی اختلاف کے افضل ہے اور مسلمانوں کیلئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی سال ایسا گزاریں جس میں انہوں نے کافروں پر حملہ نہ کیا ہو البتہ مندرجہ ذیل مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے، مسلمانوں کی کمزوری دشمن کی بہت زیادہ کثرت، مسلمانوں کی مکمل شکست اور مکمل خاتمے کا خطرہ، سامان کی کمی، جانوروں کے چارے کی کمی وغیرہ (یعنی ان ضروریات اور اعذار کی وجہ سے فرض کفایہ جہاد کو موخر کیا جاسکتا ہے تاکہ مسلمان اچھی طرح تیاری کر سکیں لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو پھر موخر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئے گا) لیکن اگر تاخیر کیلئے کوئی ضرورت یا عذر نہ ہو تو پھر ایک سال تک جہاد کا ناغہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اس بات کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الام)

امام الحرمین رحمہ اللہ (التوئی) ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس بارے میں زیادہ بہتر قول حضرات اصولیین کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جہاد ایک قہری دعوت ہے (یعنی اسلام ایک ایسی دعوت ہے جس کے پیچھے طاقت کا درما ہوتی ہے) اس لئے جس قدر ممکن ہو اسے ادا کرنا چاہئے تاکہ دنیا میں یا تو مسلمان باقی رہیں یا ذی (یعنی وہ کافر کو مسلمانوں کو جزیہ دیتے ہوں) چنانچہ (فرض کفایہ کی ادائیگی کیلئے) سال میں ایک مرتبہ جہاد کی تخصیص نہیں کرنی چاہئے بلکہ اگر ایک سے زیادہ مرتبہ حملہ کرنے کا امکان ہو تو اس سے دریغ نہ کیا جائے، حضرات فقہاء کرام نے سال میں ایک مرتبہ جہاد کی جو بات فرمائی ہے تو اس کا تعلق اس سے ہے کہ عام طور پر ہر سال میں ایک ہی بار یہ ممکن ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے افراد و اموال کو جمع کیا جاسکے۔ (روضۃ الطالبین)

حنا بلہ میں سے صاحب المغنی (علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو سال میں کم از کم ایک بار جہاد کرنا (یعنی خود کافروں کے ملک پر حملہ کرنا) فرض ہے۔ اور اگر ایک مرتبہ سے زائد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی فرض ہوگا کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے (تو جب تک کفایت نہ ہو اس کی فرضیت باقی رہے گی) اس لئے جتنی مرتبہ کی ضرورت ہوگی اتنی مرتبہ فرض ہوگا۔ (المغنی)

امام قرطبی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے امام پر سال میں ایک مرتبہ دشمنان اسلام کی طرف لشکر بھیجنا فرض ہے امام یا خود اس لشکر کے ساتھ نکلے گا یا پھر اپنے کسی معتد کو بھیجے گا۔ پھر یہ امام یا اس کا نائب دشمنان اسلام کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دیں گے اور (دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں) ان کی طاقت کو توڑیں گے اور اللہ کے دین کو غالب کریں گے اور یہاں تک (ان سے لڑیں گے) کہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا منظور کر لیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

جہاد فرض نہیں ہے بچے، پاگل، عورت اور اس شخص پر جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وہ جہاد نہ کر سکے۔ لیکن ایک آنکھ سے معذوری، سر درد، داڑھ کے درد اور ہلکے بخار کی وجہ سے جہاد کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی اسی طرح اس شخص پر بھی جہاد فرض ہے جو معمولی لنگڑا ہو یہ امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور میرے خیال میں کسی (فقیہ) کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(المغنی لابن قدامہ)

علماء کرام کا اتفاق ہے کہ (فرض کفایہ) جہاد مسلمان والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے ماں باپ کی غیر موجودگی میں داد ادا دی کا بھی یہی حکم ہے بلکہ صحیح قول کے مطابق والدین کے ہوتے ہوئے بھی داد ادا دی سے اجازت ضروری ہے۔

(المغنی لابن قدامہ)

اگر کسی کو اس کے والدین نے جہاد کی اجازت دے دی مگر پھر انہوں نے اجازت واپس لے لی اب اگر اجازت کی واپسی ان کے لڑکے کے محاذ جنگ پر پہنچنے سے پہلے ہوئی ہے تو لڑکے پر لازم ہے کہ واپس آ جائے مگر یہ کہ واپسی میں اسے جان و مال کا یا دوسرے مجاہدین کے دل ٹوٹنے کا خطرہ ہو (اگر ایسا ہو تو وہ واپس نہ آئے) اگر اسے راستے میں ماں باپ کی طرف سے اجازت واپس لینے کی اطلاع ملی مگر وہ اکیلا واپس آنے میں خطرہ محسوس کرتا ہے تو اگر اسے راستے میں کہیں قیام کی جگہ مل جائے تو وہاں رکا رہے اور جب لشکر واپس آئے تو ان کے ساتھ یہ بھی لوٹ آئے لیکن اگر والدین نے جنگ شروع ہونے کے بعد اپنی اجازت واپس لے لی تو ایسے وقت میں اس کیلئے واپس آنا حرام ہے۔ کیونکہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آ جائیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور فرض عین میں والدین کی اجازت ضروری نہیں ہوتی۔ (المفتی لابن قدامہ)

جہاد اگر فرض کفایہ ہو تو اس آدی کے نکلنے کا کیا حکم ہے جس پر قرضہ ہو۔ اس بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال میں امام ابو بکر ابن المنذر نے کتاب الاشراف میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے تو ایسے مقروض شخص کو جہاد میں جانے کی اجازت دی ہے جس کے پاس قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ نہ ہو۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے بھی مقروض شخص کو بغیر قرض خواہ کی اجازت کے نکلنے کی رخصت دی ہے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقروض آدی کیلئے جہاد میں نکلنے کی اجازت تب ہے جب وہ اپنے قرض خواہوں سے پوچھ لے خواہ قرض خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ (کتاب الام)

ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد جہاد میں نکلے تھے حالانکہ ان پر قرض تھا۔ (صحیح بخاری)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے مقروض ہونے کا علم تھا مگر کسی نے انہیں جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض آدی کیلئے جہاد منع نہیں ہے بشرطیکہ اس نے ایسا ترکہ چھوڑا ہو جس سے قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے اور انہوں نے ابن المنذر کی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبد اللہ بن حرام کے واقعے سے دلیل پکڑی ہے۔ (المفتی لابن قدامہ)

امام ابو زکریا نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مقروض جنگ دست ہو تو اسے جہاد سے نہیں روکا جائے گا کیونکہ اس سے فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر مقروض جنگ دست نہ ہو تو اگر وہ قرضے کی ادائیگی کیلئے اپنا کوئی ایسا نائب بنا جائے جو اس کے موجودہ مال میں سے قرض ادا کر سکے تو ایسے مقروض کو جہاد میں نکلنے کی اجازت ہے لیکن اگر وہ اپنے نائب کو کسی غیر موجود مال میں سے قرض ادا کرنے کا کہے تو پھر اس کیلئے نکلنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر قرضے کی ادائیگی کیلئے کوئی وقت مقرر ہے تو پھر (اس وقت سے پہلے) مقروض کو جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا جائے گا یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

جہاد فرض عین کے احکام کا بیان

ہمارے کسی شہر (یا علاقے) میں داخل ہو جائیں یا اس پر چڑھائی کر دیں یا شہر کے دروازے کے باہر آ کر حملے کی نیت سے پڑاؤ ڈال دیں اور ان کی تعداد اس علاقے کے مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو جہاد اس وقت فرض عین ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا اور عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے گی۔ بشرطیکہ اس میں دفاع کی طاقت ہو۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ہر شخص اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اور مقروض قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے اور اگر کافر مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو لڑائی کیلئے تیار ہونے اور اکٹھے ہونے کا موقع نہ ملے تو ہر اس شخص پر تہیائے لڑنا اور اپنا دفاع کرنا فرض ہے۔ جسے معلوم ہو کہ اگر اس نے ہتھیار ڈال دیئے تو وہ مارا جائے گا یہ مسئلہ ہر مسلمان کیلئے ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا اندھا، لنگڑا ہو یا بیمار اور اگر امکان ہو کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد قتل بھی ہو سکتے ہیں اور (خج کر) گرفتار بھی تو ایسے وقت میں لڑنا افضل ہے اور ہتھیار ڈالنا جائز۔ اور اگر عورت کو علم ہو کہ اگر میں نے ہتھیار ڈال دیئے تو (غلیظ) ہاتھ میری طرف بڑھیں گے تو اس پر اپنے دفاع میں لڑنا فرض ہے اگرچہ اس میں اس کی جان بھی چلی جائے کیونکہ جان بچانے کیلئے عزت کو داؤ پر لگانا جائز نہیں ہے۔

علامہ اذری اپنی کتاب غنیۃ المحتاج میں فرماتے ہیں کہ خوبصورت بے ریش لڑکے کو اگر علم ہو کہ اس کے ساتھ کافر بھی آئندہ بے حیائی کا ارتکاب کر سکتے ہیں تو اس کا حکم بھی عورت کی طرح ہے بلکہ عورت سے بھی بڑھ کر (اسے اپنے دفاع کی کوشش کرنی چاہئے اور عصمت کی حفاظت کیلئے جان کی قربانی دینی چاہئے) اور اگر جس علاقے پر کافروں نے حملہ کیا ہے وہاں مسلمانوں کی کثرت ہو اور اتنے لوگ کافروں کے مقابلے پر نکل چکے ہوں جو مقابلے کیلئے کافی ہوں تب بھی باقی مسلمانوں پر زیادہ صحیح قول کے مطابق ان مجاہدین کی مدد کرنا فرض ہے۔ اور جو شخص ایسی جگہ پر ہو جہاں سے حملہ آور دشمن مسافت سفر (یعنی اڑتالیس میل کی مسافت) پر ہوں تو اس شخص پر اسی طرح جہاد فرض عین ہو جائے گا جیسا کہ اس علاقے والوں پر فرض ہے جہاں دشمن نے حملہ کیا ہے۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں کے حملے کے بعد اب یہ جہاد دفاعی ہو چکا ہے۔ اقدامی نہیں رہا اس وجہ سے یہ ہر اس شخص پر فرض ہو گا جو اس کی طاقت رکھتا ہو (تا کہ مسلمانوں کے علاقے اور ان کی جان و مال کا دفاع کیا جاسکے جو کہ فرض عین ہے۔) اور جو شخص اس شہر سے جس پر کافروں کا حملہ ہوا ہے مسافت سفر (اڑتالیس میل) کی دوری پر ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً اس شہر کی طرف جہاد کیلئے روانہ ہو اگرچہ وہ خود اس شہر یا اس کے آس پاس کارہنہ والا نہ ہو اور اگر اتنے لوگ وہاں جا چکے ہوں جو دشمن کیلئے کافی ہوں تو پھر باقی لوگوں سے فرضیت تو ساقط ہو جائے گی لیکن وہ نہ جانے کی صورت میں اجر عظیم اور بے انتہا ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مسافت سفر کے اندر والوں پر سے فرضیت ساقط نہیں ہوگی اگرچہ کافی مقدار میں لوگ دشمن کے مقابلے پر جا چکے ہوں بلکہ ان پر مجاہدین کی مدد کرنا اور خود میدان جنگ کی طرف سبقت کرنا فرض ہوگا۔

وہ مسلمان جو اس شہر سے جس پر کافروں نے حملہ کیا ہے مسافت سفر (اڑتالیس میل) سے زیادہ دور رہتے ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ اگر مسافت سفر کے اندر کے لوگ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی ہو رہے ہوں تو پھر ان لوگوں پر جہاد فرض عین نہیں ہوتا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جہاد الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے فرض ہوتا چلا جاتا ہے اس میں کسی مسافت وغیرہ کی قید نہیں ہے بلکہ قریب والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ یہ خبر آ جائے کہ کافروں کو شکست ہو گئی اور وہ مسلمانوں کا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

جو شخص لڑائی والے شہر سے مسافت سفر کے اندر ہو گا اس پر جہاد کی فرضیت کیلئے سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ اگر مسافت سفر سے دور ہو تو بعض حضرات سواری کو شرط قرار دیتے ہیں جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسے سخت حالات میں سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ تو شے کا ہونا جہاد کی فرضیت کیلئے شرط ہے کوئی قریب ہو یا دور۔

اگر کافر مسلمانوں کے ملک میں ان کے شہروں اور آبادیوں سے دور دیہاتوں میں یا پہاڑوں میں داخل ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ امام الحرمین نقل فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کے کسی بھی حصے میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شہر میں داخل ہونا۔ اس لئے ان کو نکالنے کیلئے جہاد فرض عین ہو گا۔ لیکن خود امام الحرمین کا رجحان اس طرف ہے کہ جن علاقوں میں کوئی آبادی نہیں ہے ان کیلئے لڑائی کرنا اور خود کو تکلیف میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام الحرمین کا یہ رجحان قطعاً درست نہیں ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دفاع کی قوت رکھتے ہوئے بھی کافروں کو دارالاسلام کے کسی حصے پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دیں۔ (ردحۃ الطالبین)

علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اس کے قریب آ چکے ہوں تب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کافروں کے مقابلے کیلئے باہر نکلیں اور (اور لڑتے رہیں) یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو اور مرتکب اسلام محفوظ، سرحدیں بے خطر اور دشمن ذلیل و خوار ہو جائے۔ (المجامع لاحکام القرآن)

اور یہی مطلب ہے علامہ بغوی کے اس قول کا کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل ہو جائیں تو قریبی لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور دور والوں پر فرض کفایہ رہتا ہے۔ بشرطیکہ قریب والے مقابلہ کر رہے ہوں اور کافی ہو رہے ہوں۔ (شرع النہج)

آپ نے جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کی بحث پڑھ لی ہے یہی وہ بحث ہے جسے آڑہنا کر آج بہت سارے مسلمان خود بھی جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی اس بحث میں الجھا کر جہاد سے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں حالانکہ آپ نے خود پڑھ لیا کہ جہاد اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب مسلمان کافروں کی طرف سے امن میں ہوں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ کیا آج مسلمان امن میں ہیں؟ یقیناً آپ کو ہر طرف مسلمانوں کی چیخ و پکار اور ان کی برہنہ لاشیں اور غنابت خانوں میں سسکتی جوانیاں چیخ چیخ کر بتائیں گی کہ مسلمان ہرگز امن میں نہیں ہیں بلکہ ان پر تو وہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں جو سناک درندے بھی کمزور جانوروں پر نہیں ڈھاتے۔ جہاد تو اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب کافر اپنے ملکوں میں ہوں اور ان کی فوجیں ان کی سرحدوں کے

اندر ہوں۔ مگر آج ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ امریکی فوجیں ہوں یا ہندوستانی، برطانوی لشکر ہوں یا فرانسیسی، سریلانی درندے ہوں یا اسرائیلی، اتھوپیائی کے کالے کافر ہوں یا اقوام متحدہ کی وردی پہنے گورے کافر، یہ سب کے سب ہماری سرحدوں کے اندر گھس کر ہمارے علاقوں پر قبضہ جنائے بیٹھے ہیں۔

اور انہوں نے پوری دنیا میں مسلمانوں کا جینا دو بھر کر رکھا ہے تو کیا اب بھی جہاد فرض کفایہ ہے۔ امریکی راکٹ اسلامی امارت پر گر رہے ہیں، برطانوی جہازوں کی گھن گرج حدود حرم میں سنائی دے رہی ہے اور ترکی کی خلافت کا خون آلود چہرہ ہماری نظروں کے سامنے بار بار آتا ہے اور ہمیں برے انجام سے ڈراتا ہے۔ کیا ان حالات میں بھی جہاد فرض کفایہ ہی رہے گا اگر جہاد اب بھی فرض کفایہ ہے تو پھر فرض عین کب ہوگا؟ کیا اس وقت جب امت کے مردہ جسم تک کو بیچ دیا جائے گا کیا اس وقت جب اسرائیل کے یہودی خیر کے بعد نعوذ باللہ مدینہ منورہ میں جشن منا رہے ہوں گے کیا اس وقت جب ہمارا گوشت ریستورنٹوں میں پکا کر کھایا جائے گا۔

شاید اب تک یہی کچھ نہیں ہوا، ورنہ تو سب کچھ ہو چکا ہے ہماری زندہ مسلمان بہنوں کے ساتھ ساتھ شہید ہونے والیوں تک کو نہیں بخشا گیا۔ ہمارے بچوں کے سروں سے فٹ بان تک کھیل جا چکی ہے۔ شعائر اسلام کو دنیا میں ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے۔ چلے تھوڑی دیر کیلئے آنکھیں بند کر کے اور دل تمام کر یہ مان لیتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ ہے تو ذرا بتائیے کہ یہ کفایہ آج کون ادا کر رہا ہے فرض کفایہ جہاد کا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان خود جا کر کافروں کے ملک پر حملہ کریں یہ حملہ آج دنیا میں کہاں ہو رہا ہے فرض کفایہ میں تو مسلمانوں کے لشکر حملہ کرتے ہیں مگر آج خود ہم پر حملے کئے جا رہے ہیں۔

فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمانوں کے مسلح لشکر کافروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں مگر آج تو ہمارے ملکوں میں ہماری نسلوں کو مرتد کیا جا رہا ہے فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمان کافروں سے جا کر کہتے ہیں کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو پھر ہمارے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرو اور ہمیں جزیہ دے کر امن سے رہو۔ مگر آج تو ہم خود کافروں کو جزیہ دیتے ہیں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی شکل میں ان کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر بھی ہمیں امن کی بھیک نہیں ملتی۔ معلوم ہوا کہ فرض کفایہ بھی ادا نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے آج پوری امت ذلت و پستی کا شکار ہے اور کافروں میں اسے نوح نوح کر کھا رہی ہیں۔

اے مسلمانو! اب اس بحث کا وقت نہیں رہا کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ بلکہ اب تو جہاد ہر فرض سے بڑا فرض ہے اور ایسا فرض ہے جس پر ہماری زندگی، ہمارا ایمان اور ہماری نسلوں کا ایمان موقوف ہے۔ تم اسے فرض عین سمجھو یا فرض کفایہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں مٹانا اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے وہ اپنی فوجیں لے کر میدان میں اتر آئے ہیں۔

اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیو! آج اسلام کی عزت کا مسئلہ ہے تمہاری غیرت کس طرح سے یہ بات گوارا کرتی ہے کہ جن علاقوں کو تمہارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک خون اور پسینے بہا کر آزاد کرایا تھا اب وہ پھر یہودیوں کی دسترس میں ہیں فضول لفظی بحثیں چھوڑ زمین پر دیکھو کھڑے تمہیں چیلنج کر رہا ہے اور آسمان کی طرف دیکھو رب کے فرشتے تمہارے ساتھ اتر کر لڑنے کے منتظر ہیں۔

اسلام کا فلسفہ جہاد اور غلط فہمیوں کا ازالہ

اسلامی فلسفہ جہاد میں جہاد کا مقصد نہ تو مال غنیمت سمیٹنا ہے اور نہ ہی کشور کشائی ہے۔ جس طرح تو سب سے پسندانہ عزائم اور ہوس تک گیری کا کوئی تعلق اسلام کے فلسفہ جہاد سے نہیں ہے اسی طرح جہاد کے نام پر دہشت گردی کا بھی جہاد سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس وقت جہاں ایک طرف غیر مسلم مفکرین اور ذرائع ابلاغ نے اسلامی تصور جہاد کو بری طرح مجروح کیا، وہاں دوسری طرف بعض دہشت گرد اور انتہا پسند گروہوں نے بھی لفظ جہاد کو اپنی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کا عنوان بنا کر اسلام کو دنیا بھر میں بدنام کرنے اور اسلامی تعلیمات کے پر امن چہرے کو مسخ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی تھی کہ اسلام کے تصور جہاد کو اس کے حقیقی معنی کے مطابق پیش کیا جائے تاکہ جہاد بارے میں غلط فہمی سے اسلامی تعلیمات کے پر امن چہرے کو داغدار کرنے کی مکر وہ سازش و کاوش کا سد باب کیا جاسکے۔

اسلام کی آفاقی اور ہمہ جہت تعلیمات کا دائرہ کار انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی، ہر شعبہ حیات کو محیط ہے۔ ان تعلیمات کا مقصد ایک متحرک، مربوط اور پُر امن انسانی معاشرے کا قیام ہے۔ اسلام نے اجتماعی اور ریاستی سطح پر قیام امن، نفاذ عدل و حقوق انسانی کی بحالی اور ظلم و عدوان کے خاتمہ کے لیے جہاد کا تصور عطا کیا ہے۔ جہاد دراصل انفرادی زندگی سے لے کر قومی، ملی اور بین الاقوامی زندگی تک کی اصلاح کے لیے عملی پیہم اور جہد مسلسل کا نام ہے۔

مغرب میں جہاد کی غلط تشریح

بعض مسلم ممالک اور عالم مغرب میں تصور جہاد کو غلط طریقے سے پیش کرنے کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں کہ بد قسمتی سے دنیا کے مختلف حصوں میں اسلام اور جہاد کے نام پر ہونے والی انتہا پسندانہ اور دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے عالم اسلام اور عالم مغرب میں آج تصور جہاد کو غلط انداز میں سمجھا اور پیش کیا جا رہا ہے۔ جہاد کا تصور ذہن میں آتے ہی خون ریزی اور جنگ و جدال کا تاثر ابھرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بد قسمتی سے فی زمانہ جہاد کے نظریے کو نظریہ امن اور نظریہ عدم تشدد کا متضاد سمجھا جا رہا ہے۔ مغربی میڈیا میں اب لفظ جہاد کو قتل و غارت گری اور دہشت گردی کے متبادل کے طور پر ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اساسی اور بنیادی طور پر جہاد ایک ایسی پُر امن، تعمیری، اخلاقی اور روحانی جدوجہد ہے جو حق و صداقت اور انسانیت کی فلاح کے لیے بپا کی جاتی ہے۔ ابتداءً اس جدوجہد کا جنگی معرکہ آرائی اور مسلح ٹکراؤ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

یہ جدوجہد اصولی بنیادوں پر صرف ایسے ماحول کا تقاضا کرتی ہے جس میں ہر شخص کا ضمیر، زبان اور قلم اپنا پیغام دلوں تک پہنچانے میں آزاد ہو۔ معاشرے میں امن و امان کا دور دورہ ہو۔ انسانی حقوق مکمل طور پر محفوظ ہوں۔ ظلم و استحصا اور استبداد کی کوئی گنجائش نہ ہو اور دنیا کے تمام ممالک پر امن بقائے باہمی کے رشتے میں منسلک ہوں۔ لیکن جب امن دشمن طاقتیں علم و عقل کی رہنمائی سے محروم ہو کر مقابلہ پر آجائیں اور اجتماعی امن و سکون اور نظم و نسق کے خلاف تباہ کن سازشیں اور علی الاعلان جنگی تدابیر کرنے لگیں تو ایسے وقت میں جہاد کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ امن و سلامتی کے دشمنوں اور ان کے تمام جنگی مرکوزوں کے خلاف

صلح جدوجہد کی جائے تاکہ امن و آشتی کے ماحول کو بحال اور خیر و فلاح پر مبنی معاشرہ قائم کیا جاسکے۔

لفظ جہاد ایک کثیر المعانی لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی سخت محنت و مشقت، طاقت و استطاعت، کوشش اور جدوجہد کے ہیں۔ امام ابن فارس (م 395ھ) لفظ جہد کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

جهد الجیم والهاء والذال اصله المشقة، ثم يُحْمَلُ عَلَيْهِ مَا يُقَارِبُهُ.

لفظ جہد (جیم، ہاء اور ذال) کے معنی اصلاً سخت محنت و مشقت کے ہیں پھر اس کا اطلاق اس کے قریب المعنی الفاظ پر بھی کیا

جاتا ہے۔ (ابن فارس، معجم مقاییس اللغة 210))

اس تعریف کی روشنی میں جہاد کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی بھی امر خیر کی جدوجہد جس میں انتہائی طاقت اور قوت صرف کی جائے اور حصول مقصد کے لئے ہر قسم کی تکلیف اور مشقت برداشت کی جائے، جہاد کہلاتی ہے۔

اسلام میں جہاد کی تصور کی وسعت

اسلام نے اصلاح احوال اور دفاعی جنگ کے لئے جہاد کی اصطلاح کیوں استعمال کی؟

عربی لغت کے مطابق سرزمین عرب میں جنگ کے لئے جو سینکڑوں تراکیب محاورے، علامتیں، استعارے اور اصطلاحات استعمال ہوتی تھیں ان سب سے بلاشبہ وحشیانہ پن اور دہشت گردی کا تاثر ابھرتا تھا۔ عسکری لڑچکر کی اصطلاح کے لئے اسلام نے ان تمام الفاظ اور محاوروں کو ترک کر کے اصلاح احوال کی جدوجہد کی طرح دفاعی جنگ کو بھی جہاد کا عنوان دیا۔ یعنی اسلامی فکیر نظر سے لفظ جہاد کا اطلاق اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول، قیام امن، فتنہ فساد کے خاتمہ اور ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کو مٹانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لانے پر ہوتا ہے۔

ایک مسلمان ساری زندگی جھوٹ، منافقت، دجل، فریب اور جہالت کے خاتمہ کے لئے ایسی قوتوں سے مصروف جہاد رہتا ہے۔ لفظ جہاد کے حقیقی معنی سے لوٹ مار، غیظ و غضب، قتل و غارتگری کی بونک نہیں آتی بلکہ اس کا معنی پاکیزہ، اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول کی کاوشوں پر دلالت کرتا ہے۔ ایک مہذب، شائستہ اور بلند عزائم رکھنے والی صلح جو اور امن پسند قوم کی انقلابی جدوجہد اور مسلسل کاوشوں کے مفہوم کی تعبیر کے لئے لفظ جہاد سے بہتر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہو سکتا۔ جہاد اپنے وسیع تر معانی میں وقتی یا ہنگامی عمل نہیں بلکہ مہد سے لے کر لحد تک مرد مومن کی پوری زندگی پر محیط ایک جامع تصور ہے۔ لہذا وہ لمحہ جو احترام آدمیت اور خدمت انسانیت کے اس جذبہ سے خالی ہے، اسلام کے لئے قابل قبول نہیں۔

ائمہ لغت اور مفسرین کی آراء کی روشنی میں جہاد کی شرعی تعریف

شرعی اصطلاح میں جہاد کا معنی اپنی تمام تر جسمانی، ذہنی، مالی اور جانی صلاحیتوں کو اللہ کی رضا کی خاطر وقف کر دینا ہے۔ گویا بندے کا اپنی تمام ظاہری و باطنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول کے لیے اللہ کی راہ میں صرف کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ تصور کی وضاحت کے لیے اس حوالے سے چند ائمہ کی مزید تصریحات ملاحظہ ہوں۔

امام جرجانی (740-816) کے نزدیک جہاد کی تعریف درج ذیل ہے۔

هو الدعاء إلى الدين الحق (جرجانی، کتاب التعریفات: 112)

جہاد دین حق کی طرف دعوت دینے سے عبارت ہے۔

امام محمود آلوسی البغدادی (1270ھ) تفسیر روح المعانی میں لفظ جہاد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

إِنَّ الْجِهَادَ بَذْلُ الْجُهْدِ فِي دَفْعِ مَا لَا يُرْضَى (الوسی، روح المعانی، 10: 137)

کسی ناپسندیدہ (ضرر رساں) شے کو دور کرنے کے لئے کوشش کرنے کا نام جہاد ہے۔

جہاد کا ترجمہ جنگ و جدال یا holy war کرنا درست نہیں۔

لفظ جہاد کا ترجمہ جنگ و جدال اور لڑائی وغیرہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ جنگ کے لئے قرآن و حدیث میں لفظ جہاد نہیں بلکہ

لفظ حرب اور قتال استعمال ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں لفظ جہاد کے معنی و مفہوم اور اس کے اطلاقات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ

جہاد کا ترجمہ محض جنگ و جدال اور holy war کرنا درست نہیں ہے۔ لفظ جہاد کا اطلاق مسکمی اور بعض مسلمان محققین نے

کفار کے ساتھ خصومت، لڑائی یا جنگ و جدال کے لئے کیا ہے۔ حالانکہ لڑائی، قتال، خصومت یا جنگ کے یہ معنی نہ تو قدیم عربی زبان

میں پائے جاتے ہیں، نہ علمائے ادب کے نزدیک درست ہیں اور نہ ہی قرآن میں کبھی اس مفہوم پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔ کیونکہ

عربی لغت میں جنگ و جدال کے لئے حرب و قتال کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جنگ و جدال کے لئے لفظ حرب قرآن مجید

میں درج ذیل مقامات پر بیان ہوا۔

البقرہ، 2: 279، المائدہ، 5: 64، الانفال، 8: 57، محمد، 47: 4

اسی طرح لفظ قتال درج ذیل مقامات پر جنگ و جدال کے لئے استعمال ہوا ہے

التوبہ، 9: 5، البقرہ، 2: 217، النساء، 4: 77

مغرب میں لفظ جہاد کا غلط انطباق

لفظ جہاد کو جنگ اور قتال کے معنی میں عام کرنے میں انگریزی لغات کا کردار۔

جہاد کے اس غلط مفہوم کو عام کرنے میں انگریزی لغات کا بہت عمل دخل ہے۔ لفظ جہاد کے لغوی معنی میں، اس کے اصطلاحی

مفہوم میں اور قرآن و حدیث میں کہیں بھی اس کے اندر holy war یا جنگ و جدال کا معنی نہیں پایا جاتا۔ تاریخی حقائق البتہ اس امر پر

شاہد ہیں کہ خود یورپ کے بادشاہوں نے عوام کے مذہبی جذبات کو اشتعال دینے اور چرچ کو جنگ میں شریک کرنے کے لیے

holy war کی اصطلاح استعمال کرنا شروع کی اور بعد کے لٹریچر میں یہی معنی بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے جہاد کے ترجمہ کے طور پر

مروج ہو گیا۔ اس اصطلاح کو اختراع کرنے کا مقصد مذہبی طبقات کے جذبات کو ہمیز دے کر انہیں جنگ میں شریک کرنا تھا۔

دہشت گرد اسلامی اصطلاحات کو ان کے سیاق و سباق سے کاٹ کر غلط معانی میں استعمال کرتے ہیں۔

انتہا پسندوں اور وہشت گردوں نے قرآن وحدیث کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کو بدل رکھا ہے۔ وہ قرآن کریم کی چند آیات اور بعض احادیث مبارکہ کو ان کے شان نزول اور سیاق و سباق سے کاٹ کر انتہا پسندانہ اور وہشت گردانہ تشریح و تعبیر اور غلط انطباع کرتے ہیں۔ یہ لوگ جہالت اور خود غرضی کے پیش نظر جہاد، شہادت، خلافت، دارالحرب اور دارالاسلام جیسی اصطلاحات کو بے محل استعمال کر کے عام مسلمانوں اور خصوصاً جوانوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ قرآن وحدیث میں ہے۔ حالانکہ یہ اسلام پر بہت بڑا الزام ہے۔ اُن کے اس خطرناک نظریے کا قرآن، حدیث اور اسلام کی بنیادی تعلیمات اور مستند و معتبر تشریحات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ وہ اپنے خاص مقاصد کے حصول کے لیے اسلام، دین، جہاد، شہادت اور نفاذ شریعت جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ ان مذہبی سیاسی جماعتوں کے پاس عوام کو متاثر کرنے کے لیے کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں ہوتا لہذا وہ قرآن، حدیث، اسلام اور شریعت جیسی اصطلاحات استعمال کر کے عوام کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور اپنے خود ساختہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کئی آیات جہاد سے مفہوم جہاد کی وضاحت

اگر لفظ جہاد کا معنی جنگ اور قتال ہی ہوتا تو پھر مکہ میں نازل ہونے والی آیات جہاد کے نزول کے بعد صحابہ نے مشرکین کے خلاف مسلح جدوجہد کیوں نہیں کی؟

جہاد کے اس جامع اور وسیع مفہوم کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جہاد کا حکم سب سے پہلے شہر مکہ میں اُس وقت نازل ہوا جب کہ ابھی جہاد بالسیف کی اجازت بھی نہیں ملی تھی۔ صحابہ پر جبر و تشدد کے پہاڑ ڈھائے جاتے مگر انہیں اپنے دفاع اور اپنی جان بچانے کے لیے بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں اس وقت تک صبر کرنے کی تلقین کی گئی جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نجات کی سبیل پیدا نہ فرمادی۔ اس ممانعت کے باوجود جہاد کے متعلق پانچ آیات مکہ میں نازل ہوئیں۔

وہ لوگ جنہیں اس بارے میں فکری واضحیت نہیں اور وہ ذہنی الجھن کا شکار ہیں، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، مغربی دنیا کے رہنے والے ہوں یا مشرقی ممالک کے، ان سب کو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر جہاد کا معنی قتال اور مسلح تصادم ہی ہوتا تو مکہ میں نازل ہونے والی درج ذیل آیات کی کیا توجیہ ہوگی جن میں **وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا** فرما کر صراحتاً جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ آیات ہجرت سے پہلے مکی دور میں نازل ہوئیں جب اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی سختی سے ممانعت تھی اور کسی لڑائی یا مزاحمت کی اجازت نہ تھی اور نہ اس دور میں مسلمانوں نے عملاً کوئی جنگ لڑی۔ اگر جہاد کا معنی لڑنا ہی ہوتا تو صحابہ کرام یقیناً ہتھیار اٹھاتے اور اپنی حفاظت اور دفاع میں کفار و مشرکین مکہ کے خلاف مسلح جنگ لڑتے۔ لیکن ان میں سے کسی کو اس کی اجازت نہ تھی جبکہ جہاد کے لئے پانچ آیات بھی نازل ہو چکی تھیں۔

اس کا درست جواب یہ ہے کہ قرآن کی رو سے جہاد کے لیے مسلح تصادم اور کشمکش کا ہونا ضروری نہیں ہے کیوں کہ اگر ہر حکم جہاد کے لیے مسلح تصادم ناگزیر ہوتا تو مکہ میں لفظ جہاد پر مشتمل پانچ آیات کے نزول کے بعد دفاعی مسلح جنگ کی اجازت مل چکی ہوتی

حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ جہاد کے مسلح لڑائی کے علاوہ کئی اور معانی و مفاسد بھی ہیں جو کہ مکہ میں نازل ہونے والی درج ذیل آیات سے واضح ہوتے ہیں۔

فَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا (الفرقان، 52:25)

ہیں (اے مومن) تو کافروں کا کہنا نہ مان اور تو اس (قرآن کی دعوت اور دلائل) کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کر اس آیت میں بڑے جہاد سے مراد علم و شعور کے پھیلاؤ میں جدوجہد ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (الحکوت، 6:28)

جو شخص (راہ حق میں) جدوجہد کرتا ہے وہ اپنے ہی (نفع کے) لیے لڑ رہا ہے، بے شک اللہ تمام جہانوں (کی) طاعتوں، کوششوں اور مجاہدوں سے بے نیاز ہے۔

یہاں پر جہاد سے مراد روحانی ترقی ہے۔

وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (الحکوت، 8:28)

اور اگر وہ تجھ پر (یہ) کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کی اطاعت مت کر۔

سورہ عنکبوت کی اس آیت میں جہاد سے مراد کسی بھی قسم کی دانشورانہ اور مدبرانہ جدوجہد ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (الحکوت، 69:29)

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں، اور بے شک اللہ صاحبان احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے۔

مکہ میں نازل ہونے والی اس آیت مبارکہ سے مراد اخلاقی و روحانی اقدار کے احیاء اور تحفظ کے لیے جدوجہد ہے۔

وَإِنْ جَاهَدَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس (کی حقیقت) کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔ (لقمان، 15:31)

مذکورہ پانچوں آیات ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئیں مگر حکم جہاد کے باوجود صحابہ کو اپنے دفاع میں بھی اسلحہ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر جہاد کا معنی مسلح جنگ یا آہنی اسلحہ کے ساتھ قتال ہی ہوتا تو مذکورہ آیات کے نزول کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد بالسیف کا حکم فرمادیتے اور صحابہ کرام جہاد بالسیف کرتے، حالانکہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ جہاد بالقتال کی اجازت ہجرت کے بعد مدینہ میں جا کر ملی۔ کیوں؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ جہاد کا ہرگز معنی صرف قتال، جنگ یا لڑائی نہیں ہے۔ ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ تو انتہا پسندوں اور دہشت گردوں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے قرآن و حدیث کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کے معانی کو بدل رکھا ہے اور وہ قتل و غارتگری، دہشت گردی اور عسکریت پسندی کو جہاد کا نام دیتے

ہیں۔

مکی دور میں جن پانچ آیات میں جہاد کی تلقین کی گئی ہے، اگر آپ ان کے شان و دول، تاریخی پس منظر اور سیاق و سباق پر غور کریں تو آپ کو پتا چلے گا کہ جہاد کا معنی محض یہ نہیں ہے کہ تلوار پکڑ کر لڑائی اور جنگ شروع کر دی جائے بلکہ جہاد کے کئی دیگر تقاضے بھی ہیں۔ ان تمام آیات میں جہاد کا معنی علم کی ترویج، روحانی ارتقاء، فکری جدوجہد اور اتفاق و خیرات ہے۔ ہاں البتہ جب جارحیت کی جنگ آپ پر مسلط کر دی جائے تب آپ کو اجازت ہے کہ آپ اپنی حفاظت اور دفاع کی جنگ لڑیں۔ دفاعی جنگ وہ لڑائی ہے جس کی UN اور بین الاقوامی قانون بھی اجازت دیتا ہے اور اس کا حق دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کو حاصل ہے۔

عصر حاضر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی حکمت عملی سے راہنمائی

اسلام کا مقصود بکریم انسانی اور امن و آشتی کی بحالی ہے، مسلح تصادم نہیں۔ اسلام حتی الوسع صلح جوئی سے کام لیتا ہے۔ کن حالات اور احوال و ظروف میں مسلح اقدام کرنا ہے اور کن میں نہیں؟

مکہ میں صحابہؓ کو تمام تر جبر و تشدد، وحشت و بربریت اور ظلم و زیادتی کے باوجود بھی اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مسلمانان مکہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ مسلح تصادم کے ذریعے اپنا دفاع کر سکتے۔ بلکہ اگر وہ مسلح تصادم کا راستہ اختیار کرتے تو چند لوگوں کو کفار مکہ کے لیے شہادت سے ہمکنار کرنا کیا مشکل تھا مگر اسلام کی وہ عالمگیر دعوت جسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوتے تھے اور جسے پوری دنیا میں پھیلنا تھا اس کے امکانات خاصی حد تک معدوم ہو جاتے۔ اس لیے کمزور مسلمانوں کو تاکید کے ساتھ طاقتور دشمن کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے روک دیا گیا۔

فوجی قوت کے استعمال اور عدم استعمال کا شرعی پیمانہ

بعض اوقات ہم سوچتے ہیں کہ فوجی قوت و طاقت اور عسکری حوالے سے ہم کس مقام پر ہیں یعنی ہم اپنا دفاع کرنے میں مکی دور کے زیادہ قریب ہیں یا مدنی دور کے۔ اس حوالے سے یاد رکھیں کہ شرعی قوانین کا اطلاق ہماری موجودہ حالت کی مماثلت کے اعتبار سے ہوگا کہ وہ عہد نبوی کے مکی دور کے زیادہ قریب ہے یا کہ مدنی دور کے۔ پس اگر ہماری عسکری قوت مکی دور کی طرح کی ہے تو ہمیں کبھی بھی مدنی دور کی طرح کا اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ قتال کی مشروط اجازت مدینہ میں جا کر ملتی ہے نہ کہ مکہ میں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مکہ میں جہاد کی اجازت تو تھی مگر قتال کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مکہ میں جہاد کی آیات تو نازل ہوئیں مگر قتال کی نہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی دور کی عسکری حکمت عملی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی اسلامی ریاست اپنے کسی دشمن کا بھرپور عسکری مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ لڑائی چھیڑ کر اپنا نقصان نہ کرے۔ وہ مکی دور کی حکمت و مصالح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن کے مقابلہ میں اپنے آپ کو سیاسی، اقتصادی، فوجی اور اسلحہ الغرض ہر حوالے سے مضبوط کرے۔ مکہ میں اگرچہ پانچ آیات جہاد نازل ہو چکی تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آیات کا اطلاق حرب و قتال اور جہاد

بالسيف کی بجائے جہد مسلسل، ریاضت و مجاہدہ اور تعلیم و تعلم پر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی افرادی قوتوں اور صلاحیتوں کو مسلح تصادم میں جھونکنے کی بجائے انہیں اور مضبوط کیا اور ایک عظیم مقصد کے لیے محفوظ کیا۔ اس نبوی حکمت عملی کا فائدہ یہ ہوا کہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد جب مسلمانوں کا ریاست مکہ کے ساتھ پہلا ٹکراؤ ہوا تو مکہ میں محفوظ کی گئی افرادی اور جذباتی صلاحیتوں کو مسلمانوں نے بھرپور استعمال کیا اور شاندار فتح حاصل کی۔

تصادم سے بچنے اور امن کی تلاش کے لیے ہجرت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد بعثت رشد و ہدایت تھا، گردن زنی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین مکہ نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مسلح اقدام کی بجائے اعراض کا راستہ اختیار کیا اور ٹکراؤ کی بجائے امن کی تلاش میں پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرما گئے۔

اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکی دور کے سماجی و معاشرتی رویوں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظلم و جارحیت کے مقابلے میں غلّو و درگزر کی پالیسی اختیار کی۔ جب مسلمانان مکہ پر وحشت و بربریت اور ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اقدام کی بجائے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔

عہد نبوی کے قبائلی اور جنگی کلچر میں جب ہر قبیلہ ہمہ وقت جنگ کرنے کے لیے تیار رہتا تھا، ہجرت مدینہ کے بعد تادم وصال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مجموعی طور پر تقریباً 60 تا 80 مچھوٹی بڑی جنگوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تمام جنگوں میں ایک جنگ بھی جارحیت، حملہ آوری اور آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کرنے کی صورت میں نہیں ہوئی۔ یہ تمام کی تمام جنگیں مدافعت تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ایک یا دو جنگیں لڑیں، ایک اُس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باوثوق ذرائع سے پختہ یقین ہو گیا کہ خیبر کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہونے والے ہیں اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری سال جب آپ کو اطلاع دی گئی کہ شامی افواج مدینہ کی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں، ان دو مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش بندی کے طور پر مدافعتی حکمت عملی اختیار کی۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری حیات طیبہ میں ہمیشہ دفاعی حکمت عملی اپنائی اور کبھی کسی پر پہلے حملہ نہیں کیا۔

جس طرز پہلے ذکر کیا گیا کہ جہاد جیسے اہم ایشو کا تعلق احوال و ظروف، معروضی حالات اور سیاسی و معاشرتی تغیر و تبدلات کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ اسے کوئی دانا و بیانا اور مدبر و حکیم شخص ہی سمجھ سکتا ہے۔

بَاب فَضْلِ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی فضیلت میں ہے

شہادت کی بار بار تمنا کرنے کا بیان

2753 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعَدَّ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَإِيمَانًا بِي وَتَصَدِيقًا بِرُسُلِي فَهُوَ عَلَى ضَامِنٍ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أَرْجِعَهُ إِلَى مَنْكِبِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ نَإِلًا مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ بِخِلَافِ سَرِيَّةٍ تَخْرُجُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَبَدًا وَلَكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلُهُمْ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً فَيَتَّبِعُونِي وَلَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ لِيَتَخَلَّفُونَ بَعْدِي وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوِ دِدْتُ أَنْ أَغْزَوْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَقْتَلَ ثُمَّ أَغْزَوْ فَأَقْتَلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے، جو اس کی راہ میں نکلتا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص مجھ پر ایمان رکھتے ہوئے میرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے صرف میری راہ میں جہاد کے لیے نکلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہ (اجر) تیار کیا ہے کہ یہ بات میرے ذمہ ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں گا یا پھر جس گھر سے وہ نکلا تھا اسے وہاں اجرا اور مال غنیمت کے ہمراہ واپس لے کر جاؤں گا۔“

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کو مشقت کا شکار کر دوں گا تو میں کسی بھی جنگی مہم سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں نکلتی ہے، لیکن نہ تو میرے پاس اتنی گنجائش ہے کہ میں سب لوگوں کو سواریاں فراہم کروں اور نہ ان لوگوں کے پاس اتنی گنجائش ہے وہ بھی میرے ساتھ آئیں اور نہ ہی وہ لوگ اس بات پر خوش ہوں گے کہ وہ لوگ مجھ سے پیچھے رہ جائیں اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے میری یہ خواہش تھی کہ میں اللہ کی راہ میں جنگ میں حصہ لیتا اور مجھے شہید کر دیا جاتا پھر میں جنگ میں حصہ لیتا پھر مجھے شہید کر دیا جاتا۔

شرح

اس ارشاد گرامی سے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت کا اظہار ہوتا ہے وہیں یہ بات بھی

واضح رہتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کفار سے جتنی بھی جنگیں ہوئیں آپ چند کے علاوہ اور سب میں بغیر شریک کیوں نہ ہوئے۔ چنانچہ آپ نے اس کی علت بیان فرمائی کہ میں کفار سے جنگ کرنے کے لئے جانے والے ہر لشکر پر فوج میں اس لئے شریک نہیں ہوتا کہ اگر میں جنگ میں شریک ہونے کے لئے ہر لشکر کے ہمراہ جاؤں تو یقیناً وہ بہت سے مسلمان جو دار اور بے سرو سامان ہونے کی وجہ سے اپنی سواری نہیں رکھتے جنگ میں شریک ہونے سے محروم بھی رہ جائیں گے اور میری جدائی کا غم بھی اٹھائیں گے۔ اور خود میں اتنی سواریوں کا انتظام کرنے پر قادر نہیں ہوں کہ ان پر سب مسلمانوں کو سوار کر کے اپنے ہمراہ لے جاؤں، اس لئے اگر مجھے یہ لحاظ نہ ہو کہ بہت سے مسلمان جنگ میں شریک ہونے سے محروم رہ جانے اور پھر مجھ سے جدا ہو جانے کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہوں گے اور وہ اس کا بہت زیادہ غم محسوس کریں گے تو میرے اندر جہاد کا جذبہ اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے کا شوق اتنا زیادہ ہے کہ میں کسی بھی لشکر کے ہمراہ جانے سے باز نہیں رہتا چاہتا اور اس بات کو بہت زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں بار بار زندہ کیا جاؤں اور ہر بار اللہ کی راہ میں مارا جاؤں۔

مجاہد کی مثال نفعی عبادت والے کی طرح ہونے کا بیان

2754 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآهْوُ كَرِيمٌ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَضْمُونٌ عَلَى اللَّهِ إِمَّا أَنْ يُكَفِّتَهُ إِلَى مَغْفِرَتِهِ وَرَحْمَتِهِ وَإِمَّا أَنْ يَرْجِعَهُ بِأَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ وَمَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الَّذِي لَا يَقْتَرُ حَتَّى يَرْجِعَ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ضمانت ہے کہ وہ اسے یا تو اپنی مغفرت اور رحمت کی طرف لے جائے گا یا اجر اور مال غنیمت کے ساتھ اس کے گھر واپس لوٹائے گا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال نفعی روزے رکھنے والے اور نوافل ادا کرنے والے کی مانند ہے جو انہیں منقطع نہیں کرتا (اور یہ عمل اس وقت تک شمار ہوتا ہے) جب تک وہ (جنگ سے) واپس نہیں آ جاتا۔“

شرح

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی پہاڑی کے درہ میں سے گزرے جس میں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا تو وہ چشمہ ان کو بہت اچھا لگا وہ کہنے لگے کہ کاش میں لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لوں اور اس درے میں آ رہا؟ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرنا کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا اللہ کی راہ یعنی جہاد میں قیام کرنا اس کا گھر میں ستر برس نماز پڑھنے سے بہتر ہے کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کامل طور پر بخش دے۔

اور تمہیں ابتداء ہی میں جنت میں داخل کر دے اللہ کی راہ میں جہاد کرو کیونکہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کے فواق کے بقدر یعنی تھوڑی دیر کے لئے بھی جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم، رقم الحدیث، 944)

ستر برس سے تحدید مراد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے چنانچہ یہ ارشاد گرامی اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ حدیث (مقام الرجل فی الصف فی سبیل اللہ افضل عند اللہ من عبادہ الرجل ستین سنہ)۔ کسی شخص کا اللہ کی راہ میں دشمن کے مقابلہ پر صرف میں کھڑا ہونا اللہ کے نزدیک کسی شخص کی ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ "اس حدیث کے ظاہری ملبوم سے چونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے گوشہ گزینی اختیار کرنے اور جنگل و کوہستان میں عبادت الہی میں مشغول رہنے سے بخشش و مغفرت حاصل نہیں ہوتی اس لئے علماء اس ارشاد گرامی کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ چونکہ اس زمانے میں جہاد واجب تھا۔ اور کسی لفل کے لئے واجب کو ترک کرنا گناہ ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ ان صحابی پر گویا یہ واضح کیا کہ اگر تم نے دنیا اور دنیا والوں سے ترک تعلق کر کے اس پہاڑی درے میں گوشہ گزینی اختیار کی۔

اور اگرچہ اس کا مقصد محض مکمل تنہائی و خلوت میں اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا ہو تو اس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ تم ان بہت سی سعادتوں اور فضیلتوں سے محروم رہ جاؤ گے جو دنیا والوں کے درمیان رہ کر دینی فرائض و ذمہ داریوں کو انجام دینے کی صورت میں حاصل ہوتی ہیں بلکہ تمہارا یہ لفل عمل ایک واجب عمل اور ایک اہم دینی فریضہ یعنی جہاد کے ترک کا باعث بھی ہوگا جس سے تم گنہگاروں کے زمرے میں شامل ہو جاؤ گے۔ علاوہ ازیں جیسا کہ ترجمہ میں واضح کیا گیا ہے اس ارشاد گرامی سے کامل مغفرت اور ابتداء جنت میں جانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے پر معمول کیا جاسکتا ہے۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کے درمیان رہنا گوشہ گزینی سے افضل ہے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت نشان میں تو یہ انضیلت کہیں زیادہ تھی البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کبھی کبھی گوشہ گزینی ہی کو فضیلت حاصل ہوتی ہے جب کہ لوگوں کے درمیان رہنے سے فتنہ و شر کے غلبہ کا خوف ہو۔

بَابُ فَضْلِ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح و شام کرنے کی فضیلت میں ہے

2755 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ

أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔"

2756- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

•• حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح یا شام گزار دینا دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہے۔“

2757- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَبَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ أَنَسٍ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغَدَاةٍ أَوْ رَوْحَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح یا شام گزارنا دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے۔“

شرح

مطلب یہ ہے کہ جہاد میں ایک دن کی لئے بھی چوکیداری جیسی معمولی خدمت کو انجام دینا اس مال سے بہتر ہے جو اللہ کے نام پر خرچ کیا جائے، یا یہ مطلب ہے کہ جہاد میں محض ایک دن کی چوکیداری کے عوض جو اجر ملے گا وہ دنیا کی چیزوں سے کہیں زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ایک صبح کے لئے ایک شام کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد جہاد کی غرض سے دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)“

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص محض ایک صبح کے لئے ایک شام کے لئے بھی جہاد میں شریک ہو تو اس پر اس کو جو اجر ملے گا اور اس کی جو فضیلت حاصل ہوگی وہ دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی تمام نعمتیں فنا ہو جانے والی ہیں اور آخرت کی نعمت باقی رہنے والی ہے۔

بَابُ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا

یہ باب ہے کہ جو شخص کسی غازی کو سامان فراہم کرے

2758- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

2756 اس روایت کو نقل کرنے میں امامان، جعفر و یونس۔

2757 اس روایت کو نقل کرنے میں امامان، جعفر و یونس۔

2758 اس روایت کو نقل کرنے میں امامان، جعفر و یونس۔

بْنِ الْهَادِ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَسْتَقِلَّ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ حَتَّى يَمُوتَ أَوْ يَرْجِعَ

•• حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص کسی غازی کو سامان فراہم کرے یہاں تک کہ وہ غازی تیار ہو جائے تو اس شخص کو اس غازی کی مانند اجر ملتا ہے، یہاں تک کہ وہ غازی فوت ہو جائے یا واپس آجائے۔“

2759- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِ الْغَازِي شَيْئًا

•• حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کسی غازی کو سامان فراہم کرے تو اس شخص کو بھی اس غازی کی مانند اجر ملتا ہے اور اس غازی کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔“

بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى

یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت میں ہے

2760- حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفَقُ الرَّجُلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٍ يُنْفِقُهُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

•• حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”سب سے زیادہ افضل دینار جسے کوئی شخص خرچ کرتا ہے وہ دینار ہے جسے آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے یا وہ دینار ہے جسے آدمی اللہ کی راہ میں کسی گھوڑے پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جسے اللہ کی راہ میں آدمی اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔“

شرح

حضرت خریم ابن قاتک کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں اپنے مال میں

سے جو کچھ بھی خرچ کرے گا اس کے لئے سات سو گنا ثواب لکھا جائے گا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص ۱۷۱، حدیث، ۹۹۲)

اللہ کی راہ میں اپنے مال و اسباب کو خرچ کرنے کا جو ثواب ہے اس کا ادنیٰ درجہ یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ جہاد میں خرچ کیا جائے ورنہ مال اپنے مالک کو سات سو گنا ثواب کا حقدار کرے گا ویسے یہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر موقوف ہے کہ وہ جس کو چاہے گا اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔ اور حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ اس خیر کا سایہ ہے جو اللہ کی راہ میں یعنی کسی مجاہد یا حاجی اور یا طالب علم دین وغیرہ کو دیا جائے۔

اور بہترین صدقہ وہ خادم ہے جو اللہ کی راہ میں (کلیۃ یا غاریۃ) دیا جائے اور بہترین صدقہ اللہ کی راہ میں ایسی اونٹنی کا دین ہے جو زر کی جفتی کے قابل ہو یعنی اللہ کی راہ میں ایسی اونٹنی کا دین یا نخل ہے جو زر کے ساتھ جفتی کی عمر کو پہنچ گئی ہے تاکہ وہ سواروں کے کام آ سکے۔ (ابو ترمذی، مشکوٰۃ، ص ۱۷۱، حدیث، ۹۹۲)

2761- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّانُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي قُتَيْبٍ عَنْ الْخَلِيلِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَبِي الثَّوْدَاءِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَعِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَرْسَلَ بِتَفَقُّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَقَامَ فِي بَيْتِهِ فَلَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَمَنْ غَزَا بِتَفَقُّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَانْفَقَ فِي وَجْهِ ذَلِكَ فَلَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ (وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ)

•• حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ثوراء رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ان تمام حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھجواتا ہے اور خود اپنے گھر میں مقیم رہتا ہے تو اسے ہر ایک درہم کے عوض میں سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں بذات خود جنگ میں حصہ لیتا ہے اور اس میں اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے تو اسے ہر ایک درہم کے عوض میں سات سو درہم کا ثواب ملے گا۔“

پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: ”اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اس کے لیے (اجر و ثواب) کئی گنا کر دیتا ہے۔“

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِ الْجِهَادِ

یہ باب جہاد نہ کرنے کی شدید مذمت میں ہے

2762- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ اللَّمَّارِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ

2761: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ہاشم ماجہ مفرد ہیں۔

2762: آخر جہاد اور دینی ”السنن“ رقم الحدیث: 2583

أَبَى أَمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَمْ يَغْزُ أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ أَصَابَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

•• حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص جنگ میں حصہ نہیں لیتا یا کسی غازی کو سامان فراہم نہیں کرتا یا غازی کی غیر موجودگی میں اس کے گھروالوں کا اچھے طریقے سے خیال نہیں رکھتا تو قیامت کے دن سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اسے شدید مصیبت لاحق کرے گا۔“

2763- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا أَبُو رَافِعٍ هُوَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ سُمَيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَفِيَ اللَّهُ وَلَيْسَ لَهُ أَثَرٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَفِيَ اللَّهُ وَلَيْسَ لَهُ ثَلَمَةٌ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کہ اس پر اللہ کی راہ میں (جہاد میں حصہ لینے کا) کوئی نشان نہ ہو تو جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس میں کوئی نہ کوئی نقص ہوگا۔“

بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْجِهَادِ

یہ باب ہے کہ جو شخص عذر کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہ لے سکے

2764- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ قَدْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَالَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لَقَوْمًا مَا يَسْرَتُمْ مِنْ مَسِيرٍ وَلَا قَطَعْتُمْ رَأْدِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ فِيهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ قَالَ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب غزوہ تبوک سے نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لائے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جو بھی سفر طے کیا اور جس جگہ سے گزرے وہ لوگ وہاں تمہارے ساتھ تھے۔“

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ لوگ مدینہ میں موجود تھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”وہ مدینہ میں موجود تھے لیکن وہ عذر کی وجہ سے (جہاد میں شرکت کے لیے) نہیں جاسکے۔“

2765- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ رَجَالًا مَا قَطَعْتُمْ وَاَدِیًّا وَلَا سَلَکْتُمْ طَرِیْقًا اِلَّا شَرِکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ
حَسَبَهُمُ الْعُذْرُ قَالَ اَبُو عَبْدٍ اللّٰهِ اَوْ کَمَا قَالَ کَتَبْتُهُ لَفْظًا

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم لوگوں نے جو بھی وادی پار کی اور جس بھی راستے پر چلے وہ لوگ اجر میں تمہارے ساتھ
حصہ دار ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو عذر کی وجہ سے نہیں آ سکے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یا شاید اس طرح راوی نے بیان کی ہے۔ میں یہ روایت ان ہی الفاظ میں نوٹ کی تھی۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض دوسرے وہ (مسلمان ہیں) جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا، انہوں نے نیک کاموں کو
دوسرے برے کاموں کے ساتھ ملا دیا، عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا
ہے۔ (الطہ: ۱۰۲)

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرمایا تھا جو جھوٹے بہانے تراش کر غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے۔ بعض
مسلمان بھی بغیر کسی سبب اور عذر کے غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے۔ لیکن انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے آ
کر اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور منافقوں کی طرح جھوٹے عذر پیش نہیں کیے اور انہوں نے یہ امید رکھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر
دے گا۔

امام ابو جعفر بن جریر طبری متونی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا
ہے کہ یہ دس مسلمان تھے جو غزوہ تبوک میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا۔ اور وہ ایسی جگہ تھی
جہاں سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گزرتے تھے۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو دیکھا تو فرمایا: یہ کون لوگ ہیں
جنہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھا ہوا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ ابولبابہ اور ان کے اصحاب ہیں جو آپ
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے۔ یہ اس وقت تک بندھے رہیں گے جب تک آپ (صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم) ان کا عذر قبول کر کے ان کو نہیں کھولیں گے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں
اس وقت تک ان کو نہیں کھولوں گا اور ان کا عذر قبول نہیں کروں گا جب تک کہ اللہ ہی ان کو کھولنے کا حکم نہ دے۔ ان لوگوں نے مجھ
سے اعراض کیا اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں نہیں گئے۔

جب ان مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ہم خود اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ اللہ ہی ہمیں کھولے گا۔ تب اللہ
تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بعض دوسرے وہ (مسلمان ہیں) جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا۔ انہوں نے

نیک کاموں کو دوسرے برے کاموں کے ساتھ ملا دیا اور عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ چھ افراد تھے اور ان میں سے ایک حضرت ابولبابہ تھے۔ زید بن اسلم سے روایت ہے کہ جن مسلمانوں نے خود کو ستونوں سے باندھا تھا وہ آٹھ افراد تھے۔ ان میں کرم، مرداس اور ابولبابہ تھے۔ قتادہ سے روایت ہے کہ یہ سات افراد تھے۔ ان میں ابولبابہ بھی تھے لیکن وہ تین صحابہ (ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک) ان میں نہیں تھے۔ ضحاک نے روایت کیا ہے کہ یہ ابولبابہ اور ان کے اصحاب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی تھی اور ان کو کھول دیا تھا۔ مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ابولبابہ کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے بنو قریظہ کو اشارہ سے یہ بتایا تھا کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کہنے سے قلعہ سے نکل آئے تو وہ تم کو ذبح کر دیں گے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کو حلقوم پر رکھ کر اشارہ کیا تھا۔ امام ابو جعفر نے کہا: ان روایات میں اولیٰ یہ ہے کہ حضرت ابولبابہ نے غزوہ تبوک میں مسلمانوں کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھا تھا۔

(جامع البیان ج ۱۱ ص ۲۲-۱۹، ملخصاً: تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۴۳-۱۸۴۲)

بَابُ فَضْلِ الرِّبَاطِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دینے کی فضیلت میں ہے

2786- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ خَطَبَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ النَّاسَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ حَدِيثًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ بِهِ إِلَّا الضَّنُّ بِكُمْ وَبِصَحَابَتِكُمْ فَلْيَخْتَرُوا مِنْ خَلْقِهِمْ أَوْ لِيَدْعُ سَمِيعُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَابَطَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ كَانَتْ كَأَلْفِ لَيْلَةٍ صِيَامَهَا وَلِيَامَهَا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی ایک حدیث سن رکھی ہے، میں نے وہ حدیث تمہیں صرف اس وجہ سے نہیں سنائی کیونکہ میں تمہارے حوالے سے اور تمہارے ساتھ کے حوالے سے بخیل ہوں (یعنی مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر میں نے وہ حدیث سنائی تو تم لوگ مجھے چھوڑ کر جہاد اور سرحدوں پر پہرے کے لیے چلے جاؤ گے) اب آدمی کو اختیار ہے کہ وہ اسے اپنے لیے اختیار کر لے اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک رات پہرہ دیتا ہے تو یہ ایک ہزار دن کے فطری روزے رکھنے اور ایک ہزار راتوں کی عبادت کرنے کی مانند ہے۔“

2767- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ زُهْرَةَ ابْنِ مَعْبُدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَجْرِي عَلَيْهِ أَجْرُ عَمَلِهِ الصَّالِحِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ وَأَجْرِي عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَآمِنَ مِنَ الْفِتَنِ وَبَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آمِنًا مِنَ الْفَرْعِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائے تو وہ جو بھی نیک عمل کیا کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس نیک عمل کو جاری رکھے گا اور اسے آزمائش میں مبتلا کرنے والے دو افراد (یعنی منکر نکیر) سے محفوظ رکھے گا اور جب قیامت کے دن اسے اٹھائے گا تو اسے گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا۔“

2768- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَعْرَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْلَى السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ صُبْحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرِبَاطٍ يَوْمَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ وَرَاءِ غُورَةِ الْمُسْلِمِينَ مُحْتَسِبًا مِنْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ أَغْظَمُ أَجْرًا مِنْ عِبَادَةِ مِائَةِ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا وَرِبَاطٍ يَوْمَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ وَرَاءِ غُورَةِ الْمُسْلِمِينَ مُحْتَسِبًا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ الْفَضْلُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَغْظَمُ أَجْرًا أَرَاهُ قَالَ مِنْ عِبَادَةِ أَلْفِ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا فَإِنَّ رِذَّةَ اللَّهِ إِلَى أَهْلِهَا سَالِمًا لَمْ تُكْتَبْ عَلَيْهِ سِتَّةٌ أَلْفِ سَنَةٍ وَتُكْتَبُ لَهُ الْحَسَنَاتُ وَيُجْرَى لَهُ أَجْرُ الرِّبَاطِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

•• حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن پہرہ دینا جو مسلمانوں کی حفاظت کے لیے ہو اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے ہو اور رمضان کے مہینے کے علاوہ ہو تو یہ ایک سو سال کے نفلی روزے رکھنے اور نفلی قیام کرنے سے زیادہ اجر رکھتا ہے اور مسلمانوں کی حفاظت کے لیے ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن پہرہ دینا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک ہزار سال کے نفلی روزے رکھنے اور رات بھر نوافل ادا کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے، ایسے شخص کو اگر اللہ تعالیٰ اس کے گھر سلامتی کے ساتھ بھیج دے تو ایک ہزار سال تک اس کا کوئی گناہ لوٹ نہیں ہوگا اور اس کی نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور قیامت تک اسے پہرہ داری کا ثواب ملے گا۔“

بَابُ فَضْلِ الْحَرَسِ وَالتَّكْبِيرِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حفاظت کرنا (یعنی پہرہ دینا) اور تکبیر کہنا

2769- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَتَانَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ عُمَرَ

2767: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2768: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2769: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ حَارِسَ الْحَرَسِ
 حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والے (یعنی پہرہ داری کرنے والے) پر رحم کرے۔“

2770 - حَدَّثَنَا عِمْسَى بْنُ يُونُسَ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ شَابُورَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدِ بْنِ أَبِي
 الطَّوِيلِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَرَسٌ لَيْلَةٍ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ الْفَضْلُ مِنْ صِيَامٍ وَجُلٍّ وَفِيَّامِهِ فِي أَهْلِهِ آتَتْ سَنَةِ السَّنَةِ ثَلَاثَ مِائَةٍ وَبِشْرُونَ يَوْمًا وَالْيَوْمُ كَتَائِفُ سَنَةٍ
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
 ”اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک رات پہرہ دینا آدمی کے اپنے گھر میں ایک ہزار سال تک نفلی روزے رکھنے اور نوافل ادا
 کرنے سے افضل ہے، ایسا سال جس میں تین سو ساٹھ دن ہوں اور ہر ایک دن ایک ہزار سال کی مانند ہو۔“

شرح

حضرت عبداللہ بن حبشی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ نماز کے اعمال (ارکان) میں سے کونسا
 عمل (رکن) افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طویل قیام کرنا پوچھا گیا کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا مطلق و محتاج اپنے فقر
 و افلاس کے باوجود محنت و مشقت کر کے نکالے پوچھا گیا کون سی ہجرت بہتر ہے فرمایا اس شخص کی ہجرت میں جو اس چیز کو چھوڑ دے
 جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے یعنی اگرچہ ہجرت کے معنی دار الکفر کو چھوڑ کر دار السلام میں چلے جانا ہیں لیکن حرام چیزوں کو چھوڑ کر
 حلال چیزوں کو اختیار کرنا بھی ہجرت ہی کہلاتا ہے بلکہ یہی ہجرت بہتر ہے پوچھا گیا کون سا جہاد بہتر ہے فرمایا اس شخص کا جہاد (جو
 اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعہ مشرکین سے جہاد کرے پوچھا گیا جہاد میں کونسا مارا جانا بہتر ہے یعنی کون سا شہید افضل ہے فرمایا
 اس شخص کا مارا جانا جس کا خون بہایا جائے اور جس کے گھوڑے کی کوٹھیں کاٹی جائیں یعنی وہ شہید افضل ہے جو خود بھی مارا جائے اور
 اس کا گھوڑا بھی مارا جائے ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں کون سا
 عمل افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایمان جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو۔ وہ جہاد جس میں حاصل شدہ مال غنیمت
 کے بارے میں کسی طرح کی خیانت نہ کی گئی ہو اور حج مقبول پھر پوچھا گیا کہ نماز میں کون سی چیز افضل ہے؟ فرمایا قیام کو طویل کرنا
 اس کے بعد حدیث کے الفاظ ابوداؤد و نسائی نے یکساں نقل کئے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث، 947)

جو اپنے جان اور مال کے ذریعہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہی جہاد افضل ہے جس میں مجاہد نے اپنا مال و اسباب اور اپنا روپیہ
 پیسہ بھی اپنے اور دوسرے مجاہدین کی ضروریات جہاد میں صرف کیا ہو اور میدان جنگ میں اپنی جان کو بھی پیش کیا ہو یہاں تک کہ زخمی
 ہوا اور مارا گیا افضل اعمال کے سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ احادیث میں افضل اعمال کے تعین و بیان کے سلسلے میں مختلف
 ارشاد منقول ہیں کہیں عمل کو افضل فرمایا گیا ہے اور کہیں کسی عمل کو اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل عمل کے

بارے میں کئے جانے والے سوالات کے جوابات سائل کی حیثیت اور اس کے احوال کے مناسب ارشاد فرمائے پتا چاہے جس سائل میں تکبر و ورستی کے آثار دیکھے اس کو جواب دیا کہ سب سے بہتر عمل تواضع و نرم خوئی ہے جیسے سلام کو ظاہر کرنا اور نرم کرنا جس سے سائل میں بخل اور محنت کے آثار پائے۔

اس سے فرمایا کہ سب سے بہتر عمل سخاوت ہے جیسے محتاجوں اور فقیروں کو کھانا کھانا وغیرہ اسی طرح جس سائل میں عبادت کے معاملے میں سستی کے آثار پائے اس کو جواب دیا کہ سب سے بہتر عمل تہجد کی نماز ہے غرضیکہ جس سائل کو جس حالت میں پایا اس کا جواب اسی کے مناسب حال دیا، اس اعتبار اعمال کی انصافیت کی مراد گویا درحقیقت سائل کے حق میں ہے کہ مثلاً جس سائل میں بخل و محنت کی خصلتیں تھیں اس کے حق میں سب سے بہتر عمل سخاوت ہی تھا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جس موقع پر جس عمل کو سب سے بہتر عمل فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ عمل افضل اعمال میں سے ایک افضل عمل ہے۔

2771- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَسَمَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ جُلِيَ أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالتَّكْوِينِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا۔

”میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبر کہنے کی تلقین کرتا ہوں۔“

بَابُ الْخُرُوجِ فِي التَّغْيِيرِ

یہ باب جہاد میں شریک ہونے کے لیے نکلنے میں ہے

2772- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَرَّغَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَوَلَاءَهُ فَنُتِلَفُوا قَبْلَ الصُّرُوفِ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مَسَّاهُمْ إِلَى الصُّوفِ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لَا يَبِي طَلْحَةَ عُرِي مَا عَلَيْهِ سَرَجٌ فِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَنْ تَرَاعُوا بِرُؤْثِهِمْ ثُمَّ قَالَ لِلْفَرَسِ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ قَالَ حَمَّادٌ وَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ أَوْ غَيْرُهُ قَالَ كَانَ لِرَسُولِ لَا يَبِي طَلْحَةَ يَصْطَلِحُ فَمَا مَبْقَى بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ

••• ثابت نامی راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات ذکر کرتے ہیں: (ان کے سامنے) نبی

اکرم ﷺ کا ذکر کیا گیا تو وہ بولے نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ نئی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

2771: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 3445

2772: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحديث: 2820، رقم الحديث: 2808، رقم الحديث: 2804، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحديث: 5961

5961: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1687

ایک مرتبہ رات کے وقت اہل مدینہ خوف زدہ ہو گئے (کہ شاید دشمن نے حملہ کر دیا ہے) جب لوگ اس طرف گئے جہاں سے آوازیں آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں تو سامنے سے نبی اکرم ﷺ آتے ہوئے ملے آپ ﷺ لوگوں سے پہلے ہی اس آواز کی طرف چلے گئے تھے آپ ﷺ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی برہنہ پیٹھ پر سوار تھے جس پر کوئی زین نہیں پڑی ہوئی تھی نبی اکرم ﷺ کی گردن میں تلواریں اور آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے اے لوگو! تم لوگ ڈرو نہیں آپ ﷺ نے انہیں واپس جانے کے لیے کہا پھر آپ ﷺ نے گھوڑے کے بارے میں فرمایا ہم نے اسے سمندر پایا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) یہ سمندر ہے۔

حداد نامی راوی کہتے ہیں: ثابت نامی راوی اور دیگر حضرات نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں وہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا تھا جو پیچھے رہ جاتا تھا لیکن اس دن کے بعد کوئی اس سے آگے نہیں نکل سکا۔

2773- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بَكَّارٍ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ بَسْرِ بْنِ أَبِي أَرْطَاةَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَفْرُغْتُمْ فَأَنْفِرُوا

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب تمہیں (جہاد کے لیے) نکلنے کے لیے کہا جائے تو تم لوگ نکل پڑو۔

2774- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَذُخَانٌ جَهَنَّمَ فِي جَوْفِ عَبْدٍ مُسْلِمٍ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ کی راہ میں غبار اور جہنم کا دھواں ایک مسلمان بندے کے پیٹ میں جمع نہیں ہوں گے۔

2775- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ شَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاحَ رَوْحَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَانَ لَهُ بِمِثْلِ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْغُبَارِ يَسْكَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں روانہ ہوتا ہے تو جتنا بھی غبار اسے لاحق ہوتا ہے قیامت کے دن اتنی ہی مشک اسے نصیب ہوگی۔“

2773: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2774: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1633، ورم الحدیث: 2311، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2107، ورم الحدیث: 3108

2775: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

باب فضل غزو البحر

یہ باب بحری جنگ کی فضیلت میں ہے

2776- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ حَبَّانَ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ أَنَّهَا قَالَتْ نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي لَمْ أَسْتَيْقِظْ يَتَسَمُّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَضْحَكَكَ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ بِرَكْبُونَ ظَهَرَ هَذَا الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَمِيرَةِ قَالَتْ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ لَفَعَلَ مِثْلَهَا ثُمَّ قَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا فَاجَابَهَا مِثْلَ جَوَابِهِ الْأَوَّلِ قَالَتْ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ قَالَ فَعَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيَةَ أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ غَزَائِهِمْ قَالَتَيْنِ قَتَلُوا الشَّامَ فَقَرَّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةً لَتَرْكَبَ فَصَرَ عَنْهَا فَمَاتَتْ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی خالہ سیدہ ام حرام کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ خاتون بیان کرتی ہیں ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے قریب ہی سو گئے جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ مسکرارہے تھے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اس سمندر کی پشت پر یوں سوار تھے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر ہوتے ہیں تو اس خاتون نے عرض کی: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر دے۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعا کی پھر آپ ﷺ دوسری مرتبہ سو گئے پھر ایسا ہی ہوا اس خاتون نے وہی سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو وہی جواب دیا: جو پہلے دیا تھا اس خاتون نے عرض کی: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پہلے والوں میں شامل ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ خاتون اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنگ میں حصہ لینے کے لیے گئی یہ وہ پہلی جنگ تھی جس میں حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان سمندری سفر پر نکلے تھے جب یہ لوگ اس جنگ سے واپس آئے تو یہ شام کے ساحل پر اترے اس خاتون کے سامنے جانور پیش کیا گیا تا کہ وہ اس پر سوار ہوں تو وہ اس سے گر پڑیں اور ان کا انتقال ہو گیا۔

2777- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَادَةَ

2776: 'اخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2799، رقم الحديث: 2800، رقم الحديث: 2877، رقم الحديث: 2878، رقم الحديث: 2884، رقم الحديث:

2895، 'اخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4812، رقم الحديث: 4813، 'اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2498، رقم الحديث: 2492، 'اخرجه الترمذی فی

"السنن" رقم الحديث: 3172

2777: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غَزْوَةٌ فِي الْبَحْرِ مِثْلُ عَشْرِ غَزَوَاتٍ فِي الْبَرِّ وَالَّذِي يَسْتَدِرُّ فِي الْبَحْرِ كَالْمَتَشِيعِ فِي دَمِيهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مُبَحَّاتُهُ

•• حضرت ابوورداء رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”سمندر میں ایک جنگ میں حصہ لینا خشکی کی دس جنگوں کی مانند ہے اور جس شخص کا سمندری سفر کے دوران سرچکراتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خون میں لت پت ہونے کی مانند ہے۔“

2718- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْجُبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا عُفَيْرُ بْنُ مَعْدَانَ الشَّامِيُّ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ شَهِيدُ الْبَحْرِ مِثْلُ شَهِيدِ الْبَرِّ وَالْمَانِدُ فِي الْبَحْرِ كَالْمَتَشِيعِ فِي دَمِيهِ فِي الْبَرِّ وَمَا بَيْنَ الْمَوْجَتَيْنِ كَقَاطِعِ الدُّنْيَا فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَلَّ مَلَكَ الْمَوْتِ يَقْبِضُ الْأَرْوَاحَ إِلَّا شَهِيدَ الْبَحْرِ فَإِنَّهُ يَتَوَلَّى قَبْضَ أَرْوَاحِهِمْ وَيَغْفِرُ لِشَهِيدِ الْبَرِّ الذُّنُوبَ كُلَّهَا إِلَّا الذَّنِينَ وَلِشَهِيدِ الْبَحْرِ الذُّنُوبَ وَالذَّنِينَ

•• حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”سمندری جنگ میں شہید ہونے والا خشکی کے دو شہیدوں کی مانند ہے اور جس شخص کا سمندر میں سرچکراتا ہو وہ خشکی میں خون میں لوٹ پوٹ ہونے کی مانند ہے اور جو شخص دو موجوں کے درمیان ہو وہ اس کی مانند ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے پوری دنیا کا سفر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو روح قبض کرنے کے لیے مقرر کیا ہے، صرف سمندری جنگ میں شہید ہونے والے کا حکم مختلف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ارواح خود قبض کرتا ہے، اللہ تعالیٰ خشکی کے شہید کے تمام گناہوں کی مغفرت کرتا ہے صرف قرض کی نہیں کرتا لیکن سمندری شہید کے تمام گناہوں اور قرض کی بھی مغفرت کر دیتا ہے۔“

شرح

ام حرام سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریا و سمندر کے سفر میں جس شخص کا سر گھومنے لگے اور اس کی وجہ سے اس کو تے ہو تو اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا اور جو شخص سفر کے دوران دریا میں ڈوب جائے تو اس کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث، 953)

ان دونوں کو شہید کا ثواب اس صورت میں ملے گا جب کہ وہ جہاد کے لئے طلب علم اور حج جیسے مقاصد کے لئے کشتی وغیرہ کے ذریعہ دریا و سمندر میں سفر کر رہا ہو، نیز اگر اس کے سفر کا مقصد تجارت ہو اور اس تجارت کی غرض اپنے جسم کو زندہ و طاقتور رکھنا اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت زندگی کو پورا کرنا ہو اور وہ تجارت اس دریائی سفر کے بغیر ممکن الحصول نہ ہو تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

بَابِ ذِكْرِ الدَّيْلِمِ وَالْفَضْلِ قَزْوِينَ

یہ باب دایلم کا تذکرہ اور قزوین کی فضیلت میں ہے

2779- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ

بْنُ هَارُونَ ح وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنِيرِ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ كُلُّهُم عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلِكُ جَبَلَ الدَّيْلِمِ وَالْقُسْطَنْطِينِيَّةَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”اگر دنیا ختم ہونے میں صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والا ایک فرد دایلم کے پہاڑ اور قسطنطنیہ کا مالک بن جائے گا۔“

2780- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ الْمُحَبَّرِ الْبَاهِلِيُّ عَنْ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبَانَ عَنْ

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْآفَاقُ وَتُفْتَحُ عَلَيْكُم مَدِينَةُ يُقَالُ لَهَا قَزْوِينَ مَن رَاطَطَ فِيهَا أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً كَانَ لَهُ فِي الْجَنَّةِ عَمُودٌ مِّنْ ذَهَبٍ عَلَيْهِ زَبَرٌ جَدَّدَ حَضَرَاءُ عَلَيْهَا قُبَّةٌ مِّنْ يَاقُوتٍ حَمْرَاءَ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ مِصْرَاعٍ مِّنْ ذَهَبٍ عَلَى كُلِّ مِصْرَاعٍ زَوْجَةٌ مِّنَ الْخُورِ الْعَيْنِ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”عنقریب تمہارے لیے دور دراز کے علاقے فتح ہو جائیں گے، تمہارے لیے ایک شہر فتح کیا جائے گا جس کا نام قزوین ہوگا جو فicus وہاں چالیس دن یا چالیس راتوں تک سرحد کی حفاظت کرتا رہے گا تو اسے جنت میں سونے کا ایک ستون ملے گا جس پر ہزر رنگ کا زبرد لگا ہوا ہوگا، اس پر سرخ یا قوت کا بنا ہوا قبہ ہوگا، اس کے سونے سے بنے ہوئے ستر ہزار کواڑ ہوں گے اور ہر کواڑ کے پاس ”حور عین“ سے تعلق رکھنے والی ایک بیوی ہوگی۔“

بَابِ الرَّجُلِ يَغْزُو وَلَهُ ابْوَان

یہ باب ہے کہ آدمی کا جہاد میں حصہ لینا جبکہ اس کے ماں باپ موجود ہوں

2781- حَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الرَّقِّي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّائِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ

2779: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2780: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2781: أخرجه النسائي في "المسنن" رقم الحديث: 3184

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ السَّلَمِيِّ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ ابْتِغَاءَ بَذْلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالْآزَارِ الْآخِرَةِ قَالَ وَيَحَكَ أُمَّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَرْجِعْ فَبَرِّهَا ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخِرِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ ابْتِغَاءَ بَذْلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالْآزَارِ الْآخِرَةِ قَالَ وَيَحَكَ أُمَّكَ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَارْجِعْ إِلَيْهَا فَبَرِّهَا ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنْ أَمَامِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ ابْتِغَاءَ بَذْلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالْآزَارِ الْآخِرَةِ قَالَ وَيَحَكَ أُمَّكَ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَيَحَكَ الزَّمْ رِجْلَهَا فَتَمَّ الْجَنَّةُ

• حضرت معاویہ بن جاہمہ سلمیؓ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے آخرت کے حصول کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں حصہ لینا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا استیانس ہو کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(راوی کہتے ہیں) پھر میں دوسری طرف سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اللہ کی رضا اور آخرت کے حصول کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں حصہ لینا چاہتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا استیانس ہو کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو پھر میں سامنے کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے حصول کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں حصہ لینا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا استیانس ہو کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا استیانس ہو تم ان کے قدموں میں رہو وہیں جنت ہے۔

2781 م۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّالُ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ عَنْ أَبِيهِ طَلْحَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ السَّلَمِيِّ أَنَّ جَاهِمَةَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَذَّكَرَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ مَاجَةَ هَذَا جَاهِمَةُ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ مُرْدَاسِ السَّلَمِيِّ الَّذِي عَاتَبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ

• حضرت معاویہ بن جاہمہ سلمیؓ کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ جاہمہ بن عباس بن مرداس سلمیؓ وہ شخص ہے جس نے غزوہ حنین کے دن نبی اکرم ﷺ پر ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

2782 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ عُمَرَ لَأَنِّي رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي جِئْتُ أُرِيدُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَهِي وَجْهَ اللَّهِ وَالْأَازِلَ الْأَيُّورَةَ وَلَقَدْ أَتَيْتُكَ وَإِنَّ وَالِدِي لَيَبْكِيَانِ قَالَ لَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاصْبِرْ لَهُمَا كَمَا أَهْمَتَهُمَا

• • • حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے حصول کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں حصہ لینا چاہتا ہوں میں آگیا ہوں حالانکہ میرے والدین دونوں رورہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان کے پاس واپس جاؤ اور انہیں ہنسناؤ جس طرح تم نے انہیں پہلے رلایا ہے۔

بَابُ النِّيَّةِ فِي الْقِتَالِ

یہ باب جنگ میں نیت کرنے کے بیان میں ہے :

2783- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ فَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ حِمِيَّةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِيَتَكُونَ كَلِمَةً اللَّهُ هِيَ الْعُلَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

• • • حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو شخص بہادری دکھانے کے لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے یا جو حییت کی وجہ سے جنگ میں حصہ لیتا ہے یا جو دکھاوے کے لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سر بلند ہو وہ اللہ کی راہ میں شمار ہوتا ہے۔

2784- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُقْبَةَ عَنْ أَبِي عُقْبَةَ وَكَانَ مَوْلَى لَأَهْلِ فَارِسَ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقُلْتُ خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغَلَامُ الْفَارِسِيُّ فَبَلَّغْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا قُلْتَ خُذْهَا وَأَنَا الْغَلَامُ الْآنَصَارِيُّ

• • • عبدالرحمن بن ابوعقبہ حضرت ابوعقبہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں غزوہ احد کے دن نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا، میں نے مشرکین سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو مار دیا، میں نے اس سے کہا: تم میری طرف سے یہ وار سنہالو، میں ایک ایرانی

2782: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2528 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4174

2783: أخرجه البخاري في "الصحیح" رقم الحديث: 2818 ورقم الحديث: 3126 أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 4896 ورقم الحديث:

4897 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2517 ورقم الحديث: 2518 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1848 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث:

لو جوان ہوں، جب اس بات کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 "تم نے یہ کیوں نہیں کہا، اس وار کو میری طرف سے سنبھالو، میں ایک انصاری لڑکا ہوں۔"

2785- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا حَمَّوَةُ أَخْبَرَنِ ابْنُ أَبِي هَالِيَةَ أَنَّهُ سَمِعَ
 أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُلَيْيَّ يَقُولُ إِنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا
 مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُصِيبُوا غَنِيمَةً إِلَّا تَعَجَّلُوا ثَلَاثِي أَجْرِهِمْ فَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً تَمَّ لَهُمْ أَجْرُهُمْ
 •• حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

جو غازی اللہ کی راہ میں جہاد میں حصہ لیتے ہیں انہیں مال غنیمت حاصل ہوتا ہے تو ان کا دو تہائی اجر انہیں دنیا میں ہی مل
 جاتا ہے اور اگر ان لوگوں کو مال غنیمت حاصل نہیں ہوتا تو پھر انہیں مکمل اجر (آخرت میں) حاصل ہوگا۔

اعمال کے بدلے میں دنیا یا آخرت کی قیمت کا بیان

وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا، وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا، وَسَجِزَى الشَّاكِرِينَ (آل
 عمران، ۱۴۵)

اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں، اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے
 دے دیتے ہیں، اور ہم منقریب شکر گزاروں کو صلہ دیں گے۔

من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منها یعنی جو شخص اپنے عمل کا دنیوی بدلہ چاہتا ہے ہم دنیا میں ہی اس کو اپنی مشیت کے مطابق جو
 کچھ ہم نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے دیدیتے ہیں اس آیت میں ان لوگوں پر تعریف ہے جو مال غنیمت کی طرف راغب ہو کر جہاد
 سے غافل ہو گئے تھے۔ و من یرد ثواب الاخرۃ نؤتہ منها اور جو اپنے عمل سے آخرت کے ثواب کا خواستگار ہوگا ہم آخرت کا
 ثواب اس کو دیں گے۔

و سَجِزَى الشَّاكِرِينَ اور شکر گزاروں کو یعنی ثابت قدم رہنے والوں کو ضرور جزا دیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ شاید اس فقرہ
 سے یہ مراد ہے کہ جو شخص اپنے عمل سے صرف شکر گزار ہونے کا طلب گار ہو نہ اس کے پیش نظر ثواب دنیا ہو نہ ثواب آخرت تو اللہ
 اس کو ایسی عظیم الشان جزا دے گا جس کا اندازہ کوئی عقل نہیں کر سکتی نہ کسی فہم کی رسائی وہاں تک ہو سکتی ہے اور یہ جزا صرف ذات
 باری ہے۔ اجزا کو مبہم رکھنا (اور تعین کے ساتھ کسی خاص قسم کے ثواب کا ذکر نہ کرنا) بتا رہا ہے کہ جزاء غیر معروف ہے انسان کی عقل
 اس کو نہیں جان سکتی۔

قاموس میں ہے شکر کا معنی ہے احسان کو پہچاننا اور اس کو پھیلانا حضرت انس بن مالک راوی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس
 کی نیت طلب آخرت کی ہو اللہ اس کے دل میں دنیا کی طرف سے بے نیازی پیدا کر دیتا ہے اور اس کی پریشانی کو جمع کر دیتا ہے اور

2785: أخرجه مسلم في "المعجم" رقم الحديث: 4000، و رقم الحديث: 4010، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2097، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث:

دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔
اور جس کی نیت طلب دنیا کی ہو اللہ محتاجی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اس کی جمعیت (خاطر) کو پراگندہ بنا دیتا ہے
اور دنیا میں سے اس کو اتنا ہی ملتا ہے جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے۔ (تفسیر زاد المعاد، سورہ آل عمران، بیروت)

نیت کے معنی و مطلب کا بیان

قاموس میں ہے کہ نیت کا معنی ہے ارادہ کرنا یا کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کسی کام کی طرف دل کو متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے۔ (مرقات، ج ۱، ص ۴۰، مکتبہ امدادیہ ملتان)
علامہ ابن نجیم المصری النجفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں اعمال سے پہلے "حکم" مضاف مقدر مانیں گے اور معنی یہ ہوگا کہ عمل کی قبولیت یا مردودیت کا حکم نیت کے ساتھ ہے یعنی اگر نیت اچھی ہے تو نیک عمل مقبول باعث ثواب ہوگا اور اگر نیت بری ہوئی تو عمل مردود باعث عذاب ہوگا۔ (۱۸ شاہ)

نیت کی اہمیت

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب برہان، باب کیف کان بدہا، ص ۱۸۷)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال کا ثواب نیت پر ہی ہے بغیر نیت کسی عمل پر ثواب کا اشتقاق (یعنی حق) نہیں۔ اعمال عمل کی جمع ہے اور اس کا اطلاق اعضاء، زبان اور دل تینوں کے افعال پر ہوتا ہے اور یہاں اعمال سے مراد اعمال صالحہ (یعنی نیک اعمال) اور منہاج (یعنی جائز) افعال ہیں۔ اور نیت لغوی طور پر دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں اور شرعاً عبادت کے ارادے کو نیت کہا جاتا ہے۔ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔

- (۱) مقصودہ: جیسے نماز، روزہ کہ ان سے مقصود حصول ثواب ہے انہیں اگر بغیر نیت ادا کیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ ان سے مقصود ثواب تھا اور جب ثواب مفقود ہو گیا تو اس کی وجہ سے اصل شے ہی ادا نہ ہوگی۔
- (۲) غیر مقصودہ: وہ جو دوسری عبادتوں کے لئے ذریعہ ہوں جیسے نماز کے لئے چلنا، وضو، غسل وغیرہ۔ ان عبادت غیر مقصودہ کو اگر کوئی نیت عبادت کے ساتھ کریگا تو اسے ثواب ملے گا اور اگر بلا نیت کریگا تو ثواب نہیں ملے گا مگر ان کا ذریعہ یا وسیلہ بننا اب بھی درست ہوگا اور ان سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ (ماخوذ از نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ایک عمل میں جتنی نیتیں ہوں گی اتنی نیکیوں کا ثواب ملے گا، مثلاً محتاج قرأت دار کی مدد کرنے میں اگر نیت فقط لوجہ اللہ (یعنی اللہ عز و جل کے لئے) دینے کی ہوگی تو ایک نیت کا ثواب پائے گا اور اگر صلہ رحمی کی نیت بھی کرے گا تو دو ہر ثواب پائے گا۔ (احمد المصنعات، ج ۱، ص ۱۸۷) اسی طرح مسجد میں نماز کے لئے جانا بھی ایک عمل ہے اس میں بہت سی نیتیں کی جاسکتی ہیں، امام اہلسنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فتاویٰ رضویہ جلد ۵ صفحہ ۶۷۳ میں اس کے لئے چالیس نیتیں بیان کیں اور

فرمایا: "بے شک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ)

بلکہ مباح کاموں میں بھی اچھی نیت کرنے سے ثواب ملے گا، مثلاً خوشبو لگانے میں اتباع سنت، تعظیم مسجد، فرحت دماغ اور اپنے اسلامی بھائیوں سینا پسند یہود و کفار کو دور کرنے کی نیتیں ہوں تو ہر نیت کا الگ ثواب ہوگا۔ (اشعۃ المہمات)

خلوص نیت

حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں مقیم تھے اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیار کردہ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے دل میں خیال آیا کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھے اس مسجد کا مَنَوَّلی (یعنی انتظام سنبھالنے والا) بنادیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اعتکاف میں اضافہ کر دیا اور اتنی کثرت سے نمازیں پڑھیں کہ ہمہ وقت نماز میں مشغول دیکھے جاتے۔ لیکن کسی نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔ ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ ایک مرتبہ آپ مسجد سے باہر آئے تو ندائے غیبی آئی۔ اے مالک! تجھے اب توبہ کرنی چاہیے۔ یہ سن کر آپ کو ایک سال تک اپنی خود غرضانہ عبادت پر شدید رنج و شرمندگی ہوئی اور آپ اپنے قلب کو ریا سے خالی کر کے خلوص نیت کے ساتھ ساری رات عبادت میں مشغول رہے۔

صبح کے وقت مسجد کے دروازے پر لوگوں کا ایک مجمع موجود تھا، اور لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے لہذا اسی شخص کو مَنَوَّلی بنادیا جائے اور تمام انتظامی امور اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

سارا مجمع اس بات پر متفق ہو کر آپ کے پاس پہنچا اور آپ کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے آپ سے عرض کی کہ ہم باہمی طور پر کئے گئے متفقہ فیصلے سے آپ کو مسجد کا مَنَوَّلی بنانا چاہتے ہیں۔ آپ علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ عز و جل کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ! میں ایک سال تک ریاکارانہ عبادت میں اس لیے مشغول رہا کہ مجھے مسجد کی تولیت حاصل ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا اب جبکہ میں صدق دل سے تیری عبادت میں مشغول ہوا تو تمام لوگ مجھے مَنَوَّلی بنانے آ پہنچے اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن میں تیری عظمت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو اب تولیت قبول کروں گا اور نہ مسجد سے باہر نکلوں گا۔ یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، باب چہارم، مذکر مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ)

اچھی نیت والوں کیلئے ثواب جہاد کا بیان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے اکثر شہداء بستر والے ہوں گے اور بہت سے میدان جنگ میں قتل والوں کی نیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

جہاد کی نیت اور عذر پائے جانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جتنا بھی (جہاد میں) چلے ہو اور تم نے جتنی وادیاں بھی عبور کی ہیں۔ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو (اس سب کے اجر میں) تمہارے ساتھ تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا مدینہ میں رہنے کے باوجود

(وہ اجر میں شریک تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مدینہ میں رہنے کے باوجود (وہ اجر میں شریک ہیں کیونکہ) انہیں عذر نے روک لیا تھا۔ (یعنی وہ جہاد میں نکلنے کی سعی نیت رکھتے تھے مگر عذر کی وجہ سے نہیں نکل سکے)۔ (بخاری)

عذر کی نیت میں سچائی کے سبب ثواب کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے کو مجاہد جیسا اجر ملتا ہے ایک قول یہ ہے کہ بالکل مجاہد کے برابر اجر ملتا ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے مجاہد کا اجر ملتا ہے لیکن بڑھا چڑھا کر نہیں۔ جبکہ مجاہد کو اس کا اجر بڑھا چڑھا کر ملتا ہے۔ (تفسیر قرطبی مختصراً)

اچھی نیت کے جہاد پر جانے کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک امراہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک آدمی مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی حیثیت دکھانے کے لئے لڑتا ہے ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو (طبعی) بہادری کی وجہ سے یا غیرت کی وجہ سے یا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے کہ ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ پس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے بارے میں پوچھا اور کہنے لگا ایک شخص اپنا غصہ نکالنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص (قوی) غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سر مبارک اٹھایا کیونکہ وہ کھڑا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے پس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

نیک نیت والے مجاہد کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے جہاد اور قتال کے بارے میں بتائیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو اگر تم نے ڈٹ کر اللہ کی رضا کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ اور اگر تم نے جہاد کیا ریاکاری اور مال بڑھانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ اے عبداللہ بن عمرو تم نے جس حال (یعنی نیت) پر قتال کیا یا مارے گئے اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت (اور نیت) پر اٹھائے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی، المسند رک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ

کرتا ہے۔ اور دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے (یعنی اس کی نیت جہاد کی بھی ہے اور مال کی بھی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں پر یہ بات بڑی بھاری گزری اور انہوں نے اس (سوال کرنے والے) شخص سے کہا جاؤ دوبارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو تم انہیں اپنی بات (صحیح طرح سے) سمجھا نہیں سکے۔ اس شخص نے (حاضر خدمت ہو کر) عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے۔ اور دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر پوچھو۔ اس نے تیسری بار پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ (ابوداؤد۔ ابن حبان۔ المسند رک)

شہرت کی نیت رکھنے والے کے اعمال ضائع ہو جانے کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا (یا رسول اللہ) آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو جہاد میں اجر کی بھی نیت رکھتا ہے اور اس بات کی بھی کہ لوگوں میں اس کا تذکرہ کیا جائے۔ ایسے شخص کو کیا اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسے شخص کے لئے کچھ (بھی اجر) نہیں۔ اس شخص نے یہی سوال تین بار دہرایا اور ہر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کچھ (بھی اجر) نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف ایسے خالص عمل کو قبول فرماتا ہے جو محض اس کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا۔ ایک شخص (جہاد میں) اجر بھی چاہتا ہے اور تعریف بھی (یعنی اس کی نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اجر ملے اور لوگ میرے جہاد اور میری بہادری کی تعریف کریں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے اگرچہ وہ اپنی تلوار سے اتلاڑے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

عمر بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا میں جہاد میں اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں اور اسی نیت سے لکھتا ہوں لیکن جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میری جنگ اور میری بہادری دیکھی جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر تو تم ریاکار آدمی ہو۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

مرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ ایسے افراد کا تذکرہ کیا جو اللہ کے راستے میں مارے گئے تھے، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں جیسا تم دیکھتے اور سمجھتے ہو (بلکہ) جب لشکر آپس میں ٹکراتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور ہر شخص کا مقام (اور مرتبہ) لکھا جاتا کہ فلاں دنیا کے لئے مارا گیا اور فلاں حکومت (اور عہدہ) کے پانے کے لئے مارا گیا فلاں لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے مارا گیا اور فلاں اللہ کی رضا کے لئے مارا گیا۔ پس جو شخص اللہ کی رضا کے لئے شہید ہوا اسی کے لئے جنت ہے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

ابو عبیدہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ گواہیاں دینے سے پرہیز کرو کہ فلاں فلاں شہید ہوئے (یعنی ہر کسی کو شہید کا لقب نہ دیا کرو) کیونکہ بعض لوگ قومی غیرت میں لڑتے ہیں۔ بعض لوگ بہادری کی وجہ سے لڑتے ہیں۔ (یعنی ان کی طبعی بہادری انہیں لڑنے پر مجبور کرتی ہے)۔ (یہ سارے لوگ جب مارے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی شہید نہیں ہوتا) لیکن میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بتاتا ہوں جن کی (شہادت) پر تم گواہی دے سکتے ہو ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا (اس لشکر کو روانہ ہوئے) زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارے بھائیوں کے مشرکوں کے ساتھ مقابلہ ہوا ہے اور وہ سارے شہید ہو چکے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اے ہمارے رب ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دیجئے کہ ہم راضی ہو چکے ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو چکا ہے اور میں (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا پیغام پہنچانے والا ہوں کہ بے شک وہ راضی ہو گئے اور ان کا رب ان سے راضی ہو گیا۔ (المسند رک)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ صحیح سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے وہ لوگ آپس میں اس لشکر کا تذکرہ کر رہے تھے جو اللہ کے راستے میں مارا گیا تھا ان میں بعض کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ (یعنی لشکر والے) اللہ کے کام کے لئے نکلے اور اس کے راستے میں مارے گئے یقیناً ان کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہو گیا ہے۔ کسی اور نے کہا ان کے انجام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور ان کو وہی کچھ ملے گا جس کی انہوں نے نیت کی ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو فرمایا تم لوگ کیا بات کر رہے ہو انہوں نے اپنی پوری بات چیت سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دنیا کے لئے لڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ریاکاری یعنی دکھلاوے کے لئے لڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن پر جنگ مسلط ہو جاتی ہے اور ان کے لئے لڑے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے لڑتے ہیں۔

یہی لوگ شہیداء ہیں اور ان میں سے ہر شخص قیامت کے دن اسی نیت پر اٹھایا جائے گا جس پر مرا تھا اور اللہ کی قسم کسی کو پتہ نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور ان میں سے کوئی ایسا شخص بھی نہیں جس کے بارے میں ہمیں بتا دیا گیا ہو کہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ المسند رک)

حصول غنائم کی نیت والے کے جہاد کا بیان

حضرت یعلیٰ بن مدیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔ میں بوڑھا آدمی تھا اور میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا۔ میں نے ایک مزدور ڈھونڈا جو جہاد میں میرے کام آ سکے اور میں اسے اپنے مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دے دوں چنانچہ مجھے ایک شخص مل گیا۔ جب روانگی کا وقت قریب ہوا تو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے کیا پتہ آپ کو کتنا حصہ ملے گا پھر اس میں میرا کتنا حصہ بنے گا آپ میرے لئے کچھ مقرر کر دیں۔ غنیمت میں حصہ ملے یا نہ ملے (مجھے میری مقرر مزدوری مل جائے) میں نے اس کے لئے تین دینار مقرر کر دیئے۔ جب مال غنیمت مل گیا تو میں نے اس کے لئے

حصہ نکالنا چاہتا تو مجھے تین دینار والی بات یاد آگئی۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا معاملہ پیش فرمایا (کہ اس آدمی کو تین دینار ہی دوں یا مال غنیمت میں سے بھی اسے حصہ دوں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تین دینار جو اس نے مقرر کئے تھے ان کے علاوہ اس شخص کے لئے اس جہاد میں کچھ بھی نہیں ہے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں (یعنی اسے صرف تین دینار ہی ملیں گے اجر یا غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا) (ابوداؤد۔ بیہقی۔ المسند رک)

ابوالجفاء السلمی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جہاد میں قتل ہونے یا انتقال کر جانے والوں کے بارے میں کہتے ہو کہ فلاں شخص مارا گیا وہ شہید ہے فلاں شخص کا انتقال ہوا وہ شہید ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اس شخص نے اپنی سواری کے پچھلے حصے پر سونا چاندی لاد رکھا ہو اور وہ تجارت کی نیت سے نکلا ہو اس لئے تم یہ نہ کہا کرو کہ فلاں شہید ہے بلکہ تم کہا کرو جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص (بھی) اللہ کے راستے میں مارا گیا یا اس کا انتقال ہوا وہ جنتی ہے۔

(المسند رک صحیح الاسناد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمرو بن اقیس کے نام جاہلیت کا کچھ سود تھا (جو لوگوں نے انہیں دینا تھا) چنانچہ انہوں نے یہ سود وصول کرنے سے پہلے اسلام قبول کرنے کو اچھا نہ سمجھا یہاں تک کہ احد کی لڑائی کا دن آ گیا انہوں نے لوگوں سے پوچھا میرے چچا زاد بھائی کہاں ہیں لوگوں نے کہا وہ احد کی لڑائی میں گئے ہیں انہوں نے پوچھا فلاں آدمی کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا وہ بھی غزوہ احد میں گیا ہے انہوں نے کچھ اور لوگوں کے بارے میں پوچھا تو وہی جواب ملا۔ یہ سکر انہوں نے زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں نے جب انہیں (میدان جنگ میں اپنے ساتھ) دیکھا تو کہنے لگے اے عمرو ہم سے دور رہو۔ انہوں نے کہا میں ایمان لا چکا ہوں پھر وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخمی ہو گئے اور اٹھا کر گھر لائے گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جوان کے رشتے دار تھے) تشریف لائے اور انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے کہا ان سے پوچھو کہ قومی غیرت کی وجہ سے نکلے یا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کھا کر نکلے تھے؟ انہوں نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کھا کر نکلا تھا۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ انہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی (ابوداؤد۔ المسند رک) (یعنی درست نیت سے انہوں نے جہاد جیسا عظیم عمل سرانجام دیا اور کامیاب ہو گئے حالانکہ انہیں نماز تک کا موقع نہیں ملا تھا)

نیک نیت والے مجاہد کے سونے جاگنے کی فضیلت کا بیان

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد دو طرح کا ہے۔ جس شخص نے اللہ کی رضا کی نیت کی اور امیر کی اطاعت کی اور قیمتی مال خرچ کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور فساد سے بچا تو ایسے مجاہد کا سونا اور جاگنا سب اجر ہے اور جس نے فخر اور ریاکاری کے لئے جہاد کیا اور امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ برابر کا حساب لے کر بھی نہیں لوٹے گا۔ (داؤد۔ نسائی۔ المسند رک)

(برابر سے مراد یہ کہ اسے نہ نفع ہو نہ نقصان، نہ ثواب ملے گا نہ گناہ لیکن اس شخص کو برابر کا حساب بھی نہیں ملے گا یعنی وہ گھائٹے

میں رہے گا اور گناہگار ہوگا۔

ریا کاری سے جہاد کرنے والے کی حالت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا جو دنیا میں شہید ہوا تھا۔ اسے حاضر کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا وہ کہے گا میں نے آپ کے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جھوٹے ہو تم نے تو اس لئے جہاد کیا تھا تا کہ تمہیں برباد کر دیا جائے اور وہ (دنیا میں تمہیں) کہا گیا پھر اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں حکم دیں گے چنانچہ اسے منہ کے بل تحسیت کرو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی معاملہ اس عالم اور نئی کے ساتھ بھی کیا جائے گا جنہوں نے ریا کاری کے لئے عمل کیا ہوگا۔ (مسلم ہندی مختصر)

(یعنی قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے پہلے انہیں تین افراد سے بھڑکائی جائے گی جنہوں نے جہاد علم اور سکوت جیسی عبادات کو اللہ تعالیٰ کے لئے اداء کرنے کی بجائے لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا ہوگا۔ احیاء باللہ)۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہی روایت حضرت شقیؓ سے سنی۔ شقی کو سنائی اور سننے سے پہلے کئی بار ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑا اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابو ہریرہ مخلوق میں سے یہ تمہیں آدمی (یعنی ریا کار شہید، ریا کار عالم اور ریا کار نئی) وہ ہیں جن کے ذریعے سب سے پہلے دوزخ کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ شقی الاصحی رحمہ اللہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محافظ دستے کے رکن تھے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی یہی روایت سنائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب ان تین کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور اتنا سخت روئے کہ لوگوں نے سمجھا کہ شاید جان دے بیٹھیں گے اور لوگ کہنے لگے یہ شخص برائی کے لئے کرا گیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اتفاقہ ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ صاف کیا پھر کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوفِ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُنْجُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورہ ہود . 15 . 16)

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔ (ترمذی)

امام تقی الدین ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے اسی مسئلے میں بطور دلیل وہ روایت پیش فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین جیسی ہے تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ظاہر بات ہے کہ وہ جنت پانے کے لیے آگے بڑھے تھے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شریعت نے یہ بات کھل کر سمجھا دی ہے کہ جنت کی خاطر کئے جانے والے اعمال بلاشبہ اللہ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اعمال کی ترغیب دینے کے لیے جنت اور اس کی نعمتوں کا بار بار تذکرہ فرمایا ہے۔ اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی چیز کی ترغیب دے اور پھر اس چیز کی نیت کو غلط قرار دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بعض نیتیں اس سے افضل درجے کی ہیں تو یہ بات مانی جاسکتی ہے لیکن اس نیت کو غلط کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ (احکام الاحکام) (اس نیت کے درست ہونے پر مزید کچھ دلائل ملاحظہ فرمائیے)

شہید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارک میں کفن ملنے کا بیان

حضرت شہاد البہادر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار فرمائی پھر انہوں نے کہا میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ جب خیبر کی لڑائی ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت ملا تو آپ نے اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمایا اور ان (اعرابی) کے لیے بھی حصہ رکھا اور وہ اس وقت اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے ان کا حصہ ان کے ساتھیوں کو دے دیا گیا جب وہ واپس لوٹے تو ساتھیوں نے انہیں ان کا حصہ دیا تو انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟

ساتھیوں نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے حصہ نکالا ہے۔ وہ یہ مال لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال غنیمت میں سے تمہارا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے لیے تو آپ کے ساتھ نہیں آیا بلکہ میں تو اس لیے آیا ہوں کہ مجھے یہاں حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سچ کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں سچا کرے گا تھوڑی دیر بعد دشمنوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو اٹھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے انہیں اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ فلاں ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ سے سچ بولا۔ اللہ نے اسے سچا کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے جبے میں کفن دیا پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء میں یہ الفاظ سنے گئے۔ اے میرے پروردگار یہ تیرا بندہ تیرے راستے میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہوا میں اس کے لیے گواہی دیتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق)

تین قسم کے مقتولین کا بیان

حضرت عتبہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مقتول ہونے والے تین طرح کے ہیں (۱) وہ مرد مؤمن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے جب اس کا دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو ان سے لڑتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ یہ وہ چنا ہوا شہید ہے جو عرش کے نیچے اللہ کی جنت میں ہوگا اور انبیاء کرام اپنے درجہ نبوت کی

وجہ سے ہی افضل ہوں گے (2) وہ شخص جس نے عطیات اور گناہ کئے (پھر) اس نے اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا جب اس کا دشمن سے سامنا ہوا تو وہ لڑتے ہوئے مارا گیا یہ قتل اس کے لیے پاکی ہوگی اور اس کے سارے گناہ مٹ جائیں گے بے شک تلوار گناہوں کو دھونے والی ہے۔ یہ شخص جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا بے شک جنت کے دروازے آٹھ ہے جبکہ جہنم کے سات اور ان میں سے بعض دروازے (اور درجے) بعض سے بڑے ہیں۔ (3) وہ منافق شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور جب دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے یہ دوزخ میں جائے گا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں دھوتی۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ مسند احمد)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب اور جنت کی امید میں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور دوزخ کے خوف سے جہاد کرنا حقیقی جہاد ہے اور اس نیت کے بارے میں کسی طرح کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو شخص جنت کی طلب میں جہاد کرتا ہے یقینی بات ہے کہ وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے تبھی تو جنت کو ماننا ہے ورنہ اس نے خود تو جنت نہیں دیکھی اسی طرح اسے اللہ سے محبت ہے تبھی تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی جنت پانے کے لیے جان و مال کا نذرانہ لے کر نکلتا ہے۔ اسی طرح وہ بندگی کے بھی اعلیٰ مقام پر قائل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت حاصل کرنے و جہنم نہ پانے کا حکم دیا ہے اور اس کے لیے محنت کرنے کی ترغیب دی ہے چنانچہ ایک سچا بندہ جنت کی جستجو کو اپنی بندگی کے لیے لازم سمجھتا ہے اسی طرح دوزخ سے ڈرنا اور اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرنا بھی اللہ پر یقین اللہ سے محبت اور اللہ کی بندگی کی نشانی ہے۔ یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ اس میں کسی طرح کی دلائل یا بحث کی گنجائش نہیں ہے جہاں تک بعض مغلوب الحال اور نشہ تو حید میں غرق صوفیہ اور مجاہدین کے ان اقوال کا تعلق ہے۔ جن میں وہ جنت اور اس کے حوروں سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں رغبت کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ایک خاص کیفیت ہے جو کسی کسی پر طاری ہو جاتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجے کی ہو کیونکہ بعض لوگوں کا نفس حوروں اور جنت کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے لگتا ہے ایسے لوگ اپنی اصلاح کے لیے حوروں اور جنت سے بیرغبتی اور اللہ کی رضا میں رغبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہاں بعض لوگوں کی یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجے کی بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اور محبوب حقیقی کے درمیان کسی طرح کا حجاب برداشت نہیں کرتے۔ بہر حال شریعت کے احکام کا تعلق کیفیات سے قطعاً نہیں ہے۔ قرآن و حدیث جنت و جہنم کے تذکرے سے بھرے پڑے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں جنت کی طلب اور جہنم کا خوف پیدا ہو چنانچہ جن کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین ہوتا ہے ان میں جنت کی طلب اور جہنم کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین ہی نہیں ہوتا وہ اس سے محروم رہتے ہیں معلوم ہوا کہ جنت کا شوق اور اسکی طلب پیدا کرنا مقصود ہے چنانچہ اس کی نیت سے کئے جانے والے اعمال بلاشبہ مقبول اعمال ہوتے ہیں۔

شہید اور بیوی حور عین کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اک بار اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جہاد میں نکلے تو آپ کا گزر ایک اعرابی کے خیمے کے پاس سے ہوا۔ اعرابی نے خیمے کا ایک کونہ بٹا کر پوچھا یہ کون لوگ

ہیں۔ جواب ملا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جہاد میں جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ انہیں دنیا کا کچھ مال ہاتھ لگے گا جواب ملا ہاں انہیں نعمت ملے گی جو مسلمانوں کے درمیان بانٹ دی جائے گی اس نے اپنے اونٹ کو نگام ڈالی اور لشکر کے ساتھ چل پڑا اور وہ اپنے اونٹ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لانا تھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ اس کے اونٹ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹاتے تھے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس نجدی کو میرے طرف آنے دو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تو جنت کے بادشاہوں میں سے ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو یہ اعرابی (لڑتا ہوا) شہید ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ تشریف لائے اور اسکے سر کے پاس خوشی سے مسکراتے ہوئے بیٹھ گئے پھر اچانک آپ نے چہرہ مبارک پھیر لیا ہم (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم) نے عرض کیا ہم نے آپ کو خوشی سے مسکراتے دیکھا پھر آپ نے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا مسکرانا اور خوش ہونا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اعزاز و اکرام کو دیکھ کر تھا اور چہرہ میں نے اس لیے پھیر لیا کہ اس کی بیوی جو رعین اس وقت اس کے سر کے پاس ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

ایک نیک نیت مجاہد کا واقعہ

مسلمہ بن عبد الملک نے دشمن کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا مگر انہیں سخت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی (اور قلعہ فتح نہیں ہوا) اچانک لوگوں نے قلعے میں ایک سوراخ دیکھ لیا مگر کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا لشکر میں سے ایک شخص (مثالی بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے) اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا (جنگ کے بعد) مسلمہ بن عبد الملک نے اعلان کر دیا کہ وہ شخص جس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے آگے آئے مگر تین بار اعلان کے باوجود کوئی نہیں آیا جب چوتھی بار منادی کرائی گئی تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا امیر صاحب میں وہ شخص ہوں پھر وہ قسمیں دے کر کہنے لگا اللہ کے لیے میرا نام کارگزاری میں نہ لکھے اور نہ مجھے کوئی انعام دیجئے اور نہ مجھے اپنے کام سے ہٹائیے۔ مسلمہ بن عبد الملک نے کہا ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور اس کے بعد نظر نہ آیا اور مسلمہ بن عبد الملک ہر نماز کے بعد دعاء میں کہتے تھے اے میرے پروردگار مجھے اس شخص کے ساتھ شامل فرما دیجئے۔ (ابن عساکر)

باب اَرْتَبَاطُ الْخَيْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کو تیار کرنا

2188- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ شَيْبِ بْنِ عَرْقَدَةَ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْرُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِي الْخَيْلِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حضرت عروہ باریقی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

قیامت کے دن تک کے لیے گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

2787- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت کے دن تک کے لیے بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

شرح

پیشانی سے مراد "ذات" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں میں ایک خاص قسم کی برکت رکھی ہے کیونکہ گھوڑوں کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے جس میں دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی ہے۔ اور حضرت جریر ابن عبداللہ بجلي کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے کی پیشانی کے بالوں کو اپنی انگلی سے مل دیتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ گھوڑے (وہ جانور ہیں) جن کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے خیر و بھلائی بندھی ہوئی ہے کیونکہ گھوڑوں کے ذریعہ جہاد کے کرنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے جس میں دنیا کا مال غنیمت حاصل ہوتا ہے۔ (مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے وعدے کو سچ جاننے کی وجہ سے اللہ کی راہ میں (کام لینے کے لئے اپنے گھر) گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کی سیری و سیرابی (یعنی اس نے دنیا میں جو کچھ کھایا اور پیا ہے وہ) اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے اعمال کی ترازو میں تولے جائیں گے۔ (بخاری)

اللہ پر ایمان لانے اور اس کے وعدے کو سچ جاننے کی وجہ سے "کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جہاد میں جانے اور دشمنوں سے لڑائی کے لئے جو گھوڑا اپنے ہاں باندھا ہو اس میں اس کی نیت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کی ہو اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جس عظیم اجرت و ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کی طلب گاری کی خاطر ہو۔ "سیری اور سیرابی" سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے جانور کا پیٹ بھرتا ہے اور سیراب ہوتا ہے یعنی گھاس، دانہ، پانی وغیرہ لہذا یہ ساری چیزیں بھی ثواب ملنے کے اعتبار سے اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی کہ قیامت کے دن یہ چیزیں ثواب کی شکل میں اس کو حاصل ہوں گی اور اس کے میزان اعمال میں تولی جائیں گی۔

2788- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ

أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ أَوْ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ

فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ قَالَ سُهَيْلٌ أَنَا أَشْكُ الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ لَهَا لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ بَسْرٌ وَعَلَى

رَجُلٍ وَزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَالرَّجُلُ يَتَّخِذُهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَيُعِدُّهَا فَلَا تُغَيَّبُ شَيْئًا فِي بَطُونِهَا إِلَّا كُتِبَ لَهُ

2787: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4833 أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 3575

2788: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2289

أَجْرٌ وَلَوْ رَعَاهَا فِي مَرْجٍ مَا أَكَلْتُ شَيْئًا إِلَّا كُتِبَ لَهُ بِهَا أَجْرٌ وَلَوْ سَقَاهَا مِنْ نَهْرٍ جَارٍ كَانَ لَهُ بِكُلِّ قَطْرَةٍ نَفِثُهَا
لِي بِطَوْنِهَا أَجْرٌ حَتَّى ذَكَرَ الْأَجْرَ فِي أَبْوَالِهَا وَأَرْوَائِهَا وَلَوْ اسْتَشَّ شَرْقًا أَوْ شَرْقَيْنِ كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ خُطْرَةٍ
تَخْطُرُهَا أَجْرٌ وَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ يَسْتَرُّ فَالرَّجُلُ يَتَّخِذُهَا تَكْرُمًا وَتَجَمُّلاً وَلَا يَنْسَى حَقَّ ظُهُورِهَا وَبُطُونِهَا لِي
عُسْرُهَا وَيُسْرُهَا وَأَمَّا الَّذِي هِيَ عَلَيْهِ وَزَّرَ فَالَّذِي يَتَّخِذُهَا أَشْرًا وَبَطْرًا وَبَذَخًا وَرِيَاءً لِلنَّاسِ فَذَلِكَ الَّذِي هِيَ
عَلَيْهِ وَزَّرَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی رکھ دی گئی

ہے۔

سہیل نامی راوی کہتے ہیں: مجھے یہ شک ہے کہ یہ الفاظ ہیں ”قیامت کے دن تک کے لیے“ (نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا) ”گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں ایک آدمی کے لیے اجر کا باعث ہوتے، ایک شخص کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوتے ہیں اور ایک شخص کے لیے گناہ ہوتے ہیں جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس کے لیے یہ اجر کا باعث ہوتے ہیں تو یہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں (استعمال کرنے کے لیے) انہیں حاصل کرتا ہے وہ انہیں تیار کرتا ہے تو ان گھوڑوں کے پیٹ میں جو بھی چیز جاتی ہے اس کا اس شخص کے لیے اجر لکھا جاتا ہے اگر وہ اس گھوڑے کو کسی چراگاہ میں چراتا ہے اور وہ گھوڑا وہاں سے کچھ بھی نہیں کھاتا تو بھی اس شخص کو اس کا اجر ملتا ہے اور اگر وہ شخص اس گھوڑے کو کسی بہتی ہوئی نہر سے پانی پلاتا ہے تو اس گھوڑے کے پیٹ میں جانے والے ایک ایک قطرے کے عوض اس شخص کو اجر ملتا ہے (راوی کہتے ہیں) یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اس گھوڑے کے پیشاب کرنے اور لید کرنے کا بھی تذکرہ کیا (کہ اس پر بھی اس شخص کو اجر ملتا ہے) پھر اگر وہ گھوڑا ایک یا دو گھائیوں پر چڑھ جاتا ہے تو اس کے اٹھائے ہوئے ہر ایک قدم کے عوض میں اس شخص کو اجر ملتا ہے جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس کے لیے یہ بچاؤ کا ذریعہ ہے تو یہ وہ شخص ہے جو اسے عزت افزائی اور اپنی حیثیت ظاہر کرنے کے لیے رکھتا ہے لیکن وہ تنگدستی اور خوشحالی کسی بھی حالت میں اس گھوڑے کی پشت اور پیٹ کے حق کو بھولتا نہیں ہے جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس کے لیے یہ گناہ ہوتا ہے تو یہ وہ شخص ہے جو شرارت، غرور، فخر اور لوگوں کے سامنے دکھاوے کے لیے اسے رکھتا ہے یہ وہ شخص ہے جس کے لیے وہ گھوڑا گناہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

2789- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْخَيْلِ الْأَذْهَمُ الْأَفْرَحُ الْمُحَجَّلُ الْأَرْثَمُ طَلُقَ الْيَدِ الْيُمْنَى فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَذْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلَى هَذِهِ الشِّيْءِ

•• حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

سب سے بہترین گھوڑا وہ ہے جس کا رنگ سیاہ ہو اور اس کی پیشانی پر تھوڑا سا سفید نشان ہو، اس کی ٹانگوں پر سفید نشان ہوں، اس کی ٹانگ سفید ہو اور اوپر والا ہونٹ سفید ہو لیکن اس کے دائیں ہاتھ (یعنی اگلی ٹانگ) میں کوئی نشان نہ ہو اگر سیاہ نہ ہو تو پھر سرخ رنگ کا وہ گھوڑا جس میں یہ تمام نشانات پائے جاتے ہوں۔

شرح

کیٹ "اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی دم اور ایال سیاہ ہوں اور باقی بدن سرخ ہو اور "اسی قسم" کا مطلب یہ ہے کہ جو علاقہ میں سیاہ گھوڑے کی بیان کی گئی ہیں یعنی پیشانی پر سفیدی وغیرہ۔ وہی "کیٹ" میں بھی ہوں تو یہ گھوڑا بھی ایک بہترین گھوڑا ہے

اور حضرت ابو وہب جشی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے لئے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والا کیٹ گھوڑا ضروری ہے (یعنی اگر تم گھوڑا رکھو تو اس طرح کا گھوڑا ہونا چاہئے جس کی پیشانی بھی سفید ہو اور ہاتھ پاؤں بھی سفید ہوں یا سیاہ سفید پیشانی ہو اور سفید پاؤں ہوں۔) (ابوداؤد ہنسائی)

اٹھ سرخ رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ کیٹ اور اٹھ میں فرق یہ ہے کہ کیٹ کی دم اور ایال سیاہ ہوتی ہے اور اٹھ کی سرخ۔ اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "گھوڑوں کی برکت سرخ رنگ کے گھوڑوں میں ہوتی ہے۔" (ترمذی، ابوداؤد)

2790- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَسْلَمٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّخَعِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ الشَّكَالَ مِنَ الْخَيْلِ
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ گھوڑوں میں "شکال" کو پسند نہیں کرتے تھے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے میں شکال کو ناپسند کرتے تھے اور شکال یہ ہے کہ گھوڑے کے دائیں پاؤں اور بائیں ہاتھ پر سفیدی ہو یا دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں پر سفیدی ہو۔

(مسلم، مشکوٰۃ الصالح، جلد سوم، رقم الحدیث، 981)

راوی نے تو شکال کی وضاحت یہ کی ہے کہ گھوڑا جس کے ایک ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں پر سفیدی ہو لیکن صاحب قاموس اور دوسرے تمام اہل لغت کے نزدیک گھوڑے میں شکال کا مطلب یہ ہے کہ اس گھوڑے کے تین پاؤں تو سفید ہوں اور ایک پاؤں باقی تمام بدن کا ہم رنگ ہو یا اس کے برعکس ہو یعنی ایک پاؤں سفید ہو اور تین پاؤں بدن کے ہم رنگ ہوں۔ اصل میں "شکل" لغت میں اس رسی کو کہتے ہیں کہ جس پر چوپائے کے پیر باندھے جاتے ہیں۔ لہذا اس طرح کے گھوڑے کو اس کے ساتھ تشبیہ

2790: أخرجه مسلم في "المصحح" رقم الحديث: 4833، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2547، أخرجه الترمذی في "الجامع" رقم الحديث:

1692، أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 2569

دی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے گھوڑے کو ازراہ تقاول کے ناپسند فرماتے تھے کہ وہ گھوڑا گویا بصورت شکول ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس کا جنس کا گھوڑا اصیل نہیں ہوتا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر اس شکل گھوڑے کی پیشانی پر اتنی سفیدی ہو کہ جو ہاتھ کے انگوٹھے سے نہ چھپ سکے تو اس کا عیب دور ہو جاتا ہے اور پھر وہ ناپسندیدہ نہیں رہتا ہے۔

2791- حَدَّثَنَا أَبُو عَمِيرٍ عَيْسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ رَوْحٍ الدَّارِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُفَيْةٍ الْقَاضِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ تَيْمِيزِ الدَّارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ ارْتَبَطَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ عَالَجَ عَافَهُ بِيَدِهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَبَّةٍ حَسَنَةٌ

••• حضرت تميم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑا تیار کرتا ہے پھر اپنے ہاتھ سے اسے چارہ کھلاتا ہے تو اسے ہر ایک دانے کے عوض میں ایک نیکی ملتی ہے۔“

بَابُ الْقِتَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے کے بیان میں ہے

2792- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ لُواقٍ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

••• حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص اونٹنی کا دودھ روہنے چتنے وقت کے لیے جہاد میں حصہ لیتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

2793- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا دِينَارُ بْنُ عَزْوَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَضَرْتُ حَرْبًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ يَا نَفْسِ أَلَا أَرَاكَ تَكْرِهِينَ الْجَنَّةَ أَخْلِفَ بِاللَّهِ لَتَنْزِلَنَّهُ طَائِعَةً أَوْ تُكْرِهَنَّهُ

••• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک جنگ میں شریک ہوا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے

کہا۔

2791: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2792: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2541 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1654 ورم الحديث: 1857 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 2793

”اے نفس خبردار! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جنت کو پسند نہیں کرتے ہو جبکہ میں نے اللہ کے نام کی یہ قسم اٹھالی ہے کہ تم نے وہیں پڑاؤ کرنا ہے خواہ تم خوشی خوشی ایسا کرو، خواہ مجبوری کے عالم میں ایسا کرو۔“

2794- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ذَكْوَانَ

عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَّسَةَ قَالَ آتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ أَهْرَيْقَ دَمَهُ وَغَفَرَ جَوَادُهُ

•• حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی:

یا رسول اللہ ﷺ! کون سا جہاد زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس میں خون بہا دیا جائے اور گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیے جائیں۔“

2795- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ أَدَمَ وَآخَمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

عَبْدَلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَجْرُوحٍ يُجْرَحُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجْرَحُ فِي سَبِيلِهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُرْحُهُ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ جُرُوحِ اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرَّيْحُ رِيحُ مَسْكِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جس شخص کو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ کسے اس کی راہ میں زخمی کیا گیا ہے تو جب وہ شخص قیامت کے دن آئے گا تو اس کے زخم کی شکل اسی دن کی طرح ہوگی جس دن وہ زخمی ہوا تھا جس کا رنگ خون کے رنگ جیسا ہوگا اور جس کی بو مشک کی خوشبو جیسی ہوگی۔

2796- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي عَالِيَةَ سَمِعْتُ

عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَخْزَابِ فَقَالَ اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَخْزَابَ اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَذَلِّزْ لَهُمْ

•• حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (مشرکین کے) لشکروں کے لیے دعائے ضرر

کرتے ہوئے یہ دعا مانگی۔

2793: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2794: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2795: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2796: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2933، ورقم الحديث: 4115، ورقم الحديث: 6392، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 7489، أخرجه الترمذی فی "المعجم" رقم الحديث: 3162،

4518، ورقم الحديث: 4519، ورقم الحديث: 4520، أخرجه الترمذی فی "المعجم" رقم الحديث: 1653، أخرجه الترمذی فی "المعجم" رقم الحديث: 3162،

”اے اللہ اے کتاب نازل کرنے والے اے جلد حساب لینے والے تو (مشرکین کے) لشکروں کو پسپا کر دے اے اللہ! تو انہیں پسپا کر دے اور انہیں ہلا کر رکھ دے۔“

2797- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيُّان قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو شَرِيحٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شَرِيحٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حَنِيفٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ مِنْ قَلْبِهِ بَلَّغَهُ اللَّهُ مَنَازِلَ الشَّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى يَرَأْسِهِ

سہیل بن ابوامامہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے جو شخص سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبے پر فائز کرے گا اگرچہ وہ شخص اپنے بستر پر فوت ہو۔

بَاب فَضْلِ الشَّهَادَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت میں ہے

2798- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي زَيْتَبٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذِكْرُ الشَّهَدَاءِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَالَ لَا تَجِفُّ الْأَرْضُ مِنْ دَمِ الشَّهِيدِ حَتَّى تَبْدِرَهُ زَوْجَتَاهُ كَأَنَّهُمَا ظَنْرَانِ أَضَلَّتَا فَبَصَلَتْهُمَا فِي بَرَاخٍ مِنَ الْأَرْضِ وَفِي يَدِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا حُلَّةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ کے سامنے شہداء کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”زمین پر شہید کا خون خشک ہونے سے پہلے اس کی دو بیویاں تیزی سے اس کی طرف بڑھتی ہیں، یوں جیسے وہ دودھ پلانے والیاں ہیں جو اپنے دودھ پیتے بچوں سے الگ تھیں، وہ دونوں بیویاں کھلی زمین میں ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا حلقہ ہوتا ہے جو دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔“

2799- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ حَدَّثَنِي بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ

2797: أخرجه مسلم في "المصحح" رقم الحديث: 4987 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1520 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1653 أخرجه الترمذی فی

"السنن" رقم الحديث: 3162

2798: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منقرو ہیں۔

2799: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1683

الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ يَسْتَحْصِلُ بِغَيْرِ لَهْفٍ فِي
أَوَّلِ دَفْعَةٍ مَن دَمِهِ وَيُورَى مَفْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَيُحَلَّى حُلَّةَ
الْإِيمَانِ وَيُزَوَّجُ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ وَيُشْفَعُ لِي مَسِيحُونَ النَّسَائِيُّ مِنْ أَقَارِبِهِ

•• حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

شہید کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چہ خصوصیات حاصل ہوتی ہیں اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اس
کی مغفرت کر دیتا ہے اسے جنت میں اس کا مخصوص ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے، اسے قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا
ہے، وہ بڑی گھبراہٹ سے محفوظ ہو جاتا ہے، اسے ایمان کا حلقہ پہنایا جاتا ہے، خورعین کے ساتھ اس کی شادی کر دی
جاتی ہے اور اس کے قریبی رشتے داروں میں سے 70 افراد کے لیے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

شرح

حضرت امامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک دو نشانوں سے زیادہ
محبوب کوئی چیز نہیں ہے ایک تو اللہ کے خوف سے بہا ہوا آنسوؤں کا قطرہ ہے اور دوسرا قطرہ خون ہے جو اللہ کی راہ میں بہایا گیا ہو۔
اور دو نشانوں میں سے ایک نشان تو وہ ہے جو اللہ کی راہ میں قائم ہوا ہو۔ اور دوسرا نشان وہ ہے اللہ کی طرف سے فرض کی ہوئی چیزوں
میں سے کسی فرض چیز کے سلسلے میں پیدا ہوا ہو۔ (ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث، 951)

اللہ کی راہ میں قائم ہونے والے نشان کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جہاد میں جائے اور راستہ میں اس کے قدم کے نشان پڑ جائیں
یا اس کے جسم پر غبار راہ کا اثر قائم ہو جائے یا اس کے بدن پر کوئی زخم آجائے اور یا طالب علم دین کے کپڑوں یا جسم کے کسی حصہ پر
روشنائی کے داغ دھبے پڑ جائیں کہ علم دین کی راہ بھی اللہ کی راہ ہے اور اس راہ کا راسخ بھی مجاہد کی طرح ہے۔ کسی فرض چیز کے سلسلے
میں پیدا ہونے والے نشان کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جاڑے کے موسم میں وضو کی وجہ سے نمازی کے ہاتھ پیر پھٹ جائیں، نماز میں
سجدوں کی وجہ سے پیشانی پر داغ پڑ جائے یا گرمی میں سجدہ کے وقت تپتے ہوئے فرش سے نمازی کی پیشانی جل جائے اور اس کا کوئی
دھبہ پڑ جائے، یا روزے میں روزے دار کی منہ سے بو آنے لگے اور یا سفر حج میں حاجی کے بدن پر راستے کی گرد و غبار کی جھیں جم
جائیں۔

2800- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَرَامِيُّ الْأَنْصَارِيُّ سَمِعْتُ

طَلْحَةَ بْنَ خِرَاضٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَمَّا قُتِلَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَمْرٍو بْنِ حَرَامٍ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ أَلَا أَخْبِرُكَ مَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَأَبِيكَ قُلْتُ بَلَى قَالَ مَا كَلَّمَ اللَّهُ أَحَدًا إِلَّا
مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ وَكَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحًا فَقَالَ يَا عَبْدِي تَمَنَّ عَلَى أُعْطِكَ قَالَ يَا رَبِّ تُحْسِنُ لِقَاتِلِ فَيْكِ ثَانِيَةً قَالَ
إِنَّهُ سَبَقَ مِنِّي أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يُرْجَعُونَ قَالَ يَا رَبِّ فَأَبْلُغْ مَنْ وَرَائِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْآيَةَ (وَلَا تُحْسِنَنَّ

الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ أَلَا يَظُنُّوا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے دن جب حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد) شہید ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اے جابر رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں یہ بات نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ سے فرمائی تھی۔

میں نے عرض کی ”جی ہاں“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے ساتھ حجاب کے پیچھے سے کلام کیا ہے لیکن اس نے تمہارے باپ کے ساتھ براہ راست

کلام کیا ہے، اس نے فرمایا ہے۔“

”اے میرے بندے! تم میرے سامنے تمنا ظاہر کرو، میں وہ تمہیں عطا کروں گا۔“

تو اس نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تو مجھے زندہ کر دے تاکہ مجھے دوسری مرتبہ بھی تیری راہ میں شہید کر دیا جائے تو

پروردگار نے یہ فرمایا:

”میری طرف سے یہ بات پہلے طے ہو چکی ہے کہ وہ لوگ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔“

تو اس نے عرض کی: اے میرے پروردگار! پھر تو میرے پیچھے والوں کی طرف پیغام پہنچا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

”جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیے جاتے ہیں تو ان کو مردہ ہرگز گمان نہ کرو۔“

(راوی کہتے ہیں) یہ پوری آیت ہے۔

شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَمْوَاتٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (سورہ البقرہ . ۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر

نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَمْوَاتًا عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ

مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ آل عمران . ۱۶۱ . ۱۶۲)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش

ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی

بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک محل میں رہتے ہیں اور ان کے لیے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔

(مسند احمد - مصنف ابن ابی شیبہ - المسند رک - صحیح علی شریعہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ان سے خون بہہ رہا ہو گا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا یہ کون ہیں۔ جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔ (المطہری - مجموعہ الرواۃ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا

تبدیل (الاحزاب 23)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے (اللہ کی راستے میں جان قربان کرنے کے لیے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔

بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگوں تم ان کے پاس آیا کرو ان کی زیارت کیا کرو ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اسے جواب دیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک مرسل)

حضرت محمد بن قیس بن عزمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیا کرتے تھے احد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین پہنچا دیا چنانچہ اب تم سب (مسلمان) ان کے دین کے لیے جہاد کرو پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے جب ان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور اپنے (شہداء) ساتھی بھی ملے تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری یہ حالت بتا سکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا قاصد ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں ولا تحسبن سے آخر تک۔ (اخر جالندری فی تفسیر)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا اے جابر کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل و عیال چھوڑ گئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کی پیچھے سے کی لیکن تمہارے والد سے آئے سانسے بات فرمائی اور کہا مجھ سے جو مانگو میں دوں گا تمہارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمہارے والد نے کہا اے میرے پروردگار پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ولا تحسبن الذین سے آخر تک۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ المسند رک)

شہداء کی زندگی کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(1) علامہ قرطبی اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بلاشبہ وہ جنت میں زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹی میں ہیں اور ان کی روہیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی طرح زندہ ہیں البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لیے شہادت کے وقت سے جنت کی روزی جاری کر دی جاتی ہے تو گویا کہ ان کے لیے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

(2) علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

(3) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی روہیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لیے ہر سال ایک جہاد کا اجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

(5) ایک قول یہ ہے کہ ان کی روہیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع مسجدے میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی روہیں جو با وضو سوتے ہیں۔

(6) ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے اور انہیں زمین نہیں کھاتی یہی ان کی زندگی ہے۔

شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کو ایک طرح کی جسمانی زندگی بھی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے مردوں کی زندگی سے زیادہ ممتاز ہوتی ہے اور ان کی ارواح کو بھی اللہ کے ہاں مختلف مقامات حاصل ہوتے ہیں یعنی ان کی روہوں کا تعلق ان کے جسموں سے بھی رہتا ہے اور ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مختلف مقامات ملتے ہیں ان میں سے بعض کی ارواح سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتے پیتے ہیں اور عرش کے سائے میں بنی ہوئی قندیلوں میں بیٹھتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے

ان شاء اللہ آگے آئے گا اور ان میں سے کچھ جنت کے دروازے کے پاس دریا کے کنارے والے محل میں ہوتے ہیں اور جنت سے صبح اور شام ان کی روزی آتی ہے جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذر چکا ہے اور کچھ ان میں سے فرشتوں کے ساتھ جنت میں اور آسمانوں میں اڑتے پھرتے ہیں جیسا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا اور کچھ ان میں سے جنت کی اونچی مسہریوں پر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا ان کے مقامات کا یہ فرق دنیا میں ان کے ایمان اخلاص اور جان دینے کے جذبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا شہادت سے پہلے چس کا ایمان و اسلام میں جتنا بلند مقام ہوگا شہادت کے بعد اللہ کے ہاں اس کا اتنا بلند مقام ہوگا آئیے اب شہداء کی جسمانی زندگی پر کچھ دلائل پڑھتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ عبد الرحمن بن ابی صعدہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صحابی تھے۔ سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تاکہ ان کی جگہ بدلی جاسکے یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے جب ان کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہوں ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان کے زخم پر تھا اور وہ اسی حالت میں دفن کئے گئے تھے دیکھا گیا کہ اب تک ان کا ہاتھ اسی طرح ہے لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا غزوہ احد کے دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیا لیس سال بعد کا ہے۔ (مؤطا امام مالک رحمہ اللہ۔ سیر اعلام النبلاء)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کھدوانی کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اعلان کر دیا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہو تو وہ پہنچ جائے پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تروتازہ تھے یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

عبد الصمد بن علی رحمہ اللہ (جو بنو عباس کے خاندان میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ میں اپنے (رشتے کے) چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر آیا قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر دیتا میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور ان پر وہ چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر ازخر (گھاس) تھی۔ میں نے ان کا سراپنی گود میں رکھا تو وہ پتیل کی ہانڈی کی طرح (چمک رہا) تھا میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر انہیں دفن کر دیا۔ (ابن مساکر)

قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی رشتہ دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو۔ رشتے داروں نے قبر کھو دی تو ان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

(مصنف عبد الرزاق)

ترمذی (حدیث کی کتاب) میں اصحاب الاخذود (خندوقوں میں شہید کئے جانے والے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ بروج

میں ہے) کا واقعہ مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ لڑکا جسے بادشاہ نے شہید کر کے دفن کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اس کی انگلی اس کی کپٹی پر تھی (کیونکہ یہیں اس کو تیر لگا تھا)۔ (ترمذی)

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی فترۃ والے زمانے کا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تمام اہل کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبد الممالک کا دور حکومت تھا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو روضہ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا لوگ ڈر گئے کہ شاید یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک ہے چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے اس وقت حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر نے آ کر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا یہ میرے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ (ابن کثیر القرطبی)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام اور مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی: ترجمہ (اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ (الحجرات - 2)

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری آواز (طبعی طور پر) بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جنہیں گے اور خیر والی موت ملیں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: (کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان - 18)

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں (جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے) بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹا دیا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔ پھر دونوں حضرات نے اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھالی وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور

اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہنا کہ میرے زرے اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں (پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا) اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔ چنانچہ (صبح) وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمائی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرمادیا۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المستدرک)

جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کریگا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ تمنا وہ اپنی (یعنی شہید کی) تعظیم (اور مقام) دیکھنے کی وجہ سے کریگا۔ (بخاری، مسلم)

شہید کے گناہوں کے کفارہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔ (مسلم شریف)

لیکن علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لیے قرض کا معاف نہ ہونا ابتداء اسلام میں تھا بعد میں یہ فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ اداء کر دے گا۔ (مقدمات ابن رشد)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنت میں جانے سے روکتا ہے وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو مگر نہ وہ اسے اداء کرے اور نہ مرنے کے بعد اداء کرنے کی وصیت کرے یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر بغیر اداء کے مر گیا ہو لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب اداء کرنے کے لئے قرضہ لیا ہو مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے سمجھنے پر کچھ نہ چھوڑا ہو تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید کیونکہ مسلمانوں کے حاکم کے ذمے اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے اداء کرنا لازم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمے ہے اور جس نے

کوئی مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لیے ہے۔ (بخاری)

اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے ادا نہ کئے تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن ادا فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کر دے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرمادے گا اور جس نے مال لیا اور وہ اسے ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع کر دے گا۔ (بخاری)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں (الذکر للقرطبی)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے واقعے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ جب وہ غزوہ احد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے باریز ہوا ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا ہے تو حضرت جابر بن عبد اللہ کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

فرشتوں کے پروں کا سائے کا بیان

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا دو تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو ابھی تک فرشتوں نے ان پر (یعنی شہید پر) اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔

شہید کیلئے جنت میں داخل ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ۔ ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے خرید لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُذْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا

لَهُمْ، (عمر۔ ۴۔ ۵۔ ۸)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ کے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا اور ان کی حالت سنوارے گا جس کی ان کو پہچان کر دے گا۔ (یادہ جنت ان کے لیے خوشبو سے مہکا دی گئی ہے)۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے ان تین آدمیوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (1) شہید (2) حرام سے اور شبہات سے بچنے والا (3) وہ غلام جس نے اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر (خوشی سے) ہنستا ہے ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے صحابہ کرام نے پوچھا وہ کس طرح اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا پھر دوسرے کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا جوئی میں مارا گیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دیگا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں۔ اس محل میں نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ موقوفہ جالہ ثقات)

حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں کون جائیگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی جنت میں جائیں گے شہید جنت میں جائیں گے وہ بچہ جسے زندہ درگور کر دیا گیا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام ربیع بن براء رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے (میرے بیٹے) حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ وہ بدر کے دن ایک گناہ تیرے بارے میں گئے تھے اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کر لوں گی اور اگر اس کے علاوہ کچھ ہے تو پھر میں ان پر خوب روؤں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حارثہ کی ماں جنت میں تو کئی باغات ہیں تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ (یعنی جنت کے اعلیٰ ترین درجے) میں ہے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک بدبودار جسم والا بد صورت کالا آدمی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے اگر میں ان (کافروں) سے لڑتا ہوں تو میں کہاں جاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: اللہ نے تمہارے چہرے کو سفید جسم کو خوشبودار اور مال کو زیادہ فرما دیا ہے پھر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یا کسی اور کے لیے فرمایا میں نے اس کی بیوی حور عین کو دیکھا کہ ان کے اوئی جبے کو کھینچ رہی تھی اور ان کے اور جبے کے درمیان داخل ہو رہی تھی۔ (المسند رک۔ بیہقی)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا لے شخص کا نام محال رضی اللہ عنہ ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفر رضی اللہ عنہ بن ابوطالب کو جنت میں دو پردوں والا فرشتہ دیکھا جو جنت میں جہاں چاہیں اڑے پھرتے ہیں اور ان کے پردوں کے اگلے حصے پر خون لگا ہوا ہے۔ (المطرقانی۔ مجمع الزوائد)

شہداء کی ارواح کا سبز پرندوں میں ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمہارے بھائی (احد کے دن) شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روئیں سبز پرندوں میں داخل فرمادیں وہ جنت میں نہروں پر اترتے ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں اور وہ عرش کے سائے کے نیچے سونے کی قدیلوں پر بیٹھتے ہیں جب انہوں نے بہترین کھانا پینا اور آرام گاہ پالی تو انہوں نے کہا کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور کھاپی رہے ہیں تاکہ وہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں جتنا چاہے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا۔ الی آخرہ۔ (ابوداؤد۔ مستدرک)

صحیح مسلم شریف میں ایسی ہی روایت موجود ہے اور دوسری کتابوں میں اس مفہوم کی کئی احادیث موجود ہیں۔

قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا (مراہط) قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا جب اس کے لیے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ مراہط سے افضل ہے، مراہط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربانی کے لیے پیش کرتا ہے تو وہ شخص جس کی جان قبول کر لی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہوگا۔

راشد بن سعد کی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا سامنا ہوتا ہے سوائے شہید کے (کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے سر پر تلواریں کی چمک اسے ہر فتنے سے بچانے والی ہے۔ (نسائی)

اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں دو فرشتوں کا آدمی سے سوال کرنا قبر کا فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ مؤمن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جاسکے لیکن وہ شخص جو میدان قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواریں کو چمکتا اور کاشا، نیزوں کو کودتا اور پھاڑتا تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے سر جسموں سے اڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوارے بہتے ہیں اور

جسوں کے ٹکڑے بکھیرے جاتے ہیں اور ہر طرف مقتول اور زخمی پڑے ہوئے لوگ اسے نظر آتے ہیں مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ کو سپرد کرنے کے لئے مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ جہاد کرتا ہے تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لیے کافی ہے کیونکہ اگر اس کے دل میں شک یا تردد ہوتا تو وہ میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہو جاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا مگر ایسا نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مضبوط ہے تو پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ تاچھ کی کیا ضرورت ہے۔

(اسی طرح قبر میں فرشتے جو کچھ پوچھتے ہیں شہید تو انہیں چیزوں کی عظمت اور حفاظت کے لیجان کی قربانی دیتا ہے اور توحید، رسالت اور دین اسلام کی خاطر مرتا ہے جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اس سے قبر میں کسی طرح کی پوچھ تاچھ کی ضرورت ہی نہیں رہتی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصُيِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ، (الزمر: ۶۸)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔

کہ وہ لوگ کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے گا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ شہداء ہوں گے۔ (المہرک)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا (وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصُيِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ) جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ شہداء ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لئے اللہ کے عرش کے ارد گرد ہوں گے فرشتے ان کے لیے یا قوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام سفید موتی کی اور زین سونے کی ہوگی ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے ریشم کی ہوگی ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے ان گھوڑوں کا قدم تاحد نظر پڑتا ہوگا شہداء ان گھوڑوں پر جنت میں گھومیں پھر یں گے پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے چلودیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا کس طرح فیصلہ فرماتا ہے (جب وہ آئیں گے تو) اللہ تعالیٰ ان پر (خوشی سے) ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ جس کے لیے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔

(رواہ ابن ابی الدنیا۔ الجامع الصغیر للسیوطی)

شہر بن حوشب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) بادلوں میں فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے گا پھر ایک پکارنے والا آواز لگائے گا تمام اہل محشر ابھی جان لیں گے کہ آج اللہ کا کرم کن پر ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنہوں نے میری رضا کے لیے اپنا خون بہایا تھا پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہو جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

شہید کا اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے

ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد۔ بیہقی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات انعامات ہیں (1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (2) اور اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے (3) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے (4) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اسے امن دے دیا جاتا ہے (5) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یا قوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (6) بہتر حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے (7) اور اپنے اقارب میں ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

2801- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَوْلِهِ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ) قَالَ أَمَا إِنَّا سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَرَوَّاحُهُمْ كَطَيْرٍ يَحْضُرُ تَسْرُخُ فِي الْجَنَّةِ فِي أَيَّهَا شَأْنٌ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ لَبِئْسَ مَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ أَطْلَعَ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ إِطْلَاعَةً فَيَقُولُ سَلُونِي مَا سَأَلْتُمْ فَقَالُوا رَبَّنَا مَاذَا نَسْأَلُكَ وَنَحْنُ نَسْرُخُ فِي الْجَنَّةِ فِي أَيَّهَا شَيْئًا فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَا يَتَرَكُونُ مِنْ أَنْ يَسْأَلُوا قَالُوا نَسْأَلُكَ أَنْ تُرَدَّ أَرْوَاحُنَا فِي أَجْسَادِنَا إِلَى الدُّنْيَا حَتَّى نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِكَ فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُمْ لَا يَسْأَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ تَرَكُوا

» حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:-

”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاتے ہیں تم انہیں مردہ ہرگز گمان نہ کرو کہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں زندہ

ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے اس بارے میں دریافت کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کی ارواح ہر پرندوں کی شکل میں ہوں گی وہ جنت میں جہاں چاہیں گی جائیں گی پھر وہ واپس ان قدیلوں کی طرف آجائیں گی جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں اسی دوران ان کا پروردگار ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا: تم جو چاہو مجھ سے مانگو تو وہ عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ سے کیا مانگیں؟ جبکہ ہم جنت میں ادھر سے ادھر جہاں چاہیں آجاسکتے ہیں پھر جب وہ لوگ یہ دیکھیں گے کہ انہیں کچھ نہ کچھ مانگنا ہوگا تو وہ لوگ عرض کریں گے: ہم تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں: کہ ہماری ارواح کو ہمارے جسم میں واپس کر کے ہمیں دنیا میں بھیج دے تاکہ ہمیں تیری بارگاہ میں (دوبارہ) قتل کیا جائے پھر جب ان کا پروردگار یہ ملاحظہ کرے گا کہ وہ لوگ یہی سوال کریں گے تو ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔

حیات شہداء کے متعلق احادیث کا بیان

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا وہ جنت کے دریاؤں میں جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی تختیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہاں پلٹ آتے ہیں جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں حاصل کر لیں تو انہوں نے کہا ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم کو جنت میں رزق دیا جا رہا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے سستی نہ کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تک تمہارا یہ پیغام میں پہنچاؤں گا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں ان کے رب کی طرف سے رزق دیا جا رہا ہے۔

(سنن ابو داؤد ج ۳ ص ۳۴۱ مطبوعہ مطبع مجتہائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجھ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے فرمایا اے جابر! کیا ہوا میں تم کو غم زدہ دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے بچے اور قرض چھوڑا ہے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ اللہ نے ان سے کس طرح ملاقات کی ہے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی سے بلا حجاب بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے بلا حجاب بات کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے تم تمنا کرو میں تم کو عطا کروں گا تمہارے والد نے کہا اے میرے رب! تو مجھے زندہ کر اور میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے آپ نے فرمایا پھر یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا .

مردوق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے (آیت) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بل احياء عند ربهم کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا گیا انہوں نے کہا ہم نے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تھا تو آپ نے ہمیں یہ خبر دی کہ ان کی روحوں سبز پرندوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں اور عرش کے نیچے جو تختیلیں لٹکی ہوئی ہیں ان میں بسیرا کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تمہیں اور زیادہ دوں؟ انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم اور کیا زیادہ چاہیں گے! ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور فرمایا: اگر تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تم کو اور زیادہ دوں! جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو انہیں نے کہا ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور پھر تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں: امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (الجامع الصحیح ج ۵ ص ۲۳۱ حدیث ۲۰۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات کا بیان

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: شہداء کی حیات کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے اکثر محدثین نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے اور جسم اور روح کے ساتھ ہے لیکن ہم اس زندگی میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے ان کا استدلال اس آیت سے ہے (آیت) عند ربکم یرزقون۔ انہیں ان کے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے۔ نیز صرف روحانی حیات میں شہداء کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ یہ حیات تو عام مسلمانوں بلکہ کفار کو بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے پھر ان کا دوسروں سے کیا امتیاز ہوگا؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات صرف روحانی ہوتی ہے اور ان کو رزق دیا جاتا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ حسن سے مروی ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کی روحوں کو رزق پیش کیا جاتا ہے جس سے ان کو فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے جس طرح آل فرعون پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے جس سے ان کو تکلیف اور اذیت ہوتی ہے سو رزق سے مراد یہ فرحت اور مسرت ہے اور شہداء کا باقی مسلمان روحوں سے صرف حیات میں امتیاز نہیں ہے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا جو خصوصی قرب حاصل ہے اور جو ان کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں خصوصی عزت اور وجاہت حاصل ہوگی اس سے ان کا باقی مسلمانوں سے امتیاز ہوگا۔

بلخی نے شہداء کی حیات کا مطلقاً انکار کیا ہے اور اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ شہداء کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا اور ان کو اچھی جزا دی جائے گی اور بعض معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کا ذکر زندہ رہے گا اور دنیا میں ان کی تعریف ہوتی رہے گی اور اہم سے منقول ہے کہ حیات سے مراد ہدایت اور موت سے مراد گمراہی ہے یعنی یہ نہ کہو کہ شہداء گمراہ ہیں بلکہ وہ ہدایت پر ہیں لیکن یہ تمام اقوال نہایت ضعیف ہیں بلکہ باطل ہیں اور شہداء کی حیات جسمانی کا قول ہی صحیح ہے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) قتادہ مجاہد حسن عمرو بن عبیدہ واصل بن عطاء رمانی اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔

جو علماء شہداء کی جسمانی حیات کے قائل ہیں ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا وہی جسم زندہ ہوتا ہے جس کو قتل کر دیا گیا تھا یا وہ کسی اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جو علماء اس کے قائل ہیں کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس کو قتل کیا گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس قتل شدہ جسم میں ایسی حیات پیدا کر دے جس کی وجہ سے ان کو احساس اور ادراک حاصل ہو جائے اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اجسام زمین میں مدفون ہیں اور کوئی تصرف نہیں کر رہے اور ان میں زندہ جسموں کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی کیونکہ حدیث میں ہے کہ انتہاء بصر تک مومن کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تم ابھیں کی طرح سو جاؤ حالانکہ ہم اس کا مشاہدہ نہیں کرتے کیونکہ برزخ کے امور اور واقعات ہمارے ذہنوں اور ادراک و شعور سے بہت دور ہیں۔

جسمانی حیات کے بعد قائلین نے کہا کہ شہداء کی حیات ایک اور جسم کے ساتھ ہوتی ہے جو پرندوں کی صورت پر ہوتا ہے اور ان کی روح اس جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے ان کی دلیل اس حدیث سے ہے امام عبدالرزاق عبداللہ بن کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: شہداء کی روہیں ہنر پرندوں کی صورت میں جنت کی قندیلوں پر معلق رہتی ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو لوٹا دے گا اگر یہ سوال ہو کہ اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے کہ امام مالک امام احمد امام ترمذی

امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور جنت کے پھلوں یا درختوں پر معلق رہتی ہیں اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ شہداء کی روحیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں چرتی ہیں۔ پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں ٹھہرتی ہیں کیونکہ پرندوں کے پیٹوں میں یا ان کے پوٹوں میں ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ پرندوں کی صورت میں ہوتی ہیں کیونکہ دیکھنے والا ان کو صرف پرندوں کی صورتوں میں دیکھتا ہے۔

بعض امامیہ کا یہ مسلک ہے کہ شہداء اپنے دنیاوی جسم کی صورت پر ایک اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں (یعنی جسم مثالی کے ساتھ) حتیٰ کہ اگر ان کو کوئی شخص دیکھ لے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ابو جعفر یونس بن ظبیان سے روایت ہے کہ ایک دن میں ابو عبد اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا مومنین کی ارواح کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عرش کے نیچے سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی ابو عبد اللہ نے کہا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو سبز پرندے کے پوٹے میں رکھے اللہ تعالیٰ جب مومن کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ اس روح کو ایسے قالب (جسم) میں رکھتا ہے جو اس کے دنیاوی قالب کی مثل ہوتا ہے پھر وہ کھاتے پیتے رہتے ہیں پھر جب ان کے پاس کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کو ان کی اسی دنیاوی صورت میں پہچان لیتا ہے۔ (الترغیب من الکافی ج ۳ ص ۲۳۵ مطبوعہ تہران)

اگر اس حدیث میں مومنوں سے مراد شہداء ہوں پھر تو وجہ استدلال بالکل ظاہر ہے اور اگر اس سے مراد عام مومن ہو تو پھر شہید کا حال اس سے بطریق اولیٰ معلوم ہوگا۔

شہید اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ ہوتا ہے یا جسم مثالی کے ساتھ یا سبز پرندوں کے جسم کے ساتھ؟

علامہ آلوسی لکھتے ہیں میرے نزدیک ہر مرنے والے کے لیے برزخ میں حیات ثابت ہے خواہ وہ شہید ہو یا نہ ہو اور اس بات سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اس دنیاوی بدن کے علاوہ کسی اور برزخی بدن کے ساتھ اس کی روح کا تعلق ہو اور اگر روح شہداء کو بھی برزخی ابدان کے ساتھ اس طرح تعلق ہوتا ہے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز رہتے ہیں اور علاوہ انہیں ان کو ایسی فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے اور ایسی نعمتیں اور ثواب حاصل ہوتا ہے جو ان کے مقام کے لائق ہے اور ان برزخی ابدان لطیفہ کی دنیاوی اجسام کشیدہ کے ساتھ مکمل مشابہت ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ احادیث میں شہداء کے لیے جو سبز پرندوں کا ذکر ہے وہ بر بناء تشبیہ ہو یعنی یہ اجسام برزخیہ اس قدر سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں کہ ان کو سبز پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور صورت کا معنی صفت ہو جیسا کہ اس حدیث میں ہے خلق آدم علی صورة الرحمان آدم صورت رحمان پر پیدا کیا گیا ہے یعنی رحمان کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے اور حضرت ابو عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) نے جو مومن کی روح کے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہنے کو مستبعد قرار دیا وہ اس کے ظاہری معنی کے اعتبار سے تھا اور ہم نے جو بیان کیا ہے کہ سبز پرندوں سے مراد ان کے تیزی سے اڑنے کی صفت ہے اس بناء پر یہ اشکال لازم نہیں آئے گا کہ ایک جسم کے ساتھ دو روحیں متعلق ہو گئیں۔ ایک پرندے کی روح اور ایک شہید کی روح اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے

کہ شہید کی روح بنفسہ پرندہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے کیونکہ ارواح انتہائی لطیف ہوتی ہیں اور ان میں کسی جسم کی صورت اختیار کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل نے حضرت وحیہ کلبی کی شکل اختیار کر لی تھی رہا یہ کہنا کہ دنیاوی جسم جو بوسیدہ ہو جاتا ہے جس کے اجزاء بکھر جاتے ہیں اور جسم کی ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے شہید کا یہی جسم زندہ رہتا ہے تو ہر چند کہ اس جسم کا زندہ رکنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے لیکن اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور نہ اس میں شہید کی کوئی فضیلت اور عظمت ہے بلکہ اس کی وجہ سے ضعیف الایمان مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اتنے سال پہلے شہید ہوا تھا اور اس کے جسم کے زخم اب بھی تروتازہ ہیں اور اس کے زخم سے پٹی ہٹائی تو اسی طرح خون بہہ رہا تھا تو یہ محض قصہ کہانیاں اور خرافات ہیں۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۲۲-۲۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبدالرحمن بن عبداللہ بن معصہ سے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرو بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری (رضی اللہ عنہ) ان دونوں قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا یہ دونوں جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔

(المرقات ج ۳ ص ۷۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان ۱۳۹۰ھ مولا امام مالک ص ۲۸۲-۲۸۳ طبع لاہور)

امام مالک کی یہ روایت بعد کی روایتوں پر رائج ہے۔ نیز امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا میں اس سے خوش نہیں ہوا حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو اس قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا حضرت جابر کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد نکالا تھا اور ان کے کان کے سوا ان کا پورا جسم اسی طرح تروتازہ تھا جیسے ابھی دفن کیا ہو۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۸-۵۷ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

ایک اور سند سے امام بیہقی روایت کرتے ہیں: حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا اس سے میرے دل میں کچھ بات تھی پھر میں نے چھ ماہ بعد اپنے والد کے جسم کو نکالا تو ان کی ڈاڑھی کے چند بالوں کے سوا جوڑ مین کے ساتھ لگے ہوئے تھے باقی پورا جسم اسی طرح تازہ تھا۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۸-۵۷ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

خیال رہے کہ حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

ان قوی آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ بسا اوقات شہداء کے یہی دنیاوی اجسام باقی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان اجسام کو زندہ رکھتا ہے اور گلے سز نے سے محفوظ رکھتا ہے اور مرور زمانہ کے باوجود یہ اجسام اسی طرح تروتازہ رہتے ہیں اور ان کے زخم اسی طرح خون آلود رہتے ہیں البتہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں جو مسلمان قتل کیے جاتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد ان کے اجسام پھول جاتے ہیں اور ان سے بدبو آنے لگتی ہے ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مقتولین بدعقیدہ ہوں یا ان کا عقیدہ توحیح ہو

لیکن ان کی نیت صحیح نہ ہو اور اگر ان کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور ان کی نیت بھی شہادت کی ہو تو یہ کہا سکتا ہے کہ ان کی حیات جسمانی اس دنیاوی جسم کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیاوی جسم کے بدلہ ان کو کوئی اور جسم دے دیا ہے جو ان کے دنیاوی جسم کی مثل ہے۔

شہداء کی حیات جسمانی کے سلسلہ میں تمام احادیث اور آثار کو سامنے رکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کے درجات اور مراتب کے اعتبار سے شہداء کی حیات کی حیات جسمانیہ کے متعدد اعتبار ہوتے ہیں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) اور دوسرے مقررین اور صالحین اگر شہید ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اسی جسم کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور بعض شہداء کو جسم مثالی عطا فرمادیتا ہے کیونکہ جو مسلمان اللہ کی راہ میں ایک چیز خرچ کرے اور وہ جسم قتل کے بعد بوسیدہ اور مٹی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس جیسے کئی اجسام مثالی عطا فرمادے اور بعض شہداء کی رو میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں اڑتی پھرتی ہیں جنت کی کیاریوں میں چرتی ہیں اور عرش کے نیچے قدیلوں میں لٹکتی رہتی ہیں اور اس سلسلہ میں بکثرت احادیث ہیں۔

شہادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر مسلمانوں کو میرے پیچھے رہنا ناگوار نہ ہوتا کیونکہ میں ان سب کے لیے سواری مہیا نہیں کر سکتا تو میں اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہر لشکر میں شامل ہوتا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۲ مطبوعہ نور محمدیہ مطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی شخص کو یہ پسند نہیں ہوگا کہ مرنے کے بعد اس کے لیے اللہ کے پاس اتنا اجر و ثواب ہو جو دنیا و مافیہا کے برابر ہو اور اس کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے سوائے شہید کے کیونکہ جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھے گا تو یہ چاہے گا کہ اس کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور اس کو دوبارہ (راہ خدا میں) قتل کر دیا جائے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۲ مطبوعہ نور محمدیہ مطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ وہ دس بار اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے کی تمنا کرے گا۔ (الجامع الصحیح ج ۳ ص ۱۸۷ مطبع بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا قرض کے سوا ہر چیز کا کفارہ ہے۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۰۲ حدیث ۱۸۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(امام ابویسی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا شہید کو قتل کیے جانے سے صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم کو چوٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ (الجامع الصحیح ج ۳ ص ۱۹۰ مطبع بیروت سنن نسائی ج ۲ ص ۵۹ مطبع کراچی سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۹ مطبع بیروت سنن دارمی ج ۲ ص ۱۲۵ مطبع ملتان سند احمد ج ۲

ص ۲۹ طبع بیروت

(امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا شہید اپنے گھر کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ مطبع مہجائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ الشریعہ لاہوری ص ۳۱۲ مطبوعہ دار السلام ریاض)

امام ابو یحییٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت مقدم بن معدیکرب (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے نزدیک شہید کے چھ خصال (اجور) ہیں پہلی مرتبہ اس کی مغفرت کر دی جائے گی وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا (حشر کے دن) فزع اکبر (سب سے ہولناک گھبراہٹ اور پریشانی) سے امن میں رہے گا اس کو یا قوت کا تاج و قار پہنایا جائے گا جس میں دنیا اور مافیہا کی خیر ہوگی بڑی آنکھوں والی بہتر حوروں سے اس کا نکاح کیا جائے گا وہ اپنے ستر رشتہ داروں کی شفاعت کرے گا۔

(الجامع الصحیح ج ۲ ص ۱۸۸-۱۸۷ حدیث: ۱۶۶۳ مطبوعہ بیروت)

امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کی مغفرت کر دی جائے گی اور ان میں ایک اور درجہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس کو ایمان کا حلہ پہنایا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۳۶ حدیث: ۲۷۹۹ طبع بیروت سند احمد ج ۳ ص ۳۲۰ طبع بیروت)

امام آجری متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں نو خصال کا ذکر ہے۔

(الشریعہ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار السلام ریاض ۱۴۱۳ھ)

امام ابو یحییٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو اثروں (نشانون) سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے گرا ہو دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرایا گیا ہو اور رہے دو اثر تو ایک اثر اللہ کی راہ میں ہے اور ایک اثر اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کی ادائیگی میں ہے (الجامع الصحیح ج ۳ ص ۱۱۹۰ الحدیث: ۱۶۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں مجھ پر تین قسم کے لوگ پیش کیے گئے جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے شہید پاک دامن اور وہ بندہ جس نے اچھا طرح اللہ کی عبادت کی اور اپنے مالکوں کی بھی خیر خواہی کی۔

(جامع ترمذی ج ۳ ص ۱۱۷۶ الحدیث: ۱۶۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہبل بن حنیف اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے صدق دل سے اللہ سے شہادت کی دعا کی اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ خواہ وہ اپنے بستر پر مرے۔

(جامع ترمذی ج ۳ ص ۱۱۸۳ الحدیث: ۱۶۵۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۳۳ طبع بیروت)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ شخص جب قیامت کے دن آئے گا تو اس کے خون کا رنگ

خون کی طرف ہوگا اور اس میں خوشبو مشک کی ہوگی۔

(جامع ترمذی ج ۳ ص ۱۸۴ الحدیث: ۱۶۵۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۳۲ طبع بیروت)
حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنت کے دروازے
تکواروں کے سائے کے نیچے ہیں۔ (جامع ترمذی ج ۳ ص ۱۸۶ الحدیث: ۱۶۵۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکمی شہداء کے متعلق احادیث و آثار کا بیان

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت بن عتیک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہ سے پوچھا: تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ، رسول اللہ کی راہ میں قتل ہونے کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قتل فی سبیل اللہ کے سوا شہادت کی سات قسمیں اور ہیں طاعون میں مرنے والا شہید ہے، نمونہ میں مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے اور حاملہ دروزہ میں مبتلا ہو کر مر جائے تو وہ شہید ہے، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۷ مطبوعہ مطبع مجتہدی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابویسی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے جو دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۲۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر کر مراد وہ شہید ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام عبدالرزاق بن حمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن نوفل (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: اللہ کی راہ میں (طبعی موت) مرنے والا شہید ہے۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۶۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جو شخص پہاڑ کی چوٹیوں سے گر کر مر جائے اور جس کو درندے کھا جائیں اور جو سمندر میں ڈوب جائے وہ سب اللہ کے نزدیک شہید ہیں۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۶۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: حالت نفاس میں مرنا شہادت ہے۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

حضرت ایوب (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقت ور ہے! کاش اس کی طاقت اللہ کے راستہ میں خرچ ہوتی اس پر نبی

کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کیا صرف وہی شخص اللہ کے راستہ میں ہے جو قتل کر دیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے البتہ جو شخص مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستے میں ہے۔

(المعصف ج ۵ ص ۱۷۲-۱۷۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں: مسروق بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان کسی مصیبت (حادثہ) میں فوت ہو گیا وہ بھی شہید ہے (المعصف ج ۵ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے صدق دل کے ساتھ اللہ سے شہادت کی دعا کی اللہ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا امام مسلم داری امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے: خواہ وہ بستر پر فوت ہو۔

(المستدرک ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار البازکہ مکرمہ سنن داری ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

حافظ البیہقی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں: عبد الملک بن ہارون بن عمرہ اپنے والد سے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: پچھروں کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور سفر میں مرنے والا شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں پچیس بار یہ دعا کی اللھم بارک لی فی الموت وفيما بعد الموت اس کو اللہ تعالیٰ شہید کا اجر عطا فرمائے گا۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ)

امام علی متقی متوفی ۹۷۵ھ بیان کرتے ہیں: حضرت ربیع انصاری بیان کرتے ہیں کہ نیزہ کی ضرب سے مرنا اور درندوں کے کھانے سے مرنا یہ شہادت ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۳۱۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو حرام کاری سے بچا یا وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۳۱۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

امام علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ بیان کرتے ہیں: حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ بخار (میں مرنا) شہادت ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۳۱۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

حضرت عبد اللہ بن جبیر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ گڑھے میں گر کر مرنا شہادت ہے۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۳۱۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عمرو (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے وہ لڑے اور مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۳۲۲ مطبوعہ بیروت)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں بستر پر مرے وہ شہید ہے اور سانپ یا بچھو سے ڈسا جانے والا شہید ہے اچھو سے مرنے والا شہید ہے۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۲ مطبوعہ بیروت)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کے اوپر گھر گر جائے وہ شہید ہے جو شخص چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے جس پر پتھر گرے اور وہ مر جائے وہ شہید ہے جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور اس کے لیے شہید کا اجر ہے جو اپنے بھائی کی حفاظت کرتا ہو امارا جائے وہ شہید ہے جو اپنے پڑوسی کی حفاظت کرتا ہو امارا جائے وہ شہید ہے جو شخص نیکی کا حکم دے اور بڑائی سے روکے وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۵ مطبوعہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سرحد کی حفاظت کرتا ہو امارا گیا وہ شہید ہے۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۸ مطبوعہ بیروت)

امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو مالک اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستہ میں نکلا پھر مر گیا یا اس کو قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔ جس شخص کو گھوڑے یا اونٹ نے گرا دیا یا جس شخص کو حشرات الارض میں سے کسی نے ڈس لیا یا جو شخص (اللہ کی راہ میں) بستر پر مر گیا یا جس طرح بھی اللہ نے چاہا اس کو موت آگئی وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۳۸ مطبوعہ طبعی بیروت پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ جس قوم پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے اور مسلمانوں کے لیے طاعون کو رحمت بنا دیا سو جو مسلمان کسی ایسے شہر میں ہو جس میں طاعون پھیلا ہوا ہو وہ اسی شہر میں ٹھہرا رہے اور صبر و استقامت کی نیت کر کے اس شہر سے نہ نکلے اور اس پر یقین رکھے کہ جو چیز اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے وہ ہو کر رہے گی تو وہ شہید ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۹ مطبوعہ نور محمد ص ۱ الطابع کراچی ۱۴۸۱ھ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بیماری میں فوت ہو گیا وہ شہید ہے اس کو قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو صبح و شام رزق دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت معقل بن یسار (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے صبح اٹھ کر تین مرتبہ پڑھا اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم اور سورۃ ہشر کی آخری تین آیتوں کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اگر وہ اس دن فوت ہو گیا تو وہ شہادت کی موت مرے گا اور جس نے شام کو یہ کلمات پڑھے تو اس کا بھی

یہی حکم ہے۔ (الجامع الصحیح ج ۵ ص ۱۸۲ مطبوعہ بیروت سنن داری ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ لبنان مسند احمد ج ۳ ص ۲۱ مطبوعہ بیروت)

امام ابو نعیم اصبہانی متوفی ۳۳۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے چاشت کی نماز پڑھی اور ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر اور حضر میں کبھی وتر کو نہیں چھوڑا اس کے لیے شہید کا اجر لکھا جائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۲ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۷ھ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ قاہرہ ۱۴۰۷ھ مجمع الزوائد طبع بیروت ۱۴۰۲ھ ج ۲ ص ۲۳۱ کنز العمال ج ۷ ص ۸۱۰-۸۰۹ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ امام آجری متوفی ۳۶۰ھ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے انس! اگر تم سے ہو سکے تو ہمیشہ با وضو ہو کیونکہ جب فرشتہ کسی بندہ کی روح قبض کرے اور وہ با وضو ہو تو اس کے لیے شہادت کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

(الذکر فی احوال الموتی وامور الآخرة ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ)
امام احمد متوفی ۲۴۱ھ سند حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں: راشد بن حیش بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بیت المقدس کا خادم شہید ہے اور زکام یا کھانسی میں مرنے والا شہید ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت الترغیب والترہیب مطبوعہ قاہرہ ۱۴۰۷ھ ج ۳ ص ۳۳۳)
حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے میری امت کے فساد (بدعت اور جہالت کے غلبہ) کے وقت میری سنت پر عمل کیا اس کو سو شہیدوں کا اجر ہوگا امام بیہقی نے اس حدیث کو کتاب الزہد میں روایت کیا ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۳ مطبوعہ علی مصباح السنج ج ۱ ص ۱۶۳)
امام ابن عدی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے متعلق لکھا ہے اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ (کامل ابن عدی ج ۲ ص ۷۳۹)

حافظ منذری نے اس کو امام بیہقی اور امام طبرانی کے حوالے سے درج کیا ہے اور اس کی سند پر اعتماد کیا ہے (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۸۰)

امام طبرانی کی روایت میں ایک شہید کا اجر ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۶ ص ۱۹۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۹۵ھ)

نیز یہ حدیث امام ابو نعیم نے بھی روایت کی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۰ مطبوعہ بیروت)

علامہ بیہقی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہر مومن شہید ہے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

(آیت) والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم

(الحمدید: ۱۹)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں اور ان کے رب کے

پاس ان کا اجر اور نور ہے۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۶۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

حکمی شہداء کا بیان

مذکور الصدر احادیث میں جو حکمی شہادت کی اقسام بیان کی گئی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) طوعون میں مرنے والا۔ (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔ (۳) ڈڈ بنے والا۔ (۴) دب کر مرنے والا۔ (۵) نمونہ میں مرنے والا۔ (۶) جل کر مرنے والا۔ (۷) دردزہ میں مبتلا ہو کر مرنے والی حاملہ۔ (۸) اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا۔ (۹) اپنی جان کی حفاظت میں مارا جانے والا۔ (۱۰) اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا۔ (۱۱) دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا۔ (۱۲) سواری سے گر کر مرنے والا۔ (۱۳) اللہ کے راستہ میں مرنے والا مثلاً علم دین کی طلب میں جانے والا نماز کو جانے والا حج کو جانے والا غرض ہر نیک کام کے لیے جانے والا اس دوران اگر مر جائے۔

(۱۴) پہاڑ سے گر کر مرنے والا۔ (۱۵) جس کو درندے کھا جائیں۔ (۱۶) نفاس میں مرنے والی عورت۔ (۱۷) اپنے لیے رزق حلال کی طلب کے دوران مرنے والا۔ (۱۸) اپنے اہل و عیال کے لیے رزق حلال کی طلب کی دوران مرنے والا۔ (۱۹) کسی مصیبت یا حادثہ میں مرنے والا۔ (۲۰) صدق دل سے شہادت کی دعا کرنے والا۔ (۲۱) بھیمڑوں کی بیماری مثلاً دمہ کھانسی یا پتھری دق میں مرنے والا۔ (۲۲) سفر میں مرنے والا۔ (۲۳) جو شخص ایک دن میں پچیس بار یہ دعا کرے اللہم بارک لی فی الموت و فیما بعد الموت۔ (۲۴) نیزہ کی ضرب سے مرنے والا۔

(۲۵) جو عاشق پاک دامن رہا۔ (۲۶) بخار میں مرنے والا۔ (۲۷) سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا۔ (۲۸) گڑھے میں گر کر مرنے والا۔ (۲۹) ظلماً قتل کیا جانے والا۔ (۳۰) اپنے حق کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا۔ (۳۱) اللہ کی راہ میں بستر پر فوت ہونے والا۔ (۳۲) جس کو سانپ یا بچھو ڈس لے۔ (۳۳) جو اچھو سے مر جائے۔ (۳۴) پڑوسی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے۔

(۳۵) جو چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے۔ (۳۶) جو پتھر گرنے سے مر جائے۔ (۳۷) جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہوئی مر جائے۔ (۳۸) نیکی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے روکتے ہوئے مر جائے (۳۹) اپنے بھائی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے۔ (۴۰) جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر جانے سے مر جائے۔ (۴۱) جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر جانے سے مر جائے۔ (۴۲) جو شخص کسی بھی بیماری میں فوت ہو وہ شہید ہے۔

(۴۵) صبح و شام سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھنے والا شہید ہے۔ (۴۶) چاشت کی نماز پڑھنے والا ہر ماہ تین روزے رکھنے والا اور وتر قضا نہ کرنے والا شہید ہے۔ (۴۷) دایمہ با وضو رہنے والا شہید ہے۔ (۴۸) بیت المقدس کا خادم شہید ہے۔ (۴۹) زکام یا کھانسی میں مرنے والا شہید ہے۔ (۵۰) غلبہ بدعت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا شہید ہے۔ (۵۱) ہر مومن کامل شہید ہے۔ (تفسیر تبيان القرآن)

غسل شہداء کے متعلق مذاہب فقہاء کا بیان

جو شخص میدان جنگ میں مارا گیا اور اس کے علاج کا موقع نہیں ملا اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ کفن پہنایا جائے گا بلکہ ان ہی خون آلودہ کپڑوں میں اس کو دفن کر دیا جائے گا۔ یہی حکم اس مسلمان کا ہے جس کو ظلم قتل کیا گیا اور باقی تمام شہداء کو غسل بھی دیا جائے گا اور کفن بھی پہنایا جائے گا امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا یہی مسلک ہے اور امام احمد اور داود بن علی ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ تمام شہداء کو غسل دیا جائے گا۔ جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان کو ان کے خونوں میں دفن کرو یعنی جنگ احد کے دن اور آپ نے ان کو غسل دینے کا حکم نہیں دیا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

شہدا کی نماز جنازہ کے متعلق مذاہب فقہاء کا بیان

اسی طرح شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ان کی دلیل یہ حدیث ہے امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہداء احد میں سے دودو کو ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے پھر فرماتے ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے پھر جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو لحد میں پہلے رکھتے اور فرماتے قیامت کے دن میں ان پر گواہ ہوں گا اور ان کو ان کے خون کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا نہ ان کو غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ان کی دلیل یہ حدیث ہے امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک دن باہر آئے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی۔ الحدیث (صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

ائمہ ثلاثہ نے حضرت جابر کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں شہداء احد کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے اور امام ابو حنیفہ نے حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے اور چاقوہ یہ ہے کہ ایک صحابی کسی چیز کے ثبوت کی خبر دے اور دوسرا اس کی نفی کی خبر دے تو ثبوت کی خبر کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ جو نفی کی خبر دے رہا ہے اس نے اس چیز کے ثبوت کو نہیں دیکھا اور دوسرے نے دیکھا ہے اس لیے اس کی روایت کو ترجیح ہے نیز حضرت عقبہ کی روایت کی تائید اور تقویت ان احادیث سے ہوتی ہے امام ابو داود متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابو مالک بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی نعش لانے کا حکم دیا پھر ان کو رکھا گیا پھر نو اور شہداء لائے گئے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی نماز جنازہ پڑھی پھر ان کو اٹھالیا گیا اور حضرت حمزہ کو رہنے دیا گیا پھر نو اور شہداء کو لا کر رکھا گیا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان پر سات بار نماز پڑھی

حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ سمیت ستر شہداء پر نماز پڑھی اور ہر بار ان کے ساتھ حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) پر بھی نماز پڑھی۔
شععی بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن نبی کریم نے حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) پر ستر بار نماز پڑھی پہلے حضرت حمزہ پر نماز پڑھتے پھر دوسرے شہداء کو منگواتے پھر ان پر نماز پڑھتے اور ہر ایک کے ساتھ حضرت حمزہ پر بھی نماز پڑھتے۔

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔ (مراسل ابو داؤد ص ۱۸ مطبوعہ مطبع ولی محمد اینڈ سنز کراچی)

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کے اس دن والد فوت ہو گئے تھے اور وہ شدت غم سے نڈھال تھے اس لیے ہو سکتا ہے کہ ان کو شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھے جانے کا علم نہ ہو سکا ہو یا اس وقت وہ کسی اور کام میں مشغول ہوں اور وہاں پر موجود نہ ہوں یا ان کی روایت کا یہ مطلب ہو کہ شہداء احد پر علی الفور نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہیں رزق دیا جا رہا ہے۔

شہداء کے رزق کا بیان

اس سے مراد رزق معروف ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ شہداء کی روحوں جنت میں چرتی پھرتی ہیں۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی روحوں جنت کی خوشبوؤں کو سونگھتی ہیں اور جو نعمتیں ارواح کے لائق ہیں ان سے متمتع ہوتی ہیں اور جب ان روحوں کو ان کے اجسام میں لوٹا دیا جائے گا تو وہ ان تمام نعمتوں سے متمتع ہوں گی جو اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں کر دیا ہے وہ جنت کے دریاؤں پر جاتی ہیں اور اس کے پھولوں سے کھاتی ہیں اور عرش کے سائے کے نیچے لگی ہوئی سونے کی قندیلوں میں آرام کرتی ہیں۔ (مسند احمد و سنن ابوداؤد) اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ شہداء کی روحوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کی طرح ہیں ان کے لیے عرش کے نیچے قندیلیں لگی ہوئی ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں چرتی ہیں۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

شہداء کی روحوں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور ان پرندوں کے پیٹ بہ منزلہ سواری ہوتے ہیں اور ان روحوں کا تعلق اپنے اپنے اجسام سے بھی ہوتا ہے۔

حافظ شمس الدین ابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں: بعض احادیث میں ہے شہداء کی روحوں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں بعض میں ہیں ان کے پیٹوں میں ہیں بعض میں ہے کہ سبز پرندوں کی مثل ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ تمام کلمات تشبیہ کے ہوں اور چونکہ شہداء کی روحوں بہت تیزی کے ساتھ جنت میں پھرتی ہیں۔ اس لیے ان کو سبز یا سفید پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی ہو۔ اور شہداء کی یہ روحوں جو عرش کے نیچے قندیلوں میں آرام کرتی ہیں ابھی بطور دوام کے جنت میں داخل نہیں ہوئیں اور قیامت کے بعد یہ طور دوام کے جنت میں داخل ہوں گی تو اپنی اصل منازل اور محلات میں قیام کریں گی۔ (کتاب الروح ص ۹۲-۹۳ مطبوعہ دار الحدیث)

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَنْ عَجَلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنَ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنَ الْقَرْصَةِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: شہید کو مرنے پر اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی کسی شخص کو چوٹی کے کانٹے سے ہوتی ہے۔

بَاب مَا يُرْجَى فِيهِ الشَّهَادَةُ

یہ باب ہے کہ کن صورتوں میں شہادت کی امید کی جاسکتی ہے؟

2803- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي الْعَمَاسِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوذُهُ فَقَالَ قَائِلٌ مِنْ أَهْلِهِ إِنَّ كُنَّا لَتَرْجُو أَنْ نَكُونَ وَأَنَّهُ قَتَلَ شَهَادَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شَهَادَةً أُمِّي إِذَا لَقِيَ الْقَتْلُ لِي سَبِيلِ اللَّهِ شَهَادَةٌ وَالْمَطْعُونُ شَهَادَةٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجَمْعِ شَهَادَةٍ يُعْنَى الْحَامِلُ وَالْغَرِيقُ وَالْحَرِيقُ وَالْمَجْنُونُ يُعْنَى ذَاتُ الْجَنْبِ شَهَادَةٌ .

•• عبداللہ بن عبداللہ بن جبیر اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ بیمار ہوئے نبی اکرم ﷺ ان کی عیادت کرنے کے لیے ان کے گھر تشریف لائے تو ان کے گھر والوں میں سے کسی نے یہ کہا ہمیں یہ امید ہے کہ ان کا انتقال اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی مانند ہوگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس صورت میں میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے اللہ کی راہ میں قتل ہونا بھی شہادت ہے، زچگی کے دوران عورت کا فوت ہو جانا بھی شہادت ہے (راوی کہتے ہیں اگرچہ حاملہ ہو اس کا فوت ہونا بھی شہادت)، ڈوب کر مرنا، جل کر مرنا اور ذات الجنب کی بیماری سے مرنا بھی شہادت ہے۔

ذات الجنب بیماری اور اس کے علاج کا بیان

حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے بچوں کے حلق کا علاج اس طرح دبا کر کیوں کرتی ہو بلکہ تمہیں ان کا علاج عود ہندی یعنی کوٹ کے ذریعہ کرنا چاہئے کیونکہ عود ہندی میں سات بیماریوں کی شفا ہے جن میں ایک ذات الجنب ہے۔ عذرہ کی صورت میں تو سٹ کیا جائے (یعنی عذرہ بیماری کو دور کرنے کے لئے عود ہندی کو پانی میں گھول کر ناک میں پٹکایا جائے) اور ذات الجنب کی صورت میں لدود کیا جائے (یعنی ذات الجنب کی بیماری کو دور کرنے کے لئے عود ہندی کو پانی میں گھول کر باجھ کی طرف سے منہ میں پٹکایا جائے)۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم، رقم الحدیث: 454)

تذغرن "وغرکا مطلب ہے عذرہ بیماری میں حلق کو انگلی کے ذریعہ دبانا، جیسا کہ جب بچوں کو حلق کی بیماری ہوتی ہے تو عورتیں

ان کے حلق میں انگلی ڈال کر ورم کو دہاتی ہیں اور کوئے کو اوپر اٹھا دیتی ہیں، چنانچہ اس بارے میں اس سے پہلے کی حدیث میں بھی گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف دہ طریقہ علاج سے منع فرمایا ہے اور یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق انکار فرمایا کہ تم اپنے بچوں کے حلق کو انگلی سے کیوں دباتی ہو، یعنی اس طریقہ علاج سے اجتناب کرو۔

اعلق کے معنی بھی وہی ہیں جو دغیر کا مطلب بیان کیا گیا ہے، بعض روایت میں علق کے بجائے اعلاق مذکور ہے، لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہی روایت اولیٰ اور اصوب ہے، ویسے اعلاق کے بھی وہی معنی ہیں جو علق کے ہیں، حاصل یہ کہ عورتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ عذرہ کی بیماری میں انگلی کے ذریعہ حلق کو دبانے کا طریقہ علاج اختیار کیا جائے، بلکہ عود ہندی کے ذریعہ اس کا علاج کیا جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی میں گھول کر بچے کی ناک میں پکایا جائے۔ حدیث میں "عود ہندی" کا ذکر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ کھجلی حدیث میں قسط بحری سے مراد یہی عود ہندی ہے تاہم یہ بھی احتمال ہے کہ "قسط" ہندی کو عود ہندی فرمایا گیا ہو، جیسا کہ بعض حضرات نے اس کی وضاحت "عود ہندی" کی ہے اور یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ فائدہ مند تو دونوں ہیں لیکن "قسط بحری" زیادہ فائدہ مند ہے۔ "ذات الجنب" ایک بیماری ہے اس کی صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ سینے میں ورم ہو جاتا ہے اور یہ اگرچہ عضلات میں پیدا ہوتا ہے مگر پھر باطن سے ظاہر میں آ جاتا ہے اور یہ صورت خطرناک ہے اور اس کا شمار مہلک امراض میں ہوتا ہے۔

ذات الجنب کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ریاخ غلیظہ کے رک جانے کی وجہ سے پہلو میں ایک درد ہوتا ہے یہاں حدیث میں جس ذات الجنب کا ذکر ہے اس سے مراد یہی دوسری صورت ہے کیونکہ "عود ہندی" ریاخی امراض کی دوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی میں سات بیماریوں کا ذکر فرمایا لیکن نام صرف دو بیماریوں کا لیا، باقی پانچ کے بارے میں سکوت فرمایا کیونکہ اس موقع پر ان پانچوں کی وضاحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پانچ بیماریاں ایسی ہوں گی جو عرب میں مشہور رہی ہوں گی اور ان کے بارے میں لوگ خود جانتے ہوں گے اور چونکہ ان دونوں بیماریوں کے بارے میں لوگوں کا علم محدود ہو گا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو بیماریوں کا نام لیا۔

لیکن حدیث میں "سات بیماریوں" کا ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ قسط بس سات بیماریوں کے کام میں آنے والی دوا ہے سات سے زیادہ کسی اور بیماری کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دوا کا فائدہ بہت وسیع ہے اور بہت سی بیماریوں میں استعمال کی جاتی ہے جن میں سے کچھ بیماریوں وہ ہیں جن کو پہلے بیان کیا چکا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ سات بیماریوں کے لئے یہ فائدہ مند ہوگی اس لئے اس کو یہاں ذکر کیا گیا، علاوہ ازیں بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ "سات" سے مراد مخصوص عدد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے چنانچہ اہل عرب کے کلام میں بسا اوقات سات کا اطلاق کثرت پر ہوتا ہے۔

2804 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي الشَّهِيدِ فَيَكُفُّمُ قَالُوا الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ

2804: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اَللّٰہِ لَآ اِنَّ شَہِیْدَآءَ اُنْتِیْ اِذَا تَقَاتَلَ مِنْ قَتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَهُوَ شَہِیْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَهُوَ شَہِیْدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شَہِیْدٌ وَالْمَطْعُوْنُ شَہِیْدٌ قَالَا سُبْحٰنَ اللّٰہِ بِنُ مَقْسَمِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ وَزَادَ فِیْہِ وَالْعَرِیْقُ شَہِیْدٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا:

”تم لوگ اپنے درمیان کسے شہید سمجھتے ہو؟“

لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس صورت میں تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے سے ہوں گے جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے، جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرجائے وہ شہید ہے، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے، طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔“

سہیل نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، عبید اللہ نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ ابو صالح نامی راوی نے اس میں مزید ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

”دوب کر مرنے والا شہید ہے۔“

بَابُ السِّلَاحِ

یہ باب اسلحہ کے بیان میں ہے

2085- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُسَوِّدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ حَدَّثَنِی الزُّهْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْيَمْعَفَرُ

●● حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر خود پہنا ہوا تھا۔

2086- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيدَ أَنَّ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَخَذَ دِرْعَيْنِ كَأَنَّهُ ظَاهِرَ بَيْنَهُمَا

●● حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زریں پہنی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کے اوپر انہیں پہنا تھا۔

2085: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 1846، رقم الحدیث: 3044، رقم الحدیث: 4288، رقم الحدیث: 5888، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 2085، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2085، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1693، أخرجه التیساتی فی "السنن" رقم الحدیث: 2087، رقم الحدیث: 2088

الحدیث: 2088

2086: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2807- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَبِي أُمَامَةَ فَرَأَى لِي سُوْرًا خِيَتًا مِنْ جِلْدٍ لَهْبٍ لَقِيبٍ وَقَالَ لَقَدْ لَقِخَ الْفُتُوحَ قَوْمٌ مَا كَانَ جِلْدُهُ سُوْرًا لَهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَكِنْ الْأُنْكَ وَالْحَدِيدُ وَالْعَلَابِيُّ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ الْعَلَابِيُّ الْقَصَبُ

••• سلیمان بن حبیب بیان کرتے ہیں: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہم لوگ حاضر ہوئے انہوں نے ہماری تلواریں میں چاندی لگی ہوئی دیکھی تو ناراض ہو گئے انہوں نے ارشاد فرمایا: لوگوں نے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) فتوحات حاصل کیں لیکن ان کی تلواریں پر سونے یا چاندی کا کام نہیں ہوا تھا ان کا زیور، سیسہ، لوہا اور علابی تھا۔
ابوالحسن قطان کہتے ہیں علابی سے مراد پٹھے ہیں۔

2808- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الصَّلْتِ عَنْ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَعَّلَ سَفَقَهُ ذَا الْفَقَارِ يَوْمَ بَدْرٍ

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی تلوار ”ذوالفقار“ غزوہ بدر کے موقع پر مال انفال (مال غنیمت) میں سے لی تھی۔

2809- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَمُرَةَ أَنبَأَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ إِذَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَ مَعَهُ رُمْحًا فَإِذَا رَجَعَ طَرَحَ رُمْحَهُ حَتَّى يُحْمَلَ لَهُ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ لَا ذِكْرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَإِنَّكَ إِنْ فَعَلْتَ لَمْ تُرْفَعْ ضَالَّةٌ

••• حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شرکت کی تو انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نیزہ اٹھالیا، جب دو واپس آئے تو انہوں نے نیزہ رکھ دیا تاکہ اسے اٹھالیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کروں گا، انہوں نے کہا: آپ ایسا نہ کریں کیونکہ اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر کسی بھی گمشدہ چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا۔

2810- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَمُرَةَ أَنبَأَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ عَنْ أَبِي رَاشِدٍ عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْسٌ عَرَبِيَّةٌ

2807: أخرجا بخاری فی ”المصحح“ رقم الحديث: 2909

2808: أخرجا الترمذی فی ”المجامع“ رقم الحديث: 1516

2809: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2810: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

فَرَأَى رَجُلًا يَسِيدهُ قَوْسٌ فَارْمِيَةً فَقَالَ مَا هَذِهِ أَلْفَهَا وَعَلَيْكُمْ بِهِلِهِ وَأَشْبَاهُهَا وَرِمَاحُ الْقَنَا فَإِنَّهُمَا يَزِيدُ اللَّهَ لَكُمْ
بِهِنًا فِي الدِّينِ وَيُمْكِّنُ لَكُمْ فِي الْبِلَادِ

•• حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک میں ایک عربی کمان تھی۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایرانی کمان تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کیا چیز ہے تم اسے رکھ دو۔ تم یہ اور اس جیسی دیگر کمانیں استعمال کرو اور نیزے استعمال کرو۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے تمہارے دین کو بڑھائے گا اور تمہیں مختلف علاقوں کی حکومت عطا کرے گا۔

بَاب الرَّمْيِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

یہ باب اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر اندازی کرنے میں ہے

2811- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ أَبَا هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيَّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَامٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَزْرَقِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ اللَّهُ لَيَدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ الثَّلَاثَةَ الْجَنَّةِ صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيَ بِهِ وَالْمُيَدِّ بِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْمُوا وَارْكَبُوا وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا وَكُلُّ مَا يَلْهُو بِهِ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمِيَهُ بِقَوْسِهِ وَقَادِيئَهُ فَرَسَهُ وَمَلَاعِبَتَهُ أَمْرَاتُهُ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ

•• حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا اسے بنانے والا شخص جو اسے بنانے میں بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے، اسے پھینکنے والا شخص اور اسے سیدھا کرنے والا شخص (یا پکڑانے والا شخص)

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تم لوگ تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک تمہارے سواری کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ مسلمان بندہ لہو و لعب کے طور پر جو بھی کھیل کھیلتا ہے وہ فضول ہوتا ہے سوائے اس کھیل کے جس میں وہ اپنی کمان کے ذریعے تیر اندازی کرے یا اپنے گھوڑے کی تربیت کرے یا اپنی بیوی کے ساتھ خوش مزاجی کرے ایسا کرنا حق ہے۔

2812- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سُلَيْمَانَ

بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَمَى الْعَدُوَّ بِسَهْمٍ فَلَبَّغَ سَهْمُهُ الْعَدُوَّ أَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ فَعَدْلُ رَقَبَةٍ

2811: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1637

2812: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

• حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
 ”جو شخص دشمن کو کوئی ایک تیز مارتا ہے اور اس کا تیر دشمن تک پہنچ جاتا ہے تو خواہ وہ اسے لگے یا نہ لگے یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے۔“

2813- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَالِيَةَ
 الْهَمْدَانِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ
 وَأَعْلُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ إِلَّا وَإِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

• حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔
 ”اور تم ان کے لیے جہاں تک ہو سکے تیاری مکمل کرو۔“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہاں قوت سے مراد تیر اندازی کرنا ہے یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔

2814- حَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى الْمِصْرِيُّ ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ نُعَيْمٍ
 الرَّعَيْسِيِّ عَنِ الْمُصْبِرَةِ بْنِ نَهْلِكَ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَعَلَّمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَقَدْ عَصَانِي

• حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
 ”جو شخص تیر اندازی سیکھنے کے بعد اسے ترک کر دے اس نے میری نافرمانی کی۔“

شرح

حضرت عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے تیر اندازی سیکھی اور پھر
 اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی ہمارے طریقہ پر چلنے والوں میں شامل نہیں ہے۔ یا پھر یہ کہ اس نے نافرمانی کی۔

(مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث: 977)

وہ ہم میں سے نہیں ہے "کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے قریب نہیں ہے اور ایک ایسے شخص کی مانند ہے جس کا شمار ہمارے
 زمرے میں نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک تو یہ کہ تیر اندازی سیکھے ہی نہیں لیکن اس کو سیکھ کر پھر چھوڑ دینا نہ سیکھنے کی بہ نسبت کہیں
 زیادہ برا ہے کیونکہ جس شخص نے تیر اندازی نہیں سیکھی وہ تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرے میں داخل ہی نہیں ہوا لیکن یہ تو وہ
 شخص ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرے میں داخل ہوا اور پھر نکل گیا گویا اس نے اس کام میں کوئی نقصان دیکھا یا اس کو کوئی
 برائی محسوس ہوئی اور یا اس نے ایسا استہزاء کے طور پر کیا اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں ایک بڑی نعمت کا کفران کرنے کا مرادف
 ہیں۔

2813: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4023 أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 2514

2814: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2815- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَحْوٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّهُ سَمِعَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَصَنِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَقْرِ يَزْمُونُ فَقَالَ وَمَا يَتَنِي إِسْمَاعِيلَ لِأَنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: اے اسماعیل کی اولاد! تیر اندازی جاری رکھو! تمہارے جد امجد بھی تیر انداز تھے۔

شرح

حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسلم کے ایک قبیلہ میں تشریف لائے اور وہ لوگ اس وقت بازار میں آپس میں تیر اندازی (کی مشق) کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اے اولاد اسماعیل (یعنی اے عربو!) تیر اندازی کرو، کیونکہ تمہارے باپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) تیر انداز تھے۔ اور میں (بھی) فلاں قبیلے کے ساتھ ہوں (یعنی اس وقت بنی اسلم کے جو دو فریق آپس میں تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں ایک کا نام لے کر فرمایا کہ اس مشق میں اس فریق کی طرف ہوں) لیکن دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے (یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فریق کی طرف ہو گئے تو مقابل فریق نے تیر اندازی سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ یعنی تم نے تیر پھینکنے کیوں بند کر دیئے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس صورت میں کیسے تیر اندازی کر سکتے ہیں جب کہ آپ فلاں (فریق) کے ساتھ ہیں یعنی ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ کر دوسرے فریق کی طرف ہو جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اچھا) تم تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (بخاری، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث: 978)

بَابُ الرَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةِ

یہ باب بڑے اور چھوٹے جھنڈے کے بیان میں ہے

2816- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ لَبِثْتُ الْمَدِينَةَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا عَلَى الْعِمْبَرِ وَبِلَالٌ قَائِمٌ بَيْنَ يَدَيْهِ مُتَقَلِّدٌ سَيْفًا وَإِذَا رَابَةُ مَرْدَاءٍ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ قَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ

•• حضرت حارث بن حسان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر کھڑے ہوئے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا گردن میں لٹکا کر کھڑے تھے اسی دوران ایک سیاہ جھنڈا نظر آیا تو میں نے

2815: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2816: أخرجه الترمذی فی "المصباح" رقم الحدیث: 3273، ورم الحدیث: 3274

دریافت کیا یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا یہ حضرت عمرو بن العاصؓ ہیں جو جنگی مہم سے واپس آئے ہیں۔

2817- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْغَلَّلِيُّ وَعَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْقُصَيْبِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَلَوْ أَوْهَ أَبْصَحُ

•• حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کا مخصوص جھنڈا سفید تھا۔

2818- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْوَاسِطِيُّ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَبَّانَ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَأْيَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ سَوْدَاءَ وَلَوْ أَوْهَ أَبْصَحُ

•• حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا بڑا جھنڈا سیاہ رنگ کا تھا اور چھوٹا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔

بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذِّيَّاجِ فِي الْحَرْبِ

یہ باب جنگ کے دوران ریشم اور ذیباچ پہننے میں ہے

2819- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حَبَّاجٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا أَخْرَجَتْ جُبَّةَ مُزَرَّةَ بِالذِّيَّاجِ فَقَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ هَذِهِ إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ

•• سیدہ اسماء بنت ابوبکرؓ کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے ایک جہ نکالا جس میں ریشم کے ٹخن لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ بات بیان کی نبی اکرم ﷺ جب دشمن کے مقابلے میں جاتے تھے تو اسے زیب تن کیا کرتے تھے۔

2820- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ وَالذِّيَّاجِ إِلَّا مَا كَانَ هَكَذَا ثُمَّ أَشَارَ بِأَصْبَعِهِ ثُمَّ الثَّانِيَةَ ثُمَّ الثَّالِثَةَ ثُمَّ الرَّابِعَةَ وَقَالَ كَانَ

2817: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2592 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1679 أخرجه التيسال فی "السنن" رقم الحديث: 2658

2818: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1655

2819: أخرجه مسلم فی "المصحيح" رقم الحديث: 5376 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 4054 أخرجه ابن ماجه فی "السنن" رقم الحديث: 3594

2820: أخرجه البخاری فی "المصحيح" رقم الحديث: 5828 ورقم الحديث: 5829 ورقم الحديث: 5830 أخرجه مسلم فی "المصحيح" رقم الحديث: 5378 ورقم الحديث: 5379 ورقم الحديث: 5380 ورقم الحديث: 5381 ورقم الحديث: 5382 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 4042 أخرجه التيسال فی "السنن" رقم الحديث: 5327 أخرجه ابن ماجه فی "السنن" رقم الحديث: 3593

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا عَنْهُ

۵۵ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ ریشم اور دیباچ پہننے سے منع کرتے تھے البتہ اتنے کی اجازت دیتے تھے پھر راوی نے اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کیا پھر دوسری انگلی کے ذریعے کیا پھر تیسری انگلی کے ذریعے کیا پھر چوتھی انگلی کے ذریعے کیا (یعنی چار انگلی تک ریشم کی پٹی لگائی جاسکتی ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے۔

بَابُ لُبْسِ الْعَمَائِمِ فِي الْحَرْبِ

یہ باب جنگ کے دوران عمامہ پہننے میں ہے

2821- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو ابْنُ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَاتِبِي أَنْظِرْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرَخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ

۵۵ جعفر بن عمرو اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: گویا کہ میں اس وقت بھی نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا جس کا شملہ آپ ﷺ نے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

2822- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

۵۵ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْغَزْوِ

یہ باب جنگ کے دوران خرید و فروخت کرنے میں ہے

2823- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ حَدَّثَنَا سُيْدُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ حَيَّانَ الرَّقِّيِّ الْبَاهِلِيِّ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا يَسْأَلُ أَبِي عَنِ الرَّجُلِ يَغْزُو فَيَشْتَرِي وَيَبِيعُ وَيَتَجَرُّ فِي غَزْوَتِهِ فَقَالَ لَهُ أَبِي كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَوَّكُ نَشْتَرِي وَنَبِيعُ وَهُوَ يَرَانَا وَلَا يَنْهَانَا

۵۵ خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو دیکھا اس نے میرے والد سے ایسے شخص کے بارے میں

2822: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 4078، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1735

2823: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

دریافت کیا: جو جنگ کے دوران خرید و فروخت کرتا ہے اور جنگ کے دوران تجارت کرتا ہے تو میرے والد نے انہیں بتایا ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہوک میں موجود تھے وہاں ہم نے خرید و فروخت بھی کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ملاحظہ فرمایا لیکن آپ ﷺ نے ہمیں منع نہیں کیا۔

بَابُ تَشْيِيعِ الْغَزَاةِ وَوَدَاعِهِمْ

یہ باب غازی کے ساتھ جانے اور اسے رخصت کرنے میں ہے

2824- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَاهِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ زَبَّانَ بْنِ قَالِدٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا أَنْ أُشَيِّعَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَكْفَهُ عَلَى رَحْلِهِ غَدُوَّةً أَوْ رَوْحَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

سہل بن معاذ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

”اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کے ساتھ مل کر جانا اس طرح کہ میں نے اس کی سواری (کی لگام) پکڑی ہوئی ہو۔ خواہ یہ صبح کے وقت ہو یا شام کے وقت ہو۔ یہ میرے نزدیک دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔“

2825- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ وَرْدَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَدَّعَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اسْتَوْدِعْكَ اللَّهُ الْيَدَيَّ لَا تَضِيعُ وَدَائِعُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھے رخصت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں جو امانت کو ضائع نہیں کرتا۔“

2826- حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هَلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَخْصَنِ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْخَصَ السَّرَايَا يَقُولُ لِلشَّائِخِ اسْتَوْدِعْكَ اللَّهُ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَالِيَّ عَمَلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کسی جنگی مہم میں جانے والے کو رخصت کرتے تو آپ اس سے یہ فرماتے۔

2824: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2825: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2826: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

”میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے انجام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔“

باب السرایا

یہ باب چھوٹے لشکر کے بیان میں ہے

2827- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ مُحَمَّدُ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْعَامِلِيُّ عَنْ ابْنِ

شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُكْتَمُ بْنُ الْجَوْنِ الْخَزَائِعِي يَا أَكْثَمُ اغْزُ مَعَ غَيْرِ قَوْمِكَ بِخُسْنِ خُلُقِكَ وَتَكْرُمٍ عَلَى رُفَقَائِكَ يَا أَكْثَمُ خَيْرُ الرُّفَقَاءِ أَرْبَعَةٌ وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعٌ مِائَةٌ وَخَيْرُ الْجَبُوشِ أَرْبَعَةٌ أَلَا فِ وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قَلِيلٍ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت اکثم بن جون خزاعی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے اکثم! تم اپنی قوم کے علاوہ دیگر لوگوں کے ساتھ بھی جنگ میں حصہ لو۔ اس سے تمہارے اخلاق اچھے ہو جائیں گے اور تمہارے ساتھیوں کے سامنے تمہاری عزت میں اضافہ ہوگا۔

اے اکثم! سب سے بہترین ساتھی چار ہوتے ہیں۔ سب سے بہترین چھوٹی مہم چار سو افراد کی ہوتی ہے۔ سب سے بہترین لشکر چار ہزار افراد کا ہوتا ہے اور بارہ ہزار لوگ کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوتے۔

2828- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ

كُنَّا لَنَحْدُثُ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَوْمَ بَدْرٍ ثَلَاثَ مِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ عَلَى عِدَّةِ أَصْحَابٍ طَالُوَتْ مَنْ جَاوَزَ مَعَهُ النَّهْرَ وَمَا جَاوَزَ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ

•• حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم لوگ یعنی نبی اکرم ﷺ کے اصحاب یہ بات چیت کیا کرتے تھے کہ غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی تعداد 3 سو سے کچھ زیادہ تھی جو حضرت طالوت کے ساتھیوں کی تعداد جتنی تھی جنہوں نے ان کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ نہر کو عبور صرف ان لوگوں نے کیا تھا جو مؤمن تھے۔

2829- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ ابْنِ لَهِيْعَةَ أَخْبَرَنِي يَزِيدُ ابْنُ أَبِي حَبِيبٍ

عَنْ لَهِيْعَةَ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْوَرْدِ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِيَّاكُمْ وَالسَّرِيَّةَ الَّتِي إِنْ لَقِيتُ فَرَّثَ وَإِنْ غَنِمْتُ غَلَّتْ

•• لہیعہ بن عقبہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت ابو الورد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے تم

2827: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2828: اخراج البخاری فی ”المصحح“ رقم الحدیث: 3857، رقم الحدیث: 3858، رقم الحدیث: 3558

2829: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

چھوٹے لشکر میں شامل ہونے سے بچو ایسا چھوٹا لشکر کہ اگر اس کا دشمن سے سامنا ہو تو وہ راہ فرار اختیار کر لے اور اگر اسے مال غنیمت حاصل ہو تو اس میں خیانت کرے۔

بَاب الْأَكْلِ فِي قُدُورِ الْمُشْرِكِينَ

یہ باب مشرکین کی ہانڈیوں میں کھانے کے بیان میں ہے

2830- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هَلَبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ النَّصَارَى فَقَالَ لَا يَخْتَلِجُ فِي صَدْرِكَ طَعَامٌ ضَارَعَتْ فِيهِ نَصْرَانِيَّةٌ

•• قبیسہ بن ہلب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے عیسائیوں کے کھانے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے کھانے کے بارے میں تمہارے سینے میں ہرگز کوئی خلجان نہیں ہونا چاہئے جس میں تم عیسائیت کے ساتھ شریک ہو۔

2831- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنِي أَبُو فَرَوَةَ يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ رُوَيْمٍ اللَّخْمِيُّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ وَلَقِيَهُ وَكَلَّمَهُ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُدُورُ الْمُشْرِكِينَ نَطْبُخُ فِيهَا قَالَ لَا تَطْبُخُوا فِيهَا قُلْتُ فَإِنْ اخْتَجْنَا إِلَيْهَا فَلَمْ نَجِدْ مِنْهَا بُدًّا قَالَ فَأَرْحَضُوهَا رَحَضًا حَسَنًا ثُمَّ اطْبُخُوا وَكُلُوا

•• حضرت ابو ثعلبہ حشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا میں نے مرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم مشرکین کی ہانڈیوں میں کھانا پکالیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم ان میں کھانا نہ پکاؤ۔“

میں نے عرض کی: اگر ہمیں ان کی شدید ضرورت ہو اور ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم انہیں اچھے طریقے سے دھو کر پھر اس میں پکاؤ اور اس میں کھاؤ۔

بَابِ الْإِسْتِعَانَةِ بِالْمُشْرِكِينَ

یہ باب مشرکین سے مدد حاصل کرنے کے بیان میں ہے

2832- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ

2830: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3784، ورم الحديث: 1565

2831: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اللہ بن یزید عن نيار عن عروة بن الزبير عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا لا نستعين بمشرك قال علي في حديثه عبد الله بن يزيد أو زيد

۞ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک ہم مشرکین سے مدد حاصل نہیں کریں گے۔

علی نامی راوی نے اپنی روایت میں راوی کا نام عبد اللہ بن یزید (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) عبد اللہ بن زید نقل کیا ہے۔

بَابُ الْخَدِيعَةِ فِي الْحَرْبِ

یہ باب جنگ کے دوران (دشمن کو) دھوکہ دینے میں ہے

2833- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَرْبُ خَدْعَةٌ ۞ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں:

”جنگ دھوکہ دینے کا نام ہے۔“

2834- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مَطَرِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَرْبُ خَدْعَةٌ ۞ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”جنگ (دشمن کو) دھوکہ دینے کا نام ہے۔“

جنگ میں مکر و فریب ہونے کا بیان

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جنگ مکر و فریب (کا نام) ہے۔“

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث، 1048)

مطلب یہ ہے کہ جنگ میں لشکر کی زیادہ تعداد اور بہت لڑنا کارآمد و مفید نہیں جتنا مکر و فریب مفید ہوتا ہے، جس کو آج کے مہذب الفاظ میں ”حکمت عملی“ بھی کہتے ہیں۔ اسی مکر و فریب یا حکمت عملی کا کرشمہ ہوتا ہے کہ پوری جنگ ایک ہی داؤ سے ختم ہو جاتی ہے جو داؤ کھاتا ہے مارا جاتا ہے اور داؤ مارنے والا جنگ پر غالب آ جاتا ہے۔ چنانچہ بہترین کمانڈر وہی کہلاتا ہے جو میدان جنگ میں اپنی تدبیر اور حکمت عملی سے دشمن کی بڑی سے بڑی فوج کو پسپا ہونے پر مجبور کر دے۔

2832: أخرجه مسلم في ”الصحيح“ رقم الحدیث: 48778 أخرجه ابوداؤد في ”السنن“ رقم الحدیث: 2732 أخرجه الترمذی في ”الجامع“ رقم الحدیث: 1558

2833: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2834: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اگرچہ علماء اسلام نے متفقہ طور پر کفار کے ساتھ جانے والی جنگ میں مکرو فریب کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس بارے میں کچھ حدود بھی مقرر کی ہیں تاکہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر کوئی حرف نہ آئے چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ مکرو فریب کا رستہ اختیار کرنے کی صورت میں یہی بات تو یہ ملحوظ ہونی چاہئے کہ کھلا ہوا جھوٹ نہ بولا جائے اور یہ کہ کسی بھی ایسی صورت میں مکرو فریب نہ کیا جائے جس میں مسلمانوں کی طرف سے دیا ہوا عہد امان توڑا جائے۔

پھر علماء نے "فریب دینے" کی کچھ صورتیں بھی متعین کر دی ہیں مثلاً اس طرح فریب دیا جائے کہ اسلامی لشکر میدان جنگ سے ہٹ جائے یا جنگ بند کر دے تاکہ دشمن غافل ہو جائے اور یہ سمجھ لے کہ اسلامی لشکر جنگ سے بھاگ گیا ہے اور پھر دشمن کی اس غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس یکبارگی حملہ کر دیا جائے، اس طرح کی ایسی کوئی بھی حکمت عملی اختیار کی جائے جس میں مذکورہ بالا دونوں امور کا لحاظ ہو۔ حدیث میں مذکور لفظ "خدعہ" اصل میں توخ کے پیش اور دال کے جزم کے ساتھ یعنی خدعہ "ہے لیکن زیادہ فصیح رخ کے زیر کے ساتھ یعنی خدعہ ہے جس کے معنی یہی ہیں کہ لڑائی ایک ہی فریب (داد) سے ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ لفظ رخ کے زیر کے ساتھ (یعنی لفظ فریب کا اہم نوع خدعہ اور رخ کے پیش اور دال کے جزم کے ساتھ یعنی خدعہ بھی منقول ہے، اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ "جنگ بہت دھوکے میں ڈالنے والی ہے" یعنی جو لوگ دشمن کے مقابلہ پر جاتے ہیں ان کے دل میں طرح طرح کے خیال پیدا ہوتے ہیں لیکن جب وہ میدان جنگ میں پہنچتے ہیں اور لڑائی ہوتی ہے تو ان کے خیالات کے برعکس نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ کوئی شخص فتح پانے اور دشمن کو مار ڈالنے کا خیال لے کر جاتا ہے مگر میدان جنگ میں شکست کا سامنا کرتا ہے اور خود مارا جاتا ہے اسی طرح کوئی شخص شکست و ناکامی کے مایوس کن خیالات لے کر جاتا ہے مگر وہاں جنگ کا پانسہ پلٹ جاتا ہے اور وہ کامیاب و کامران ہو کر آتا ہے غرضیکہ جنگ اسی طرح دھوکے اور فریب میں مبتلا کرنے والی چیز ہے۔

بَابُ الْمُبَارَزَةِ وَالسَّلْبِ

یہ باب ہے کہ مقابلے کی دعوت دینا اور (دشمن) کے ہتھیار (کا حکم)

2835- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ وَحَفْصُ بْنُ عَمْرٍو قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَبَانَا وَكِيعٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الرَّمْثَانِيِّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هُوَ يَحْيَى بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِي مَجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقْسِمُ لَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي هَؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَةِ يَوْمَ بَدْرٍ (هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَأَلْدَيْنَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ إِلَىٰ قَوْلِهِ (الْحَرِيقِ) فِي حَمْزَةٍ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ اخْتَصَمُوا فِي الْحُجَجِ يَوْمَ بَدْرٍ

2835: أخرجه البخاری فی "الصّحیح" رقم الحدیث: 3966، رقم الحدیث: 3968، رقم الحدیث: 4743، أخرجه مسلم فی "الصّحیح" رقم الحدیث:

7478، رقم الحدیث: 7479

• • • قیس بن عباد بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو سنا انہوں نے قسم اٹھا کر یہ بات کہی یہ آیت ان چھ افراد کے بارے میں غزوہ بدر کے موقع پر نازل ہوئی:

"یہ وہ فریق ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں اختلاف کیا تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کے کپڑے کاٹ لیے گئے۔"

یہ آیت یہاں تک ہے "جلائے"۔

(یعنی یہ آیت ان چھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی)

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ (مسلمانوں کی طرف سے تھے جبکہ مشرکین کی طرف سے) عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر کے موقع پر ایک دوسرے سے مقابلہ کیا تھا۔

2836 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ وَعِكرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ إِيَّاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَارَزْتُ رَجُلًا فَقَتَلْتُهُ فَنَفَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْبَةً • • • ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو مقابلے کی دعوت دی میں نے اسے قتل کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ساز و سامان مجھے عطا کر دیا۔

2837 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ أَلْفَلَحٍ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَلَهُ سَلْبًا قَتِيلَ يَوْمَ خَنْبَنِ

• • • حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقتول کا سامان انہیں عطیے کے طور پر دیا تھا جسے انہوں نے غزوہ خنین کے دن قتل کیا تھا۔

2838 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ نَعِيمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ ابْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ فَلَهُ السَّلْبُ

2838: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2839: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2837: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2188، ورقم الحديث: 3142، ورقم الحديث: 4321، ورقم الحديث: 4322، ورقم الحديث: 7170، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4541، ورقم الحديث: 4542، ورقم الحديث: 4543، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2717، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث:

2839: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

﴿ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ جو شخص (دشمن کے کسی فرد) کو قتل کرے گا تو اس کا ساز و سامان اسی شخص کو ملے گا۔

بَابُ الْغَارَةِ وَالْبَيَاتِ وَقَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ

یہ باب ہے کہ حملہ کرنا، رات کے وقت حملہ کرنا (ایسے حملے میں) خواتین اور بچوں کو قتل کرنا

باب! حملہ کرنا، رات کے وقت حملہ کرنا، خواتین اور بچوں کو قتل کرنا

2839- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا الصُّعْبُ بْنُ جَثَامَةَ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُسْتَوْنَ فَيَصَابُ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ

﴿ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے مشرکین کے ایک ایسے علاقے کے بارے میں دریافت کیا گیا: جس پر رات کے وقت حملہ کیا جاتا ہے اور جس میں ان کی خواتین اور بچے مارے جاتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ ان کا حصہ ہیں۔

2840- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَنبَاَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ هَوَازِنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَيْنَا مَاءَ لَيْلَى فَرَارَةٌ لَعَرَسْنَا حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الصُّبْحِ شَنَّاهَا عَلَيْهِمْ غَارَةٌ فَاتَيْنَا أَهْلَ مَاءٍ فَيَتَنَاهُمْ لَقَتْنَاهُمْ بِسَعَةٍ أَوْ سَبْعَةِ أَبْيَاتٍ

﴿ ایسا بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوازن کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس کی بات ہے۔ ہم لوگ بنو فزارہ کے چشمے کے پاس پہنچے تو ہم نے وہاں رات کے وقت پڑاؤ کیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے ان پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ جب ہم اس چشمے کے قریب آئے تھے تو ہم نے وہاں رہنے والوں پر رات کے وقت ہی حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا تھا وہ نواشا شاید سات گمرانے تھے۔

2841- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَنبَاَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَهَيَّ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ

﴿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے راستے میں کوئی عورت قتل کی ہوئی ملاحظہ فرمائی تو آپ ﷺ نے خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔

2839: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 3812 أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 4524 ورقم الحدیث: 4525 ورقم الحدیث: 4526 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2572 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1570 2840: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2598 ورقم الحدیث: 2839

2841: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2842- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْمُرْقَعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ حَنْظَلَةَ الْكَاتِبِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّرْنَا عَلَى امْرَأَةٍ مَقْتُولَةٍ قَدْ اجْتَمَعَ عَلَيْهَا النَّاسُ فَافْرَجُوا لَهُ فَقَالَ مَا كَانَتْ هَذِهِ تُقَاتِلُ فِيمَنْ يُقَاتِلُ ثُمَّ قَالَ لِرَجُلٍ انْطَلِقْ إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَقُلْ لَهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ يَقُولُ لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيفًا

•• حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک ہوئے ہمارا گزر ایک متول عورت کے پاس سے ہوا جس کے ارد گرد لوگ اکٹھے تھے۔ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے جگہ کشادہ کر دی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جنگ میں حصہ لینے والے مردوں کے ساتھ جنگ میں حصہ تو نہیں لیتی تھی پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا تم خالد بن ولید کے پاس جاؤ اور اس سے کہو: اللہ کے رسول ﷺ تمہیں یہ حکم دے رہے ہیں وہ یہ فرما رہے ہیں۔
”تم بچوں اور مزدوروں کو قتل نہ کرو۔“

2842 م- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُعِوَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْمُرْقَعِ عَنْ جَدِّهِ رَبَاحِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ يُعْطَى الثَّوْدِيُّ فِيهِ

•• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ ابوبکر بن ابوشیبہ کہتے ہیں اس روایت میں ثوری نے غلطی کی ہے۔

شرح

حضرت سمرہ ابن جندب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین (یعنی دشمنوں) کے بڑی عمر والے لوگوں کو قتل کرو اور چھوٹی عمر والوں (یعنی ان دشمنوں) کے بچوں کو زندہ رہنے دو۔

(بخاری، ابوداؤد، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم، رقم الحدیث، 1057)

بڑی عمر والوں "سے مراد یا تو یہ نوجوان ہیں جو بچوں کے مقابلے میں بڑے ہوتے ہیں یا وہ بڑھے مراد ہیں جو مضبوط قوی کے مالک ہوں اور لڑنے کی طاقت و قوت رکھتے ہوں۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے، شیخ فانی (یعنی بڑھے کھوسٹ) کو قتل کرنا درست نہیں ہے جو شیخ فانی جنگ میں اپنی عقل اور اپنی رائے کو مؤثر رکھتا ہو اور دشمن، لڑائی میں اس کی بتائی ہوئی تدبیروں پر عمل کرتا ہو تو اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

بَابُ التَّحْرِيقِ بِأَرْضِ الْعَدُوِّ

یہ باب دشمن کی سرزمین کو جلا دینے کے بیان میں ہے

2842: اس روایت کو قتل کرنے میں امام امین ماجہ منفرد ہیں۔

2842 م: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحدیث: 2869

2843- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إسماعيلَ بْنِ سَمُرَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَسَمَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قُرَيْبَةَ يُقَالُ لَهَا ابْنِي فَقَالَ ابْنِ ابْنِي صَبَاحًا ثُمَّ حَرَّقَ

•• حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھے ایک بستی کی طرف بھیجا جس کا نام "ابنی" تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"تم صبح کے وقت اسکی پہنچ جانا اور پھر اسے آگ لگا دینا۔"

2844- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ رَهْيَ الْبُيُوتِ فَانْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْتَةٍ أَوْ نَرَتْكُمْ مَهَا لَيْتَةً) الْآيَةَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے بنو نضیر کے باغات جلوا دیے تھے اور انہیں کٹوا دیا تھا یہ "بویہ" نامی جگہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "جن بھی درختوں کو تم نے کاٹا اور جنہیں کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔" شرح

علامہ ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۵۷ھ لکھتے ہیں: جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنو نضیر کی بستی میں پہنچے تو بنو نضیر اپنے قلعوں میں بند ہو گئے، آپ نے حکم دیا کہ ان کی کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اور جلادیا جائے، اس وقت اللہ کے ان دشمنوں نے فرمایا کی: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ نیک کام کرتے ہیں، کیا یہی نیکی ہے کہ درختوں کو کاٹ دیا جائے، کیا آپ کی کتاب میں یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ زمین میں فساد کیا جائے؟ مسلمان ان کی یہ بات سن کر ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کام فساد ہو، پھر مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا، بعض نے کہا، ان درختوں کو نہ کاٹو ان درختوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ملک میں لودا دیا ہے اور بعض نے کہا، نہیں! ہم ان درختوں کو کاٹ کر بنو نضیر کو غیظ اور غم و غصہ میں مبتلا کریں گے، جب اللہ تعالیٰ نے اندونوں فریقوں کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی کہ جن مسلمانوں نے ان درختوں کو کاٹا ہے، وہ بھی اللہ کے حکم سے ہے اور جن مسلمانوں نے ان درختوں کو بغیر کائے چھوڑ دیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔

(المکلف والایمان ج ۱ ص ۱۷۷ اور احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ)

بنو نضیر کے درختوں کو کاٹنا اور چھوڑ دینا، آیا صحابہ کے اجتہاد سے تھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اجتہاد سے؟

علامہ ابوالحسن علی بن محمد المادری المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنو نضیر کے قلعوں کے پاس مقام

2843: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 2815

2844: أخرجه الطبرانی في "معجم" رقم الحديث: 4831، رقم الحديث: 4834، أخرجه مسلم في "المصحح" رقم الحديث: 4834، أخرجه أحمد وداود في "السنن" رقم الحديث:

2815: أخرجه الطبرانی في "المعجم" رقم الحديث: 1552، رقم الحديث: 2802

ابویرہ میں پہنچے تو آپ نے ان کی ہستی کا محاصرہ کر لیا، کیونکہ غزوہ احد میں انہوں نے مشرکین کی مدد کر کے آپ سے کئے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، تو مسلمانوں نے ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹ ڈالا اور چھ درختوں کو جلا دیا اور امام محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ انہوں نے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا اور ایک درخت کو جلا دیا تھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو اس کا رد وائی پر برقرار رکھا تھا۔ (المعجم واہیون ج ۵ ص ۵۰۱)

اور امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے: یزید بن رومان نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنو نضیر کی ہستی میں پہنچے تو وہ قلعہ بند ہو گئے، تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے، اس پر انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ تو فساد کرنے سے منع کرتے تھے اور اس کی ندمت کرتے تھے اور اب خود درختوں کو کاٹ رہے ہیں اور جلا رہے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا قَطَعْتُمْ مِّن لِّيْنَةٍ أَوْ لَرٍ كَتَمُوهُمَا فَإِنَّهُ عَلَىٰ أَصُولِهَا فَأَبَذَ اللَّهُ (الحشر: ۵)

قنادہ نے کہا، بعض مسلمانوں نے درخت کاٹ دیے اور بعض نے اس خیال سے نہیں کاٹے کہ کہیں یہ فساد نہ ہونے لگے۔ (جامع البیان ج ۲۸ ص ۴۴ رقم الحدیث: ۲۶۲۲۰-۲۶۲۱۹ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن الماوردی لکھتے ہیں کہ درختوں کو کاٹنے اور جلانے کے بعد مسلمانوں کے دل میں خدشہ ہوا، بعض نے کہا، یہ زمین میں فساد کرنا ہے اور بعض نے کہا، ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہا بھی تھے، کہ یہ اللہ کا اپنے دشمنوں کو ذلیل کرنا ہے اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہے، پھر مسلمانوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم نے جو کارروائی کی ہے اس پر ہم کو اجر ملے گا یا گناہ ہو گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا، سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا اور تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرے۔ (الحشر: ۵) اس سے معلوم ہوا کہ جن مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے درختوں کو کاٹ دیا تھا وہ بھی صحیح تھا اور جنہوں نے اپنے اجتہاد سے درختوں کو نہیں کاٹا ان کا اجتہاد بھی صحیح تھا۔

(المعجم واہیون ج ۵ ص ۵۰۲ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں: بعض علماء نے کہا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہوتا ہے، لیکن یہ قول باطل ہے کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے مسلمانوں کا اجتہاد کرنا جائز نہ تھا، البتہ یہ آیت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اجتہاد پر دلیل ہے کیونکہ اس خاص معاملہ میں آپ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور چونکہ عمومی طور پر کفار کو ذلیل کرنے کا حکم ہے، اس لئے آپ نے کافروں کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا یا مسلمانوں کو کاٹنے سے منع نہیں فرمایا اور جب اس پر بنو نضیر نے اعتراض کیا تو آپ کی تائید اور تصویب میں الحشر: ۵ نازل ہو گئی۔

(احکام القرآن ج ۴ ص ۴۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ)

2845- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ

حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَقَ نَعْلَيَّ النَّصِيرَ وَقَطَعَ رِقِيَهُ بَنُو شَعْرِبَةَ

فَهَانِ عَلَى سَوَادِ نِسِي لَوْنِي حَرَقَ بِشَعْرِبَةَ فَسَطِيرَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ شعر کہا ہے کہ ہمارے نعلینوں کو بھڑکائی ہوئی آگ سے جلا دیا گیا اور ہمارے رقبہ پر بھڑکائی ہوئی آگ سے جلا دیا گیا۔

”بنو لوی کے سرداروں پر یہ بات آسان ہوئی کہ وہ یوروئٹس موجود ہو جسے غزے میں بڑے درختوں پر چھوڑ دیں۔“

شرح

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے اور جلا دینے کا حکم دیا۔ بنی لوی کے بارہ سال تک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا۔ ”ہو بان علی سواد بنی لوی حریق بالبریۃ مسطیر یعنی بنی لوی کے سرداروں کے پھیلے ہوئے یوروئٹس جلا دیا گیا اور بنی لوی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ شَيْءٍ أَوْ كَرِهْتُمْ) لَا يَنْفَعُ عَلَى أَعْيُنِنَا اللَّهُ (بخاری ۵)۔“ بنی نضیر کے درخت پر سے جو کچھ کاٹا یا جو کچھ اس کی جڑ پر کھینچا یا چھوڑ دیا (یعنی جو کچھ بنی لوی کے بارے میں ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۱۵۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں سے بھی واسطہ پڑا، اس وقت مدینہ میں ان (یہودیوں) کے تین قبائل آباد تھے، بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قریظہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باہمی معاہدہ کیا جس کے تحت مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان بہت اہم ہستی اور معاشقہ حالات سے متعلق اور آپس میں سرحدوں سے رہنے کے بارے میں کچھ دفعات طے ہوئیں جن میں یہودیوں کو مسلمانوں کے سیاسی اور تمدنی حقوق میں مداخلت کے ساتھ مساوات دے کر ”پورے حقوق شریعت“ دھانکے گئے اور ان کو مذہبی آزادی دے کر نہایت فیضانِ اسلام کا وسیعہ بنا دیا۔ یہودیوں کی طرف سے ان پر عمل بھی کیا گیا مگر یہودیوں کی طرف سے اس معاہدہ میں خلاف ورزی کی گئی یہاں تک کہ بنو نضیر کے یہودیوں کی طرف سے اس حد تک عہد شکنی کا مظہر برپا ہوا کہ ان کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش بھی تیار ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش پر مطلع کر دیا۔

چنانچہ ان یہودیوں کو مدینہ سے جلا وطن کر کے خیبر بھیجا دیا گیا، ان کے کھجوروں کے باغات جلا دئے گئے اور ان کے مکانات کو جیس نہیں کر دیا گیا۔ لاکھوں لاکھ کے پیش اور ہتھوڑے ذریعہ اور ان کے تشدد کے ساتھ ان کو کشتیوں اور دوسرے ایک شخص کا نام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔ اور بنی لوی سے مراد قریش کے اشراف ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے۔

یورو ”ایک جگہ کا نام تھا جہاں بنو نضیر کے یہودیوں کے باغات تھے اور جن کو صحابہ نے جلا دیا تھا۔ منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے کھجوروں کے درختوں کا کاٹنے اور جلا دینے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا کہ ”محمد! آپ تو

زمین پر فساد برپا کرنے سے منع کرتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے کھجوروں کے ان درختوں کو کیوں کٹوایا اور جلو اڈالا؟
 چنانچہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کی توثیق کر دی اور یہ واضح کر دیا کہ ان یہودیوں کو
 جو سزا دی گئی ہے وہ حکم الہی کے مطابق ہے اور اسلام دشمن لوگوں کے درختوں کا کاٹنا اور جلانا جائز ہے۔

باب فِدَاءِ الْأَسَارِيِّ

یہ باب قیدیوں سے فدیہ لینے کے بیان میں ہے

2846- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَارٍ عَنْ إِبْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَثْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ هَوَازِنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَلَّيْنِي جَارِيَةً مِنْ بَنِي قَزَازَةَ مِنَ الْعَرَبِ عَلَيْهَا قَشْعٌ لَهَا فَمَا كَشَفْتُ لَهَا عَنْ نَوْبٍ حَتَّى أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقَيْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشُّوقِ فَقَالَ لِلَّهِ أَبُوكَ هَبْنَاهَا لِي فَوَهَبْتُهَا لَهُ فَبَعَثَ بِهَا فَعَادَى بِهَا أَسَارِي مِنْ أَسَارَى الْمُسْلِمِينَ كَانُوا بِمَكَّةَ

ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنگ میں حصہ لیا تو انہوں نے مجھے مال انفال میں سے بنو فزارہ سے تعلق رکھنے والی ایک کینزدی جو عرب کی خوبصورت ترین عورت تھی اس نے چمڑے کا کپڑا پہنا ہوا تھا میں نے اس کا کپڑا اتک نہیں ہٹایا یہاں تک کہ میں مدینہ منورہ آ گیا نبی اکرم ﷺ کی مجھ سے بازار میں ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے والد کا بھلا کرے تم وہ عورت مجھے ہبہ کر دو میں نے وہ کینزدی نبی اکرم ﷺ کو ہبہ کر دی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کینزدی کو بھجوا دیا اور اس کے بدلے میں فدیہ کے طور پر کچھ مسلمان قیدیوں کو چھڑوا لیا جو مکہ میں تھے۔

جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق کا بیان

میدان جنگ میں جو کافر قید ہو جائیں ان کو غلام بنالیا جاتا ہے اور امیر لشکر ان کو مجاہدین میں تقسیم کر دیتا ہے اور جو کافر عورتیں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوں اور قید ہو جائیں انکو باندیاں بنالیا جاتا ہے اور امیر لشکر ان کو مجاہدین میں تقسیم کر دیتا ہے اور ان باندیوں کے ساتھ ان کے مالک بغیر نکاح کے مباشرت کر سکتے ہیں۔ مخالفین اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں انسانوں کو غلام اور باندیاں بنایا جاتا ہے اور یہ شرف انسان کے خلاف ہے بلکہ تذلیل انسانیت ہے۔ اس اعتراض کی وجہ اس مسئلہ سے ناواقفیت ہے۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ روس جرمنی اور یورپی ممالک میں جو وحشیانہ مظالم کئے جاتے رہے اور ان سے جو جبری مشقتیں لی جاتی رہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے غلاموں اور باندیوں کے ساتھ جس حسن سلوک کی ہدایت دی ہے اور ان کو آزاد کرنے پر جو اجر و ثواب کی بشارتیں دی ہیں یہ ان ہی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا سے لونڈی اور غلاموں کا چلن ختم ہو گیا نیز یہ بھی ملحوظ

رہنا چاہئے کہ اسلام نے یہ لازمی طور پر نہیں کہا کہ جنگی قیدیوں کو لونڈیاں اور غلام بنایا جائے بلکہ اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا جائے یا جسمانی فدیہ کے بدلہ میں آزاد کر دیا جائے یا ان کو لونڈی اور غلام بنالیا جائے چونکہ اس زمانہ میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا رواج تھا اس لئے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ اگر وہ تمہارے قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنائیں تو تم بھی مکافات عمل کے طور پر ان کے قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا سکتے ہو۔ اگر وہ تمہارے قیدیوں کو مالی فدیہ کے بدلے میں آزاد کریں تو تم بھی ان کے قیدیوں کو مالی فدیہ کے بدلہ میں آزاد کر دو اور اگر وہ تمہارے جنگی قیدیوں سے اپنے قیدیوں کا تبادلہ کریں تو تم بھی ان کے جنگی قیدیوں سے اپنے قیدیوں کا تبادلہ کر لو اور اگر وہ تبرع اور احسان کر کے تمہارے جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دیں مسلمان مکارم اخلاق اور تبرع اور احسان کرنے کے زیادہ لائق ہیں۔ اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

(آیت) فاذا لقيتم الذين كفروا فضرب الرقاب حتى اذا اختموهم فشربوا الوفاق فاما منا بعد واما فدا حتى تضع الحرب اوزارها . (محمد: ۴)

جب تم کافروں سے نہر دآزما ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ گرفتار ہوں ان کو مضبوطی سے قید کر لو پھر یا تو ان پر محض احسان کر کے ان کو آزاد کر دو یا ان سے (مالی یا بدنی) فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دو۔ اور اگر کافر مسلمانوں کے جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام بنائیں تو مکافات عمل کے طور پر ان کے جنگی قیدیوں کو بھی لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) و جزاء مئسۃ سیئۃ مثله . (الشوری: ۴۰)

برائی کا بدلہ تو اس کی مثل برائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے لازمی طور پر جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام بنانے کی ہدایت نہیں دی ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی آیت سے یہ بیان کیا ہے کہ جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ یا مالی یا جانی فدیہ لے کر آزاد کرنا اسلام میں جائز ہے اب ہم اس پر احادیث سے دلائل پیش کر رہے ہیں کہ جنگ سے فتح ہوا تھا اور تمام اہل مکہ جنگی قیدی تھے پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امتناناً ان کو آزاد کر دیا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۸۰ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۷۶۱ مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۸۲۹۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۷۷ سنن کبریٰ للبخاری ج ۹ ص ۱۱۸ مطبوعہ مختصراً)

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ روایت کرتے ہیں: ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور صرف اسی نے تمام لشکروں کو شکست دی سنو زمانہ جاہلیت کی ہرزیا دتی ہر خون اور ہر مال آج میرے قدموں کے نیچے ہے یہاں کعبہ

کی چوٹ اور حجاج کی سبیل پر اے قریش کی جماعت! اللہ نے تم سے زمانہ جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے تمام انسان آدم سے پیدا کئے گئے ہیں اور آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (مختصراً)

(السيرة النبوية لابن هشام علی ہاشم الروض الاثرف ج ۲ ص ۲۷۴ مطبوعہ مطبعہ قادیان ۱۳۹۷ھ میل الہدی والرشاد ج ۵ ص ۲۳۲)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اس خطبہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۱۸۸ مطبوعہ نشر الملتان)

مالی فدیہ کے بدلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا فرمایا تھا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگی قیدیوں کے متعلق فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان بد بوداروں (قیدیوں) کے متعلق سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو آزاد کر دیتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۳۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۸۹ سند حمیدی رقم الحدیث: ۵۵۸۸ سند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۱۶۰ شرح السنن رقم الحدیث: ۲۷۱۳ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۶۷۷ سند احمد ج ۴ ص ۱۸۰ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۵۰۶)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فدیہ لے کر (قیدیوں کو) آزاد کر دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۰)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کے لئے چار سو (درہم) فدیہ مقرر فرمایا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۱)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے لئے فدیہ کی رقم بھیجی تو حضرت زینب (رضی اللہ عنہ) نے ابوالعاص کے فدیہ کے لئے جو مال بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہ) نے انکی ابوالعاص سے شادی کے موقع پر ان کو دیا تھا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہو گئی اور آپ نے فرمایا: اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو اس کے قیدی کو (بلا معاوضہ) آزاد کر دو اور ان کا ہار ان کو واپس کر دو۔ صحابہ نے کہا ٹھیک ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوالعاص سے وعدہ لے لیا یا اس نے از خود وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت زینب (رضی اللہ عنہ) کو آپ کو آپ کے پاس بھیج دے گا۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہ اور ایک انصاری (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا اور فرمایا تم بطن یا نج میں ٹھہرنا حتیٰ کہ تمہارے پاس سے (حضرت) زینب گزریں وہ دونوں حضرت زینب کو حضور کے پاس لے کر آئے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۲ المسند رک ج ۳ ص ۲۳۲ سند احمد ج ۶ ص ۲۷۶)

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بدر کے قیدیوں کا چار سو درہم فدیہ مقرر کیا تھا عباس نے کہا ان کے پاس کوئی مال نہیں ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تو وہ مال کہاں ہے جس کو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو یہ مال میرے بیٹوں فضل

عبداللہ اور حکم کے لئے ہوگا۔ عباس نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو پتہ نہیں تھا۔

امام بخاری اور بیہقی نے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ بعض انصار نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت طلب کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھتیجے عباس سے فدیہ نہ لیں آپ نے فرمایا۔ نہیں بخدا تم ان میں سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔ آپ نے بعض سے چار ہزار فدیہ لیا بعض سے دو ہزار بعض سے ایک ہزار اور بعض پر احسان کر کے ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا۔

اہل مکہ کو لکھنا آتا تھا اور اہل مدینہ کو لکھنا نہیں آتا تھا جس اہل مکہ کے پاس مال نہیں تھا آپ نے ان کا یہ فدیہ مقرر کیا کہ وہ مدینہ کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھائیں اور جب وہ لڑکے لکھنے میں ماہر ہو گئے تو وہ آزاد کر دیئے گئے حضرت زید بن ثابت نے بھی ان ہی سے لکھنا سیکھا تھا۔ (سبل الہدی والرشاد ج ۳ ص ۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲)

مسلمانوں قیدیوں سے تبادلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تبادلہ میں بھی قیدیوں کو آزاد کیا ہے۔ امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف بنو عقیل کا حلیف تھا۔ ثقیف نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ میں سے دو شخصوں کو قید کر لیا تھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا اور اس کے ساتھ عصباء اونٹنی کو بھی پکڑ لیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس شخص کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ بندھا ہوا تھا اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا حجاج کی اونٹنیوں پر سبقت کرنے والی اونٹنی کیوں پکڑی گئی؟ یعنی عصباء اور آپ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے تم کو تمہارے حلیف ثقیف کے بدلہ میں پکڑا ہے پھر آپ چلے گئے اس نے کہا یا محمد یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مہربان اور رقیق القلب تھے آپ لوٹ آئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے مسلمان ہوں! آپ نے فرمایا اگر تو گرفتار ہونے سے پہلے یہ کہتا تو مکمل طور پر کامیاب ہوتا آپ چلے گئے اس نے پھر آواز دی اور کہا یا محمد یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں بھوکا اور پیاسا ہوں مجھے کھانا اور پانی دیجئے آپ نے اس کی حاجت پوری کی پھر اس کو ان دو مسلمانوں کے بدلہ میں آزاد کر دیا گیا جن کو ثقیف نے پکڑا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۴۱ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۶۶ مسند حیدری رقم الحدیث: ۸۲۹ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۸۵۹ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۳۹۵ مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۳۳۰ سنن بیہقی ج ۹ ص ۷۲ دلائل النبوة للبیہقی ج ۴ ص ۱۱۸۸ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۲۵۳)

حضرت سلمہ بن اکوع (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم نے قبیلہ فزارہ کے خلاف جہاد کیا۔ اس جہاد میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو ہمارا امیر بنایا تھا جب ہمارے اور پانی کے درمیان کچھ دیر کی مسافت رہ گئی تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ہمیں حکم دیا کہ ہم رات کے آخری حصہ میں اتریں پھر ہر طرف سے حملہ کا حکم دیا گیا اور ہم

نے حاکم سے لاش آئے کے بعد اس سے زیادہ باتوں تک ان کا انتظار کیا جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کدوس سے صرف ایک چغ و پھل کو دے گئے تو انہوں نے کہا ہم اپنے جنگی قیدیوں کا قہقہہ کرتے ہیں پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسلمانوں میں گھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مطابق اس کی عورتوں کی بچہ فرمایا تمہارے یہ مسلمان بھائی تمہارے پاس جنگی گھڑے ہوئے آتے ہیں اور میری ماں ہے یہ کہ ان کے قیدی ان کو دیا جس کو دواں تم میں سے جو شخص غیب کا خطر سے اپنے کو نہ سکتا ہے وہ گھڑے اور جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا گھڑا اس کے پاس رہے تو جب اس کے بعد سب سے پہلے مال قیمت دے جس کو کہ تم اس کو اس کا حصہ دینا کہ تم نے کہا ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خاطر خوشی سے لیا کرتے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس چاہے اس میں سے اس شخص نے خوشی سے اجازت دینا اور کسی نے خوشی سے اجازت نہیں دینا تم وہاں جاؤ اور اپنے اپنے گھر و تجارت سے مشغول کرو۔ انہوں نے اپنے اپنے کاروبار سے مشغول کیا اور پھر آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا ہم خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۱۲۲-۲۱۲۳ من المعانی رقم الحدیث: ۲۷۸۳)

جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء کا بیان

علامہ مال اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے حنفی حنفی ۸۷۱ھ لکھے ہیں کہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک روایت یہ ہے کہ جنگی قیدیوں سے غلام بنے لیا جائے تو صرف اور صاحب چارہائی مختار ہے اور امام ابو حنیفہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ان سے غلام بنے لیا جائے نہ ہاں ابو یوسف امام محمد امام شافعی امام مالک امام احمد کا بھی یہی قول ہے مگر عورتوں کا فدیہ لینے میں ان کا اختلاف ہے اور امام احمد نے بچوں کو بھی فدیہ لینے سے منع کیا ہے اور میر کبیر میں مذکور ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کا فدیہ لینا سے ایک قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ظاہر روایت یہی ہے امام ابو یوسف نے کہا کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے ان کا فدیہ لینا جائے امام ابو حنیفہ کے پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اگر جنگی قیدی کا فروں کو لوٹ دینے سے تو وہ ان کی قوت اور مسلمانوں کے لئے ضرر کچھ عیش و عشرت کے لئے اور نہ ہمارے قول کی دلیل یہ ہے کہ جنگی قیدی کو قتل کرنے یا اس کو غلام بنانے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کے بدلے میں مسلمان قیدی کو کافروں سے چھڑا لیا جائے کیونکہ مسلمانوں کی حرمت بہت عظیم ہے اور جنگی قیدی کو ان کے حاکم کے لئے سے مسلمانوں کو ضرر پہنچنے کی جو دیکھ دیکھ رہی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس کے بدلہ میں ہمارا مسلمان قیدی رہا ہو تو اس آجائے گا تو اس قریب کا توڑ ہو جائے گا اور یہ معاملہ سبب بن جائے گا اس کے علاوہ ایک مسلمان کو کافروں کی قید سے چھڑانے کی فضیلت اور اس کو اللہ کی عطا کردہ نعمت کے لئے کا موقع فراہم کرنا اس پر مستزاد ہے اور جب کہ یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث سے بھی ثابت ہے (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۱۲۲-۲۱۲۳ من المعانی رقم الحدیث: ۲۷۸۳)

علامہ سید محمد رفیع الدین غازی رحمہ اللہ نے حنفی حنفی ۱۱۵۲ھ لکھے ہیں کہ کافر جنگی قیدی کو مسلمان قیدی کے بدلہ میں آزاد کیا جائے یا مال کے بدلہ میں قول مشہور کے مطابق چھٹی صورت جائز نہیں ہے لیکن ضرورت کے وقت اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ میر کبیر میں ہے۔ امام احمد نے فرمایا جب ان قیدیوں سے نسل متوقع نہ ہو جیسے شیخ کافی نے بھی ان کے بدلہ میں کوئی حرج نہیں ہے (الاختیار)

قیدیوں کے تبادلہ میں اختلاف ہے لیکن محیط میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق یہ جائز ہے اس کی پوری بحث قسطنطنیہ میں ہے اور زیلعی نے سیر کبیر سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا ظاہر قول جواز ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اور ائمہ ثلاثہ سے بھی یہی منقول ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بھی یہی ثابت ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دو مسلمانوں قیدیوں کا دو مشرک قیدیوں سے تبادلہ کیا اور ایک عورت کے بدلہ میں مکہ میں قید بہت سے مسلمانوں کو آزاد کرایا (ہدایہ قدوری) اور دیگر متون میں جو مذکور ہے قیدیوں سے فدیہ لینا جائز نہیں ہے اس سے مراد مالی فدیہ ہے جب ضرورت نہ ہو اور ضرورت کے وقت مالی فدیہ لینا بھی جائز ہے اور مسلمان قیدیوں سے تبادلہ بھی جائز ہے۔

رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ

بَاب مَا أَحْرَزَ الْعَدُوُّ ثُمَّ ظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ

یہ باب ہے کہ دشمن جو مال لے جائے اور پھر مسلمان اس پر غلبہ حاصل کر لیں

2847- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَهَبَتْ لِرَسُولٍ لَهُ فَأَخَذَهَا الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَابْنُ عُمَرَ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّومِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا دشمن نے اسے پکڑ لیا پھر مسلمان ان لوگوں پر غالب آ گئے تو ان کا گھوڑا انہیں واپس کر دیا گیا یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس کی بات ہے۔ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں: ان کا ایک غلام مفروز ہو گیا اور اہل روم کے ساتھ مل گیا پھر مسلمان ان لوگوں پر غالب آئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا غلام انہیں واپس کر دیا لیکن یہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کی بات ہے۔

بَاب الْغُلُولِ

یہ باب مال غنیمت میں خیانت کے بیان میں ہے

2848- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ عَنْ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ تُوْفِّي رَجُلٌ مِّنْ أَشْجَعٍ بِخَيْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبُكُمْ فَاتَّكَرَ النَّاسُ ذَلِكَ وَتَغَيَّرَتْ لَهُ وَجُوهُهُمْ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِي سَبِيلِ

2847: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 3857 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2898

2848: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3718 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 1858

اللّٰهُ قَالَ زَيْدٌ فَاتَّخَمُوا فِي مَتَاعِهِ فَإِذَا خَرَزَاتٍ مِّنْ خَوَزٍ يَهُودَ مَا تَسَاوَىٰ دِرْهَمَيْنِ

• حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اٹھ قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص خیبر میں فوت ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کر لو! لوگ اس بات پر بہت حیران ہوئے اور ان کے چہرے تبدیل ہو گئے (یعنی وہ پریشان ہو گئے) جب نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ملاحظہ کی تو فرمایا (یعنی آپ ﷺ نے وضاحت کی) تمہارے ساتھی نے اللہ کی راہ میں خیانت کی ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں یہودیوں کا ایک ہار تھا جس کی قیمت دو درہم کے برابر تھی۔

2849 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْفَرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةٌ لَمَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَلَذَبُوا يَنْظُرُونَ فَوَجَدُوا عَلَيْهِ كِسَاءً أَوْ عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا

• حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامان کی حفاظت کے لیے ایک شخص مقرر تھا جس کا نام ”کرکرہ“ اس کا انتقال ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جہنم میں ہے! لوگ گئے انہوں نے تحقیق کی تو انہیں اس کے سامان میں سے ایک چادر یا شاید ایک عبائی جسے اس نے خیانت کے طور پر حاصل کیا تھا۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام حد یہ کے طور پر پیش کیا جس کا نام مدغم تھا (ایک دن کسی میدان جنگ میں) وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک کسی نامعلوم شخص کا تیرا کر اس کو لگا جس سے جان بحق ہو گیا، لوگوں کہا ”مدغم کو جنت مبارک ہو یعنی مدغم خوش قسمت رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوا اور جنت میں پہنچ گیا“ (یہ سن کر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”نہیں! ایسا نہیں ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں جان ہے، وہ چادر جس کو مدغم نے خیبر کے دن مال غنیمت میں سے اس کی تقسیم سے قبل لے لیا تھا، آگ بن کر مدغم پر شعلے برسا رہی ہے۔“ جب ان لوگوں نے (اس شدید وعید و تنبیہ کو سنا) (جنہوں نے مال غنیمت میں خیانت کرنے کو پہل سمجھ لیا تھا اور یہ گمان کر لیا تھا کہ چھوٹی موٹی اور حقیر چیزوں کو لے لینے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا تو وہ کانپ گئے اور انہوں نے مال غنیمت میں سے جو چھوٹی موٹی چیزیں لے لی تھیں ان کو لانا کرواپس کرنے لگے یہاں تک کہ ایک شخص ایک تسمہ یاد دوتے (واپس کرنے کے لئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ”میں لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو دیکھ کر) فرمایا کہ ”یہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا آگ کے دوتے ہیں یعنی خیانت کی چیز ہر حالت میں دوزخ کی آگ کا سزاوار کرے گی خواہ وہ کتنی ہی معمولی اور حقیر کیوں نہ ہو۔“ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث، 1096)

اس حدیث میں اس شخص کے لئے سخت تنبیہ اور شدید وعید ہے جو کسی ایسے مال میں سے کھائے جس کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق متعلق ہوں۔ جیسے اوقاف اور بیت المال وغیرہ کیونکہ کسی ایک شخص کا حق تو واپس کیا جاسکتا ہے لیکن بہت سوں کے حقوق کی واپسی اور ان کی حق تلفیوں کی تلافی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام کر کرہ تھا (کسی غزوے میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی طرف سے سامان و اسباب) کا نگران مقرر ہوا، جب اس کا انتقال ہو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ (کر کرہ) دوزخ میں ڈالا گیا ہے۔"

چنانچہ لوگوں نے (اس کے سامان کو) دیکھنا شروع کیا تو اس میں ایک کملی پائی گئی جس کو اس نے مال غنیمت میں سے خیانت کر کے لیا تھا۔ (بخاری، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث، 1096)

یہی کہتے ہیں کہ لفظ فذہبوا میں حرف قاعاطفہ ہے، گویا اس لفظ سے پہلے یہ مفہوم مخدوف ہے کہ "صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو انہیں معلوم ہوا کہ کرہ کے حق میں یہ وعید اس سبب سے ہے کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی چنانچہ انہوں نے اس کے سامان کو دیکھنا شروع کیا۔"

2858- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَاةَ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَيْسَى بْنِ سِنَانٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ إِلَى جَنْبِ بَعِيرٍ مِنَ الْمَقَامِ ثُمَّ سَأَلَ شَيْئًا مِنَ الْبَعِيرِ لَأَخَذَ مِنْهُ قَرْدَةً يَغْنَى وَبَرَةً فَبَعَلَ بَيْنَ أَصْبَعَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هَذَا مِنْ غَنَائِمِكُمْ أَكْثَرُ الْخَبْطِ وَالْمَغْبِطِ فَمَا لَوْ قَدْ ذُكِرَ ذَلِكَ فَإِنَّ الْغُلُولَ عَارٌّ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشَنَارٌ وَنَارٌ

•• حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ حنین کے دن نبی اکرم ﷺ نے ہمیں مال غنیمت سے تعلق رکھنے والے ایک اونٹ کے پاس نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ نے اونٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے کچھ بال لیے اور انہیں اپنی انگلیوں کے درمیان رکھا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو یہ چیزیں بھی تمہارے مال غنیمت میں شامل ہیں تو تم لوگ دھاگہ اور سوئی بھی یا اس سے بھی کم جو چیز ہے اسے بھی ادا کرو کیونکہ قیامت کے دن خیانت خیانت کرنے والے کے لیے شرمندگی، عیب اور آگ کا باعث ہوگی۔"

شرح

حضرت خولہ انصاریہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بعض لوگ اللہ کا مال یعنی غنیمت فنی اور زکوٰۃ کے مال میں ناحق یعنی بغیر کسی استحقاق کے تصرف کرتے ہیں، لہذا ایسے لوگ قیامت کے دن آگ کے سزاوار ہو گے۔

(بخاری، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث، 1095)

اگر انہوں نے حلال جان کر ناحق تصرف کیا ہوگا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں جلیں گے اور اگر انہوں نے اس

گناہ کا ارتکاب اس کو حلال جان کر نہیں کیا ہوگا پھر حق تعالیٰ جتنی مدت کے لئے چاہے گا ان کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا رکھے گا۔ اور حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا اور (اس خطبہ کے دوران) مال غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بہت بڑا گناہ بتایا اور بڑی اہمیت کے ساتھ اس کو بیان کیا اور پھر فرمایا کہ "خبردار" میں تم سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن پر بلبلا تے ہوئے اونٹ کو لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے (یعنی جو شخص مال غنیمت میں سے مثلاً اونٹ کی خیانت کرے گا وہ شخص میدان حشر میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کی گردن پر وہی اونٹ سوار ہوگا اور بلبلا رہا ہوگا) اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یا رسول اللہ! میری فریادری (شفاعت) کیجئے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں کہ میں (اب) تمہاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیئے تھے (یعنی تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ مال غنیمت میں خیانت یا کسی چیز میں ناحق تصرف بہت بڑا گناہ ہے)۔ (اور خبردار) میں تم سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن پر میاٹی ہوئی بکری لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یا رسول اللہ! میری فریادری کی جائے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں کہ میں (اب) تمہاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیئے تھے۔ (اور خبردار!) میں تم سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن پر کسی چلاتے ہوئے آدمی کو (یعنی اس غلام یا باندی کو جو اس نے غنیمت کے قیدیوں میں سے خیانت کر کے لئے ہو) لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یا رسول اللہ! میری فریادری کیجئے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں کہ میں (اب) تمہاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیئے تھے۔ (اور خبردار!) میں تم میں کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن پر سونا چاندی لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یا رسول اللہ! میری فریادری کیجئے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں کہ میں (اب) تمہاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیئے۔

بَابُ النَّفْلِ

یہ باب مال نفل کے بیان میں ہے

2851 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ

جَاهِرٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جَارِيَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَلَ الثَّلَاثَ بَعْدَ

الخمس

حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خمس کے بعد ایک تہائی حصہ بھی انعام کے طور پر

دیا۔

2852- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ الزُّرَقِيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ أَبِي سَلَامٍ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقَلَ فِي الْبَدَاةِ الرَّبْعَ وَفِي الرَّجْعَةِ الثَّلَاثَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے آغاز میں چوتھا حصہ اور واپسی پر ایک تہائی حصہ عطیہ کے طور پر دیا تھا۔

2853- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ اثْبَاتًا رَجَاءُ بْنُ أَبِي مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ لَا نَقَلَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ الْمُسْلِمُونَ قَوَائِمَهُمْ عَلَى ضِعْفِهِمْ قَالَ رَجَاءُ لَسَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ مُوسَى يَقُولُ لَهُ حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقَلَ فِي الْبَدَاةِ الرَّبْعَ وَحِينَ قَفَلَ الثَّلَاثَ فَقَالَ عَمْرُو أُحَدِّثُكَ عَنْ أَبِي عَنْ جَدِّي وَتَحَدَّثَنِي عَنْ مَكْحُولٍ

عمر و بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے بعد عطیہ کے طور پر دینے کی صورت باقی نہیں رہی مسلمانوں میں سے خوشحال لوگ کمزور لوگوں کو (اپنے حصے میں سے) ادائیگی کر دیں گے۔ رجا نامی راوی کہتے ہیں: میں نے سلمان بن موسیٰ کو اپنی سند کے ساتھ حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے سنا ہے نبی اکرم ﷺ نے آغاز میں چوتھا حصہ دیا اور واپسی میں ایک چوتھائی حصہ عطیہ کے طور پر دیا تھا۔ عمرو نامی راوی کہتے ہیں: میں یہ روایت اپنے والد اپنے دادا کے حوالے سے تمہیں سنارہا ہوں اور تم مجھے اسے مکحول کے حوالے سے سنارہے ہو۔

انفال کے معنی و مفہوم کا بیان

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متونی 502 ھ لکھتے ہیں: انفال نفل کی جمع ہے۔ نفل مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ لیکن مختلف اعتبارات کی وجہ سے اس کے معنی مختلف ہیں۔ جہاد میں فتح اور کامیابی کے اعتبار سے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں، اور یہ لحاظ کیا جائے کہ بغیر وجوب کے ابتداء یہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے اس کو نفل کہتے ہیں، اور بعض علماء نے غنیمت اور نفل میں عموم اور خصوص کے اعتبار سے فرق کیا ہے۔ سو جو مال مشقت یا بغیر مشقت کے، استحقاق یا بغیر استحقاق کے، جہاد میں کامیابی سے پہلے یا اس کے بعد حاصل ہو، اس کو مالی غنیمت کہتے ہیں، اور مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے انسان کو جو مال حاصل ہو اس کو نفل کہتے ہیں۔

2852: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1561

2853: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ دشمن سے جنگ کے بغیر مسلمانوں کو جو مال فئے حاصل ہوتا ہے، اس کو نفل کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد سامان سے جو چیزیں الگ کر لی جاتی ہیں، ان کو نفل کہتے ہیں۔

"یسئلونک عن الانفال: لوگ آپ سے الانفال کے متعلق سوال کرتے ہیں" (انفال: 1)۔ اس آیت میں الانفال کا یہی آخری معنی مراد ہے۔ (المفردات ج 2، ص 651، مطبوعہ مکتبہ نزار، مصلیٰ الباز مکہ مکرمہ، 1418ھ)

علامہ ابوالسعدات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المونی 606ھ لکھتے ہیں: نفل کا معنی ہے مال غنیمت (جب ن اور ف پر زبر ہو) اور اس کی جمع انفال ہے۔ اور جب (ف پر جزم ہو) نفل ہو تو اس کا معنی ہے زیادہ۔ امام ابوداؤد حبیب بن مسلمہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ینفل الریح بعد الخمس والمثلث بعد الخمس اذ ارجع: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کا چوتھائی حصہ تقسیم کرتے اور جہاد سے واپسی کے بعد خمس منہا کر کے تہائی حصہ تقسیم فرماتے" (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2749۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2851۔ مسند احمد ج 4، ص 160)

نیز امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں نجد کی طرف ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا پھر چند مسلمانوں کو بہ طور کمک روانہ کیا۔ فکان سہمان الجیش اثنی عشر بعیرا اثنی عشر بعیرا و نفل اهل السریة بعیرا بعیرا و کانت سہمائهم ثلثہ عشر ثلثہ عشر، اس لشکر کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے۔ آپ نے بہ طور کمک آنے والے کو ایک ایک اونٹ زیادہ عطا کیا تو ان کا حصہ تیرہ تیرہ اونٹ ہو گئے "

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2741، الموطا رقم الحدیث: 987۔ مسند احمد ج 2، ص 62)۔
احادیث میں نفل اور انفال کا ذکر بہت زیادہ آیا ہے اور بعض عبادات کا نام نوافل رکھا گیا ہے کیونکہ وہ فرائض پر زائد ہوتی ہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے ایک حدیث قدسی روایت کی ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل، بندہ نفل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 6502۔ مسند احمد ج 2، ص 62)۔
حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں ایک تلوار لے کر آیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو مشرکین سے ٹھنڈا کر دیا ہے آپ یہ تلوار مجھے عطا فرمادیں گے۔ جس نے میری طرح مشقت نہ اٹھائی ہوگی، پھر تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا تم نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی اس وقت یہ میری ملکیت میں نہیں تھی، اور اب یہ میری ملکیت میں آ چکی ہے سو اب یہ تمہاری ہے۔ اور تب یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الانفال۔ (انفال: 1) یہ (مسلمان) آپ سے مال غنیمت سے زائد چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں:

(سنن الترمذی رقم الحدیث: 3090۔ صحیح مسلم رقم الحدیث: 2412۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2740)۔
حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میرے بھائی عمیر کو قتل کر دیا گیا تھا اور میں نے سعید بن العاص کو قتل کیا تھا، میں نے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا، اس تلوار کا نام ذالکیفہ تھا۔ میں اس تلوار کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کے پاس لے کر گیا، آپ نے فرمایا اس تلواریں کو وہاں جا کر ڈال دو جہاں مال غنیمت کا سامان اکٹھا کر کے رکھا گیا ہے۔ میں واپس گیا اور اپنے بھائی کے قتل کیے جانے اور اس تلواریں کے لیے جانے سے مجھے اس قدر رنج ہوا تھا جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورۃ الانفال نازل ہو گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جاؤ اپنی تلوار لے لو۔

(مسند احمد ج 1، ص 180۔ مسند ابن ابی شیبہ ج 12، ص 370، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: 2689۔ سنن کبریٰ ج 6، ص 291، اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: 468۔ الدر المنثور ج 4، ص 3)

انفال کے معنی و مصداق میں مفسرین کے نظریات کا بیان

انفال کے معنی میں صحابہ کرام اور اختیار تابعین کا اختلاف ہے، عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عطاء اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انفال کا معنی ہے: اموال غنیمت۔

عطاء، ابن جریج اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے یہ بھی روایت ہے کہ انفرادی طور پر مشرکوں سے مسلمان جو چیز حاصل کر لیں مثلاً غلام یا سواری وغیرہ وہ انفال ہے، یا مشرکین سے جو چیز چھین لیں یا اس کے لباس سے اتار لیں مثلاً گھوڑا اور تلواریں وغیرہ۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے یہ بھی روایت ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم سے جو چیزیں الگ کر لی جائیں وہ انفال ہیں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: انفال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا گھوڑا انفال میں سے ہے اور مشرکین سے چھینی ہوئی چیزیں انفال میں سے ہیں۔ نیز عطاء نے کہا جو چیز بغیر جنگ کے مسلمان انفرادی طور پر مشرکین سے حاصل کر لیں وہ انفال ہے۔

مجاہد سے یہ بھی روایت ہے کہ انفال کا معنی خمس ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ نے فرمایا ان اقوال میں اولیٰ یہ ہے کہ انفال مال غنیمت سے وہ زائد چیز ہے جس کو امیر لشکر لشکر کے بعض یا کل افراد کو بہ طور ترغیب اور تحریص عطا کرتا ہے جس میں ان کی یا تمام مسلمانوں کی بہتری ہو، اور چیز کفار سے چھینے ہوئے سامان میں سے ہوتی ہے یا امیر لشکر تک وہ زائد پہنچتی ہے یا مشرکین کے اسباب میں سے ہوتی ہے، ہم نے اس قول کو اولیٰ اس لیے کہا ہے کہ کلام عرب میں نفل اصل سے زائد چیز کو کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو لشکریوں کے حصہ مال غنیمت سے زائد ہو اور لشکری کو وہ چیز امیر لشکر نے عطا کی ہو جیسے کافر سے چھینا ہو مال، وہ انفال ہے۔

(جامع البیان ج 9، ص 224-228، ملخصاً، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، 1415ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں انفال کے ان تمام معانی کا احتمال ہے اور بعض کی بعض پر ترجیح کی کوئی دلیل نہیں ہے، اگر حدیث سے کسی ایک معنی کی تعیین ثابت ہو جائے تو وہی معنی متعین ہو جائے گا۔ ان معانی میں تناقض نہیں ہے اس لیے ان تمام معانی کا ارادہ کرنا جائز ہے اور اقرب یہ ہے کہ اس سے مراد خمس ہے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مال ہے اور آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے یا تقسیم کے بعد اس میں سے جس کو چاہیں بطور ترغیب عطا فرما دیں، اور جس مجاہد کو یہ ملے گا وہ اس کے حصہ مال غنیمت سے زائد ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج 5، ص 449، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، 1415ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ کا مختار یہ ہے کہ انفال سے مراد مال غنیمت ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ روایت کرتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب نے عظیم غنیمت کو حاصل کیا، اس میں ایک تلوار بھی تھی، میں وہ تلوار لے کر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا، اور عرض کیا مجھے یہ تلوار زیادہ دے دیں کیونکہ آپ کو میرا حال معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو لیا ہے میں اس کو وہاں رکھنے گیا، پھر میرے دل میں خیال آیا میں آپ کے دوبارہ گیا اور کہا آپ مجھے یہ تلوار دے دیں! آپ نے بہ آواز بلند فرمایا اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو لیا ہے اور تب یہ آیت نازل ہوئی: **يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْانْفَالِ**، (الانفال: 1)۔ (صحیح مسلم فضائل صحابہ: 2414) (43) 6121۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2740، سنن الترمذی رقم الحدیث: 3090

مال غنیمت کے استحقاق میں صحابہ کرام کے اختلاف کا بیان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ آپ سے انفال کے متعلق سوال کرتے ہیں، نیز فرمایا اور آپس میں صلح رکھو، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا مال غنیمت کے حکم میں اختلاف تھا، پھر انہوں نے اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انفال (مال غنیمت) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع ہیں، وہ جس کو چاہیں اور جتنا چاہیں عطا کر دیں۔ مال غنیمت کے حکم میں مسلمانوں کے اختلاف کی تفصیل حسب ذیل روایت سے معلوم ہوتی ہے:

حجرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے ایسا ایسا کام کیا اس کو فلاں چیز زائد ملے گی، پس نو جوان آگے بڑھے اور بڑے بوڑھے جھنڈوں کے پاس کھڑے رہے اور ان کے ساتھ نہیں گئے، جب اللہ نے ان کو فتح عطا فرمائی تو بوڑھوں نے کہا تم ہماری پناہ میں تھے، اگر تم شکست کھاتے تو ہماری طرف آتے، تو تم ہمارے بغیر مال غنیمت نہ لو، جوانوں نے اس کا انکار کیا اور کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ مال غنیمت ہمارے لیے رکھا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْانْفَالِ** الا یہ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2637، السنن الکبریٰ للنسائی ج 6، رقم الحدیث: 1197، المسند رک ج 2 ص 326، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی، جامع البیان ج 9 ص 228۔ الدر المنثور ج 4 ص 6)

حضرت عبادہ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ باہر نکلے، میں آپ کے ساتھ بدر میں حاضر تھا، مسلمانوں کا کفار سے مقابلہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی، مسلمانوں کی ایک جماعت ان کا پیچھا کر رہی تھی اور ان کو قتل کر رہی تھی اور مسلمانوں کی دوسری جماعت ان کا مال جمع کر رہی تھی، اور تیسری جماعت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گرد آپ کی حفاظت کر رہی تھی، مبادا آپ کو دشمن کی طرف سے کوئی ضرر پہنچے، حتیٰ کہ جب رات ہو گئی اور مسلمانوں کی آپس میں ملاقات ہوئی تو جن مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا، انہوں نے کہا کہ اس مال میں اور کسی کا حق نہیں ہے اس مال غنیمت کو ہم نے اکٹھا کیا ہے، اور جن مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کیا تھا انہوں نے کہا تم ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے حقدار نہیں ہو ہم نے دشمن کو بھگایا ہے اور ہم نے اس کو شکست دی ہے، اور جن مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی

تھی انہوں نے کہا تم ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے حقدار نہیں ہو، ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت کی تھی، مبادا آپ کسی کافر کے حملہ کی زد میں آ جائیں اور ہم آپ کی حفاظت میں مشغول رہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ آپ سے اموال غنیمت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیں کہ انفال (کے حکم) کے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مالک ہیں، سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مال غنیمت کو ان میں ان کے حصوں کے اعتبار سے تقسیم فرمایا۔ (مسند احمد ج 5 ص 524، طبع قدیم، مسند احمد ج 8، رقم الحدیث: 22826، طبع جدید، دار الفکر مسند احمد ج 16، رقم الحدیث: 22661، طبع دار الحدیث، بیروت، طبع احمد شاہ نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ المستدرک ج 2 ص 326، مجمع الزوائد ج 7 ص 26، الدر المنثور ج 4 ص 5)

مفصل سے متعلق فقہاء مالکیہ کے نظریے کا بیان

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متونی 668ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ خمس (مال غنیمت کے پانچویں حصہ) میں سے امام اجتہاد سے جو انعامات عطا کرے وہ انفال ہیں، اور مال غنیمت کے باقی چار حصوں میں سے نفل (یہ انعام) نہیں دیا جائے گا۔ ان کے نزدیک اصل مال غنیمت سے نفل دینا اس لیے جائز نہیں کہ مال غنیمت کے مستحقین متعین ہیں اور وہ میدان جہاد میں گھوڑے دوڑانے والے مجاہدین ہیں، اور خمس میں سے عطا کرنا امام کی رائے پر موقوف ہے اور اس کے مستحقین غیر متعین ہیں، امام مالک کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا ان کو مال غنیمت میں بہت زیادہ اونٹ ملے اور مال غنیمت میں سے ان کا حصہ بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ تھے اور ان کو ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا۔ الموطا رقم الحدیث: 987 اور سنن ابوداؤد میں ہے کہ ان کا حصہ بارہ بارہ اونٹ تھے ان کو ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا تو ہر ایک کو تیرہ تیرہ اونٹ مل گئے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2744)

نیز امام مالک نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حنین سے لوٹے اور ہرانہ کی طرف جانے لگے اور آپ کی چادر درخت کی شاخوں سے الجھ کر گر گئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری چادر اٹھا دو، کیا تم کو یہ خطرہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ مجھ کو عطا کیا ہے میں وہ تمہارے درمیان تقسیم نہیں کروں گا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر اللہ مجھے تہامہ کے درختوں کے برابر اونٹ بھی عطا کرے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا، پھر تم مجھے بخیل پاؤ گے نہ بزدل نہ جھوٹا۔ پھر جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں نے میں قیام کیا تو فرمایا کسی کے پاس سوئی یا دھاگہ بھی ہے تو دے دے کیونکہ مال غنیمت عار ہے اور نار کا سبب ہے۔ اس کے بعد آپ نے زمین کو کر دیا اور اونٹ کا ایک بال یا کوئی چیز اٹھا کر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو مال عطا فرمایا ہے اس میں سے خمس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ (محل استدلال یہ آخری جملہ ہے کہ خمس بھی تم پر لوٹا دیا جاتا ہے)

تفصیل سے متعلق فقہاء شافعیہ کے نظریے کا بیان

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن علی الشیرازی الشافعی المتوفی 455ھ لکھتے ہیں: جو شخص ایسا کارنامہ انجام دے جس کی وجہ سے دشمن پر فتح حاصل ہو، مثلاً وہ دشمن کی جاسوسی کرے اور اس کے راستوں کو یا اس کے قلعہ کا کھوج لگائے یا وہ ابتداء دارالحرب میں داخل ہو، یا سب کے بعد دارالحرب سے لوٹے تو امام کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو نفل دے (مال غنیمت کے حصہ سے زیادہ دے) کیونکہ حضرت عبادہ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابتداء میں چوتھائی حصہ زائد عطا فرماتے تھے اور لوٹتے وقت تہائی حصہ، اور زائد کی مقدار لشکر کے امیر کی رائے پر موقوف ہے کیونکہ وہ جنگی مصلحت کے لیے خرچ کرتا ہے اور بہ قدر عمل دیتا ہے، کیونکہ جو شخص ابتداء میں دارالحرب میں داخل ہوتا ہے اس وقت دشمن اس سے غیر محتاط ہوتا ہے۔ اور جو آخر میں دارالحرب سے لوٹتا ہے اس کو دشمن کے خوف کا زیادہ مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابتداء دارالحرب میں داخل ہونے والوں کی نسبت آخر میں لوٹنے والوں کو زیادہ حصہ دیتے تھے۔ زائد حصہ مسلمانوں کے بیت المال سے دینا بھی جائز ہے اور اس مال سے بھی دینا جائز ہے جو مشرکین سے لے کر جمع کیا جاتا ہے۔ اگر مسلمانوں کے بیت المال سے دیا جائے تو یہ خمس کے پانچویں حصہ میں سے دیا جائے گا۔ کیونکہ سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو نفل (مال غنیمت سے زائد حصہ) خمس میں سے دیا جاتا تھا، اور اس لیے بھی کہ خمس وہ مال ہے جس کو کسی مصلحت میں خرچ کیا جاتا ہے اس لیے وہ خمس کے پانچویں حصہ میں سے دیا جائے گا اور نفل کی مقدار کا مجہول رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ایک عقد کا عوض ہے اور اگر نفل کفار کے مال سے دیا جائے تو پھر اس کا مجہول رکھنا جائز ہے، کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابتداء میں چوتھائی حصہ رکھا اور لوٹنے میں تہائی رکھا اور یہ مال غنیمت کا ایک مجہول حصہ ہے۔ (کیونکہ مال غنیمت کی مقدار غیر معلوم ہے تو اس کا تہائی یا چوتھائی حصہ بھی غیر معلوم ہوگا)۔ (المہذب ج 2، ص 243، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفصیل سے متعلق فقہاء حنابلہ کے نظریے کا بیان

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نفل کا معنی ہے کس شخص کو اس کے حصہ سے زیادہ دینا، اور اس کی دو نوع ہیں: نوع اول وہ ہے جس میں نفل کا استحقاق کسی شرط کی وجہ سے ہو، اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں: قسم اول یہ ہے کہ امیر جب دارالحرب میں جہاد کے لیے داخل ہو تو وہ اپنے اس لیے ایک لشکر کو دشمن پر حملہ کرنے کے لیے بھیجے اور ان کو پانچویں حصہ کے بعد چوتھائی حصہ دینے کا اعلان کرے، اور جب مال غنیمت اکٹھا ہو تو دونوں لشکروں کو حسب اعلان دے پھر باقی مال غنیمت ان دونوں لشکروں سمیت پورے بڑے لشکر میں تقسیم کرے۔ نوع اول کی دوسری قسم یہ ہے کہ امیر اس شخص کے لیے کسی زائد حصہ کا اعلان کرے جو مسلمانوں کے لیے کوئی مفید کام انجام دے، مثلاً امیر یہ کہے کہ جو شخص اس قلعہ میں داخل ہوگا اس کو یہ انعام ملے گا، یا یہ کہے کہ جو شخص قلعہ میں نقب لگائے گا، یا جو شخص کسی کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو یہ انعام ملے گا، کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا جو شخص کسی قاتل (کافر) کو قتل کرے گا، اس کا سب سا مان اس کو ملے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2718)

اور یہ انعام مسلمانوں کے مال سے دینا بھی جائز ہے اور مشرکین سے لیے ہوئے مال سے دینا بھی جائز ہے۔ اگر مسلمانوں کے مال سے انعام کا اعلان کیا جائے تو اس کی مقدار کا معلوم ہونا ضروری ہے اور اگر مشرکین کے مال سے انعام کا اعلان کیا جائے تو پھر اس کی مقدار کا مجہول رکھنا بھی جائز ہے جیسے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ جس شخص نے کسی قاتل کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا سامان اس کا ہے، اور سامان کی مقدار مجہول ہے۔

لوح جانی یہ ہے کہ کسی مسلمان کی کسی خاص کارکردگی کی وجہ سے امام اس کو خصوصی زائد حصہ دے مثلاً اس نے جنگ میں زیادہ مشقت برداشت کی ہو یا کسی آہم معاملہ میں جاسوسی کی ہو یا وہ مقدمۃ الجیش میں ہو یا اور کوئی نمایاں کام کیا ہو تو اس میں بغیر پیشگی شرط کے بھی زائد حصہ دینا جائز ہے، جیسا کہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمن بن عیینہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اونٹ لوٹ لیے، حضرت سلمہ بن الاکوع نے ان کا پیچھا کیا تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو سوار کا حصہ بھی دیا اور پیادہ کا حصہ بھی دیا۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: 2697۔ اکافی، ج 4، ص 138-139، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1414ھ)

تفصیل سے متعلق فقہاء احناف کے نظریے کا بیان

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرغینانی اٹھنی التونی 593ھ لکھتے ہیں: اگر امام حالت جنگ میں کسی شخص کے لیے تفصیل (زائد حصہ دینے) کا اعلان کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً یہ کہ جس شخص نے کسی قاتل (کافر) کو قتل کیا تو اسے اس کا سلب (سامان) ملے گا، یا لشکر سے یہ کہے کہ جس نکالے جانے کے بعد تمہیں اس کا چوتھائی حصہ ملے گا، کیونکہ جنگ پر ابھارنا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا ایہا النبی حرض المومنین علی القتال: (الانفال: 65) اے نبی آپ مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریں۔ اور یہ اعلان بھی ایک قسم کا جنگ پر ابھارنا ہے۔

تفصیل (زائد حصہ دینے کا اعلان کرنا) اس طرح بھی ہو سکتا ہے اور کسی اور طرح بھی ہو سکتا ہے، لیکن امام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کافروں سے حاصل کیے ہوئے تمام مال کا اعلان کر دے کیونکہ اس سے تمام مجاہدوں کا حق ضائع ہوگا، ہاں اگر تمام لشکر کے لیے اعلان کر دے تو یہ جائز ہے، اور جب مال غنیمت جمع کر کے دارالاسلام میں پہنچا دیا جائے تو پھر کسی کے لیے اعلان نہ کرے، کیونکہ اب اس میں دوسروں کا حق موکد ہو چکا ہے، البتہ شمس میں سے اب بھی اعلان کیا جاسکتا ہے، کیونکہ شمس میں مال غنیمت لینے والوں کا بھی حق ہے اور جب کافر کا سلب (سامان) قاتل کو نہ دیا جائے تو وہ من جملہ مال غنیمت میں سے ہے اور قاتل اور غیر قاتل اس میں برابر ہیں اور کافر کا سلب اس کے کپڑے، اس کے ہتھیار اور اس کی سوار ہے اور سواری پر جو زین اور دیگر آلات ہوں وہ بھی اس میں داخل ہیں، اسی طرح سواری کے اوپر جو کافر کا سامان ہو وہ بھی اس میں شامل ہے اور ان کے علاوہ اور کوئی چیز اس میں داخل نہیں ہے۔ پھر تفصیل (خصوصی حصہ دینے کا اعلان) کا حکم یہ ہے کہ اس سے دوسروں کا حق منقطع ہو جاتا ہے اور مجاہدین اس کے مالک اس وقت ہوتے ہیں جب مال غنیمت درالاسلام میں پہنچ جاتا ہے حتیٰ کہ اگر امام نے یہ اعلان کیا کہ جس شخص کو کوئی باندی ملی وہ اس کی ہے اور کسی مجاہد کو ایک باندی مل گئی اور اس نے اس کا استبراء کر لیا (یعنی باندی کا حیض گزر گیا) تب بھی اس مجاہد کے لیے اس باندی سے مباشرت کرنا جائز ہے نہ اس کو فروخت کرنا۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول ہے، امام محمد کے نزدیک یہ دونوں امر

جائز ہیں۔ (ہدایہ اولین ص 578-580، ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ شریکۃ علمیہ، ملتان)

بَابِ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ

یہ باب مال غنیمت کو تقسیم کرنے کے بیان میں ہے

2854- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ لِلْفَرَسِ مِثْلَانِ وَلِلرَّجُلِ سِتْهُمٍ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے گھڑ سوار کو تین حصے دیے تھے جس میں سے دو حصے گھوڑے کے تھے اور ایک حصہ آدمی کا تھا۔

مال غنیمت کی حلت کے اختصاص امت ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا کی گئی ہیں۔ پہلی مجھے جامع کلام عطا کی گئی۔ دوسری یہ کہ عرب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔ تیسری یہ کہ مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا چوتھی یہ کہ پوری زمین میرے لئے مسجد اور طہور (پاک کرنے والی) بنا دی گئی۔ پانچویں یہ کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور چھٹی یہ کہ مجھ پر انبیاء کا خاتمہ کر دیا گیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث، 1611)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت بخشی یا فرمایا میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کیا۔ اس باب میں علی، ابوذر عبداللہ بن عمر، ابوموسیٰ، ابن عباس سے بھی احادیث منقول ہیں۔ حدیث ابوامامہ حسن صحیح ہے۔ یہ سیار بنو معاویہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ سلیمان بنی، عبداللہ بن بھیر اور کئی دوسرے حضرات ان سے احادیث نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث، 1610)

سابقہ امتوں کی غنائم کو آگ کے کھا جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے کسی انسان کے لئے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا۔ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ آسمان سے آگ آتی اور اسے کھا جاتی۔ سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ بات کون کہہ سکتا ہے۔ کیوں کہ غزوہ بدر کے موقع پر وہ لوگ مال غنیمت حلال ہونے سے پہلے ہی اس پر نوٹ پڑے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لَوْلَا يَكُفُّ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ) 8- الانفال: 68 (اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس کے لئے میں بڑا عذاب۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم، رقم الحدیث، 1026)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انبیاء میں سے ایک نبی (یعنی حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے جہاد کا ارادہ کیا اور جب وہ جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس عورت کو اپنے گھر لا کر اس سے جماعت کا ارادہ رکھا ہو اور ابھی تک اسے جماعت نہ کی ہو اور میرے ساتھ نہ وہ شخص چلے جس نے گھر بنایا ہو لیکن (ابھی تک) اس کی مہمت نہ ڈال رکھا ہو نیز وہ شخص (بھی) میرے ساتھ نہ چلے جس نے گاہ بھن بکریاں یا گاہ بھن انٹیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچے جننے کا خطر ہو۔ اس کے بعد وہ نبی (اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ) جہاد کے لئے روانہ ہوئے اور جب اس بستی کے قریب پہنچے کہ جہاں وہ جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا (یعنی وہ ایسے وقت اس بستی کے قریب پہنچے جب عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے) اس نبی نے آفتاب کو مخاطب کر کے کہا کہ تو بھی (چلنے پر) مامور ہے اور میں بھی (اس بستی کو فتح کرنے پر) مامور ہوں۔ اے اللہ! تو اس آفتاب کو ٹھہرا دے۔" چنانچہ آفتاب ٹھہرا دیا گیا (یعنی قدیم ماہرین فلکیات کے نظریہ کے مطابق آفتاب کی رفتار کو یا جدید نظریہ کے مطابق زمین کی گردش کو حکم الہی سے روک دیا گیا تا کہ رات کی تاریکی سے پہلے پہلے وہ نبی جہاد کر لیں) تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو فتح عطا فرمادی۔ پھر جب مال غنیمت جمع کیا گیا اور اس کو جلا ڈالنے کے لئے آگ آئی تو اس آگ نے مال غنیمت کو نہیں جلایا، (یہ دیکھ کر) اس نبی نے (اپنے ساتھیوں سے) فرمایا کہ (یقیناً تمہارے اندر مال غنیمت میں خیانت واقع ہوئی ہے یعنی تم میں سے کسی نے مال غنیمت کے اندر خیانت کی ہے) جس کی سبب سے یہ آگ اپنا کام نہیں کر رہی ہے) لہذا تم میں سے ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص کو چاہئے کہ وہ بیعت کرے، چنانچہ (جب بیعت شروع ہوئی اور ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی اپنا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ میں دینے لگا) تو ایک شخص کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ کو چپک کر رہ گیا، نبی نے (اس شخص سے) فرمایا کہ " (اس ذریعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ) خیانت تمہارے قبیلے کی طرف سے ہوئی ہے۔" پھر اس قبیلے کے لوگ سونے کا ایک سر لائے جو بیل کے سر کی مانند تھا اور اس کو رکھ دیا، اس کے بعد آگ آئی اور اس نے اس کو جلا دیا۔ اور ایک روایت میں راوی سے یہ عبارت بھی نقل کی ہے کہ " (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) چنانچہ ہم سے پہلے کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں (مالی طور پر) ضعیف و کمزور دیکھا تو مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔" (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث، 1122)

حضرت یوشع علیہ السلام نے جہاد کے لئے روانگی کے وقت ان چند لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے سے اس لئے روک دیا تھا کہ جب دل کسی اور چیز میں اٹکا ہوا ہوتا ہے تو اس چیز کے علاوہ کسی اور کام میں طبیعت نہیں لگتی لہذا اگر مذکورہ لوگوں کو جانے والے لشکر میں شریک کیا جاتا تو وہ پورے جوش و جذبہ اور جستی و تندی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جس کے لئے ان کو لے جایا جاتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنگی مہمات وغیرہ کے موقع پر اپنے تمام ضروری امور و معاملات سے فراغت و یکسوئی حاصل کر لینی چاہئے تاکہ جس مہم میں لکلا جائے اس کو بخوبی سرانجام دیا جاسکے۔

"آفتاب ٹھہرا دیا گیا الخ:-" مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ (نظام شمسی کی پوری مدت عمر) میں حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کے لئے سورج کو کبھی نہیں ٹھہرایا گیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سورج کا ٹھہر جانا صرف حضرت یوشع علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی سورج کا ٹھہرایا جانا ثابت ہے! اس طرح دونوں باتوں میں جو ظاہری تضاد ہے اس کو اس توجیہ کے ذریعے دور کیا جاسکتا ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جوارشاد ہے (کہ یوشع کے علاوہ اور کسی کے لئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا)۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ پیغمبروں میں حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہے جس کے لئے سورج ٹھہرایا گیا ہو سوائے میرے۔ نیز یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج ٹھہرایا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے یہ ارشاد فرمایا ہو۔

مواہب لدنیہ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج ٹھہرنے کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہے۔ ایک بار تو شب معراج کے دوسرے دن اور دوسری بار غزوہ خندق کے دن جب کے کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ میں الجھائے رکھ کر عصر کی نماز پڑھنے سے روک دیا تھا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج کو واپس کیا (یعنی عصر کا وقت لوٹایا) تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی۔ اسی طرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی کے لئے بھی سورج واپس ہوا ہے وہ یوں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانوں پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہو گیا، اس صورت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اپنے زانوں پر سے نہ اٹھا سکے یہاں تک کہ عصر کا وقت ختم ہو گیا اور وہ نماز نہیں پڑھ پائے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو واپس کیا، تب انہوں نے عصر کی نماز وقت پر ادا کی، مواہب لدنیہ نے اس واقعہ کو بھی تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن علماء نے اس واقعہ میں کلام بھی کیا ہے۔

"اس کو جلا ڈالنے کے لئے آگ آئی الخ: جیسا کہ پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے، یہ صرف انت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ پچھلی امتوں کو غنیمت کا مال اپنے مصرف میں لانے کی اجازت نہیں تھی۔ بلکہ حکم الہی کے مطابق یہ دستور تھا کہ جنگ کے بعد غنیمت کا سارا مال جمع کر کے جنگل میں رکھ دیا جاتا تھا، اس کے بعد آسمان سے آگ آتی اور اس کو جلا دیتی، جو قبولیت کی علامت ہوتی۔

مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت کو تقسیم کرنے کا بیان

اور جب امام کسی شہر کو طاقت و قوت کے سبب فتح کر لے تو اسے اختیار ہے۔ اگر چاہے تو وہ شہر مسلمانوں میں تقسیم کر دے جس طرح حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کو تقسیم فرمادیا تھا۔ اور اگر چاہے تو وہ اس شہر کے باشندوں کو وہیں رہنے دے اور ان پر جزیہ مقرر کر دے اور ان کی زمینوں پر خراج متعین کر دے۔ حضرت عمر نے صحابہ کرام کے اتفاق سے اہل عراق کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا اور جس نے اس کی مخالفت کی اسے اچھا نہیں کہا گیا اور ان میں سے ہر ایک میں نمونہ ہے لہذا امام کو اختیار ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ مجاہدین کی ضرورت کے وقت پہلی صورت بہتر ہے اور مالی ضرورت نہ ہونے کی صورت میں دوسری صورت بہتر ہے تاکہ آئندہ زمانے میں یہ ان کے کام آسکے۔ یہ حکم عقار اور غیر منقول سے متعلق ہے، رہا منقول کا حکم تو اسے ان لوگوں کو واپس کر کے ان پر احسان کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے متعلق شریعت نے کوئی حکم بیان نہیں کیا ہے۔ اور عقار کے سلسلے میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے، اس لیے کہ احسان کرنے میں غازیوں کے حق یا ان کی ملکیت کا بطلان ہے، لہذا کسی مساوی بدلے کے بغیر یہ احسان جائز نہیں ہے اور خراج اس کے قتل کے مساوی نہیں ہے۔ برخلاف رقبہ کے، کیونکہ امام کو یہ حق ہے کہ انہیں قتل کر کے غازیوں کا حق باطل کر دے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف حضرت عمر کا وہ عمل حجت ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اس لیے کہ ایسا کرنے میں مصلحت ہے کیونکہ (جن کفار کو فتح کردہ زمین میں چھوڑا جائے گا) وہ کھیتی کے امور سے واقف ہیں لہذا وہ مسلمانوں کے کاشت کار کہلائیں گے اور مسلمانوں سے کھیتی کرنے کی مشقت دور ہو جائے گی اور اس پر ہونے والا خرچ بھی ختم ہو جائے گا نیز بعد میں آنے والے مسلمانوں کو اس سے حصہ بھی ملے گا۔

اور (ان سے لیا جانے والا) خراج اگر چہ فی الوقت بہت کم ہے لیکن ہمیشہ ملنے کی سبب سے مال کے اعتبار سے وہ زیادہ ہے۔ اور اگر امام رقبہ اور زمینوں کے حوالے سے ان پر احسان کر دے تو منقولہ سامان میں سے انہیں اتنا ہی دے جس سے ان کے لیے کاشت کاری کرنا آسان ہو جائے، اور یہ فعل کراہت سے خالی ہو جائے۔ (ہدایہ اولین، لاہور)

مال غنیمت کی تقسیم میں فقہی مذاہب کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ تمام اگلی امتوں پر مال غنیمت حرام ہے۔ لیکن اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اسے حلال کر دیا۔ اس کی تقسیم کی تفصیل یہاں بیان ہو رہی ہے۔ مال غنیمت وہ ہے جو مسلمانوں کو جہاد کے بعد کافروں سے ہاتھ لگے اور جو مال بغیر لڑے جنگ کے ہاتھ آئے مثلاً صلح ہو گئی اور مقررہ تاوان جنگ ان سے وصول کیا یا کوئی مر گیا اور لاوارث تھا یا جزیئے اور خراج کی رقم وغیرہ وہ ہے۔

سلف و خلف کی ایک جماعت کا اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی خیال ہے۔ بعض لوگ غنیمت کا اطلاق نے پر اور نے کا اطلاق غنیمت پر بھی کرتے ہیں۔ اسی لئے قتادہ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ آیت سورہ حشر کی (آیت ما اقام اللہ الخ) کی ناسخ ہے۔ اب مال غنیمت میں فرق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت تو نے کے بارے میں ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں۔

بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ ان دونوں قسم کے مال کی تقسیم امام کی رائے پر ہے۔ پس مقررہ حشر کی آیت اور اس آیت میں کوئی اختلاف نہیں جبکہ امام کی مرضی ہو واللہ اعلم۔ آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت میں سے نکال دینا چاہئے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ گو سوئی ہو یا دھاگہ ہو۔ پروردگار عالم فرماتا ہے جو خیانت کرے گا وہ اسے لے کر قیامت کے دن پیش ہوگا اور ہر ایک کو اس عمل کا پورا بدلہ ملے گا کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا کہتے ہیں کہ خمس میں سے اللہ کے لئے مقرر شدہ حصہ کعبے میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت ابو العالیہ رباحی کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ حصے کرتے تھے۔ چار مجاہدین میں تقسیم

ہوتے پانچویں میں سے آپ مٹی بھر کر نکال لیتے اسے کنبے میں داخل کر دیتے پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے ایک رسول اللہ کا ایک قرابت داروں کا۔ ایک یتیموں کا ایک مسکینوں کا ایک مسافروں کا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ کا نام صرف بطور تبرک ہے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کے بیان کا وہ شروع ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ جب حضور کوئی لشکر بھیجتے اور مال غنیمت کا مال ملتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس یہ فرمان کہ ان اللہ خمسہ یہ صرف کلام کے شروع کیلئے ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔

پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ اللہ رسول کا ایک ہی حصہ ہے۔ اسی کی تائید یہ بھی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی القرئی میں آ کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ غنیمت کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا ہے باقی کے چار حصے لشکریوں کے۔ اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یہاں تک کہ تو اپنے کسی دوست کے جسم سے تیز نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں حضرت۔

حسن نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضا مند نہ ہو جاؤ؟ جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر کئے جاتے تھے چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے ایک چوتھائی اللہ کا اور اس کے رسول کا پھر یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ آپ اور آپ کے بعد جو بھی آپ کا نائب ہو اس کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں اللہ کا حصہ اللہ کے نبی کا ہے اور جو آپ کا حصہ تھا وہ آپ کی بیویوں کا ہے عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا جو حصہ ہے وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے اختیار ہے جس کام میں آپ چاہیں لگائیں۔

مقدم بن معدی کرب حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابو درداء اور حضرت حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ذکر ہونے لگا تو ابو داؤد نے عبادہ بن صامت سے کہا فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ حضور نے ایک جہاد میں خمس کے ایک انٹ کے پیچھے صحابہ کو نماز پڑھائی سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال چنگی میں لے کر فرمایا کہ مال غنیمت کے انٹ کے یہ بال بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں حصہ ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس دے دیا جاتا ہے پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو، خیانت نہ کرو، خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والے کیلئے دونوں جہان میں آگ ہے۔ قریب والوں سے دور والوں سے راہ حق میں جہاد جاری رکھو۔ شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو۔ وطن میں اور سفر میں اللہ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو اللہ کے لئے جہاد کرتے رہو جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی جہاد کی سبب سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے۔ (مسند امام احمد)

یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے مروی نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری

سند سے خمس کا اور خیانت کا ذکر مروی ہے۔ ابو داؤد اور نسائی میں بھی مختصر ایہ حدیث مروی ہے اس حصے میں سے آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعض چیزیں اپنی ذات کے لئے بھی مخصوص فرمایا کرتے تھے لونڈی غلام تکوار گھوڑا وغیرہ۔ جس طرح محمد بن ہیر بن اور عامر شععی اور اکثر علماء نے فرمایا ہے ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تکوار بدر کے دن کے مال غنیمت میں سے تھی جو حضور کے پاس تھی اسی کے بارے میں اہل حدیث نے خواب دیکھا تھا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح آئیں تھیں۔ ابو داؤد وغیرہ میں ہے حضرت یزید بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم ہارے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا ہم نے اسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے زہیر بن اقیس کی طرف ہے کہ اگر تم اللہ کی وحدت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور خالص حصہ ادا کرتے رہو تو تم اللہ اور اس کے رسول کی امن میں ہو۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، پس ان صحیح احادیث کی دلالت اور ثبوت اس بات پر ہے اسی لئے اکثر بزرگوں نے اسے حضور کے خواص میں سے شمار کیا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے۔ جس طرح کہ مال نے میں اسے اختیار ہے۔

یہی قول حضرت امام مالک کا ہے اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس جو حضور کا حصہ تھا اسے اب آپ کے بعد کیا کیا جائے بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امام وقت یعنی خلیفہ المسلمین کا ہوگا۔

حضرت ابو بکر حضرت علی حضرت قتادہ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صرف ہوگا ایک قول ہے کہ یہ بھی اہل حاجت کی بقایا قسموں پر خرچ ہوگا یعنی قرابت دار یتیم مسکین اور مسافر۔

امام ابن جریر کا مختار مذہب یہی ہے اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضور کا اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا جائے۔ عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے اور کہا گیا ہے خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابت داروں کا ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو امام علی نے فرمایا اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور مسکین ہیں۔

امام حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا آخرت کا سب کچھ اللہ ہی کا ہے حضور کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں کیا ہوا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں حضرت کا حصہ آپ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں آپ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابت داروں کو ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے اسی طرح خلافت صدیقی و فاروقی میں

ہوتا بھی رہا ہے۔

ابراہیم کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم حضور کے اس حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے۔ پوچھا گیا کہ حضرت علی اس بارے میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ اس بارے میں ان سے سخت تھے۔ اکثر علماء رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ہاں ذوی القربی کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا ہے۔ کیونکہ اولاد عبدالمطلب نے اولاد ہاشم کی جاہلیت میں اور اول اسلام میں موافقت کی اور انہی کے ساتھ انہوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کر لیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائے جانے کی سبب سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے اور آپ کی حمایت میں تھے، ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی سبب سے۔ کافر خاندانی طرف داری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کی سبب سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی فرمانبرداری کی سبب سے ستائے گئے ہاں بنو عبدشمس اور بنو نوفل کو یہ بھی آپ کے چچا زاد بھائی تھے۔ لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انہیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے تمام قبائل ان کے مخالف ہیں اسی لئے ابوطالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قریشی قرابت دار تھے اس قصیدے میں انہوں نے کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ کی طرف سے ان کی اس شرارت کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ ان بیوقوفوں نے اپنے ہو کر ایک خاندان اور ایک خون کے ہو کر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ۔

ایک موقع پر ابن جبیر بن معطم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے شمس میں سے بنو عبدالمطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ آپ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں آپ نے فرمایا سنو بنو ہاشم ہیں۔

مجاہد کا قول ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ بنو ہاشم میں فقراء ہیں پس صدقے کی جگہ ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر کر دیا۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ علی بن حسین سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب قریش ہیں۔ ابن عباس سے استغفار کیا گیا کہ ذوی القربی کون ہیں؟ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں (مسلم وغیرہ)

بعض روایتوں میں صرف پہلا جملہ ہی ہے۔ دوسرے جملے کی روایت کے راوی ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں کہ سارے قریش ہیں۔ اس میں ضعف بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے لوگوں کے میل کچیل سے تو میں نے منہ پھیر لیا شمس کا پانچواں حصہ تمہیں کافی ہے یہ حدیث حسن ہے اس کے راوی ابراہیم بن مہدی کو امام ابو حاتم ثقہ بتاتے ہیں لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایات لاتے ہیں واللہ اعلم۔ آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے وہ بچے جن کا باپ فوت ہو چکا ہو۔ پھر بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں۔ مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور ان کی حاجت پوری ہو جائے اور انہیں کافی ہو جائے۔ ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچ کر

اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو۔

ہمارا اللہ پر بھروسہ ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر تمہارا اللہ پر اور اس کی اتاری ہوئی دجی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے لاؤ یعنی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کر دیا کرو۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ وفد عبد القیس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ جانتے بھی ہو کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔ پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے پھر اس حدیث کو دار فرمایا ہے اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے واللہ الحمد والمنة۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان و انعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا۔ اپنے دین کو غالب کیا اپنے نبی کی اور آپ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگ بدر میں انہیں غلبہ دیا۔ کلمہ ایمان کلمہ کفر پر چھا گیا پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہو گئی۔ بہت سے بزرگوں سے یہی تفسیر مروی ہے۔ یہی سب سے پہلا غزوہ تھا۔ مشرک لوگ عتبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے جمعہ کے دن انہیں یاسترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی اصحاب رسول تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تھی۔ باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ستر سے زائد تو کافر مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے۔ مستدرک حاکم میں ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لیلة القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو کیونکہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا۔ حسن بن علی فرماتے ہیں کہ لیلة الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی رمضان شریف کی سترہویں تھی یہ رات بھی جمعہ کی رات تھی۔ غزوے اور سیرت کے مرتب کرنے والے کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ ہاں یزید بن ابی جعد جو اپنے زمانے کے مصری علاقے کے امام تھے فرماتے ہیں کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قول یقیناً ان کے قول پر مقدم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

بَابُ الْعَبِيدِ وَالنِّسَاءِ يَشْهَدُونَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ

یہ باب غلاموں اور خواتین کا مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے میں ہے

2855- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ مُهَاجِرٍ بْنِ قُنْفَلٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أَبِي اللَّحْمِ قَالَ وَكِيعٌ كَانَ لَا يَأْكُلُ اللَّحْمَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ مَوْلَايَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ فَلَمْ يَقْسِمْ لِي مِنَ الْغَنِيمَةِ وَأُعْطِيتُ مِنْ خُرَّتِي الْمَتَاعَ سِقًّا وَكُنْتُ أَجْرُهُ إِذَا تَقَلَّدَتْهُ

ۛ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جو حضرت ابولم رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: وہ گوشت نہیں کھایا کرتے تھے وہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنے آقا کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا یہ غزوہ خیبر کی بات ہے میں اس وقت غلام تھا تو مال غنیمت میں سے میرے حصے میں کچھ نہیں آیا عام ساز و سامان میں سے ایک تلواریں مجھے دی گئی جو (اتنی بڑی تھی) کہ جب میں اسے گلے میں لکاتا تھا تو وہ زمین پر گھسٹ رہی ہوتی تھی۔

2856 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَخْلَفَهُمْ لِي رِجَالُهُمْ وَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَأُدَاوِي الْجُرْحَى وَأَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى

ۛ سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سات جنگوں میں حصہ لیا ہے میں مردوں کے پیچھے پڑاؤ کی جگہ میں موجود ہوتی تھی میں ان کے لیے کھانا تیار کرتی تھی، زخموں کو دوائی دیا کرتی تھی اور بیماروں کا خیال رکھتی تھی۔

شرح

حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (صحابہ کے ہمراہ جہاد میں تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ ام سلیم اور انصاریہ کی دوسری عورتوں کو بھی لے جاتے وہ عورتیں (غازیان اسلام کو) پانی پلاتیں اور زخموں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کرتیں (مسلم) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کو پانی پلانے اور زخموں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کرنے کی غرض سے زیادہ عمر والی عورتوں کو اپنے ساتھ لے جانا جائز ہے اور اگر مباشرت و صحبت کی غرض سے لے جانا ہو تو پھر آزاد عورتوں (یعنی اپنی بیویوں) کی بد نسبت لونڈیوں کو لے جانا بہتر ہے (یہ حکم اس وقت تھا جب کہ ایسی لونڈیاں رکھنے کا رواج تھا جن کے ساتھ صحبت و مباشرت جائز تھی اور حضرت ام عطیہ کہتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزویں میں شریک ہوئی ہوں میں (میدان جنگ میں) ان (مجاہدین) کے پیچھے ان کے ڈیروں میں رہا کرتی تھی جہاد میں ان کے لئے کھانا پکاتی زخموں کی مرہم پٹی اور دوا دارو کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث، 1049)

بَاب وَصِيَّةِ الْإِمَامِ

یہ باب امام کی تلقین کے بیان میں ہے

2857 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنِي عَطِيَّةُ بْنُ الْحَارِثِ أَبُو رُوَيْقٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو الْغَرِيفِ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

2856: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4687، رقم الحديث: 4688

2857: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

سَرِيَّةً فَقَالَ سِيرُوا بِاسْمِ اللَّهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ وَلَا تَمْلُؤُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيْدًا

» حضرت عتوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں روانہ ہو جاؤ جو شخص اللہ کا انکار کرتا ہے اس کے ساتھ جنگ کرو۔ تم لوگ ملکہ نہ کرنا، وعدہ خلافی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا۔“

2858- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْفَرَّيَابِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا فَقَالَ اغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ اغْزُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَمْلُؤُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيْدًا وَإِذَا أَنْتَ لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَدْعُهُمْ إِلَى اخْتِدَائِ ثَلَاثِ يَوْمٍ أَوْ يَحْصُلُ فَاتَّبِعْهُمْ أَجَابَةً إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ أَدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ أَدْعُهُمْ إِلَى النُّحُولِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ وَآخِرِهِمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ أَنْ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَأَنْ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ وَإِنْ أَبَوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّكُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْقِيَاءِ وَالْغَنِيمَةِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا أَنْ يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ فَسَلِّهِمْ إِعْطَاءَ الْجِزْيَةِ فَإِنْ فَعَلُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِزْ بِاللَّهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ وَإِنْ حَاصَرْتَ حِصْنًا فَأَرَادُوا أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّكَ فَلَا تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّكَ وَلَكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَبِيكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّكُمْ إِنْ تَخَفَرُوا ذِمَّتَكُمْ وَذِمَّةَ آبَائِكُمْ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ مِنْ أَنْ تَخَفَرُوا ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ وَإِنْ حَاصَرْتَ حِصْنًا فَأَرَادُوا أَنْ يُنْزِلُوا عَلَى حُكْمِ اللَّهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَذَرِي أَنْ تُصِيبَ فِيهِمْ حُكْمَ اللَّهِ أَمْ لَا قَالَ عَلْقَمَةُ فَحَدَّثْتُ بِهِ مُقَاتِلَ بْنَ حَيَّانَ فَقَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ هَيْضَمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ،

» ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب کسی شخص کو کسی مہم کا امیر مقرر کرتے تھے تو آپ ﷺ اسے یہ نصیحت کرتے تھے کہ وہ بطور خاص اپنی ذات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنے ساتھ والے مسلمانوں کے ساتھ بھلائی والا سلوک کرے آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے: اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں روانہ ہو جاؤ اور جن لوگوں نے اللہ کا انکار کیا ہے ان کے ساتھ جنگ کرو تم لوگ جاؤ تم لوگ وعدہ خلافی نہ کرنا، ملکہ نہ کرنا، خیانت نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا جب تمہارا مشرکین

2858: أخرجه مسلم في "المعجم" رقم الحديث: 4496، ورم الحديث: 4497، ورم الحديث: 4498، أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 2612، ورم الحديث:

2613: أخرجه الترمذی في "الجامع" رقم الحديث: 1408، ورم الحديث: 1617

میں سے اپنے دشمن سے سامنا ہو تو تم اسے تین میں سے ایک بات کی دعوت دینا ان میں سے کسی کو اگر وہ تمہارے لیے قبول کرے تو تم ان کی طرف سے اسے قبول کر لینا اور ان سے جنگ کرنے سے رک جانا تم انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم انہیں قبول کر لینا اور ان سے جنگ سے رک جانا پھر تم انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اپنے علاقے کو چھوڑ کر مہاجرین کے علاقے کی طرف آجائیں اور تم انہیں یہ بتانا کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہیں وہ تمام حقوق ملیں گے جو مہاجرین کو ملتے ہیں اور ان پر وہ تمام فرائض لازم ہوں گے جو مہاجرین پر لازم ہیں اگر وہ یہ بات نہ مانیں تو تم انہیں بتانا کہ وہ لوگ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وہی حکم جاری ہوگا جو اہل ایمان پر جاری ہوا تھا ان لوگوں کو مال خیر اور مال غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیتے ہیں تو صورت مختلف ہوگی اگر تو وہ اسلام میں داخل ہونے سے انکار کرتے ہیں تو پھر تم ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ جزیہ ادا کریں اگر وہ ایسا کر لیتے ہیں تو تم ان کی طرف سے یہ قبول کر لینا اور ان سے جنگ کرنے سے رک جانا اگر وہ انکار کر دیتے ہیں تو تم ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرتے ہوئے ان کے ساتھ جنگ شروع کر دینا اگر تم لوگ کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور وہ لوگ یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ اور اپنے نبی ﷺ کی پناہ میں دو تو انہیں اللہ یا اپنے نبی ﷺ کی پناہ میں نہ دینا بلکہ انہیں اپنی یا اپنے باپ یا ساتھیوں کی پناہ میں دینا کیونکہ اگر تم اپنی پناہ یا اپنے آباؤ اجداد کی پناہ کی خلاف ورزی کرتے ہو تو تمہارے لیے یہ اس سے زیادہ آسان ہوگا تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ کی خلاف ورزی کرو اگر تم کسی قلعے کا محاصرہ کرتے ہو اور وہ لوگ یہ چاہیں تم اللہ تعالیٰ کو ثالث مقرر کر دو تو تم ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ثالث ہونے پر نہ لانا بلکہ تم انہیں اپنے ثالث ہونے پر لانا کیونکہ تم یہ بات نہیں جانتے کہ تم نے ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پابندی کی ہے یا نہیں کی ہے؟

علقہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے یہ روایت مقاتل بن حیان کو سنائی تو انہوں نے بتایا: مسلم بن ہشیم نے یہ روایت نعمان بن مقرن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کی ہے۔

باب طاعة الإمام

یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں (حاکم کی) فرمانبرداری نہیں ہوگی

امارت سے مراد "سرداری و حکمرانی" ہے اور قضاء سے مراد "شرعی عدالت" ہے اسلامی نظام حکومت کی عمارت کے یہ دو بنیادی ستون ہیں! امیر و امام (یعنی سربراہ مملکت) اسلام کے قانون اساسی کا محافظ، نظم حکومت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ذمہ دار حفاظت مذہب اور امت اسلامیہ کی طاقت و قوت کا امین اور امور عامہ کا نگہبان ہوتا ہے اسلامی معاشرہ کے افراد کا تعلق جن امور سے ہے ان سب پر امیر و امام ہی کا اختیار کارفرما ہوتا ہے۔ قاضی، اسلامی عدالت کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے شہریوں کے حقوق (امن، آزادی، مساوات) کا محافظ ہوتا ہے اور وہ معاملات کا فیصلہ کرنے میں شریعت کی طرف سے حکم کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے نزاعی مقدمات کا شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کا اس سے بڑا

فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ عدل و انصاف، دیانت داری اور ایمان داری کے تقاضوں کو ہر حالت میں مد نظر رکھے۔ اسلام اور حکومت اسلام، دنیا کا یگانہ مذہب بھی ہے اور دنیا کی سب سے بڑی طاقت بھی اسلام جس طرح انسانیت عامہ کی دینی، مذہبی اور اخلاقی، اخروی فلاح کا سب سے آخری اور مکمل قانون ہدایت ہے اس طرح وہ ایک ایسی لافانی سیاسی طاقت بھی ہے جو انسانوں کے عام فائدے، عام بہتری اور عام تنظیم کے لئے حکومت و سیاست سے اپنے تعلق کو برملا اظہار کرتی ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ مذہب کی حیثیت سے کچھ اور بھی ہے اس کو حکومت حاکمیت، سیاست اور سلطنت سے وہی تعلق ہے جو اس کائنات کی کسی بھی بڑی حقیقت سے ہو سکتا ہے اس کو محض ایک ایسا نظام نہیں کہا جاسکتا ہے جو صرف باطن کی اصلاح کا فرض انجام دیتا ہے بلکہ اس کو ایسا دینی نظام بھی سمجھنا چاہئے جو اللہ ترس و خدا شناس روح کی قوت سے دنیا کے مادی نظام پر عالمگیر غلبہ کا دعویٰ رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم جو اسلامی تصورات و نظریات کا سرچشمہ ہے اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایات کی شارح و ترجمان ہیں، ان کا ایک بہت بڑا حصہ اسلام اور حکومت و سیاست کے تعلق کو ثابت کرتا ہے کہیں تاریخی انداز میں، کہیں تعلیمات کے پیرایہ میں اور کہیں نعمت الہی کو ظاہری کرتے ہوئے ہم پر یہ واضح کیا جاتا ہے کہ اسلام اور حکومت اللہ کا حق ہے اس لئے اسلام کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ اس زمین پر اللہ کی حکومت قائم کی جائے اور اس کا اتارا ہوا قانون نافذ کیا جائے۔ ہم میں سے جو کج فکر لوگ "مذہب اور سیاست" کے درمیان تفریق کی دیوار حائل کر کے اسلام کو سیاست و حکومت سے بالکل بے تعلق و بے واسطہ رکھنا چاہتے ہیں وہ دراصل مسلم مخالف عناصر کے اس شاطر دماغ کی سازش کا شکار ہیں جو خود تو حقیقی معنی میں آج تک حکومت کو "مذہب" سے آزاد نہ کر سکا لیکن مسلمانوں کی سیاسی پرواز اور ہمہ گیر پیش قدمی کو مضحک کرنے کے لئے "مذہب" اور سیاست و حکومت "کی مستقبل بخشیں پیدا کر کے مسلمانوں کے چشمہ فکر و عمل میں دین اور دنیا کی پلیدی کی کار ہر گھول رہا ہے۔

2859- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ الْإِمَامَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى الْإِمَامَ فَقَدْ عَصَانِي

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص میری اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ جو امام کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ میری فرمانبرداری کرتا ہے اور جو امام کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔“

2860- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلْفٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا

2859: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2860: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 693، رقم الحديث: 698، رقم الحديث: 7142

أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ اسْتُعِذَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَانَ رَأْسَهُ زَبِيئَةً

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تم اطاعت و فرمانبرداری سے کام لو! اگرچہ تمہارے اوپر کسی ایسے حبشی کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کے دانے کی طرح ہو۔“

2861- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَصِينِ عَنْ جَدِّهِ أُمِّ الْحَصِينِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ أَمَرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعٌ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا مَا قَادَكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ

•• سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اگر تمہارے اوپر ناک کٹے ہوئے حبشی کو امیر بنا دیا جائے تو تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو! اس وقت تک جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تمہاری قیادت کرے۔

2862- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عُمَرَ بْنِ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الرَّبَذَةِ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَإِذَا عَبْدٌ يَوْمُهُمْ فَقِيلَ هَذَا أَبُو ذَرٍّ فَلَدَّهَبَ يَتَأَخَّرُ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَسْمَعَ وَأَطِيعَ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ

•• حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ ”ربذہ“ پہنچے نماز کا وقت ہوا تو ایک غلام ان لوگوں کی امامت کرنے لگا۔ انہیں بتایا گیا یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں غلام پیچھے ہٹنے لگا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خلیل نے مجھے یہ تلقین کی تھی کہ میں اطاعت و فرمانبرداری سے کام لوں اگرچہ کسی ایسے حبشی کی اطاعت کرنی پڑے جو غلام ہو اور جس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں۔

بَاب لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ

یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بارے میں (مخلوق میں سے کسی کی بھی) اطاعت نہیں ہوتی

2863- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ عَلَقَمَةَ بْنَ مُجَزَّرٍ عَلَى بَعْثٍ وَأَنَا

2861: أخرجه مسلم في "الحج" رقم الحديث: 4735 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4203

2861: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فِيهِمْ فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى رَأْسِ غَزَايِهِ أَوْ كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ اسْتَأْذَنَتْهُ طَائِفَةٌ مِنَ الْجَيْشِ فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ بْنُ قَيْسٍ السَّهْمِيُّ فَكُنْتُ فِيمَنْ غَزَا مَعَهُ فَلَمَّا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ أَوْقَدَ الْقَوْمُ نَارًا لِيَصْطَلُّوا أَوْ لِيُصَلُّوا عَلَيْهَا صَبِيحًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَكَانَتْ فِيهِ دُعَابَةٌ أَلَيْسَ لِي عَلَيْكُمْ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ قَالُوا بَلَى قَالَ لَمَّا آتَا بِأَمْرِكُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا صَنَعْتُمُوهُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَايْتِي أَعَزِّمُ عَلَيْكُمْ إِلَّا تَوَأَيْبْتُمْ فِي هَذِهِ النَّارِ لِقَامِ نَاسٍ لَتَحْجَزُوا فَلَمَّا عَلَيْنَا أَنَّهُمْ وَابْتُؤْنَ قَالَ أَمْسِكُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّمَا كُنْتُ أَمْرُحُ مَعَكُمْ فَلَمَّا قَلِمْنَا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمَرَكُمْ مِنْهُمْ بِمَعْصِيَةِ اللَّهِ فَلَا تُطِيعُوهُ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علقمہ بن مجرہ رضی اللہ عنہ کو ایک مہم کا امیر بنا کر بھیجا اس مہم میں میں بھی شامل تھا جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں جنگ ہونا تھی یا ابھی راستے میں تھے تو لشکر کے ایک چھوٹے حصے نے ان سے اجازت مانگی۔ علقمہ نے انہیں اجازت دے دی اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے ان کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا تھا۔ ابھی وہ راستے میں تھے کہ ان کے ساتھیوں نے آگ جلائی تاکہ اسے تپ لیں یا اس پر کوئی چیز پکائیں تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کی عادت یہ تھی کہ وہ خوش مزاجی کیا کرتے تھے (انہوں نے کہا) کیا تم لوگوں پر یہ بات لازم نہیں ہے کہ تم میرے حکم کو مانو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ ان کے ساتھیوں نے کہا: کیوں نہیں تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

”میں تمہیں جو بھی حکم دوں گا اس پر عمل کرنا تم پر لازم ہوگا۔“

ان کے ساتھیوں نے کہا: ”ٹھیک ہے۔“

تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

”میں تمہیں تاکید کے ساتھ یہ حکم دے رہا ہوں کہ تم اس آگ میں کود جاؤ۔“

تو کچھ لوگ اٹھے اور اس آگ میں جانے کی تیاری شروع کی۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ آگ میں کودنے لگے ہیں تو وہ بولے تم اپنے آپ کو روک لو! میں تو تمہارے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔

(راوی کہتے ہیں:) جب ہم لوگ واپس آگئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق کوئی حکم دے تو تم اس کی فرمانبرداری نہ کرو۔“

2864- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ الطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ أَوْ كَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ

بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما "نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نفل کرتے ہیں:

"مسلمان شخص پر (حاکم کی) فرمانبرداری لازم ہے خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو البتہ اگر اسے کسی گناہ کا حکم دیا جائے (تو حکم مختلف ہوگا) جب اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو کوئی اطاعت و فرمانبرداری نہیں ہوگی۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری فرمانبرداری کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس شخص نے میری نافرمانی کی اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس شخص نے اپنے امیر (سردار) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس شخص نے اپنے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی! اور یاد رکھو، امام یعنی سربراہ مملکت (مسلمانوں کے لئے) ڈھال کی مانند ہے جس کے پیچھے سے (یعنی اس کی طاقت کے بل بوتہ پر) جنگ کی جاتی ہے اور جس کے ذریعہ (دشمنوں کی آفات و بلیات سے) حفاظت حاصل کی جاتی ہے! پس (اگر وہ) امام (اللہ سے ڈر کر) اس کے قانون کے مطابق (فیصلہ کرے اور عدل و انصاف سے کام لے تو اس کی وجہ سے وہ امام بڑے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر وہ ایسا نہ کرے۔ (یعنی اس کے احکام و فیصلے، اللہ کے خوف، قانون الہی کی روح اور عدل و انصاف سے خالی ہوں) تو اس کی وجہ سے وہ سخت گنہگار ہوگا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم، رقم الحدیث، 803)

امام (سربراہ مملکت) کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ سے یہ ہے کہ جس طرح ڈھال جنگ میں (دشمن کے تیر و تلواریں سے بچاتی ہے اسی طرح امام کا وجود، مسلمانوں کو دشمنان دین کے حملوں اور ان کی آفات و بلاؤں سے بچانے کا باعث ہے۔

2865- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ ح وَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حُثَيْمٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَلَى أُمُورَكُمْ بَعْدِي رِجَالٌ يُطْفِئُونَ السُّنَّةَ وَيَعْمَلُونَ بِالْبِدْعَةِ وَيُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ مَوَاقِفِهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَدْرَكَهُمْ كَيْفَ أَفْعَلُ قَالَ تَسْأَلُنِي يَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ كَيْفَ تَفْعَلُ لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللَّهَ

• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

"میرے بعد تمہارے حکمران کچھ ایسے لوگ بنیں گے جو سنت کو ختم کر دیں گے، بدعت پر عمل کریں گے، نماز کو اس کے مخصوص وقت سے تاخیر کے ساتھ ادا کریں گے۔"

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر میں ابن لوگوں کو پاؤں تو میں کیا طرز عمل اختیار کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اے ابن اُمّ عہد! تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ تم کیا کرو؟ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اس کی فرمانبرداری نہیں ہوگی۔"

کی۔

شرح

حضرت عبادہ ابن صامت کہتے ہیں کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی یعنی آپ کے روبرو ان امور کا عہد کیا کہ "ہم (آپ کی ہدایات کو توجہ سے) سنیں گے (اور ہر قسم کے حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی) اطاعت کریں گے۔ ہم عقل اور سخت حالات میں بھی اور آسان و خوش آئند زمانہ میں بھی، خوشی کے موقع پر بھی اور ناخوشی کی حالت میں ہم پر ترجیح دی جائے گی (تو ہم صبر کریں گے۔ ہم امر کو اس کی جگہ سے نہیں نکالیں گے ہم (جب زبان سے کوئی بات کہیں کے تو) حق کہیں گے خواہ ہم کسی جگہ ہوں (اور کسی حال میں ہوں) اور ہم اللہ کے معاملے میں (یعنی دین پہنچانے اور حق بات کہنے میں) کسی ملامت کرنے والے شخص کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ (ہم نے اس بات کا عہد کیا کہ ہم امر کو جگہ سے نہیں نکالیں گے۔) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امر کو اس کی جگہ سے نہ نکالو (ہاں اگر تم صریح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے (یعنی قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث کی صورت میں دلیل ہو) اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اس صورت میں امر کو اس کی جگہ سے لکانے کی اجازت ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث، 806)

ہم پر ترجیح دی جائے گی " کا مطلب یہ ہے کہ ہم انصار نے یہ بھی عہد کیا کہ اگر ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے گی ہم صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں گے۔ ایک روایت میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تھا کہ (میرے بعد تم لوگوں سے ترجیحی سلوک ہوگا یعنی بخشش و انعام اور اعزاز و مناصب کی تقسیم کے وقت تم پر دوسرے لوگوں کو ترجیح و تفصیل دی جائے گی ایسے موقع پر تم لوگ صبر کرنا "چنانچہ آپ کی یہ پیش گوئی ثابت ہوئی کہ خلفاء راشدین کے زمانے کے بعد جب امراء کا عہد حکومت شروع ہوا تو انصار کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا گیا اور انصار نے بھی آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اور اپنا عہد نباتے ہوئے اس ترجیحی سلوک کے خلاف شکوہ شکایت کرنے کی بجائے صبر و تحمل کی راہ کو اختیار کیا۔

ہم امر کو اس کی جگہ سے نہیں نکالیں گے " کا مطلب یہ ہے کہ ہم امارت و حکومت کی طلب و خواہش نہیں کریں گے ہم پر جس شخص کو امیر و حاکم بنادیا جائے گا ہم اس کو معزول نہیں کریں گے اور اپنے امیر و حاکم کے خلاف ہنگامہ آرائی کر کے کوئی شورش پیدا نہیں کریں گے۔ روایت کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر امیر و حاکم کے قول و فعل میں صریح کفر دیکھو تو اس کو معزول کر دینے کی اجازت ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا واجب ہوگا۔

بَابُ الْبَيْعَةِ

یہ باب بیعت کو پورا کرنے کے بیان میں ہے

وَعَبِيدُ اللَّهِ بَنُ عُمَرَ وَابْنُ عَجَلَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَالْأَكْرَهَةِ عَلَيْنَا وَأَنْ لَا نَتَارَعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُولَ الْحَقَّ حَيْثُمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر تنگی اور خوشحالی، پسندیدگی اور ناپسندیدگی اور اپنے ساتھ ترجیحی سلوک یعنی (ہر حالت میں) اطاعت و فرمانبرداری کی بیعت کی اور یہ کہ ہم حکمرانوں کے ساتھ ان کے عہدے کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق کے مطابق بات کریں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔

2867- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ التَّوْحِيُّ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْأَخَوَلَانِيِّ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَبِيبُ الْأَمِينُ أَمَّا هُوَ إِلَى فَحَبِيبٌ وَأَمَّا هُوَ عِنْدِي فَأَمِينٌ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ تِسْعَةً فَقَالَ لَا تَبَايَعُونَ رَسُولَ اللَّهِ فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَعَلَامَ تَبَايَعُكَ فَقَالَ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَالْخُمْسَ وَتَسْمَعُوا وَتَطِيعُوا وَأَسْرَ كَلِمَةً خُفِيَّةً وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أَوْلِيَّكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ فَلَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَازِلُهُ إِيَّاهُ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم یا شاید 8 یا شاید 9 لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے رسول ﷺ کی بیعت کیوں نہیں کرتے؟ تو ہم نے اپنے ہاتھ آگے کیے ایک صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم تو آپ ﷺ کی بیعت کر چکے ہیں اب کس بات پر آپ ﷺ کی بیعت کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس بات پر کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے، پانچ نمازیں ادا کرو گے، (حاکم کی) اطاعت و فرمانبرداری کرو گے پھر نبی اکرم ﷺ نے پستہ آواز میں ایک بات کہی کہ تم لوگوں سے کچھ مانگو گے نہیں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے ان افراد میں سے ایک صاحب کو دیکھا کہ ان کا دڑھ نیچے گر گیا تھا تو انہوں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ وہ دڑھ انہیں پکڑا دے۔

2868- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَتَّابِ مَوْلَى هُرْمُزٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ بَايَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَقَالَ فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ

2869: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 7199 ورم الحدیث: 7288 أخرجه مسلم فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 4745 أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحدیث:

4160 ورم الحدیث: 4161 ورم الحدیث: 4162 ورم الحدیث: 4163 ورم الحدیث: 4164 ورم الحدیث: 4165

2867: أخرجه مسلم فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 2400 أخرجه ابوداؤد فی "المسنن" رقم الحدیث: 1642 أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحدیث: 459

2868: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی بیعت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 ”جہاں تک تمہاری استطاعت ہو۔“

2868- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ عَبْدٌ لِّبَايَعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَمْ يَشْعُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ عَبْدٌ فَجَاءَ سَيِّدُهُ يَرِيضُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْنِيهِ فَاشْتَرَاهُ بَعْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ ثُمَّ لَمْ يُبَايِعْ أَحَدًا بَعْدَ ذَلِكَ حَتَّى يَسْأَلَهُ أَعْبَدُ هُوَ

• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک غلام آیا اور اس نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر ہجرت کی بیعت کر لی نبی اکرم ﷺ کو یہ اندازہ نہیں ہوا کہ وہ غلام ہے اس کا آقا اسے تلاش کرتا ہوا آگیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے مجھے فروخت کر دو پھر نبی اکرم ﷺ نے 2 سیاہ قام غلاموں کے عوض اسے خرید لیا پھر آپ ﷺ جس بھی شخص کی بیعت کرتے تھے اس سے پہلے پوچھ لیتے تھے کیا وہ غلام ہے؟

بَابُ الْوَفَاءِ بِالْبَيْعَةِ

یہ باب بیعت کو پورا کرنے کے بیان میں ہے

2870- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاحَةِ يَمْنَعُهُ مِنْ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَخَلَفَ بِاللَّهِ لَا خَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ آغَطَاهُ مِنْهَا وَفَى لَهُ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ لَهُ

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کلام نہیں کرے گا۔ ان کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا۔ ان کا تزکیہ نہیں کرے گا۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ شخص جو بے آب و گیاہ جگہ پر اضافی پانی کا مالک ہو اور کسی مسافر کو وہ پانی استعمال نہ کرنے دے، ایک وہ شخص جو عصر کے بعد کسی شخص کو کوئی سامان فروخت کرے اور اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر یہ کہے میں نے خود یہ سامان اتنی اور اتنی قیمت پر حاصل کیا تھا اور دوسرا شخص اس کی بات کو سچ سمجھے حالانکہ حقیقت یہ نہ ہو، وہ شخص جو کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرے اور وہ صرف دنیاوی فائدے کے

2069: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4088: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3358: أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1239: ورم الحديث:

1596: أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 4195: ورم الحديث: 4835:

لیے اس کی بیعت کرے اگر وہ امام اسے وہ فائدہ دے تو اس بیعت کو پورا کرے اگر وہ امام اسے فائدہ نہ دے تو وہ اس بیعت کو پورا نہ کرے۔

2871- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حَسَنِ بْنِ مُرَايَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ تَسُوسُهُمْ أَنْبِيَائُهُمْ كُلَّمَا ذَهَبَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَأَنَّهُ لَيْسَ كَائِنٌ بَعْدِي نَبِيٌّ لِيُكْمَ قَالُوا فَمَا يَكُونُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْفُرُوا قَالُوا فَكَيْفَ نَصْنَعُ قَالَ أَوْفُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ أَذْوَ الَّذِي عَلَيْكُمْ فَسَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنِ الَّذِي عَلَيْهِمْ

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”بے شک بنی اسرائیل کے سیاسی امور کی قیادت ان کے انبیاء کرتے تھے جب کوئی نبی (دنیا سے) رخصت ہو جاتا تو اس کی جگہ ایک اور نبی آ جاتا لیکن تمہارے درمیان میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! پھر کیا ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر خلفاء ہوں گے اور وہ بہت زیادہ ہوں گے لوگوں نے عرض کی: پھر ہم کیا طرز عمل اختیار کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ پہلے والے کی ترتیب کے ساتھ بیعت کو پورا کرو تم پر جو لازم ہے تم اسے ادا کرو اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اس چیز کا حساب لے گا جو ان کا ذمہ تھا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دنی کو محکم اور مضبوط کر دے گا جس کو اس نے ان کے لئے پسند فرمالیا ہے اور ضرور بہ ضرور ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا، وہ لوگ جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جن لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (الزور: ۵۵)

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اس آیت کے شان نزول میں اپنی اسید کے ساتھ روایت کرتے ہیں: سدی بیان کرتے ہیں کہ جب حدیبیہ میں مشرکین نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے منع کر دیا تو اللہ عزوجل نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۷۵۹)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۷۶۰)

مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مکہ میں کب فتح عطا

فرمائے گا، اور ہمیں کب زمین میں امن نصیب ہوگا، اور ہم سے کب مصائب دور ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور اس آیت کے مخاطب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۷۶۱)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۳۶۸ھ اس آیت کے شان نزول میں روایت کرتے ہیں: الربیع بن انس ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نزول وحی کے بعد دس سال تک آپ خود اور آپ کے اصحاب بھی خوف کی حالت میں رہے کبھی چھپ کر اور کبھی ظاہر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، پھر آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا، اور وہاں بھی مسلمان خوف زدہ تھے وہ ہتھیاروں کے پہرے میں صبح اور شام گزارتے تھے، پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ہم پر امن اور سلامتی کا دن کب آئے گا؟ جب ہم اپنے ہتھیار رکھ سکیں گے۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھوڑے عرصہ کے بعد ہی تم میں سے کوئی شخص اپنی جماعت میں بغیر ہتھیاروں کے پیر پھیلا کر بیٹھ سکے گا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جزیرہ عرب پر غلبہ طبعاً فرمایا اور مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اتار دیے اور امن اور چین سے رہنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح قبض کر لی، پھر مسلمان حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے دور تک امن سے رہے حتیٰ کہ پھر وہ فتنوں میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں دشمنوں کا خوف داخل کر دیا۔ انہوں نے اپنے نیک اعمال کو برے اعمال سے بدلا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نعمتوں کو مصائب سے بدل دیا۔ (اسباب نزول القرآن رقم الحدیث: ۶۳۶۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن حمید اور امام ابن ابی حاتم کے حوالوں سے ذکر کیا ہے، الدر المنثور ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب مدینہ میں آئے، اور انصار نے ان کو جگہ دی اور عرب ان پر تیر مارتے تھے اور وہ کوئی رات ہتھیاروں کے بغیر نہیں گزارتے تھے اور ہر صبح ہتھیاروں کے ساتھ کرتے تھے، تو انہوں نے کہا کیا ہم کوئی رات امن اور اطمینان سے گزاریں گے جس میں ہمیں اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(المسند ج ۲ ص ۳۰۱ قدیم المسند رقم الحدیث: ۳۵۱۳، اسباب نزول القرآن رقم الحدیث: ۶۳۷۰، الدر المنثور ج ۶ ص ۱۹۸ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۳۱)

تنگ دستی کے بعد مسلمانوں کی خوشحالی

حضرت عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص نے آ کر فاقہ کی شکایت کی، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے راستے میں ڈاکوؤں کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اے عدی! کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ (حیرہ کوفہ سے تین میل دور ایک شہر ہے جس کو آج کل نجیف کہتے ہیں یہ ریات حیرہ کا پایہ تخت رہا ہے نیز فارس کے ایک گاؤں اور نیشاپور کے ایک محلہ کو بھی حیرہ کہتے ہیں) میں نے کہا میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کی خبر سنی ہے، آپ نے فرمایا اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ایک سفر کرنے والی خاتون کو دیکھو گے وہ حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور

کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا، میں نے دل میں کہا، پھر قبیلہ طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا ہوگا جنہوں نے ہر جگہ فساد برپا کر رکھا ہے اور فرمایا اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے، میں نے پوچھا کسریٰ بن ہرمز! فرمایا کسریٰ بن ہرمز اور اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر اس تلاش میں نکلو گے کہ کوئی اس کو قبول کر لے اور تم کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا، اور تم میں سے کوئی شخص ضرور اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرنے کا اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تمہاری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا تھا جس نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ شخص کہے گا کیوں نہیں! پھر فرمائے گا کیا میں نے تم کو مال نہیں دیا تھا اور تم کو فضیلت نہیں دی تھی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! پھر وہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو صرف جہنم نظر آئے گا، پھر وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو اس کو صرف جہنم نظر آئے گا۔ حضری عدی کہتے ہیں کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو! خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کر کے، اور جس کو کھجور کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملے تو وہ کسی سے کوئی اچھی بات کہہ دے اور اس کے ذریعہ دوزخ سے بچے۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ پھر میں نے ایک خاتون کو دیکھا جو تیرہ سے سفر کر کے آئی اور اس نے کعبہ کا طواف کیا اور وہ راستہ میں صرف اللہ سے ڈرتی تھی اور میں ان مسلمانوں میں سے تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ تم مٹھی بھر سونا لیکر نکلو گے اور اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا جس طرح نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۸۵ سند احمد ج ۳ ص ۳۷۷-۳۷۸ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۷۹ دلائل النبوة للشیخ ج ۶ ص ۳۴۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۴ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳۳)

حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین پر کوئی پتھروں کا یا مٹی کا مکان باقی نہیں بچے گا اور نہ کوئی خیمہ رہے گا مگر اللہ اس میں کلمہ اسلام کو داخل کر دے گا، کسی غالبک و غلبہ دے کر یا کسی ذلیل کو پست کر کے، جو غالب ہوں گے ان کو اہل اسلام سے کر دے گا اور جو کمزور ہوں گے ان کو مسلمان کے تابع کر دے گا۔ (سند احمد ج ۶ ص ۱۲۱ الحدیث ج ۳ ص ۴۳۰)

نواب فتوحی کا آیت استخلاف کو خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص نہ قرار دینا

نواب صدیق بن حسن بن علی قنوج متوفی ۱۳۰۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام امت کو زمین میں خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت صحابہ کے ساتھ خاص ہے، اور اس اختصاص پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کی صفات صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس امت کے ہر اس فرد کے لئے اس خلافت کا حصول ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ کی کاتب اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت پر عمل کرتا ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہو اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو مومنین اعمال صالحہ کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ خلفاء بنا دے گا اور وہ زمین میں اس طرح تصرف کریں گے جس طرح بادشاہ اپنی سلطنتوں میں تصرف کرتے ہیں اور ان علماء کا قول بہت بعید ہے جنہوں نے کہا یہ آیت خلفاء اربعہ (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) یا مہاجر کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ عموم الفاظ کا

اعتبار کیا جاتا ہے اور خصوصیت سبب یا خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (فتح البیان ج ۳ ص ۶۱۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

بعض آیات میں عموم الفاظ کے بجائے خصوصیت مورد کا اعتبار کیا جانا

نواب قنوجی کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے، ہر چند کہ قاعدہ یہی ہے کہ اگر آیت کے الفاظ میں عموم ہو اور اس کا مورد اور سبب خاص ہو تو الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے اور خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، لیکن اگر دلائل سے یہ ثابت ہو کہ کسی آیت میں الفاظ کا عموم مراد نہیں ہو سکتا تو پھر وہاں خصوصیت مورد اور سبب ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور سورۃ النور: ۵۵ کی یہ آیت بھی اسی طرح ہے، ہم پہلے اس قاعدہ سے استثناء کی چند نظائر پیش کریں گے اور پھر اس پر دلائل پیش کریں کہ سورۃ النور: ۵۵ میں عموم الفاظ کا اعتبار نہیں ہو سکتا بلکہ یہاں خصوصیت مورد ہی کا اعتبار ہے اور یہ آیت خلفاء راشدین ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

قرآن مجید میں ہے: (آل عمران: ۱۸۸) ان لوگوں کے متعلق گمان نہ کرو جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں، اور جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے، ان کے متعلق یہ گمان مت کرو کہ ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کے الفاظ کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر اس شخص کو عذاب ہوگا جو اپنے کئے ہوئے کاموں پر خوش ہوتا ہے اور یہ چیز تو ہر شخص میں پائی جاتی ہے، پھر تو کو شخص بھی عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ اس لئے یہ آیت یہود کے ساتھ خاص ہے۔ حدیث میں ہے

علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں کہ مردان نے اپنے دربان سے کہا اے ابورافع! حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اگر ہر اس شخص کو عذاب ہو جو اپنے کام پر خوش ہوتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ان کاموں پر اس کی تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کئے تو پھر تو ہم سب کو عذاب دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو صرف یہود کے متعلق ہے جن کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بلایا اور ان سے آپ نے کسی چیز کے محفل پوچھا جس کو انہوں نے چھپا لیا، اور آپ کو اس چیز کے علاوہ کسی اور چیز کی خبر دی، اس کے باوجود وہ اس بات کے خواہش مند رہے کہ آپ کے سوال کے جواب میں جو کچھ انہوں نے بتایا ہے اس پر ان کی تعریف بھی کی جائے اور اصل حقیقت کو چھپا کر وہ بہت خوش ہوئے، پھر حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے وہ آیتیں پڑھیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت یہود کے متعلق ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۹ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۸ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۱۳ المسند رک ج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے قرآن مجید کی دو آیتیں پڑھی تھیں، وہ یہ ہیں۔ (آل عمران: ۱۸۸-۱۸۷) اور جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اس کو ضرور لوگوں سے بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو اپنی بیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کو تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر دیا سو کیسا برا ہے ان کا یہ فروخت کرنا۔ ان لوگوں کے متعلق گمان نہ کرو جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے، ان کے متعلق یہ گمان مت کرو کہ ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

خود نواب قنوجی نے بھی اس آیت کی مورد کے ساتھ تخصیص پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ نیز انہوں نے اس حدیث سے بھی اس آیت کی مورد کے ساتھ تخصیص پر استدلال کیا ہے:

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی غزوہ میں جاتے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں منافقین پیچھے رہ جاتے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے بیٹھنے پر خوش ہوتے اور جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آتے تو اپنے نہ جانے پر عذر پیش کرتے اور یہ چاہتے کہ جو کام انہوں نے نہیں کیے ان پر ان کی تعریف کی جائے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، لا تحسبن الذین یخرجون، (آل عمران: ۱۸۸)

نیز نواب قنوجی لکھتے ہیں یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت فحاش، الصبح اور ان کے امثال کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (فتح البیان ج ۱ ص ۵۷۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ) عموم الفاظ کے باوجود مورد کے ساتھ تخصیص کی دیگر مثالیں درج ذیل ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بھڑو، (الحجرات: ۱) اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت سننے والا، بے حد جاننے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں نواب قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا یعنی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روزہ رکھنے سے پہلے روزہ نہ رکھو۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھ لیا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

اور اس آیت کا معنی اس طرح ہے جس طرح خازن نے کہا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قول یا فعل سے پہلے کوئی بات کہو نہ کوئی کام کرو، اور علامہ بیضاوی نے کہا اللہ اور رسول کے حکم کرنے سے پہلے کوئی بات یقینی طور پر نہ کہو۔

(فتح البیان ج ۶ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کا حکم مہر رسالت کے ساتھ خاص ہے اور الفاظ کا عموم معتبر نہیں ہے۔

دوسری مثال یہ آیت ہے: (الحجرات: ۲) اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

اس آیت میں بھی الفاظ عام ہیں اور مورد خاص ہے کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کلام کرتے وقت، آپ کی آواز سے آواز اونچی ہونا آپ کی حیات مبارکہ میں ہی متصور ہے۔

نواب قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنی آوازوں کو اس حد تک بلند نہ کرو کہ وہ آپ کی آواز سے اونچی ہو جائیں۔ (فتح البیان ج ۶ ص ۳۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

الحجرات: ۵-۱ کی آیات اسین و ع کی ہیں ان میں الفاظ کا عموم ہے اور مورد مہر رسالت کے ساتھ خاص ہے۔

آیت استخلاف کے خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلائل

علماء اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خلیفہ بنایا اور ان کی امانت پر راضی رہا، اور وہ اس دین پر تھے جس سے اللہ تعالیٰ راضی تھا، کیونکہ آج تک کوئی شخص فضیلت میں ان سے بڑھ کر نہیں ہے اور نہ کوئی شخص آج تک فضائل میں ان کے ہم پلہ ہے۔ ان کے خلیفہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شام، عراق، خراسان اور افریقہ کے شہروں پر اقتدار عطا فرمایا، ان کے دور میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت ہوئی اور اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر دنیا کے بہت سے علاقوں میں پھیل گیا۔ انہوں نے اللہ کی حدود کو جاری کیا، احکام شرعیہ کو نافذ کیا قرآن مجید کو جمع کیا احادیث کو محفوظ اور مدون کیا، اور قرآن اور سنت پر عمل کرایا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی اس کے بعد ملوکیت آجائے گی اور یہ تیس سال خلفاء راشدین کے دور تک پورے ہو گئے۔ حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال تک رہی، حضرت عمر کی خلافت دس سال تک رہی، حضرت عثمان کی خلافت بارہ سال رہی اور حضرت علی کی خلافت چھ سال تک رہی اور یوں مدت خلافت کے تیس سال پورے ہو گئے، ہم نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے۔

حضرت سفینہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد ملوکیت (بادشاہت) آجائے گی۔ سعید بن جبہ نے کہا مجھ سے حضرت سفینہ نے کہا حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کی خلافت اور حضرت عثمان کی خلافت اور حضرت علی کی خلافت کو گنو، ہم نے ان کا میزان کیا تو وہ تیس سال تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۳۶، معجم ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۵۷، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۳، ۶۱۴، الکامل لابن عسکری

ج ۳ ص ۱۲۳۷ المسند رک ج ۳ ص ۱۷۱ دلائل النبوة للہیثمی ج ۶ ص ۳۳۲، ۳۳۳ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۸۶۵، تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۸۳ رقم الحدیث: ۱۰۴۷ مطبوعہ دار احیاء

التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: یہ آیت خلفاء راشدین کی خلافت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ جو مومنین صالحین سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں موجود تھے ان سے اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلافت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دین کو محکم اور مضبوط کر دے گا جس کو اس نے ان کے لعیب سند فرمایا ہے اور ضرور بہ ضرور ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ وعدہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد پورا ہونا تھا، کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خلیفہ آپ کی وفات کے بعد ہی مقرر کیا جانا تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہونا تھا کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ خلیفہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ایام حکومت میں ہی مقرر کیا گیا ہے، کیونکہ ان ہی ایام میں فتوح عظیمہ ہوئی ہے اور زمین پر اقتدار حاصل ہوا ہے اور دین کا غلبہ ہوا ہے

اور امن برپا ہوا ہے، اور یہ چیزیں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت میں حاصل نہیں ہوئیں کیونکہ آپ اپنے پورے دور حکومت میں مسلمانوں میں سے اپنے مخالفین کے ساتھ جنگ میں مشغول رہے اور آپ کو کفار کے خلاف جنگ کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں ان خلفاء کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

دلائل مذکورہ پر اعتراضات کے جوابات کا بیان

اس تقریر پر چند اعتراضات ہیں ہم ان اعتراضات کو مع ان کے جوابات کے پیش کر رہے ہیں۔

(۱) اس آیت کے ظاہر معنی پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مومن صالح کو خلیفہ بنادیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں منکم میں من تبعضیہ موجود ہے یعنی تم میں سے بعض کو خلیفہ بنایا جائے گا۔

(۲) لیست خلفہم کا یہ معنی نہیں کہ وہ تم کو خلیفہ بنائے گا اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تم کو زمین میں ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ دے گا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو زمین میں بسایا تھا اور آباد کیا تھا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلے لوگوں کو بھی زمین میں بسایا تھا ایک زمین کی خلافت نہیں دی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خلیفہ بنانے کا معنی لوگوں کو زمین میں بسانا اور آباد کرنا ہو تو یہ معنی تو تمام مخلوق کے لئے حاصل ہے پھر اس میں مومنین صالحین کی کیا خصوصیت ہے اور ان کو بشارت دینے کی کیا وجہ ہے۔

(۳) اگر یہ مان لیا جائے کہ اس سے مراد زمین میں خلیفہ بنانا ہے تو اس سے یہ کب لازم ہے کہ اس سیم را در رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خلیفہ بنانا ہے، کیونکہ تمہارا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا اور حضرت علی نے فرمایا تھا میں تم کو اس طرح چھوڑ دیتا ہوں جس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمہیں چھوڑ دیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے معین کر کے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا تاہم آپ نے خلافت کے ایسے اوصاف بیان کر دیئے تھے جو ان پر صادق آتے ہیں اور آپ نے ایسے اشارات کئے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کی تعیین کرتے ہیں۔ مثلاً آپ نے بہ اصرار اور بہ تاکید ایام علالت میں حضرت ابو بکر کو نمازوں کا امام بنانے کا حکم دیا، اور ایام علالت میں حضرت ابو بکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے دوبار حضرت ابو بکر کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۳۸۳) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے ایام مضر میں مجھ سے فرمایا: میرے لئے اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تا کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا میں ہی ہوں اور کوئی نہیں ہے اور اللہ اور مومنین ابو بکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۷) حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک خاتون آئیں اور آپ سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا پھر آنا، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلائیں کہ اگر میں آپ کو پھر نہ پاؤں تو؟ اس کا مطلب تھا اگر آپ فوت ہو جائیں تو؟ آپ نے فرمایا پھر تم ابو بکر کے پاس آنا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۹ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۶) حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، میں جب واپس پہنچا تو میں نے پوچھا آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ! پوچھا مردوں میں؟ فرمایا

اس کا باپ! پوچھا پھر کون ہے؟ فرمایا عمر! پھر آپ نے کئی لوگوں کے نام گنوائے تو میں اس خیال سے خاموش رہا کہ شاید میرا نام سب کے آخر میں آئے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۵۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۳) محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی) سے پوچھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد سب سے افضل کون ہے فرمایا ابوبکر، میں نے کہا پھر کون ہے فرمایا عمر، مجھے خوف ہوا کہ اب آپ حضرت عثمان کا نام لیں گے میں نے کہا پھر آپ ہیں؟ فرمایا میں تو صرف مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۱) حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احد پہاڑ پر چڑھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان (بھی چڑھے) وہ پہاڑ ان کی وجہ سے پلٹنے لگا آپ نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا اے احد ساکن ہو جا تجھ پر صرف ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۸۲)

(۴) یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں حضرت علی کو خلیفہ بنانے کی بشارت ہو کیونکہ کبھی واحد کو بھی تعظیماً جمع کے ساتھ تعبیر کر لیا جاتا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں مومنین صالحین سے حضرت علی مراد ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ جمع کو واحد پر محمول کرنا مجاز اور خلاف اصل ہے۔

(۵) اگر جمع سے واحد سے زیادہ ہی مراد ہوں تو اس سے بارہ امام کیوں نہیں مراد ہو سکتے! اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب ہے جو عہد رسالت میں موجود تھے، اور بارہ امام اس وقت موجود نہ تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سے خلافت کا وعدہ کیا ہے ان کو قوت اور شوکت اور فرمانروائی عطا فرمانے کا بھی وعدہ کیا ہے اور ان بارہ اماموں میں سے آخری دس کو تو بہر حال اپنے اپنے زمانوں میں قوت، شوکت اور فرمانروائی حاصل نہ تھی۔

آیت استخلاف سے صرف حضرت علی، بارہ امام، یا امام مہدی کے مراد نہ ہونے پر دلائل

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: اس آیت سے بہ کثرت علماء نے خلفاء اربعہ (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے برحق ہونے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو آپ کے زمانہ میں وجود تھے اور ان کے دین کو اقتدار عطا کرنے کا اور دشمنوں سے ان کو امن عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا نہ ہونا محال ہے اور یہ مجموعہ (خلافت، دین کا اقتدار اور دشمنوں سے امن) صرف خلفاء اربعہ کے عہد میں حاصل ہوا ہے۔ سو ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنانے سے برحق خلیفہ تھا، اور اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے زمانہ کے تمام حاضرین کو خلیفہ بنادیا جاتا بلکہ خلافت ان حاضرین میں منعقد ہونی تھی (جیسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اندلس کو فتح کیا تھا، اور مسلمانوں نے تین براعظموں پر حکومت کی تھی اور مسلمانوں نے انگریزوں سے آزادی حاصل کی تھی) اس لئے اس آیت میں خطاب کا عام ہونا اور امن کا بیانیہ ہونا صرف ان چار کے خلیفہ ہونے کے منافی نہیں ہے، اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے زمانوں میں فتنوں اور شورشوں کا برپا ہونا بھی امن کی بشارت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں جس امن کی بشارت دی گئی ہے اس سے مراد دشمنان دین اور کفار سے امن ہے اور حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانوں میں جو فتنے اٹھے تھے، وہ مسلمانوں کی بغاوت کی وجہ سے تھے وہ محض اندرونی خلفشار تھا، بیرونی خطرہ نہیں تھا۔

امام رازی اور بعض دیگر علماء اہل سنت نے اس آیت سے شیعہ کے خلاف صرف خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر دلیل قائم کی ہے۔ کیونکہ شیعہ ان تنیوں کی خلافت کا انکار کرتے ہیں اور انہوں نے اس آیت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے برحق ہونے پر استدلال نہیں کیا۔ حضرت علی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خلافت شیعہ کے نزدیک مسلم ہے اور دونوں فریقوں کے نزدیک حضرت علی کی خلافت کے دلائل بہت زیادہ ہیں، اس لئے انہوں نے کہا کہ عہد رسالت میں مومنین صالحین کی جو جماعت حاضر تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے خلافت، اقتدار اور امن عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اور یہ وعدہ صرف ان تین خلفاء کے زمانہ میں پورا ہوا۔ امام مہدی اس آیت کے نزول کے زمانہ میں قطعاً اور بالاجماع موجود نہ تھے، اس لئے اس آیت کو ان کے ساتھ وعدہ پر محمول نہیں کیا جاسکتا اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ہر چند کہ اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے لیکن ان کے زمانہ میں دین اسلام کی نشر و اشاعت کما حقہ نہیں ہو سکی اور اسلامی فتوحات اور دین کو مزید اقتدار حاصل نہیں ہوا، بلکہ کتب شیعہ میں یہ تصریح ہے حضرت علی اور ان کے حامی شیعہ اپنے دین کو چھپا کر رکھتے تھے اور یہ طور تقیہ مخالفین کے دین کو ظاہر کرتے تھے اس لئے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں کامل امن حاصل نہیں ہوا تھا۔

شام، مصر اور مغرب کے مسلمان حضرت علی کی خلافت کا مطلقاً انکار کرتے تھے اور ان کے احکام کو قبول نہیں کرتے تھے اور شیعہ کے زعم کے مطابق وہ کافر تھے اور حضرت علی کے لشکر کی اکثریت ان مسلمانوں سے ڈرتی تھی اور ان سے بہت زیادہ محتاط رہتی تھی، اس وجہ سے صرف حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو اس آیت کا مصداق قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ شیعہ کے اصول کے مطابق جمع کے افراد کم از کم تین ہیں اور جمع کا واحد پر اطلاق ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اس وجہ سے بھی صرف حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو اس آیت کا مصداق قرار دینا صحیح نہیں ہے اور بارہ اماموں میں سے بقیہ امام بعد میں پیدا ہوئے لہذا وہ اس آیت کی مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان کو زمین میں اقتدار حاصل نہیں ہوا تھا، نہ ان کے سندیدہ دین کا رواج ہوا تھا اور نہ ان کو دشمنوں کے خوف اور خطرہ سے امن اور اطمینان حاصل ہوا تھا، بلکہ وہ علماء شیعہ کی تصریح کے مطابق دین کے دشمنوں سے خوف زدہ رہتے تھے اور تقیہ کرتے تھے اور اس پر شیعہ علماء کا اجماع ہے، سو اس سے لازم آیا کہ خلفاء ثلاثہ ہی اس آیت کے مصداق ہیں۔ لہذا ان کی خلافت برحق ہے اور یہی مطلوب ہے۔ (روح المعانی جز 18 ص 301 مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1417ھ)

حضرت علی کی خلافت کا برحق ہونا خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے برحق ہونے پر موقوف ہے۔ امام رازی اور علامہ آلوسی نے جو آیت اختلاف کی تقریر کی ہے اس میں لکھا ہے کہ اس آیت سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا برحق ہونا ثابت ہے اور صرف حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت اس آیت سے ثابت نہیں ہے۔ انہوں نے روافض اور شیعہ کا رد کرنے کے لئے ایسا کہا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت ثابت نہیں ہے صرف حضرت علی، بارہ اماموں یا حضرت مہدی کی خلافت ثابت ہے جیسا کہ عنقریب کتب شیعہ کے حوالوں سے آئے گا، اور اہل سنت کے نزدیک حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی فرع ہے اور جب خلفاء ثلاثہ کی خلافت صحیح اور ثابت ہے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کی صحت بھی ثابت ہوگی اس کے لئے الگ دلائل دینے کی ضرورت نہیں جیسا کہ حسب ذیل احادیث اور آثار سے ظاہر ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اس خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ کوئی حق دار نہیں ہے جن سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے وصال کے وقت راضی تھے پھر انہوں نے یہ نام لئے، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن (رضی اللہ عنہ)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۰۰ الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۵ جدید تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۳ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابن عساکر متعدد اسانید سے روایت کرتے ہیں کہ دو دن تک اس پر بحث ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا، آخر تیسرے دن حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ وصیت کے مطابق خلافت چھ آدمیوں میں دائر ہے لیکن اس کو تین شخصوں تک محدود کر دینا چاہئے اور جو اپنے خیال میں جس کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو اس کا نام لے۔ حضرت زبیر نے حضرت علی کا نام لیا، حضرت عسہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کا نام لیا، حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کا نام لیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا میں اپنے حق کو چھوڑتا ہوں، اب خلافت صرف دو آدمیوں میں منحصر ہے اور ان دونوں میں سے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سنت شیخین کی پابندی کا عہد کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے الگ الگ حضرت عثمان اور حضرت علی سے کہا کہ آپ دونوں اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دے دیں، ان کی رضامندی کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دیگر صحابہ مسجد میں جمع ہوئے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ایک مؤثر تقریر کے بعد حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، پھر حضرت علی نے بیعت کی پھر تمام مسلمانوں نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۳ ص ۱۲۸-۱۲۹ ملخصاً، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۶-۴۷ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اس حوالے سے واضح ہو گیا کہ تمام صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ حضرت عثمان اس وضع لی میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنایا جائے اور جب حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) شہید ہو گئے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) خلافت کے لئے معین ہو گئے اور آپ کی خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی فرع ہے۔

آیت استخلاف میں مفسرین کا حضرت علی، بارہ اماموں اور امام مہدی کی خلافت پر استدلال شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں خلیفہ بنانے سے مراد امارت اور خلافت عطا کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد گزرے ہوئے لوگوں کی طرح ان کو زمین میں باقی رکھنا ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے: (فاطر: ۲۹) وہی ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا۔ (الاعراف: ۱۲۹) (موسیٰ نے) کہا اللہ بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور ان کی بجائے تم کو اس زمین میں آباد کر دے گا۔

پس اس آیت میں جس استخلاف اور اقتدار عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں بھی حاصل تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا آپ کے پیغام اور آپ کے دین کو غلبہ عطا فرمایا اور اسلام کو پھیلا دیا تو یہ وعدہ پورا ہو گیا، اور ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں آپ کے دین کو سر بلند نہیں کیا، حتیٰ کہ

بعد میں آنے والوں نے اس کام کی تلافی کی، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس اقتدار عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد ملکوں اور شہروں کو فتح کرنا نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ کے دین کو اپنی تک غلبہ اور اقتدار حاصل نہیں ہوا، کیونکہ بہت سارے ممالک ابھی فتح نہیں ہوئے اور کفار کے قبضہ میں ہیں، اور اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ (حضرت) معاویہ اور بنو امیہ کی امامت بھی برحق ہو اور ان کا اقتدار (حضرت) ابوبکر اور (حضرت) عمر سے زیادہ وسیع ہو، کیونکہ انہوں نے ان سے زیادہ ملکوں کو فتح کیا ہے۔

اور اگر ہم یہ مان لیں کہ اس آیت میں استخلاف سے مراد خلیفہ اور امام بنانا ہے تو لازم آئے گا کہ ان کی (حضرت ابوبکر وغیرہ کی) خلافت منصوص ہو حالانکہ ہمارے مخالفین کا مذہب یہ ہے کہ کسی کی خلافت منصوص نہیں ہے اور اگر وہ اس آیت سے ان کی امامت کی صحت پر استدلال کریں تو لازم آئے گا کہ وہ بغیر آیت کے ان کی امامت پر استدلال کریں اور ان کو خلفاء رسول قرار دیں حتیٰ کہ یہ آیت ان کو شامل ہو۔

اگر وہ یہ کہیں کہ مفسرین نے ان کی خلافت کا ذکر کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ تمام مفسرین نے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ مجاہد نے ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد امت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے بھی تقریباً یہی کہا ہے۔

اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد مہدی (علیہ السلام) ہیں، کیونکہ وہ ڈر اور خوف کے بعد ظاہر ہوں گے اور مغلوب ہونے کے بعد غالب ہوں گے۔ لہذا اہل سنت کی تفسیر کے مطابق اس پر اجماع نہ ہوا، ہم کسی ایک تفسیر پر طعن نہیں کر رہے، ہماری مراد یہ ہے کہ اس آیت میں خلافت اور امامت پر دلالت نہیں ہے، اور اگر ایسا ہوتا تو اس کے اختیار کرنے پر دلائل کی ضرورت نہ پڑتی، اور پھر خلفاء ثلاثہ کی خلافت منصوص ہوتی اور یہ اکثر علماء کا مذہب نہیں ہے۔

(ایمان فی تفسیر القرآن ج ۷ ص 456-457 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

الشیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی المتوفی فی القرن السادس (۶۰۰ھ) لکھتے ہیں: العیاشی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین (علیہ السلام) نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا اللہ کی قسم اس سے مراد ہمارے شیعہ اہل بیت ہیں، ہم میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ یہ خلافت دے گا اور وہ اس امت کے مہدی ہیں، جن کے متعلق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے اگر دنیا کی بقاء میں سے صرف ایک دن رہ جائے تو اللہ اس دن کو طویل کر دے گا حتیٰ کہ میری اولاد سے ایک شخص والی ہوگا اور وہ اس دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ پہلے یہ دنیا ظلم اور نا انصافی سے بھری ہوئی تھی، اور ابو جعفر عبد اللہ (علیہ السلام) سے بھی اسی کی مثل مروی ہے، لہذا اس آیت میں مومنین صالحین سے مراد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اہل بیت صلوات الرحمن ہیں اور یہ آیت ان کے لئے خلافت، شہروں پر اقتدار اور مراد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اہل بیت صلوات الرحمن ہیں، اور یہ آیت ان کے خلافت، شہروں پر اقتدار اور مہدی کی آمد کے وقت ان سے خوف کے زائل ہونے کی بشارت کو متضمن ہے اور اس خلافت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت آدم، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو خلیفہ بنایا گیا تھا اسی طرح ان کو خلیفہ بنایا جائے گا، اس پر عزت ظاہرہ کا اجماع ہے اور ان کا اجماع حجت ہے، کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا

اشارہ ہے کہ میں تم میں ثقلین (دو وزنی چیزیں) چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عمرت میری اہل بیت۔ یہ دونوں ایک دور سے الگ نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میرے پاس حوض ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عمرت میری اہل بیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر آئیں گی۔ نیز زمین پر اقتدار عطا کرنے کو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ ارضی میں اہل بیت کو یہ اقتدار حاصل نہیں ہوا، سو اس اقتدار کا انتظار ہے، کیونکہ اللہ عزاسمہ وعدہ خلافتیں ہیں کرتا۔

(مجمع البیان ج ۷ ص ۲۳۹، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۰۶ھ)

سید محمد حسین الطباطبائی لکھتے ہیں: اس آیت میں جس خلافت، زمین پر اقتدار اور خوف کے بعد امن کی بشارت دی گئی ہے وہ ابھی تک حاصل نہیں ہوئی، وہ اس وقت حاصل ہوگی جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس آیت کی کیا توجیہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائی اور انہوں نے نیک اعمال کئے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعدہ مستقبل میں ضرور پورا ہوگا ہر چند کہ ابھی تک پورا نہیں اور اس کی نظیر یہ آیات ہیں۔

(بنو اسرائیل: ۷) پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آیا (تو ہم نے دور سے لوگوں کو بھیج دیا) تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں۔ کیونکہ جن یہودیوں سے وعدہ کیا گیا تھا وہ اس وعدہ کے پورے ہونے کے وقت تک زندہ نہیں رہے تھے، اسی طرح اس آیت میں جن مومنین صالحین سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی اس وقت تک زندہ نہیں رہیں گے جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور ان کو خلافت، زمین پر اقتدار اور خوف کے بعد امن عطا کر کے اس وعدہ کو پورا کیا جائے گا۔

اسی طرح ذوالقرنین نے دیوار بنانے کے بعد کہا: (الکہف: ۹۸) (ذوالقرنین نے کہا) یہ صرف میرے رب کی رحمت ہے، پس جب میرے رب کا وعدہ پورا ہوگا تو وہ اس کو زمین بوس کر دے گا، اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کے متعلق وعدہ فرمایا: (الاعراف: ۱۸۷) وہ آسمانوں اور زمینوں میں بڑا بھاری حادثہ ہے اور تمہارے پاس صرف اچانک ہی آئے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مومنین صالحین سے ایک وعدہ فرمایا جس کو اس آیت کے زمانہ نزول نے نہیں پایا اور نہ اب تک مومنین صالحین کی کسی جماعت نے اس وعدہ کو پایا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ وعدہ اسی زمانہ کے مومنین کی جماعت میں پورا ہوگا جب امام مہدی کا ظہور ہوگا (السی ان قال) اور رہا یہ کہ اس آیت کو خلفاء راشدین، یا خلفاء ثلاثہ یا خصوصاً حضرت علی (رضی اللہ عنہ) پر منطبق کیا جائے تو اس کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

(المیزان فی تفسیر القرآن ج ۱۵ ص ۱۶۸-۱۷۰ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ طہران، ۱۳۹۷ھ)

علماء کی مبسوط اور مؤخر تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت کے مصداق میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے: (۱) بعض نے کہا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں جن صحابہ نے زمین میں اقتدار حاصل کیا تھا، یہ آیت ان کے متعلق ہے۔

(۲) بعض نے کہا اس میں پہلے چار خلفاء کی حکومت کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) ایک جماعت نے کہا اس میں مہدی (علیہ السلام) کی حکومت کی طرف اشارہ ہے، جن کی حکومت میں تمام مشرق و مغرب ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

(۴) اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے تمام مسلمان اس آیت میں شامل ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مہدی (علیہ السلام) جن کے متعلق شیعہ اور سنی متفق ہیں کہ وہ تمام دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے جبکہ وہ پہلے ظلم اور نا انصافی سے بھری ہوگی وہ اس آیت کے مصداق کامل ہیں۔ (تفسیر نمونہ ج ۱ ص ۵۳۰ مطبعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۹۶ھ)

شیخ الطائفہ الطوسی نے اس پر زور دیا ہے کہ اس آیت میں خلیفہ بنانے سے مراد ایک قول کے بعد دوسری قوم کو آباد کرنا ہے، لیکن اگر یہی معنی مراد ہو تو پھر اس میں مومنین صالحین کی کیا خصوصیت رہ جاتی ہے، کیونکہ کافروں کی بھی ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو زمین میں آباد کیا گیا۔ نیز اس آیت تک مومنین صالحین کے لئے انعام اور بشارت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور محفل زمین پر آباد کرنے میں ان کے لئے کیا انعام اور کیا بشارت ہے، ان کا دور سا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت سے خلفاء ثلاثہ کو مراد لینے پر تمام صحابہ کا اجماع نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا اس آیت سے مراد تمام امت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر صحابہ کا اجماع نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا اس آیت سے مراد تمام امت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تمام صحابہ کا اجماع نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا اس آیت سے مراد تمام امت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر صحابہ اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے کہ اس آیت کا مصداق خلفاء ثلاثہ ہیں اور حضرت عباس اور مجاہدہ کا خلاف نہیں مضرب نہیں ہے، کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ اور تمام مفسرین کسی ایک تفسیر پر متفق ہوں۔

شیخ طبری اور شیخ طہائی نے اس پر زور دیا ہے کہ اس آیت کا مصداق امام مہدی ہیں۔ ان کا دعویٰ دو وجہ سے غلط ہے ایک اس وجہ سے کہ اس آیت میں خلافت ز، میں پراقتدار اور امن عطا کرنے کا وعدہ ان مومنین صالحین سے کیا گیا ہے جو عہد رسالت میں حاضر اور موجود تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (النور: ۱۵۵)

اور امام مہدی تو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ مومنوں کی جماعت سے کیا ہے اور خلفاء ثلاثہ پر جمع کا اطلاق صحیح ہے اور امام مہدی ایک فرد ہیں ان پر جمع کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔

تفسیر نمونہ میں امام مہدی کو قطعی طور پر اس آیت کا مصداق قرار نہیں دیا بہر حال اس آیت سے امام مہدی کو مراد لینے کا وہی جواب ہے جو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ نیز تفسیر نمونہ میں اس قول کو بھی برقرار رکھا ہے کہ اس آیت سے چار خلفاء کی طرف اشارہ ہے۔

اس امت کی پہلی اجتماعی ناشکری قتل عثمان ہے

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور جن لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ قاسق ہیں۔

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں: من کفر بعد ذلک میں کفر سے مراد کفران نعمت ہے اور اس سے کفر باللہ مراد نہیں ہے، اور قاسقوں سے مراد اللہ کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے اس نعمت

کا کفر کیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا تھا جب انہوں نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جو اس کی نعمت عطا کی ہے، وہ واپس لے لی اور ان پر خوف مسلط کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دور سے قتل کرنے اور خون ریزی میں مشغول ہو گئے، حالانکہ ان سے پہلے وہ بھائی بھائی تھے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۲۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حمید بن بلال کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق کہا جب سے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ میں آئے تھے اس وقت سے آج تک فرشتہ تمہارے مدینہ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، پس اللہ کی قسم اگر تم نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا تو وہ فرشتے لوٹ جائیں گے اور پھر کبھی نہیں آئیں گے۔ پس اللہ کی قسم تم میں سے جو شخص بھی ان کو قتل کرے گا وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ سوکھا ہوا (شل، مفلوج) ہوگا۔ بے شک اللہ کی تلوار تم سے اب تک میان میں رکھی ہوئی ہے اور اللہ کی قسم اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو اللہ اپنی تلوار کو میان سے نکال لے گا پھر کبھی اس تلوار کو میان میں نہیں رکھے گا یا کہا قیامت تک میان میں نہیں رکھے گا، اور جب بھی کسی نے قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ میں ستر ہزار افراد قتل کئے گئے اور جب بھی کسی خلیفہ کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ ۳۵ ہزار نفوس قتل کئے گئے۔ (اس کی سند ضعیف ہے)

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۹۶۳، مکتب اسلامی، رقم الحدیث: ۳۱۱۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، معالم التنزیل رقم الحدیث: ۱۵۳۵، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۰ھ)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: آج کے بعد کسی کو باندھ کر قتل نہیں کیا جائے گا، ماسوا قاتل عثمان کے۔ تم اس کو قتل کر دو گے اگر تم نے اس کو ذبح نہیں کیا تو تم کو بکریوں کی طرح ذبح کئے جانے کی بشارت ہو۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۹۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ، نکال لابن عدی ج ۷ ص ۵۴۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ) حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بے شک اللہ کی تلوار اس وقت تک میان میں رہے گی جب تک عثمان (رضی اللہ عنہ) زندہ رہیں گے اور جب عثمان کو قتل کر دیا جائے گا تو وہ تلوار میان سے باہر نکل آئے گی پھر قیامت تک وہ تلوار میان میں داخل نہیں ہوگی۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۹۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۸۶۶) حافظ السویطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے اس حدیث کی سند موضوع ہے، اس کی آفت عمرو بن قاندہ ہے اور اس کا شیخ ابن عدی بھی کذاب ہے، حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی نکارت ظاہر ہے۔

(میزان الاعتدال رقم: ۶۳۲۱) (الملائی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حکمران دنیاوی امور کے منتظم ہیں اور علماء دینی امور کے

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری نیشاپوری متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں: اللہ کا وعدہ برحق ہے اور اس کا کلام صادق

ہے، اور یہ آیت خلفاء اور بعد کی خلافت کی صحت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ ان کے دور سے لے کر آج تک کوئی شخص ان سے زیادہ افضل نہیں ہے۔ ان کی امامت قطعی ہے، ان کا دین اللہ کی طرف سے پسندیدہ ہے ان کو خوف کے بعد امن حاصل ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کے داخلی اور خارجی معاملات کو عمدگی کے ساتھ طے کیا اور اسلام کا دفاع کیا۔

اس آیت میں ان ائمہ دین کی طرف اشارہ ہے جو ارکان ملت ہیں، اسلام کے سوتن ہیں اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں، کیونکہ مسلمانوں کے معاملات میں ظالم حاکموں کی وجہ سے فساد آیا تھا جن کا نصب العین صرف دنیاوی اقتدار تھا، رہے دین کی حفاظت کرنے والے تو وہ ائمہ دین اور علماء ہیں اور ان کی حسب ذیل اقسام ہیں۔

(۱) علماء کا ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے قرآن مجید کو حفظ کیا اور اس کی اشاعت کی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی احادیث اور آثار کو محفوظ اور مدون کیا یہ علماء بہ منزلہ خزانہ ہیں۔

(۲) علماء کا دوسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے اصول دین اور عقائد کی حفاظت کی اور بدعتیہ معاندین اور اہل بدعت کا قرآن و سنت کے واضح دلائل سے رد کیا، یہ علماء سلام کے بہادر مجاہد ہیں۔

(۳) علماء کا تیسرا گروہ دو فقہاء اور مجتہدین ہیں جو پیش آمدہ دینی مسائل اور معاملات میں عوام کی رہنمائی کریت ہیں اور کتاب و سنت اور اقوال مجتہدین سے فتاویٰ جاری کرتے ہیں۔ یہ علماء ملک کی قوت نافذہ کے قائم مقام ہیں اور اس دور کی اصطلاح کے مطابق حسب مرتبہ ججوں کے عہدوں پر فائز ہیں۔

(۴) علماء کا چوتھا گروہ وہ ہے جو لوگوں کو بیعت کرتے ہیں ان کو گناہوں سے توبہ کراتے ہیں ان کو نیک اعمال کی تلقین کرتے ہیں ان کو اوراد و وظائف کی تعلیم دیتے ہیں، ان کے دلوں سے معصیت کا رنگ اور میل کچیل اتار کر ان کا باطن صاف کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ عز و جل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محضرت اور محبت کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ یہ بادشاہ کے خواص اور مجلس سلطان کے مقربین کے منزلہ میں ہیں۔

محبت کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ یہ بادشاہ کے خواص اور مجلس سلطان کے مقربین کے منزلہ میں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلاطین اور حکمران مسلمانوں کے دنیاوی امور کے منتظم ہوتے ہیں اور علماء مسلمانوں کی دینی امور کے منتظم ہوتے ہیں، یہ تقسیم بعد کے سلاطین اور حکمرانوں کے اعتبار سے ہے، رب خلفاء راشدین تو وہ مسلمانوں کے دنیاوی امور کے بھی وکیل تھے اور ان کے دینی امور کے بھی کفیل تھے۔ (الانوار الاشارات ج ۲ ص ۳۷۴-۳۷۳ ملخصات و موضحا مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

2872 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقَالُ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ

» حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”قیامت کے دن ہر بد عہدی کرنے والے کے لیے ایک مخصوص جھنڈا لگایا جائے گا اور یہ کہا جائے گا یہ فلاں شخص کی بد عہدی ہے۔“

شرح

اس کو بد عہدی کا نشان دیا جائے گا ”اس جملہ کے ذریعہ کنایہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس شخص کو میدان حشر میں تمام مخلوق کے سامنے ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔ دوسری حدیثوں میں یہ بیان کیا گیا ہے قیامت کے دن عہد شکن کو ایک ایسا نشان دیا جائے گا جس کے ذریعہ اس کو پہچانا جائے گا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا تھا۔

2873- حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ أَنبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ بْنُ جُدْعَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنَّهُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقْدِرُ غَدْرُهُ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”یاد رکھنا! قیامت کے دن ہر غداری کرنے والے کے لیے جھنڈا نصب کیا جائے گا جو اس کی غداری کے حساب سے ہوگا۔“

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے عقود (عہدوں) پورے کرو۔ (المائدہ)

عقود کا لغوی اور عرفی معنی

عقود عقد کی جمع ہے۔ عقد کا معنی ہے کسی چیز کو پیشگی اور مضبوطی کے ساتھ دوسری چیز کے ساتھ واصل کرنا یا ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ گروہ باندھنا عہد کا معنی ہے کسی چیز کو لازم کرنا اور عقد کا معنی ہے پیشگی کے ساتھ کسی چیز کا التزام کرنا یعنی اس لزوم کو ماننا اور عقود سے مراد وہ عہود ہیں جو اللہ اور بندوں کے درمیان کیے گئے یا وہ عہود ہیں جو بندوں نے آپس میں عقد بیع اور عقد نکاح وغیرہ کے ساتھ کیے یا جو لوگوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے عہد کیے یا جس چیز پر حلف اٹھا کر عہد کیا۔

عقود کا شرعی معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے ایمان والو! اپنے عقود کو پورا کرو اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اس کے احکام اور اس کے افعال کو ماننے اور قبول کرنے کا نام ایمان ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایمان والے اس کے تمام احکام پر عمل کریں اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہیں۔ لہذا جو شخص ایمان لاتا ہے اس کا ایمان اس عقد اور عہد کو حتمی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو بجالائے گا تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم نے اللہ پر ایمان لا کر جس عقد کا التزام کر لیا ہے اس کو پورا کرو۔

2873: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے؟ اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں اس کی اطاعت کریں جن چیزوں کو اس نے حلال کیا ہے ان کو حلال قرار دیں اور جن کو اس نے حرام کیا ہے ان کو حرام قرار دیں۔ ابن زید اور زید بن اسلم نے کہا اس سے مراد وہ عقد اور عہد ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثلاً قسم کھا کر معاہدہ کرنا عقد نکاح اور عقد بیع وغیرہ۔ مجاہد نے بیان کیا اس سے مراد وہ عقود ہیں جو زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے سے مدد کرنے کے لیے کرتے تھے۔ قتادہ نے کہا اس سے مراد وہ عقود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے تورات اور انجیل میں لیے تھے کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کریں گے اور آپ کی کتاب پر ایمان لائیں گے۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۶۶-۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

بَابُ بَيْعَةِ النِّسَاءِ

یہ باب خواتین سے بیعت لینے کے بیان میں ہے

2874- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ أُمِّمَةَ بِنْتَ رُقَيْقَةَ تَقُولُ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ نَبِيعُهُ فَقَالَ لَنَا فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَطَقْتُمْ إِنِّي لَا أَصَافِحُ النِّسَاءَ

سیدہ امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں چند خواتین کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کی بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جہاں تک تمہاری استطاعت اور طاقت ہو (تم ان احکام پر عمل کرو گی) میں خواتین کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا۔“

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی (مکرم)! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر رہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں اور آپ ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے، بیشک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں، جیسا کہ کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔ (الممتحنہ: ۱۲-۱۳)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اسلام لانے والی خواتین سے احکام شرعیہ کی اطاعت پر بیعت لینا امام ابو الحسن مقاتل بن سلیمان متوفی ۵۰ھ الممتحنہ: ۱۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ فتح مکہ کے دن کا واقعہ ہے، جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے بیعت لی۔

علیہ وآلہ وسلم) مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کیا، اس وقت آپ صفا پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) اس پہاڑ کے نیچے تھے، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی، اس وقت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نقاب ڈالے ہوئے خواتین کے ساتھ کھڑی تھی، اس نے سراٹھا کر کہا، اللہ کی قسم! آپ ہم سے اسی چیز پر بیعت لے رہے ہیں جس پر آپ نے مردوں سے بیعت لی ہے، ہم نے آپ سے اس پر بیعت کر لی، پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اور تم چوری بھی نہیں کرو گی، ہند نے کہا، اللہ کی قسم! میں ابوسفیان کے مال سے خرچ کرتی ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ وہ مال میرے لئے حلال ہے یا نہیں، ابوسفیان نے کہا، ہاں! اس سے پہلے تم نے مضاہ میں میرا جو مال لیا ہے وہ حلال ہے اور اس کے علاوہ بھی، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا، تم ہند بنت عتبہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ میرے گزشتہ قصور معاف فرمادیں، اللہ آپ کو معاف فرمائے گا، آپ نے فرمایا: اور تم زنا بھی نہیں کرو گی، ہند نے کہا، کیا آزاد عورت زنا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا اور تم اپنی اولاد کو قتل بھی نہیں کرو گی، اس نے کہا، ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو تم نے ان کو قتل کر دیا، یہ سن کر حضرت عمر بہت غصے اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے، آپ نے فرمایا: اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی پر بہتان لگاؤ گی، بہتان یہ ہے کہ عورت کسی اور کے بچے کو اپنے جاوند کی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ تمہارا بچہ ہے حالانکہ وہ اس کا بچہ نہ ہو۔ ہند نے کہا، اللہ کی قسم! بہتان بہت بری چیز ہے اور آپ اچھے اخلاق اور اچھی خصلتوں کا حکم دیتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا: اور تم دستور کے موافق کسی کام میں نافرمانی نہیں کرو گی، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے اور بال نوچنے سے منع کیا اور فرمایا: تم شہر میں کسی مسافر کے ساتھ خلوت میں نہیں رہو گی اور بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہیں کرو گی۔ ہند نے کہا، ہم ان چیزوں میں سے کسی کی مخالفت نہیں کریں گی، تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کی بیعت کر لیجیے اور اللہ سے ان کے لئے مغفرت طلب کیجیے، بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص 353-354 دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیعت لینے کی کیفیت

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کا امتحان لیتے تھے، جیسا کہ الممتحنہ: ۱۳ میں اس کا حکم ہے اور جو مؤمن عورتیں اس آیت کی شرائط کا اقرار کر لیتیں تو ان سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں: میں نے تم کو بیعت کر لیا اور اللہ کی قسم! بیعت کرتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا، آپ ان کو صرف اپنے کلام سے بیعت کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۹۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۶۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۹۴۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۰۶، مسند احمد ج ۶ ص

114-270 سنن بیہقی ج ۸ ص 148 صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 5581)

الممتحنہ: ۳۳ میں فرمایا: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے، بے شک وہ آخرت سے

مایوس ہو چکے ہیں جیسا کہ کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔

یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت

مقاتل بن حیان اور مقاتل بن سلیمان نے کہا ہے کہ فقراء مسلمین یہود کو مسلمانوں کی خبریں پہنچاتے تھے اور ان سے ملاپ رکھتے تھے اسی وجہ سے یہود ان کو پھل وغیرہ دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہود آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں، کیونکہ یہود نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تکذیب کی حالانکہ ان کو آپ کے صدق کا علم تھا اور ان کو یقین تھا کہ آپ برحق رسول ہیں، اس کے باوجود انہوں نے عناد آپ کی رسالت کا انکار کیا، اس وجہ سے وہ آخرت میں اپنی جات سے مایوس ہیں۔ جس طرح جو کافر مر کر قبروں میں پہنچ چکے ہیں وہ آخرت میں اپنی نجات سے مایوس ہیں، ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے لئے اجر و ثواب میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ مجاہد نے کہا، اس سے وہ کافر مراد ہیں جو آخرت کے عذاب کا معائنہ کر چکے ہیں۔ (الوسیع ج ۳ ص 289 دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مقاتل بن سلیمان متوفی 150ھ لکھتے ہیں: کافروں کے میاں سونے کی وجہ یہ ہے کہ جب کافر کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے پاس شدید ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا فرشتہ آتا ہے، وہ اس کو بٹھا کر اس سے سوال کرتا ہے: تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا رسول کون ہے کافر کہتا ہے: میں نہیں جانتا، فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ کے دشمن! دیکھ! اللہ نے تیرے لئے قبر میں کیسا عذاب تیار کر رکھا ہے، فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ کے دشمن! یہ عذاب تیرے لئے ہے، اگر تو ایمان لے کر آتا تو تجھے جنت میں داخل کر دیا جاتا، پھر اس کو جنت دکھائے گا، کافر پوچھے گا: یہ جنت کس کے لئے ہے فرشتہ کہے گا: یہ جنت اس کے لئے ہے جو اللہ پر ایمان لایا، پھر کافر پر حسرت طاری ہوگی اور اس کی امیدیں قطع ہو جائیں گی اور اس کو یقین ہو جائے گا کہ اس کی آخرت میں نجات نہیں ہوگی اور اس کے لئے آخرت میں کوئی اجر و ثواب نہیں ہے، سو اس وجہ سے فرمایا کہ کافر اپنی آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں کیونکہ کافر نے قبر میں اپنی آخرت کا معائنہ کر لیا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص 354 دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

2875 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَتْ الْمُؤْمِنَاتُ إِذَا هَاجَرْنَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْتَحَنَ يَقُولُ اللَّهُ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُكَ) إِلَى الْخَيْرِ الْآيَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ أَقْرَبُهَا مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ أَقْرَبَ بِالْمِخْنَةِ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْرَزَ بِذَلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قَالَ لَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقْنَ فَقَدْ بَايَعْتُكُمْ لَا وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ غَيْرَ أَنَّهُ يَبَايِعُهُنَّ بِالْكَلَامِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللَّهِ مَا أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا مَا أَمَرَهُ اللَّهُ وَلَا مَسَّتْ كَفَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَّ امْرَأَةٍ قَطُّ وَكَانَ يَقُولُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ عَلَيْهِنَّ قَدْ بَايَعْتُكُمْ كَلَامًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب مؤمن خواتین ہجرت کر کے نبی اکرم ﷺ کے پاس آتی تھیں تو ان کا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق امتحان لیا جاتا تھا۔

”اے نبی ﷺ! جب مؤمن خواتین تمہارے پاس آئیں تاکہ وہ تمہاری بیعت کریں“

یہ آیت آخر تک ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جو مؤمن خاتون ان باتوں کا اقرار کر لیتی تھی وہ کامیابی کا اقرار کر لیتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے جب ان خواتین سے یہ زبانی اقرار کروایا تو آپ ﷺ نے ان خواتین سے فرمایا: تم لوگ چلی جاؤ! میں نے تمہاری بیعت لے لی ہے۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا آپ ﷺ زبانی طور پر ان سے (خواتین) بیعت لیا کرتے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ نے خواتین سے صرف اسی بات کا اقرار کروایا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا تھا اور نبی اکرم ﷺ کی ہتھیلی نے کسی عورت کی ہتھیلی کو نہیں چھوا جب نبی اکرم ﷺ ان خواتین سے یہ اقرار کروا لیتے تھے تو آپ ﷺ ان سے یہ فرما دیتے تھے: میں نے تم سے زبانی طور پر یہ بیعت لے لی ہے۔

شرح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کی بیعت کے بارے میں فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کو (دستہ آئیں اور قبولیت اسلام کا اظہار کرتیں) اس آیت کریمہ کی روشنی میں پرکھتے تھے۔ آیت (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبْتَغِينَكَ، الممتحنہ: 12) اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوں انہیں چنانچہ ان میں سے جو عورت اس آیت میں مذکورہ شرائط کو ماننے کا اقرار کرتی آپ اس سے فرماتے کہ ”میں نے تم کو بیعت کیا۔ درآنحالیکہ آپ گفتگو کرتے اور عورت سے یہ بات فرماتے مگر اللہ کی قسم! کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو بیعت کیا ہو اور اس کے ہاتھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے چھوا ہو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث، 1136)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں پرکھتے تھے۔ ”یعنی اس آیت میں عورتوں کے لئے جن احکام کی پابندی کو بیعت کی شرط قرار دیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں سے ان احکام پر عمل کرنے کا عہد کرتے جب وہ عہد و اقرار کرتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بیعت کرتے چنانچہ اس پوری آیت کا مفہوم و مضمون یہ ہے کہ مسلمان عورتیں ان شرائط پر (یعنی ان احکام پر عمل کرنے کی) بیعت کریں کہ وہ (عورتیں) کسی ذات اور کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں مانیں گیں (یعنی ہر طرح کے شرک سے کلیہ اجتناب کریں گیں) چوری نہیں کریں گیں، زنا کی مرتکب نہیں ہوں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گیں (جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ بیٹیوں کو مار ڈالا جاتا تھا) کسی پر تہمت نہیں لگائیں گیں اور عصبان نہیں کریں گیں (یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے روگردانی نہیں کریں گیں۔ آیت (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبْتَغِينَكَ، الممتحنہ: 12) حدیث کے آخری جزء کا حاصل یہ ہے کہ

اگر چہ بیعت، ہاتھ میں ہاتھ لے کر یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر لی جاتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے زبانی بیعت لیتے تھے یعنی ان سے یہ فرماتے تھے کہ میں نے تمہاری بیعت قبول کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مشائخ عورتوں سے بیعت لینے کا جو یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ مرید کرتے وقت کسی برتن میں رکھے ہوئے پانی میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اور وہ عورت بھی اپنا ہاتھ اس پانی میں ڈالتی ہے، یا بعض حضرات یہ کرتے ہیں کہ کسی کپڑے کا ایک آنچل اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور دوسرا آنچل عورت پکڑ لیتی ہے، تو اس طرح کے تکلفات کی ضرورت نہیں بلکہ جو طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسی پر اکتفا کرنا افضل و احسن ہے۔

بَابُ السَّبْقِ وَالرَّهَانِ

یہ باب گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ کروانے کے بیان میں ہے

2876- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَهُوَ لَا يَأْمَنُ أَنْ يَسْبِقَ فَلَيْسَ بِفَمَارٍ وَمَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَهُوَ يَأْمَنُ أَنْ يَسْبِقَ لَهُوَ لِمَارٍ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص ایک گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے اور وہ اس بات سے محفوظ نہ ہو کہ وہ آگے نکل جائے گا تو یہ جوا نہیں ہوگا اور جو شخص دو گھوڑوں کے درمیان ایسا گھوڑا داخل کر لے جس کے بارے میں یہ اعتماد ہو کہ وہ آگے نکل جائے گا تو یہ جوا ہوگا۔“

2877- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ضَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْلَ لَكَانَ يُرْسَلُ إِلَيْهِ ضِمْرًا مِنَ الْحَفِيَاءِ إِلَى ثِيَّةِ الْوَدَاعِ وَالَّتِي لَمْ تَضْمَرْ مِنْ ثِيَّةِ الْوَدَاعِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُبَيْقٍ

••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گھوڑوں کی تربیت کروائی۔ آپ ﷺ تربیت یافتہ گھوڑوں کا مقابلہ ہیام سے لے کر ثیۃ الوداع تک کرواتے تھے جبکہ غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کا مقابلہ ثیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنو زریق تک کرواتے تھے۔

2878- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْحَكَمِ مَوْلَى

2876: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2579

2877: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4821

2878: أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 3591

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لَا مَسٰبِقَ اِلَیَّیْ خُفٰی اَوْ خَافِیْ،
 •• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”دوڑ کا مقابلہ صرف اونٹوں اور
 گھوڑوں میں ہو سکتا ہے۔“

بَابُ النَّہْیِ اَنْ یُّسَافَرَ بِالْقُرْآنِ اِلٰی اَرْضِ الْعَدُوِّ

یہ باب ہے اس چیز کی ممانعت میں کہ قرآن کو ساتھ لے کر دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے

2879- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یَسَانَ وَاَبُو عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نَهٰی اَنْ یُّسَافَرَ بِالْقُرْآنِ اِلٰی اَرْضِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ اَنْ یَّنَالَهُ الْعَدُوُّ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ قرآن ساتھ لے کر دشمن کی
 سرزمین کی طرف سفر کیا جائے کیونکہ اس بات کا اندیشہ موجود ہے کہ دشمن اسے حاصل کر لے گا اور دشمن اس کی بے حرمتی کر سکتا ہے۔
 2880- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَنَّہُ كَانَ یَنْہٰی اَنْ یُّسَافَرَ بِالْقُرْآنِ اِلٰی اَرْضِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ اَنْ یَّنَالَهُ الْعَدُوُّ،

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے اس بات سے منع کیا
 ہے کہ قرآن ساتھ لے کر دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے کیونکہ اس بات کا اندیشہ موجود ہے کہ دشمن اسے حاصل کر لے گا اور
 اس کی بے حرمتی کرے گا۔

بُزْءُ الشُّکْرِ فِی صُوْرَتِ مِیْنٍ وَاجِبِ التَّعْظِیْمِ اَشْیَاءَ کُوْجَہَادٍ مِّیْنِ سَاطَہٗ لَیْ جَانِیْ کَابِیَانِ

مجاہدین کے ساتھ قرآن پاک اور عورتوں کو لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ لشکر بڑا ہو اور اس کے شکست کا خطرہ نہ ہو
 اس لیے کہ (ان کی) سلامتی غالب ہے اور غالب ثابت اور یقین کی طرح ہوتا ہے، ہاں کسی سریرہ میں جس پر شکست کا خطرہ ہو انہیں
 لے جانا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کو ضیاع اور رسوائی پر پیش کرنا ہے اور قرآن پاک کو بے حرمتی کے دہانے پر لیجانا ہے، اس
 لیے کہ مسلمانوں کو بھڑکانے کے لیے کفار ان کی بے حرمتی ضرور کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی یہی صحیح تاویل
 ہے کہ ”دشمنوں کی زمین میں قرآن لے کر نہ چلو“

اور جب کوئی مسلمان امان لے کر کفار کے پاس جائے تو اسے اپنے ساتھ قرآن پاک لیجانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہ
 اور بوڑھی عورتیں بڑے لشکر میں اپنے حسب حال کام کرنے کے لیے نکل سکتی ہیں جس طرح کھانا پکانا، پانی پلانا اور علاج و معالجہ کرنا،

2879: أخرجه البخاری فی "الصّحیح" رقم الحدیث: 2880 أخرجه مسلم فی "الصّحیح" رقم الحدیث: 4816 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2618

2880: أخرجه مسلم فی "الصّحیح" رقم الحدیث: 4817

لیکن جو ان عورتوں کا گھروں میں رہنا ہی فتنے کو ختم کرنے والا ہے اور یہ عورتیں لڑائی نہ کریں اس لیے کہ اس سے مسلمانوں کی کمزوری ظاہر ہوگی مگر بوقت ضرورت جنگ کر سکتی ہیں۔ اور جماع اور خدمت کے لیے بھی اپنی بیویوں کو لے جانا بہتر نہیں ہے اور اگر لیجانا ضروری ہو تو باندیوں کو لیجائیں، آزاد عورتوں کو نہ لیجائیں۔ (ہدایہ اولین، لاہور)

حرمت کے سبب واجب التعظیم اشیاء کو نہ لے جانے کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو چیزیں واجب التعظیم ہیں ان کو جہاد میں لے کر جانا جائز نہیں جس طرح قرآن مجید، کتب فقہ و حدیث شریف کہ بے حرمتی کا اندیشہ ہے۔ یوہیں عورتوں کو بھی نہ لے جانا چاہیے اگرچہ علاج و خدمت کی غرض سے ہو۔ ہاں اگر لشکر بڑا ہو کہ خوف نہ ہو تو عورتوں کو لے جانے میں حرج نہیں اور اس صورت میں بوڑھیوں اور باندیوں کو لے جانا اولیٰ ہے اور اگر مسلمان کافروں کے ملک میں امان لے کر گیا ہے تو قرآن مجید لے جانے میں حرج نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب ہیر)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد کی بابت اجازت طلب کی، تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کا جہاد تو حج ہے، اور عبد اللہ بن ولید نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا پھر انہوں نے معاویہ سے اس کو بیان کیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم، رقم الحدیث، 141)

دشمن کی سرزمین میں قرآن کریم ساتھ لے جانے میں فقہی مذاہب

فقہاء کی ایک بڑی جماعت دشمن کی سرزمین میں قرآن کریم ساتھ نہ لے جانے کی حامی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن عبد البر نے کہا کہ: فقہاء متفق ہیں کہ مسلمان سرابا (چھوٹی جماعتیں) اور فوجیوں کی مختصر جماعت کے ساتھ قرآن کریم نہ لے جائیں اس طرح سے قرآن کی بے حرمتی کا خدشہ ہے، جبکہ بڑی جماعت کے ساتھ یہ محفوظ ہو تو اس میں مختلف آراء ہیں۔ امام مالک مکمل طور پر منع کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

امام شافعی نے خوف ہونے یا نہ ہونے دونوں حالتوں میں مکروہ بتایا ہے۔ بعض نے وہی رائے اختیار کی جو مالکیوں کی ہے۔ اگر ہم آج بین الاقوامی تعلقات کے نئے امور اور صورتحال پر نگاہ ڈالتے ہیں تو منع کرنے کی علت نہیں پاتے خواہ یہ کراہیت کے لئے تھی یا حرام ہونے کے لئے۔ آج ان دونوں کی علت اور سبب نہیں پاتے۔ آج بہتر اور افضل یہی ہے کہ مغربی ممالک کے مسافر یا وہاں مقیم مسلمان، اپنے ساتھ قرآن شریف لے جائیں اہانت یا تحریف کا خوف دل سے نکال دیں۔ انہیں کوئی شک نہیں کہ ان تمام مسائل میں اجتہاد، گہرے غور و فکر اور فقہ کی ضرورت ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری، بترق)

باب قِسْمَةِ الْخُمْسِ

یہ باب مال خمس کو تقسیم کرنے کے بیان میں ہے

سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ جَاءَهُ هُوَ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمَانِهِ لِيَمَّا قَسَمَ مِنْ خُمْسٍ خَيْرَ لَيْتِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ فَقَالَ قَسَمْتُ لِأَخَوَانَا بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ وَقَرَابَتَنَا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَرَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ شَيْئًا وَاحِدًا

۞ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس بارے میں بات چیت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے خیر کے "خمس" کو بنو ہاشم اور بنو مطلب میں تقسیم کیا تھا ان دونوں حضرات نے عرض کی: آپ ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب سے تعلق رکھنے والے ہمارے بھائیوں کو عطا کر دیا ہے جبکہ ہماری رشتہ داری تو ایک ہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں یہ سمجھتا ہوں بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک حیثیت رکھتے ہیں۔

شرح

حضرت جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مال غنیمت میں سے اپنے قرابتداروں کا حصہ) یعنی خمس کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے) بنو ہاشم اور بنو مطلب کے درمیان تقسیم کیا تو میں یعنی جبیر (بنو نوفل کی طرف سے) اور عثمان ابن عفان (بنو عبد شمس کی طرف سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہ بھائی جن کا تعلق بنو ہاشم سے ہے، ہم ان کی فضیلت و بزرگی کا تو انکار نہیں کرتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان میں پیدا کیا ہے لہذا اس اعتبار سے ہماری یہ نسبت وہ آپ کے زیادہ قریب ہیں (کیونکہ ان کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدا ایک ہی ہیں) (یعنی ہاشم) اگرچہ ہمارے اور ان کے جدا علی بھی ایک ہی ہیں) (یعنی عبد مناف) لیکن ہمیں یہ بتائیے کہ اس کا کیا سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خمس کے مال میں سے جو ذوی القربی کا حصہ ہے) ہمارے ان بھائیوں کو تو حصہ دیا جن کا تعلق بنو مطلب سے ہے اور ہمیں محروم رکھا جب کہ ہماری یعنی بنو نوفل اور بنی عبد شمس کی اور ان کی یعنی بنی مطلب کی قرابت ایک ہی ہے (بایں طور کہ جس طرح ان کے دادا ہاشم کے بھائی تھے اسی طرح ہمارے دادا بھی ہاشم کے بھائی تھے گویا ان دونوں حضرات کی غرض کا حاصل یہ تھا کہ مال غنیمت میں سے جو خمس نکالا جاتا ہے۔

وہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرابت داروں کی ایک شاخ بنو مطلب کو مال خمس میں سے دیا لیکن دوسری دو شاخوں یعنی بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو کچھ نہیں دیا، جب کہ یہ ساری شاخیں ایک ہی جدا علی یعنی عبد مناف کی اولاد ہیں، تو اس امتیازی سلوک کی کیا وجہ ہے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان داخل کر کے (اور اس کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا کہ (میں) اس کے علاوہ اور کچھ نہیں (جانتا) کہ (جس طرح دونوں ہاتھوں کی یہ انگلیاں باہم مل کر ایک چیز ہو گئی ہیں اسی طرح) بنو ہاشم اور بنو مطلب بھی ایک چیز ہیں۔ (شافعی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث: 1117)

2881: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 3140، رقم الحدیث: 3592، رقم الحدیث: 4228، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2878، رقم الحدیث:

2878، رقم الحدیث: 2880، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 4147، رقم الحدیث: 4148

حضرت ابو داؤد اور نسائی کی روایت بھی اسی طرح ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم اور مطلب کی اولاد، نہ زمانہ جاہلیت میں کبھی ایک دوسرے کے مخالف ہوئے اور نہ زمانہ اسلام میں، لہذا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہم اور وہ دونوں ایک چیز ہیں۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں۔

خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا بیان

اور جہاں تک خمس کا تعلق ہے تو اسے تین حصوں پر تقسیم کیا جائے ایک حصہ یتیموں کے لیے، ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے خاص کیا جائے اور اس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج قرابت دار داخل ہوں گے اور انہی کو سب سے مقدم کیا جائے گا مگر ان کے مالداروں کو نہیں دیا جائے گا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اہل قرابت کو خمس کا پانچواں حصہ دیا جائے گا اور اس میں امیر و غریب سب برابر ہوں گے اور وہ خمس ان کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اور یہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہی کے لیے ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے ولذی القربی کو بغیر تفصیل کے بیان کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ چاروں خلفائے راشدین نے اس خمس کو اسی طرح تین حصوں پر تقسیم کیا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور ہمارے لیے ان کا پیشوا ہونا کافی ہے نیز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یارشاد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لوگوں کے میل کچیل کو ناپسند کر دیا ہے اور اس کے بدلے تمہیں غنیمت کا پانچواں حصہ دیدیا ہے" اور عوض اسی کے حق میں ثابت ہوتا ہے جو عوض کا مستحق ہوتا ہے اور مستحقین فقراء ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مطلب کو نصرت کی سبب سے دیا تھا، کیا دکھتا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دینے کی علت بھی بیان فرمائی اور یوں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ اسی طرح میرے ساتھ رہے جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رمان گرامی اس بات کی دلیل ہے کہ قرب سے مراد قرب نصرت ہے نہ کہ قرب قرابت ہے۔ (ہدایہ اولین، ملا ہور)

خمس کی تقسیم کا بیان

علامہ علاؤ الدین خفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غنیمت کا پانچواں حصہ جو نکالا گیا ہے اس کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ یتیموں کے لیے اور ایک مسکینوں اور ایک مسافروں کے لیے اور اگر یہ تینوں حصے ایک ہی قسم مثلاً یتیموں یا مساکین پر صرف کر دیے، جب بھی جائز ہے اور مجاہدین کو حاجت ہو تو ان پر صرف کرنا بھی جائز ہے۔ (در مختار، کتاب الجہاد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مال غنیمت میں سے) ایک شخص اور اس کے گھوڑے کے لئے تین حصے دیئے یعنی ایک حصہ تو خود اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث، 1089)

اکثر علماء کا مسلک اسی حدیث کے مطابق ہے، جب کہ بعض علماء کے نزدیک مال غنیمت میں سوار مجاہد کے دو حصے ہیں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی یہی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار مجاہد کو دو حصے دیئے جیسا کہ اسی

باب کی دوسری فصل میں منقول روایت سے واضح ہوگا، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے بلکہ صاحب ہدایہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب اس بارے میں خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دو روایتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس روایت کو ترجیح دی جائے گی جو ان کے علاوہ دوسرے نے نقل کی ہے۔

خیر سے وصول کردہ خمس کا بیان

حضرت محمد ابن ابوالجالد، حضرت عبداللہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے (حضرت عبداللہ) سے پوچھا کہ کیا آپ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھانے کی چیزوں میں سے بھی خمس یعنی پانچواں حصہ نکالتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ "غزوہ خیبر کے دن کھانے کی چیزیں بھی ہمارے ہاتھ لگی تھیں، چنانچہ ہر کوئی شخص آتا اور ان میں سے بقدر کفایت لے کر واپس چلا جاتا۔" (ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث، 1113)

سوال کا مطلب یہ تھا کہ آیا ان چیزوں میں سے بھی خمس نکالا جاتا تھا یا جو چیزیں کھانے کی قسم سے ہوتیں، ان کو تقسیم سے متعلق رکھا جاتا تھا کہ جو شخص چاہتا ان کو اپنے مصرف میں لے آتا؟ جواب کا حاصل یہ تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سے خمس نہیں نکالنا چاہئے لیکن اس بات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ ایسی چیزوں میں سے جو کچھ بھی لیا جائے وہ بس اتنی ہی مقدار میں ہو کہ ضرورت و حاجت پوری ہو جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (مسلمانوں کا) لشکر (جب جہاد سے واپس آیا تو) مال غنیمت میں کھانے کی چیزیں اور شہد لے کر آیا۔ چنانچہ (ان لشکروالوں نے ان چیزوں میں سے جو کچھ کھاپی لیا تھا یا وہ جو کچھ بچا کر لے لئے تھے اس میں سے) ان سے خمس یعنی پانچواں حصہ نہیں لیا گیا۔" (ابوداؤد)

حضرت قاسم (تابعی) جو عبدالرحمن کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی ان بعض صحابہ نے بیان کیا کہ ہم غزووں میں اونٹ کا گوشت کھاتے اور اس کو تقسیم نہ کرتے) (یعنی ہم محاذ جنگ پر ضرورت کے وقت مال غنیمت کے اونٹوں کو ذبح کرتے اور ان کا گوشت تقسیم کئے بغیر اپنی اپنی حاجت کے بقدر لے لیتے) یہاں تک کہ جب ہم (سفر کے دوران) اپنے ڈیریوں، خیموں میں واپس آتے تو ہمارے تھیلے گوشت سے بھرے ہوئے ہوتے۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث، 1113)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جب مسلمان (جہاد کے بعد) دارالاسلام واپس آتے ہوئے دارالحرب کی سرحدوں سے پار ہو جائیں تو اس کے بعد ان کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ اپنے جانوروں کو مال غنیمت میں سے گھاس دانہ کھلائیں یا مال غنیمت کی کھانے پینے کی چیزوں میں سے خود کچھ کھائیں کیونکہ اس صورت میں وہ ضرورت اپنی باقی نہیں رہ گئی ہے جس کی بناء پر دارالحرب میں مال غنیمت کی کھانے پینے کی چیزوں کا اپنے مصرف میں لانا مجاہدین کے لئے مباح تھا۔ نیز جس شخص کے پاس دارالحرب میں غیر تقسیم شدہ مال غنیمت کا گھاس دانہ یا کھانے پینے کی چیزیں اس کی ضرورت و حاجت سے زائد ہوں وہ ان کو مال غنیمت میں واپس کر دے۔

کتاب المناسک

یہ کتاب مناسک حج کے بیان میں ہے

حج کے لغوی و شرعی معنی کا بیان

لغوی رُو سے حج کا معنی قصد کرنا، زیارت کا ارادہ کرنا ہے۔ اصطلاح شریعت میں مخصوص اوقات میں خاص طریقوں سے ضروری عبادات اور مناسک کی بجا آوری کے لئے بیت اللہ کا قصد کرنا، کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور میدان عرفات میں ٹھہرنا حج کہلاتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے حج کے معنی ہیں کسی با عظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں کعبہ مکرمہ کا طواف اور مقام عرفات میں قیام انہیں خاص طریقوں سے جو شارع نے بتائے ہیں اور اسی خاص زمانے میں جو شریعت سے منقول ہے، حج کہلاتا ہے۔

حج دین کے ان پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک عظیم القدر ستون ہے جن پر اسلام کے عقائد و اعمال کی پوری عمارت کھڑی ہوئی ہے حج کا ضروری ہونا (جس کو اصطلاح فقہ میں فرض کہا جاتا ہے) قرآن مجید سے اسی طرح صراحت کے ساتھ ثابت ہے جس طرح زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں۔ حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے، جس کے لفظی معنی ہیں قصد کرنا، کسی جگہ ارادے سے جانا جبکہ اصطلاح شریعت میں اس سے مراد مقررہ دنوں میں مخصوص عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنا ہے۔

حج کے مقررہ دنوں کے علاوہ بھی کسی وقت مخصوص عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں عمرہ سے مراد شرائط مخصوصہ اور افعال خاصہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا ہے۔

(الجزیری، اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، 1: 1121)

حج کی وجہ تسمیہ کا بیان

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر قرطبی میں کہتے ہیں۔ عرب کے ہاں حج معلوم و مشہور تھا، اور جب اسلام آیا تو انہیں اس سے ہی مخاطب کیا جسے وہ جانتے تھے اور جس کی انہیں معرفت تھی اسے ان پر لازم بھی کیا۔

(تفسیر قرطبی (2: 92) احکام القرآن لابن العربی، ج ۱، ص ۲۸۶)

ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حج کے اصل معنی ارادے کے ہیں، کسی چیز کا ارادہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے "حججت

السنی " شریعت کی اصطلاح میں بیت اللہ شریف کی ازراہ تعظیم مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کا ارادہ کرنے کا نام حج ہے۔
 حج "ح" کے زبر اور "ح" کے زیر دونوں طرح یہ لفظ نقل کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی دونوں طریقوں پر قرات جائز ہے۔ (عمدة القاری، ج ۱۳، ص ۱۷۲، بیروت)

حج کی اہمیت و فضیلت کا بیان

(۱)۔ حج اسلامی ارکان میں سے پانچواں رکن ہے۔ (۲)۔ حج ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو پیشتر ہوئے ہیں۔ (مسلم)
 (۳)۔ حج کمزوروں اور غورتوں کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ) (۴)۔ حج محتاجی کو ایسا دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو (ترمذی)۔
 (۵)۔ حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (ترمذی) (۶)۔ حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جس کے لیے حاجی استغفار کرے اس کی بھی (طبرانی) (۷)۔ حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا۔ (بخاری) (۸)۔ حاجی اللہ کے وفد ہیں، اللہ نے انہیں بلایا یہ حاضر ہوئے انہوں نے سوال کیا اللہ نے انہیں دیا۔ (بخاری) (۹)۔ حاجی کے لیے دنیا میں عافیت ہے اور آخرت میں مغفرت۔
 (طبرانی) (۱۰)۔ جو حج کے لیے نکلا اور مر گیا قیامت تک اس کے لیے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا، اس کی پیشی نہیں ہوگی اور بلا حساب جنت میں جائے گا (دارقطنی)

(۱۱)۔ جس نے حج کیا یا عمرہ وہ اللہ کی ضمان میں ہے، اگر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر کو واپس کر دے تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس کریگا۔ (طبرانی)

(۱۲)۔ مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص میں رابطہ دین کو مضبوط کرنے اور ساری کائنات کے مسلمانوں کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے حج اعلیٰ ترین ذریعہ بھی ہے۔ احکام اسلام کا منشا بھی یہی ہے کہ افراد مختلفہ کو ملت واحدہ بنا کر کلمہ توحید پر جمع کر دیا جائے۔

(۱۳)۔ حج میں سب کے لیے وہ سادہ بغیر سلا لباس جو ابو البشر سید آدم علیہ السلام کا تھا تجویز کیا گیا ہے تاکہ ایک ہی رسول، ایک ہی قرآن، ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت، ایک ہی لباس، ایک ہی بیت اور ایک ہی سطح پر نظر آئیں اور چشم ظاہرین کو بھی اتحاد معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔

(۱۴)۔ حج سے مقصود شوکت کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو بحری، بری اور اب فضائی سفروں سے جو فوائد سمندروں، میدانوں اور فضاؤں سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔

(۱۵)۔ بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں کے انعقاد سے۔ کانفرنس کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے اجتماع سے

(۱۶)۔ اور ایوان تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں کے قیام سے ہوتا ہے وہ سب حج کے اندر ملحوظ ہیں۔

(۱۷)۔ آثار قدیمہ اور طبقات الارض کے ماہرین کو تاریخ عالم کے محققین کو، جغرافیہ عالم کے ماہرین کو جن باتوں کی تلاش و

طلب ہوتی ہے وہ سب امور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

(۱۸)۔ حج کے مقامات عموماً پیغمبرانہ شان اور ربانی نشان کی جلوہ گاہ ہیں جہاں پہنچ کر اور جنہیں دیکھ کر ان مقدس روایات کی

یادیں تازہ ہو جاتی ہیں اور خدائی رحمت و برکت کے وہ واقعات یاد آ جاتے ہیں۔ جو ان سے وابستہ ہیں الغرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شریعت کا پیغمبر لے کر آئے اس کی سب سے بری خصوصیت یہی ہے کہ وہ دین و دنیا کی جامع ہے اور اس کا ایک ایک حرف مصلحتوں اور حکمتوں کے دفتروں سے معمور ہے اور اس کے احکام و عبادات کے دنیاوی و اخروی فوائد و اغراض خود بخود چشم حق بین کے سامنے آ جاتے ہیں اور تاقیامت آتے رہیں گے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جس نے خدا کے لیے حج کیا اور اس میں ہوس نفسانی اور گناہ کی باتوں سے بچا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔

یعنی حاجی ایک نئی زندگی اور ایک نئی حیات اور ایک نیا دور شروع کرتا ہے جس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں اور کامیابیاں شامل ہوتی ہیں، تو حج اسلام کا صرف مذہبی رکن ہی نہیں بلکہ وہ اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی یعنی قومی و ملی زندگی کے ہر رخ اور ہر پہلو پر حاوی اور مسلمانوں کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بڑا بلند ستارہ ہے۔

حج کے اخلاقی فوائد کیا ہیں؟

عام مسلمان جو دور دراز مسافتوں کو طے کر کے اور ہر قسم کی مصیبتوں کو جھیل کر دریا، پہاڑ، جنگل، آبادی اور صحرا کو عبور کر کے یہاں جمع ہوتے، ایک دوسرے سے ملتے، ایک دوسرے کے درد و غم سے واقف اور حالات سے آشنا ہوتے ہیں جس سے ان میں باہمی اتحاد اور تعاون کی روح پیدا ہوتی ہے اور سب مل کر باہم ایک قوم ایک نسل اور ایک خاندان کے افراد نظر آتے ہیں۔

حج کے لیے یہ ضروری ہے کہ احرام باندھنے سے لے کر احرام اتارنے تک ہر حاجی نیکی و پاکبازی اور امن و سلامتی کی پوری تصویر ہو، وہ لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد نہ کرے، کسی کو تکلیف نہ دے یہاں تک کہ بدن یا کپڑوں کی جوں یہاں تک کہ کسی چیونٹی تک کو نہ مارے شکار تک اس کے لیے جائز نہیں کیونکہ وہ اس وقت ہمہ تن صلح و آشتی اور مجسم امن و امان ہوتا ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے ”فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج“

یعنی حاجی احرام میں نہ عورتوں کے سامنے شہوانی تذکرہ ہو، نہ کوئی گناہ، نہ کسی سے جھگڑا۔

کیسا صریح حکم ہے کہ زمانہ حج میں حاجی احرام میں اشارۃً یا کنایۃً بھی شہوانی خیالات زبان پر نہ لائے جائیں پھر حاجی احرام میں جب متعدد جائز مشغلے مثلاً شکار ناجائز ہو جاتے ہیں تو بڑی چھوٹی قسم کی معصیت و نافرمانی کی گنجائش ظاہر ہے کہاں نکل سکتی ہے، یونہی اس زمانہ میں مار پیٹ، ہاتھ پائی الگ رعبی زبانی حجت و تکرار جو اکثر ایسے موقعوں پر ہو جایا کرتی ہے سب احرام کی حالت میں ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ خادم کو ڈانٹنا تک جائز نہیں۔

اور عبادت میں طہارت و پاکیزگی کا اسلام کا قائم کیا ہوا یہ معیار ہے جو آپ اپنا جواب ہے اور جس نے اپنوں ہی کو نہیں بیگانوں کو بھی متاثر کیا ہے۔

بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الْحَجِّ

یہ باب حج کے لیے جانے کے بیان میں ہے

2882- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَأَبُو مُصْعَبٍ الزُّهْرِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ سَمِيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ فَلْيُعْجِلِ الرُّجُوعَ إِلَى أَهْلِهِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو آدمی کو (آرام سے) سونے، کھانے اور پینے سے روک دیتا ہے تو جب کوئی شخص سفر کے دوران اپنا کام پورا کر لے تو اسے جلدی اپنے گھر واپس چلے جانا چاہئے۔

شرح

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے "کا مطلب یہ ہے کہ سفر اپنی صورت کے اعتبار سے جہنم کے عذاب کے انواع میں سے ایک نوع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت (سارحہ صغیرا)۔ جیسے بھی جسمانی تکلیف اور روحانی اذیت کے اعتبار سے کسی شخص کے حق میں سفر، پریشانیوں اور صعوبتوں کا ذریعہ ہونے سے کم نہیں ہوتا۔ خصوصاً اس دور میں جب کہ آج کی طرح سفر کے تیز رفتار اور اطمینان بخش ذرائع نہیں تھے، لوگ سفر کے دوران کیسی کیسی مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ اور کیسی کیسی مصیبتوں سے دوچار ہوتے تھے اس کا اندازہ بھی آج کے دور میں نہیں لگایا جاسکتا۔

حدیث میں سفر کی بطور خاص دو پریشانیوں کا جو ذکر کیا گیا ہے کہ سفر کے دوران نہ تو وقت پر اور طبیعت کے موافق کھانا پینا ملتا ہے اور نہ آرام و چین کی نیند نصیب ہوتی ہے وہ محض مثال کے طور پر ہے ورنہ سفر میں تو نہ معلوم کتنے ہی دینی اور دنیاوی امور فوت ہوتے ہیں جیسے جمعہ و جماعت کی نماز سے محرومی رہتی ہے، اہل بیت اور دیگر قرابت داروں کے حقوق بروقت ادا نہیں ہوتے اور گرمی سردی کی مشقت و تکلیف اور اسی طرح کی دوسری پریشانیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔

2882م- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَوَرِهِ

•• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

2883- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَبُو إِسْرَائِيلَ عَنْ

2882: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 1004 "ورقم الحدیث: 2001" "ورقم الحدیث: 5428" أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 4938

2883: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

فَضِيلُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ أَوْ أَحَدِهِمَا عَنِ الْآخِرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ فَإِنَّهُ قَدْ يَمْرُضُ الْمَرِيضُ وَتَضِلُّ الضَّالَّةُ وَتَعْرِضُ الْحَاجَّةُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے (یا ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے صاحب کے حوالے سے) یہ بات نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

”جس شخص نے حج کا ارادہ کیا ہو اسے جلدی کر لینی چاہئے کیونکہ بعض اوقات کوئی بیمار شخص زیادہ بیمار ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات کوئی چیز گم ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات کوئی اور کام پیش آ جاتا ہے (جس کی وجہ سے حج میں تاخیر ہوتی چلی جاتی ہے)۔“

حج کی فوری یا تاخیر سے ادائیگی میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ جلدی کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کرنے پر قادر ہو اور حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ جلدی کرے اور اس فرض کو ادا کرنے کے لئے ملے ہوئے موقع کو غنیمت جانے کیونکہ تاخیر کرنے کی صورت میں نہ معلوم کتنی رکاوٹیں پیدا ہو جائیں اور مال کا ر اس نعمت عظمیٰ سے محرومی رہے۔

اس بارے میں کہ حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی؟ حنفیہ کے ہاں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ جب حج واجب ہو یعنی شرائط حج پائے جائیں اور حج کا وقت آجائے نیز قافلہ مل جائے (بشرطیکہ قافلے کی ضرورت ہو جیسا کہ پہلے زمانے میں بغیر قافلہ کے سفر کرنا تقریباً ناممکن ہوتا تھا) تو اسی سال حج کرے دوسرے سال تک تاخیر نہ کرے، اگر کوئی شخص بلا عذر کئی سال تاخیر کرتا رہے گا تو وہ فاسق کہلائے گا اور شرعی نقطہ نظر سے اس کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ یعنی وہ شریعت کی نظر میں ناقابل اعتبار قرار پائے گا یہاں تک کہ اس عرصے میں اگر اسباب حج (کہ جن کی وجہ سے اس پر حج واجب ہوا تھا) جاتا رہے گا تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا بلکہ باقی رہے گا (جس کی وجہ سے حج نہ کر سکنے کی صورت میں گنہگار ہوگا) حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کے ہاں واجب علی التراخی ہے یعنی آخر عمر تک حج میں تاخیر جائز ہے جیسا کہ نماز میں آخر وقت تک تاخیر جائز ہے، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے لیکن اس سلسلے میں دونوں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تاخیر اسی وقت جائز ہو گی جب کہ حج کے فوت ہو جانے کا گمان نہ ہو، اگر یہ گمان ہو کہ تاخیر کرنے میں حج فوت ہو جائے گا (یعنی کبھی حج نہیں کر سکے گا) تو پھر تاخیر نہ کرے، اس صورت میں اگر کوئی شخص حج فرض ہونے کے باوجود بغیر حج کے مرے گا تو تمام ہی علماء کے نزدیک گنہگار مرے گا چنانچہ حج نہ کرنے کا اس سے مواخذہ ہوگا۔

حنفی علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے شرائط حج پائے جانے کے بعد حج میں تاخیر کی اور اس عرصے میں اس کا مال و زر

تلف ہو گیا تو وہ قرض لے کر حج کرے اگرچہ اس قرض کی ادائیگی پر وہ قادر نہ ہو اور اس بات کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرض کی عدم ادائیگی پر مواخذہ نہیں کرے گا بشرطیکہ اس کی نیت یہ ہو کہ میرے پاس جب بھی مال آ جائے گا میں یہ قرض ضرور ادا کروں گا۔ (شرح الوقایہ فی مسائل الہدایہ، ج ۲، ص ۲۰۰، بیروت)

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو اور حج کے فرض ہونے کی تمام شروط متوفر ہوں تو اس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے اس لیے اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنی جائز نہیں۔

جس پر حج واجب ہو چکا ہو اور وہ اس کے لیے حج کرنا ممکن بھی ہو تو اس پر حج کی فوری ادائیگی واجب ہوگی، اور اس کے لیے حج کی ادائیگی میں تاخیر کرنی جائز نہیں، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا قول یہی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھے، اور جو کوئی کفر کرے۔ تو اللہ تعالیٰ (اس سے) اور سارے جہان والوں سے بے پرواہ ہے (آل عمران 97)

امر فوراً پر دلالت کرتا ہے، اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے: جو حج کرنا چاہتا ہے وہ جلدی کرے "مسند احمد، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے، اور مسند احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ۔ ہو سکتا ہے مریض بیمار ہو جائے، اور سواری گم ہو جائے اور کوئی ضرورت پیش آ جائے "اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

امر فوراً پر دلالت کرتا ہے کا معنی یہ ہے کہ: مکلف پر واجب ہے کہ اسے جس کام کا حکم دیا جا رہا ہے جیسے ہی اس کا کرنا ممکن ہو اسے فوری طور پر سرانجام دے، اور اس میں بغیر کسی عذر کے تاخیر کرنی جائز نہیں ہے۔ (اسنی، کتاب الحج)

بَابُ فَرَضِ الْحَجِّ

یہ باب حج کے فرض ہونے کے بیان میں ہے

2884- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ

بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْحَجُّ فِي كُلِّ عَامٍ فَسَكْتَ ثُمَّ قَالُوا أَيْ كُلِّ عَامٍ فَقَالَ لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ لَنَزَلَتْ (بَنَاتُهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدِّلَكُمْ تَسْؤُكُمْ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی۔

”اور لوگوں پر یہ بات لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کریں جو شخص وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔“

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہر سال حج کرنا لازم ہے تو نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ ان لوگوں نے عرض

کی کیا ہر سال لازم ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں اگر میں جواب میں ہوں کہہ دیتا تو یہ لازم ہو جاتا۔
پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

”اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کے بارے میں دریافت نہ کرو کہ اگر وہ تمہارے سامنے ظاہر کی جائیں تو تمہیں برا لگے۔“

حج کی فرضیت کی تاریخ کا بیان

فرضیت حج کی سعادت عظمیٰ ہمارے آقا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ساتھ مختص ہے گو کہنے کو تو حج کا رواج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے مگر اس وقت اس کی فرضیت کا حکم نہ تھا۔ چنانچہ صحیح مسلک یہی ہے کہ حج صرف امت محمدیہ پر فرض ہوا ہے۔

حج کب فرض ہوا؟ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں، کچھ حضرات کہتے ہیں سن ۵ ہجری میں فرض ہوا، اکثر علماء سن ۶ ہجری میں فرضیت کے قائل ہیں لیکن زیادہ صحیح قول ان علماء کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حج سن ۹ھ کے آخر میں فرض ہوا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا آیت (ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا)۔ یعنی اللہ کی خوشنودی کے لئے لوگوں پر کعبہ کا حج (ضروری) ہے اور یہ اس شخص پر جو وہاں تک جاسکے۔

چونکہ یہ حکم سال کے آخر میں نازل ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فعال حج کی تعلیم میں مشغولیت اور آئندہ سال کے لئے سفر حج کے اسباب کی تیاری میں مصروفیت کی وجہ سے خود حج کے لئے تشریف نہیں لے جاسکے، بلکہ اس سال یعنی سن ۹ھ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کا امیر مقرر فرما کر مکہ بھیج دیا تاکہ وہ لوگوں کو حج کرا دیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سال آئندہ یعنی سن ۱۰ھ میں اس حکم الہی کی تعمیل میں حج کے لئے تشریف لے گئے یہ عجیب اتفاق ہے کہ فرضیت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی پہلا حج کیا جو آخری حج بھی ثابت ہوا۔ چنانچہ یہی حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اسی حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ عالم تاب اور وجود پر نور نے اس دنیا سے پردہ کیا۔

حج کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان

انسان فائدے کا حریص ہے، فائدہ دیکھ کر مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے، حج کی خوبیاں و فضائل تو بہت زیادہ ہیں، یہاں بعض کو بطور تذکرہ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ حج کا داعیہ اور شوق پیدا ہو۔

صحیحین میں ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے اور (دوران حج) نہ اپنی اہلیہ سے ہم بستری کرے اور نہ فسق میں مبتلا ہو تو وہ اس طرح (بے گناہ ہو کر) لوٹتا ہے جیسے (اس دن بے گناہ تھا) جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ شراح حدیث نے رفت سے اگرچہ جماع مراد لیا ہے، لیکن معنی عام مراد لینے سے دیگر معانی جیسے تعریض بالجماع، فحش گوئی وغیرہ بھی اس میں شامل ہو جائیں گے، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کرو، دونوں فقر و محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں، جس طرح لوہار اور ستار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔

طبرانی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حج اور عمرہ کے لیے جانے والے خدا کے خصوصی مہمان ہیں، خدا سے دعا کریں تو خدا قبول فرماتا ہے اور مغفرت طلب کریں تو بخش دیتا ہے!

حضرت عبداللہ بن جبر اور رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فریضہ حج ادا کرو، اس لیے کہ حج گناہوں کو ایسے دھو دیتا ہے، جیسے پانی میل کو دھو دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے کی مغفرت کی جاتی ہے اور جس کے لیے حاجی مغفرت کی دعا کرے اس کی بھی مغفرت کی جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ! مغفرت فرما حاجی کی اور جس کے لیے وہ مغفرت طلب کرے۔

قرآن کے مطابق فرضیت حج کا بیان

(۱) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ۔ (البقرہ) اور تم اللہ کیلئے حج و عمرہ مکمل کرو۔

(۲) وَلِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِيْلًا (ال عمران، ۹۷) اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا استطاعت شرط ہے حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر زاد و را حلقہ سے فرمائی زاد یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہئے راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرض قطعی کا منکر کافر ہے۔

(۳) وَ اَذِّنْ لِّی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَأْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاتِیْنِ مِنْ کُلِّ فُجْعٍ عَمِیْقٍ (الحج، ۲۷)

اور لوگوں میں حج کی عام ہدا کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

(۴) فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطُوْفَ بِہِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا۔ فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ

(البقرہ، ۱۵۸)

تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے۔ اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

(۵) وَ اَذِّنْ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلَہٗ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اِنَّ اللّٰہَ بَرِیءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ فَاِنْ

تُبْنُمْ فَہُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاَعْلَمُوْا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (التوبہ، ۳)

اور منادی پکار دیتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن۔ کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول تو اگر تم توبہ کرو۔ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر منہ پھيرو۔ تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے۔ اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ (کنز الایمان)

ان آیات میں حج کا بیان ہے اور ان میں جو آیت کا استدلال صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے وہ اور دیگر کئی آیات سے حج کی فرضیت ثابت ہے۔ لہذا اس کے ثبوت قطعیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لئے حج فرض ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

احادیث کے مطابق فرضیت حج کا بیان

(۱) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ آیت قرآنی لانے کے بعد وہ حدیث لائے جس میں صاف صاف ”ان فرضۃ اللہ علی عبادہ فی الحج ادرکت ابی الخ“ کے الفاظ موجود ہیں۔ اگرچہ یہ ایک قبیلہ شعم کی مسلمان عورت کے الفاظ ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ حدیث تقریری ہو گئی اور اس سے فرضیت حج کا واضح لفظوں میں ثبوت ہوا۔

(۲) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ملک زاداً وراحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یهودیاً او نصرانیاً۔ امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔

(۳) مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے وعظ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کرو۔

(۴) صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز پڑھنا، اور زکوٰۃ دینا، اور بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(۵) امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص کو خرچ اخراجات سواری وغیرہ سفر بیت اللہ کے لیے روپیہ میسر ہو (اور وہ تندرست بھی ہو) پھر اس نے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (ترمذی شریف باب ماجاء من التعلیظ فی ترک الحج)

یہ بڑی سے بڑی وعید ہے جو ایک سچے مرد مسلمان کے لیے ہو سکتی ہے۔ پس جو لوگ باوجود استطاعت کے مکہ شریف کا رخ نہیں کرتے بلکہ یورپ اور دیگر ممالک کی سیروسیاحت میں ہزار ہا روپیہ برباد کر دیتے ہیں مگر حج کے نام سے ان کی روح خشک ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان و اسلام کی خیر مانگنی چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ دن رات دنیاوی دھندوں میں منہمک رہتے ہیں اور اس پاک سفر کے لیے ان کو فرصت نہیں ہوتی ان کا بھی دین ایمان سخت خطرے میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی

فرمایا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اس کو اس کی ادائیگی میں حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ اور لیت و لعل میں وقت نہ ٹالنا چاہیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ممالک محروسہ میں مندرجہ ذیل پیغام شائع کرایا تھا۔ لقد هممت ان ابعث رجالا الی هذه الامصار فينظروا كل من كان له جدة ولا يحج فيضربوا عليهم الجزية ما هم بمسلمين ما هم بمسلمين (نیل الاوطار ج 4 ص 165) میری ولی خواہش ہے کہ میں کچھ آدمیوں کو شہروں اور دیہاتوں میں تقشیش کے لیے روانہ کروں جو ان لوگوں کی فہرست تیار کریں جو استطاعت کے باوجود اجتماع حج میں شرکت نہیں کرتے، ان پر کفار کی طرح جزیہ مقرر کر دیں۔ کیونکہ ان کا دعویٰ اسلام فضول و بیکار ہے وہ مسلمان نہیں ہیں۔

وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ بد نصیبی کیا ہوگی کہ بیت اللہ شریف جیسا بزرگ اور مقدس مقام اس دنیا میں موجود ہو اور وہاں تک جانے کی ہر طرح سے آدمی طاقت بھی رکھتا ہو اور پھر کوئی مسلمان اس کی زیارت کو نہ جائے جس کی زیارت کے لیے بابا آدم علیہ السلام سینکڑوں مرتبہ پیدل سفر کر کے گئے۔

(۶) اخروج ابن خزيمة و ابو الشيخ في العظمة والديلمي عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان ادم اتى هذا البيت الف انية لم يركب قط فيهن من الهند على رجليه۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا ملک ہند سے ایک ہزار مرتبہ پیدل چل کر حج کیا۔ ان تجوں میں آپ کبھی سواری پر سوار ہو کر نہیں گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کافروں کے مظالم سے تنگ آ کر مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو رخصتی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو چوما اور آپ وسط مسجد میں کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور آبدیدہ نم آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک تمام جہاں سے پیارا اور بہتر گھر ہے اور یہ شہر بھی اللہ کے نزدیک احب البلاد ہے۔ اگر کفار قریش مجھ کو ہجرت پر مجبور نہ کرتے تو میں تیری جدائی ہرگز اختیار نہ کرتا۔ (ترمذی)

(۷) جب آپ مکہ شریف سے باہر نکلے تو پھر آپ نے اپنی سواری کا منہ مکہ شریف کی طرف کر کے فرمایا: واللہ انک لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا اخوحت منك ما خوحت (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

قسم اللہ کی! اے شہر مکہ تو اللہ کے نزدیک بہترین شہر ہے، تیری زمین اللہ کو تمام روئے زمین سے پیاری ہے۔ اگر میں یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔

(۸) امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته امه (ابن ماجہ ص 213)

جس نے پورے آداب و شرائط کے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ نہ جماع کے قریب گیا اور نہ کوئی بے ہودہ حرکت کی وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے۔ اس شخص کی سواری جتنے قدم چلتی ہے ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔ اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے۔ اور ایک درجہ جنت میں اس کے لیے بلند کرتا ہے۔ جب وہ شخص بیت اللہ شریف میں پہنچ جا۔ ہے اور وہاں طواف بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی کرتا ہے پھر بال منڈواتا یا کھڑواتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ (ترغیب و ترہیب ص 224)

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ جو شخص مکہ معظمہ سے حج کے واسطے نکلا اور پیدل عرفات گیا پھر واپس بھی وہاں سے پیدل ہی آیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے کروڑوں نیکیاں ملتی ہیں۔

(۱۱) امام بیہقی نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج و عمرہ ساتھ ساتھ ادا کرو۔ اس پاک عمل سے فقر کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کو میل سے پاک کر دیتی ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس مسلمان پر حج فرض ہو جائے اس کو ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اور فرصت کو قضیت جانتا چاہیے۔ نہ معلوم کل کیا پیش آئے اے زفر صفت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش۔ میدان عرفات میں جب حاجی صاحبان اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دین و دنیا کی بھلائی کے لیے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر فرشتوں میں ان کی تعریف فرماتا ہے۔ (مسند احمد)

ابو یعلیٰ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو حاجی راستے میں انتقال کر جائے اس کے لیے قیامت تک ہر سال حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

تفاسیر قرآنی کے مطابق فرضیت حج کا بیان

وَ أَذِّنْ لِّی النَّاسَ بِالْحَجِّ یَا تُوَكِّلُ بِجَالَا وَ عَلٰی كُلِّ مَضَامِرٍ یَّاتِیْنِ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیقٍ (الحج، ۲۷)

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

(۱) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جو اس کی حرمت و فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرندے کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے آتے ہیں تو ادھر ادھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرند بیمار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں اسی سے انہیں شفا ہوتی ہے اور وحوش ایک دوسرے کو حرم میں ایذا نہیں دیتے حتیٰ کہ کتے اس سرزمین میں ہرن پر نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے اور لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف مچھتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

اور ہر شب جمعہ کو ارواح اولیاء اس کے گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کا قصد کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے انہیں

آیات میں سے مقام ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا (مدارک و غازی و احمدی)

(۲) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمہ صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمہ ہے۔ آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر ابو قیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو! تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی۔ یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی۔ ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز لیک پکارا۔ بہت سے سلف سے یہ منقول ہے، پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سوار یوں پر سوار بھی آئیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، حج ۲۷)

اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواروں کا۔ تو ان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدر دانی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری یہ تمنا وہ گنی کہ کاش کہ میں پیدل حج کرتا۔ اس لئے کہ فرمان الہی میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کمال قدرت و قوت کے پا پیادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لئے آئیں گے خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا بھی یہی تھی کہ آیت (فَجَعَلَ الْفِتْنَةَ مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ) لوگوں کے دلوں کو اے اللہ تو ان کی طرف متوجہ کر دے۔ آج دیکھ لو وہ کونسا مسلمان ہے جس کا دل کعبے کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنا نہیں تڑپ نہ رہی ہوں۔

اجماع امت سے فرضیت حج کا بیان

ملک العلماء علامہ کاسانی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف بدائع الصنائع میں حج کی فرضیت پر اجماع کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔ "واما الإجماع: فلأن الأمة أجمعت على فرضيته" یعنی تمام امت نے حج کی فرضیت پر اجماع کیا ہے۔

ائمہ مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت حج کا بیان

علامہ علی بن سلطان ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حج کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع سے محکم ہے۔ قرآن میں اس کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے جو اس کی اس راہ کی طاقت رکھتا ہو "اس آیت میں کلمہ "علی" جو ایجاب کیلئے آیا ہے۔ لہذا حج فرض ہے۔

جبکہ احادیث میں اس کی فرضیت میں کثیر احادیث موجود ہیں۔ جس طرح یہ حدیث ہے۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات پر کہ اللہ کو ایک مانا جائے، نماز کے اہتمام پر، زکوٰۃ کی ادائیگی پر، رمضان کے روزوں پر اور حج پر۔ ایک آدمی نے پوچھا: حج اور رمضان کے روزے؟ انھوں

نے کہا: نہیں، رمضان کے روزے اور حج۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم: ۱۶۰)

(شرح الوکایہ، ج ۱، ص ۳۵۰، بیروت)

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حج کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن سے اس طرح ثابت ہے کہ ”لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے“ حدیث کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں حج کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح کثیر احادیث ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔

(المغنی، ج ۳، ص ۱۶۳، بیروت)

علامہ شرف الدین نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ حج ارکان اسلام میں سے رکن ہے اور اس کے فرائض میں سے فرض ہے۔ اور اس آیت ”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا“ میں داد ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی کیونکہ انہوں نے اس سے حج کے رکن ہونے کا استدلال کیا ہے۔ اور احادیث سے جو استدلال ہے اس کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ حج فرض ہے۔

(المجموع، ج ۴، ص ۷، بیروت)

علامہ شہاب الدین قرانی مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا“ اس آیت میں حکم کا وصفیت کے طریقے پر بیان ہونا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا حج فرض ہے۔ اور باقی دلائل اسی طرح ہیں جس طرح پہلے فقہاء مذاہب ثلاثہ کے ہیں۔ (ذخیرہ، ج ۳، ص ۱۶۷، بیروت)

حج کا زندگی میں ایک بار فرض ہونے کا بیان

2885 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْحَجُّ فِي كُلِّ عَامٍ قَالَ لَوْ قُلْتُ بَعَمَّ لَوْ جَبْتُ وَلَوْ وَجَبْتُ لَمْ تَقُومُوا بِهَا وَلَوْ لَمْ تَقُومُوا بِهَا غَضِبْتُكُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہر سال حج کرنا (فرض ہے)؟

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ لازم ہو جاتا اور اگر یہ لازم ہو جاتا تو تم اسے ادا نہیں کر پاتے اور اگر تم اسے ادا نہیں کر پاتے تو تمہیں عذاب دیا جاتا۔“

2886 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي عَمْرٍاءَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ ابْنًا سَفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْحَجُّ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً قَالَ بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً فَمَنِ اسْتَطَاعَ فَتَطَوَّعَ

2885 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2886 أخرجه ابوداؤد في "المسنن" رقم الحديث: 1111 أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 2619

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اقرع بن حابس نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہر سال حج کرنا لازم ہے یا (زندگی میں) ایک مرتبہ؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ (حج کرنا فرض ہے)۔ البتہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو وہ نفلی حج کر لے۔

حج کی اصطلاحات کا بیان

۱۔ احرام: وہ بغیر سلا لباس جس کے بغیر آدمی میقات سے نہیں گزر سکتا یعنی ایک چادر نئی یا دھلی اوڑھنے کے لیے اور ایسا ہی ایک تہ بند کمر پر لپیٹنے کے لیے، یہ کپڑے سفید اور نئے بہتر ہیں یہ گویا رب العالمین جل جلالہ کی بارگاہ میں حاضری کی ایک وردی ہے، صاف ستھری، سادہ، تکلف اور زیبائش سے خالی۔

۲۔ میقات: وہ جگہ کہ مکہ معظمہ کو جانے والے کو احرام کے بغیر وہاں سے آگے بڑھنا جائز نہیں اگرچہ تجارت وغیرہ کسی اور فرض سے جاتا ہو۔

۳۔ تلبیہ: یعنی لبیک کہنا، لبیک یہ ہے: لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک لا شریک لک ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک لک

۴۔ احرام کے ایک مرتبہ زبان سے لبیک کہنا ضروری ہے اور نیت شرط۔

۵۔ حرم کعبہ: مکہ معظمہ کے گرد اگر دکنی کوس کا جنگل ہے ہر طرف حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدود کے اندر وہاں کے وحشی جانوروں حتیٰ کہ جنگلی کبوتروں کو تکلیف دینا، دنیا بلکہ ترگھاس اکھیرنا تک حرام ہے۔ تمام مکہ مکرمہ، منی، مزدلفہ یہ سب حدود حرم میں ہیں البتہ عرفات داخل حرم نہیں۔

۶۔ حل: حدود حرم کے بعد جو زمین میقات تک ہے اسے حل کہتے ہیں۔

۷۔ طواف: مسجد الحرام میں خانہ کعبہ کے ارد گرد بطریق خاص چکر لگانے کا نام طواف ہے۔

۸۔ مطاف: مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے جس کے کنارے کنارے بکثرت دالان اور آنے جانے کے راستے ہیں۔ بیچ میں خانہ کعبہ کے ارد گرد ایک دائرہ ہے یہی مطاف ہے یعنی طواف کرنے کی جگہ۔

۹۔ رکن: خانہ کعبہ کا گوشہ جہاں اس کی دو دیواریں ملتی ہیں جسے زاویہ کہتے ہیں۔ کعبہ معظمہ کے چار رکن ہیں۔

(۱) رکن اسود: جنوب و مشرق کے گوشہ میں، اسی میں زمین سے اونچا سنگ اسود نصب ہے۔ (۲) رکن عراقی: شمال و مشرق کے گوشہ میں، دروازہ کعبہ انہیں دو رکنوں کے بیچ کی شرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے۔ (۳) رکن شامی: شمال و مغرب کے گوشہ میں، سنگ اسود کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو بیت المقدس سامنے پڑے گا۔ (۴) رکن یمنی: مغرب اور جنوب کے گوشہ میں۔

۱۰۔ ملتزم: مشرقی دیوار کا وہ ٹکڑا جو رکن اسود سے دروازہ کعبہ تک ہے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نماز و دعا سے فارغ ہو کر حاجی یہاں آتے اور اس سے لپٹتے اور اپنا سینہ و پیٹ اور رخسار اس پر رکھتے اور ہاتھ اونچے کر کے دیوار پر پھیلاتے ہیں۔

- ۱۱۔ میزاب رحمت: سونے کا پرنا کہ رکن عراقی شامی کی بیچ کی شمالی دیوار پر کی چھت پر نصب ہے۔
- ۱۲۔ حطیم: اسی شمالی دیوار کی طرف زمین کا ایک حصہ جس کے گرداگرد ایک قوسی رکنان کے انداز کی چھوٹی سی دیوار دی گئی ہے اور دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے۔
- ۱۳۔ مستحار: رکن یمانی اور رکن اسود کے بیچ میں غربی دیوار کا وہ ٹکڑا جو ملتزم کے مقابل ہے۔
- ۱۴۔ مستجاب: رکن یمانی اور رکن اسود کے بیچ میں جنوبی دیوار یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لیے مقرر ہیں اس لیے اس کا نام مستجاب رکھا گیا ہے۔
- ۱۵۔ اضطباع: شروع طواف سے پہلے چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں کنارے بائیں موٹہ سے پر اس طرح ڈال دینا کہ داہنا موٹہ ہا کھلا رہے۔
- ۱۶۔ رمل: طواف کے پہلے تین پھیروں میں جلد جلد چھوٹے قدم رکھنا اور شانے ہلانا جیسے کہ قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں نہ کودنا نہ دوڑنا۔
- ۱۷۔ استلام: دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر حجر اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے کا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینا۔
- ۱۸۔ حجر اسود: یہ کالے رنگ کا ایک پتھر ہے حدیث میں ہے کہ حجر اسود جب جنت سے نازل ہوا دودھ سے زیادہ سفید تھا نبی آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا (ترمذی) خانہ کعبہ کے طواف کے شروع اور ختم کرنے کے لیے وہ ایک نشان کا کام دیتا ہے۔
- ۱۹۔ مقام ابراہیم: دروازہ کعبہ کے سامنے ایک قبہ میں وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا ان کے قدم پاک کا اس پر نشان ہو گیا جواب تک موجود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آیات و بنیات میں شمار فرمایا۔
- ۲۰۔ قبہ زمزم شریف: یہ قبہ مقام ابراہیم سے جنوب کو مسجد شریف ہی میں واقع ہے اور اس قبہ کے اندر زمزم کا چشمہ ہے۔
- ۲۱۔ باب الصفا: مسجد شریف کے جنوبی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے نکل کر سامنے کوہ صفا ہے۔
- ۲۲۔ صفا: کعبہ معظمہ سے جنوب کو ہے یہاں زمانہ قدیم میں ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے اب وہاں قبلہ رخ ایک دالان سا بنا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں۔
- ۲۳۔ مروہ: دوسری پہاڑی صفا سے جانب شرق تھی یہاں بھی اب قبلہ رخ دالان سا بنا ہے اور سیڑھیاں صفا سے مروہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے صفا سے چلتے ہوئے داہنے ہاتھ کو دکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد حرام ہے۔
- ۲۴۔ میلین انخضرین: اس فاصلہ کے وسط میں جو صفا سے مروہ تک ہے۔ دیوار حرم شریف ہیں دو سبز میل نصب ہیں جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے۔ اب تو وہاں سبز رنگ کے ٹیوب بجلی کے ہمیشہ شب و روز روشن رہتے ہیں۔
- ۲۵۔ مسعی: وہ فاصلہ کہ ان دونوں نشانوں کے درمیان ہے اس فاصلہ کو دوڑ کر طے کیا جاتا ہے مگر نہ حد سے زائد دوڑتے نہ کسی کو ایذا لگے دیتے۔

- ۲۶۔ منی: صفا سے مروہ اور پھر مروہ سے صفا کی طرف جانا آنا اور میلین اخضرین کے درمیان دوڑنا سنی ہے۔
- ۲۷۔ خلق: سارا سر منڈانا اور یہ افضل ہے۔۔۔ تقصیر: بال کتر وان کہ اس کی اجازت ہے۔
- ۲۸۔ موقف: عرفات میں وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دعا کا حکم ہے۔
- ۲۹۔ بطنِ عرفہ: عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد نمرہ کے مغرب کی طرف یعنی کعبہ معظمہ کی طرف، یہاں جائز نہیں یہاں قیام یا وقوف کیا تو حج ادا نہ ہوگا۔
- ۳۰۔ مسجد نمرہ: میدانِ عرفات کے بالکل کنارہ پر ایک عظیم مسجد ہے اس کی مغربی دیوار اگر گرے تو بطن میں گرے گی۔
- ۳۱۔ جبلِ رحمت: عرفات کا ایک پہاڑ زمین سے تقریباً ۳۰۰ فٹ اونچا اور سطح سمندر سے ۷۰۰ فٹ اونچا ہے اسے موقفِ اعظم بھی کہتے ہیں اسی کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ہے جہاں سیاہ پتھروں کا فرش ہے۔
- ۳۲۔ مزدلفہ: عرفات اور منی کے درمیان ایک کشادہ میدان ہے عرفات سے تقریباً تین میل دور یہاں سے منی کا فاصلہ بھی تقریباً اتنا ہی ہے کہتے ہیں کہ عرفات میں قبولِ توبہ کے بعد حضرت آدم اور اماں حوا علیہما السلام مزدلفہ ہی میں ملے تھے۔
- ۳۳۔ مازنین: عرفات اور مزدلفہ کے پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ اسی راستے تشریف لائے تھے۔
- ۳۴۔ مشعرِ حرام: اس خاص مقام کا نام ہے جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے اور خود سارے مزدلفہ کو بھی مشعرِ حرام کہتے ہیں۔ مزدلفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کی جگہ گنبد بنادیا گیا تھا آج کل یہاں ایک مسجد بھی ہے جسے مسجد مشعر الحرام کہا جاتا ہے مشعر حرام کو قرح بھی کہتے ہیں۔
- ۳۵۔ وادیِ محشر: یہ وہی مقام ہے جہاں اصحابِ فیل کے ہاتھی تھک کر رہ گئے اور مکہ معظمہ کی طرف آگے نہ بڑھ سکے اور سب ہلاک ہو گئے۔
- ۳۶۔ منی: ایک وسیع اور کشادہ میدان جو پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے مزدلفہ سے یہاں آ کر رمی جمار، قربانی وغیرہ افعال ادا کئے جاتے ہیں۔
- ۳۷۔ مسجد خیف: منی کی مشہور اور بڑی مسجد کا نام ہے خیف وادی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس مسجد میں ۷۰) ستر نبی آرام فرما رہے ہیں مسجد خیف پر ہشت پہلو قبۃ ہے اس قبۃ کی جگہ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ بہت سے پیغمبروں نے نمازیں یہاں ادا فرمائی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ بھی یہاں نصب کیا گیا تھا۔
- ۳۸۔ رمی: منی میں واقع تین جہروں پر کنکریاں مارنے کو کہتے ہیں۔
- ۳۹۔ جمار: منی کے میدان میں پتھر کے تین ستون کھڑے ہیں ان ہی کا نام جمار ہے ان میں سے پہلے کا نام حجرہ اولی، دوسرے کا نام حجرہ وسطیٰ اور تیسرے کا نام حجرہ عقبیٰ ہے یہ مکہ معظمہ سے منی آتے ہوئے پہلا منارہ ہے۔
- ۴۰۔ وقوفِ عرفہ: نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا اور اللہ کے حضور زاری اور خالص نیت سے ذکر و لبیک و دعا و درود و

استحباب اور کرۂ وحید میں مشغول رہتے اور نہ زکیر و عمر ہوا کرتے اور نہ ز سے فراغت کے بعد باغیوں غروب آفتاب تک دعا میں اپنی وقت گزارتے۔ (فقہی کتب و شروحات)

بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

یہ باب حج اور عمرہ کرنے کی فضیلت میں ہے

2887- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ الْمَتَابَةَ بَيْنَهُمَا تَنْفِي الشُّكْرَ وَالشُّكْرُ كَمَا يَنْفِي الْكِبْرُ حَيْثُ الْعَلِيدُ

•• حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ فرماؤں نقل کرتے ہیں۔

"اے لوگو! تم میرے لئے پیچھے رو دو کیونکہ انیس آگے پیچھے کرنا غربت اور غنا ہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح بھی رنگ و ختم کر دیتی ہے۔"

2888- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

•• یہ روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی منقول ہے۔

2889- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ مَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ فرماؤں نقل کرتے ہیں۔

ایک عمرہ دوسرے عمرے تک درمیان میں جوئے والے نہ ہوں گا کئے رو میں جاتا ہے اور ہر درج کا بدلہ صرف جنت ہے۔

2890- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُسْعَرٍ وَصَفِيَّانَ عَنْ مُنْصَوِّرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَشْغُ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ

نفس

2891- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

2892- خَرُجَ فِي "الْمَجْمُوعِ" 173 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 173 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 2276 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 2828

2893- خَرُجَ فِي "الْمَجْمُوعِ" 173 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 173 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 2276 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 2828

2894- خَرُجَ فِي "الْمَجْمُوعِ" 173 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 173 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 2276 خَرُجَ فِي "مُسْنَدِ" 2828

» حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ فرمان اقل کرتے ہیں:

جو شخص اس گھر کا حج کرے وہ برائی نہ کرے، فسق نہ کرے تو جب وہ واپس جاتا ہے تو یوں ہوتا ہے جیسے ابھی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔

شرح

جو شخص اللہ کے لئے حج کرے "کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور صرف اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے حج کرے، دکھانے، سنانے کا جذبہ یا غرض و مقصد پیش نظر نہ ہو۔ اس سلسلے میں اتنی بات ضرور جان لینی چاہئے کہ جو شخص حج اور تجارت یا مال وغیرہ لانے، دونوں کے قصد سے حج کے لئے جائے گا تو اسے ثواب کم ملے گا بہ نسبت اس شخص کے جو صرف حج کے لئے جائے گا کہ اسے ثواب زیادہ ملے گا۔ "رفٹ" کے معنی ہیں جماع کرنا، فحش گوئی میں مبتلا ہونا اور عورتوں کے ساتھ ایسی باتیں کرنا جو جماع کا داعیہ اور اس کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ "اور نہ فسق میں مبتلا ہو" کا مطلب یہ ہے کہ حج کے دوران گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے۔ یہ ذہن میں رہے کہ گناہوں سے توبہ نہ کرنا بھی کبیرہ گناہوں ہی میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ بانی سے واضح ہوتا ہے آیت (وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ)۔ اور جس نے توبہ نہیں کی تو یہی وہ ہیں جو اپنے حق میں ظالم ہیں۔ حاصل یہ کہ جو شخص خالصۃً حج کرے اور اس حج کے دوران جماع اور فحش گوئی میں مبتلا نہ ہو اور نہ گناہ کی دوسری چیزوں کو اختیار کرے تو گناہ سے ایسا ہی پاک و صاف ہو کر حج سے واپس آتا ہے جیسا کہ گناہوں سے پاک و صاف ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

حج کے فضائل کا بیان

امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المندری التونی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے حج کیا اور (اس میں) جماع یا اس کے متعلق باتیں نہیں کیں اور کوئی گناہ نہیں کیا وہ گناہوں سے اس طرح (پاک) لوٹے گا جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(صحیح بخاری صحیح مسلم سنن نسائی سنن ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک عمرہ سے لے کر دوسرا عمرہ اس کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے۔

(موطا امام مالک صحیح بخاری صحیح مسلم جامع ترمذی سنن نسائی سنن ابن ماجہ حلیۃ الاولیاء)

حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام ڈالا تو میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا آپ نے فرمایا اے عمرو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا جو چاہو شرط لگاؤ میں نے عرض کیا میری مغفرت کر دی جائے آپ نے فرمایا اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اس سے پہلے

کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت اس سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج اس سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم صحیح ابن خزیمہ)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے رائے میں جہاد افضل ہے کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا لیکن الفضل حج مبرور ہے۔ امام نسائی نے اس حدیث کو سند حسن سے روایت کیا ہے۔

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر کمزور آدمی کا جہاد حج ہے۔

(سنن ابی ماجہ)

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے پوچھا گیا بر کیا ہے؟ فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے امام طبرانی نے المعجم الاوسط روایت کیا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا حج کرنے والا اپنے خاندان کے چار سو آدمیوں کے لیے شفاعت کرتا ہے اور اپنے گناہوں سے اس طرح نکل آتا ہے جس دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص مسجد حرام کے قصد سے روانہ ہوا اور اپنے اونٹ پر سوار ہوا اس کے اونٹ کے ہر قدم کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھ دے گا اور اس کا ایک گناہ مٹا دے گا اور اس کا ایک درجہ بلند کر دے گا حتیٰ کہ جب وہ بیت اللہ پہنچ کر طواف کرے گا اور صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرے گا پھر سر منڈوائے یا بال کٹوائے گا تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا جس دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(سنن بیہقی)

حضرت زاذان (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سخت بیمار ہو گئے انہوں نے اپنے تمام بیویوں کو بلا کر فرمایا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مکہ سے پیدل حج کے لیے روانہ ہوا حتیٰ کہ واپس مکہ پہنچ گیا اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ سات سو نیکیاں لکھ دے گا اور ہر نیکی حرم کی نیکیوں کی طرح ہوگی ان سے پوچھا گیا اور حرم کی نیکیاں کتنی ہیں انہوں نے فرمایا ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے دونوں نے عیسیٰ بن سوارہ سے روایت کیا ہے حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام ابن خزیمہ نے کہا اگر حدیث صحیح ہو تب بھی عیسیٰ بن سوارہ کے متعلق دل میں تشویش ہے امام بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔ (حافظ ابی نعیم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے امام بزار نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے کہ ایک سند میں کذاب راوی ہے اور دوسری سند میں اسماعیل بن ابراہیم کی سعید بن جبیر سے روایت ہے اور اس کو میں نہیں پہچانتا اور اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۹) میں کہتا ہوں کہ امام ابویعلیٰ کی سند میں سعید بن جبیر سے روایت کرنے والا

مجہول ہے اور یہ سند منقطع ہے۔)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں اللہ نے ان کو بلایا تو انہوں نے لبیک کہا یہ اللہ سے سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام ابن جبان نے اپنی سنن اور صحیح میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: حج کرنے والے کی مغفرت کی جائے گی اور جس کے لیے حج کرنے والا استغفار کرے گا اس کی مغفرت کی جائے گی۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۶ مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مسجد خیف میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انصاری اور ایک ثقفی آئے انہوں نے آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سلام عرض کیا اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپ سے ایک سوال کرنے آئے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں خود تمہارا سوال بیان کروں اور اگر تم چاہو تو تم سوال کرو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ بیان فرمائیں ہمارا ایمان اور زیادہ ہو گیا! انصاری نے ثقفی سے کہا تم سوال کرو اس نے کہا بلکہ تم سوال کرو انصاری نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے! آپ نے فرمایا تم یہ سوال کرنے آئے ہو کہ جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لیے روانہ ہو اور بیت اللہ کا طواف کرو تو اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ اور رمی جمار کا کیا اجر ہے؟ اور نحر (قربانی) کا کیا اجر ہے؟ اور سر منڈانے کا کیا اجر ہے؟ اور اس کے بعد طواف (زیارت) کا کیا اجر ہے؟ انصاری نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم آپ سے یہی سوال کرنے آئے تھے آپ نے فرمایا۔

جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لیے روانہ ہوتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم رکھنے اور اٹھانے کے بدلہ میں اللہ تمہاری ایک نیکی لکھتا ہے ایک گناہ مٹاتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جب تم طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہو تو تمہاری ایک نیکی لکھتا ہے ایک گناہ مٹاتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جب تم طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہو تو تمہیں اولاد اسماعیل سے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے اور جب تم صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرتے ہو تو تمہیں ستر غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے اور جب تم زوال آفتاب کے بعد میدان عرفات میں وقوف کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرے وہ بندے ہیں جو دور دراز کے علاقوں سے بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کے ساتھ آئے ہیں یہ میری رحمت اور میری مغفرت کی امید رکھتے ہیں سو اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں تو اللہ ان کو معاف کر دے گا میرے بندو! عرفات سے مزدلفہ کی طرف جاؤ تمہاری بھی مغفرت ہوگی اور جن کی تم شفاعت کرو گے اس کی بھی مغفرت ہوگی اور جب تم رمی جمار (کنکری پھینکتے ہو) کرتے ہو تو ہر کنکری کے بدلہ میں تمہارا ایک کبیرہ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور تمہاری قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ کی جائے گی اور جب تم سر منڈاتے ہو تو ہر بال کے بدلہ میں ایک گناہ

معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! اگر اس کے گناہ کم ہوں؟

آپ نے فرمایا تو پھر اس کی نیکیاں ذخیرہ کی جائیں گی اور جب تم اس کے بعد طواف (زیارت) کرو گے تو تم اس حال میں طواف کرو گے کہ تمہارا کوئی گناہ نہیں ہوگا پھر ایک فرشتہ تمہارے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا جاؤ از سر نو عمل کرو تمہارا پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں (المطالب العالیہ ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۳ توزیع عباس احمد الباز مکہ مکرمہ)

حافظ البیہقی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں اسماعیل بن رافع نام کا ایک ضعیف راوی۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۷۶)

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے حج کی عبادات انجام دیں اور مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ کے شر سے محفوظ رہے اس کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی ایک ضعیف راوی ہے۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ بیت اسلام کا ستون ہے جو شخص حج عمرہ یا زیارت کے قصد سے اس بیت کے لیے روانہ ہو تو اللہ اس بات کا ضامن ہے کہ اگر وہ اس دوران فوت ہو گیا تو اس کو جنت میں داخل کر دے اور اگر اس کو لوٹائے تو اجر اور غنیمت کے ساتھ لوٹائے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص حج یا عمرہ کے لیے روانہ ہو اور راستہ میں مر گیا اس سے حساب نہیں لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

حافظ البیہقی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ایک راوی عائد بن بشیر ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص حج کے لیے روانہ ہو اور مر گیا اس کے لیے قیامت تک حج کا اجر لکھا جاتا رہے گا اور جو شخص عمرہ کے لیے روانہ ہو اور مر گیا اس کے لیے قیامت تک عمرہ کا اجر لکھا جاتا رہے گا اور جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے روانہ ہو اور مر گیا اس کے لیے قیامت تک غازی کا اجر لکھا جاتا رہے گا۔

اس حدیث کو بھی امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ (المطالب العالیہ ج ۱ ص ۳۲۶-۳۲۷ توزیع عباس احمد الباز مکہ مکرمہ)

حافظ البیہقی نے لکھا ہے اس حدیث کو سند میں جمیل بن ابی میمونہ ہے امام ابن حبان نے اس کا ثبات میں ذکر کیا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۹)

بَاب الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

یہ باب پالان پر (سوار ہو کر) حج کرنے میں ہے

2890- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَحْلٍ رَثٍ وَقِطِيفَةٍ تُسَاوِي أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ أَوْ لَا تُسَاوِي ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَاجَّةً لَا رِيَاءَ لِي بِهَا وَلَا سُمْعَةً

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ایک بوسیدہ پالان پر اور ایک چادر پر بیٹھ کر حج کیا تھا جس کی قیمت چار درہم تھی یا شاید اس کے برابر بھی نہیں تھی۔ پھر بھی آپ ﷺ نے یہ دعا کی تھی۔
”اے اللہ! یہ ایسا حج ہو جس میں کوئی ریا کاری اور دکھاوانہ ہو۔“

2891- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ آتَى وَادٍ هَذَا قَالُوا وَادِي الْأَزْرَقِ قَالَ كَاتِبِي أَنْظُرِي إِلَى مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِنْ طُولِ شَعْرِهِ شَيْئًا لَا يَحْفَظُهُ دَاوُدُ وَاضْمًا أَصْبَغَهُ فِي أُذُنَيْهِ لَهُ جُورٌ إِلَى اللَّهِ بِالتَّحْلِيَةِ مَارًا بِهَذَا الْوَادِي قَالَ ثُمَّ مَرَرْنَا حَتَّى آتَيْنَا عَلَى ثِيَابَةٍ فَقَالَ آتَى ثِيَابَةٍ هَذِهِ قَالُوا ثِيَابَةُ هَرْمَسَى أَوْ لَفِيت قَالَ كَاتِبِي أَنْظُرِي إِلَى يُوسَى عَلَى نَاقَةٍ خُمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةٌ صُوفٍ وَخِطَامٌ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ مَارًا بِهَذَا الْوَادِي مُلَبًّا

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان (سفر کر رہے) تھے۔ ہمارا گزرا ایک وادی سے ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ وادی ازرق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: گویا میں اس وقت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں (راوی کہتے ہیں: اس کے بعد میرے استاد نے حضرت موسیٰ کے بالوں کی لمبائی کے بارے میں کچھ الفاظ نقل کیے جو داؤد نامی راوی کو یاد نہیں رہے)۔ انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈالی ہوئی ہیں اور تلبیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: پھر ہم چلتے رہے ہم ایک گھاٹی کے پاس پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ ہرشی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) یہ لفت نامی گھاٹی ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس وقت بھی گویا حضرت یونس کو دیکھ رہا ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں انہوں نے اونٹنی کی آٹنی کی لگام کھجور

2890: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2891: اخرجہ مسلم فی "الحج" رقم الحدیث: 419 و رقم الحدیث: 428

کی شاخوں سے بنی ہوئی ہے۔ اور وہ تکیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

بَاب فَضْلِ دُعَاءِ الْحَاجِّ

یہ باب حاجی کی دعا کی فضیلت میں ہے

2892- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَالِحٍ مَوْلَى يَتَى عَامِرٍ حَدَّثَنِی یَعْقُوبُ بْنُ یَحْیٰی بْنِ عَبَّادٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْحَاجُّ وَالْعُمَرَاءُ وَقَدْ أَدَّاهُ اللَّهُ إِنْ دَعَا أَعَابَهُمْ وَإِنْ اسْتَغْفَرُوا غُفِرَ لَهُمْ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

”حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں اگر وہ اس سے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیتا ہے۔“

شرح

کعبہ مکرمہ کو بیت اللہ فرمایا گیا ہے یعنی وہ اللہ جل شانہ کا گھر ہے جو شخص اس کے گھر کی زیارت کے لئے جاتا ہے وہ اس کا مہمان ہوتا ہے جس طرح میزبان اپنے مہمان کی ہر جائز خواہش کا احترام کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے مہمانوں کی لاج رکھتا ہے جو وہ مانگتے ہیں قبول فرماتا ہے وہ اگر اپنی مغفرت و بخشش چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت و بخشش کی دولت سے نوازتا ہے۔

2893- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغَارِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتِمِرُ وَقَدْ أَدَّاهُ اللَّهُ دَعَاهُمْ فَأَجَابُوهُ وَسَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ

••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

”اللہ کی راہ میں جنگ میں حصہ لینے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا وفد (یعنی مہمان ہیں) ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بلاتا ہے تو وہ لوگ آ جاتے ہیں۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرتا ہے۔“

2894- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَالِمِ بْنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْكَافَرِ قَالَ لَوْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ لَهُ وَقَالَ لَهُ يَا أَخِي أَشْرِكُنَا فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا

2892: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2893: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2894: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1498 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 3502

• • • حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اجازت عطا کر دی اور ان سے فرمایا: اے میرے چھوٹے بھائی! اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک کرنا اور ہمیں بھول نہ جانا۔

2895- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ قَالَ وَكَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي الدَّرْدَاءِ لَمَّا تَهَا فَوَجَدَتْ أُمَّ الدَّرْدَاءِ وَلَمْ يَجِدْ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَقَالَتْ لَهُ تَرِيدُ الْحَجَّ الْعَامَ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا بِخَيْرٍ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ دَعْوَةُ الْمَرْءِ مُسْتَجَابَةٌ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ يُؤْمِنُ عَلَى دُعَائِهِ كُلَّمَا دَعَا لَهُ بِخَيْرٍ قَالَ آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلِهِ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الشَّوْرِ فَلَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَحَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذَلِكَ

• • • صفوان بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ان کی اہلیہ تھیں۔ ایک مرتبہ وہ ان کے پاس آئے تو وہاں سیدہ اُمّ درداء رضی اللہ عنہا موجود تھیں، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ سیدہ اُمّ درداء رضی اللہ عنہا نے ان سے دریافت کیا: تم اس سال حج کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! سیدہ اُمّ درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بھی بھلائی کی دعا کرنا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”آدی کی اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں کی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے آدی کے سرہانے ایک فرشتہ موجود ہوتا ہے جو اس کی دعا پر آمین کہتا ہے۔ جب بھی آدی (دوسرے کے لئے) دعائے خیر کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: آمین۔ اور تمہیں بھی اس کی مانند ملے۔“

صفوان کہتے ہیں: میں وہاں سے بازار چلا گیا وہاں میری ملاقات حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند حدیث مجھے سنائی۔

حاجی سے دعا کرانے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم حاجی سے ملاقات کرو تو اس کو سلام کرو اس سے مصافحہ کرو اور اس سے اپنے لئے بخشش کی دعا کرنے کو کہو اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اور یہ اس لئے کہ اس کی بخشش کی جا چکی ہے۔ (احمد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث، 1077)

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے حاجی مستجاب الدعوات ہو جاتے ہیں جس وقت کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہیں اور گھر واپس آنے کے چالیس روز بعد تک ایسے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ زمانہ میں دستور تھا اور اب بھی ہے کہ جب حجاج اپنے گھر واپس آتے تھے تو لوگ ان کے استقبال کے واسطے جایا کرتے تھے اور ان کی غرض یہ ہوتی تھی کہ چونکہ اس شخص کی مغفرت ہو چکی ہے

اور یہ گناہوں سے پاک ہو کر آیا ہے اس سے مل کر مصافحہ کریں پیشتر اس کے کہ وہ دنیا میں ملوث ہو جائے تاکہ ہم کو بھی ان سے کچھ فیض پہنچے۔ اگرچہ آج کل یہ غرض کم اور نام و نمود کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔

چنانچہ اس حدیث میں بھی حاجی سے سلام و مصافحہ کرنے کے لئے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ اس وقت تک دنیا میں ملوث اور اپنے اہل و عیال میں مشغول نہیں ہوتا بلکہ اس وقت تک وہ اللہ کے راستہ ہی میں ہوتا ہے اور گناہوں سے پاک و صاف ہوتا ہے اور اس صورت میں حاجی چونکہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ اس سے اپنے لئے مغفرت و بخشش کی دعا کراؤ تاکہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور تمہیں مغفرت و بخشش سے نوازے۔

علماء لکھتے ہیں کہ عمرہ کرنے والا، جہاد کرنے والا اور دینی طالب علم بھی حاجی کے حکم میں یعنی جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے گھر آئیں تو ان سے بھی گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام و مصافحہ کیا جائے اور دعاء بخشش و مغفرت کی درخواست کی جائے کیونکہ یہ لوگ بھی مغفور ہوتے ہیں۔

حج کرتے ہوئے فوت ہو جانے والے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج یا عمرہ اور یا جہاد کے ارادہ سے گھر سے نکلا اور پھر اس کے راستہ میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہاد کرنے والے اور حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے ہی کا ثواب لکھتا ہے۔ (تہذیب، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث، 1078)

انہیں لوگوں کے حکم میں دینی طالب علم بھی ہے یعنی اگر کوئی شخص دین کا علم حاصل کرنے کے لئے اپنے گھر سے نکلا اور پھر وہ راستہ میں مر گیا تو اس کے لئے بھی عالموں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

بَاب مَا يُوجِبُ الْحَجَّ

یہ باب ہے کہ کون سی چیز حج کو لازم کرتی ہے؟

2896- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ الْمَكِّيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُومِيِّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُوجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا الْحَاجُّ قَالَ الشَّعْبُ الْفِطْلُ وَقَامَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْحَجُّ قَالَ الْعَجُّ وَالشَّجُّ قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي بِالْعَجِّ الْعَجِيجَ بِالتَّلْيَةِ وَالشَّجِّ نَحْرَ الْبَدَنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یا رسول

اللہ! کون سی چیز حج کو فرض کرتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: زاد راہ اور سواری (دستیاب ہونا)۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ!

کون شخص حاجی شمار ہوتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں اور (اس کے جسم پر) میل ہو۔ ایک اور صاحب کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! حج کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حج اور حج و کعبہ کہتے ہیں حج سے مراد بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا اور حج سے مراد قربانی کا جانور قربان کرنا ہے۔

شرح

سوال کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ کا مطلب یہ ہے کہ حج واجب ہونے کی شرط کیا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چیز تو زاد راہ بتایا جس کی مراد یہ ہے کہ اتنا مال و زر جو سفر حج میں جانے اور آنے کے اخراجات اور تاواپسی اہل و عیال کی ضروریات کے لئے کافی ہو اور دوسری چیز سواری بتائی جس پر سوار ہو کر بیت اللہ تک پہنچا جاسکے اگرچہ حج کے واجب ہونے کی شرطیں اور بھی ہیں مگر یہاں بطور خاص ان ہی دونوں چیزوں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اصل میں یہی دو شرائط ایسی ہیں جو حج کے لئے بنیادی اور ضروری اسباب کا درجہ رکھتے ہیں۔

یہ حدیث حضرت امام مالک کے مسلک کی تردید کرتی ہے ان کے ہاں اس شخص پر بھی حج واجب ہوتا ہے جو پیادہ چلنے پر قادر ہو اور تجارت یا محنت مزدوری کے ذریعہ سفر حج کے اخراجات کے بقدر روپے پیسے حاصل کر سکتا ہو۔

حج ان شرائط کے پائے جانے کے بعد فرض ہوتا ہے۔ (۱) مسلمان ہونا، کافر پر حج فرض نہیں ہے (۲) آزاد ہونا، لونڈی غلام پر حج فرض نہیں ہے۔ (۳) عاقل ہونا، مجنون، مست اور بے ہوش پر حج فرض نہیں۔ (۴) بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔ (۵) صحت مند و تندرست ہونا، بیمار، اندھے، لنگڑے، اپاہج پر حج فرض نہیں (۶) قادر ہونا یعنی اس قدر مال کا مالک ہونا جو ضرورت اصلیہ اور قرض سے زائد ہو اور اس کے زاد راہ اور سواری کے کرایہ و خرچ کے لئے کافی ہو جائے نیز جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے لئے بھی اس میں سے اس قدر چھوڑ جائے جو اس کی واپسی تک ان لوگوں کو کفایت کر سکے۔ (۷) راستے میں امن ہونا، اس بارے میں اکثر کا اعتبار ہے یعنی اگر اکثر لوگ امن و امان سے پہنچ جاتے ہوں تو حج فرض ہوگا، مثلاً اگر اکثر لوگ راستے میں ڈاکہ زنی وغیرہ سے لٹ جاتے ہوں یا کوئی ایسا دریا اور سمندر حائل ہو جس میں بکثرت جہاز ڈوب جاتے ہوں اور اکثر ہلاک ہو جاتے ہوں یا راستے میں اور کسی قسم کا خوف ہو تو ایسی حالت میں حج فرض نہیں ہوگا، ہاں اگر یہ حادثات کبھی کبھی اتفاقی طور پر ہو جاتے ہیں تو پھر حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی (۸) عورت کے لئے ہمراہی میں شوہر یا کسی اور محرم کا موجود ہونا جب کہ اس کے یہاں سے مکہ کی دوری بقدر مسافت سفر یعنی تین دن کی ہو۔ اگر شوہر یا محرم ہمراہی میں نہ ہوں۔ تو پھر عورت کے لئے سفر حج اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور محرم کا عاقل بالغ ہونا اور مجوسی و فاسق نہ ہونا بھی شرط ہے۔ محرم کا نفقہ اس عورت پر ہوگا جو اپنے اپنے ساتھ حج میں لے جائے گی۔ نیز جس عورت پر حج فرض ہو وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی محرم کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے۔

اگر کوئی نابالغ لڑکا یا غلام احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو جائے یا آزاد ہو جائے اور پھر وہ حج پورا کرے تو اس صورت میں فرض ادا نہیں ہوگا! ہاں اگر لڑکا فرض حج کے لئے از سر نو احرام باندھے گا تو صحیح ہو جائے گا۔ لیکن غلام کا احرام فرض حج کے لئے اس صورت میں بھی درست نہیں ہوگا۔

2897- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْقُرَشِيُّ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ وَانْخَبَرَنِيهِ أَيْضًا عَنْ

ابْنِ عَطَاءٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ يَغْنِيَانِ قَوْلَهُ (مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا)

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ زاد راہ اور ہر سواری۔

نبی اکرم ﷺ کی مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تھا۔

”جو شخص وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔“

(تو یہاں استطاعت رکھنے سے مراد زاد سفر اور سواری رکھنا ہے)

حج کی استطاعت کی تفصیل کا بیان

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۳۵۰ھ لکھتے ہیں: استطاعت میں تین قول ہیں: امام شافعی کے نزدیک استطاعت مال سے ہوتی ہے اور یہ سفر خرچ اور سواری ہے امام مالک کے نزدیک استطاعت بدن کے ساتھ ہوتی ہے یعنی وہ شخص صحت مند اور تندرست ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک استطاعت مال اور بدن دونوں کے ساتھ مشروط ہے۔

(الکف والعمیون ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی نے بھی استطاعت کی تفسیر مال اور بدن دونوں کے ساتھ کی ہے۔

(زاد البیہر ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

فتاویٰ عالمگیری میں استطاعت کی تفصیل میں حسب ذیل امور مذکور ہیں:

(۱) حج کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی رہائش کپڑوں نوکروں گھر کے سامان اور دیگر ضروریات سے اس قدر زائد ہو کہ مکہ مکرمہ تک جانے کے دوران حج تک وہاں رہنے اور پھر واپس آنے کے لیے اور سواری کے خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال ہو جس سے وہ اپنے قرضہ جات ادا کر سکے اور اس عرصہ کے لیے اس کے اہل و عیال کا خرچ پورا ہو سکے اور گھر کی مرمت اور دیگر مصارف ادا ہو سکیں۔

(۲) اس کو یہ علم ہو کہ اس پر حج کرنا فرض ہے جو شخص دارالاسلام میں رہتا ہے اس کے لیے دارالاسلام میں رہنا اس علم کے قائم مقام ہے اور جو شخص دارالحرب میں ہو اس کو دو مسلمان خبر دیں یا ایک عادل مسلمان خبر دے کہ اس پر حج فرض ہے تو یہ اس کے علم کے لیے کافی ہے۔

(۳) وہ شخص سالم الاعضاء اور تندرست ہو حتیٰ کہ لوے لنگڑے مفلوج ہاتھ پیر پریدہ بیمار اور بہت بوڑھے شخص پر حج فرض نہیں ہے اگر وہ سفر خرچ اور سواری کے مالک ہوں تب بھی ان پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور نہ بیمار شخص پر حج کی وصیت کرنا فرض ہے۔ (بخاری القدیر والحر الرائق) اسی طرح جو شخص قیدی ہو یا جو شخص سلطان سے خائف ہو جس نے اس کو حج کرنے سے منع کیا ہو اس پر بھی حج کرنا

فرض نہیں ہے (انہر الفائق) اور جو شخص نابینا ہو اس پر بھی حج کرنا فرض نہیں ہے اور نہ اپنے مال سے حج کرنا فرض ہے اگر اس کو قاند میسر ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی حج فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اس میں دو روایتیں ہیں۔

(قاضی خاں)

(۴) اگر راستہ میں سلامتی غالب ہو تو اس پر حج فرض ہے اور اگر سلامتی غالب نہ ہو تو پھر حج فرض نہیں ہے۔

(۵) اگر اس کے شہر اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت کے لیے ضرورت ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا اس کا محرم ہو اور محرم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مامون آزاد اور عاقل اور بالغ ہو محرم کا خرچ حج کرنے والے کے ذمہ ہے۔

(۶) عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس وقت میں عدت و قات یا عدت طلاق نہ گزار رہی ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱۹-۲۱۷ مطبوعہ مطبعہ امیر یہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

آج کل استطاعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ حج کرنے والے کو حج پاسپورٹ اور حج ویزا مل جائے اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ شوال میں عمرہ کرنے والے پر حج فرض ہو جاتا ہے ان کا قول باطل ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

قدرت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید کا بیان

حافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو جس کے ذریعہ وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو اس کوئی افسوس نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ نصرانی ہو کر مرے۔ اس حدیث کو بھی امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ان حدیثوں میں حج نہ کرنے والے پر تغلیظ وعید کی گئی ہے۔

حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اسلام کے آٹھ حصے ہیں ایک حصہ اسلام ہے ایک حصہ نماز ہے ایک حصہ زکوٰۃ ہے ایک حصہ حج بیت اللہ ہے ایک حصہ نیکی کا حکم دینا ہے ایک حصہ برائی سے روکنا ہے ایک حصہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے وہ شخص نامراد ہے جس کا کوئی حصہ نہیں ہے اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے۔ (غالباراوی ایک حصہ کا ذکر کرنا بھول گیا)

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے: جس بندہ کا جسم تندرست ہو اور وہ مالی اعتبار سے خوشحال ہو اور وہ پانچ سال تک میرے پاس نہ آئے وہ ضرور محروم ہے۔ (صحیح ابن حبان و سنن بیہقی) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۲-۲۱۱ مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ۔ ۱۴۰۷ھ)

حلال مال سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام مال سے حج کرنے کی مذمت

حافظ منذری بیان کرتے ہیں: حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں سات سو گنا زیادہ خرچ کرنے کی مثل ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے امام طبرانی نے معجم اوسط میں اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے امام احمد کی اسناد حسن ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثل ہے ایک درہم سات سو گنا زیادہ ہے اس حدیث کو بھی امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب حج کرنے والا پاکیزہ کمائی لے کر نکلتا ہے اور اپنا پیر رکاب میں ڈالتا ہے اور اللھم لبیک اللھم لبیک سے ندا کرتا ہے تو آسمان سے ایک منادی کہتا ہے لبیک وسعدیک تمہارا سفر خرچ حلال ہے تمہاری سواری حلال ہے تمہارا حج مبرور (مقبول) ہے اس میں گناہ نہیں ہے اور جب وہ حرام مال سے حج کے لیے روانہ ہوتا ہے اور اپنا پاؤں رکاب میں ڈالتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو آسمان سے ایک منادی کہتا ہے تمہارا لبیک کہنا مقبول نہیں تمہارا زاد اور اہ حرام ہے تمہارا خرچ حرام ہے تمہارا حج گناہ ہے مقبول نہیں منادی ندا کرتا ہے تمہارا لبیک کہنا مقبول نہیں تمہارا زاد اور اہ حرام ہے خرچ حرام ہے تمہارا حج گناہ ہے مقبول نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں اور امام اصہبانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۸۱-۱۷۹ مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۰۷ھ)

بَابُ الْمَرْأَةِ تَحُجُّ بِغَيْرِ وَلِيٍّ

یہ باب عورت کا ولی کے بغیر حج کرنے میں ہے

2898- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ سَفَرًا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا مَعَ أَبِيهَا أَوْ أَخِيهَا أَوْ ابْنِهَا أَوْ زَوْجِهَا أَوْ ذِي مَحْرَمٍ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

کوئی بھی عورت تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر اپنے والد یا بھائی یا بیٹے یا شوہر یا کسی اور محرم رشتے دار کے بغیر نہ کرے۔

2899- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَاحِدٍ لَيْسَ

2898: أخرجه مسلم في "الحج" رقم الحديث: 3257، ورم الحديث: 3258، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1726، أخرجه الترمذی في "الجامع" رقم الحديث:

لَهَا ذُو حُرْمَةٍ

۵۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما: "تبی اکرم منہم" کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دن کی مسافت سے زیادہ کا سفر کرے اور اس کے ساتھ کوئی محرم عزیز نہ ہو۔"

2900- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ

سَمِعَ أَبَا مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَغْرَابِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي

اُكْتُبْتُ لِي غَزْوَةً كَذَا وَكَذَا وَأَمْرًا يَنْحَاجَةً قَالَ فَارْجِعْ مَعَهَا

۵۵ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی:

میرا نام فلاں جنگلی مہم میں شرکت کے لئے لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لئے جانا چاہتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ چلے جاؤ۔

عورت کیلئے محرم کے بغیر حج پر جانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے (یعنی اجنبی مرد و عورت کسی جگہ تنہا جمع نہ ہوں) اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فلاں غزوہ میں میرا نام لکھا جا چکا ہے (یعنی فلاں جہاد جو درپیش ہے اور وہاں جو لشکر جانے والا ہے اس میں میرا نام بھی لکھا جا چکا ہے کہ میں بھی لشکر کے ہمراہ جاؤں) اور حالانکہ میری بیوی نے سفر حج کا ارادہ کر لیا ہے؟ تو کیا کروں؟ آیا جہاد کو جاؤں اور بیوی کو اکیلا حج کے لئے جانے دوں یا بیوی کے ساتھ جاؤں اور جہاد میں نہ جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (کیونکہ جہاد میں جانے والے تو بہت ہیں لیکن تمہاری بیوی کے ساتھ جانے والا تمہارے علاوہ اور کوئی محرم نہیں ہے۔) (بخاری و مسلم)

اجنبی عورت و مرد کے لئے حرام ہے کہ وہ تنہائی میں یک جا ہوں۔ اسی طرح عورت کو بقدر مسافت سفر (یعنی ۲۸ میل یا ۸۷ کلومیٹر) یا اس سے زائد مسافت میں خاوند یا محرم کے بغیر سفر کرنا حرام ہے حتیٰ کہ سفر حج میں بھی عورت کے لئے اس کے خاوند یا کسی محرم کا ساتھ ہونا واجب حج کے لئے شرط ہے یعنی عورت پر حج اسی وقت فرض ہوتا ہے جب کہ اس کے ساتھ خاوند یا محرم ہو۔

جمہور علماء کا اتفاق یہ ہے کہ عورت پر حج کے وجوب کے لئے اصل قاعدہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔ یہ عورت کی عزت افزائی کے لئے ہے تاکہ اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص رہے جو اس کی نگہداشت، تحفظ، اور خدمت کی ذمہ داری انجام دے سکے

عورت کیلئے شرط محرم میں فقہ شافعی و حنفی کا اختلاف

علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ عورت کا محرم کے بغیر حج پر جانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے ایک شخص کے ساتھ بہت ساری عورتیں ہوں وہ ان سب کا محرم ہو تو یہ جائز ہے۔ اور اگر اس عورت کے ساتھ بہت ساری ثقہ عورتیں ہوں تو اس کے بارے میں دو روایات ہیں۔ جس کو امام بغوی اور دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے۔ کہ سفر حج کیلئے جائز ہے۔ جبکہ دوسری روایت جس میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے نص بیان کی گئی ہے اس میں یہ ہے بہ اتفاق یہ سفر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے استدلال کا تقاضہ یہی ہے۔ (مجموع، ج ۷، ص ۵۶، بیروت)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ جب کوئی اجنبی شخص اجنبی عورت سے تیسرے کے بغیر خلوت کرے تو علماء کرام اس کی حرمت پر متفق ہیں، اور اسی طرح اگر اس کے ساتھ چھوٹی عمر کا بچہ ہو جس سے شرم نہ آتی ہو تو حرام خلوت زائل نہیں ہوتی۔ اور شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ کہ جس شخص سے خلوت زائل ہو سکتی ہے اسے بڑی عمر کا ہونا ضروری ہے لہذا بچہ کی موجودگی کافی نہیں ہوگی، اور بعض عورتیں جو یہ گمان کرتی ہیں کہ جب ان کے ساتھ کوئی بچہ ہو تو خلوت زائل ہو جاتی ہے ان کا یہ گمان غلط ہے۔ (مجموع الفتاویٰ، ۵۲/۱)

علامہ محمد امین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ یہ دونوں اس بنا پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا نفس و جوب کے لیے شرط ہے یا وجوب ادا کے لیے، فتح میں جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ صحت اور راہ پر امن ہو تو وجوب ادا کے لیے شرط ہے، اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہوگی یا خاوند اور محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں نکاح کرنا ضروری ہوگا، اور پہلے قول پر ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں جیسا کہ بحر اور نہر میں ہے، بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور نہایہ نے قاضی خاں کی اتباع میں دوسرے کو ترجیح دی ہے، اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (رد المحتار، ج ۲، ص ۱۵۸، بجائے دہلی)

اگر کسی عورت کا محرم نہ ہو تو اس کے بارے فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے شیخین کی یہ روایت بھی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ: "کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے، اور کوئی عورت ہرگز محرم کے بغیر سفر نہ کرے" پس ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے فلاں غزوہ میں شرکت کا ارادہ کیا ہے، اور میری بیوی حج کے لئے نکلی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔"

لیکن علماء کے درمیان اُس عورت کے سلسلہ میں اختلاف ہوا ہے جس کا شوہر نہ ہو اور اُس کا کوئی محرم اُس کے ساتھ نکلنے کے لئے آمادہ نہ ہو۔ ایک جماعت کی یہ رائے نقل کی گئی ہے کہ وہ عورت حج نہیں کرے گی، احناف کا یہی فتویٰ ہے، مالک، شافعی اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے وہ ہذا امن والی رفاقت کے ساتھ سفر کرے گی جیسا کہ شیخ حیطالی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

امام بخاری اور مسلم رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

نہ کوئی شخص بھی کسی عورت سے محرم کے بغیر خلوت نہ کرے، اور محرم کے بغیر کوئی عورت بھی سفر نہ کرے، تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا اے اللہ تعالیٰ کیرسول صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے اور میں نے فلاں غزوہ میں اپنا نام لکھوا رکھا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ جا کر حج کرو۔

امام حسن، امام نخعی، امام احمد، اسحاق، ابن منذر، اور دیگر فقہاء کا بھی یہی قول ہے، اور مندرجہ بالا آیت اور عورت کو بغیر محرم اور خاوند سے سفر کی نہی والی احادیث کے عموم کی بنا پر صحیح قول بھی یہی ہے۔

اور امام شافعی، امام مالک، اوزاعی رحمہم اللہ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور ہر ایک نے ایک شرط رکھی ہے۔

شرط محرم میں فقہ حنفی کی ترجیح میں دلائل کا بیان

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُلَازِمُ بِاللَّيْلِ وَالْيَوْمِ إِلَّا خَيْرَ أَنْ تُسَافِرَ مَسْفَرًا فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا أَوْ أَخُوها أَوْ زَوْجُهَا أَوْ ابْنُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا"۔

اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے باپ یا اپنے بھائی یا اپنے شوہر یا اپنے بیٹے یا کسی محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ سفر کرے۔

انہوں نے یہ بھی روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ غزوے میں شریک ہے اور اسکی بیوی حج کے لئے چلی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا "حج مع امرأتک" اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

ان دونوں اور دیگر نصوص کی روشنی میں عورت کے لئے حج فرض ہونے کی محرم کی شرط کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک شوہر یا محرم کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ شرط نہیں بلکہ اسکی حفاظت شرط ہے۔ اور آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ شوہر یا محرم یا قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ ہونے سے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اگر عورت بھی ساتھ ہو تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اتنا امن اور حفاظت ہوتی ہے کہ کسی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود قافلے کے ساتھ اکیلی ہی محفوظ ہوتی ہے۔

اور مالکیوں کے نزدیک اگر امن یقینی ہو تو عموماً سفر کے لئے محرم کی شرط نہیں، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے نزدیک عورت پر حج فرض ہونے کے لئے شوہر اور محرم کا ہونا شرط ہے۔ اور انہی سے ایک روایت میں ہے کہ فریضہ حج کے لئے یہ شرط نہیں۔

ابن حزم نے اپنی کتاب المحلی میں اسکو ترجیح دی کہ سفر حج میں شوہر اور محرم کی موجودگی واجب نہیں ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی اسے نہ ملے تو وہ حج کر لے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اور جنہوں نے شوہر اور محرم کی موجودگی کی شرط رکھی وہ صرف عورت کو اسکے بغیر سفر کرنے کی وجہ سے گناہ اور حرج کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ لیکن اگر وہ اسکے بغیر حج کے لئے گئی تو اگر (حج) کے ارکان اور شروط پوری ہوں تو اسکل حج صحیح ہے اور اس سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور محرم کے ساتھ اسے لوٹنا ضروری نہیں ہے اگرچہ شرط لگانے والوں کے نزدیک وہ شوہر یا محرم یا ان

دونوں کے قائم مقام کے بغیر لکھنے کی وجہ سے گناہگار ہے۔

سفر میں عورت کیلئے شوہر یا محرم کی موجودگی کی شرط میں حکمت یہ ہے کہ اسے دوران سفر تحفظ فراہم ہو۔ اور ان امور کے پورا کرنے میں اسے مدد حاصل ہو جن میں اختلاط یا تھکن کی وجہ سے اسے ضرورت ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اب وسائل سفر میں ترقی، وطن سے دوری کی مدت میں کمی، آرام آسائش کی فراہمی اور امن امان قائم ہونے کی وجہ سے اس زمانے میں ماضی کے مقابلے میں شعائر حج آسانی سے ادا کئے جاتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کے اکیلے سفر سے متعلق، خاص حدیث مبارکہ سمجھنے میں ان تمام چیزوں کا اثر ہونا چاہئے۔

صحیح بخاری میں عدی بن حاتم کی صحیح حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیان فرمایا: "یستب الامن حتی تروحل الظعن من الحيرة وتطوف بالكعبة لا تخاف الا الله"۔

کہ اس طرح امن قائم کرے یہاں تک کہ عورت پاکی میں سفر کرے، وہ خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔

ائمہ اربعہ کے فقہی دلائل کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ فقہ حنفی نے عورت کیلئے یہ شرط اس کی ناموس کی خاطر سخت کی ہے۔ اور یقیناً اس میں نرمی کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ اسی وجہ سے عورت نماز باجماعت کی بہ جائے گھر میں، جمعہ وعیدین کا عدم وجوب، جہاد کی عدم فرضیت، اشاعت و تبلیغ کے ذرائع مسدود و محدود وغیرہ بہت سے احکام ہیں جس طرح نماز جنازہ کا واجب نہ ہونا ہے۔ لہذا ان تمام احکام کے موافقت و مطابقت فقہ حنفی کے دلائل زیادہ رکھنے والے ہیں۔ اسی لئے ہم نے اس کی ترجیح کو بیان کیا ہے۔

بَابُ الْحَجِّ جِهَادِ النِّسَاءِ

یہ باب ہے کہ حج خواتین کا جہاد ہے

2901- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ قَالَ نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالُ فِيهِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ ﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد لازم ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان پر ایسا جہاد لازم ہے جس میں لڑائی نہیں ہوتی وہ حج اور عمرہ ہے۔

2902- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ الْقُضَيْلِ الْحُدَّانِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجُّ جِهَادٌ كُلِّ ضَعِيفٍ ﴿﴾ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

2901: أخرجه البخاری فی "الحج" رقم الحدیث: 1528، رقم الحدیث: 1861، رقم الحدیث: 2784، رقم الحدیث: 2878، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث:

”حج، ہر ضعیف کا جہاد ہے۔“

شرح

اسلام نے عورتوں کے لئے جہاد واجب قرار نہیں دیا ہے لیکن چونکہ یہ ایک ایسی عظیم سعادت ہے جس سے عورتیں محروم رہیں اس لئے ان کے حق میں حج و عمرہ کو جہاد کا درجہ دے کر جہاد کے ثواب کی سعادت سے انہیں نوازا گیا، چنانچہ حج و عمرہ میں اگرچہ جنگ و جدل اور قتل قتال نہیں ہے لیکن اس میں بھی مشقت سفر، گھر والوں سے مفارقت اور وطن کی جدائی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح جہاد میں۔ اس لئے عورتوں کے حق میں حج و عمرہ بمنزلہ جہاد ہے۔

بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْمَيِّتِ

یہ باب میت کی طرف سے حج کرنے کے بیان میں ہے

2903- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لَبَّيْكَ عَنْ شَبْرُمَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَبْرُمَةُ قَالَ قَرِيبٌ لِي قَالَ هَلْ حَجَّجْتَ فَقَطُّ قَالَ لَا قَالَ فَأَجْعَلْ هَذِهِ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شَبْرُمَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا میں شبرمہ کی طرف سے حج کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا قریبی عزیز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے کبھی حج کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ”نہیں۔“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”پھر یہ حج تم اپنی طرف سے کرو۔ بعد میں شبرمہ کی طرف سے حج کر لینا۔“

2904- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنَعَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَا سَفْيَانَ الثَّوْرِيَّ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحُجُّ عَنْ أَبِي قَالَ نَعَمْ حُجَّ عَنْ أَبِيكَ فَإِنْ لَمْ تَزِدْهُ خَيْرًا لَمْ تَزِدْهُ شَرًّا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی۔ میں اپنے والد کی طرف سے حج کر لوں؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں! تم اپنے والد کی طرف سے حج کر لو۔ اگر تم اس

2902: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2903: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1811

2904: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

کی بھلائی میں اضافہ نہیں کرو گے تو اس کی برائی میں بھی اضافہ نہیں کرو گے۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایصالِ ثواب کا بیان

اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس باب میں قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل میں اختیار رکھتا ہے کہ وہ دوسرے کو ثواب پہنچائے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا اس کے علاوہ ہو۔ کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے دو مینڈھوں کی قربانی کی کہ ان سیاہی میں کچھ سفیدی ملی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک اپنی طرف سے جبکہ دوسرا اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے تھا جنہوں نے اللہ وحدانیت کا اقرار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریوں میں ایک بکری کی قربانی اپنی امت کی طرف سے کی۔ (ہدایہ، کتاب الحج، لاہور)

2905- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الْغَوْثِ بْنِ حُصَيْنٍ رَجُلٍ مِنَ الْفُرْعِ أَنَّهُ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَّةٍ كَانَتْ عَلَى أَبِيهِ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ الصِّيَامُ فِي النَّذْرِ يُقْضَى عَنْهُ

ابو الغوث بن حصین جو فرع سے تعلق رکھنے والے ایک فرد ہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس حج کے بارے میں دریافت کیا: جو ان کے مرحوم والد کے ذمے لازم تھا اور وہ اس حج کو نہیں کر سکے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم اپنے والد کی طرف سے حج کر لو۔“

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

”نذر کے روزے کا بھی یہی حکم ہے وہ ان کی طرف سے قضا کیا جاسکتا ہے۔“

نذر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اس کی شرائط اور اس کا شرعی حکم

قرآن مجید میں ہے: يَوْمَ نَبْذِرُ الْفَاسِقِينَ فِي سُلْطَانٍ مُنْهَكٍ يَوْمَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُكِ (الزمر: 21) جو لوگ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جب اس دن کی گرفت یا عذاب چاروں طرف پھیل جائے گا۔ اور سورۃ الحج کی اس آیت میں نذر پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔ علامہ تحسین بن محمد راغب اصفہانی متونی 502ھ نذر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نذر یہ ہے کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے تم اپنے اوپر اس عبادت کو واجب کر لو جو تم پر پہلے واجب نہیں تھی اور تم یہ نذر یہ ہے کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے تم اپنے اوپر اس عبادت کو واجب کر لو جو تم پر پہلے واجب نہیں تھی اور تم یہ کہو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس عبادت کی نذر مانی ہے۔ (المفردات ج 1 ص 630، مطبوعہ مکتبۃ دار المعرفۃ، 1418ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: نذر کی سب سے عمدہ قسم یہ ہے کہ جب انسان کسی مرض سے شفا پا جائے تو کہے کہ مجھ پر نذر رہے کہ میں اللہ کے لئے اتنے روزے رکھوں گا یا مجھ پر نذر رہے کہ میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اتنی چیزوں کو صدقہ کروں گا اور اس نذر کو کسی چیز پر معلق نہ کرے اور اسی کے قریب وہ نذر رہے جس میں کسی عبادت کو کسی کام پر معلق کیا جائے مثلاً یوں کہے کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفا دے دی تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا اتنی نمازیں پڑھوں گا۔ (یہ نذر ناپسندیدہ ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا، ان شاء اللہ) اس کے علاوہ اور بھی اقسام ہیں مثلاً کسی شخص کا غلام اس پر بوجھ بنا ہوا ہے تو وہ اس کو آزاد کرنے کی نذر مانتا ہے تاکہ اس سے اس کو چھٹکارا مل جائے اور اس نذر سے عبادت کا قصد نہیں کرنا، یا جیسے کوئی شخص اپنے اوپر بہت سخت اور دشوار عبادتوں کی نذر مان لیا ہے مثلاً وہ ایک ہزار نفل پڑھے گا یا مسلسل چھ ماہ کے روزے رکھے گا یا پیدل حج کرے گا اور یہ ایسے کام ہیں جن کے کرنے سے اس کو جسمانی ضرر ہوگا۔ اس قسم کی نذر مانتا مکرمہ ہے اور بعض اوقات یہ کراہت تحریم تک پہنچ جاتی ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص 434، مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1420ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد ہسکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جس شخص نے نذر مطلق مانی (یعنی اس کو کسی کام پر معلق نہیں کیا مثلاً وہ کہے کہ میں اللہ کے لئے ایک سال کے روزے رکھنے کی نذر مانتا ہوں یا اس نے نذر کو کسی شرط پر معلق کیا اور اس عبادت کی نذر مانی جو فرض یا واجب ہو اور وہ عبادت مقصودہ ہو، اس لئے مثلاً وضو اور میت کو کفن دینے کی نذر مانتا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ عبادات مقصودہ نہیں ہے اور جب وہ شرط پائی جائے تو نذر ماننے والے پر اس نذر کو پورا کرنا واجب جب ہے کیونکہ حدیث میں ہے جس شخص نے کسی عبادت کی نذر مانی تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے، جیسے روزے، نماز، صدقہ اور اعتکاف اور جس عبادت کی جنس سے کوئی عبادت فرض نہ ہو اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے جیسے مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا اور مسجد میں دخل ہونا خواہ مسجد نبوی ہو اور البحر الرائق میں نذر کی پانچ شرائط ذکر کی ہیں:

(۱) جس کام کی نذر مانی ہے وہ کام لذت معصیت اور گناہ نہ ہو اس لئے عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانتی صحیح کیونکہ وہ معصیت الغیرہ ہے۔ (۲) اور جس عبادت کی نذر مانی ہے وہ اس پر نذر سے پہلے واجب نہ ہو مثلاً اگر کسی شخص نے حجتہ الاسلام کی نذر مانی تو اس نذر سے اس پر حج واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کی نذر ماننے سے پہلے ہی واجب ہے۔

(۳) جس چیز کو عبادت میں خرچ کرنے کی نذر مانی ہے وہ اس کی ملکیت سے زائد نہ ہو یا وہ چیز کسی اور کی ملکیت میں نہ ہو۔ مثلاً اس نے ایک ہزار روپے صدقہ کرنے کی نذر مانی اور اس کے پاس صرف سو روپے ہیں تو اس پر صرف سو روپے صدقہ کرنا واجب ہوں گے۔

(۴) جس عبادت کی نذر مانی ہے اس کا کرنا محال نہ ہے۔ مثلاً اگر اس نے گزشتہ کل کے روزے یا اعتکاف کی نذر مانی تو اس کی یہ نذر صحیح نہیں ہے۔

(۵) اگر اس نے صاحب نصاب پر صدقہ کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہے آلا یہ یہ کہ وہ مسافر صاحب نصاب پر صدقہ کرنے کی نیت کرے گا اور اگر اس نے ہر نماز کے بعد تسبیحات پڑھنے کی نذر مانی تو یہ نذر السلام ہوگی اور اگر اس نے یہ نذر مانی کہ وہ

ہر روز اتنی مرتبہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود شریف پڑھے گا تو اس پر نذر لازم ہو جائے گی یہ نذر لازم ہوا ہے (اس کی توجیہ سے ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود شریف پڑھے گا تو اس پر یہ نذر لازم ہو جائے گی۔ (اس کی توجیہ سے ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود شریف پڑھنا زندگی میں ایک ایک مرتبہ فرض ہے۔ اسی طرح تسبیحات کی جنس سے بھی ایام تشریق میں تکبیرات تشریق کو بڑھانا زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس طرح تسبیحات کی جنس سے بھی ایام تشریق میں تکبیرات تشریق کو بڑھانا واجب ہے۔) (رد المحتار ج ۵ ص 415-411 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، 1420ھ)

نذر کے احکام سے متعلق احادیث

نذر پورا کرنے کے وجوب کے متعلق یہ احادیث ہیں: حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 6697 صحیح مسلم رقم الحدیث: 1173 سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2464، سنن الترمذی رقم الحدیث: 791، سنن النسائی رقم الحدیث: 709، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 1771)

حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے قرن (زمانہ) میں ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر ان کے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے، وہ خیانت کریں گے اور امانت داری نہیں کریں گے، وہ شہادت دیں گے اور ان سے شہادت طلب نہیں کی جائے گی اور ان میں موٹا پا ظاہر ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 6695 صحیح مسلم رقم الحدیث: 2535، سنن النسائی رقم الحدیث: 3809، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4657، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۲)

معصیت کی نذر کو پورا نہ کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس شخص نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اللہ کی معصیت نہ کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 6696، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3289، سنن النسائی رقم الحدیث: 3873، سنن الترمذی رقم الحدیث: 1526، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2126 صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 4387، موطا امام مالک رقم الحدیث: 294، سنن داری رقم الحدیث: 2343، مسند احمد رقم الحدیث: 24576، عالم الکتب بیروت)

اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنے والے کاموں کی نذر کی ممانعت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک شخص کو دیکھا، اس کے گلے میں رسی باندھی ہوئی تھی اور وہ طواف کر رہا تھا، آپ نے اس کی رسی کاٹ دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 6702، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3302، سنن النسائی رقم الحدیث: 2920، مسند احمد رقم الحدیث: 3443، مسند عبد الرزاق رقم الحدیث: 15861، 15862)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خطبہ دے رہے تھے، آپ نے دیکھا ایک

آدمی (دھوپ میں) کھڑا ہوا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا صحابہ نے بتایا کہ اس نے نذر مانی تھی کہ یہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور سائے میں نہیں رہے گا اور یہ بات نہیں کرے گا اور روزے رکھے گا۔ آپ نے فرمایا اس سے کہو کہ باتیں کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 6704)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک شخص کے پاس سے گزرے اور وہ کعبہ کا طوف کر رہا تھا اس کی ناک میں نیکیل پڑی ہوئی تھی اور دوسرا شخص اس کو پکڑ کر کھینچ رہا تھا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے ہاتھ سے اس کی نیکیل کو کاٹ دیا اور اس شخص سے فرمایا اس کا ہاتھ کڑ کر لے جاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 6703 سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3302، سنن الترمذی رقم الحدیث: 2920، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: 58161، مسند احمد رقم الحدیث: 3442)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عقبہ بن عامر کی بہن نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی اس نذر سے مستغنی ہے، اس سے کہو کہ سوار ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3297)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیکھا ایک شخص اپنے دو بیٹوں کے درمیان سہارے سے چل رہا تھا۔ آپ نے اس کا سبب دریافت کیا لوگوں نے بتایا اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے اپنے آپ کو جس عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے، اس سے کہو کہ سوار ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 1865، صحیح مسلم رقم الحدیث: 1642، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3301، سنن الترمذی رقم الحدیث: 1537، سنن الترمذی رقم الحدیث: 3301)

(حدیث: 3861، 3862)

جس چیز کا انسان مالک نہ ہو، اس کی نذر ماننے سے ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے ایک طویل حدیث مروی ہے اس کے آخر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس چیز کی نذر ماننا جائز ہے جس کا ابن آدم مالک نہیں ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 1641، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3316، سنن الترمذی رقم الحدیث: 3316، سنن الترمذی رقم الحدیث: 1568، سنن الترمذی رقم الحدیث: 3858، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2124)

نذر کا لغوی اور شرعی معنی اور نذر کی اقسام کا بیان

علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے: نذر کا معنی ہے: تاوان کسی چیز کو واجب کرنا اللہ کے لیے منت ماننا۔

(قاموس ج ۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ راغب اصفہانی نذر کا شرعی معنی بیان کرتے ہیں: نذر یہ ہے کہ تم کسی کام کے ہونے بناء پر اپنے اوپر ایسی عبادت کو

واجب کر لو جس کو تم پر واجب نہیں کیا گیا ہے۔ (المفردات ص ۲۸۷ مطبوعہ المکتبۃ الرقعیہ ایران ۱۳۳۲ھ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت) اذ قالت امرات عمر بن رب انی نذرک ما فی بطنی محروراً فتقبل منی

(آل عمران: ۳۵)

ترجمہ: جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب! میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے کہ میرے پیٹ میں جو آزاد کیا ہوا ہے (وہ خالص تیرے لیے ہے) تو اس کو میری طرف سے قبول فرما۔

عمران کی بیوی کی نذر ماننے کی تفصیل کا بیان

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں: عمران کی بیوی حضرت مریم کی ماں ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ علیہ کی نانی ہیں ان کا نام حنہ بنت فاقوز بنت قبتل ہے اور ان کے خاوند کا نام عمران بن یاقثم ہے یہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی اولاد سے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت زکریا اور حضرت عمران نے دو بہنوں سے شادی کی حضرت زکریا کی بیوی سے حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور حضرت عمران کی بیوی سے حضرت مریم پیدا ہوئیں۔ حضرت عمران فوت ہوئے تو ان کی بیوی حنہ حضرت مریم سے حاملہ تھیں۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ وہ عمر رسیدہ ہو چکی تھیں اور ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی ان کے گھر کے پاس ایک درخت تھا ایک دن انہوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ اپنی چونچ سے اپنے بچے کو دانہ کھلا رہا تھا اس وقت ان کے دل میں بچہ کی تمنا پیدا ہوئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو بچہ عطا فرمائے تو انہیں حضرت مریم کا حمل ہو گیا اور حضرت عمران فوت ہو گئے جب انہیں یہ محسوس ہوا کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے تو انہوں نے اس کی اللہ کے لئے نذر مان لی یعنی وہ اس کو عبادت گاہ کے لئے وقف کر دیں گی اور وہ بچہ دنیا کی کسی چیز سے نفع نہیں اٹھائے گا اور جب ان کے ہاں حضرت مریم پیدا ہوئیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر پیش کرتے ہوئے کہا اے اللہ! میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے، کیونکہ انہوں نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے نذر مانی تھی اور لڑکی اپنی کمزور طبیعت کی وجہ سے خدمت کے بہت سے کام سرانجام نہیں دے سکتی اور بعض احوال میں (مثلاً حیض اور نفاس میں) مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے جس لڑکے کے حصول کی دعا کی تھی وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے جس پائے کی میری دی ہوئی لڑکی ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۱۵۹-۱۵۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

(آیت) لقولی انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا۔ (مریم: ۲۶)

ترجمہ: (اے مریم!) تم کہنا: میں نے رحمان کے لیے (خاموشی کے) روزہ کی نذر مانی ہے سو میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

(آیت) ولیوفوا نذورهم۔ (الحج: ۲۹)

ترجمہ: اور ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے لیے مانی ہوئی نذروں کو پورا کریں۔

علامہ ابوالحیاء اندلسی لکھتے ہیں: نذر کی دو قسمیں ہیں ایک قسم حرام ہے اور یہ ہر وہ نذر ہے جو اللہ کی اطاعت میں نہ ہو اور زمانہ جاہلیت میں زیادہ تر نذریں ایسی ہوتی تھیں اور دوسری قسم ہے مباح یہ کبھی کسی کام کے ساتھ مشروط ہوتی ہے اور کبھی مطلق ہوتی ہے مثلاً اگر میں فلاں مرض سے شفا پا جاؤں تو میں ایک دینار صدقہ کروں گا (یہ نذر مشروط ہے) یا میں اللہ کے لیے ایک غلام آزاد کروں گا (یہ غیر مشروط ہے) اور کبھی نذر مطلق ہوتی ہے مثلاً اگر میں صحت مند ہو گیا تو میں صدقہ کروں گا۔

نذر صحیح اور نذر باطل کا بیان

علامہ علاء الدین ہسکلی حنفی لکھتے ہیں: اکثر عوام جو فوت شدہ بزرگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے مزارات پر جو روپے موم بتی اور تیل کی نذر مانتے ہیں وہ بالا جماع باطل اور حرام ہے جب تک ان چیزوں کو فقراء پر خرچ کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے لوگ اس آفت میں بہت مبتلا ہیں خصوصاً ہمارے زمانہ میں۔

(رد المحتار علی حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: مثلاً کوئی شخص اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اپنی نذر میں کہتا ہے: اے میرے سردار فلاں بزرگ! اگر میرا گم شدہ شخص واپس آ جائے یا میرا بیمار صحت مند ہو جائے یا میری حاجت پوری ہو جائے تو میں آپ کے لیے اتنا سونا یا چاندی یا کھانا یا موم بتی یا تیل دوں گا۔ (البحر الرائق) یہ نذر کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے:

(۱) یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر باطل اور حرام ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں ہے۔

(۲) جس کی نذر مانی گئی ہے وہ فوت شدہ ہے اور فوت شدہ شخص کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

(۳) اگر نذر ماننے والے کا یہ گمان ہے کہ وہ فوت شدہ شخص اللہ کے اذن کے بغیر تصرف کرتا ہے تو یہ اعتقاد کفر ہے ہاں! اگر اس نے یہ کہا کہ اے اللہ! میں تیرے لیے نذر مانتا ہوں کہ اگر تو نے میرے مریض کو شفا دے دی یا میرے گم شدہ شخص کو لوٹا دیا یا میری حاجت پوری کر دی تو میں سیدہ نفیسہ کے مزار پر بیٹھنے ہوئے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا امام شافعی یا امام لیث کے مزار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا اس نے ان کی مساجد کے لیے چٹائی اور روشنی کے لیے تیل یا دیگر کاموں کے لیے روپیہ دیا جس میں فقراء کا نفع ہو یہ نذر خاص اللہ کے لیے ہو اور شیخ کا ذکر صرف نذر کو خرچ کرنے کے محل کے لیے ہوتا کہ اس مزار یا مسجد میں بیٹھنے والے فقراء اور مستحقین پر ان چیزوں کو خرچ کر دیا جائے تو اس اعتبار سے یہ نذر جائز ہے اور کسی غنی یا سب پر ان چیزوں کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور جو نذر مخلوق کے لیے مانی گئی ہو اس کو پورا کرنا حرام ہے اور مزار کے متولی کے لیے اس کا لینا جائز نہیں ہے جب تک نذر ماننے والا اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے نذر نہ مانے اور فقراء پر اس کو خرچ کرنے کی نیت نہ کرے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: نذر عرف میں ہدیہ اور پیشکش کو کہتے ہیں اور شرع میں نذر عبادت اور قربت مقصودہ ہے اسی لیے اگر کسی نے گناہ کی نذر کی تو وہ صحیح نہیں ہوئی نذر خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور یہ جائز ہے کہ اللہ کے لیے نذر کرے اور کسی ولی کے آستانہ کے فقراء کو نذر کے لیے صرف کا محل مقرر کرے مثلاً کسی نے یہ کہا کہ یارب! میں نے نذر مانی کہ اگر تو میرا فلاں مقصد پورا کر دے کہ فلاں بیمار کو تندرست کر دے تو میں فلاں ولی کے آستانہ کے فقراء کو کھانا کھلاؤں یا وہاں کے خدام کو روپیہ پیشہ دوں یا ان کی مسجد کے لیے تیل یا بوریا حاضر کروں تو یہ نذر جائز ہے۔

(رد المحتار) (خزانة العرفان ص ۷۳ مطبوعہ تاج کینی لیڈ لاہور)

جواز کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان اللہ کے لیے نذر مانے اور اس عبادت کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچا دے۔

اردو لغات میں نذر کا معنی ہدیہ اور تحفہ بھی ہے اور منت اور چڑھاوا بھی ہے۔ (قائد اللغات ص ۹۵۹) لیکن عربی میں نذر کا وہی معنی ہے جس کو ہم نے قاموس کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام مالک امام بخاری امام داؤد امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے اس کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اس کی معصیت نہ کرے۔ امام مسلم امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: نذر نہ مانا کرو کیونکہ نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی نذر تو صرف بخیل آدمی مانا ہے۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ ایران)

بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْحَيِّ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ

یہ باب ہے کہ زندہ شخص اگر حج نہ کر سکتا ہو تو اس کی طرف سے حج کرنا

2906- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ عَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعَقِيلِيِّ أَنَّهُ اتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّنَّ قَالَ حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ

﴿﴾ حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے والد عمر رسیدہ شخص ہیں وہ حج کرنے کی یا عمرہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے والد کی طرف سے حج بھی کرو اور عمرہ بھی کرو۔

2907- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الثُّعْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ السَّحَابِ بْنِ عِيَّاشٍ عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ الْمَخْزُومِيِّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمِ ابْنِ عَبَّادٍ عَنْ حَنِيفِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ نَافِعِ بْنِ جَبْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَتَمِ جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ قَدْ أَفْنَدَ وَأَذْرَكَهُ فَرِيضَةُ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ وَلَا يَسْتَطِيعُ إِذَا نَهَا فَيَهْلُ يُجْزَى عَنْهُ أَنْ أُودِعَهَا عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ختم قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے والد بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص ہیں وہ سفر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو حج فرض کیا ہے وہ ان پر بھی فرض ہو چکا ہے لیکن وہ اسے ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو اگر

2906 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1810 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 930 أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 2620 و رقم الحديث:

میں ان کی طرف سے اسے ادا کر دوں تو کیا یہ ان کی طرف سے جائز ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: ”جی ہاں۔“

2908- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَعِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَعْمَرُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كُرَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ

ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَوْفٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي أَدْرَكَهُ الْحَجُّ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَحُجَّ إِلَّا مُعْتَرِضًا فَصَعَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ حُجَّ عَنْ أَبِيكَ

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت حصین بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ بات مجھے بتائی ہے وہ کہتے ہیں

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)!

”میرے والد پر حج لازم ہو گیا ہے لیکن وہ صرف لیٹ کر حج کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں (یعنی وہ سواری پر بیٹھنے کے

قابل نہیں ہیں) تو نبی اکرم ﷺ کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم اپنے والد کی طرف سے حج کر لو۔“

2909- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابْنِ أَبِي حَتْمٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بَسَّارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَخِيهِ الْفَضْلِ أَنَّهُ كَانَ رَذَفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَاةَ النَّخَعِ فَاتَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ قَرِيبَةَ اللَّهِ فِي الْحَجِّ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَرْكَبَ أَفَاحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ عَلَى أَبِيكَ ذَنْبٌ قَضَيْتَهُ

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے بھائی حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں: قربانی کے دن

صبح وہ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار تھے ایک عورت جو خثعم قبیلے سے تعلق رکھتی تھی وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے

عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے وہ میرے عمر رسیدہ والد پر بھی لازم ہو گیا ہے جو سواری پر

سوار ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! اگر تمہارے والد

کے ذمے قرض ہوتا تو تم اسے ادا کر دیتی۔

دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں احادیث کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اتنے میں خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت فضل کو دیکھنے لگی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فضل کا منہ دوسری طرف پھیرنے لگے اس عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”اللہ نے جو اپنے

بندوں پر حج فرض کیا تو ایسے وقت کہ میرا باپ نہایت بوڑھا ہے۔ اور وہ اونٹنی پر چم نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟

2908: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2909: أخرجه البخاری فی ”الصَّحیح“ رقم الحدیث: 1853 أخرجه مسلم فی ”الصَّحیح“ رقم الحدیث: 3239 أخرجه الترمذی فی ”المجامع“ رقم الحدیث: 928 أخرجه النسائی فی

”المسنن“ رقم الحدیث: 4504

آپ نے فرمایا ہاں یہ قصہ حج واداع کا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۵۱۴)

اگر کسی صاحب پر حج فرض تھا حج کی ادائیگی سے پہلے ان کا انتقال ہو جائے اور انہوں نے حج کے متعلق وصیت نہیں کی تو ایسے صاحب کی جانب سے اگر ان کے ورثہ میں سے کوئی ان کی جانب سے حج کریں تو اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حج کو فرض حج کے قائم مقام کر دے اور مرحوم کی جانب سے حج کی فرضیت ساقط ہو جائے ہاں ورثہ کے علاوہ غیر وارث کوئی شخص حج کرے تو نفل حج ہوگا فریضہ کی ادائیگی نہ ہوگی۔

اگر آپ کے والد پر حج فرض تھا جیسا کہ آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے کہ سفر حج کی تیاری ہو چکی تھی ان کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی وصیت نہیں کی تھی ایسی صورت میں ورثہ میں کوئی حج بدل کر لیں تو ان کی جانب سے ان شاء اللہ تعالیٰ فرض حج ادا ہو جائے گا والد یا والدہ کی جانب سے حج کرنا اولاد کے لئے بڑی سعادت و خوش بختی عظیم فضیلت و ثواب کا باعث ہے۔ امام دارقطنی روایت کرتے ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن ابیه او امه فقد قضی عنہ حجۃ وکان لہ فضل عشر حجج .

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے والد یا والدہ کی جانب سے حج کیا یقیناً اس نے ان کی جانب حج ادا کر لیا اور اسے دس حج کی ادائیگی کی فضیلت حاصل ہے۔

(سنن الدارقطنی کتاب الحج رقم الحدیث: 2641)

امام طبرانی کی معجم اوسط میں روایت ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن والدیه او قضی عنہما مغرماء بعہ اللہ یوم القیامۃ مع الابرار .

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی جانب سے حج کیا یا ان کی جانب سے قرض ادا کیا اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن نیکو کاروں کے ساتھ مبعوث فرمائے گا۔ (معجم اوسط طبرانی رقم الحدیث: 7800) رد المحتار کتاب الحج باب الحج عن الغیر میں ہے

الذی نحصل لنا من مجموع ما قررناہ ان من اهل بحجة عن شخصین ، فإن امراه بالحج وقع حجه عن نفسه البتہ ، وإن عین احدهما بعد ذلك . وله بعد الفراغ جعل ثوابہ لهما او لاحدهما ، وإن لم یامراه فکذلك إلا إذا کان وارثا وکان علی المیت حج الفرض ولم یوص بہ فیقع عن المیت عن حجة الإسلام للامر دلالة وللنص ، بخلاف ما إذا اوصی بہ لان غرضہ ثواب الإنفاق من ماله ، فلا یصح تبرع الوارث عنه امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا

کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے تو حج کر۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب العمرة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے تاوان ادا کرے، روز قیامت ابرار کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔" (دارقطنی، ۲۵۸۵)
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو ان کا حج پورا کر دیا جائے گا اور اس کے لیے دس حج کا ثواب ہے۔" (دارقطنی، ۲۵۸۳)

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے گا تو مقبول ہوگا اور ان کی روضیں خوش ہوں گی اور یہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک نیکو کار لکھا جائیگا۔"

(دارقطنی، ۲۵۸۷)

ابو حفص کبیر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے اور ان کی طرف سے حج کرتے اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں، آیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ فرمایا: "ہاں بیشک ان کو پہنچتا ہے اور بے شک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تمہارے پاس طبق میں کوئی چیز ہدیہ کی جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔" (مسلم متفق)

صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ایک عورت نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت بوڑھے ہیں کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: "ہاں۔" (مسلم متفق)

ابوداؤد و ترمذی و نسائی ابی رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے باپ بہت بوڑھے ہیں حج و عمرہ نہیں کر سکتے اور ہودج پر بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ فرمایا: "اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کرو۔"

دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں فقہاء اربعہ کا مذہب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حج کے دوران) ایک شخص کو سنا کہ وہ شہرہ کی طرف سے لبیک کہہ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ شہرہ کون ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میرا بھائی ہے یا کہا کہ میرا قریبی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنی طرف سے حج کر چکے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پہلے تم اپنی طرف سے حج کرو پھر شہرہ کی طرف سے حج کرنا۔ (شافعی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص پہلے اپنا فرض حج نہ کر چکا ہو اس کو دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست ہے چاہے خود اپنا فریضہ حج ادا نہ کر پایا ہو۔ لیکن ان حضرات کے نزدیک بھی اولیٰ یہی ہے کہ پہلے اپنا حج کرے اس کے بعد دوسرے کی طرف سے حج کرے چنانچہ ان کے مسلک کے مطابق اس حدیث میں پہلے اپنا حج کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ استحباب کے طور پر ہے و جب کے طور پر نہیں ہے۔ ویسے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا یہ کہ منسوخ ہے اس لئے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔

بَاب حَجِّ الصَّبِيِّ

یہ باب بچے کے حج کے بیان میں ہے

2910- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سُوْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ رَفَعَتْ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي حَجَّجْتَهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِهَذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكَ أَجْرٌ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے بچے کو بلند کیا اور عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا اس کا حج ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر حج کے دوران روعاء میں جو مدینہ سے ۳۶ کوس کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام تھا ایک قافلے سے ملے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون قوم ہو؟ قافلے والوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں پھر قافلے والوں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ہوں یہ سن کر ایک عورت نے ایک لڑکے کو ہاتھ میں لے کر کجاوے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پکڑ کر بلند کیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھلایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اس کے لئے حج کا ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اور تمہارا سے لئے بھی ثواب ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث، 1047)

عورت کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "ہاں" کا مطلب یہ تھا کہ لڑکا اگر چہ نابالغ ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ حج میں جائے گا تو اسے نقلی حج کا ثواب ملے گا اور چونکہ تم اس بچے کو افعال حج سکھلاؤ گی، اس کی خبر گیری کرو گی اور پھر یہ کہ تم ہی اس کے حج کا باعث بنو گی اس لئے تمہیں بھی ثواب ملے گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نابالغ حج کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا اگر بالغ ہونے کے بعد فرضیت حج کے شرائط پائے جائیں گے تو اسے دوبارہ پھر کرنا ہوگا، اسی

طرح اگر غلام حج کرے تو اس کے ذمہ سے بھی فرض ساقط نہیں ہوتا، آزاد ہونے کے بعد فرضیت حج کے شرائط پائے جانے کی صورت میں اس کے لئے دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا۔ ان کے برخلاف اگر کوئی مفلس حج کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ مال دار ہونے کے بعد اس پر دوبارہ حج کرنا واجب نہیں ہوگا۔

بالغ و مجنون کے انعقاد حج کا بیان

بالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقف عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہو ا حجۃ الاسلام نہ ہو اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقف عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہو۔ مجنون تھا اور وقف عرفہ سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ حج حجۃ الاسلام ہو گیا اور نہ نہیں۔ بوجہ ابھی مجنون کے حکم میں ہے۔

حج کرنے کے بعد مجنون ہوا پھر اچھا ہوا تو اس جنون کا حج پر کوئی اثر نہیں یعنی اب اسے دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں، اگر احرام کے وقت اچھا تھا پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں افعال ادا کیے پھر برسوں کے بعد ہوش میں آیا تو حج فرض ادا ہو گیا۔ (منک) (عائگیری، کتاب النکاح، ج ۱، ص ۲۱۷)

بچے کے حج کا ثواب والدین کیلئے ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک صحابی اپنے بچہ کو لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس بچہ کا بھی حج ادا ہوا گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اس کا بھی حج ادا ہوا گا اور اس کا اجر و ثواب تمہارے لئے بھی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَجُلًا بِالرُّوحَاءِ فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوا الْمُسْلِمُونَ. فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ. فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ أَلَيْذَا حَجَّ قَالَ: نَعَمْ وَلَكَ أَجْرٌ.

(صحیح مسلم شریف، باب صَحْبَةِ حَجِّ الصَّبِيِّ وَأَجْرُ مَنْ حَجَّ بِهِ، رقم الحديث: 3317)

بالغ لڑکا اگر حج کر لے تو وہ نفل ہو گا بلوغ کے بعد اگر اس پر حج فرض ہو جائے تو دوبارہ حج کرنا اس پر ضروری ہوگا۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ الصَّبِيَّ إِذَا حَجَّ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ ثَعْلِيهِ الْحَجُّ إِذَا أَدْرَكَ لَا تُجْزِئُهُ عَنْهُ تِلْكَ الْحَجَّةُ عَنْ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ - (جامع ترمذی شریف)

بالغ لڑکا اگر سمجھدار ہو عقل و تمیز رکھتا ہو تو وہ خود احرام باندھے اور پاکی و طہارت کا لحاظ رکھے اور ان تمام امور کو پیش نظر رکھے جو حالت احرام میں لازم و ضروری ہیں اور مناسک حج سے از خود جو ادا کر سکتا ہو وہ ادا کرے اور جو ادا نہیں کر سکتا اس کو ولی ادا کر دے۔

بچہ اس قدر چھوٹا ہو جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتا اور عقل و تمیز سے عاری ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی احرام باندھے اور اس کی

طرف سے مناسک ادا کرے طواف وسی کے موقع پر اس کو گود میں لے کر طواف وسی کر لے تو ہر دو کا طواف وسی ہو جائے گی اسی طرح سے دیگر مناسک جیسے وقوف عرفہ وغیرہ میں اس کی طرف سے بھی نیت کر لے حتی المقدور اس کو ممنوعات احرام سے بچانے کی کوشش کرے اگر کوئی قصور و جنایت اس سے سرزد ہو تو اس پر یا اس کے ولی پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔

اگر وہ بچی بالغ نہیں ہوئی تھی تو بعض اہل علم نے یہ اختیار کیا ہے کہ: نہ تو آپ پر اور نہ ہی اس پر کچھ لازم آتا ہے، اور وہ بچے کے احرام کو پورا کرنے کی عدم تکمیل کی طرف گئے ہیں، وہ اس لئے کہ بچہ اہل التزام میں سے نہیں اور اس لئے بھی کہ وہ سب لوگوں کیلئے نرمی اور شفقت کا باعث ہے، جبکہ یہ ہو سکتا ہے کہ بچے کا ولی یہ خیال کرنا ہو کہ اس کا احرام باندھنا آسان سا کام ہے لیکن بعد میں اسے یہ علم ہو کہ معاملہ تو اس کے خلاف ہے۔ احناف، اور ابن حزم کا قول یہی ہے۔

بَابُ النَّفْسَاءِ وَالْحَائِضِ تَهْلُ بِالْحَجِّ

یہ باب ہے کہ نفاس اور حیض والی عورت حج کا احرام باندھے گی

2911- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَفَسْتُ أَنْفَاسَ بِنْتِ عُمَيْسٍ بِالشَّجَرَةِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يَأْمُرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتَهْلُ

» سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں شجرہ کے مقام پر سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نفاس کی حالت میں ہو گئیں (یعنی وہاں انہوں نے بچے کو جنم دیا) تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس خاتون کو یہ ہدایت کریں کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لے۔

2912- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ أَنْفَاسُ بِنْتِ عُمَيْسٍ فَوَلَدَتْ بِالشَّجَرَةِ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَتَى أَبُو بَكْرٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْمُرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ ثُمَّ تَهْلُ بِالْحَجِّ وَتَصْنَعَ مَا يَصْنَعُ النَّاسُ إِلَّا أَنَّهَا لَا تَطُوفُ بِالنَّبِيتِ

» قاسم بن محمد اپنے والد کے حوالے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لیے روانہ ہوئے ان کے ساتھ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی تھیں ”شجرہ“ کے مقام پر انہوں نے محمد بن ابو بکر کو جنم دیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو

نبی اکرم ﷺ نے ان کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس خاتون کو یہ ہدایت کریں کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لے اور وہ تمام افعال سرانجام دے جو لوگ سرانجام دیتے ہیں البتہ وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

2913- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لُفِئَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُثْمَانَ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتَسْتَفِيرَ بِثَوْبٍ ثُمَّ تُهَلَّ

• امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابوبکر کو جنم دیا انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو پیغام بھجوایا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ غسل کر کے کپڑا اچھی طرح باندھ لیں پھر احرام باندھ لیں۔

عورت جب وقوف و طواف زیارت کے بعد حائض ہوئی

اگر عورت وقوف اور طواف زیارت کے بعد حائض ہوئی تو وہ مکہ سے چلی جائے اور طواف صدور کی وجہ سے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حائض عورتوں کو طواف صدور ترک کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور جس بندے نے مکہ کو جائے سکونت بنالیا اس پر طواف صدور نہیں ہے کیونکہ طواف صدور اس پر ہے جو مکہ سے اپنے وطن کو واپس جائے۔ ہاں البتہ جب اس نے پہلے نفر کے وقت آ جانے کے بعد مکہ کو گھر بنالیا۔ اسی روایت کے مطابق جو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت کی گئی ہے اور بعض نے اس کو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے۔ اس لئے طواف صدور اس پر واجب ہو گیا ہے کیونکہ جب اس کا وقت آ جائے۔ لہذا اس کے بعد وہ اقامت کی نیت ساقط نہ ہوگا۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

حائض کے طواف وسعی نہ کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہم لہیک کہتے وقت صرف حج کا ذکر کرتے تھے بعض حضرات نے یہ معنی لکھے ہیں کہ ہم صرف حج کا قصد کرتے تھے یعنی مقصود اصلی حج تھا عمرہ نہیں تھا، لہذا عمرہ کا ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمرہ نیت میں بھی نہیں تھا۔ پھر جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میرے ایام شروع ہو گئے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں اس خیال سے رو رہی تھی کہ حیض کی وجہ سے میں حج نہ کر پاؤں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری کیفیت دیکھ کر فرمایا کہ شاید تمہارے ایام شروع ہو گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقرر فرما دیا ہے اس کی وجہ سے رونے اور مضطرب ہونے کی کیا ضرورت ہے تم بھی وہی افعال کرو جو حاجی کرتے ہیں۔ ہاں جب تک پاک نہ ہو جاؤ (یعنی ایام ختم نہ ہو جائیں اور اس کے بعد نہا نہ لو۔ اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا اور نہ سعی کرنا کیونکہ سعی طواف کے بعد

ہی صحیح ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

سرف ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے تقریباً چھ میل اور مقام معیم سے جانب شمال تین یا چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اس جگہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی اسی جگہ ہوا، شب زفاف بھی یہیں گزری اور انتقال بھی یہیں ہوا۔

اس حدیث کے پیش نظر ایک غلجان پیدا ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ لا ندکر الا لہج (ہم صرف حج کا ذکر کرتے تھے) خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی اس روایت کے بالکل متضاد ہیں جو گزشتہ باب میں (دو) گزر چکی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بارے میں یہ بتایا تھا کہ ولم اہلل الا بعمرہ (یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا) لہذا اس ظاہر تضاد کو دفع کرنے کے لئے یہ تاویل کی جائے گی کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ لا ندکر الا لہج کی مراد یہ ہے کہ اس سفر سے ہمارا اصل مقصد حج تھا اور چونکہ حج کی تین قسمیں ہیں یعنی افراد، تمتع اور قرآن، اس لئے ہم میں سے بعض تو مفرد تھے اور بعض تمتع اور بعض قارن۔ میں نے تمتع کا قصد کیا تھا، چنانچہ میں نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی میرے ایام شروع ہو گئے جس کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ عرفہ کا دن اور وقوف عرفات کا وقت آ گیا اور اس طرح عمرہ کا وقت گزر کر ایام حج شروع ہو گئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں عمرہ کا احرام تو کھول دوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور پھر طواف اور سعی کے علاوہ دیگر افعال حج کروں۔

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور ان میں سے کسی کے پاس قربانی نہ تھی سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے اور ان کے ہمراہ قربانی تھی پس انہوں نے کہا کہ میں نے بھی اسی چیز کا احرام باندھا ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو یہ حکم دیا: اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں اور طواف کر کے بال کتر وادیں اور احرام سے باہر ہو جائیں سوائے اس شخص کے کہ جس کے ہمراہ قربانی ہو۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم منیٰ کیوں کر جائیں؟ حالانکہ ہمارے عضو مخصوص سے منیٰ ٹپک رہی ہوگی۔ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش! اگر میں پہلے سے اس بات کو جان لیتا جس کو میں نے اب جانا ہے تو میں اپنے ہمراہ قربانی نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی ہوتی تو میں احرام سے باہر ہو جاتا۔ (بخاری)

دوا کے ذریعہ سے حیض روک کر طواف زیارت؟

عورت کو اگر یہ خطرہ ہے کہ طواف زیارت یا طواف عمرہ کے زمانہ میں حیض آجائے گا اور ایام حیض گزر جانے تک انتظار کرنا بھی بہت مشکل ہے تو ایسی صورت میں پہلے سے مانع حیض دوا استعمال کر کے حیض روک لیتی ہے اور اسی حالت میں طواف زیارت یا طواف عمرہ کر لیتی ہے تو صحیح اور درست ہو جائے گا: اس پر کوئی جرم مانہ بھی نہ ہوگا؛ بشرطیکہ اس مدت میں کسی قسم کا خون کا دھبہ وغیرہ نہ آیا ہو؛ مگر شدید ضرورت کے بغیر اس طرح کی دوا استعمال نہ کرے، اس لیے کہ اس سے عورت کی صحت پر نقصان دہ اثر پڑتا

ہے۔ (الوار مناسک)

دوران حیض دوا کے ذریعہ حیض روک لیا؟

اگر دوران حیض دوا کے ذریعہ سے حیض روک لیا ہے اور طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد اگر عادت کے ایام میں دوبارہ حیض آ گیا ہے تو یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے طواف حیض میں طواف کیا ہے؛ لہذا جرمانہ میں اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہو جائے گی؛ البتہ اگر پاک ہوئے کے بعد اعادہ کر لے گی تو جرمانہ ساقط ہو جائے گا اور مناسک ملا علی قاری میں ہے کہ اس طرح کرنا ایک قسم کی معصیت بھی ہے، اس لیے اعادہ کے ساتھ توبہ کرنا بھی لازم ہو جائے گا اور اگر اعادہ نہیں کیا تو بدنہ کے کفارہ کے ساتھ ساتھ توبہ بھی لازم ہوگی اور اگر دوا کے ذریعہ سے حیض اس طرح روک گیا کہ طواف کے بعد عادت کا زمانہ ختم ہونے تک حیض آیا ہی نہیں تو ایسی صورت میں طواف بلا کراہت صحیح ہو جائے گا اور کوئی جرمانہ بھی لازم نہ ہوگا۔ (انوار مناسک، ۳۸۷)

باب مَوَاقِیْتِ اَهْلِ الْاَلْفَاقِ

یہ باب مختلف علاقوں کے مواقیت کے بیان میں ہے

2014- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهْلُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلْفَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ لَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَمَا هَذِهِ الثَّلَاثَةُ لَقَدْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَلَّغْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهْلُ أَهْلُ الثَّمَنِ مِنْ يَلْمَلَمَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے اہل شام جحفہ سے اہل نجد قرن سے احرام باندھیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ان تینوں کے بارے میں تو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنا ہے اور مجھے یہ بات پتہ چلی ہے نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اہل یمن، یلملم سے احرام باندھیں گے۔

شرح

اور دوسرا راستہ جحفہ ہے "کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کی دوسری جگہ جحفہ ہے اگر وہ مکہ کے لئے مدینہ سے وہ راہ اختیار کریں جس میں جحفہ ملتا ہے تو وہ پھر جحفہ ہی سے احرام باندھیں، ذوالحلیفہ جانے کی ضرورت نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ پہلے مدینہ سے مکہ آنے کے لئے دو راستے تھے ایک راستے میں تو ذوالحلیفہ ملتا تھا اور دوسرے راستے میں جحفہ۔ اسی لئے یہ حکم دیا گیا کہ اگر وہ راہ اختیار کی جائے جس میں ذوالحلیفہ ملتا ہے تو احرام ذوالحلیفہ سے باندھا جائے اور اگر وہ راہ اختیار کی

2014: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1925 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2707 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 1737 أخرجه الترمذی فی

"السنن" رقم الحديث: 2850

جائے جس میں بھٹہ ملتا ہے تو پھر بھٹہ سے احرام باندھا جائے، لیکن اب ایک ہی راستہ ہو گیا ہے جس میں پہلے تو ذوالحلیفہ آتا ہے اور پھر بھٹہ، اسی طرح اہل مدینہ کے لئے دو میقات ہو گئی ہیں۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اب اہل مدینہ احرام کہاں سے باندھیں؟ تو علماء لکھتے ہیں کہ اس جگہ سے باندھنا اولیٰ ہے جو مکہ سے زیادہ فاصلے پر واقع ہے یعنی ذوالحلیفہ اور اگر کوئی شخص بھٹہ سے احرام باندھے تو یہ بھی جائز ہے۔

مواقیت میقات کی جمع ہے۔ میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ میں جانے والے احرام باندھتے ہیں اور مکہ مکرمہ جانے والے کے لئے وہاں سے بغیر احرام آگے بڑھنا منع ہے۔ ذوالحلیفہ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جنوب میں تقریباً ۱۱۵ میل ۱۸۸ کلومیٹر کے فاصلے پر اور رابغ سے چند میل جنوب میں واقع ہے یہ قریش کی تجارتی شاہراہ کا ایک اسٹیشن رہ چکا ہے اب غیر آباد ہے، یہ مقام شام و مصر کی طرف سے آنے والوں کے واسطے میقات ہے۔ نجد اصل میں تو "بلند زمین" کو کہتے ہیں مگر اصطلاحی طور پر جزیرۃ العرب کے ایک علاقے کا نام ہے جو مملکت سعودی عرب کا ایک حصہ ہے۔ اس علاقے کو نجد غالباً اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سطح سمندر سے یہ علاقہ اچھا خاصا بلند ہے اس وقت جزیرۃ العرب کا سارا وسطی علاقہ جسے نجد کہا جاتا ہے۔ شمال میں بادیۃ الشام کے جنوبی سرے سے شروع ہو کر جنوب میں وادی الا واد اور رابغ الحال تک اور عرضاً احساء سے حجاز تک پھیلا ہوا ہے، حکومت سعودی عرب کا دارالسلطنت "ریاض" نجد ہی کے علاقے میں ہے۔

قرن المنازل یہ ایک پہاڑی ہے جو مکہ سے تقریباً تیس میل (۲۸ کلومیٹر) جنوب میں تہامہ کی ایک پہاڑی ہے یہ پہاڑی یمن سے مکہ آنے والے راستے پر واقع ہے اس پہاڑی سے متصل سعدیہ نامی ایک بستی ہے یہ یمن کی طرف سے آنے والوں کی میقات ہے۔ ہندوستان سے جانے والے اس پہاڑی کے سامنے سے گزرتے ہیں اس لئے ہندوستان والوں کے لئے بھی یہی میقات ہے۔ اسن مواقیت کے علاوہ ایک میقات "ذات عرق" (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ساٹھ میل (۷۶ کلومیٹر) کے فاصلے پر شمال مشرقی جانب عراق جانے والے راستے پر واقع ہے۔ اور عراق کی طرف سے آنے والوں کے واسطے میقات ہے۔

حدیث کے الفاظ لمن کان یرید الحج والعمرة (اور یہ احرام کی جگہیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو حج و عمرہ کا ارادہ کریں) سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص (یعنی غیر مکی) حج و عمرہ کے ارادے کے بغیر میقات سے گزرے تو اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ مکہ میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھے۔ جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے، لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ خواہ حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی غیر مکی شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہے خواہ وہ حج کے لئے جاتا ہو یا کسی اور غرض سے تو اس پر واجب ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھ کر جائے احرام کے بغیر وہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

حنفی مسلک کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ۔ لایجاوز حد المیقات الا محرماً۔ کوئی شخص (مکہ میں داخل ہونے کے لئے) میقات کے آگے بغیر احرام کے نہ بڑھے۔ یہ حدیث اس بارے میں مطلق ہے کہ اس میں حج و عمرہ کے ارادے کی قید نہیں ہے، پھر یہ کہ احرام اس مقدس و محترم مکان یعنی کعبہ مکرمہ کی تعظیم و احترام کی غرض سے باندھا جاتا ہے۔ حج و عمرہ

کیا جائے یا نہ کیا جائے لہذا اس حکم کا تعلق جس طرح حج و عمرہ کرنے والے سے ہے اسی طرح یہ حکم تاجرو سیاح وغیرہ پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ ہاں جو لوگ میقات کے اندر ہیں ان کو اپنی حاجت کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے کیونکہ ان کو بارہا مکہ مکرمہ میں آنا جانا پڑتا ہے۔ اس واسطے ان کے لئے ہر بار احرام کا واجب ہونا وقت و تکلیف سے خالی نہیں ہوگا، لہذا اس معاملے میں وہ اہل مکہ کے حکم میں داخل ہیں کہ جس طرح ان کے لئے جائز ہے کہ اگر وہ کسی کام سے مکہ مکرمہ سے باہر نکلیں۔

اور پھر مکہ میں داخل ہوں تو بغیر احرام چلے آئیں اسی طرح میقات کے اندر والوں کو بھی احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونا جائز ہے۔ فن کان دوہن (اور جو شخص ان مقامات کے اندر رہتا ہے الخ) کا مطلب یہ ہے کہ لوگ میقات کے اندر مگر حدود حرم سے باہر رہتے ہوں تو ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر سے تا حد حرم ہے ان کو احرام باندھنے کے لئے میقات پر جانا ضروری نہیں ہے اگرچہ وہ میقات کے قریب ہی کیوں نہ ہوں۔ جو لوگ خاص میقات میں ہی رہتے ہوں ان کے بارے میں اس حدیث میں کوئی حکم نہیں ہے۔

لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ ان کا حکم بھی وہی ہے جو میقات کے اندر رہنے والوں کا ہے۔ وکذاک وکذاک (اور اسی طرح اور اسی طرح) اس کا تعلق پہلے ہی جملے سے ہے کہ حل (حدود حرم سے باہر سے موقت تک جو زمین ہے) اس میں جو جہاں رہتا ہے وہیں سے احرام باندھنے یعنی میقات اور حد حرم کے درمیان جو لوگ رہنے والے ہیں وہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھیں گے چاہے وہ میقات کے بالکل قریب ہوں اور چاہے میقات سے کتنے ہی دور اور حد حرم کے کتنے ہی قریب ہوں۔

حتی اہل مکہ۔ یہاں منہا کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ یعنی اہل حرم مکہ سے احرام باندھیں جو لوگ خاص مکہ شہر میں رہتے ہیں وہ تو خاص مکہ ہی سے احرام باندھیں گے اور جو لوگ خاص مکہ شہر میں نہیں بلکہ شہر سے باہر مگر حدود حرم میں رہتے ہیں وہ حرم مکہ سے احرام باندھیں گے۔

حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ کے لئے احرام باندھنے کی جگہ مکہ ہے خواہ احرام حج کے لئے خواہ عمرہ کے لئے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا حل کی طرف جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر پھر حرم میں داخل ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا تھا کہ وہ عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے معیم جائیں جو حل میں ہے لہذا یہی کہا جائے گا کہ اس حدیث کا تعلق صرف حج کے ساتھ ہے یعنی یہ حکم اہل مکہ کے لئے ہے کہ وہ جب حج کرنے کا ارادہ کریں تو احرام مکہ ہی سے باندھیں اور اگر عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو پھر حل میں آ کر احرام باندھیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

2915- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْمَشْرِقِ مِنْ ذَاتِ عَرَقٍ ثُمَّ أَقْبَلَ بِوَجْهِهِ

لِلْأُفُقِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَقْبِلْ بِقُلُوبِهِمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

”اہل مدینہ کامیقات ذوالحلیفہ ہے، اہل شام کامیقات جعفیہ، اہل یمن کامیقات یلملم ہے، اہل نجد کامیقات قرن ہے، اہل مشرق کامیقات ذات عرق ہے۔“

پھر نبی اکرم ﷺ نے افق کی طرف چہرہ کیا اور دعا مانگی:

”اے اللہ ان کے دلوں کو لے آ۔“

مواقیت حج اور اس کے احکام کا بیان

اور مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے انسان احرام کے بغیر آگے نہیں جاسکتا ہے۔ وہ پانچ ہیں۔ اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ ہے اور اہل عراق کیلئے ذات عرق ہے اور اہل شام کیلئے جحہ ہے اور اہل نجد کیلئے قرن ہے۔ اور اہل یمن کیلئے یلملم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کیلئے اسی طرح مقرر فرمائے ہیں۔ اور میقات کو مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ احرام میں تاخیر سے بچنا ہے۔ ان مواقیت سے احرام کو مقدم کرنا جائز ہے۔

آفاقی آدمی جب مکہ میں داخل ہونے کے ارادے کیلئے میقات پر پہنچے تو ہمارے نزدیک اس پر احرام باندھنا واجب ہے خواہ وہ حج کا ارادہ کرے یا عمرے کا ارادہ کرے یا کچھ بھی ارادہ نہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص میقات سے آگے نہ بڑھے حتیٰ کہ احرام باندھ لے۔ (ابن ابی شیبہ، طبرانی) کیونکہ احرام کا وجوب اس بقعہ مبارکہ کے ادب کیلئے ہے۔ اس لئے اس میں حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کے سوا سب (احرام باندھنے میں) برابر ہیں۔

میقات حرم حدود کا تعین ہے

حدود حرم میں رہنے والے افراد حرمی کہلاتے ہیں۔ حدود حرم میں رہنے والے شخص کامیقات، حج کے لئے حرم ہے اور عمرہ کے لئے حل یعنی حدود حرم کے باہر کا حصہ مثلاً: مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بحر اند و غیرہ۔ حدود حرم کے باہر کا وہ حصہ جو میقات تک پھیلا ہوا ہے اسے حل کہتے ہیں، میقات اور حل کے درمیان میں رہنے والے افراد کو حل کہتے ہیں مثلاً ساکنان جدہ وغیرہ، ان کی میقات حل ہے، اگر وہ حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ آئیں تو وہ اپنے مقام ہی سے احرام باندھ لیں۔

میقات سے باہر رہنے والے افراد حج و عمرہ کا قصد کر کے آئیں ان کو آفاقی کہتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقطاع عالم سے حج و عمرہ کے لئے آنے والوں کے مواقیت مقرر فرمائے ہیں، کہ وہ ان مقامات نے سے احرام باندھ کر آئیں۔ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے: *

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ،

وَأَهْلِي الشَّامِ الْجُحْفَةَ ، وَأَهْلِي نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ ، وَأَهْلِي الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ -

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ منورہ کے لئے ذوالحلیفہ میقات مقرر فرمائی اور اہل شام کے لئے جھ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم مقرر فرمایا۔

(صحیح بخاری شریف، باب مہل اہل الشام، رقم الحدیث: 1526) اور صحیح مسلم شریف میں حدیث مبارک ہے: وَمُهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ - اہل عراق کے لئے میقات ذات عرق ہے۔ (صحیح مسلم شریف، باب مواقیات الحج والعمرة، رقم الحدیث: 2867) کعبہ اللہ شریف کے چاروں جانب مندرجہ ذیل مواقیات ہیں۔

"(1) ذوالحلیفہ" مدینہ طیبہ سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (۲) "جھ" مصر اور شام سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (۳) قرن" نجد سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (۴) "یلملم" یمن، تھامہ، ہندوستان، پاکستان اور اس کے محاذات سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (۵) "ذات عرق" عراق وغیرہ سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔

برصغیر والوں کیلئے میقات حرم کا بیان

برصغیر میں رہنے والے حضرات کی میقات یلملم ہے جو یمن سے مکہ کے راستے پر ایک پہاڑ کا نام ہے، اسے آج کل سعدیہ کہا جاتا ہے، اگر کوئی انسان حج یا عمرہ کی نیت سے بذریعہ ہوائی جہاز مکہ مکرمہ آ رہا ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ جب میقات کے اوپر سے گزرے تو وہاں سے عمرہ وغیرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہنا شروع کر دے۔ اسے جدہ پہنچنے تک احرام مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جدہ میقات سے آگے ہے، اس کے بالمقابل نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ اہل کوفہ اور بصرہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لئے قرن المنازل کو میقات قرار دیا ہے اور یہ میقات ہمارے راستے سے بہت دور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دیکھو کہ اس کے بالمقابل تمہارے راستے میں کونسا مقام ہے، چنانچہ آپ نے ان کیلئے ذات عرق میقات مقرر کر دی۔ (صحیح بخاری، الحج)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ میقات کے بالمقابل جگہ کا وہی حکم ہے جو میقات کا ہے اس بناء پر اگر کوئی میقات کے اوپر سے گزر رہا ہو تو اس کے بالمقابل اوپر والے مقام سے تلبیہ شروع کر دے کیونکہ اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عمرہ کرنے والا میقات کے بالمقابل خشکی میں ہو یا ہوا میں، یا سمندر میں یہی وجہ ہے کہ بحری جہاز سے آنے والے حضرات جب یلملم یا رابغ کے بالمقابل آتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں بہر حال بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنے والے کے احرام کی درج ذیل چار صورتیں ہیں۔

- (۱) گھر میں غسل کر کے اپنے معمول کے کپڑے زیب تن کرے اور اگر چاہے تو وہ گھر ہی سے احرام پہن لے۔
- (۲) اگر گھر میں احرام نہ باندھا ہو تو ہوائی جہاز میں اس وقت احرام باندھ لے جب ہوائی جہاز کا عملہ اس کے متعلق اعلان

کرتا ہے، وہ تقریباً بالمقابل پہنچنے سے چند منٹ پہلے اعلان کرتا ہے۔

(۳) جب ہوائی جہاز میقات کے بالمقابل پہنچے اور عملہ اس امر کا اعلان کر دے تو حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہنا شروع کر دے۔

(۴) اگر کوئی شخص غفلت یا بھول کے اندیشے کے پیش نظر ازراہ احتیاط میقات پر آنے سے پہلے احرام باندھ لے اور اس کی نیت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بہر حال عمرہ کرنے والے کو خبردار رہنا چاہئے کہ جب بھی ہوائی جہاز کا عملہ اعلان کرے کہ ہم چند منٹ بعد میقات کے بالمقابل پہنچ جائیں گے تو اسے بروقت حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ شروع کر دینا چاہئے بہتر ہے سوار ہوتے وقت ہی احرام کی نیت کرے اور تلبیہ کہنا شروع کر دے۔

مکہ میں رہنے والوں کیلئے بغیر احرام کے دخول کی اجازت کا بیان

اور جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے اسے اپنی ضرورت کیلئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے۔ کیونکہ اس کا دخول مکہ کثرت سے ہوتا ہے اور ہر مرتبہ احرام باندھنے میں واضح حرج واقع ہوگا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اس نے حج کا ارادہ کیا ہو کیونکہ یہ ارادہ کبھی کبھی ثابت ہوتا ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میقات سے تقدیم احرام کے جواز کا بیان

اگر اس نے میقات سے احرام کو مقدم کیا تو اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور تم اللہ کیلئے حج و عمرے کو پورا کرو اور ان دونوں کو پورا کرنا یہ ہے کہ ان دونوں کا احرام اپنے لوگوں کے گروہ کے ساتھ باندھ کر نکلو۔ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اور فضیلت میقات پر تقدیم ہی ہے کیونکہ حج کو مکمل کرنے کی تفسیر اسی کے بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اور ادب بھی زیادہ ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ میقات پر احرام کو مقدم کرنا تب افضل ہے جب اس کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ ممنوع چیز کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

میقات سے پہلے احرام باندھنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص حج یا عمرہ کے لئے مسجد اقصیٰ (ہی سے احرام باندھ کر چلے) تو اس کے وہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے ہوں گے اور جو بعد میں کرے گا یا فرمایا کہ اس شخص کے لئے ابتداء ہی میں جنت واجب ہو جائے گی (یعنی وہ شروع ہی میں جنت میں داخل ہوگا)۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

جب کوئی شخص بیت المقدس سے مکہ کے لئے چلتا ہے تو وہ راستہ میں مدینہ منورہ سے گزرتا ہے، اس طرح وہ شخص اپنے راستہ

میں تینوں افضل ترین مقامات سے مشرف ہوتا ہے بایں طور کہ اس راستہ کے سفر کی ابتداء بیت المقدس سے ہوتی ہے درمیان میں مدینہ منورہ آتا ہے اور آخر میں مکہ مکرمہ پہنچتا ہے لہذا اس شخص کی خوش بختی کا اندازہ لگائیے جو اپنے سفر حج کی ابتداء بیت المقدس سے کرتے کہ اول تو خود سفر مقدس و با عظمت پھر سفر کی ابتداء بیت المقدس سے درمیان میں مدینہ منورہ اور سفر کی انتہاء حرم محترم پر اس سبب سے مذکورہ بالا شخص یہ عظیم ثواب پاتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ احرام باندھنے کی جگہ حرم محترم سے جتنی دور ہوگی ثواب بھی اتنا زیادہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک موافقت سے احرام کی تقدیم یعنی احرام باندھنے کی جگہوں سے پہلے ہی احرام باندھ لینا یا اپنے گھر ہی سے احرام باندھ کر چلنا افضل ہے۔

حضرت امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ ممنوعات احرام سے بچ سکے، ورنہ اگر یہ جانے کہ اس صورت میں ممنوعات احرام سے اجتناب ممکن نہیں ہوگا تو پھر میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہوگا۔ اسی طرح حج کے مہینوں میں (یعنی شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن) سے پہلے احرام باندھنے کے بارے میں حنفیہ کے ہاں جواز کا قول بھی ہے اور مکروہ کہا گیا ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بھی کراہت ہی کے قائل ہیں۔ حضرت امام شافعی کا ایک قول اگرچہ یہ بھی ہے کہ حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنے والوں کا احرام درست نہیں ہوگا لیکن ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھے گا تو اس کا وہ احرام حج کی بجائے عمرہ کا ہو جائے گا۔

میقات سے پہلے احرام باندھنے کی اجازت شرعی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیداء وہ جگہ ہے (مسجد ذی الحلیفہ سے آگے مکہ کی طرف) جس کے بارے میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلط بات کرتے ہو (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداء سے احرام باندھا حالانکہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی الحلیفہ کے نزدیک (احرام باندھ کر) لبیک پکارنا شروع کیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَهْلًا مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ بِرِوَاةِ الشَّافِعِيِّ

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس سے احرام باندھا۔ اسے شافعی نے روایت کیا ہے۔

میقات میں رہنے والوں کیلئے مقام حل کا میقات ہونا

اور جو بندہ میقات میں رہتا ہے اس کا میقات حل ہے حل وہ ہے جو موافقت اور حرم کے درمیان ہے کیونکہ اس کو اپنے لوگوں کے گروپ کے ساتھ احرام باندھنا جائز ہے۔ میقات کے اندر سے مکہ کے حرم تک جگہ ایک ہی ہے۔

اور مکہ میں رہنے والے شخص کا میقات حج کی صورت میں حرم ہے جبکہ عمرہ کی صورت میں حل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ احرام حج جو فمکہ سے باندھیں اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو حکم دیا کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقام معجم سے عمرہ کرائیں۔ (مسلم) اور معجم حرم کی حدود سے باہر حل میں ہے۔ کیونکہ حج کا ادا کرنا عرفات میں ہوتا ہے۔ لہذا حج کا احرام حرم سے ہوگا اس لئے کہ ایک طرح کا سفر ثابت ہو جائے۔ جبکہ عمرہ کی ادائیگی حرم میں ہوتی ہے اسی وجہ سے عمرے کا احرام حل سے ہوگا۔ البتہ معجم افضل ہے کیونکہ معجم کے ساتھ اثر دارو ہے۔

حرم میں رہنے والوں کے میقات کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیہ اور اہل شام کے لیے جحہ، اور اہل نجد کیلئے قرن منازل، اور اہل یمن کے لیے یلملم میقات مقرر کیا اور فرمایا:

(یہ اہل میقات کے لیے اور ان کے علاوہ جو حج اور عمرہ کرنے کے لیے یہاں سے گزریں ان کے لیے بھی میقات ہیں اور جو ان کے اندر ہیں اس کے احرام باندھنے کی جگہ اس کا گھر ہے اور اسی طرح اہل مکہ سے) صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (وادئ) مھصب (ایک جگہ کا نام ہے) میں غرے اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا اور فرمانے لگے: (اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ) اور ایک روایت میں ہے کہ معجم لے جاؤ) تاکہ وہ عمرے کا احرام باندھ لے اور پھر بیت اللہ کا طواف کرے، اور میں تم دونوں کا یہاں انتظار کر رہا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: لہذا ہم نکلے اور میں نے احرام باندھا اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا اور صفامروہ کی سعی کی اور رات کے وقت ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو وہ اپنی جگہ پر ہی تھے اور وہ فرمانے لگے: کیا تم فارغ ہو گئی ہو؟ تو میں نے عرض کی جی ہاں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے مابین کوچ کرنے کا اعلان کر دیا، اور آپ نکلے اور نماز فجر سے قبل بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر مدینہ روانہ ہو گئے) صحیح بخاری اور مسلم۔

تو اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث عام ہے کہ اہل مکہ صرف حج یا صرف عمرہ یا حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام مکہ سے ہی باندھیں گے، اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جس میں ہے کہ وہ اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے معجم گئیں خاص ہے۔

حج و عمرے کے میقات حرم کے فرق کا بیان

اور علماء کرام کے ہاں یہ قاعدہ معروف اور مسلمہ ہے کہ جب عام اور خاص کا آپس میں تعارض ہو تو عام کو خاص پر محمول کرتے ہوئے خاص پر عمل کیا جائیگا، اور یہاں بھی وہی ہے کہ معجم یا حل کی کسی دوسری جگہ سے عمرہ کا احرام باندھنا، تو (حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ ہی سے) اس کا معنی یہ ہوگا کہ اہل مکہ حج مفرد یا حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام مکہ سے ہی باندھیں گے اور انہیں حل یا حدیث میں مذکور دوسرے میقات کی طرف نکلنے کی ضرورت نہیں تاکہ وہ وہاں سے احرام باندھ سکیں۔

لیکن صرف عمرہ کے لیے یہ ہے کہ جو کوئی بھی صرف عمرہ کا احرام باندھنا چاہے اور وہ مکہ کا رہائشی ہو یا حرم کی حدود میں رہتا ہو تو اسے حل کی جانب نکلنا ہوگا یعنی تعصیم وغیرہ کی طرف تاکہ وہ وہاں سے احرام باندھے، جمہور علماء کرام کا یہی کہنا ہے، بلکہ الحجب طبری کا کہنا ہے کہ: مجھے کسی کے بارہ میں علم نہیں کہ اس نے مکہ کو عمرہ کے لیے میقات مقرر کیا ہو۔

تو اس طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے ہی) کوچ مفرد اور قرآن والے متعین کیا جائے گا، نہ کہ صرف عمرہ کرنے والے کے لیے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی دو معاملوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ اگر وہ گناہ نہ ہوتا تو اس میں سے آسان کو اختیار کرتے تھے، لہذا اگر صرف عمرہ کا احرام حرم کی حدود سے باندھنے کی اجازت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اختیار کر لیتے، کیونکہ یہ ان کے لیے بھی اور عائشہ اور ان کے بھائی کے لیے بھی آسان تھا اور اس میں تکلیف اور مشقت بھی کم تھی، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تعصیم یا حل جا کر احرام باندھنے کا حکم نہ دیتے۔

لہذا ان کا حرم کی حدود سے احرام باندھنے سے احتراز کرنا جو کہ حل میں جا کر احرام باندھنے سے سب کے لیے آسان اور سہل ہے حالانکہ حل جانے میں مشقت اور تکلیف ہے اور پہلے معاملے یعنی حرم سے احرام باندھنے میں کوئی مشقت نہیں اس بات کی دلیل ہے کہ صرف عمرے کا احرام حرم کی حدود کی بجائے حل سے باندھنا شرعی مقصود ہے اور شرعی طور پر مامور ہے کہ جو حرم میں رہتے ہوئے صرف عمرہ کرنا چاہے وہ حل جا کر احرام باندھے۔

باب الإحرام

یہ باب احرام باندھنے کے بیان میں ہے

احرام کی وجہ تسمیہ کا بیان

احرام کے معنی ہیں حرام کر دینا چونکہ حج کرنے والے پر کئی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں لہذا اس اظہار کے واسطے کہ اس وقت یہ چیزیں حرام ہو گئی ہیں ایک لباس جو صرف ایک چادر اور تہبند ہوتا ہے۔ بہ نیت حج یا عمرہ باندھا جاتا ہے جس کو احرام کہتے ہیں۔

2916- حَدَّثَنَا مُعْرِزُ بْنُ سَلَمَةَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ادْخَلَ رَجُلَهُ فِي الْعَزْرِ وَاسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ أَهْلًا مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھا اور آپ ﷺ کی سواری سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے تلبیہ پڑھنا شروع کیا۔

2917- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَا

حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدٍ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
إِنِّي عِنْدَ ثَفَنَاتِ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ قَائِمَةً قَالَ لَيْتَكَ بِعُمْرَةٍ
وَحِجَّةٍ مَعًا وَذَلِكَ فِي حِجَّةِ الْوَدَاعِ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں درخت کے پاس نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کے پاس موجود تھا، اور
سیدگی کھڑی ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے یہ کہا:

”میں حج اور عمرہ ایک ساتھ کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔“ (راوی کہتے ہیں) یہ حجۃ الوداع کے موقع کی بات ہے۔

احرام باندھتے وقت غسل یا وضو کی فضیلت کا بیان

اور جب وہ احرام باندھنے کا قصد کرے تو وہ غسل کرے یا وضو کرے البتہ غسل کرنا افضل ہے۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کیلئے کیا ہے۔ (ترمذی، طبرانی، دارقطنی) لیکن یہ پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے ہے۔ یہاں تک کہ جانش کو
تھکم دیا جائے گا چاہے اس سے فرض واقع نہ ہو۔ لہذا وضو اس غسل کے قائم مقام ہو جائے گا جس طرح جمعہ میں ہوتا ہے۔ لیکن غسل
کرنا افضل ہے کیونکہ صحیح معنوں میں پاکیزگی کا مفہوم غسل میں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار کیا ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک غسل احرام کے استحباب کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام طبرانی نے اپنی معجم میں اور امام دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث نقل فرمائی
ہے اور ان دونوں روایات میں یہ لفظ ہے کہ احرام کیلئے غسل کیا جائے گا۔ اور مسئلہ میں تمام احادیث قبولی ہیں فعلی کوئی حدیث نہیں ہے
لہذا ان احادیث کی مطابقت صاحب ہدایہ والی روایت کے ساتھ نہیں ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق ہے اور اس میں یہ ہے کہ غسل صفائی کو زیادہ کرتا ہے۔ اور اس میں
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ غسل واجب نہیں ہے جبکہ داؤد و ظاہری نے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک واجب ہے۔
امام حسن بصری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر وہ یہ غسل بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے وہ کرے۔ اور بعض اہل مدینہ سے یہ
بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس کے ترک پر دم واجب ہے۔ جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ یہ غسل احرام کیلئے مستحب ہے۔

(البتایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳۵، حقایق)۔

امام ابو داؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسلمہ، مالک، زید بن اسلم، ابراہیم بن عبداللہ بن
حسنین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (محرم کے سر دھونے کے متعلق) مقام ابواء میں عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ کے
درمیان اختلاف ہوا ابن عباس کا کہنا تھا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور مسور کہتے ہیں کہ محرم سر نہیں دھو سکتا پس مسئلہ دریافت کرنے کے

لیے عبد اللہ نے عبد اللہ بن حسنین کو حضرت ایوب انصاری کے پاس بھیجا عبد اللہ بن حسنین نے ابو ایوب انصاری کو کنوئیں پر لگی ہوئی دو لکڑیوں کے بیچ میں ایک کپڑے کی آڑ میں غسل کرتے ہوئے پایا عبد اللہ بن حسنین کہتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا میں عبد اللہ بن حسنین ہیں مجھے عبد اللہ بن عباس نے آپ سے یہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام کی حالت میں اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟ (یہ سن کر) ابو ایوب نے کپڑے پر ہاتھ رکھا اور سر اٹھایا یہاں تک کہ مجھے ان کا سر نظر آنے لگا پھر انہوں نے اسی شخص سے جو ان پر پانی ڈال رہا تھا کہا تو پانی ڈال پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا اور انہوں نے اپنے سر کو ہاتھوں سے ملا اور ہاتھ آگے سے پیچھے کی طرف اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حج کا احرام باندھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل

فرمایا۔ (جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ماجاء فی الإغتسال عند الاحرام، الحدیث ۸۳۱)

احرام میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا بیان

اور وہ دو نئے کپڑے یا دھلے ہوئے پہنے، (۱) ازار (۲) چادر۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام کے وقت ازار پہنا اور ایک چادر اوڑھی۔ (بخاری) کیونکہ احرام والے کو سلعے ہوئے کپڑوں سے منع کیا گیا ہے۔ سر کو چھپانا اور گرمی و سردی سے بچنا ضروری ہے اور اس کا حصول اسی تعین سے ہوگا۔ البتہ نئے کپڑے پہننا افضل ہے کیونکہ پاکیزگی کے زیادہ قریب یہی ہے۔

احرام باندھنے کا مستحب طریقہ

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ احرام کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ غسل کرے، بدن سے میل اتارے، ناخن ترشوائے، خط بنوائے، موئے بغل و زیر ناف دُور کرے، سر منڈانے کی عادت ہو تو منڈائے ورنہ کنگھی کرے، تیل ڈالے، بدن میں خوشبو لگائے، پھر جامہ احرام پہن کر دو رکعت نماز بہ نیت سنت احرام پڑھے۔ پھر وہیں قبلہ رو بیٹھا دل و زبان سے نیت کرے۔ ہا و از تین بار لبیک کہے۔ آسانی و قبول کی دعا مانگے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔

(فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، ج ۱۰)

کندھے سے چادر باندھنے پر محرم کے فدیے میں فقہی مذاہب کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ محرم چادر اپنے کندھے سے نہ باندھے اور اگر اس نے اس طرح کیا ہے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اور علامہ قرطبی علیہ الرحمہ نے کہا ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہے۔ ابو نصر عراقی نے کہا ہے مکروہ ہے لیکن اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اسی طرح ابو ثور، ابن منذر نے کہا ہے۔

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ ان کا قول شاذ ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محرم کو دیکھا جس نے کپڑا باندھا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو بلاک ہو رہی کو اتار۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کا حکم نہیں دیا۔ (البنائہ شرح الہدایہ ج ۵، ص ۱۷۷، حنفیہ لبنان)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے احرام کے لئے سہ ہوا لباس اتارا اور غسل کیا۔ (ترمذی، دارمی)

لباس اتارنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہ ہوئے کپڑے اپنے بدن سے اتار دیئے اور تہہ باندھ کر چادر اوڑھ لی جو احرام کے کپڑے ہیں چنانچہ احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا مثلاً کرتا، پانجامہ، ٹوپی عبا، قبا اور موزہ وغیرہ پہننا منع ہے۔ جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا احرام کے لئے غسل کرنا مسنون و افضل ہے، اگر غسل نہ ہو سکے تو پھر وضو پر اکتفا بھی جائز ہے حیض و نفاس والی عورت اور نابالغ بچوں کے لئے بھی غسل مسنون ہے۔

حج اور عمرے کے لئے احرام باندھنا ضروری ہے۔ مرد کے لئے احرام کا لباس دو چادریں ہیں، وہ احرام کی حالت میں شلوار، قمیص نہیں پہن سکتا۔ اسی طرح اس کا سر بھی نیگا رہنا ضروری ہے۔ تاہم وہ ہر طرح کی جوتی اور موزے پہن سکتا ہے، اور موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے گا، جیسا کہ صحیح بخاری، حدیث: 1542 میں ہے۔ عورت کے احرام کے لئے مذکورہ چیزوں کی پابندی نہیں ہے وہ اپنے عام لباس ہی میں احرام باندھے گی، اس کے لئے سر کا اور ٹخنوں کا نیگا رکھنا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ عام حالات کی طرح اس حالت میں بھی سر اور ٹخنے اور جسم کے سارے حصوں کو ڈھک کر رکھے گی۔ البتہ احرام کی حالت میں اسے چہرے پر نقاب ڈالنے سے اور ہاتھوں میں دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے لیکن یہ حالت اس وقت ہوگی جب مردوں کا سامنا نہ ہو۔ اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب ہمارا سامنا مردوں سے ہوتا تو ہم اپنے چہروں کو چھپا لیتیں۔

(سنن ابی داؤد، النکاح)

بَابُ التَّلْبِيَةِ

یہ باب تلبیہ پڑھنے کے بیان میں ہے

2918- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَابُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَلَقَّفْتُ التَّلْبِيَةَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَزِيدُ فِيهَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نے تلبیہ کے الفاظ نبی اکرم ﷺ سے سیکھے ہیں، آپ ﷺ یہ پڑھتے

تھے۔

”میں حاضر ہوں اے اللہ، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں حاضر ہوں، بے شک حمد اور نعمت تیرے لیے مخصوص ہے، اور بادشاہی بھی، تیرا کوئی شریک نہیں۔“

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان الفاظ میں درج ذیل الفاظ کا اضافہ کرتے تھے۔

”میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، سعادت تیری طرف سے نصیب ہو سکتی ہے اور بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے، میں حاضر ہوں، ہر طرح کی رغبت اور عمل تیری ہی طرف لوٹتے ہیں۔“

2919- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ حَدَّثَنَا مُوَقَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَتْ تَلِيَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلِكَ لَيْلِكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَيْلِكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ

» امام جعفر صادق اپنے والد (امام محمد الباقر) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے۔

”میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک حمد اور نعمت تیرے لیے مخصوص ہے اور بادشاہی بھی، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔“

2920- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي تَلِيَّتِهِ لَيْلِكَ إِلَهَ الْحَقِّ لَيْلِكَ

» حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تلبیہ میں یہ پڑھا: میں حاضر ہوں اے حقیقی معبود میں حاضر ہوں۔

2921- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُلَبٍّ يُلِيُّ إِلَّا لَبَّى مَا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدْرٍ حَتَّى تَنْقُطَ الْأَرْضُ مِنْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا

» حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

جب کوئی تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھتا ہے تو اس کے دائیں طرف اور بائیں طرف جہاں تک زمین ہے وہاں تک موجود ہر پتھر، درخت اور اینٹ بھی تلبیہ پڑھتے ہیں۔

2919: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1813

2920: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2751

2921: أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 828

شرح

یہ حدیث گویا لبیک اور لبیک کہنے والے کی عظمت و فضیلت کو ظاہر کر رہی ہے کہ جب کوئی بھی مسلمان لبیک کہتا ہے تو زمین کی تمام چیزیں لبیک کہنے والے کی ہموالی کرتی ہیں بایں طور کہ وہ بھی لبیک کہتی ہیں۔

مفرد تلبیہ کرنے میں حج کی نیت کرے

اور اگر یہ شخص صرف حج کرنے والا ہے تو تلبیہ میں صرف حج کی نیت کرے اس لئے کہ حج ایک عبادت ہے اور اعمال کا دار مدار خیرات پر ہوتا ہے۔ اور تلبیہ الفاظ یہ ہیں۔ "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنُّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَا شَرِيكَ لَكَ" اس کے قول ان الحمد میں الف کے کسرہ کے ساتھ پڑھے اس کو فتح کے ساتھ نہ پڑھے۔ تاکہ ابتداء تعریف کے ساتھ ہو جائے (پہلے والے سے) شروع نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر فتح پڑھا تو یہ پہلے کی صفت ہوگا۔ اور یہ جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پکارنے کا جواب ہے جس طرح واقعہ میں مشہور ہے۔ اور مذکورہ کلمات سے کم کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اہل رواۃ سے اتفاق سے یہی منقول ہے۔ اس لئے اس میں کم نہ کیا جائے ہاں البتہ اگر اس میں اضافہ کر دیا تو جائز ہے۔

فقہاء کے نزدیک تلبیہ کی شرعی حیثیت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلبیہ اس طرح ہا واز بلند کہتے سنا اور اس وقت آپ تلبیہ کیے ہوئے تھے۔ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ان الحمد والنعمه لك والملك لا شريك لك۔ یعنی حاضر ہوں میں تیری خدمت میں اے اللہ! حاضر ہوں تیری خدمت میں، میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں میں تیری خدمت میں بے شک تمام تعریف اور ساری نعمت تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تلبید کرنا یہ کہ محرم (احرام باندھنے والا) اپنے سر کے بالوں میں گوند یا عظمی یا مہندی یا اور کوئی چیز لگا لیتا ہے تاکہ بال آپس میں یکجا رہیں اور چپک جائیں ان میں گرد و غبار نہ بیٹھے اور جوؤں سے محفوظ رہیں۔ تلبیہ یعنی لبیک کہنے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک احرام کے صحیح ہونے کے لئے تلبیہ شرط ہے، حضرت امام مالک کہتے ہیں کہ تلبیہ واجب ہے لہذا تلبیہ ترک کرنے کی وجہ سے دم (جانور ذبح کرنا) لازم آتا ہے۔

حضرت امام شافعی کے ہاں تلبیہ سنت ہے اس کو ترک کرنے کی صورت میں دم لازم نہیں ہوتا۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلبیہ میں اکثر اتنے ہی الفاظ کہتے تھے کیونکہ اور روایتوں میں تلبیہ کے الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی منقول ہیں چنانچہ اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ تلبیہ کے جو الفاظ یہاں حدیث میں نقل کئے گئے ہیں، ان میں کمی کرنا تو مکروہ ہے زیادتی مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

حدیث سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ تلبیہ آواز بلند ہونا چاہئے چنانچہ تمام علماء کے نزدیک بلند آواز سے لہیک کہنا مستحب ہے۔ (المعنی، ۳، ص ۳۳۵، حدیث)

تلبیہ کے بعد صلوٰۃ و سلام اور دعائے مانگنے کا بیان

حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابت اپنے والد کرم حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تلبیہ (یعنی لہیک کہنے) سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت مانگتے اور اس کی رحمت کے ذریعہ دوزخ کی آگ سے معافی کے خواستگار ہوتے۔ (شافعی)

حنفی علماء فرماتے ہیں کہ یہ مستحب ہے کہ جو شخص تلبیہ سے فارغ ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے اور درود پڑھتے وقت اپنی آواز تلبیہ کی آواز کی بہ نسبت پست و دھیمی رکھے نیز اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت مانگے، دوزخ کی آگ سے اس کی پناہ چاہے اور اپنی جس دینی و دنیاوی فلاح و بھلائی کے لیے چاہے دعائے مانگے۔

یہ مسئلہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ تلبیہ کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی تلبیہ کرنے کی حالت میں سلام ہی کر لے تو اس کے سلام کو جواب دینا جائز ہے نیز حنفی علماء کے نزدیک ایک مرتبہ تلبیہ کرنا تو فرض ہے اور ایک مرتبہ سے زیادہ سنت ہے ایسی سنت کہ جس کو ترک کرنے والا برا سمجھا جاتا ہے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ

یہ باب بلند آواز میں تلبیہ پڑھنے کے بیان میں ہے

2822- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ

أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ حَدَّثَهُ عَنْ خَلَادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَائِي جِبْرِيلُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَمُرَ أَصْحَابِي أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِفْلَالِ

••••• خلاد بن سائب اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے انہوں نے مجھے یہ کہا کہ میں اپنے اصحاب کو یہ ہدایت کروں کہ وہ بلند آواز میں تلبیہ پڑھیں۔

شرح

یہ آواز بلند لہیک کہنا مردوں کے لئے مستحب ہے لیکن آواز کو اتنا بلند نہ کرنا چاہئے جس سے تکلیف پہنچے، عورتیں اتنی آہستہ آواز سے لہیک کہیں کہ وہ خود ہی سن سکیں دوسروں تک ان کی آواز نہ پہنچے۔

تلبیہ کی ابتداء کرنے کا بیان

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمن! میں نے تمہیں چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جو تمہارے ساتھیوں میں سے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ اے جریج کے بیٹے! وہ کون سے کام ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اول یہ کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم کعبہ کے کونوں میں سے (طواف کے وقت) ہاتھ نہیں لگاتے ہو مگر دو کونوں کو جو یمن کی طرف ہیں۔ دوسرے یہ کہ تم سہتی جوتے پہنتے ہو۔ تیسرے یہ کہ (زعفران، دوسرے وغیرہ سے داڑھی) رنگتے ہو۔ چوتھے یہ کہ جب تم مکہ میں ہوتے تھے، تو لوگوں نے چاند دیکھتے ہی لبیک پکارنا شروع کر دی تھی مگر آپ نے آٹھ ذی الحجہ کو پکاری۔ پس سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ (سنو!) ارکان تو میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوتے ہوں سوا ان کے جو یمن کی طرف ہیں اور سہتی جوتے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ بھی ایسے جوتے پہنتے تھے جس میں بال نہ ہوں اور اسی میں وضو کرتے تھے (یعنی وضو کر کے گیلے پیر میں اس کو پہن لیتے تھے) پس میں بھی اس کو دوست رکھتا ہوں کہ میں بھی اسی کو پہنوں۔ رہی زردی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اس سے رنگتے تھے (یعنی بالوں کو یا کپڑوں کو) تو میں بھی پسند کرتا ہوں کہ اس سے رنگوں اور لبیک، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک پکارا ہو مگر جب اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار کر کے اٹھی (یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس)۔ (صحیح مسلم کتاب الحج)

تلبیہ کی ابتداء کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے پاؤں رکاب میں ڈالے اور اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب تلبیہ کیا (یعنی ہاواز بلند لبیک کہی) (بخاری و مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر رخت سفر باندھا اور ظہر کی نماز مدینہ میں پڑھ کر روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی جو اہل مدینہ کے لئے میقات ہے رات وہیں گزاری اور پھر صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اور اونٹ کے کھڑے ہو جانے کے بعد لبیک کہی جب ایک دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ احرام کے لیے بنیت نقل دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد لبیک کہی نیز ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیدار پہنچ کر جو ایک بلند جگہ کا نام ہے لبیک کہی اس طرح لبیک کہنے کے وقت کے سلسلہ میں تین طرح کی روایتیں منقول ہیں۔

چنانچہ حضرت امام شافعی نے تو پہلی روایت پر کہ جو یہاں نقل کی گئی ہے عمل کرتے ہوئے کہا کہ اونٹ پر (یا جو بھی سواری ہو اس

ہے) بیٹھ کر لبیک کہی جائے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ لہذا ان تینوں ائمہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نماز لیل پڑھنے کے بعد احرام کی نیت کی جائے اور پھر وہیں مصلیٰ پر بیٹھے ہی ہوئے لبیک کہے تو یہ جائز ہے لیکن نماز کے بعد ہی لبیک کہنا افضل ہے۔

اب ان تینوں روایتوں کے تضاد کو اس تطبیق کے ساتھ دور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ کر مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے لبیک کہی پھر جب اونٹنی پر بیٹھے تو اس وقت بھی لبیک کہی اور اس کے بعد جب مقام بیداء پر پہنچے تو وہاں بھی لبیک کہی چنانچہ علماء نے اسی لیے لکھا ہے کہ حالت وقت اور جگہ کے تغیرات کے وقت لبیک کی تکرار مستحب ہے۔

بہر کیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح تین مرتبہ لبیک کہی اور جس راوی نے جہاں لبیک کہتے سنا وہ یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہیں سے لبیک کہنی شروع کی ہے اس لئے ہر ایک راوی نے اپنے سننے کے مطابق ذکر کر دیا۔ اس تطبیق و توجیہ کی بنیاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جسے شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں شرح کتاب خرقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

حلالی کے تلبیہ پڑھنے میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن، امام نخعی، عطاء بن سائب، حضرت امام شافعی، حضرت ابو ثور، ابن منذر اور اصحاب رائے نے کہا ہے کہ حلالی شخص کیلئے تلبیہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (المغنی، ج ۳، ص ۲۵۶، بدوئ)

ولا بأس أن يلبس الحلال وبه قال الحسن والنخعي وعطاء بن السائب والشافعي وأبو ثور وابن المنذر وأصحاب الرأي وكرهه مالك (المغنی)

2923- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي لَبِيدٍ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلٍ عَنْ خَلَادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَائِلِي جَبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَرُّ أَصْحَابِكَ فَلْيَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ فَإِنَّهَا مِنْ شِعَارِ الْحَيِّجِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور بولے: اے حضرت محمد ﷺ! آپ ﷺ اپنے اصحاب کو حکم دیجیے کہ وہ بلند آواز

میں تلبیہ پڑھیں، کیونکہ یہ حج کا مخصوص علامتی نشان ہے (یا مخصوص طریقہ ہے)۔“

2924- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ وَيَعْقُوبُ بْنُ حَمِيدٍ بْنُ كَاسِبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ

2923: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

عَنِ الصَّعَالِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ مُعَمَّدِ بْنِ الْمُتَكِدِرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَرْبُوعٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْأَعْمَالِ الْفَضْلُ قَالَ الْعَجُّ وَالشَّجُّ

• • • حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تلبیہ پڑھنا اور قربانی کرنا۔

تلبیہ کہنے کے وقت میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے پاؤں رکاب میں ڈالے اور اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب تلبیہ کیا (یعنی ہا واز بلند لبیک کہی) (بخاری و مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر رخت سفر باندھا اور ظہر کی نماز مدینہ میں پڑھ کر روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی جو اہل مدینہ کے لئے میقات ہے رات وہیں گزاری اور پھر صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اور اونٹ کے کھڑے ہو جانے کے بعد لبیک کہی جب ایک دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ احرام کے لیے یہ نیت نفل دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد لبیک کہی نیز ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیدار ہو کر جو ایک بلند جگہ کا نام ہے لبیک کہی اس طرح لبیک کہنے کے وقت کے سلسلہ میں تین طرح کی روایتیں منقول ہیں۔

حضرت امام شافعی نے تو پہلی روایت پر کہ جو یہاں نقل کی گئی ہے عمل کرتے ہوئے کہا کہ اونٹ پر (یا جو بھی سواری ہو اس پر) بیٹھ کر لبیک کہی جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ لہذا ان تینوں ائمہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھنے کے بعد احرام کی نیت کی جائے اور پھر وہیں مصلیٰ پر بیٹھے ہی ہوئے لبیک کہے تو یہ جائز ہے لیکن نماز کے بعد ہی لبیک کہنا افضل ہے۔

اب ان تینوں روایتوں کے تضاد کو اس تطبیق کے ساتھ دور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ کر مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے لبیک کہی پھر جب اونٹنی پر بیٹھے تو اس وقت بھی لبیک کہی اور اس کے بعد جب مقام بیداء پر پہنچے تو وہاں بھی لبیک کہی چنانچہ علماء نے اسی لیے لکھا ہے کہ حالت وقت اور جگہ کے تغیرات کے وقت لبیک کا تکرار مستحب ہے۔

بہر کیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح تین مرتبہ لبیک کہی اور جس راوی نے جہاں لبیک کہتے سنا وہ یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہیں سے لبیک کہنی شروع کی ہے اس لئے ہر ایک راوی نے اپنے سننے کے مطابق ذکر کر دیا۔ اس تطبیق و توجیہ کی بنیاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جسے شیخ عبدالحق نے ائحة اللغات میں شرح کتاب خرقی کے حوالہ سے

نقل کیا ہے۔

بَابُ الظَّلَالِ لِلْمُحْرَمِ

یہ باب احرام والے شخص کا مسلسل تلبیہ پڑھنے میں ہے

2925- حَدَّثَنَا إِسْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْجَزَائِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُحْرَمٍ بَضَحَى لِلَّهِ يَوْمَهُ يُلْتَبَى حَتَّى تَغِيْبَ الشَّمْسُ إِلَّا غَابَتْ بِذُنُوبِهِ لَعَادَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

•• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”حالت احرام والا شخص سارا دن تلبیہ پڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ سورج غروب ہونے تک تلبیہ پڑھتا رہتا ہے، تو وہ سورج اس شخص کے گناہوں سمیت غروب ہوتا ہے، اور وہ شخص اس طرح ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھاجب اس کی والدہ نے اسے جنم دیا تھا۔“

بَابُ الطَّيِّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ

یہ باب احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانے میں ہے

2926- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ طَيَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ قَالَ سُفْيَانُ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے اور طواف افاضہ سے پہلے آپ ﷺ کے احرام بھولنے سے پہلے میں نے نبی اکرم ﷺ کو خوشبو لگائی تھی۔

سفیان بن ابی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں اپنے ان دو ہاتھوں کے ذریعے خوشبو لگائی تھی۔

2927- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطَّيِّبِ فِي مَقَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَلْبِي

2925: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2926: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1754

2927: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2826 و رقم الحديث: 2827

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک کا منظر گویا آج بھی میری نگاہ میں ہے آپ ﷺ اس وقت تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

2028 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ لَمَّا لَثَّ نَكَائِي أَدَّى وَبَيَّضَ الطَّبِيبُ لِي مَفْرِقَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ثَلَاثَةِ وَهُوَ مُخْرِمٌ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ کی پیشانی میں خوشبو کی چمک کا منظر گویا آج بھی میری نگاہ میں ہے حالانکہ آپ ﷺ کو احرام باندھے ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔

احرام میں خوشبو لگانے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لیے طواف کعبہ سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور ایسی خوشبو لگتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا گویا میں اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھے ہوئے ہیں یعنی وہ چمک گویا میری آنکھوں تلے پھرتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احرام کا ارادہ کرتے تو احرام باندھنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو لگاتی اور وہ خوشبو ایسی ہوتی جس میں مشک بھی ہوتا تھا۔ لہذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر خوشبو احرام سے پہلے لگائی جائے اور اس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ خوشبو کا احرام کے بعد استعمال کرنا ممنوعات احرام سے ہے نہ کہ احرام سے پہلے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ احرام کے بعد خوشبو استعمال کرنا ممنوع ہے احرام سے پہلے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کے ہاں احرام سے پہلے بھی ایسی خوشبو لگانا مکروہ ہے جس کا اثر احرام باندھنے کے بعد بھی باقی رہے۔ ولحلہ قبل ان يطوف بالبيت (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لئے الخ) کا مفہوم سمجھنے سے پہلے یہ تفصیل جان لینی چاہیے کہ بقرعید کے روز (یعنی دسویں ذی الحجہ کو) حاجی مزدلفہ سے منیٰ میں آتے ہیں اور وہاں رمی جمرہ عقبہ (جمرہ عقبہ پر کنکر مارنے) کے بعد احرام سے نکل آتے ہیں یعنی وہ تمام باتیں جو حالت احرام میں منع تھیں اب جائز ہو جاتی ہیں البتہ رنٹ (جماع کرنا یا عورت کے سامنے جماع کا ذکر اور شہوت انگیز باتیں کرنا) جائز نہیں ہوتا یہاں تک کہ جب مکہ واپس آتے ہیں اور طواف افاضہ کر لیتے ہیں تو رنٹ بھی جائز ہو جاتا ہے۔ لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس جملہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احرام سے نکل آتے یعنی مزدلفہ سے منیٰ آ کر رمی جمرہ عقبہ سے فارغ ہو جاتے لیکن ابھی تک مکہ آ کر طواف افاضہ نہ کر چکے ہوتے تو میں اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی۔

بَاب مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

یہ باب ہے کہ احرام والا شخص کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟

2929- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمَصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّغْفَرَانُ أَوْ الْوَرْدُ

••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا احرام والا شخص کون سے کپڑے پہن سکتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ قمیص نہیں پہنے گا، عمامہ نہیں پہنے گا، شلوار نہیں پہنے گا، ٹوپی نہیں پہنے گا اور موزے نہیں پہنے گا البتہ اگر اسے جوتے نہیں ملتے تو موزے پہن لے گا لیکن اسے چاہئے کہ ٹخنوں سے نیچے سے انہیں کاٹ لے اور تم لوگ ایسا کوئی کپڑا نہ پہنو جس پر زعفران یا ورس لگا ہوا ہو۔

2930- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لَهِیَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرْدٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ

••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ احرام والا شخص ورس یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے۔

محرم کے ممنوع لباس میں فقہی مذاہب اربعہ کی تصریحات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ محرم کپڑوں میں سے کیا چیزیں پہن سکتا ہے اور کیا چیزیں نہیں پہن سکتا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو قمیص و کرتہ پہنو، نہ عمامہ باندھو، نہ پاجامہ پہنو، نہ برنس اوڑھو اور نہ موزے پہنو، ہاں جس شخص کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن سکتا ہے مگر اس طرح کہ موزہ دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے، نیز کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس پر زعفران یا ورس لگی ہو۔ (بخاری و مسلم)

بخاری نے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ محرم عورت نقاب نہ ڈالے اور اور نہ دستانے پہنے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام پہننے والے کو ورس (رنگ کی ایک قسم) اور زعفران میں رنگی ہوئی چادریں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

2929: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1542، رقم الحديث: 5003، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2783، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

1824، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 2668، رقم الحديث: 2673

2930: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5852، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2785، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 2865

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں تہہ بند چادر اور جوتوں میں احرام باندھنا چاہئے اگر جوتے نہ ہوں تو موزے پہن لو لیکن انہیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ لو۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

قیس و کرتہ اور پاجامہ پہننے سے مراد ان کو اس طرح پہننا ہے جس طرح کہ عام طور پر یہ چیزیں پہنی جاتی ہیں جیسے قیس و کرتہ کو گلے میں ڈال کر پہنتے ہیں یا پاجامہ ٹانگوں میں ڈال کر پہننا جاتا ہے، چنانچہ احرام کی حالت میں ان چیزوں کو اس طرح چھیننا ممنوع ہے۔ ہاں اگر کوئی محرم ان چیزوں کو مروج طریقہ پر پہننے کی بجائے بدن پر چادر کی طرح ڈالے تو یہ ممنوع نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس نے قیس و کرتہ پہنا ہے یا پاجامہ پہنا ہے۔

برنس اس لمبی ٹوپی کو کہتے ہیں جو عرب میں اوڑھی جاتی تھی اور برنس وہ لباس بھی ہوتا ہے جس کا کچھ حصہ ٹوپی کی جگہ کام دیتا ہے جیسے برساتی وغیرہ۔ چنانچہ نہ برنس اوڑھو، نہ مراد یہ ہے کہ ایسی کوئی چیز نہ اوڑھو جو سر کو ڈھانپ لے خواہ وہ ٹوپی ہو یا برساتی اور خواہ کوئی اور چیز۔ ہاں جو چیز ایسی ہو جس پر عرف عام میں پہننے یا اوڑھنے کا اطلاق نہ ہوتا ہو مثلاً سر پر کوٹہ یا گھڑا وغیرہ رکھ لینا یا سر پر گھڑا اٹھالینا تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وہ موزہ دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے میں یہاں ٹخنے سے مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک وہ ہڈی ہے جو پیر کی پشت پر بیچ میں ہوتی ہے جب کہ حضرت امام شافعی کے ہاں وہی متعارف ٹخنہ مراد ہے جس کو وضو میں دھونا فرض ہے۔ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جس شخص کے پاس جوتے نہ ہوں اور وہ موزے پہن لے تو آیا اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

چنانچہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی تو یہ کہتے ہیں کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ اگر احرام کی حالت میں کسی کو سر منڈانے کی اختیاج و ضرورت لاحق ہو جائے تو وہ سر منڈالے اور فدیہ ادا کرے۔

درس ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو زرد رنگت کی اور زعفران کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس گھاس سے رنگائی کا کام لیا جاتا ہے۔ زعفران اور اس کے رنگ آلود کپڑوں کو پہننے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ ان میں خوشبو ہوتی ہے۔

محرم عورت نقاب نہ ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے منہ کو برقع اور نقاب سے نہ ڈھانکے ہاں اگر وہ پردہ کی خاطر کسی ایسی چیز سے اپنے منہ کو چھپائے جو منہ سے الگ رہے تو جائز ہے، اسی طرح حنفیہ کے ہاں مرد کو بھی عورت کی طرح احرام کی حالت میں منہ ڈھانکنا حرام ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی ایک روایت کے مطابق یہی ہے جب کہ امام شافعی کا مسلک اس کے برخلاف ہے۔

ہودج میں بیٹھنا ممنوع ہے بشرطیکہ سر ہودج میں لگتا ہو، اگر سر ہودج میں نہ لگتا ہو تو پھر اس میں بیٹھنا ممنوع نہیں ہے، اسی طرح اگر کعبہ کا پردہ یا خیمہ سر میں لگتا ہو تو ان کے نیچے کھڑا ہونا ممنوع ہے اور اگر سر میں نہ لگتا ہو تو ممنوع نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر محرم کو جوتے میسر نہ ہوں تو وہ موزے پہن سکتا ہے اور جس محرم کے پاس تہہ بند نہ ہو تو وہ پانجامہ پہن سکتا ہے۔ (بخاری مسلم)

موزوں کے استعمال کے بارے میں تو گزشتہ حدیث میں بتایا جا چکا ہے کہ جوتے میسر نہ ہوں تو محرم موزے پہن سکتا ہے۔ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت امام اعظم کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر تہہ بند نہ ہو تو پانجامہ کو پھاڑ کر اسے تہہ بند کی صورت میں باندھ لیا جائے اور اگر کوئی شخص اسے پھاڑ کر استعمال نہ کرے بلکہ پانجامہ ہی پہن لے تو اس پر دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا۔

سلوا کپڑا کسی قسم کا ہو اس کے پہننے میں ممانعت کا بیان

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "حدیث میں جو بیان کیا گیا ہے درج ذیل اشیاء بھی اس کے معنی میں آئیں گی مثلاً قمیص اور سلوار اور پانجامہ اور ٹوپی وغیرہ بھی سلع ہوئے لباس میں شامل ہوں گی، اس لیے سب اہل علم کے ہاں احرام کی حالت میں یہ اشیاء پہننا جائز نہیں ہوں گی۔ (المجموع 15، 104)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: قاضی عیاض رحمہ اللہ کا کہنا ہے: مسلمان اس پر متفق اور جمع ہیں کہ اس حدیث میں احرام کی حالت میں محرم شخص کے لیے جن اشیاء کی ممانعت کا ذکر ہے اس میں قمیص اور پانجامہ سے ہر سلعے ہوئے لباس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اور پگڑی اور برائڈی کہہ کر سر چھپانے والی ہر سلی ہوئی چیز اور موزے کہہ کر ہر ستر چھپانے والی چیز شمار کی گئی ہے۔

اور ابن دقیق العید نے دوسرا اجماع اہل قیاس کے ساتھ مخصوص کیا ہے، جو نہ واضح ہے۔ سلعے ہوئے لباس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز جو کسی جسم کے مخصوص حصہ کے لیے بنایا گیا ہو، چاہے بدن کے کسی ایک حصہ کے لیے ہو۔ (فتح الباری 3، 402)

لنگوٹ کے جواز کے قائلین حضرات نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بار برداری کا کام کرنے والوں کو لنگوٹ پہننے کی اجازت دی تھی، اور اس سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لنگوٹ پہنتا کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اثر امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں بیان کرتے ہوئے کہ: باب ہے احرام کے وقت خوشبو لگانے اور احرام باندھنے کا ارادہ کرتے وقت کیا پہنے... عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہودج کو اٹھانے والوں کے لیے لنگوٹ پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔ (صحیح بخاری، 2، 558)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اثر سعید بن منصور نے عبد الرحمن بن قاسم عن ابیہ کے طریق سے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک موصول بیان کیا ہے کہ: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج کیا تو ان کے ساتھ ان کے دو غلام بھی تھے، جب وہ ان کا کجاوہ اٹھاتے تو ان کا کچھ ستر کھل جاتا، اس لیے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں لنگوٹ پہننے کا حکم دیا، تو وہ احرام کی حالت میں لنگوٹ پہنتے تھے۔

اس میں ابن تین کے قول: "اس سے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارادہ عورتیں ہیں" کا رد پایا جاتا ہے، کیونکہ عورتیں تو سلا

ہوا لباس زیب تن کرتی ہیں، لیکن مرد حالت احرام میں ایسا نہیں کر سکتے، لگتا ہے کہ یہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے ہے جو انہوں نے اختیار کی تھی، وگرنہ اکثر فقہاء اور علماء تو حالت احرام میں لنگوٹ اور سلوار و پاجامہ پہننے کی ممانعت میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔

(فتح الباری (3/397)

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر: ابن ابی شیبہ نے حبیب بن ابوثابت سے بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان عرقاٹ میں لنگوٹ پہنے ہوئے دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ (6/34)

یہ بھی ضرورت پر محمول کیا جائیگا، کیونکہ اخبار المسند (3/1100) میں ابن ابی شیبہ کی روایت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ایام میں زخمی ہوئے تھے جس کی بنا پر ان کا پیشاب پر کنٹرول نہیں تھا کیونکہ اس اثر میں "فلا یستمسک بولی" کے الفاظ ہیں کہ میرا پیشاب نہیں رکھتا تھا۔

اور النہایہ غریب الاثر (2/126) میں درج ہے: عبد خیر کی حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے انڈروئیر پہنا ہوا تھا، اور انہوں نے فرمایا: مجھے مثانہ تکلیف ہے "الذی قرأ انڈروئیر یا پھر لنگوٹ کو کہا جاتا ہے جس سے صرف شرمگاہ چھپائی جاتی ہو۔ اور المسمون: مثانہ کی بیماری کے شکار شخص کو کہا جاتا ہے، اور لسان العرب میں درج ہے:

"عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے لنگوٹ پہن کر نماز ادا کی اور فرمایا: مجھے مثانہ کی تکلیف ہے۔ (لسان العرب (13/71)

اگر بالفرض یہ آثار ثابت نہ بھی ہوں تو بھی دلالت کرتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ محرم شخص کو لنگوٹ پہننے سے روکا جائیگا، اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی روایت کو ضرورت پر محمول کیا جائیگا، اور اس میں لنگوٹ پہننے سے فدیہ دینکی نفی نہیں پائی جاتی، اور اسی طرح عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو بھی مثانہ کی تکلیف کی بنا پر لنگوٹ پہننے کو ضرورت پر محمول کیا جائیگا۔

عبداللہ بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اور انہیں میں نے فدیہ کے بارے میں دریافت کیا تو وہ کہنے لگے: "یہ خاص کے لیے نازل ہوا تھا لیکن تمہارے لیے یہ عام ہے، مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا کہ میرے چہرے پر جوئیں گر رہی تھیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے خیال میں تمہیں بہت زیادہ تکلیف ہو رہی ہے کیا تیرے پاس بکری ہے تو میں نے عرض کیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تین روزے رکھو یا پھر چھ سکنوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر مسکین کو نصف صاع دو"

(صحیح بخاری رقم الحدیث، (1721) صحیح مسلم رقم الحدیث، (1201)

بَابُ الشَّرَاطِيلِ وَالْخُفَيْنِ لِلْمُحَرِّمِ إِذَا لَمْ يَجِدْ إِزَارًا أَوْ نَعْلَيْنِ

یہ باب ہے کہ احرام والے شخص کا شلوار اور موزے پہننا جب اسے تہ بند یا جوتے نہ ملیں

2931- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَنُحَيْمُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ أَبِي الشَّعَاءِ عَنْ أَبِي قَبَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَالَ هِشَامُ عَلَى نَبِيِّ لِفَالٍ مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَائِيلَ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَيْنِ وَقَالَ هِشَامُ فِي حَدِيثِهِ فَلْيَلْبَسْ سَرَائِيلَ إِلَّا أَنْ يَلْبَسَ

••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا (ہشام نامی راوی نے بیان کیا ہے کہ) ہم یہ خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے تہ بند نہیں ملا وہ شلوار پہن لے جسے جوتے نہیں ملے وہ موزے پہن لے۔

ہشام نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں "وہ شلوار پہن لے البتہ اگر وہ نہ پائے" (تو حکم مختلف ہے)
2932- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ
••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
میں نہیں کہہ جوتے نہیں ملے وہ موزے پہن لے تاہم انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

بَابُ التَّوَقُّفِ فِي الْأَحْرَامِ

یہ باب احرام کے دوران پرہیز کرنے کے بیان میں ہے

2933- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْعُرْجِ نَزَلْنَا فَبَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِشَةُ إِلَى جَنْبِهِ وَأَنَا إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ لَمَّا كُنَّا زِمَالَةً وَأَبِي بَكْرٍ وَاحِدَةٌ مَعَ غُلَامٍ أَبِي بَكْرٍ قَالَ فَطَلَعَ الْغُلَامُ وَلَيْسَ مَعَهُ بَعِيرُهُ فَقَالَ لَهُ

2931: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 1841، رقم الحدیث: 1843، رقم الحدیث: 5884، رقم الحدیث: 5853، أخرجه مسلم فی "الصَّحیح" رقم الحدیث:

2766، أخرجه ترمذی فی "المعجم" رقم الحدیث: 834، أخرجه التَّرمذی فی "المعجم" رقم الحدیث: 2670، رقم الحدیث: 2671، رقم الحدیث: 2678، رقم الحدیث:

اَيِّنَ بَعِيرُكَ قَالَ اُضِلَلْتُ الْبَارِحَةَ قَالَ مَعَكَ بَعِيرٌ وَاحِدٌ نُصِلُهُ قَالَ فَطَفِقَ يَضْرِبُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْمُحْرِمِ مَا يَصْنَعُ

•• سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، جب ہم ”عرج“ کے مقام پر پہنچے تو ہم نے پڑاؤ کیا، نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے، عائشہ نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں بیٹھیں، میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھی، ہمارا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سامان کا اونٹ ایک ہی تھا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے ساتھ تھا، اس دوران وہ غلام سامنے آیا، اس کے ساتھ اس کا اونٹ نہیں تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا: تمہارا اونٹ کہاں ہے، اس نے جواب دیا: وہ گزشتہ رات مجھ سے گم ہو گیا ہے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: تمہارے ساتھ ایک اونٹ تھا اور تم نے اسے بھی گم کر دیا ہے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی پٹائی کرنا شروع کی، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس احرام والے شخص کی طرف دیکھو! یہ کیا کر رہا ہے۔“

بَابُ الْمُحْرِمِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ

یہ باب ہے کہ احرام والا شخص اپنا سر دھو سکتا ہے

2934- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ

عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمُسَوِّرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ الْمُسَوِّرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ فَأَرْسَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْوَيْنِ وَهُوَ يَسْتَبِرُّ بِقَوْبٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذَا قُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُنَيْنٍ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ قَالَ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الْقَوْبِ فَطَاطَاهُ حَتَّى بَدَأَ لِي رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اضْبُطْ فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ حَرَكَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَاقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ

•• ابراہیم بن عبد اللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ”ابوہاء“ کے مقام پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف ہو گیا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا تھا کہ احرام والا شخص اپنا سر دھو سکتا ہے جبکہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا تھا کہ احرام والا شخص اپنے سر کو نہیں دھو سکتا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے اس بارے میں دریافت کروں تو میں نے انہیں کنویں کی دیوار کے پاس غسل کرتے ہوئے پایا انہوں نے کپڑے کے ذریعے پردہ کیا ہوا تھا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے دریافت کیا: کون ہے میں نے جواب

2934: أخرجه البخاری فی ”المصحح“ رقم الحدیث: 1840 أخرجه مسلم فی ”المصحح“ رقم الحدیث: 2081 و رقم الحدیث: 2862 أخرجه ابوداؤد فی ”السنن“ رقم الحدیث: 1840 أخرجه النسائی فی ”السنن“ رقم الحدیث: 2864

دین میں عبد اللہ بن مسعود ہوں مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ میں آپ سے سوال کروں کہ نبی اکرم ﷺ احرام کے دوران اپنے سر کو کیسے ڈھویا کرتے تھے؟ راوی کہتے ہیں تو حضرت ابوجاہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو کپڑے پر رکھ کر اسے ذرا سا بٹایا تو ان کا سر میرے سامنے نمودار ہوا پھر انہوں نے اپنے اوپر پانی اٹھیلنے والے ٹمبھ سے فرمایا تم پانی اٹھ لے اس نے ان کے سر پر پانی اٹھ لیا تو انہوں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے اپنے سر کو ترکت دی اور ہاتھ آگے سے پیچھے لے کر گئے اور پھر آگے سے پیچھے لے کر آئے پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بَابُ الْمُحَرِّمَةِ تَسْدُلُ الثَّوْبَ عَلَى وَجْهِهَا

یہ باب ہے کہ احرام والی عورت اپنے چہرے پر کپڑا نکال سکتی ہے

2935- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضْلٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْنَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مُحَرِّمُونَ فَإِذَا لَقِينَا الرَّايِبَ أَسَدَلْنَا ثِيَابَنَا مِنْ فَوْقِ رُءُوسِنَا فَإِذَا جَاوَزَنَا رَفَعْنَاهَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم (یعنی ازواج مطہرات) نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہی تھیں، ہم نے احرام باندھا ہوا تھا، جب کوئی قافلہ ہمارے سامنے آتا تو ہم اپنے سر کے اوپر سے اپنے کپڑے آگے کی طرف نکالتی تھیں، جب وہ گزر جاتے تھے تو ہم ان کپڑوں کو اٹھا دیتی تھیں۔

2935م- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْنَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْخُوهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ الشَّرْطِ فِي الْحَجِّ

یہ باب حج میں شرط عائد کرنے کے بیان میں ہے

2936- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ لَا أَذْرِي أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَوْ سَعْدَى بِنْتِ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى ضِبَاعَةَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ مَا

2935: أخرجا ابورادوني "السنن" رقم الحديث: 1833

2936: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

يَمْنَعُكَ يَا عَمَّتَاهُ مِنَ الْحَجِّ فَقَالَتْ أَنَا امْرَأَةٌ مَقِيمَةٌ وَأَنَا أَخَافُ الْحَبْسَ قَالَ فَاجْعِلِي وَاشْتَرِي أَنِّي مَحِلُّكَ
حَيْثُ حُبْسِي

• ابو بکر بن عبد اللہ اپنی دادی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: مجھے یہ نہیں معلوم کہ ان کی مراد سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا ہیں یا سیدہ سعدی بنت عوف رضی اللہ عنہا ہیں، وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ سیدہ ضباعہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے دریافت کیا: اے پھوپھی جان! آپ ﷺ حج کے لیے کیوں نہیں جا رہی ہیں، تو انہوں نے جواب دیا: میں ایک بیمار عورت ہوں، اور مجھے ڈر ہے کہ میں سفر جاری نہیں رکھ سکوں گی، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”آپ احرام باندھ لیں اور یہ شرط عائد کریں کہ جہاں آپ آگے جانے کے قابل نہ رہیں وہاں احرام کھول دیں گی۔“

2937- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ وَوَكَيْعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ضَبَاعَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا شَاكِيَةٌ فَقَالَ أَمَا تُرِيدِينَ الْحَجَّ الْعَامَ قُلْتُ إِنِّي لَعَلِيْلَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ حُجِّي وَقُولِي مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبُسِينِي

• سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں بیمار تھی، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا آپ نے اس سال حج کرنے کا ارادہ نہیں کیا، میں نے جواب دیا: میں بیمار ہوں یا رسول اللہ ﷺ، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”آپ حج کا ارادہ کریں اور یہ کہہ دیں کہ جہاں میں آگے جانے کے قابل نہ رہی وہاں احرام کھول دوں گی۔“

2938- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا وَعِكْرِمَةَ يُحَدِّثَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَتْ ضَبَاعَةُ بِنْتُ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي امْرَأَةٌ ثَقِيلَةٌ وَإِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَكَيْفَ أَهْلُ قَالَ أَهْلِي وَاشْتَرِي أَنِّي مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبُسِينِي

• حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے عرض کی: میں ایک بیمار عورت ہوں میں حج بھی کرنا چاہتی ہوں تو میں کیسے احرام باندھوں (یعنی میں کیا نیت کروں) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ احرام باندھ لیں اور یہ شرط رکھیں جہاں میں آگے جانے کے قابل نہ رہی میں احرام کھول دوں گی۔

شرح

حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کتنے ہی آدمیوں کے ساتھ کہ جو میرے ساتھ شریک مجلس تھے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے بغیر عمرہ کی شمولیت

3937: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2938: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2897 أخرجه الترمذي في "المسنن" رقم الحديث: 2768

کے) خالص حج کا احرام باندھا۔ عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کی صبح کو (مکہ) میں پہنچے تو ہمیں حکم دیا کہ ہم احرام کھول دیں۔ حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ احرام کھول دو۔ اور عورتوں کے پاس جاؤ (یعنی ان سے مقاربت بھی کرو) نیز عطاء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کی مقاربت کو واجب نہیں کیا تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف عورتوں کو ان کے لئے حلال کر دیا تھا (یعنی احرام کھول دینے کا حکم تو وجوب کے طور پر تھا البتہ محبت و مجامعت کا حکم صرف اباحت و جواز کی صورت میں تھا) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم سن کر تعجب کے ساتھ کہنے لگے کہ جب کہ ہمارے اور عرفہ کے دن کے درمیان صرف پانچ راتیں باقی رہ گئی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دے دیا کہ ہم اپنی عورتوں سے مجامعت کریں (یہ تو بڑی عجیب بات ہوگی کہ) ہم میدان عرفات میں اس طرح جائیں کہ ہمارے عضو مخصوص سے منی نکلتی ہو (یعنی رات کو ہم جماع کریں اور صبح کو عرفات میں پہنچ جائیں، اس بات کو ایام جاہلیت میں بہت برا سمجھا جاتا تھا کہ عورتوں سے مجامعت اور حج میں اتنا قرب ہو جائے بلکہ اس چیز کو حج میں نقصان کا باعث جانتے تھے) عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات کہتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ان کا ہاتھ کا اشارہ اور اپنے ہاتھ کو ہلانا گویا اب بھی میری نظروں میں پھر رہا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کو جب ہمارے اس تردد و تامل کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے درمیان (خطبہ کے لئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری بہ نسبت اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ تم سے زیادہ سچا اور تم میں سب سے زیادہ نیلوکار ہوں۔ اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح احرام کھول دیتا جس طرح تم احرام کھولو گے اور اگر مجھے میری یہ بات پہلے سے معلوم ہوتی جو بعد کو معلوم ہوئی تو میں قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا (یعنی اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ احرام کھولنا تم پر شاق گزرے گا تو میں قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا اور میں بھی احرام کھول دیتا) تم (بلا تامل) احرام کھول دو۔ چنانچہ ہم نے احرام کھول دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو سنا اور اطاعت کی۔ عطاء کا بیان ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کام پر آئے (یعنی وہ یمن قاضی ہو کر گئے تھے جب وہاں سے آئے) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ جس چیز کا احرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندھا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ (نحر کے دن) قربانی کا جانور ذبح کرو (کہ یہ قارن پر واجب ہے) اور حالت احرام کو برقرار رکھو (یعنی میری طرح اب تم بھی احرام باندھ رکھو) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یا خود اپنے لئے قربانی کا جانور لے کر آئے سراقہ بن مالک بن جشم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ (یعنی حج کے مہینوں میں عمرہ کا جواز) صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ کے لئے۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث، 1103)

ہم نے خالص حج کا احرام باندھا "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اپنے خیال و گمان کے مطابق کہی ورنہ تو جہاں

تک واقعہ کا تعلق ہے حضرت عائشہ کی روایت سے یہ معلوم ہی ہو چکا ہے کہ بعض صحابہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے صرف حج کا اور بعض نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا۔

باب دُخُولِ الْحَرَمِ

یہ باب حرم میں داخل ہونے کے بیان میں ہے

2939- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ صَبِيحٍ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ حَسَّانٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ الْأَنْبِيَاءُ تَدْخُلُ الْحَرَمَ مُشَاةً حُفَاةً وَيَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ وَيَقْضُونَ الْمَنَاسِكَ حُفَاةً مُشَاةً

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انبیائے کرام پیدل چلتے ہوئے برہنہ پاؤں حرم کی حدود میں داخل ہوتے تھے، وہ پیدل چلتے ہوئے برہنہ پاؤں بیت اللہ کا طواف کرتے اور تمام مناسک حج ادا کیا کرتے تھے۔

ام القریٰ مکہ مکرمہ کے نام کی وجہ تسمیہ و بیان عظمت

حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں۔ مکہ "مکہ شریف کا مشہور نام ہے چونکہ بڑے بڑے جابر شخصوں کی گردنیں یہاں ٹوٹ جاتی تھیں ہر بڑائی والا یہاں پست ہو جاتا تھا، اس لئے اسے مکہ کہا گیا اور اس لئے بھی کہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ یہاں ہوتی ہے اور ہر وقت کھچا کھچ بھرار ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہاں لوگ غلط ملط ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ کبھی عورتیں آگے نماز پڑھتی ہوتی ہیں اور مردان کے پیچھے ہوتے ہیں جو اور کہیں نہیں ہوتا، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں "فج" سے "تعمیم" تک مکہ ہے بیت اللہ سے بطحا تک مکہ ہے بیت اللہ اور مسجد کو مکہ کہا گیا ہے، بیت اللہ اور اس آس پاس کی جگہ کو مکہ اور باقی شہر کو مکہ بھی کہا گیا ہے، اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں مثلاً بیت العتیق، بیت الحرام، بلد الامین، بلد العامون، ام رحم، ام القری، صلاح، عرش، قادس، مقدس، نامیہ، نامسہ، حاطمہ، راس، کوٹا البلدہ البینۃ العکبہ۔ اس میں ظاہر نشانیاں ہیں جو اس کی عظمت و شرافت کی دلیل ہیں۔ (ابن کثیر، آل عمران، ۹۶)

معروف مؤرخ ابن خلدون کے مطابق مکہ پہلے مکہ کے نام سے جانا جاتا تھا تاہم مؤرخین کے درمیان اس امر پر اختلاف ہے: ابراہیم النخعی نے مکہ کو کعبہ اور مکہ کو شہر سے منسوب کیا جبکہ امام زہری بھی اسی کے حامی ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ مکہ میں استعمال ہونے والا ب دونوں آوازوں کے درمیان قربت کے باعث بعد ازاں م میں تبدیل ہو گیا۔ مکہ کو ام القری کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

تاریخ مسجد حرام کے اندر قائم خانہ کعبہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے تعمیر کیا۔ مؤرخین کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ہی مکہ عبادت اور کاروبار کا مرکز تھا۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ مکہ جنوبی عرب سے شمال میں رومی و

بازنطینی سلطنتوں کے لیے زمینی راستے پر تھا اور ہندوستان کے مصالح جات بحیرہ عرب اور بحر ہند کے راستے سے یہیں سے گزرتے تھے۔

کعبۃ اللہ کی تعمیری تاریخ عہد ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے تعلق رکھتی ہے اور اسی شہر میں نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اور اسی شہر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی ابتدا ہوئی۔ یہی وہ شہر ہے جس سے اسلام کا نور پھیلا اور یہاں پر ہی مسجد حرام واقع ہے جو کہ لوگوں کی عبادت کے لیے بنائی گئی جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ کا پہلا کمر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ یہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت و ہدایت والا ہے۔

(آل عمران (96))

مکہ مکرمہ کی تاریخی اہمیت کا بیان

جہاں بیت اللہ شریف واقع ہے مملکت سعودی عرب کے علاقہ حجاز کا ایک شہر ہے جو وادی ابراہیم میں آباد ہے سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سو فٹ بتائی جاتی ہے اس کا عرض البلد اکیس درجہ شمالی اور طول البلد ساڑھے اسی تالیس درجہ مشرقی ہے، آبادی چار لاکھ یا اس سے متجاوز ہے اس کا محل وقوع ساحل سمندر سے تقریباً اڑتالیس میل (۸۷ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے۔

مکہ کے علاوہ مکہ، ام القرای اور بلد الامین اسی شہر کے نام ہیں مشہور اور متعارف نام مکہ ہی ہے یہ جس جگہ واقع ہے وہ ناقابل کاشت، تنگ اور گہری وادی ہے جو کسی زمانہ میں بالکل جنگل اور بے آب و گیاہ ریگستان ہونے کے سبب لوگوں کی آبادی کا مرکز نہیں بنتی تھی اس وادی میں شہر مکہ مکرمہ مشرق سے مغرب تک پانچ میل سے زائد حصہ میں پھیلا ہوا ہے اس کا عرض دو میل سے زائد ہے اس کی زمین سیلاب کی گزرگاہ ہونے کے باعث بطحا بھی کہی جاتی ہے مکہ کی وادی دو پہاڑی سلسلوں میں گہری ہوئی ہے جو مغرب سے شروع ہو کر مشرق تک چلے گئے ہیں ان میں ایک سلسلہ شمالی ہے اور ایک جنوبی ان دونوں سلسلوں کو اشیان کہتے ہیں ان پہاڑوں کو توریث میں جبال فاران کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور اپنے بیٹھے حضرت اسماعیل کو اس جنگل اور بے آب و گیاہ وادی میں لا کر آباد کیا اور اسی وقت کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی نیز انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس جنگل کو آباد کر دے۔ جب ہی سے یہ بے آب و گیاہ میدان قرب و جوار بلکہ ساری دنیا کا مرکز بنا، اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے اسی کا رخ بنا کر پانچ وقت اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

حضرت اسماعیل کی نسلیں یہاں مقیم ہوئی اور کچھ نسلیں قرب و جوار میں بھی پھیلیں آخر میں قریش یہاں کے متولی اور باشندے ہوئے اور پھر یہاں قریش میں دنیا کے سب سے عظیم رہنما اور خدا کے سب سے آخری پیغمبر و رسول سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبعوث ہونے کے بعد اسی مقدس شہر سے خدا کے آخری دین اسلام کا پیغام دنیا کو سنایا اور یہیں سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تمام تر جدوجہد کا آغاز ہوا۔

مکہ کی آبادی پہلے صرف خیموں میں رہتی تھی ہجرت سے صرف دو صدی پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جد قصى ابن

کلاب جب شام سے آئے تو ان کے مشورہ سے مکانات کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا، پھر اسلام کے آنے کے بعد اس شہر کو برابر ترقی ہوتی رہی، اب یہ اپنے قرب و جوار میں دور دور تک سب سے بڑا اور پورے عالم اسلام کا سب سے اہم اور مرکزی شہر ہے۔ شہر میں پانی کا ایک ہی چشمہ ہے جسے زمزم کہتے ہیں اس کے علاوہ یہاں پانی کا اور کوئی کنواں نہیں ہے پانی کی کمی کی وجہ سے یہاں کی زمین میں کچھ کاشت نہیں ہو سکتی تھی، اب پانی کی افراط کی وجہ سے کچھ گھاس اور پودے لگائے گئے ہیں پہلے شہر میں پانی کی بہت قلت ہونے کی وجہ سے طائف کے قریب یہاں ایک نہر لائی گئی ہے جس کا نام نہر زبیدہ ہے۔ یہ نہر امین الرشید کی والدہ زبیدہ نے بنوائی تھی بعد میں اس کو ترقی دی جاتی رہی اس کے لیے پانی پہنچانے کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کیے گئے اب موجودہ حکومت میں پانی کی سپلائی کا بہت معقول انتظام اور عمدہ ہونے کی وجہ سے یہ قلت بالکل جاتی رہی ہے۔

پہاڑوں کے درمیان گھرے ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں گرمی زیادہ اور سردی کم ہوتی ہے شہر کا موسم گرمیوں میں بڑا سخت ہوتا ہے اور بارش صرف جاڑوں میں ہوتی ہے جس کی سالانہ مقدار چار پانچ انچ سے زیادہ نہیں ہوتی لہذا گرمی کا موسم مارچ میں شروع ہو کر آخر اکتوبر تک رہتا ہے موسم سرما میں سردی کم ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، لاہور)

باب دُخُولِ مَكَّةَ

یہ باب مکہ میں داخل ہونے کے بیان میں ہے

مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنے کا بیان

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی مکہ آتے، تو ذی طویٰ میں رات گزارتے اور جب صبح ہوتی تو غسل کرتے اور نماز پڑھتے پھر دن کو مکہ میں داخل ہوتے اور جب مکہ سے واپس ہوتے تو اس وقت بھی ذی طویٰ سے گزرتے اور صبح تک وہیں رات بسر کرتے، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث، 1106)

ذی طویٰ ایک جگہ کا نام ہے جو حد و حرم میں مقام محکم کی طرف واقع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو استراحت کے لئے رات ذی طویٰ گزارتے پھر صبح غسل فرماتے اور نماز پڑھ کر اس شہر مقدس میں داخل ہوتے۔ نماز سے بظاہر نماز نفل مراد ہے جو وہاں جانے کے لئے پڑھتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے واپس ہوتے تو اس وقت بھی ذی طویٰ میں قیام فرماتے تاکہ رفقہ وہاں جمع ہو جائیں اور سب لوگوں کا سامان وغیرہ اکٹھا ہو جائے۔ حضرت ابن ملک فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مکہ میں دن کے وقت داخل ہونا مستحب ہے تاکہ شہر میں داخل ہوتے ہی بیت اللہ شریف نظر آئے اور دعا کی جائے۔

2940 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ

2940: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ النَّبَةِ الْعُلْيَا وَإِذَا خَرَجَ خَرَجَ مِنَ النَّبَةِ السُّفْلَى
 •• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بالائی پہاڑی کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے تھے، اور
 جب آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نیچے والی پہاڑی کی طرف سے باہر نکلے۔

شرح

مکہ کے جس طرف ذی طوی ہے وہی شہر کا بلند حصہ ہے، جنت المعلیٰ یعنی مکہ کا مشہور قبرستان بھی اسی جانب ہے۔ شہر کی
 دوسری جانب نشیبی حصہ ہے۔ پہلی حدیث اور اس حدیث میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ مکہ کے عیشی حصہ سے نکل کر جب مدینہ کا راستہ
 اختیار کرتے تو ذی طوی پہنچتے اور وہاں رات گزار کر صبح مدینہ کے لئے روانہ ہو جاتے۔

2941- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْعُمَرِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ نَهَارًا

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔

2942- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَحْوٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ
 عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا وَذَلِكَ فِي حَجَّتِهِ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا
 عَقِيلٌ مَنَزِلًا ثُمَّ قَالَ نَحْنُ نَزِلُونَ غَدًا بِخَيْفَ بَنِي كِنَانَةَ يَعْنِي الْمُحَصَّبَ حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ
 وَذَلِكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ خَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ أَنَّ لَا يَبَايَعُوهُمْ وَلَا يَبَايَعُوهُمْ قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ
 وَالْخَيْفُ الْوَادِي

•• حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کل آپ ﷺ کہاں پڑاؤ کریں گے؟ یہ
 نبی اکرم ﷺ کے حج کے موقع کی بات ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے۔ پھر آپ ﷺ
 نے ارشاد فرمایا: کل ہم خیف بنو کنانہ میں یعنی وادی محصب میں پڑاؤ کریں گے جہاں قریش نے کفر پر ثابت قدم رہنے کا حلف اٹھایا
 تھا (راوی کہتے ہیں) اس سے مراد یہ ہے کہ بنو کنانہ نے قریش سے بنو ہاشم کے خلاف حلف لیا تھا کہ وہ ان کے خاندان میں نکاح
 نہیں کریں گے ان کے ساتھ خرید و فروخت نہیں کریں گے۔

معمر کہتے ہیں: زہری نے یہ بات بیان کی ہے "خیف" سے مراد "وادی" ہے۔

بَابُ اسْتِئْذَانِ الْحَجَرِ

یہ باب حجر اسود کا استلام کرنے کے بیان میں ہے

2943- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَخْوَلُ عَنْ

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُرَجْسٍ قَالَ رَأَيْتُ الْأَصْلَحَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقْبَلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ إِنِّي لَا قَبْلَكَ وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

••• عبد اللہ بن سرجس کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا جن کے آگے سے بال کم تھے وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے: میں نے تمہیں بوسہ دیا ہے میں یہ جانتا ہوں کہ تم صرف ایک پتھر ہو اور تم کوئی نقصان یا کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔

شرح

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد اس اعتقادی و عملی گمراہی کو روکنے کے لئے تھا کہ کہیں بعض نو مسلم اس پتھر کو پوجنے ہی نہ لگیں، چنانچہ اس ارشاد سے آپ کی مراد یہی تھی کہ یہ پتھر بذات خود نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ کسی کو نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے، اگر اس کی ذات سے کوئی نفع پہنچتا ہے تو صرف اسی حد تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں اس کو چومنے سے ثواب ملتا ہے۔

قیامت کے دن حجر اسود کی گواہی کا بیان

2844 - حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ الرَّازِيُّ عَنِ ابْنِ خُلَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَتَيْنَ هَذَا الْحَجَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلَيَّ مَنْ يَسْتَلِمُهُ بِحَقِّ

••• حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

قیامت کے دن یہ حجر اسود اس حالت میں آئے گا اس کی دونوں آنکھیں ہوں گی جس کے ذریعے یہ دیکھتا ہوگا اور ایک زبان ہوگی جس کے ذریعے یہ بات چیت کرے گا اور یہ ہر اس شخص کے بارے میں گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ اس کا استلام کیا ہوگا۔

2945 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِي يَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَرَ ثُمَّ وَضَعَ شَفْطَيْهِ عَلَيْهِ يَبْكِي طَوِيلًا ثُمَّ انْفَتَحَ فَإِذَا هُوَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَبْكِي فَقَالَ يَا عُمَرُ هَاهُنَا تُسَكِّبُ الْعِبْرَاتِ

••• حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حجر اسود کے سامنے آئے، آپ ﷺ نے اپنے ہونٹ اس پر رکھے اور کافی دیر روتے رہے، پھر آپ ﷺ نے توجہ کی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی رو رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اے عمر! اس جگہ آنسو بہائے جاتے ہیں۔“

2946- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنْ أَرْكَانِ التَّهْتِ إِلَّا الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ وَالَّذِي يَلِيهِ مِنْ نَحْوِ دُورِ الْجَمْعَيْنِ

••• سالم بن عبد اللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بیت اللہ کے ارکان میں سے صرف حجر اسود اور اس کے ساتھ والے اس رکن کا استلام کرتے تھے جو بنو نجج کے گھروں کی سمت میں تھا۔

بَاب مَنِ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ بِمُحَجَّجِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی چھڑی کے ذریعے حجر اسود کا استلام کرے

2947- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ لَمَّا اطْمَأَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ طَافَ عَلَى بَيْعَرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمُحَجَّجٍ بِيَدِهِ ثُمَّ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَوَجَدَ فِيهَا خِمَامَةَ عَيْدَانَ لَكَسَرَهَا ثُمَّ قَامَ عَلَى بَابِ الْكَعْبَةِ فَرَمَى بِهَا وَأَنَا أَنْظُرُهُ

••• حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فتح مکہ کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ کو اطمینان ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنے اونٹ پر بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی کے ذریعے رکن (حجر اسود) کا استلام کیا، پھر آپ ﷺ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے، وہاں آپ ﷺ نے کعبہ کی لکڑی سے بنی ہوئی کبوتری دیکھی تو اسے توڑ دیا، پھر آپ ﷺ خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اسے باہر پھینک دیا، میں یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود کے سامنے آئے تو ایک چیز سے (یعنی لکڑی سے) کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں تھی اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔ (بخاری، مشکوٰۃ الصالح: جلد دوم، رقم الحدیث: 1115)

حجر اسود کو بوسہ دینے کا طریق تو یہ ہے کہ دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر دونوں ہونٹوں کو حجر اسود پر لگایا جائے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجوم کی زیادتی اور لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے اور اسے چومتے ہوں گے، چنانچہ حنفیہ کا یہی مسلک ہے کہ حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اس کو نہ چوما جائے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے حجر اسود پر ہاتھ رکھنا اور اس کو

چوننا ممکن نہ ہو تو پھر اشارہ کے ذریعہ ہی یہ سعادت حاصل کی جاسکتی ہے۔

2948- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعْضِ الرُّكْنِ بِمُحَبِّتِي

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا اور آپ ﷺ نے چھڑی کے ذریعے حجر اسود کا استلام کیا۔

اونٹ پر سوار کو طواف کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور حجین کے ذریعہ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث: 1114)

حنفیہ کے ہاں چونکہ پیادہ پا طواف کرنا واجب ہے اس لئے اس حدیث کے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر اور مجبوری کی بناء پر اس طرح طواف کیا ہوگا۔ لہذا یہ طواف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہے کسی اور کو سواری پر بیٹھ کر طواف کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ طیبی شافعی فرماتے ہیں کہ اگرچہ پیادہ پا طواف کرنا افضل ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر اس لئے طواف کیا تا کہ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے رہیں۔ یہاں ایک اشکال بھی واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر طواف کرتے ہوئے پہلے تین پھیروں میں رمل کیا تھا، جب کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں رمل کرنا طواف قدوم کے موقع پر تھا اور اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنے کا تعلق طواف افاغہ سے ہے جو فرض ہے اور قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ کو) ہوا تھا اور جسے طواف الرکن بھی کہتے ہیں۔ اور اس موقع پر اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنے کی وجہ یہی تھی کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے رہیں۔ تا کہ طواف افعال و مسائل یکھ لیں۔ "حجین" اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کا سراخمدار ہوتا ہے، اس کے ذریعہ حج اسود کو بوسہ دینے کی صورت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لکڑی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اس کو چومتے تھے۔

2949- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَ حَدَّثَنَا هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى

2948: از: ابی بخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 1807 "خرجہ مسلم فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 3062 "خرجہ التَّائِبِیْنِ فی "السنن" رقم الحدیث: 712 "ورقم الحدیث:

2954

2949: "خرجہ مسلم فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 3066 "خرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1878

بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حطیم سے لے کر حطیم تک تین چکروں میں رمل کیا تھا اور چار چکروں میں آپ ﷺ عام رفتار سے چلے تھے۔

2952- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ فِيمَا الرَّمْلَانِ الْآنَ وَقَدْ آطَا اللَّهُ الْإِسْلَامَ وَتَفَى الْكُفْرَ وَآهْلَهُ وَآيَهُمُ اللَّهُ مَا لَدَعُ شَيْئًا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

••• حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اب رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت عطا کر دی ہے اور کفر اور اہل کفر کو ختم کر دیا ہے، لیکن اللہ کی قسم! ہم ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑیں گے جو ہم نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں کیا کرتے تھے۔

2953- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَحْوٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَا مَعْمَرٌ عَنْ ابْنِ خُنَيْمٍ عَنْ أَبِي الطَّفِيلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ حِينَ أَرَادُوا دُخُولَ مَكَّةَ فِي عُمْرَتِهِ بَعْدَ الْحُدَيْبِيَّةِ إِنَّ قَوْمَكُمْ غَدًا سَيَرُونَكُمْ فليَرُونَكُمْ جُلْدًا فَلَمَّا دَخَلُوا الْمَسْجِدَ اسْتَلَمُوا الرُّكْنَ وَرَمَلُوا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ حَتَّى إِذَا بَلَغُوا الرُّكْنَ الْيَمَانِي مَشَوْا إِلَى الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ ثُمَّ رَمَلُوا حَتَّى بَلَغُوا الرُّكْنَ الْيَمَانِي ثُمَّ مَشَوْا إِلَى الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ ففَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَشَى الْأَرْبَعَ

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مکہ میں داخل ہونے کے وقت یہ فرمایا: یہ حدیبیہ کے بعد والے عمرے کے موقع کی بات ہے۔
”کل تمہاری قوم کے لوگ تمہیں دیکھیں گے وہ لوگ تمہیں مضبوط دیکھیں۔“

جب وہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے رکن (حجر اسود) سے اس کا استلام کیا اور رمل شروع کیا، نبی اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ جب وہ لوگ رکن یمانی کے پاس پہنچے تو عام رفتار سے چلتے ہوئے رکن اسود تک آئے، ایسا انہوں نے تین مرتبہ کیا پھر چار چکروں میں وہ عام رفتار سے چلے۔

پہلے تین چکروں میں رمل کرے

اور وہ پہلے تین چکروں میں رمل کرے۔ اور رمل یہ ہے کہ وہ چلتے وقت اپنے دونوں کندھوں کو حرکت دے جس طرح کوئی لڑنے والا صفوں کے درمیان آکر خان بنا ہوتا ہے۔ اور وہ ایسا اضطباع کے ساتھ کرے۔ اور رمل کا سبب یہ ہے مشرکین کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرنا ہے کیونکہ جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ مسلمانوں کو مدینے کے بخارنے کزور کر دیا ہے تو یہ حکم زوال سبب کے بعد بھی باقی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں بھی اور بعد میں اسی طرح جاری رہا ہے۔

رمل کرنے کے عمل کا ہمیشہ کیلئے سنت ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج یا عمرہ کا طواف کرتے تو پہلے تین شوط میں تیز تیز (اور اکڑ کر) چلتے (یعنی رمل کرتے) اور باقی چار شوط میں اپنی معمولی رفتار سے چلتے پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھتے اور اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے۔ (بخاری و مسلم)

خانہ کعبہ کے گرد ایک پھیرے کو شوط کہتے ہیں اور سات شوط کا ایک طواف ہوتا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کے وقت تین پھیروں میں تو اس طرح تیز چلتے کہ قدم پاس پاس رکھتے اور جلد جلد اٹھاتے اور دوڑتے اور اچھلتے نہ تھے اور باقی چار پھیرے اپنی معمولی رفتار سے چل کر کرتے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ابو طفیل سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت رمل کیا اور یہ کہ یہ سنت ہے انھوں نے کہا کہ ایک بات صحیح ہے اور ایک بات غلط میں نے پوچھا کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی بات غلط؟ اس پر ابن عباس نے کہا کہ یہ بات تو درست ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمل کیا ہے لیکن یہ غلط ہے کہ یہ سنت ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں قریش مکہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو یہ تو خود ہی اپنی موت مر جائیں گے جب مسلمانوں کی قریش مکہ سے اس شرط پر صلح ہو گئی کہ وہ آئندہ سال آئیں گے اور تین دن تک مکہ میں رہیں گے پس (اگلے سال) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے اور مشرکین بھی قعقعان کی طرف سے آئے۔ (قعقان ایک پہاڑ کا نام ہے) تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تین پھیروں میں رمل کرو (سپاہیانہ شان سے اکڑ کر چلو) مگر یہ سنت نہیں ہے۔ (ابو طفیل کہتے ہیں کہ) میں نے پھر کہا کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر صفا مروہ کے درمیان سعی کی ہے اور یہ سنت ہے۔ انھوں نے کہا۔ انھوں نے ایک بات صحیح کی اور ایک بات غلط۔ میں نے پوچھا صحیح بات کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا مروہ کے درمیان اونٹ پر بیٹھ کر سعی کی ہے لیکن یہ غلط ہے کہ یہ فعل سنت ہے کیونکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جاتے نہ تھے اور بٹتے نہ تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر سعی کی تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سن سکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں اور لوگوں کے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ جاسکیں۔ (سنن ابوداؤد)

شوکت اسلام کے عروج کے باوجود رمل کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں اس حال میں تشریف لائے کہ مدینہ کے بخاری نے ان کو کمزور کر دیا تھا مشرکین نے کہا تمہارے پاس وہ لوگ آئے ہیں جن کو بخاری نے کمزور کر دیا ہے اور اس کی وجہ سے بڑی تکلیف اٹھائی ہے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی ان باتوں سے نبی کو آگاہ فرمادیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم

کیا کہ (طواف کرتے وقت) پہلے تین پھیروں میں اکڑ کر چلیں اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان حسب معمول رفتار سے چلیں جب مشرکین نے صحابہ کرام کو تن کر اور اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھا تو بولے کیا یہی ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں تم کہتے تھے کہ ان کو بخار نے کمزور کر دیا ہے یہ تو ہم سے بھی زیادہ توانا اور طاقتور ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو محض شفقت و نرمی کی بناء پر تمام پھیروں میں رمل یعنی تن کر چلنے کا حکم نہیں فرمایا تھا۔

احمد بن حنبل، عبد الملک بن عمرو، ہشام بن سعید، زید بن اسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اب ہم کو رمل کی اور موٹے کھولنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اب اسلام کو قوت و شوکت عطا فرمادی ہے اور کفر کی کمر توڑ دی ہے اور کافروں کو مٹا دیا ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑیں گے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کیا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد)

بَابِ الْإِضْطِبَاعِ

باب اضطباع کے بیان میں ہے

2954 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ وَقَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنِ ابْنِ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ يَعْلَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ مُضْطَبِعًا قَالَ قَبِيصَةُ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ

•• حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال کر طواف کیا تھا۔
قبصہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر چادر موجود تھی۔
شرح

چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ اسے دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیا جائے، اضطباع کہلاتا ہے۔ طواف کے وقت اس طرح چادر اوڑھنے کی وجہ بھی پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

اضطباع چادر کا بیان

پھر وہ اپنی دائیں طرف سے ابتداء کرے جہاں سے متصل دروازہ ہے۔ جبکہ وہ اپنی چادر کا اضطباع کر چکا ہو۔ لہذا وہ بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔ کیونکہ اسی طرح روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طواف کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استلام کیا اور پھر اپنی دائیں جانب سے ملے ہوئے دروازے سے ابتداء کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے سات چکر لگائے۔ اور اضطباع یہ ہے کہ اپنی چادر کو اپنی دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اسے اپنے بائیں کندھے پر ڈالے۔ اور اضطباع

سنت ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

طواف میں اضطباع کرنے کا بیان

حضرت یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حالت میں طواف کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبز (دھاریوں والی) چادر کے ذریعہ اضطباع کیے ہوئے تھے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

طواف میں اضطباع سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے ہر انہ سے کہ جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے عمرہ کیا، چنانچہ سب نے خانہ کعبہ کے طواف کے پہلے تین پھیروں میں رٹل کیا نیز انہوں نے طواف میں اپنی چادروں کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اپنے بائیں کاندھوں پر ڈال لیا تھا۔ (ابوداؤد)

اضطباع پورے طواف میں سنت ہے جب کہ رٹل یعنی تیز اور اکڑ کر چلنا طواف کے پہلے دو تین پھیروں میں ہوتا ہے اتنی بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اضطباع صرف طواف کے وقت ہی مستحب ہے، طواف کے علاوہ اوقات میں مستحب نہیں ہے، نیز بعض لوگ جو ابتداء احرام ہی سے اضطباع اختیار کر لیتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ نماز کی حالت میں یہ مکروہ ہے۔

بَابُ الطَّوَافِ بِالْحَجَرِ

یہ باب حطیم سے طواف کا آغاز کرنے کے بیان میں ہے

2955- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثِ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَجَرِ فَقَالَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ قُلْتُ مَا مَنَعُهُمْ أَنْ يُدْخِلُوهُ فِيهِ فَقَالَ عَجَزَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا لَا يُصْعَدُ إِلَيْهِ إِلَّا بِسُلْمٍ قَالَ ذَلِكَ لِغُلُومِكَ لِيُدْخِلُوهُ مِنْ شَأْرٍ وَيَمْنَعُوهُ مِنْ شَأْرٍ وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِكُفْرِ مَخَافَةٍ أَنْ تَنْفِرَ قُلُوبُهُمْ لَنَظَرْتُ هَلْ أُغِيرَهُ فَأَدْخِلَ فِيهِ مَا انْتَقَصَ مِنْهُ وَجَعَلْتُ بَابَهُ بِالْأَرْضِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ سے ”حطیم“ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بیت اللہ کا حصہ ہے۔ میں نے دریافت کیا: کیا وجہ ہے پھر لوگوں نے اس کو شامل کیوں نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا خرچ ختم ہو گیا تھا میں نے دریافت کیا: کیا وجہ ہے اس کا دروازہ کیوں اونچا ہے اس پر شیرگی کے ذریعے ہی چڑھا جاسکتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہاری قوم کا کام ہے، ایسا انہوں نے اس لیے کیا تھا کہ جسے وہ چاہیں اندر داخل ہونے دیں اور جسے وہ چاہیں روک دیں، اگر تمہاری قوم زمانہ کفر کے قریب نہ ہوتی اور اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ ان کے دل متنفر ہو

بَابُ فَضْلِ الطَّوَافِ

یہ باب طواف کرنے کی فضیلت میں ہے

2956- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَطِيبِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى وَكَعَّتَيْنِ كَانَ كَعَتَيَّ رَقَبَةٍ ۝ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص بیت اللہ کا طواف کرے اور دو رکعات ادا کرے تو یہ غلام آزاد کرنے کی مانند ہے۔“

شرح

حضرت عبید بن عمیر تابعی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں رکن یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگانے میں لوگوں پر جس طرح سبقت حاصل کرتے تھے اس طرح میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی صحابی کو ان دونوں رکن میں سے کسی پر سبقت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کروں تو مجھے مت روکو، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان دونوں رکن کو ہاتھ لگانا گناہوں کے لئے کفارہ ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرے اور اس کی محافظت کرے (یعنی طواف کے واجبات و سنن اور آداب بجالائے تو اس کا ثواب غلام آزاد کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔ نیز میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ (طواف کرتے وقت) جب بھی کوئی قدم رکھتا ہے اور پھر اسے اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قدم رکھنے کے عوض تو اس کا گناہ ختم کرتا ہے اور قدم اٹھانے کے عوض اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے (یعنی طواف کرنے والے کا جب قدم رکھا جاتا ہے تو اس سے گناہ دور کر دیا جاتا ہے اور جب قدم اٹھتا ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس طرح پورے طواف میں اس کے گناہ ختم ہوتے رہتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے)۔

(ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، رقم الحدیث، 1125)

سبقت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کے لئے لوگوں کے ہجوم کو چیر پھاڑ کر آگے بڑھتے اور ان دونوں رکن کو ہاتھ لگاتے، لیکن ان کی یہ سبقت اس طرح ہوتی تھی کہ لوگوں کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی تھی، چنانچہ اگر کوئی شخص استلام کے لئے لوگوں کو دھکیلتا، گراتا ان دونوں رکن تک پہنچے اور لوگ اس کی وجہ سے ایذا محسوس کریں تو وہ گنہگار ہوگا، لہذا ہجوم کی سورت میں ہاتھ کے ذریعہ دور سے اشارہ کر لینے ہی پر اکتفا کر لینا چاہئے۔ ”سات مرتبہ طواف کرے“ میں تین احتمال ہیں ایک تو یہ کہ سات شوط کرے یعنی خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور یہ معلوم ہی ہے کہ سات شوط (چکر) کا ایک طواف ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ سات طواف کرے اور تیسرے یہ کہ سات روز تک طواف کرے۔

طواف والے کیلئے فرشتوں کی دعا کا بیان

2957- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِبْنُ أَبِي عِيَّاشٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ أَبِي سُرَيْةٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ هِشَامٍ يُسْأَلُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَلَّ بِهِ سَبْعُونَ مَلَكًا قَمَنَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوا آمِينَ فَلَمَّا بَلَغَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ قَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ مَا بَلَغَكَ فِي هَذَا الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ فَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَاوَضَهُ فَإِنَّمَا يَقَارِضُ يَدَ الرَّحْمَنِ قَالَ لَهُ ابْنُ هِشَامٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ فَالطُّوَافُ قَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مُحِيطٌ عَنْهُ عَشْرُ سَنِينَ وَكُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ بِهَا عَشْرَةُ دَرَجَاتٍ وَمَنْ طَافَ فَتَكَلَّمَ وَهُوَ فِي تِلْكَ الْحَالِ خَاضَ فِي الرَّحْمَةِ بِرَجُلَيْهِ كَخَاضِ الْمَاءِ بِرَجُلَيْهِ

» حمید بن ابوسویہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن ہشام کو عطا بن ابی رباح سے رکن یمانی کے بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا، وہ اس وقت بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، عطاء نے جواب دیا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

اس کے پاس ستر فرشتے مقرر ہیں جو شخص یہ دعا مانگتا ہے۔

”اے اللہ! میں دنیا اور آخرت میں تجھ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے ہمارے پروردگار! تو دنیا میں بھی ہمیں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا دے۔“
تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔

جب وہ حجر اسود کے پاس پہنچے تو ابن ہشام نے کہا: اے ابو محمد! حجر اسود کے بارے میں آپ تک کیا روایت پہنچی ہے، تو عطاء نے بتایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص اسے چھوتا ہے وہ رخصت کے ہاتھ کو چھوتا ہے۔“

ابن ہشام نے ان سے کہا: اے ابو محمد! طواف کے بارے میں کیا کہتے ہیں: تو عطاء نے بتایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جو شخص بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے اور اس دوران کلام نہ کرے صرف یہ پڑھتا رہے۔

”اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے،

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

تو اس شخص کی دس برائیاں مٹادی جائیں گی اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس درجات بلند کیے جائیں گے۔

جو شخص طواف کرتے ہوئے اس دوران کلام کر لیتا ہے تو وہ اپنے پاؤں رحمت پر اس طرح داخل کرتا ہے جس طرح آدمی پانی میں اپنے پاؤں داخل کرتا ہے۔

رکن یمانی کے استلام کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کے صرف دور کن کا استلام کرتے دیکھا ہے جو یمن کی سمت ہیں۔ (بخاری مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث: 1113)

کعبہ مقدسہ کے چار رکن یعنی چار کونے ہیں، ایک رکن تو وہ ہے جس میں حجر اسود نصب ہے، دوسرا اس کے سامنے ہے اور حقیقت میں "یمانی" اسی رکن کا نام ہے، مگر اس طرف کے دونوں ہی رکن کو تغلیبا رکن یمانی ہی کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ دور کن اور جن میں سے ایک تو رکن عراقی ہے اور دوسرا رکن شامی مگر ان دونوں کو رکن شامی ہی کہتے ہیں۔ جن میں رکن حجر اسود ہے اس کو دوسری فضیلت حاصل ہے، ایک فضیلت تو اسے اس لئے حاصل ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور دوسری فضیلت یوں حاصل ہے کہ اس میں حجر اسود ہے، جب کہ رکن یمانی کو صرف یہی ایک فضیلت حاصل ہے کہ اسے حضرت ابراہیم نے بنایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان دونوں رکن کو رکن شامی و عراقی پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔

اسی لئے "اسلام" انہیں دونوں رکن کے ساتھ مختص ہے۔ "استلام" کے معنی ہیں "لمس کرنا یعنی چھونا" یہ چھونا خواہ ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ ہو یا بوسہ کے ساتھ اور یا دونوں کے ساتھ لہذا جب یہ لفظ رکن اسود کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس سے حجر اسود کو چومنا مقصود ہے اور جب رکن یمانی کی نسبت استعمال ہوتا ہے تو اس سے رکن یمانی کو صرف چھونا مراد ہوتا ہے۔ چونکہ رکن اسود، رکن یمانی سے افضل ہے اس لئے اس کو بوسہ دیتے ہیں یا ہاتھ وغیرہ لگا کر یا کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کر کے چومتے ہیں اور رکن یمانی کو صرف چوما جاتا ہے اس کو بوسہ نہیں دیا جاتا، بقیہ دونوں رکن یعنی شامی اور عراقی کو نہ بوسہ دیتے ہیں اور نہ ہاتھ لگاتے ہیں، چنانچہ مسئلہ یہی ہے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی اور پتھر وغیرہ کو نہ چومنا چاہئے اور نہ ہاتھ لگانا چاہئے۔

بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الطَّوَافِ

یہ باب طواف کے بعد کی دو رکعات کے بیان میں ہے

2958- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ ابْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُطَّلِبِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَعَ مِنْ سَبْعِهِ جَاءَ

حَتَّى يُعَاذِيَ بِالرُّكْنِ فَصَلَّى وَكُتِبَتْ فِي حَاشِيَةِ الْمَطَافِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّوَافِ أَحَدٌ
قَالَ ابْنُ مَاجَةَ هَذَا بِمَكَّةَ خَاصَّةً

•• کثیر بن کثیر اپنے والد کے حوالے سے حضرت مطلب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ سات چکروں سے فارغ ہوئے تو تشریف لائے اور حجر اسود کے مقابل آکر کھڑے ہوئے وہاں آپ ﷺ نے مطاف کے کنارے پر دو رکعت نماز ادا کی آپ ﷺ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی۔
امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حکم مکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

2959- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْعَبْدِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ قَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا ثُمَّ صَلَّى وَكُتِبَتْ قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي عِنْدَ الْمَقَامِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی۔
وکیع نامی راوی کہتے ہیں: پہلے آپ ﷺ نے مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کی پھر آپ ﷺ مفاء کی طرف تشریف لے گئے۔

2960- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ لَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ طَوَافِ الْبَيْتِ أَتَى مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا مَقَامُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ الَّذِي قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) قَالَ الْوَلِيدُ فَقُلْتُ لِمَالِكٍ هَكَذَا قَرَأَهَا (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) قَالَ نَعَمْ

•• امام مالک رحمہ اللہ، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کے والد (امام باقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ بیت اللہ کا طواف کر کے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قیام کی جگہ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

”تم لوگ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنا لو۔“

ولید بن مسلم نامی راوی کہتے ہیں: میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے کہا: کیا انہوں نے اس کی تلاوت اسی طرح کی تھی۔

”تم لوگ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنا لو۔“

2858: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 395، ورقم الحدیث: 1823، ورقم الحدیث: 1827، ورقم الحدیث: 1845، ورقم الحدیث: 1847، ورقم الحدیث:

1793: أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 2987، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحدیث: 2930، ورقم الحدیث: 2988، ورقم الحدیث: 2986

تو امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا: جی ہاں!

بَاب الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا

یہ باب بیمار کے سوار ہو کر طواف کرنے کے بیان میں ہے

2861- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَحْمَدُ بْنُ يَسَّانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ تَوَكُّلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا مَرِضَتْ فَأَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَطُوفَ مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ رَهْمَى رَاكِبَةً قَالَتْ لَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالطُّورُ وَكِتَابُ مَسْطُورٍ قَالَ ابْنُ مَاجَةَ هَذَا حَدِيثٌ أَبِي بَكْرٍ

● سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں وہ بیمار ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں سے پرے ہو کر طواف کر لیں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کر رہے ہیں آپ ﷺ سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔
امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ ابوبکر نامی راوی کی نقل کردہ روایت ہے۔

شرح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حج کے دنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں جس کی وجہ سے پیادہ پا طواف نہیں کر سکتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں سے ایک طرف ہو کر سوار پر طواف کر لو۔ چنانچہ میں نے اسی طرح طواف کیا اور میں نے اس دوران دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں یعنی خانہ کعبہ کی دیوار متصل نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں آیت (والطور و کتاب مسطور) کی قرات فرما رہے تھے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد دوم: رقم الحدیث: 1132)

سورت طور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت میں پڑھی ہوگی اور دوسری رکعت میں کوئی اور سورت پڑھی ہوگی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی۔ یا یہ کہ سورت طور کو دونوں ہی رکعتوں میں پڑھا ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عذر کی بناء پر بیت اللہ کا طواف سوار ہو کر کرنا جائز ہے بلا عذر جائز نہیں ہے کیونکہ پیادہ پا طواف کرنا واجب ہے۔

2861: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 4864، رقم الحدیث: 1619، رقم الحدیث: 1628، رقم الحدیث: 1633، رقم الحدیث: 4853، أخرجه مسلم فی

"الصحيح" رقم الحدیث: 3868، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1662، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 2925، رقم الحدیث: 2927

بَابُ الْمُلتَزِمِ

یہ باب ملتزم کے بیان میں ہے

2962- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ سَمِعْتُ الْمُثَنَّى بْنَ الصَّبَّاحِ يَقُولُ حَدَّثَنِي عُمَرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ طُفْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَلَمَّا فَرَعْنَا مِنَ السَّبْعِ رَكْعَتَا فِي ذَهْرِ الْكُعْبَةِ فَقُلْتُ أَلَا نَتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ قَالَ ثُمَّ مَضَى فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ ثُمَّ قَامَ بَيْنَ الْحَجَرِ وَالْبَابِ فَالْصَّقَ صَدْرَهُ وَيَدَيْهِ وَخَذَهُ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ

••• عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے بارے میں نقل کرتے ہیں: وہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کر رہا تھا، جب ہم ساتویں چکر سے فارغ ہوئے تو ہم نے خانہ کعبہ کے پیچھے نوافل پڑھے، میں نے کہا: کیا ہم جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ نہیں مانگیں گے، انہوں نے کہا: میں جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔
راوی بیان کرتے ہیں: پھر وہ چل پڑے، انہوں نے رکن کا استلام کیا، پھر حطیم اور دروازے کے درمیان کھڑے ہوئے، انہوں نے اپنا سینہ دونوں ہاتھ اور اپنے رخسار اس کے ساتھ لگائے اور بولے: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بَابُ الْحَائِضِ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ إِلَّا الطَّوَّافَ

یہ باب ہے کہ حیض والی عورت طواف کے علاوہ تمام مناسک ادا کرے گی

2963- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْ سَرِفٍ حَضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا لَكَ أَتَيْسَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ قَالَتْ وَضَعَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا جب ہم ”سرف“ پہنچے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ہم ”سرف“ کے قریب پہنچے تو مجھے حیض آ گیا نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا تمہیں حیض آ گیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں!

2962: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1899

2963: أخرجه البخاري في "الصحیح" رقم الحديث: 284، ورم الحديث: 5548، ورم الحديث: 5558، أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 2910، أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 289، ورم الحديث: 347، ورم الحديث: 3749، ورم الحديث: 2998

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے مقرر کر دی تم تمام مناسک حج ادا کرو البتہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے قربان کی تھی۔

حائض کیلئے طواف وسعی نہ کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہم لبیک کہتے وقت صرف حج کا ذکر کرتے تھے بعض حضرات نے یہ معنی لکھے ہیں کہ ہم صرف حج کا قصد کرتے تھے یعنی مقصود اصلی حج تھا عمرہ نہیں تھا، لہذا عمرہ کا ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمرہ نیت میں بھی نہیں تھا۔ پھر جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میرے ایام شروع ہو گئے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں اس خیال سے رو رہی تھی کہ حیض کی وجہ سے میں حج نہ کر پاؤں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری کیفیت دیکھ کر فرمایا کہ شاید تمہارے ایام شروع ہو گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقرر فرمادیا ہے اس کی وجہ سے رونے اور مضطرب ہونے کی کیا ضرورت ہے تم بھی وہی افعال کرو جو حاجی کرتے ہیں۔ ہاں جب تک پاک نہ ہو جاؤ (یعنی ایام ختم نہ ہو جائیں اور اس کے بعد نہا نہ لو۔ اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا اور نہ سعی کرنا کیونکہ سعی طواف کے بعد ہی صحیح ہوتی ہے۔) (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث، 1117)۔

سرف ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے تقریباً چھ میل اور مقام معتمیم سے جانب شمال تین یا چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اس جگہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بھی اسی جگہ ہوا، شب زفاف بھی یہیں گزری اور انتقال بھی یہیں ہوا۔ اس حدیث کے پیش نظر ایک خلجان پیدا ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ الفاظ لائنڈ کرا لالچ (ہم صرف حج کا ذکر کرتے تھے) خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کی اس روایت کے بالکل متضاد ہیں جو گزشتہ باب میں (دو) گزر چکی ہے۔

جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بارہ میں یہ بتایا تھا کہ ولم اہلل الا بعمرۃ (یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا) لہذا اس ظاہر تضاد کو دفع کرنے کے لئے یہ تاویل کی جائے گی کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ لائنڈ کرا لالچ کی مراد یہ ہے کہ اس سفر سے ہمارا اصل مقصد حج تھا اور چونکہ حج کی تین قسمیں ہیں یعنی افراد، تمتع اور قرآن، اس لئے ہم میں سے بعض تو مفرد تھے اور بعض تمتع اور بعض قارن۔ میں نے تمتع کا قصد کیا تھا، چنانچہ میں نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی میرے ایام شروع ہو گئے جس کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ عرفہ کا دن اور وقوف عرفات کا وقت آ گیا اور اس طرح عمرہ کا وقت گزر کر ایام حج شروع ہو گئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں عمرہ کا احرام تو کھول دوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور پھر طواف اور سعی کے علاوہ دیگر افعال حج کروں۔

بَاب الْاِفْرَادِ بِالْحَجِّ

یہ باب حج افراد کے بیان میں ہے

حج افراد کی تعریف و طریقہ کا بیان

حج افراد یہ ہے کہ صرف اکیلے حج کا احرام باندھا جائے اور جب مکہ مکرمہ پہنچے تو طواف قدم اور حج کی سعی کر لے نہ تو اپنے سر کو منڈائے اور نہ ہی بال چھوئے کروائے اور نہ ہی احرام کھولے گا بلکہ وہ عید کے دن حجرہ عقبہ کو رمی کرنے تک اپنے اسی احرام میں رہے گا، اور اگر وہ حج کی سعی کو طواف حج یعنی طواف افاضہ کے بعد تک مؤخر کرنا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں وہ ایسا کر سکتا ہے۔

حج مفرد، قرآن و تمتع میں سے افضل ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ شرف الدین نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ تمام ائمہ و فقہاء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ حج افراد، تمتع اور قرآن کرنا جائز ہے۔ لیکن ان میں فضیلت کس کو حاصل ہے اس میں اختلاف ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، سفیان ثور، اسحاق بن رہویہ، حنبل، مالک اور ابواسحاق مروزی علیہم الرحمہ کے نزدیک حج قرآن افضل ہے۔

حضرت امام شافعی، امام مالک اور داؤد بن علی اصفہانی (مکر تلعید) کے نزدیک حج افراد افضل ہے۔ جبکہ حضرت امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمتع افضل ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک تمتع اور قرآن یہ دونوں حج مفرد سے افضل ہیں۔

(شرح مہذب، ج ۷، ص ۱۵۰، ہر دوت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سواری پر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور اکثر صحابہ دونوں چیزوں یعنی حج و عمرہ کے لئے چلاتے تھے۔ (یعنی با واز بلند کہتے تھے) (بخاری)

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن افضل ہے چنانچہ حنفیہ کا یہی مسلک ہے۔ اس حدیث کو مستدل قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف عمل کرنا کب گوارا کر سکتے تھے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کیا ہوگا اس لئے اکثر صحابہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہی میں قرآن کیا۔

نبی کریم ﷺ کے حج کا بیان

2964 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَأَبُو مُصْعَبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْرَدَ الْحَجَّ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے حج افراد کیا تھا۔

2965- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ تَوَافِلٍ وَكَانَ يَهْمُ لِي حَبِيبُ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَزَّ الْحَجَّ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے حج افراد کیا تھا۔

2966- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ وَحَالِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَزَّ الْحَجَّ

• امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حج افراد کیا تھا۔

2967- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَمَرِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنِّدِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ أَلَزُّوا الْحَجَّ

• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج افراد کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ قَرَنَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ

یہ باب ہے کہ جو شخص حج اور عمرے کو ملا لے

حج قرآن کی تعریف و طریقہ کا بیان

قرآن کے لغوی معنی: دو چیزوں کو جمع کرنا، قرآن کے اصطلاحی معنی: میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا ہمارے یہاں قرآن تمتع سے افضل ہے، اور تمتع افراد سے افضل ہے۔ قارن کو اس طرح کے الفاظ کہنا مسنون ہے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَبَسِّرْهُمَا لِيْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّيْ" اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں اور دونوں کو میرے لئے آسان

2964: أخرجه مسلم في "الحج" رقم الحديث: 2964 أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 1771 أخرجه الترمذي في "المناج" رقم الحديث: 820 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2714

2965: أخرجه البخاري في "الحج" رقم الحديث: 1562 أخرجه مسلم في "الحج" رقم الحديث: 2965 أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 1779

1779: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2715

2966: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2967: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فرما۔ اور ان دونوں کو مجھ سے قبول فرما۔ پھر تلبیہ کہے۔

جب قارن مکہ آئے تو عمرہ کے طواف مع سات چکروں سے شروعات کرے صرف پہلے تین چکروں میں رمل کرے، پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھے، پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور میلین اخضرین کے درمیان تیزی سے چلے اور سات چکر پورے کرے، یہ عمرہ کے افعال ہیں، پھر اعمال حج کی شروعات کرے، حج کے لئے طواف قدوم کرے، پھر حج کے اعمال پورے کرے جس طرح اس کی تفصیل گزر چکی۔

حج قرآن یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا جائے یا پھر پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور پھر بعد میں عمرہ کا طواف کرنے سے قبل اس پر حج کو بھی داخل کر دے (وہ اس طرح کہ وہ اپنے طواف اور سعی کو حج اور عمرہ کی سعی کرنے کی نیت کرے)۔ حج قرآن اور حج افراد کرنے والے شخص کے اعمال حج ایک جیسے ہی ہیں صرف فرق یہ ہے کہ حج قرآن کرنے والے پر قربانی ہے اور حج افراد کرنے والے پر قربانی نہیں۔

ان تینوں اقسام میں افضل قسم حج تمتع ہے اور یہی وہ قسم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو جس کا حکم دیا اور اس پر انہیں ابھارا حتیٰ کہ اگر کوئی انسان حج قرآن یا حج افراد کا احرام باندھے تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام بنا لے اور عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول کر حلال ہو جائے تاکہ وہ حج تمتع کر سکے اگرچہ وہ طواف قدوم اور سعی کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال جب طواف اور سعی کر لی اور آپ کیساتھ صحابہ کرام بھی تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ساتھ بھی قربانی نہ تھی اسے حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کیا احرام میں بدل لے اور بال چھوٹے کروا کر حلال ہو جائے اور فرمایا: اگر میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا تو میں بھی وہی کام کرتا جس کا تمہیں حکم دے رہا ہوں۔

2968- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي اسْحَقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحِجَّةً

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔

”میں عمرہ اور حج کرنے کے لیے حاضر ہوں۔“

2969- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحِجَّةٍ

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ پڑھا، میں عمرہ اور حج کرنے کے لیے حاضر ہوں۔

2968: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3818 أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 1795 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 2728

2969: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2970- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ بْنِ أَبِي لَهَبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ شَقِيقَ بْنِ سَلَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ الصَّبِيَّ بْنَ مَعْبُدٍ يَقُولُ كُنْتُ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَأَسْلَمْتُ فَأَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَسَمِعَنِي سَلْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ وَزَيْدُ بْنُ صُوحَانَ وَأَنَا أَهْلُ بَيْهَمَا جَمِيعًا بِالْقَادِسِيَّةِ فَقَالَا لَهَذَا أَضَلُّ مِنْ بَعِيرِهِ فَكَانَمَا حَمَلًا عَلَى جَبَلٍ يَكْلِمَتُهُمَا فَقَدِمْتُ عَلَى عَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَأَقْبَلَ عَلَيَّهِمَا فَلَا مَهْمَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ هَدَيْتَ لِسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَيْتَ لِسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَشَامُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ شَقِيقٌ فَكثيرًا مَا ذَهَبْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ نَسْأَلُهُ عَنْهُ

» صبی بن معبد بیان کرتے ہیں: میں ایک عیسائی شخص تھا میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے حج اور عمرے کا احرام باندھ لیا قادیسیہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان نے مجھے سنا کہ میں ان دونوں کو ایک ساتھ کرنے کا تلبیہ پڑھ رہا ہوں تو ان دونوں حضرات نے کہا یہ شخص اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ ہے تو یہ یوں تھا جیسے انہوں نے اپنی بات کے ذریعے میرے اوپر پہاڑ کا وزن ڈال دیا میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تو وہ ان دونوں حضرات کی طرف متوجہ ہوئے اور ان دونوں کو ملامت کی پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: نبی اکرم ﷺ کی سنت کی طرف تمہاری رہنمائی کی گئی ہے۔

ہشام نامی راوی اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: شقیق نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے میں اور مسروق کئی مرتبہ جا کر ان سے اس بارے میں دریافت کر چکے ہیں۔

2970م- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَخَالِي يَغْلِي قَالُوا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقِ بْنِ الصَّبِيَّ بْنَ مَعْبُدٍ قَالَ كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِنَصْرَانِيَّةٍ فَأَسْلَمْتُ فَلَمْ أَلْ أَنْ أَجْتَهِدَ فَأَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لَذَكَرَ نَحْوَهُ

» صبی بن معبد بیان کرتے ہیں: میں زمانہ عیسائیت کے قریب تھا میں نے اسلام قبول کر لیا میں نے اپنی طرف سے کوشش کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو میں نے حج اور عمرے کا احرام باندھ لیا (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کیے)

2971- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا حَبَّاجٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُو طَلْحَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَنَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ

» حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے، نبی اکرم ﷺ نے حج اور عمرے کو ملا لیا تھا۔

حج قرآن کی تمتع و مفرد سے فضیلت کا بیان

قرآن حج تمتع اور حج مفرد سے افضل ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے افراد افضل ہے اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے تمتع قرآن سے افضل ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر قرآن میں ہے۔ جبکہ قرآن میں قرآن کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن رخصت ہے۔ اور اس لئے بھی کہ افراد میں تلبیہ، سفر اور حلق کی زیادتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم حج و عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھو۔ اس لئے کہ اس میں دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے۔ لہذا یہ روزہ اور اس کے ساتھ اعتکاف کو جمع کرنے اور اسی طرح اللہ کی راہ میں پہرہ دینے اور تہجد پڑھنے کو جمع کرنے والے کے مشابہ ہو گیا ہے۔ جبکہ تلبیہ بے شمار ہے اور سفر مقصود نہیں ہے اور حلق عبادت سے خارج ہوتا ہے۔ لہذا ان اشیاء کے ساتھ ترجیح نہ دی جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث کا مقصود اہل جاہلیت کے قول کی نفی کرنا ہے۔ (ان کا قول یہ ہے) کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا سخت گناہ ہے اور قرآن مجید میں قرآن کا ذکر بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”کہ اپنے جھوپڑوں سے دونوں کا احرام باندھ لیں۔ یہ روایت اسی کے مطابق ہے جس ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد قرآن میں احرام کو جلدی باندھنا ہے اور ان دونوں کا احرام میقات سے لیکر فارغ ہونے تک رہتا ہے۔ جبکہ تمتع میں ایسا نہیں ہے۔ لہذا تمتع سے قرآن افضل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ احناف اور شوافع میں اختلاف اس بات پر جی ہے کہ احناف کے نزدیک قارن دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرے گا جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ایک مرتبہ طواف اور ایک مرتبہ سعی کرے گا۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

بَاب طَوَافِ الْقَارِنِ

یہ باب حج قرآن کرنے والے کے طواف کے بیان میں ہے

2972 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى بْنُ حَارِثٍ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ

عَبْدَانَ بْنِ جَامِعٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَطَاءٍ وَطَاوُسٍ وَمُجَاهِدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَطُفْ هُوَ وَأَصْحَابُهُ لِعُمْرَتِهِمْ وَحَجَّتِهِمْ حِينَ قَدِمُوا إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم جب (مکہ مکرمہ) آئے تھے تو انہوں نے اپنے عمرے اور حج کے لیے صرف ایک طواف کیا تھا۔

2973 - حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ النَّبِيِّ

2972: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ طَوَافًا وَاحِدًا

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حج اور عمرے کے لیے ایک طواف کیا تھا۔

2974- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزُّنَجِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ

عُمَرَ أَنَّهُ قَدِمَ قَارِنًا فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

•• حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ حج قرآن کرنے کے لیے آئے، انہوں نے بیت

اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی اور یہ بات بیان کی، نبی اکرم ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

2975- حَدَّثَنَا مُحَرَّرُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كَفَى لَهُمَا طَوَافٌ وَاحِدٌ وَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَنْقَضِيَ حَجُّهُ وَيَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا

•• حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص حج اور عمرے کا احرام باندھتا

ہے تو ان دونوں کے لیے ایک ہی طواف کافی ہے ایسا آدمی اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک وہ اپنا حج مکمل نہیں کر لیتا ان دونوں سے ایک ساتھ حلال ہوگا (یعنی ان دونوں کا احرام ایک ساتھ کھولے گا)۔

حج قرآن سے متعلق احادیث کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تبلیہ پڑھتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرما رہے تھے: لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا .

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات ذوالحلیفہ میں گزاری اگلے دن صبح کو (ظہر کی نماز کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے جب بیدار پر پہنچے تو اللہ کی حمد بیان کی اور تسبیح و تکبیر کہی پھر حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا اور باقی لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا جب ہم مکہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو (جن کے ساتھ ہدی کا جانور نہ تھا) احرام کھول دینے کا حکم فرمایا اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل کرتے ہوئے احرام کھول ڈالا اور تردید کے دن (آٹھویں تاریخ کو) لوگوں نے حج کا احرام باندھا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کر کے قربان کیے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا

2973: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2974: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2975: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 947

امیر بنا کر بھیجا تو میں ان کے ساتھ تھا میں نے وہاں کئی اوقیہ چاندی جمع کی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دیکھا اور دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں خوشبو بھاری ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا کہ آپ کو کیا ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو احرام کھولنے کا حکم فرمایا تو انہوں نے احرام کھول ڈالا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اس چیز کی نیت کی جس چیز کی نیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کیا ہے اور میں نے بھی قرآن کی نیت کی) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا تم نے کیا کیا؟ وہ بولے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت پر نیت کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تو ہدیٰ ساتھ لایا ہوں اور قرآن کرچکا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے چھیا سٹھ (یا سر سٹھ) اونٹ قربان کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا تینتیس (یا چونتیس) اپنے لیے رکھ لے (یعنی چھیا سٹھ یا سر سٹھ اونٹ میری طرف سے قربان کر اور باقی اپنی طرف سے) اور فرمایا ہر اونٹ میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا میرے لیے رکھ چھوڑ۔

حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صبی بن معبد نے بیان کیا کہ میں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا (یعنی قرآن کیا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الحج، لاہور)

قارن کیلئے دو طواف و دو مرتبہ سعی کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی، امام مالک اور امام احمد، حضرت زہری، حسن بصری، طاؤس، سالم، ابن سیرین کا یہ قول ہے کہ وہ ایک طواف اور ایک سعی کرے گا۔ ان فقہاء کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ، ابن عمر اور ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مکہ آئے تو حج اور عمرہ کیلئے سب نے ایک ہی طواف کیا۔ ابو زبیر، جابر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کیلئے ایک ہی طواف کیا۔

حضرت ابن عمر حج قرآن کا احرام باندھ کر آئے تو بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ کا احرام باندھو تو دونوں کیلئے ایک ہی طواف کافی ہے اور وہ جب تک حج پورا نہ کر لے حلال نہ ہوگا اور حج کے بعد حج اور عمرہ دونوں کے احرام سے حلال ہوگا۔

حضرت سراقہ بن جحشم بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اس (خطبہ) میں ارشاد فرمایا غور سے سنو عمرہ حج میں داخل ہو گیا تا روز قیامت۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الحج)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام

باندھے۔ ایسے لوگ دونوں کے احرام سے ایک ساتھ حلال ہوں گے۔ میں بھی مکہ آئی تھی لیکن مجھ پر حیض کے دن آ گئے۔ اس لیے جب ہم نے حج کے کام پورے کر لیے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عبدالرحمن کے ساتھ تعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلہ میں ہے (جسے تم نے حیض کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا) جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے سعی کے بعد احرام کھول دیا اور دوسرا طواف منی سے واپسی پر کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔ (صحیح بخاری، رقم: ۱۶۳۸)

تعیم ایک مشہور مقام ہے جو مکہ سے تین میل دور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تطیب خاطر کے لیے وہاں بھیج کر عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے فرمایا تھا۔ آخر حدیث میں ذکر ہے کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ہی احرام باندھا تھا۔ انہوں نے بھی ایک ہی طواف کیا اور ایک ہی سعی کی۔

فقہاء احناف کے نزدیک وہ دو مرتبہ طواف کرے اور دو مرتبہ سعی کرے گا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ صہب بن معبد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حج و عمرہ دونوں کے ساتھ اکٹھا حلال ہوا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پالیا ہے۔ اسی طرح اس روایت کو ابن حبان، دارقطنی، ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے۔

امام محمد بن حسن علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت صہب بن معبد نے دو طواف کیے اور دو مرتبہ سعی کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پالیا ہے۔ (البتایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۱۸۶، حانیہ لبنان)

قارن کا دو مرتبہ طواف و سعی کرنے کا بیان

اگر اس نے اپنے عمرے حج کیلئے دو طواف کیے ہیں اور اس نے دو سعی کی ہیں تو اس کیلئے یہی کافی ہوگا۔ کیونکہ وہ شخص وہی چیز لایا ہے جو اس پر واجب تھی۔ البتہ اس نے عمرے کی سعی کو مؤخر کر کے اور طواف قدوم کو سعی پر مقدم کر کے اچھا نہیں کیا اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ صاحبین کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک مناسک میں تقدم و تاخير کی وجہ سے کوئی دم واجب نہیں ہوتا۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک طواف قدوم سنت ہے۔ لہذا اس کا ترک دم کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔ تو اس کو مقدم کرنا بدرجہ اولیٰ دم واجب کرنے والا نہ ہوگا۔ اور سعی کی تاخیر ہے تو وہ دوسرے عمل میں مصروف ہو کر دم کو واجب کرنے والی نہیں ہے لہذا اس کا طواف کے ساتھ مصروف ہونا بھی دم کو واجب کرنے والا نہ ہوگا۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک قرآن والے کو دو مرتبہ سعی کرنی ہوگی، ایک سعی طواف عمرہ کے ساتھ اور دوسری طواف حج کے ساتھ، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ جن صحابہ نے حج تمتع کیا تھا اور عمرہ کر کے حلال ہو گئے تھے انہوں نے دوبارہ سعی کی تھی، ایک طواف عمرہ کے ساتھ اور دوسری طواف حج کے ساتھ کرے۔

کہ قارن کو ایک طواف عمرہ اور حج دونوں کے لئے کافی ہے، جیسا کہ حضرت امام شافعی کا مسلک ہے لیکن حنفیہ کے ہاں قارن کو دو طواف کرنے ضروری ہیں ایک طواف تو عمرہ کے لئے جو مکہ میں داخل ہونے کے بعد کیا جائے اور دوسرا طواف حج کے لئے

وقوف عرفات کے بعد کیا جائے کیونکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قارن تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو ایک طواف اس وقت کیا اور دوسری مرتبہ طواف ال زیارۃ وقوف عرفات کے بعد کیا نیز دارقطنی نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل بھی یہی ہے کہ قارن دو طواف کرے اور صفا و مردہ کے درمیان دو مرتبہ سعی کرے! حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بات منقول ہے کہ رن دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرے۔

بَابُ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ

یہ باب عمرے کو حج کے ساتھ ملا کر نفع حاصل کرنے میں ہے

حج تمتع کی تعریف و طریقہ کا بیان

حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کا احرام باندھا جائے (شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ حج کے مہینے ہیں۔ لہذا جب حاجی مکہ پہنچے اور عمرہ کا طواف اور سعی کر کے سر منڈا لے یا پھر ہال چھوئے گروا لے تو وہ احرام کھول دے اور جب یوم ترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ والے دن صرف حج کا احرام باندھے اور حج کے سب اعمال مکمل کرے گا، یعنی حج تمتع کرنے والا عمرہ بھی مکمل کرے گا اور اسی طرح حج بھی۔

2976- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ ح وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ بِعَيْنِي دُحَيْمًا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ بِالْعَقِيقِ أَتَانِي ابْنُ رَبِيعٍ فَقَالَ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ وَاللَّفْظُ لِدُحَيْمٍ

•• حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”نبی اکرم ﷺ اس وقت وادی عقیق میں موجود تھے (آپ ﷺ نے فرمایا) ابھی میرے پروردگار کی طرف سے ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور بولا آپ ﷺ اس مبارک وادی میں نماز ادا کیجئے اور یہ کہیے عمرہ حج میں ہے۔“

روایت کے یہ الفاظ رحیم نامی راوی کے ہیں۔

2977- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ سُرَّاقَةَ بْنِ جُعْشَمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فِي هَذَا الْوَادِي فَقَالَ لَا إِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

2976: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 1534 و رقم الحدیث: 2337 و رقم الحدیث: 7343 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1800

2977: أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 2805 و رقم الحدیث: 2806

۵۵ حضرت سراقہ بن ہشیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس واقعہ میں غصہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یاد رکھنا! بے شک عمرہ قیامت تک کے لیے حج میں داخل ہو گیا۔

2978- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ عَنِ الْجَوَیْرِیِّ عَنِ أَبِي الْعَلَاءِ یَزِيدُ بْنُ الشَّخْرِ عَنْ أَخِيهِ مُطْرِفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخْرِ قَالَ قَالَ لِي عِمْرَانُ بْنُ الْحَصَنِ أَنِّي أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَفْعَلَكَ بِهِ بَعْدَ الْيَوْمِ أَعْلَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ اعْتَمَرَ طَائِفَةً مِنْ أَهْلِهِ فِي الْعَشْرِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَلَمَّا بَلَغَهُ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَنْزِلْ نَسَخَهُ قَالَ فِي ذَلِكَ بَعْدَ رَجُلٍ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ أَنْ يَقُولَ

۵۵ مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا میں تمہیں ایک حدیث سنا رہا ہوں شاید اللہ تعالیٰ آج کے دن کے بعد اس روایت کے ذریعے تمہیں کوئی فائدہ دے تم یہ بات جان لو ان نبی اکرم ﷺ نے اپنے خاندان کے کئی افراد کے ساتھ ذوالحجہ کے آخری عشرے میں عمرہ دیا تھا پھر بعد میں نبی اکرم ﷺ نے نہی اس سے منع کیا اور نہ ہی اس کے منسوخ ہونے کے بارے میں حکم نازل ہوا اس کے بعد ایک صاحب نے اپنی رائے کے ذریعے اس کے بارے میں جو بہتان بکھوئے وہ کہہ دیا۔

2979- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُفْنِي بِالْمُصْعَةِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ رُوِيَكَ بَعْضُ قُتَيْبِكَ قَتَيْبُكَ لَا تَلْزِمِي مَا أَخَذْتَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي النَّسْلِ بَعْدَكَ حَتَّى لَقِينَهُ بَعْدَ فَسَالَتْهُ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ وَأَصْحَابُهُ وَلَكِنِّي كَرِهْتُ أَنْ يَطْلُوا بَيْنَ مُغْرِبَيْنِ تَحْتَ الْأَرَاكِ ثُمَّ يَرَوْنَ حَوْنَ بِالْحَجِّ تَقَطُرُ رُءُوسُهُمْ

۵۵ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ حج تمتع کے بارے میں فتویٰ دیا کرتے تھے تو ایک صاحب نے ان سے کہا آپ اپنے کچھ فتاویٰ سے باز آ جائیں کیونکہ آپ یہ بات نہیں جانتے کہ آپ کے بعد حج کے ارکان کے بارے میں امیر المؤمنین نے نیا حکم کیا دیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بعد میں میری مذاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: مجھے یہ بات پتہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے اور آپ ﷺ کے اصحاب نے بھی ایسا کیا ہے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ لوگ عینو کے درخت کے نیچے رات بسر کریں اور پھر جب وہ حج کے لیے روانہ ہوں تو ان کے سروں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔

شرح

حج تمتع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حج کے مہینوں میں میقات سے ابتداء کرے اور عمرے کا احرام باندھے اور مکہ میں داخل ہو

2978: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2895، رقم الحديث: 2896

2979: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2852، أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2734

کر عمرے کیلئے طواف اور سعی کرے اور حلق کروائے یا قصر کروائے تو وہ اپنے عمرے میں حلال ہو گیا۔ عمرے کی تفسیر یہی ہے۔ اور اسی طرح جب عمرہ کرنا چاہے تو وہی طریقہ ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء عمرہ اسی طرح فرمایا تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عمرہ کرنے والے پر حلق نہیں ہے کیونکہ عمرہ صرف طواف و سعی کا نام ہے۔ اور ان کے خلاف حجت ہماری وہی روایت ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا "مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ" قضا، عمرے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا جب عمرے کیلئے تلبیہ سے تحریم ہوئی ہے تو حلق سے اس کی تحلیل ہو گئی جس طرح حج میں ہوتا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

حج تمتع کی تعریف

حج تمتع اس حج کو کہتے ہیں جس میں میقات سے اشہر حج میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور مناسک عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھل جاتا ہے پھر جب حج کے دن شروع ہوتے ہیں اس وقت دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج ادا کیا جاتا ہے۔

حج کو تمتع بنانے کا بیان

حضرت ابو شہاب نے کہا کہ میں مکہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر آیا تو یوم ترویہ سے تین دن پہلے پہنچا، مکہ کے چند لوگوں نے کہا کہ اب تیرا حج مکہ ہو جائے گا، میں عطاء کے پاس مسئلہ پوچھنے گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، جس دن قربانی کا جانور آپ ساتھ ہاٹک کر لائے تھے، ان لوگوں نے حج مفرد کا احرام باندھا تھا، آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اپنے احرام سے خانہ کعبہ کا طواف کر کے اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کر کے باہر جاؤ۔

تمتع والے کا ابتدائے طواف میں تلبیہ ختم کرنے میں فقہ مالکی و حنفی کا اختلاف

علامہ علی بن سلطان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حج تمتع کرنے والا جیسے ہی طواف کو شروع کرے گا تو وہ تلبیہ ختم کر دے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

ہمارے نزدیک وہ طواف کرتے وقت تلبیہ ختم نہ کرے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کرتے وقت تلبیہ بھی پڑھتے تھے۔ جب وہ عمرے کرتے اور استلام کرتے تھے۔

(شرح الوقاہ، ۲، ص ۳۰۳، بیروت)

(ثُمَّ أُخْرِمَ بِالْحَجِّ يَوْمَ التَّوْبَةِ) مِنَ الْحَرَمِ لِأَنَّهُ صَارَ مَكِّيًّا، وَمِيقَاتُ الْمَكِّي فِي الْحَجِّ الْحَرَمِ (وَقَبْلَهُ) عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَالِكٍ (أَفْضَلُ) لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَسَارَعَةِ إِلَى الطَّاعَةِ. وَقَالَ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ فِي غَيْرِ وَاجِدِ الْهَدْيِ: إِنَّ الْمُسْتَحَبَّ لَهُ أَنْ يُحْرِمَ بِالْحَجِّ قَبْلَ السَّادِسِ، وَالْأَفْضَلُ لِسَائِقِ الْهَدْيِ أَنْ يُحْرِمَ بِالْحَجِّ يَوْمَ التَّوْبَةِ قَبْلَ الزَّوَالِ، لِمَا رَوَى جَابِرٌ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَجَّهْتُمْ إِلَى مِنًى وَانْحَنَ فَأَهْلُوا بِالْحَجِّ. وَذَلِكَ

يَكُونُ يَوْمَ التَّوْبَةِ قَبْلَ الزَّوَالِ.

تمتع کرنے والے کے رمل و سعی کا بیان

اور اگر تمتع کرنے والے نے حج کا احرام باندھ کر منی میں جانے سے قبل طواف و سعی کر لی تو وہ طواف زیارت میں رمل نہیں کرے گا۔ اور اس کے بعد وہ سعی بھی نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک مرتبہ سعی کر چکا ہے۔ اور تمتع کرنے والے پر تمتع کی قربانی واجب ہے۔ اس نص کے پیش نظر جو ہم تلاوت کر آئے ہیں۔ پس جو ہدی نہ پائے وہ تین روزے حج میں اور سات جب تم واپس آؤ تو رکھو یہ دس مکمل ہو گئے۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو پہلے بیان کر چکے ہیں اور اگر اس نے شوال میں تین روزے رکھے اور اس نے پھر عمرہ کیا تو یہ تمتع کے تین روزے شمار نہ ہوں گے کیونکہ ان روزوں کے وجوب کا سبب تمتع ہے۔ اس لئے کہ وہ روزہ دم کا بدلہ ہے جبکہ اس حال میں وہ تمتع کرنے والا نہیں ہے۔ تو اس کا روزہ ثبوت سبب سے پہلے ہو گا جو جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے عمرے کا احرام باندھنے سے پہلے دو روزے رکھے تو وہ ہمارے نزدیک جائز ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے اور ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ" پس ایام حج میں تین روزے ہیں۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ تمتع کرنے والے نے روزوں کا سبب موجود ہونے کے بعد ادا کیا ہے اور نص میں ذکر کردہ حج جو ہے اس سے مراد وقت ہے اسی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ آخری وقت تک ان روزوں میں تاخیر کرنا افضل ہے۔ اور عرفہ کا دن ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

تمتع کرنے والے ہدی لے جانے اور احرام باندھنے کا بیان

اگر تمتع کرنے والا ہدی لے جانے کا ارادہ کرے تو وہ احرام باندھے اور ہدی لے جائے اس کیلئے یہی افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ہدی کے جانور کو لے گئے۔ کیونکہ ہدی لے جانے میں خیر اور جلدی ہے اگر وہ ہدی بدنہ میں سے ہے۔ تو اس کو چمڑے کے ٹکڑے یا نعل کے ساتھ قلاہہ پہنائے۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ قلاہہ پہنانا جھول ڈالنے سے افضل ہے کیونکہ قلاہہ کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے کیونکہ تقلید خبردار کرنے کیلئے ہے جبکہ جھول ڈالنا محض سجانے کیلئے ہے۔ اور وہ تلبیہ کہے اس کے بعد تقلید کرے۔ کیونکہ یہ بندہ ہدی کو تقلید کرنے اور اس کی طرف توجہ کرنے سے محرم ہو جائے گا۔ جس بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اس کیلئے افضل یہ ہے کہ تلبیہ سے احرام باندھے اور ہدی کو لے جائے اور ہدی کو ہانک کر لے جائے اور یہ کھینچنے سے افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالخلیفہ کے مقام پر احرام باندھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہانکے جاتے تھے۔ اور شہرت میں بھی یہی زیادہ مبلغ ہے۔ اور اگر ہدی چلے ہی نہ تو پھر اس کو آگے سے کھینچے۔

تمتع والے کیلئے ہدی ساتھ لے جانے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس سے تمتع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ حجۃ

الوداع میں مہاجرین و انصار اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے احرام کو حج اور عمرہ کا احرام بنا دو، مگر وہ شخص جس نے ہدی کے جانور کو قلاوہ ڈالا، ہم نے خانہ کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا اور ہم اپنی بیویوں کے پاس آئے (صحبت کی) اور کپڑے پہنے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے ہدی کو قلاوہ پہنایا تو اس کے لئے احرام کھولنا جائز نہیں، جب تک کہ ہدی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔ پھر تردیہ کی شام کو ہمیں حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھیں، پھر جب تمام ارکان سے فارغ ہوئے، تو ہم نے خانہ کعبہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا اور ہمارا حج پورا ہو گیا اور ہم پر قربانی واجب ہے جیسا کہ اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا کہ جس کو قربانی کا جانور میسر ہو وہ قربانی کرے اور جسے میسر نہ ہو، تو تین دن روزے رکھنا اس کے ذمہ حج میں واجب ہے اور سات روزے جب تم اپنے شہروں کو واپس جاؤ اور قربانی میں ایک بکری بھی کافی ہے، لوگوں نے ایک ہی سال میں دو عبادتیں یعنی حج اور عمرہ کو جمع کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کو نازل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنت قرار دیا اور اہل مکہ کے سوا دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے جائز قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اس کے لئے ہے جو مسجد حرام (خانہ کعبہ) کے پاس نہ رہنے والے ہوں اور حج کے مہینے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ، جس نے ان مہینوں میں عمرہ کیا، اس پر قربانی واجب ہے، یا روزہ، اور رخصت سے مراد جماع ہے اور فسوق سے مراد گناہ اور جدال سے مراد لوگوں سے جھگڑا کرنا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

پیلو کے درخت کی فضیلت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک موقع پر) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقام مراظلمہ ان میں تھے (جو مکہ کے قریب ایک جگہ ہے) اور پیلو کے پکے پکے پھل جمع کر رہے تھے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کا جو پھل سیاہ ہو، وہ لے لو" کیونکہ وہ اچھا ہوتا ہے اور فائدہ بھی پہنچاتا ہے "ہم نے عرض کیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں! اور کونسا نبی ہے جس نے بکریاں نہیں چرائی ہیں۔"

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد چہارم، رقم الحدیث، 122)

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں "اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ پیلو کے پھل چونکہ ان لوگوں کی خاص خوراک و غذا ہے جو جنگل میں بود و باش رکھتے ہیں، یا بکریاں چرایا کرتے ہیں اور اسی اعتبار سے وہی لوگ اس پھل کے اچھے برے کی تمیز رکھتے ہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ اور کون سا نبی ہے جس نے بکریاں نہیں چرائی ہیں "اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب کبھی بھی دنیا داروں، بادشاہوں اور متکبر و مغرور لوگوں کے طبقہ کو عطا نہیں فرمایا بلکہ دین و دنیا کے اس سب سے بڑے منصب کی ذمہ داری ہمیشہ ان لوگوں کے سپرد کی گئی جو بکریاں چراتے تھے، مفلس و نادار ہوتے تھے اور انتہائی تواضع و انکساری کے ساتھ دست کاری و کاریگری کا پیشہ اختیار کئے ہوتے تھے۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام خیاطی کا کام کرتے تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نجاری کرتے تھے اور حضرت

موسیٰ علیہ السلام اجرت پر حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور اس میں حق تعالیٰ کی مصلحت و حکمت یہ ہوتی تھی کہ طبقہ انسانی کے ان برگزیدہ ترین لوگوں کی پرورش و نمو حلال رزق کے ذریعہ ہو جو عام طور پر سخت محنت و مشقت ہی کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے عمل صالح کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر ہوں اور وہ زیادہ زیادہ نیک کام کریں اور خاص طور پر بکریاں چرانے میں ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ لوگوں سے یکسوئی اور حق تعالیٰ جل شانہ کے ساتھ خلوت کا موقع حاصل ہوتا نیز رعایا پروری کے طور طریقے اور کمزور و نادار لوگوں کے ساتھ شفقت و نرمی کا برتاؤ رکھنے کا سبق ملتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ (ایک دن) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ "موسیٰ (علیہ السلام) جانتے ہو ہم نے تمہیں نبوت کا منصب اعظم کیوں عطا کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "پروردگار! تو ہی جانتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اس دن کو یاد کرو۔۔۔۔۔۔ جب تم وداۃ الایمن میں بکریاں چارہ رہے تھے اور ایک بکری بھاگ کھڑی ہوئی تھی تم اس کے پیچھے دوڑے جس کی وجہ سے تمہیں بہت زیادہ تکلیف و مشقت برداشت کرنا پڑی، پھر جب تم نے اس بکری کو چالیا تو تم نے نہ اس بکری کو مارا اور نہ اس پر غیظ و غضب کا اظہار کیا بلکہ اس کے ساتھ شفقت و نرمی کا برتاؤ کیا پھر اور اس کو مخاطب کر کے کہا کہ اودہ بچاری! تو نے اپنے آپ کو بھی تکلیف و مصیبت میں مبتلا کیا اور مجھے بھی کلفت و تعب میں ڈالا۔ جب ہم نے اس حیوان کے تئیں تمہاری یہ شفقت و رحم پروری دیکھی تو ہم پر ہماری رحمت متوجہ ہوئی کہ تمہیں نبوت سے سرفراز کیا اور اپنا برگزیدہ بندہ قرار دیا۔

بَابُ فُسْخِ الْحَجِّ

یہ باب حج کو فسخ کرنے کے بیان میں ہے

2880- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَهَلُّنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا لَا نَخْلُطُهُ بِعُمْرَةٍ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ لَا رُبْعَ لَيْسَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَلَمَّا طَفْنَا بِالْبَيْتِ وَسَعَيْنَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَأَنْ نَحِلَّ إِلَى النِّسَاءِ فَقُلْنَا مَا بَيْتَانِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا عُمْرَةٌ إِلَّا خَمْسٌ فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَمَذَاكِبُنَا تَفْطُرُ مَنِيًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا بَرُّكُمْ وَأَصْدَقُكُمْ وَلَوْ لَا الْهَدْيُ لَأَخَلَلْتُ فَقَالَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ أَمْتَعْتَنَا هَذِهِ لِعَامِنَا هَذَا أَمْ لَا بَدِ فَقَالَ لَا بَلْ لَا بَدِ الْأَبَدِ

••• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صرف حج کا احرام باندھا تھا، ہم نے اس کے ساتھ عمرہ شامل نہیں کیا تھا، جب ذوالحجہ کی چار راتیں گزر گئیں تو ہم مکہ پہنچے، جب ہم نے بیت اللہ کا طواف کر لیا اور صفا و مروہ کی سعی کر لی تو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم اسے عمرے میں تبدیل کر دیں اور ہمارے لیے اپنی خواتین کے پاس جانا حلال ہو گیا، ہم نے سوچا اس وقت ہمارے اور عرفہ کے درمیان صرف پانچ دن ہیں، تو جب ہم عرفہ کی طرف جائیں گے تو ہماری

شرمگاہوں سے مٹی پک رہی ہوگی، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میں تم سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ سچا ہوں، اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا۔“

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ سہولت ہمارے اس سال کے لیے ہے؟ یا ہمیشہ کے لیے ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

2981- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ

قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخُمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى إِذَا قَدِمْنَا وَدَنَوْنَا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي أَنْ يَحِلَّ فَعَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ دَخَلَ عَلَيْنَا بِلْحَمٍ بَقِيَ فَقِيلَ ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب ذیقعدہ ختم ہونے میں پانچ دن رہ گئے تو ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا جب ہم لوگ (مکہ مکرمہ) آئے اور اس کے قریب پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے وہ احرام کھول دے تو سب نے احرام کھول دیا سوائے اس کے جس کے ساتھ قربانی کا جانور موجود تھا جب قربانی کا دن آیا تو ہمارے سامنے گائے کا گوشت آیا تو یہ بات بتائی گئی نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے یہ گائے ذبح کی ہے۔

2982- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَأَحْرَمْنَا بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ اجْعَلُوا حِجَّتَكُمْ عُمْرَةً فَقَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَحْرَمْنَا بِالْحَجِّ فَكَيْفَ نَجْعَلُهَا عُمْرَةً قَالَ انْظُرُوا مَا أَمُرُكُمْ بِهِ فَافْعَلُوا فَرَدُّوا عَلَيْهِ الْقَوْلَ فَغَضِبَ فَانْطَلَقَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ غَضَبًا فَرَأَتْ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَتْ مَنْ أَغْضَبَكَ أَغْضَبَهُ اللَّهُ قَالَ وَمَا لِي لَا أَغْضَبُ وَأَنَا أَمُرُ أَمْرًا فَلَا أَتَّبِعُ

•• حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم نے حج کا احرام باندھا، جب ہم مکہ آئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے حج کو عمرے میں تبدیل کرلو۔“

2981: أخرجه البخاری فی ”الصَّحیح“ رقم الحدیث: 1708، ورم الحدیث: 1720 أخرجه مسلم فی ”الصَّحیح“ رقم الحدیث: 2917 أخرجه الترمذی فی ”المسنن“ رقم الحدیث:

2649 ورم الحدیث: 2803

2982: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے توجج کا احرام باندھا ہے ہم اسے عمرے میں کیسے تبدیل کر سکتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تم اس بات کا جائزہ لو جو میں حکم دے رہا ہوں ویسا ہی کرو۔“

تو لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی بات نہیں مانی، تو نبی اکرم ﷺ ناراض ہو گئے، پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور غصے کی حالت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے چہرے پر غصے کی کیفیت دیکھی تو دریافت کیا: آپ ﷺ کو کس پر غصہ ہے؟ اللہ تعالیٰ بھی اس پر غضبناک ہو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”مجھے غصہ کیوں نہ آئے میں ایک حکم دیتا ہوں اور میرے حکم کی پیروی نہیں کی جاتی۔“

2983- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَبَانَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مَنْصُورُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمِينَ لَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي فَلْيَقُمْ عَلَى إِحْرَامِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي فَلْيَحِلِّ قَالَتْ فَلَمْ يَكُنْ مَعِيَ هَذِي فَأَحْلَلْتُ وَكَانَ مَعَ الزُّبَيْرِ هَذِي فَلَمْ يَحِلَّ فَلَبِسْتُ ثِيَابِي وَجِئْتُ إِلَى الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَوْمِي غَيَّبْتُ فَقُلْتُ اتَّخَشَى أَنْ آتَبَ عَلَيْكَ

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ احرام باندھ کر روانہ ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور موجود ہو وہ اپنے احرام میں باقی رہے اور جس کے ساتھ قربانی کا جانور موجود نہ ہو وہ احرام کھول دے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میرے ساتھ چونکہ قربانی کا جانور نہیں تھا اس لیے میں نے احرام کھول دیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا اس لیے انہوں نے احرام نہیں کھولا میں دوسرے کپڑے پہنے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو وہ بولے: تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ تو میں نے کہا کیا آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ میں آپ پر حملہ کر دوں گی۔

فسخ حج میں مذاہب اربعہ کا بیان

امام نووی فرماتے ہیں کہ عمرہ کے ساتھ اس فسخ حج کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آیا یہ اس سال میں صرف صحابہ ہی کے لئے تھا یا ہمیشہ کے لئے دوسروں کو بھی ایسا جائز ہے؟ چنانچہ امام احمد اور اہل ظاہر کی ایک جماعت نے تو یہ کہا ہے کہ یہ فسخ حج صرف صحابہ ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ حکم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے، لہذا اس شخص کے لئے کہ حج کا احرام باندھے، اور ہدی اس کے ساتھ نہ ہو یہ جائز ہے کہ وہ حج کا احرام عمرہ کے ساتھ فسخ کر دے اور افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد حلال ہو جائے یعنی احرام کھول دے، جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور علماء سلف و خلف کی اکثریت کا کہنا یہ ہے کہ یہ حکم صرف اسی سال میں صحابہ کے لئے تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو جو حرام سمجھا جاتا تھا اس کی تردید ہو جائے۔

حج فتح کر کے عمرہ کرنے کے بیان میں اختلاف کا بیان

جو کوئی بھی حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے اور تلبیہ کہہ لے اس پر وہ حج اور عمرہ مکمل کرنا واجب ہو جاتا ہے چاہے وہ حج اور عمرہ نفل ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو)۔

اور جس نے بھی احرام کی نیت کر لی اور بغیر کسی شرعی عذر کے حج یا عمرہ مکمل نہ کیا وہ ایک ممنوعہ کام کا مرتکب ہوا ہے۔ جب کسی نے احرام کی چادریں پہن لیں لیکن حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی اور تلبیہ نہیں کہا اسے اختیار ہے چاہے تو وہ حج یا عمرہ کی نیت کر لے اور اگر چاہے تو اسے منسوخ کر دے، اور اگر وہ فریضہ حج یا فرضی عمرہ ادا کر چکا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اس نے حج یا عمرہ کی نیت کر لی اور تلبیہ کہہ لیا ہو تو پھر اسے فتح کرنے کا حق نہیں رہتا بلکہ اس نے جس چیز کا بھی احرام باندھا ہے اسے شرعی طریقہ پر مکمل کرنا واجب ہوگا۔

کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو)۔ اور اس طرح آپ کے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب مسلمان شخص نیت کر کے حج یا عمرہ کے احرام میں داخل ہو جائے تو اسے ختم کرنے کا حق نہیں بلکہ جس چیز کو شروع کر چکا ہے اسے اسے رجہ بالا آیت کی بنا پر مکمل کرنا واجب ہے، لیکن اگر اس نے احرام باندھتے وقت شرط لگائی ہو اور اسے کوئی مانع پیش آ جائے جس کا اسے خدشہ تھا تو پھر وہ احرام سے حلال ہو سکتا ہے۔

کیونکہ جب ضحاک بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حج کرنا چاہتی ہوں لیکن بیمار ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تم حج کا احرام باندھ لو اور یہ شرط رکھو کہ جہاں میں روک دی جاؤں وہیں میرے حلال ہونے کی جگہ ہے۔ اسے امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تو اس بنا پر آپ نے جو عمرہ ادا کیا ہو وہ اس عمرہ کے بدلے میں ہوگا جس کا احرام آپ نے پہلی بار باندھا تھا۔ اور آپ نے جو کچھ ان ایام میں احرام کے ممنوعہ کام کیے ہیں وہ معاف ہیں کیونکہ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں کہ عمرہ کی نیت کرنے کے بعد اسے فتح کرنا حرام ہے۔

اس کا یہ عمل صحیح نہیں، کیونکہ جب انسان عمرہ یا حج میں داخل ہو جائے تو اس پر کسی شرعی سبب کے بغیر فتح کرنا حرام ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تم اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو، اور اگر تم روک دیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو وہ یہ دو تو اس عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے لیے پر اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے، اور اس کا عمرہ صحیح ہے اگرچہ اس نے عمرہ فتح کر دیا تھا لیکن عمرہ فتح نہیں ہوتا، بلکہ یہ حج کے خصائص میں سے ہے، اور حج کے عجیب و غریب خصائص ہیں جو کسی دوسری چیز میں نہیں پائی جاتے، لہذا جب حج کو باطل اور ترک کرنے کی نیت کریں تو وہ باطل نہیں ہوتا، لیکن جب آپ دوسری عبادات کو چھوڑنے کی نیت کریں تو وہ باطل ہو جاتی ہیں۔

لہذا اگر کوئی روزے دار شخص روزہ چھوڑنے کی نیت کرتا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی شخص وضوء کے درمیان

وضوم باطل کرنے کی نیت کرنا ہے تو اس کا وضوم باطل ہو جائے گا۔

اور اگر کوئی عمرہ ادا کرنے والا شخص عمرہ کی نیت کرنے کے بعد عمرہ باطل کرنے کی نیت کرتا تو وہ باطل نہیں ہوتا، یا پھر کوئی شخص حج شروع کرنے کے بعد حج کو باطل کرنے کی نیت کر لے تو اس کا حج باطل نہیں ہوگا۔

اسی لیے علماء کرام کا کہنا ہے کہ: نسک (حج اور عمرہ) چھوڑنے سے نہیں چھوٹتا۔ تو اس بنا پر ہم یہ کہیں گے کہ: اس عورت نے جب احرام کی نیت کر لی تھی تو عمرہ مکمل کرنے تک یہ احرام کی حالت میں ہی تھی، اور اس کا نیت کو فسخ کرنا مؤثر نہیں ہوگا، بلکہ وہ اپنی نیت پر ہی باقی رہے گی۔

اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: عورت کے بارہ میں ہم یہ کہیں گے: اس کا عمرہ صحیح ہے، ادوا سے چاہیے کہ وہ آئندہ احرام کو چھوڑنے والا کام دوبارہ نہ کرے، کیونکہ اگر اس نے احرام کو چھوڑا تو وہ اس سے خلاصی نہیں پاسکے گی۔

اور اس نے جو احرام کے ممنوعہ کام کا ارتکاب کیا ہے مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ اس کے خاوند نے اس سے مجامعت کر لی تو حج یا عمرہ میں جماع کرنا سب سے بڑی ممنوعہ چیز ہے، اور اس عورت کے ذمہ کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ وہ اس سے جاہل تھی، اور جہالت کی بنا پر یا بھول کر یا جس پر جبر کیا گیا ہو اس کا کسی ممنوعہ چیز کا ارتکاب کرنے والے شخص پر کچھ لازم نہیں آتا۔

حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کے بارے میں احادیث کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے چلے اور ہمیں صرف حج کا خیال تھا (یعنی حج کا احرام باندھا تھا) پھر جب ہم مکہ پہنچے اور کعبہ کا طواف کر چکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کے ساتھ قربانی نہیں وہ (حج کے) احرام سے باہر ہو جائے پس جن لوگوں کے پاس قربانی نہیں تھی وہ احرام سے باہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس بھی قربانی نہیں سی لہذا وہ احرام سے باہر ہو گئیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حائضہ ہو جانے کی وجہ سے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی جب عصب کی رات آئی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! لوگ تو عمرہ اور حج دونوں کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو جب مکہ آئی تھی تو طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے بھائی کے ساتھ معتمک جا، وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لے پھر عمرے سے فارغ ہو کر فلاں جگہ پر ہمیں ملنا۔ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اپنے آپ کو تم سب کا روکنے والا سمجھتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بانیجہ، کیا تم نے قربانی والے دن طواف نہیں کیا؟ صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی ہاں کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کچھ حرج نہیں چلو۔

رقم الحدیث: 791، رقم الحدیث: 792

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کے سال (مکہ کی طرف) چلے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض لوگوں نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا اور بعض لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا پس جس نے

حج کا احرام باندھا تھا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا وہ احرام سے باہر نہیں ہوا، یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (اپنی خلافت میں) تمتع اور قرآن (حج اور عمرہ کے اکٹھا) کرنے سے منع کرتے تھے چنانچہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا اور کہا البیک عمرہ وجہ (یعنی قرآن کیا) اور کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کسی کے کہنے سے ترک نہیں کر سکتا۔ (رقم الحدیث: 793)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (دور جاہلیت میں) لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا تمام دنیا کی برائیوں سے بڑھ کر ہے اور وہ لوگ ماہ محرم کو ماہ صفر قرار دے لیتے تھے اور کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ کا زخم (جو سفر حج میں اس پر کچا ہوا باندھنے سے اکثر آ جاتا ہے) اچھا ہو جائے اور نشان بالکل مٹ جائے اور صفر گزر جائے تو اس وقت عمرہ حلال ہے اس شخص کے لیے جو عمرہ کرنا چاہے۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس احرام کو (توڑ کر اس کی بجائے) عمرہ (کا احرام) کر لیں پس یہ بات ان لوگوں کو بری معلوم ہوئی اور وہ لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! کون سی بات احرام سے باہر ہونے کی کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب باتیں۔ (رقم الحدیث: 794)

ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کر کے احرام سے باہر نہیں ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جمائے اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا، لہذا میں جب تک قربانی نہ کر لوں احرام سے باہر نہیں آ سکتا۔ (رقم الحدیث: 795)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے تمتع کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا پس سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ تم اطمینان سے تمتع کرو۔ اس آدمی نے کہا کہ پس میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ حج بھی عمدہ ہے اور عمرہ بھی مقبول ہے۔ پس میں نے یہ خواب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (شوق سے کرو)۔ (رقم الحدیث: 796)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ قربانی لے گئے تھے اور سب صحابہ نے حج مفرد کا احرام باندھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم لوگ کعبہ کا طواف اور صفا مردہ کی سعی کر کے احرام سے باہر آ جاؤ اور بال کتروا ذالو پھر احرام سے باہر ہو کر ٹھہرے رہو یہاں تک کہ جب آٹھویں تاریخ ہو تو تم لوگ حج کا احرام باندھ لینا اور یہ احرام جس کے ساتھ تم آئے ہو اس کو تمتع کر دو۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم اس کو تمتع کر دیں حالانکہ ہم حج کا نام لے چکے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ میں تم کو حکم دیتا ہوں وہی کرو اگر میں قربانی نہ لایا ہوتا تو میں بھی دیباہی کرتا جس طرح تم کو حکم دیتا ہوں لیکن اب مجھ سے احرام علیحدہ نہیں ہو سکتا جب کہ قربانی اپنی اپنی قربان گاہ پر نہ پہنچ جائے۔ (بخاری شریف، رقم الحدیث: 797 کتاب الحج)

حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کی ممانعت کا بیان

امام ابو داؤد علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت سلیم بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے حج کی نیت کی اور پھر اس کو فسخ کر کے عمرہ میں بدل دیا تو یہ درست نہ ہوگا بلکہ یہ امر ان لوگوں کے لیے خاص تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا حج کا فسخ کرنا ہمارے لیے خاص ہے یا ہمارے بعد کے لوگوں کے لیے بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صرف تم لوگوں کے لیے خاص ہے۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الحج)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال کی توجیہ

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے طواف میں تین بار رمل کرنا اور چار بار چلنا سنت ہے؟ اس لئے کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ سچے بھی جھوٹے بھی ہیں۔ میں نے پوچھا اس کا کیا مطلب کہ انہوں نے سچ بولا اور جھوٹ کہا؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیت اللہ شریف کا طواف ضعیف اور لاغری و کمزوری کے سبب نہیں کر سکتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تین بار رمل کریں اور چار بار عادت کے موافق چلیں۔ پھر میں نے کہا کہ ہمیں صفا اور مردہ کے درمیان میں سوار ہو کر سعی کرنے کے بارے میں بتائیے کہ کیا یہ سنت ہے؟ کیونکہ آپ کے لوگ اسے سنت کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔ میں نے کہا کہ اس کا کیا مطلب؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو لوگوں کی بھیڑ ایسی ہوئی کہ کنواری عورتیں تک باہر نکل آئیں اور لوگ کہنے لگے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی خوش خلقی ایسی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لوگ مارے نہ جاتے تھے) یعنی ہٹو بچو، جیسے امراء دنیا کے واسطے ہوتی ہے، ویسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ ہوتی تھی) پھر جب لوگوں کی بڑی بھیڑ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے اور پیدل سعی کرنا افضل ہے (صحیح مسلم، ۲۹۵۱)

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ الفاظ کے بظاہر تعارض میں فقہاء نے کہا ہے کہ رمل کے سنت ہونے کا معنی یہ ہے جس طرح کفار کو اس وقت دیکھانا مقصود تھا۔ اب کافروں میں وہ دیکھنے کا خیال نہیں ہے۔ تاہم سنت اپنی جگہ پر موجود ہے جس طرح ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف بیان کر آئے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر دیا وہ ہمارے سنت بن گیا۔

بَاب مَنْ قَالَ كَانَ فَسَخَ الْحَجَّ لَهُمْ خَاصَّةً

یہ باب ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہو: حج کو فسخ کرنے کا حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص تھا

2984- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكُرَاوَزِيُّ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ السَّحَابِ بْنِ بِلَالٍ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ فَسَخَ الْحَجَّ فِي الْعُمْرَةِ لَنَا خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ لَنَا خَاصَّةً

•• حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا کیا خیال ہے عمرہ کر کے حج کو فسخ کر دینے کا حکم ہمارے لیے مخصوص ہے یا یہ لوگوں کے لیے عام ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ہمارے لیے مخصوص ہے۔

2985- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كَانَتْ الْمُتَعَةُ فِي الْحَجِّ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً

•• حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حج تمتع کرنا نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کے لیے مخصوص ہے۔

بَاب السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

یہ باب صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے میں ہے

2986- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا أَرَى عَلَى جُنَاحَا أَنْ لَا أَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا) وَلَوْ كَانَ كَمَا تَقُولُ لَكَانَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطُوفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُبْزِلَ هَذَا فِي نَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوا إِذَا أَهْلُوا أَهْلُوا لِمَنَاةَ فَلَا يَحِلُّ لَهُمْ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا قَدِمُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ ذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فَلَعَنَ مَنِ اتَّمَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَجَّ مَنْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

•• ہشام بن عروہ کہتے ہیں: میرے والد نے یہ بات بتائی میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گزارش کی میں یہ سمجھتا ہوں: اگر

2984: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1800 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 2897

2985: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2955 ورقم الحديث: 2958 ورقم الحديث: 2957 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 2808 ورقم الحديث: 2809 ورقم الحديث: 2810 ورقم الحديث: 2811

2986: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3069

میں صفا اور مروہ کا طواف نہیں کرتا ہوں تو مجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

”بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں تو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اگر وہ ان دونوں کا طواف کر لیتا ہے۔“

اگر صورتحال وہ ہوتی جو تم کہہ رہے ہو تو پھر یہ ہونا چاہئے تھا کہ اس شخص پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اگر وہ ان دونوں کا طواف نہیں کرتا۔

(پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت کی) یہ آیت کچھ انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی وہ لوگ جب احرام باندھتے تھے (یا تلبیہ پڑھتے تھے) تو وہ منات کے لیے احرام باندھتے تھے تو ان لوگوں کے لیے یہ بات جائز نہیں تھی کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کریں جب یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لیے آئے تو انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے! اللہ تعالیٰ اس شخص کا حج مکمل نہیں کرتا جو صفا اور مروہ کا طواف نہیں کرتا۔

صفا اور مروہ میں سعی گناہ نہ ہونے کے سبب کا بیان

صفا اور مروہ میں طواف کو مسلمان دو وجہوں سے گناہ سمجھتے تھے ایک وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ بتوں کی عبادت اور ان کی تعظیم کے لیے صفا اور مروہ میں طواف کرتے تھے اس لیے اسلام لانے کے بعد انہوں نے اس کو عمل جاہلیت کی بناء پر گناہ سمجھا اور بعض لوگ زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ میں طواف کو گناہ سمجھتے تھے تو انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد میں طواف کرنے کو گناہ سمجھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں: شعبی بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں صفا پر اسعاف نام کا ایک بت رکھا ہوا تھا اور مروہ پر نائلہ نام کا ایک بت رکھا ہوا تھا اہل جاہلیت جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو ان بتوں کو چھوٹے تھے جب اسلام کا ظہور ہوا اور بت توڑ دیئے گئے تو مسلمانوں نے کہا: صفا اور مروہ میں تو ان بتوں کی وجہ سے سعی کی جاتی تھی اور ان میں طواف کرنا شعائر اسلام سے نہیں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی (جامع البیان ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

حافظ سیوطی نے اس حدیث کو سعید بن منصور عبد بن حمید ابن جریر اور ابن منذر کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ ایران)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے: سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے (ان کا مطلب تھا: یہ سعی واجب نہیں ہے) سو بہ خدا اگر کوئی شخص صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھتیجے! تم نے غلط کہا: جس طرح تم نے اس آیت کی تاویل کی ہے اگر اسی طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا: جو ان کے درمیان سعی نہ کرے اس پر کوئی

گناہ نہیں ہے اور اس طرح فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ اسلام سے پہلے منات (ایک بت) کے لیے احرام باندھتے تھے جس کی وہ مثل کے پاس عبادت کرتے تھے تو جو شخص احرام باندھتا وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں گناہ سمجھتا تھا جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم صفا اور مروہ کے طواف میں گناہ سمجھتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: بے شک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس طواف کو مقرر کیا ہے اور کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان طواف کرنے کو ترک کر دے عروہ نے کہا: بلا شک و شبہ یہ علم کی بات ہے میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں سنا اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بیان کرنے سے پہلے میں نے لوگوں سے یہ سنا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ منات کے لیے احرام باندھتے تھے اور وہ سب لوگ صفا اور مروہ میں طواف کرتے تھے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور قرآن میں صفا اور مروہ کے درمیان طواف کا ذکر نہیں فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ میں طواف کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل کیا ہے اور صفا کا ذکر نہیں کیا آیا اگر ہم صفا اور مروہ میں طواف کر لیں تو کوئی حرج ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ ابو بکر بن عبد الرحمن (حدیث کے راوی) نے کہا: سنو! یہ آیت دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے اور جو لوگ زمانہ جاہلیت میں ان کا طواف کرتے تھے پھر ظہور اسلام کے بعد انہوں نے ان کے طواف کو گناہ سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا اور مروہ کے طواف کا ذکر نہیں فرمایا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۳ ج ۲ ص ۶۳۶-۶۳۷ مطبوعہ نور محمد مع الطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

2987- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لَشَيْبَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهُوَ يَقُولُ لَا يَقْطَعُ إِلَّا بَطْحًا

•• صفیہ بنت شیبہ، شیبہ کی ام ولد کا یہ بیان نقل کرتی ہیں وہ کہتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے دیکھا ہے آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: ”ابح“ کو تیزی سے چلتے ہوئے ہی پار کیا جائے۔

2988- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ عَنْ كَثِيرِ بْنِ جُمَهَانَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنْ أَسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعَى وَإِنْ أَمْشَ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ

2987: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2988

2988: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1994 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 884 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2976

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر میں صفا اور مروہ کی سعی کروں تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو دہرائے ہوئے بھی دیکھا ہے اور اگر میں یہاں چلوں تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو چلتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور (اب) میں ایک عمر رسیدہ شخص ہوں۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں مذاہب ائمہ کا بیان

صفا اور مروہ کے درمیان سات بار سعی کرنا واجب ہے یہ سعی صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوگی ائمہ ملاحذاہ اور امام شافعی کا صحیح مذہب یہ ہے کہ صفا سے مروہ تک ایک طواف ہے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صفا سے مروہ پھر مروہ سے صفا تک سعی ایک طواف ہے یہ غلط ہے۔ امام شافعی کا مذہب جمہور کے مطابق ہے۔

(شرح المذہب ج ۸ ص ۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

صفا اور مروہ میں سعی کے متعلق امام احمد کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ سعی رکن ہے اس کے بغیر حج تمام نہیں ہوتا کیونکہ امام مسلم نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے کہ جس نے صفا اور مروہ میں طواف نہیں کیا اللہ نے اس کا حج تمام نہیں کیا سعی کرنا حج اور عمرہ دونوں میں رکن ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سعی سنت ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس سعی میں کوئی گناہ نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ مباح ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شعائر اللہ میں داخل کیا ہے اس لیے اس کا مرتبہ سنت سے کم نہیں ہے۔ (المفہوم ج ۳ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: حج میں صفا اور مروہ میں سعی کرنا رکن ہے دم دینے سے اس کی تلافی نہیں ہوگی اور محرم اس کے بغیر حلال نہیں ہوگا۔ (روضة الطالبین ج ۲ ص ۲۷۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالعباس ربیع شافعی نے لکھا ہے کہ صفا اور مروہ کا طواف کرنا عمرہ کا بھی رکن ہے۔

(نہایت الحاج ج ۳ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ خطاب مالکی لکھتے ہیں: حج اور عمرہ دونوں میں صفا اور مروہ میں سعی کرنا رکن ہے۔

(مواہب الجلیل ج ۳ ص ۸۴ مطبوعہ مکتبہ الحاج یسینا)

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنا (حج اور عمرہ میں) واجب ہے رکن نہیں ہے امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ یہ رکن ہے کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض کر دی پس سعی کرو۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۷۱) ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنا گناہ نہیں ہے اور یہ مباح ہونے کو مستلزم ہے اور فرضیت کے منافی ہے نیز ہم نے رکن سے وجوب کی طرف اس لیے عدول کیا ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور رکنیت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے۔

(بدیع الاولین ص ۲۲۳ مطبوعہ شرکت علیہ لبنان)

بَابُ الْعُمْرَةِ

یہ باب عمرہ کرنے کے بیان میں ہے

عمرہ کے معنی و مفہوم کا بیان

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں کہ عمرہ کا لغوی معنی ہے: زیارت اور اس کا شرعی معنی ہے: بیت اللہ کی زیارت کرنا عمرہ کرنا سنت ہے۔ اس میں میقات سے احرام باندھنا کعبہ کا طواف کرنا صفا اور مروہ میں سعی کرنا اور حلق یا قصر کرنا واجب ہے اور احرام باندھنا شرط ہے اور طواف کا اکثر حصہ فرض ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۴۴۵ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البہالی داوود مصر ۱۳۵۶ھ)

عمرہ کی فضیلت میں احادیث کا بیان

2989- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى الْخُشَيْبِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ قَيْسٍ أَخْبَرَنِي طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عَمِّهِ اسْتَقْبَلَ بَنِي طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَجُّ جِهَادٌ وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ

•• حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔“

2990- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اعْتَمَرَ فَطَافَ وَطَفْنَا مَعَهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ

•• حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب عمرہ کیا تو ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے طواف کیا آپ ﷺ کے ہمراہ ہم نے بھی طواف کیا آپ ﷺ نے نماز ادا کی آپ ﷺ کے ساتھ ہم نے بھی نماز ادا کی ہم اہل مکہ سے آپ ﷺ کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ کوئی شخص آپ ﷺ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے۔

عمرہ کی شرعی حیثیت کا بیان

اور عمرہ سنت ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ فرض ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرہ فرض ہے۔ جس طرح حج فرض ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج فرض ہے جبکہ عمرہ تطوع (نفل) ہے۔ لہذا عمرے کو کسی وقت کے مقید نہیں کیا گیا۔ اور وہ غیر کی نیت سے بھی ادا ہو جاتا ہے جس طرح قاست الحج میں ہے اور یہ نفل کی

2989: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2990: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1800، ورقم الحدیث: 1701، ورقم الحدیث: 4255، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1992

علامت ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت کی تائید یہ ہے کہ عمرہ اعمال کے ساتھ اسی طرح مقرر ہے جس طرح حج مقرر ہے۔ لہذا تعارض آثار کے ساتھ فرضیت ثابت نہ ہوگی۔ اور فرمایا: عمرہ صرف طواف و سعی ہے اور اسے ہم نے باب التمتع میں ذکر کر دیا ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ہدایہ)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمایا کہ لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو اقرع بن حابس کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہر سال (حج کرنا فرض ہوا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگرچہ میں اس حج کے (ہر سال فرض ہونے کے سوال) کے بارے میں ہاں کہہ دیتا تو یقیناً (ہر سال حج کرنا) واجب (یعنی فرض) ہو جاتا تو نہ تم اس حکم پر عمل کر پاتے اور نہ تم اس کی استطاعت ہی رکھتے، حج پوری زندگی میں بشرط قدرت ایک ہی مرتبہ فرض ہے ہاں جو شخص ایک بار سے زیادہ کرے وہ نفل ہوگا (جس پر اسے بہت زیادہ ثواب ملے گا)۔ (امرومائی، داری)

عمرہ واجب نہیں ہے بلکہ عمر بھر میں ایک مرتبہ ملت مؤکدہ ہے عمرہ کے لئے کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں ہے، جیسا کہ حج کے لئے ہے بلکہ جس وقت چاہے کر سکتا ہے اسی طرح ایک سال میں کئی مرتبہ بھی عمرہ کیا جاسکتا ہے، البتہ غیر قارن کو ایام حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے ایام حج کا اطلاق یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق پر ہوتا ہے۔ عمرہ کارکن طواف ہے اور اس میں دو چیزیں واجب ہیں ایک تو صفا و مردہ کے درمیان سعی اور دوسرے سر منڈوانے یا بال کترانا۔ جو شرائط اور سنن و آداب حج کے ہیں وہی عمرہ کے بھی ہیں۔

عمرے وجوب یا عدم وجوب میں فقہی مذاہب کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جس بندے پر حج فرض ہے دونوں میں روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ اس پر عمرہ بھی واجب ہے۔ اور یہ ایک روایت حضرت عمر، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، سعید بن مسیب، طاؤس، ثوری، اسحاق، مجاہد، حسن، ابن سیرین، شعبی رضی اللہ عنہم اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں ہے۔ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے حضرت امام مالک، ابو ثور اور اصحاب رائے نے اسی طرح کہا ہے۔ اور یہ حدیث پیش کی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ عمرہ کرنا افضل ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔ اس کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ کیونکہ عمرہ غیر موقت نسک ہے لہذا یہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سال میں کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے نزدیک (فقہاء مالکیہ) عمرہ واجب ہے کیونکہ دلیل یہ ہے ”یہاں عمرے کا عطف حج پر ڈالا گیا ہے۔ اور امر وجوب کا تقاضہ کرنا ہے اور معطوف علیہ اور معطوف حکم میں برابری کا تقاضہ کرتے ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمرہ قرینہ کتاب اللہ میں قرینہ حج میں سے ہے۔ حضرت رزین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد گرامی بوزرے ہیں جو حج اور عمرے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بہر حال امام ترمذی کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے اور اس قسم کی حدیث سے عمرے کا نفل ثابت نہیں ہوتا۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس کی اسانید صحیح نہیں ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)
(المفنی، ج ۳، ص ۱۶۸، بیروت)

عمرے کے عدم وجوب میں فقہ حنفی کے دلائل کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تو ہمارے پاس ایک اونٹ تھا مگر ابو معقل نے اس کو راہ خدا میں دے دیا تھا ہم بیمار ہوئے اور ابو معقل اسی بیماری میں فوت ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کو تشریف لے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج سے فارغ ہو کر آئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے ام معقل تم ہمارے ساتھ حج کے لیے کیوں نہ گئیں میں نے عرض کیا میں نے تیاری کر لی تھی لیکن ابو معقل انتقال کر گئے نیز ہمارے صرف ایک اونٹ تھا جس پر ہم حج کرتے مگر ابو معقل نے (مرتے وقت) وصیت کر دی کہ اس اونٹ کو راہ خدا میں دے دیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تو اسی اونٹ پر حج کے لیے کیوں نہ نکلی کیونکہ حج بھی تو نبی سبیل اللہ ہے خیر اب تو ہمارے ساتھ تیرا حج جاتا رہا پس تو رمضان میں عمرہ کر لے کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے برابر ہے ام معقل کہا کرتی تھیں کہ حج پھر حج ہے اور عمرہ عمرہ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں یہ فرمایا تھا (کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے) پتہ نہیں یہ حکم میرے لیے ہی خاص تھا یا عام تھا۔ (سنن ابوداؤد)

تخصیص اوقات سے فضیلت عمرہ سے عدم وجوب کا بیان

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔

حضرت عبداللہ بن ادنیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا تو ہم نے آپ کے ساتھ ہی طواف کیا آپ نے نماز ادا کی تو ہم نے آپ کے ساتھ ہی نماز ادا کی اور ہم (آڑ بن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ سے پوشیدہ رکھتے تھے کہ کوئی آپ کو ایذا نہ پہنچا سکے۔

حضرت وہب بن خبیش فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ہرم بن خبیش بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج

کے برابر ہے۔

حضرت ابو معقل سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ذی قعدہ میں عمرہ کیا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر عمرہ فرض یا واجب ہوتا تو اس کی فضیلت تخصیص رمضان کے ساتھ حج کی طرح ثواب میں نہ ہوتی۔ ان احادیث سے تخصیص اوقات کی بناء پر اس کے ثواب کو حج کی طرح دیا جانا خود امر کی دلیل ہے کہ عمرہ فرض نہیں ہے اور اس کی فرضیت نہ تو علی الاطلاق ہے اور نہ ہی حج کی طرح فرضیت ہے۔ لہذا ہم فقہ حنفی کی پاسبانی کرتے ہیں یہ ضرور کہیں گے۔ دیگر فقہی مذاہب سے فقہ حنفی دلائل قوی ہیں اور شریعت اسلامیہ کے فقہی مسائل میں زیادہ قریب الی الشرع ترجیحی کرنے والے مسائل اسی فقہی مذہب میں ہے۔

(۱) عدم توقیت عدم فرضیت کی دلیل کا بیان

فقہاء احناف کی یہ دلیل نہایت قوی ہے کہ اگر عمرے کا شریعت میں حکم وجوبی ہوتا تو اس میں توقیت کی شرط ضرور ہوتی جبکہ عمرہ تمام سال میں جائز ہے۔ اور اس کیلئے توقیت کا نہ پایا جاتا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حرم شریف میں فرض ہونے والے حج اور اس عمرے میں ضرور افتراق ہے۔ اور یہی افتراق ہی اس کے عدم وجوب کی دلیل ہے۔

(۲) تعارض آثار سقوط فرضیت کی دلیل کا بیان

ہم فقہاء احناف کی یہ دلیل بھی قرآن فہمیہ کے سب سے زیادہ قریب ہے کہ دیگر مذاہب نے جس قدر عمرے کی فرضیت یا وجوب میں آثار ذکر کیے ہیں ان میں کثیر تعارض ہے جو عمرے کی فضیلت کو بیان کرنے والا ہے اس کے وجوب کو ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ لہذا عمرہ فرض نہیں ہے بلکہ عمرہ سنت ہے۔

(۳) اہل مکہ پر عدم وجوب عدم فرضیت کی دلیل کا بیان

ولیس علی اہل مکة عمرة نص علیہ احمد وقال: کان ابن عباس یری العمرة واجبة ویقول: یا اہل مکة لیس علیکم عمرة إنما عمرتکم طوافکم بالبيت بهذا قال عطاء وطاوس: قال عطاء: لیس أحد من خلق الله إلا علیہ حج و عمرة واجبان لا بد منهما لمن استطاع إليهما سبیلا إلا اہل مکة فإن علیہم حجة و لیس علیہم عمرة من أجل طوافهم بالبيت ووجه ذلك أن ركن العمرة ومعظمها الطواف بالبيت و هم یفعلونه فاجزا عنهم و حبل القاضی کلام احمد علی أنه لا عمرة علیہم مع الحجة لأنه یتقدم منهم فعلها فی غیر وقت الحج والأمر علی ما قلناه۔ (المغنی، ج ۳، ص ۱۶۸، بیروت)

عمرہ فرض نہیں لہذا وہ قرض بھی نہیں:

جو علت میت کی طرف سے حج کے جائز ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے وہ علت عمرہ میں نہیں پائی جاتی لہذا فوت شدہ کی طرف سے عمرہ کو فوت شدہ کی طرف سے حج پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق یا قیاس باطل یا غلط ہے! البتہ حج بدل کی طرح عمرہ بدل کیا جاسکتا ہے اس پر نص موجود ہے۔

اس پر حج فرض ہو گیا ہو لیکن وہ زندگی بھر حج نہ کر سکے تو اسکے اولیاء اسکے ترکہ میں سے جس طرح باقی قرض ادا کریں گے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا قرض حج بھی ادا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صورت کو قرض سے تشبیہ دی ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ لَكُمْ تَحُجُّ عَنِّي مَا تَشَاءُ فَقَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَةً الْقَضَا اللَّهُ قَالَ اللَّهُ أَهَلِي بِالْوَفَاءِ (صحيح بخاری کتاب الحج باب الحج والنذور عن الميت)

عمرہ متعدد بار کرنے میں شوافع و حنابلہ کے دلائل:

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

عمرہ کے تکرار میں کوئی حرج نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے پر ابھارا اور ان دونوں عمروں کے مابین وقت کی کوئی تحدید نہیں کی۔

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں کہتے ہیں: سال میں کئی ایک بار عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، علی ابن عمر، ابن عباس، انس، اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عکرمہ، امام شافعی، سے یہ روایت کیا گیا ہے، اس لئے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک ماہ میں دوبار عمرہ کیا اور اس لئے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے۔ (متفق علیہ)

فقہاء شوافع حنابلہ کے اس موقف پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر عمرہ فرض یا واجب نہیں ہے تو پھر اس کے تعدد کی اباحت کی دلیل کیا ہے۔ اور اگر وہ حج پر قیاس کریں تو پھر حج و عمرے کا فرق کیا رہ جائے گا۔ لہذا عمرہ وہ عبادت ہوئی جس کے وقت میں کوئی تعین نہ ہوا۔ تعداد میں کوئی تعین نہ ہوا۔ وجوب میں کس طرح تعین کیا جاسکتا ہے۔ لہذا فقہاء احناف کے مطابق یہ سنت ہی ہوگا۔

شوال میں عمرہ کرنے والے پر استطاعت کے بغیر حج فرض ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں یہ مشہور ہے کہ جس شخص نے پہلے حج نہ کیا ہو وہ اگر ماہ شوال میں عمرہ کرے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کے پاس ایام حج تک وہاں ٹھہرنے اور کھانے پینے کی استطاعت نہ ہو اور خواہ اس کے پاس وہاں ٹھہرنے کے لیے سعودی عرب کا ویزا نہ ہو اگر وہ حج کیے بغیر واپس آ گیا تو اس کے ذمہ فرض ہوگا اس پر لازم ہے کہ وہ کسی سے قرض لے کر یا کسی بھی طرح حج

کرے اگر اس نے حج نہیں کیا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا۔ یہ لتوی قرآن مجید حدیث اور فقہ کے صراحۃ خلاف ہے قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ولله علی الناس حج البيت من استطاع الیه سبیلاً۔ (آل عمران: ۹۷)

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ استطاعت کے بغیر حج فرض نہیں ہوتا استطاعت کی تفسیر میں صدر الشریعت مولانا امجد علی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں۔ سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ چیزیں اس کی حاجت سے فاضل ہوں یعنی مکان لباس خادم اور سواری کا جانور اور پیشہ کے اوزار اور خانہ داری کے سامان اور دین (قرج) سے اتنا زائد ہو کہ سواری پر مکہ معظمہ جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے اور جانے آنے میں اپنے نفقہ اور گھرانے و عیال میں قدر متوسط کا اعتبار ہے نہ کی نہ اسراف۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس پر واجب ہے۔ (درعی عالم گیری) (بہار شریعت ج ۳ ص ۱۲۔ مطبوعہ شیخ غلام علی ایڈمنسٹرکراچی)

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ شوال میں عمرہ کرنے والے جس شخص کے پاس حج کرنے تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے اور طعام کی استطاعت نہیں ہے اس پر حج فرض نہیں ہے۔

امام داری روایت کرتے ہیں: حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جس شخص کو کرنے سے کوئی ظاہری حاجت (طعام قیام اور سفر خرچ کی کمی) مانع نہ ہوئی نہ ظالم بادشاہ نہ کوئی ایسی بیماری جو حج سے مانع ہو وہ شخص اس حال میں مرجائے کہ اس نے حج نہ کیا ہو تو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

(سنن داری ج ۳ ص ۳۶۰ مطبوعہ نشر السنۃ بلقان)

اس حدیث کو حافظ منذری۔

(حافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المذری المتوفی ۶۵۶ھ الترمذی و الترمذی ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۳۰۷ھ)

اور صدر الشریعت۔ (مولانا مولوی محمد امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ بہار شریعت ج ۶ ص ۹ مطبوعہ شیخ غلام علی ایڈمنسٹرکراچی) نے بھی ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ظالم بادشاہ کے منع کرنے سے بھی حج فرض نہیں ہوتا اور جو شخص شوال میں واپسی کا ویزا لے کر عمرہ کرنے گیا ہے اس کو سعودی حکام مکہ میں قیام کرنے سے منع کرتے ہیں وہ لوگوں کی تلاشی لیتے رہتے ہیں اور جو پکڑا جائے اس کو پہلے گرفتار کر کے سزا دیتے ہیں پھر واپس اس کے ملک بھیج دیتے ہیں اس لیے شوال میں عمرہ کرنے والے پر حج کو فرض کہنا اس حدیث کے بھی خلاف ہے نیز جو نادار آدمی کسی کی طرف سے حج بدل کرتا ہے وہ حج کے ایام میں مکہ مکرمہ پہنچ جاتا ہے اگر صرف حج کے ایام میں مکہ پہنچ جانے سے حج فرض ہو جاتا ہے تو حج بدل کرنے والے نادار پر بھی حج فرض ہونا چاہیے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے نیز شوال حج کا مہینہ ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کرنا جائز ہے۔ عالم گیری میں لکھا ہے:

المفرد بالعمرة بحرم للعمرة من الميقات او قبل الميقات في اشهر الحج او في غير اشهر

الحج۔ (عالم گہری ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ امیرہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

صرف عمرہ کرنے والا میقات سے عمرہ کا احرام باندھے یا میقات سے پہلے حج کے مہینوں میں یا حج کے مہینوں کے علاوہ۔

اور اس جگہ یہ نہیں لکھا کہ جو شخص حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کرے اس پر حج لازم ہو جاتا ہے حالانکہ موضع البیان میں بیان کرنا لازم ہوتا ہے۔ میں نے اس مسئلہ میں بعض علماء کا فتویٰ دیکھا انہوں نے شوال میں عمرہ کرنے پر حج فرض ہو جاتا ہے خواہ ان کو سواری پر قدرت نہ ہو بہ شرطیکہ وہ خود چل سکتے ہوں۔ اول تو ہمارا کلام اس شخص کے بارے میں ہے جو یہاں سے عمرہ کے لیے جائے کیونکہ حج کرنے تک رہائش اور کھانے کی استطاعت اسی سے متعلق ہے مکہ میں رہنے والوں کے لیے رہائش کی استطاعت کا مسئلہ نہیں ہے ثانیاً انہوں نے فتویٰ میں عالم گیری کی آدھی عبارت نقل کی ہے عالم گیری کی پوری عبارت کا ترجمہ اس طرح ہے:-

یہ بیانیہ میں مذکور ہے: اہل مکہ اور تین دن کی مسافت سے کم اس کے گرد رہنے والوں پر حج کرنا واجب ہے جب کہ وہ چلنے پر قوت رکھتے ہوں خواہ ان کی سواری پر قدرت نہ ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کے پاس دستور کے مطابق طعام کی اتنی مقدار ہو جو ان کے اہل و عیال کے لیے واپس آنے تک کے لیے کافی ہو اسی طرح السراج الوہاج میں ہے:-

(عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ مطبع امیر یہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)
دور دراز کے علاقوں سے مکہ مکرمہ پہنچنے والوں پر رہائش اور طعام کی استطاعت کے بغیر حج فرض نہیں ہے تو اس فتویٰ میں دوسری دلیل یہ لکھی ہے کہ اگر کسی شخص پر استطاعت کی وجہ سے حج فرض تھا اور اس نے حج نہیں کیا حتیٰ کہ اس کا مال تلف ہو گیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ قرض لے کر حج کرے خواہ وہ وفات تک اس قرض کی ادائیگی پر قادر نہ ہو اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرض کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس سے مواخذہ نہیں فرمائے گا جب کہ اس کی نیت یہ ہو کہ وہ قادر ہونے پر اس قرض کو ادا کر دے گا۔ (در مختار ج ۲ ص ۱۳۰)

یہ عبارت ہمارے بحث سے خارج ہے کیونکہ یہ عبارت اس شخص کے متعلق ہے جس پر مالی استطاعت کی وجہ سے حج فرض ہو چکا ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو اور پھر اس کا مال تلف ہو گیا ہو اور ہماری گفتگو اس شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس حج کر کے واپس آنے تک رہائش اور طعام کے لیے اپنے اور اپنے عیال کا خرچ نہیں ہے سوظاہر ہے اس پر حج فرض ہوا ہی نہیں نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جس پر حج فرض تھا اس نے حج نہیں کیا اور اس کا مال تلف ہو گیا اس کے لیے قرض لینا اس وقت جائز ہے جب کہ اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اپنی وفات سے پہلے اس قرض کو ادا کر دے گا اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اپنی وفات سے پہلے اس قرض کو ادا نہیں کر سکے گا تو اس کے لیے افضل قرض نہ لینا ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ شوال میں عمرہ کرنے والے پر بغیر استطاعت کے حج کرنے کو فرض کہتے ہیں ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔

بَابُ الْعُمْرَةِ فِي رَمَضَانَ

یہ باب رمضان میں عمرہ کرنے کے بیان میں ہے

2991- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بَيَانَ وَجَابِرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَهَبِ بْنِ خَنْبَشٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً

•• حضرت وہب بن خنیش رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔“

2992- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيدَ الزَّعَفَرِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ هَرِمِ بْنِ خَنْبَشٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً

•• حضرت وہب بن خنیش رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے۔“

2993- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مُعْقِلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً

•• حضرت ابو معقل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے۔“

2994- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ حُجَّاجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے۔“

2995- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً

2991: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2992: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2993: اخرجہ الترمذی فی ”المجامع“ رقم الحدیث: 939

2994: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2995: اخرجہ البخاری فی ”الصحيح“ رقم الحدیث: 1860

• حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے۔“

بَابُ الْعُمْرَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ

یہ باب ذی القعدہ میں عمرہ کرنے کے بیان میں ہے

2996- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمْ يَعْتِمِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِي ذِي الْقَعْدَةِ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ذی قعدہ میں عمرہ کیا ہے۔

2997- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَعْتِمِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً إِلَّا فِي ذِي الْقَعْدَةِ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ذی قعدہ میں عمرہ کیا ہے۔

بَابُ الْعُمْرَةِ فِي رَجَبٍ

یہ باب رجب میں عمرہ کرنے کے بیان میں ہے

2998- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ ابْنِ أَبِي نَاسٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي آتِي شَهْرِ اعْتِمَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي رَجَبٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ قَطُّ وَمَا اعْتَمَرَ إِلَّا وَهُوَ مَعَهُ تَعْنِي ابْنُ عُمَرَ

• عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے مہینے میں عمرہ کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا: رجب میں (جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا پتہ چلا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کبھی نہیں کیا حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی عمرہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

بَابُ الْعُمْرَةِ مِنَ التَّعِيمِ

یہ باب تنعیم سے عمرہ کرنے کے بیان میں ہے

2996: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2997: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1775، ورم الحديث: 4253، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3027، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 1992

2998: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3028، أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 938، أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 938

کے طور پر ادا نہیں کرنا پڑا)

شرح

تعمیم ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے ڈھائی تین میل کے فاصلہ پر شمال مغربی جانب واقع ہے۔ یہ جگہ حدود حرم سے باہر ہے حجاج عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے یہیں آ جاتے ہیں۔ عمرہ کے احرام کے لئے ضروری اور شرط ہے کہ حل سے یعنی حدود حرام سے باہر باندھا جائے عمرہ کرنے والا خواہ کی ہو یا غیر کی جب کہ حج کا احرام غیر کی تو حل سے باندھے اور کی حدود حرم ہی میں کہیں سے باندھے۔ "انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا" سے اگرچہ یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ قارن کو ایک طواف عمرہ اور حج دونوں کے لئے کافی ہے؛ جیسا کہ حضرت امام شافعی کا مسلک ہے لیکن حنفیہ کے ہاں قارن کو دو طواف کرنے ضروری ہیں ایک طواف تو عمرہ کے لئے جو مکہ میں داخل ہونے کے بعد کیا جائے اور دوسرا طواف حج کے لئے وقوف عرفات کے بعد کیا جائے کیونکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قارن تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو ایک طواف اس وقت کیا اور دوسری مرتبہ طواف الزیارة وقوف عرفات کے بعد کیا نیز دارقطنی نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل بھی یہی ہے کہ قارن دو طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان دو مرتبہ سعی کرے! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی بات منقول ہے کہ قارن دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرے۔

بَابُ مَنْ أَهْلٌ بِعُمْرَةٍ مِّنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

یہ باب ہے کہ جو شخص بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھے

3001- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُوَيْمٍ عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ أُمِّةٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَهْلٌ بِعُمْرَةٍ مِّنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ غُفِرَ لَهُ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: "جو شخص بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔"

3002- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمَصِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ أُمِّهِ أُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ أُمِّةٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْلٌ بِعُمْرَةٍ مِّنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ كَانَتْ لَهُ كَفَّارَةٌ لِّمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ قَالَتْ فَخَرَجْتُ أَيْ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ بِعُمْرَةٍ

•• سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص بیت المقدس سے عمرے کا احرام باندھے تو یہ اس کے لیے اس سے پہلے کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

(اس روایت کی ایک راوی خاتون سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) اس لیے میں نے بیت المقدس سے عمرے کا احرام باندھا تھا۔

شرح

جب کوئی شخص بیت المقدس سے مکہ کے لئے چلتا ہے تو وہ راستہ میں مدینہ منورہ سے گزرتا ہے، اس طرح وہ شخص اپنے راستہ میں تینوں افضل ترین مقامات سے مشرف ہوتا ہے بایں طور کہ اس راستہ کے سفر کی ابتداء بیت المقدس سے ہوتی ہے درمیان میں مدینہ منورہ آتا ہے اور آخر میں مکہ مکرمہ پہنچتا ہے لہذا اس شخص کی خوش بختی کا اندازہ لگائیے جو اپنے سفر حج کی ابتداء بیت المقدس سے کرے کہ اول تو خود سفر مقدس و با عظمت پھر سفر کی ابتداء بیت المقدس سے درمیان میں مدینہ منورہ اور سفر کی انتہاء حرم محترم پر اس سبب سے مذکورہ بالا شخص یہ عظیم ثواب پاتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ احرام باندھنے کی جگہ حرم محترم سے جتنی دور ہوگی ثواب بھی اتنا زیادہ ہوگا اس بارہ میں فقہی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام اعظم کے نزدیک موافقت سے احرام کی تقدیم یعنی احرام باندھنے کی جگہوں سے پہلے ہی احرام باندھ لینا یا اپنے گھر ہی سے احرام باندھ کر چلنا افضل ہے حضرت امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ ممنوعات احرام سے بچ سکے، ورنہ اگر یہ جانے کہ اس صورت میں ممنوعات احرام سے اجتناب ممکن نہیں ہوگا تو پھر میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہوگا۔

اسی طرح حج کے مہینوں میں (یعنی شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن) سے پہلے احرام باندھنے کے بارہ میں حنفیہ کے ہاں جواز کا قول بھی ہے اور مکروہ کہا گیا ہے، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بھی کراہت ہی کے قائل ہیں۔ سنن حضرت امام شافعی کا ایک قول اگرچہ یہ بھی ہے کہ حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنے والوں کا احرام درست نہیں ہوگا لیکن ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھے گا تو اس کا وہ احرام حج کی بجائے عمرہ کا ہو جائے گا۔

بَابُ كَيْفِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟

3003- حَدَّثَنَا أَبُو اسْحَقَ الشَّافِعِيُّ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عُمَرَةَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَعُمَرَةَ الْقَضَاءِ مِنْ قَابِلٍ وَالثَّالِثَةَ مِنَ الْجُعْرَانَةِ وَالرَّابِعَةَ الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ۴ عمرے کیے تھے ایک وہ جو حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا ایک وہ عمرہ جو اگلے سال قضا کے طور پر کیا تھا تیسرا عمرہ آپ نے "حجراتہ" سے کیا تھا اور چوتھا عمرہ آپ ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کئے ہیں اور وہ سب ذی قعدہ کے مہینے میں کئے گئے تھے علاوہ اس ایک عمرہ کے جو حج کے ساتھ کیا گیا تھا اور ذی الحجہ کے مہینے میں ہوا تھا (اور ان چار عمرہ کی تفصیل یہ ہے کہ) ایک عمرہ حدیبیہ سے ذی قعدہ کے مہینے میں، دوسرا عمرہ اس کے اگلے سال وہ بھی ذی قعدہ میں ہوا، تیسرا عمرہ حجراتہ سے جہاں غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا گیا یہ عمرہ بھی ذی قعدہ میں ہوا اور چوتھا عمرہ حج کے ساتھ جو ذی الحجہ میں ہوا تھا۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث، 1057)

حدیبیہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے مغربی جانب تقریباً پندرہ سولہ میل (۲۶ کلومیٹر) کے فاصلے پر جدہ جاتے ہوئے ملتی ہے یہ مکہ سے شمال مغربی جانب ہے یہیں جبل الشمیسی نامی ایک پہاڑ ہے جس کی وجہ سے اب اس مقام کو ظمیسہ بھی کہتے ہیں۔ حدود حرم یہاں سے بھی گزرتے ہیں اس لئے اس جگہ کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور کچھ حصہ حل میں (یعنی حرم سے باہر) ہے۔ عمرہ حدیبیہ کا (اجمالی) بیان یہ ہے کہ سن ۶ھ میں ذی قعدہ کی پہلی تاریخ کو دو شنبہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے قصد سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے چودہ سو یا اس سے کچھ زائد رفقاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ پہنچے تو قریش مکہ جمع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور زیارت بیت اللہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روکا، کافی رد و قدح کے بعد کہ جس کی تفصیل تاریخ و سیر کی کتابوں میں ملتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان ایک معاہدہ عمل میں آیا جو معاہدہ حدیبیہ اور صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے اس معاہدے کی رو سے یہ طے پایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع رفقاء اس سال تو مدینہ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش سے صلح کر کے عمرہ کئے بغیر مدینہ منورہ واپس ہو گئے لہذا حقیقت میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ ادا نہیں کیا مگر عمرہ کا ثواب مل جانے کی وجہ سے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا عمرہ شمار کیا گیا۔ اسی موقع پر احصار کا حکم مشروع ہوا۔ چنانچہ آئندہ سال اسی عمرہ کی قضاء کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے تین روز مکہ میں قیام فرمایا عمرہ ادا کیا اور چوتھے روز وہاں سے واپس ہوئے۔ یہ دوسرا عمرہ ہوا اسی عمرہ کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں یہ نام احادیث میں بھی منقول ہے۔

حنفیہ اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محرم احصار کی وجہ سے احرام سے باہر آ جائے تو اس کی قضا اس پر واجب ہو گی حضرت امام شافعی کے نزدیک قضا واجب نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیسرا عمرہ وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجراتہ سے مکہ مکرمہ جا کر ادا کیا۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ حنین کا مال تقسیم کیا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ حجراتہ،

مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جب فتح مکہ کے بعد سن ۸ھ میں غزوہ خنین کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت بے شمار مال غنیمت ہاتھ لگا، اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرانہ میں پندرہ سولہ روز قیام پذیر رہے اور وہ مال غنیمت صحابہ میں تقسیم فرمایا: انہیں دنوں میں ایک روز رات میں بعد نماز عشاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا اور اسی رات میں واپس آئے اور ہجرانہ میں نماز فجر پڑھی۔

پوچھا عمرہ ۱۱۱ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج فرض ہونے کے بعد سن ۱۰ھ میں حج کے ساتھ کیا، لہذا یہ عمرہ تو ذی الحجہ میں ہوا اور بقیہ عمرے ذی قعدہ میں کئے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چار عمرے کئے تھے وہ یہ تھے، البتہ زمانہ اسلام میں حج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ کیا ہے جب کہ وہ فرض ہوا ہے ایام جاہلیت میں قریش حج کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس وقت حج کرتے تھے لیکن ان کی تعداد علماء کو صحیح طور پر معلوم نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی قعدہ کے مہینے میں حج سے پہلے دو مرتبہ عمرہ کیا ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، رقم الحدیث، 1059)

اس سے پہلی حدیث سے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے پہلے تین عمرے کئے تھے۔ جب کہ یہ حدیث حج سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرے کی تعداد دو بتا رہی۔ ان دونوں حدیثوں کے تضاد کو یوں دور کیجئے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اگرچہ بظاہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ نہیں کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ آپ احرام سے باہر آ جائیے آپ کو عمرے کا ثواب حاصل ہو گیا، گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کے افعال ادا نہیں کئے ہیں لہذا جس روایت میں حج سے پہلے عمرے کی تعداد تین بتائی گئی ہے اس میں اس عمرہ سے مراد عمرہ کا ثواب ہے اس اعتبار سے تین عمرے شمار کئے گئے ہیں اور جس روایت میں حج سے پہلے عمرہ کی تعداد دو بتائی گئی ہے اس کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثواب تین عمرے کے ملے ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر عمرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہی کئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے عمروں کا بیان

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ عمرہ کیا، صرف وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا ہے اس کے علاوہ باقی سب عمرے ذی القعدہ میں تھے۔

ایک عمرہ تو حدیبیہ سے، یا حدیبیہ کے زمانے میں ذی القعدہ کے مہینہ میں، اور ایک عمرہ آئندہ برس ذی القعدہ میں، اور ایک عمرہ ہجرانہ سے یہ بھی ذی القعدہ میں تھا جب کہ آپ نے مال غنیمت بھی تقسیم فرمایا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث، الحج (1654) صحیح مسلم رقم الحدیث، الحج (1253))

حافظ ابن قیم کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے کیے جو سب کے سب ذی القعدہ کے مہینہ میں تھے۔ پہلا: عمرہ حدیبیہ: یہ سب سے پہلا عمرہ ہے جو کہ چھ ہجری میں کیا تو مشرکین مکہ میں انہیں روک دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹ وہیں ذبح کر دیے اور خود اور صحابہ کرام نے اپنے سر منڈوا کر اپنے احرام سے حلال ہو گئے اور اس سال مدینہ واپس

تشریف لے آئے۔ دوسرا: عمرہ قضاء: حدیث کے بعد والے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور وہاں تین دن قیام فرمایا اور عمرہ مکمل کرنے کے بعد وہاں سے واپس تشریف لائے۔ تیسرا: وہ عمرہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ کیا تھا۔ چوتھا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی جانب نکلے اور مکہ واپسی پر ہرانہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہوئے۔ حافظ ابن قیم کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے چار سے زائد نہیں ہیں۔ (زاد المعاد 2/ 90-93)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: علماء کرام کا کہنا ہے کہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمرے ذی القعدہ کی فضیلت اور دور جاہلیت کی مخالفت کی بنا پر اس مہینہ میں کیے، اس لیے کہ اہل جاہلیت کا یہ خیال تھا کہ ذی القعدہ میں عمرہ کرنا بہت بڑے فحور کا کام ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کبار اس لیے کیا تا کہ لوگوں کے لیے اچھی طرح بیان ہو جائے کہ اس مہینہ میں عمرہ کرنا جائز ہے، اور جو کچھ اہل جاہلیت کرتے تھے وہ باطل ہے۔ (شرح مسلم 8/ 235)

بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى مَنَى

یہ باب منی کے لیے روانہ ہونے کے بیان میں ہے

3004- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِمَنَى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ترویہ کے دن منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کیں پھر آپ ﷺ عرفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

3005- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي الصَّلَاةَ الْخَمْسَ بِمَنَى ثُمَّ يُخْبِرُهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے، وہ منیٰ میں پانچوں نمازیں ادا کرتے تھے، پھر انہوں نے لوگوں کو یہ بتایا کہ نبی اکرم ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

بَابُ النَّزُولِ بِمَنَى

یہ باب منی میں پڑاؤ کرنے کے بیان میں ہے

3006- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ

3004 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 879

3005 اس روایت کو نقل کرنے میں تمام ابن ماجہ غرہ ہیں۔

3006 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2019 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 881

مَاهَكَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا نَسْنِي لَكَ بِمَعْنَى بَيْتًا قَالَ لَا مَعْنَى مَنَاحُ مَنْ سَبَقَ
 سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ ﷺ کے لیے منی میں کوئی گھر نہ بنادیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! منی جانور کو ٹھکانے کی جگہ ہے جو پہلے پہنچ جائے (وہ وہاں ٹھہر جائے)

3007- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالََا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

مُهَاجِرٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ أُمِّهِ مُسَيِّكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا نَسْنِي لَكَ بِمَعْنَى بَيْتًا يُظَلِّكَ
 قَالَ لَا مَعْنَى مَنَاحُ مَنْ سَبَقَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ ﷺ کے لیے منی میں کوئی گھر نہ بنا
 دیں؟ جو آپ ﷺ کو سایہ کرنے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! منی جانور کو باندھنے کی جگہ ہے جو شخص پہلے پہنچ جائے وہ وہاں
 کہیں بھی خالی جگہ پر ٹھہر سکتا ہے۔

بَابُ الْغُدُوِّ مِنْ مَنَى إِلَى عَرَافَاتٍ

یہ باب منی سے عرفات کی طرف جانے کے بیان میں ہے

میدان عرفات کا بیان

عرفہ "ایک مخصوص جگہ کا نام ہے اور یہ زمان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے بایں طور کہ نویں ذی الحجہ کو عرفہ کا دن کہتے
 ہیں۔ لیکن "عرفات" جمع کے لفظ کے ساتھ صرف اس مخصوص جگہ ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جمع اطراف و جوانب کے
 اعتبار سے ہے۔ "عرفات" مکہ مکرمہ سے تقریباً ساڑھے پندرہ میل (بچیس کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ایک وسیع وادی یا
 میدان ہے جو اپنے تین طرف سے پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے، درمیان میں اس کے شمالی جانب جبل الرحمتہ ہے۔

عرفات کی وجہ تسمیہ کے متعلق بہت اقوال ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حوا جب جنت سے اتر کر اس دنیا میں
 آئے تو وہ دونوں سب سے پہلے اسی جگہ ملے۔ اس تعارف کی مناسبت سے اس کا نام عرفہ پڑ گیا ہے اور یہ جگہ عرفات کہلائی۔ ایک
 قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو افعال حج کی تعلیم دے رہے تھے تو وہ اس دوران
 ان سے پوچھتے کہ عرفت (یعنی جو تعلیم میں نے دی ہے) تم نے اسے جان لیا؟ حضرت ابراہیم جواب میں کہتے عرفت (ہاں میں
 جان لیا) اور آخر کار دونوں کے سوال و جواب میں اس کلمہ کا استعمال اس جگہ کی وجہ تسمیہ بن گیا۔

ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ وقوف عرفات یعنی نویں ذی الحجہ کو ہر حاجی کا میدان عرفات میں پہنچنا اس کی ادائیگی حج کے
 سلسلہ میں ایک سب سے بڑا رکن ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا، چنانچہ حج کے دور کنوں یعنی طواف الافاضہ اور وقوف عرفات میں
 وقوف عرفات چونکہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے اس لئے اگر یہ ترک ہو گیا تو حج ہی نہیں ہوگا۔

3008- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مِنْ مَنَى إِلَى عَرَفَةَ فَمِنَّا مَنْ يُكَبِّرُ وَمِنَّا مَنْ يُهَيِّئُ فَلَمْ يَصِبْ هَذَا عَلَى هَذَا وَلَا هَذَا عَلَى هَذَا وَرَبَّمَا قَالَ هَؤُلَاءِ عَلَى هَؤُلَاءِ وَلَا هَؤُلَاءِ عَلَى هَؤُلَاءِ

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس دن منی سے عرفہ کے لیے روانہ ہوئے تو ہم میں سے بعض لوگ تکبیر پڑھ رہے تھے اور بعض لوگ لا الہ الا اللہ پڑھ رہے تھے تو یہ لوگ ان پر کوئی اعتراض نہیں کر رہے تھے اور وہ ک انہیں غلط نہیں سمجھ رہے تھے۔ یہاں راوی نے الفاظ کو مختلف نقل کیے ہیں۔

شرح

علامہ طبری کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن حاجیوں کو تکبیر کہنی جائز تو ہے جیسا کہ اور اذکار جائز ہیں لیکن سنت نہیں ہے بلکہ اس دن ان کے لئے سنت تلبیہ میں مصروف رہنا ہے جب تک کہ وہ جمرہ عقبہ کی ری سے فارغ نہ ہو جائیں۔ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخر یعنی ذی الحجہ کی تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز پڑھنے والے کے لئے خواہ حج میں ہو یا حج کے علاوہ سب تکبیر کہنی واجب ہے۔

بَابُ الْمَنْزِلِ بِعَرَفَةَ

یہ باب عرفہ میں پڑاؤ کرنے کی جگہ کے بیان میں ہے

3009- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ أَنَّ أَبَا نَافِعٍ بَنَ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ حُشَدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِعَرَفَةَ فِي وَادِي لَيْمَةَ قَالَ فَلَمَّا قَتَلَ الْحَجَّاجُ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ أَيَّ سَاعَةٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُوحُ فِي هَذَا الْيَوْمِ قَالَ إِذَا كَانَ ذَلِكَ رُحْنَا فَأَرْسَلَ الْحَجَّاجُ وَجُلًا يَنْظُرُ أَيَّ سَاعَةٍ يَرْتَحِلُ فَلَمَّا أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ أَنْ يَرْتَحِلَ قَالَ أَرَاغَتِ الشَّمْسُ قَالُوا لَمْ تَزِرْغْ بَعْدُ فَجَلَسَ ثُمَّ قَالَ أَرَاغَتِ الشَّمْسُ قَالُوا لَمْ تَزِرْغْ بَعْدُ فَجَلَسَ ثُمَّ قَالَ أَرَاغَتِ الشَّمْسُ قَالُوا نَعَمْ فَلَمَّا قَالُوا قَدْ زَاغَتِ ارْتَحَلَ قَالَ وَكِيعٌ مَعْنَى رَاحَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عرفہ میں وادی نمرہ میں پڑاؤ کیا کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب حجج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا تو اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو

3008 اخرج البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 978 "ورقم الحديث: 1059" اخرج مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3005 "ورقم الحديث: 3006" اخرج الترمذی فی

"المسنن" رقم الحديث: 3000 "ورقم الحديث: 3001

3009 اخرج ابوداؤد فی "المسنن" رقم الحديث: 1914

پیغام بھجوایا۔

آج کے دن نبی اکرم ﷺ کس وقت روانہ ہوتے تھے؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب وہ وقت ہوگا تو ہم روانہ ہو جائیں گے، تو حجاج نے ایک شخص کو بھیجا جو اس بات کا جائزہ لیتا رہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کس وقت روانہ ہوتے ہیں۔

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو دریافت کیا: سورج ڈھل گیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ابھی نہیں ڈھلا، تو وہ بیٹھے رہے، پھر انہوں نے دریافت کیا: کیا سورج ڈھل گیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں، جب لوگوں نے یہ جواب دیدیا کہ سورج ڈھل گیا ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کوچ کیا۔
وکیع نامی راوی کہتے ہیں: یعنی وہ روانہ ہو گئے۔

بَابُ الْمَوْقِفِ بِعَرَافَاتٍ

یہ باب عرفات میں وقوف کرنے کی جگہ کے بیان میں ہے

3010- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ مُفَيَّانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عِيَّاشٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عِلْيَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَافَةَ فَقَالَ هَذَا الْمَوْقِفُ وَعَرَافَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ

•• حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عرفات میں وقوف کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وقوف کرنے کی جگہ ہے عرفات پورے کا پورا وقوف کرنے کی جگہ ہے۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پورا میدان عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے، سارا منیٰ قربان گاہ ہے، سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور مکہ کا ہر راستہ (اور اس کی ہر گلی) راستہ اور قربانی کی جگہ ہے۔

(ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ الصالح: جلد دوم، رقم الحدیث: 1141)

حدیث کے آخری کلمات کا مطلب یہ ہے کہ جس راستہ سے بھی مکہ میں جائیں درست ہے اور مکہ میں جس جگہ چاہیں قربانی کا جانور ذبح کریں جائز ہے کیونکہ قربانی کا جانور حرم میں ذبح کرنا چاہئے اور مکہ حرم میں واقع ہے، یہ اور بات ہے کہ قربانی کا جانور منیٰ ہی میں ذبح کرنے کا دستور بن گیا ہے کیونکہ قربانی کے دن کہ وہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے حاجی منیٰ میں ہوتے ہیں اس لئے اپنی قربانی بھی وہیں کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بیان جواز کی خاطر ارشاد فرمائی ورنہ تو وہی جگہ افضل ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقوف فرمایا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کا جانور ذبح کیا اور وہی

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ منیٰ میں کسی بھی جگہ قربانی کی جاسکتی ہے، عرفات اور مزدلفہ میں کسی بھی جگہ علاوہ وادی عرفہ اور وادی محسر کے وقوف کیا جاسکتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس جگہ قربانی کی ہے، جس جگہ وقوف کیا ہے، اسی جگہ قربانی کرنا یا وقوف کرنا بہر حال افضل ہے۔

بَاب الدُّعَاءِ بِعَرَفَةَ

یہ باب عرفہ میں دعائے مانگنے کے بیان میں ہے

3013 - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ السَّرِيِّ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كِنَانَةَ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ مُرْدَاسٍ السُّلَمِيُّ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِأَمَّتِهِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِالْمَغْفِرَةِ فَأَجِيبَ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ مَا خَلَا الظَّالِمَ فَإِنِّي أَخَذُ لِلْمَظْلُومِ مِنْهُ قَالَ أَيْ رَبِّ إِنْ شِئْتَ أَعْطَيْتَ الْمَظْلُومَ مِنَ الْجَنَّةِ وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ فَلَمْ يُجِبْ عَشِيَّتَهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ أَعَادَ الدُّعَاءَ فَأَجِيبَ إِلَى مَا سَأَلَ قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ تَبَسَّمَ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَأُمِّي إِنْ هَذِهِ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتَ تَضْحَكُ لَهَا فَمَا الَّذِي أَضْحَكُكَ اللَّهُ يَسُئُكَ قَالَ إِنْ عَدُوَّ اللَّهِ إِبْلِيسَ لَمَّا عَلِمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ اسْتَجَابَ دُعَائِي وَغَفَرَ لِأَمَّتِي أَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ يَحْفُوهُ عَلَى رَأْسِهِ وَيَدْعُو بِالْوَيْلِ وَالشُّؤْرِ لَأَضْحَكُنِي مَا رَأَيْتُ مِنْ جَزَعِهِ

• • • عبد اللہ بن کنانہ اپنے والد کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عرفہ کی شام اپنی امت کی مغفرت کے لیے دعا کی تو اس کا جواب یہ آیا کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے، سوائے ظالم شخص کے کیونکہ میں مظلوم کے بدلے میں اس کی گرفت کروں گا، نبی اکرم ﷺ نے عرض کی۔

”اے میرے پروردگار! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کر دے اور ظالم کی مغفرت کر دے۔“

تو اس شام نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا جواب نہیں ملا، اگلے دن صبح مزدلفہ میں نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ یہ دعا مانگی تو آپ ﷺ نے جو دعا مانگی تھی وہ قبول ہو گئی، نبی اکرم ﷺ اس بات پر ہنس پڑے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) آپ ﷺ مسکرا دیے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔

”ہمارے مان باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، پہلے اس گھڑی میں آپ ﷺ اس طرح نہیں ہنسا کرتے تھے، اب

آپ ﷺ کس بات پر ہنسے ہیں، ویسے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔“

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ کے دشمن ابلیس کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری امت

کی مغفرت کر دی ہے تو اس نے مٹی پکڑی اور اسے اپنے سر پر ڈالنے لگا اور تباہی و بربادی کی چیخ و پکار کرنے لگا تو اس کے اس رونے پینے کو دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔

3014- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْمِصْرِيُّ أَبُو جَعْفَرٍ أَنبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ يُونُسَ يَقُولُ عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَذْنُو عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَأْتِيهِمُ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے جس دن میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ تعداد میں لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہو (عرفہ کے دن) اللہ تعالیٰ خاص طور پر (اپنے بندوں کی طرف) متوجہ ہوتا ہے اور پھر ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور دریافت کرتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔

یوم عرفہ کی فضیلت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے (یعنی رحمت اور احسان و کریم کے ساتھ قریب ہوتا ہے) اور پھر فرشتوں کے سامنے حاجیوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ذرا میرے بندوں کی طرف تو دیکھو، یہ میرے پاس پر اگندہ بال، گرد آلود اور لبیک و ذکر کے ساتھ آذایں بلند کرتے ہوئے دور، دور سے آئے ہیں، میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا، (یہ سن کر) فرشتے کہتے ہیں کہ پروردگار ان میں فلاں شخص وہ بھی ہے جس کی طرف گناہ کی نسبت کی جاتی ہے۔

اور فلاں شخص اور فلاں عورت بھی ہے جو گنہ گار ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے انہیں بھی بخش دیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں یوم عرفہ کی برابر لوگوں کو آگ سے نجات و رستگاری کا پروانہ عطا کیا جاتا ہو۔ (شرح السنہ، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث، 1145)

بَابُ مَنْ أَتَى عَرَفَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ لَيْلَةَ جَمْعٍ

یہ باب ہے کہ جو شخص مزدلفہ کی رات صبح صادق ہونے سے پہلے عرفہ آجائے

3015- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بُكَيْرٍ بْنِ عَطَاءٍ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَعْمَرَ الدِّبْلِيَّ قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ وَأَتَاهُ

3014: أخرجه مسلم في "المصحح" رقم الحديث: 3275 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3003

3015: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1949 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 889 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث:

3016: أخرجه الحديث: 3944

نَاسٌ مِّنْ أَهْلِ نَجْدٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ الْحَجُّ قَالَ الْحَجُّ عَرَفَةٌ لِمَنْ جَاءَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ لَيْلَةً جَمَعَ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ أَيَّامُ مِنَى ثَلَاثَةً لِمَنْ تَعَجَّلَ لِي يَوْمَيْنِ فَلَا ائْتَمَّ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا ائْتَمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ أَرَدَفَ رَجُلًا خَلْفَهُ لَجَعَلَ يُنَادِي بِهِنَّ

• حضرت عبدالرحمان بن عمر دلی شہداء بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھا ہم نے عرفات میں وقوف کیا نجد سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! حج کیسے ہوتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج عرفات (میں وقوف کرنے سے ہوتا ہے) جو شخص مزدلفہ کی رات فجر کی نماز سے پہلے یہاں آ جائے تو اس نے حج کو مکمل کر لیا منیٰ میں پڑاؤ کے دن تین ہیں جو شخص دو دن بعد جلدی چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اور جو شخص ٹھہرا رہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا پھر نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سوار کیا جس نے بلند آواز میں ان کلمات کا اعلان کیا۔

3015 م۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَنْعَمَ الدَّيْلِيِّ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَجَاءَهُ نَفَرٌ مِّنْ أَهْلِ نَجْدٍ لَّذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ يَحْيَى مَا أَرَى لِلثَّوْرِيِّ حَدِيثًا أَشْرَفَ مِنْهُ

• حضرت عبدالرحمان بن عمر دلی شہداء بیان کرتے ہیں: میں عرفات میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا نجد سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔

محمد بن یحییٰ نامی راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں روایت ثوری سے نقل کردہ سب سے بہترین روایت ہے۔

3016 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ غَامِرِ بْنِ شُعَيْبٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسٍ الطَّائِفِيِّ أَنَّهُ حَجَّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُدْرِكِ النَّاسَ إِلَّا وَهُمْ بِجَمْعٍ قَالَ فَاتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَنْصَبْتُ رَاحِلَتِي وَأَتَّبَعْتُ نَفْسِي وَاللَّهِ إِنْ تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ فَهَلْ لِي مِنْ حَجٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ مَعَنَا الصَّلَاةَ وَأَقَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَقَدْ قَضَى تَفَثَهُ وَتَمَّ حَجُّهُ

• حضرت عروہ بن مضرس طائی شہداء بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں حج کیا لیکن جب لوگوں تک پہنچتے تو اس وقت وہ لوگ مزدلفہ پہنچ چکے تھے وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اپنی اونٹنی کو بھی کمزور کر دیا ہے اور اپنے آپ کو بھی تھکا دیا ہے اللہ کی قسم! میں ہر بڑے ٹیلے سے گزر کر

3016: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1950 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 891 أخرجه التستالي في "السنن" رقم الحديث: 3039 ودرقم الحديث:

3040: ودرقم الحديث: 3041: ودرقم الحديث: 3042: ودرقم الحديث: 3043:

آیا ہوں تو کیا میرا حج ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہمارے ساتھ اس نماز میں شامل ہو گیا اور رات یا دن میں کسی بھی وقت عرفات سے روانہ ہوا تو اس نے اپنے ذمے لازم چیز کو ادا کر دیا تو اس کا حج مکمل ہو گیا۔

بَاب الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ

یہ باب عرفہ سے روانہ ہونے کے بیان میں ہے

3017- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالََا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سُئِلَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ حِينَ دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ قَالَ كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فُجُورَةَ نَصَّ قَالَ وَكِيعٌ وَالنَّصُّ بَعْنَى فَوْقَ الْعَنَقِ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا نبی اکرم ﷺ جب عرفہ سے روانہ ہوئے تھے تو آپ ﷺ کس طرح چلے تھے تو انہوں نے بتایا نبی اکرم ﷺ تیز رفتاری سے چلے تھے جس جگہ رش کم تھا وہاں آپ ﷺ رفتار اور تیز کر دیتے تھے۔ وکیع نامی راوی کہتے ہیں: نص اس رفتار کو کہتے ہیں: جو عنق نامی رفتار سے تیز ہو۔

3018- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَيْبَانَا الثَّوْرِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَتْ لُرَيْشٌ نَحْنُ قَوَاطِنُ الْبَيْتِ لَا نُجَاوِزُ الْحَرَمَ فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (لَمْ أَلِظُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قریش یہ کہا کرتے تھے، ہم بیت اللہ کے رہائشی ہیں اس لیے ہم حرم کی حدود سے باہر نہیں جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ”پھر تم لوگ وہاں سے روانہ ہو جہاں سے لوگ روانہ ہوتے ہیں۔“

بَاب النُّزُولِ بَيْنَ عَرَفَاتٍ وَجَمْعٍ لِمَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ

یہ باب ہے کہ جس شخص کو مجبوری لاحق ہو وہ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان پڑاؤ کرے

3019- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَقْضَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ الشَّعْبَ الَّذِي يَنْزِلُ عِنْدَهُ

3017: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 1666 ورقم الحدیث: 2999 ورقم الحدیث: 4413 أخرجه مسلم فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 3894 ورقم الحدیث:

3095: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1923 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 3823 ورقم الحدیث: 3851

3018: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

3019: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1921 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 3831

الْأَمْرَاءُ نَزَلَ لِبَالٍ فَتَوَضَّأَ لُكْتُ الصَّلَاةِ قَالَ الصَّلَاةُ أَمَامُكَ فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى جَمْعٍ أَذَنَ وَأَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ لَمْ يَجْعَلْ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ حَتَّى قَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ

» حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا نبی اکرم ﷺ جب اس گھاٹی کے پاس پہنچے جس کے پاس آج کل (حکمران پڑاؤ کرتے ہیں) تو وہاں نبی اکرم ﷺ نے پیشاب کیا پھر آپ ﷺ نے وضو کیا میں نے عرض کی: آپ ﷺ نماز ادا کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز آگے جا کر ہوگی یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ مزدلفہ پہنچے تو وہاں مؤذن نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر نبی اکرم ﷺ نے مغرب کی نماز ادا کی پھر لوگوں نے ابھی (سواری سے اپنا سامان) نہیں اتارا تھا یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِجَمْعٍ

یہ باب مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کے بیان میں ہے

3020- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَبَا النَّبِثِ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَدِيٍّ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

» حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں حجۃ الوداع کے موقع پر مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں ادا کی تھی۔

3021- حَدَّثَنَا مُخَرَّرُ بْنُ سَلَمَةَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَلَمَّا آتَيْنَا قَالَ الصَّلَاةُ بِإِقَامَةٍ

» سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب کی نماز ادا کی، جب ہم نے اپنی سواریوں کو بٹھالیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نماز اقامت کے ساتھ ہوگی۔“

عرفات کی دو نمازوں میں ایک تکبیر و دو اقامتوں میں مذاہب اربعہ

جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں ظہر و عصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ پڑھی تھی چنانچہ حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم

3020: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1674 و رقم الحديث: 4414 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3086 أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث:

604 و رقم الحديث: 3026

3021: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

ابو حنیفہ کے ہاں مزدلفہ میں یہ دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک ہی تکبیر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں کیونکہ اس موقع پر عشاء کی نماز چونکہ اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہے اس لئے زیادتی اعلام کے لئے علیحدہ سے تکبیر کی ضرورت نہیں برخلاف عرفات میں عصر کی نماز کے کہ وہاں عصر کی نماز چونکہ اپنے وقت میں نہیں ہوتی بلکہ ظہر کے وقت ہوتی ہے اس لئے وہاں زیادتی اعلام کے لئے علیحدہ تکبیر کی ضرورت ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت منقول ہے اور ترمذی نے بھی اس کی تحسین و تصحیح کی ہے۔ عرفات و مزدلفہ کے علاوہ نمازوں کو جمع کرنے رد میں فقہ حنفی کے دلائل:

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ سیدنا حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ امیر المؤمنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے۔ کہ کوئی شخص ایک وقت میں دو نمازیں نہ جمع کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمایا: ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے۔
المؤطا لمحمد، الجمع بین الصلوتين ☆

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الحمد للہ، امام عادل فاروق الحق والباطل نے حق واضح فرمایا۔ اور انکے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے لگا۔ گویا مسئلہ درجہ اجماع تک مرقی کیا۔ اقول: یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جہت ہے۔ علاء بن الحارث تابعی صدوق فقیہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ سے ہیں۔ نیز علاء کا تخطیط ہونا ہمارے نزدیک معتبر نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس اختلاط سے بعد لی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدر کتاب الصلوٰۃ باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء بن سائب ہے اور عطاء بن سائب کا تخطیط ہونا سب کو معلوم ہے۔ مگر ابن ہمام نے کہا مجھے امید ہے کہ حماد بن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلاء ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اسکی دلیل بیان کی کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں۔ اور امام محمول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم و اربعہ سے ہیں۔

نیز مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک جہت ہے۔ رہا امام محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک مقبول ہے۔ جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے۔ خصوصاً جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو۔

اور اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اسکی یہ خامی دور ہو گئی ہے۔ فتح المغیث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشائخ بخاری میں احمد بن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے ابن عدی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علماء نے بھی اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا معتبر نہیں کیونکہ انکی تعداد اتنی ہے کہ اسکی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہے۔

حضرت ابو قتادہ عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شقہ و فرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں۔ دو نمازیں جمع کرنا۔ جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا۔ اور کسی کا مال

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اسکے سب رجال اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں۔ واللہ الحمد، طیبہ: حدیث مؤطا کے جواب میں تو ملاجی کو وہی انکار معمولی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں بلا عذر تھا۔

اقول: اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو بہل چھٹی ملے۔ جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کیلئے ہے۔ حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا۔

اول: انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں۔ اس جواب کی حکایت خود اسکے رد میں کفایت ہے۔ اس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع۔ کہ مابعد الا ہمارے نزدیک مسکوت عنہ ہے۔ انکار جمع تو اسکا صریح منطوق و مدلول مطابق و منصوص عبارت النص ہے

اقول: اولاً۔ اسکی نسبت اگر بعض اہلہ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا۔ ملا مدنی اجتہاد و حرمت تقلید ابو حنیفہ و شافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم رد کرنے کیلئے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے۔ شاید رد احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہوگا۔ اب نہ اس میں ثنائیہ نصرانیت ہے نہ اتخلاًوا احبار ہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ کسی آفت۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔

ثانیاً: بغرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نا مسلم کہ حنفیہ اس کے قائل نہیں۔ صرف عبارات شارح غیر متعلقہ احتیوات میں اسکی نفی کرتے ہیں۔ کلام صحابہ و من بعد ہم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف مرعی و معتبر۔ کما نص علیہ فی تحریر الاصول والنہر الفائق والدر المختار وغیرہا من الاسفار، قد ذکرنا نصوصہا، فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعة الثانیۃ۔

دوم: ایک رامپوری ملا سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے سند ابی یعلیٰ میں روایت یہ بھی ہے کہ کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین الصلوٰتین فی السفر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع کرتے تھے۔ تو موجود ہے کہ حدیث صحیحی ممکن کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلیٰ کو حالت سیر پر عمل کریں۔ یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائیگا۔

اقول: اولاً۔ ملاجی خود بخوبی انہی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب نے سند ابی یعلیٰ کو طبقہ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح، حسن، غریب، معروف، منکر، شاذ، منقول، موجود ہیں ٹھہرایا ہے۔ پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہا کہ اس کتاب کی حدیث بدوں تصحیح کسی محدث کے یا پیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے۔ یہ کتاب اس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مخلط ہیں۔ یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لئے ایک رامپوری ملا کی تقلید سے حلال بتاؤ۔ اتخذوا احبار ہم و رہبانہم

ثانیاً: ملاجی، کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمہیں صریح و مجمل اور متعین و محتمل کا فرق سکھائے۔ حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی

میں نص صریح ہے اور روایت ابی یعلیٰ حقیقی جمع کا اصلاً یہ نہیں دیتی۔ بلکہ احادیث جمع صوری میں عہد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں۔ تمہاری ذی ہوشی کہ نص و محتمل کو لا کر اختلاف محال سے راہ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ قول: ملا جی کا اضطراب قابل تماشہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں۔ کہیں نانی سمجھ کر چودہ۔ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احدی الروایتین، اب راہ پوری ملا کی تقلید سے وہ احدی وایتین بھی گئی۔ ابن مسعود خاصے معینان جمع ٹھہر گئے۔

سوم: جسے ملا جی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں۔ ان دو کو عربی میں بولے تھے۔ یہاں چمک چمک کر اردو میں چمک رہے ہیں کہ۔

اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹیکا کہ جمع بین الظہر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجود یکہ اس قول ابن مسعود سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے۔ پس جو تم جواب رکھتے ہو اسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی۔ کیونکہ چودہ صحابی سو بن مسعود کے اسکے ناقل ہیں۔ تو اسی واسطے ابن مسعود نے اسکا استثناء نہ کیا۔ اور اب محتمل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی۔ اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقاسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقاسہ سے۔ و علی ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔

معیار الحق مصنفہ میاں نذیر حسین ملا جی اس جواب کو ملا جی گل سرسبز بنا کر سب سے اول ذکر کیا۔ ان دو کی تو امام نووی و سلام اللہ راہ پوری کی طرف نسبت کی۔ مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و نسبت اپنے نامہ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا۔ شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علماء اعلام حنفیہ کرام نے افادہ فرمایا۔ اس کا نفیس و جلیل مطلب ملا جی کی فہم تنگ میں اصلاً نہ دھنسا۔ اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کسا، اب فقیر غفرلہ القدر سے تحقیق حق سنئے۔

اولاً: فاقول وبحول ربی اصول۔ ملا جی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھئے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں۔ مگر ذکر دو کیں۔ مغرب و صبح مزدلفہ، اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا: جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی۔ اس ادعائے باطل کا لفاظ تو بحمد اللہ اوپر کھل چکا

کہ شہرت در کنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں۔ حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس سے دست بردار ہوئے۔ چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں نری بے علاقہ اتر گئیں۔ رہے دو، وہاں بعونہ تعالیٰ وہ قاہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہوگا۔ اگر بالفرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ میں شہرت ہے۔ مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت۔ انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا۔ انہیں دو کو ملا تین کہہ کر یہاں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ تفصیل

میں بوجہ شہرت عامہ تمامہ ایک کا نام لیا۔ صرف ذکر مغرب پر اکتفا فرمایا۔ ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع۔
 قال عز وجل . وجعل لكم سرا بیل تفیکم الحر . اور تمہارے لئے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے
 ہیں۔

خود انہیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے۔ کہ پوچھا گیا۔ کیا عبداللہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے۔
 فرمایا: لا الا بجمع . نہ مگر مزدلفہ میں، کما قد منا عن سنن النسائی، یہاں بھی کہہ دیجو کہ جمع سفر کو شہرہ چھوڑ
 دیا ہے۔ اور سنئے، امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔

العمل علی هذا عند اهل العلم ان لا یجمع بین الصلاتین الا فی السفر او بعرفة .

اہل علم کے یہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر اور یوم عرفہ دو نمازیں جمع نہ کریں۔ امام ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثناء کیا
 نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا۔ تو ہے یہ کہ دونوں جمعین متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دوسری کا ہینا نہ کر۔ خصوصاً نماز عرفہ کہ اظہر واشہر۔ تو مزدلفہ
 کا ذکر دونوں کا ذکر ہے، غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نحر۔ وہ مسئلہ جدا گانہ کا اقادہ ہے۔ کہ دو نمازیں تو غیر وقت
 میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں، اور بلاشبہ اجماع امت ہے کہ فجر حقیقہ وقت سے پہلے نہ تھی، نہ ہرگز کہیں کبھی
 اس کا جواز اور خود اسی حدیث ابو مسعود کے الفاظ مسلم کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش، قال قبل وقتها بغلس اس پر
 شاید، اگر رات میں پڑھی جاتی تو ذکر غلس کے کیا معنی تھے۔ صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
 مکہ گیا۔ پھر ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں جمع کیں ایک ہی اذان و اقامت سے۔ درمیان میں رات کا کھانا کھایا۔ پھر طلوع
 فجر کے بعد صبح کی نماز پڑھی۔

حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج ادا
 فرمایا پھر ہم مزدلفہ آئے جب عشا کی اذان کا وقت ہو چکا تھا یا قریب تھا۔ ایک شخص کو اذان و اقامت کا حکم دیا اور نماز مغرب ادا کی
 اور بعد کی دو رکعتیں بھی۔ پھر شام کا کھانا منگا کر تناول فرمایا: پھر عشا کی دو رکعتیں پڑھیں جب صبح صادق ہوئی تو فرمایا: حضور نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نماز فجر کے علاوہ اس دن اور اس مقام کے سوا کبھی نماز فجر اسنے اول وقت میں نہیں پڑھتے تھے۔

الجامع للبخاری المناسک، الجامع الصحیح للبخاری، المناسک،

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ حقیقہ
 غیر وقت میں پڑھیں۔ تو فجر نحر و مغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے۔ ہاں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ متحد الکلم اور غیر وقت میں پڑھنے کے
 حقیقی معنی انہیں کے ساتھ خاص۔ اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔ نہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ممکن۔ خصوصاً ملا
 جی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب۔

اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر تبادروعی معنی ہیں جو ان عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع۔ تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجر ان صلوٰتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مسئلہ ہے اور صلوٰتین سے وہی عصر و مغرب مراد۔ تو ان میں اصلاہر گز کسی کا ذکر متروک نہیں۔ ہاں تفصیل میں پتے کیلئے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار۔ دوسری کا ذکر مطوی کیا۔

بحمد اللہ یہ معنی ہیں جو اب علماء کے جس سے ملاحتی کی فہم بے مس اور ناحق آنچہ انساں می کند کی ہوں۔ ملاحتی! اب اس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہئے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھئے۔ خدا کی شان۔

ع، اوگماں بردہ کہ من کردم چو او ہما فرق را کے بیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنی نفیس فیض فلاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القا ہوئے۔ پھر ارکان اربعہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہ یہی معنی افادہ فرمائے ہیں۔ والحمد للہ

ثانیاً: اقول وباللہ التوفیق۔ اگر نظر تتبع کو جولاں دیجئے تو بعونہ تعالیٰ واضح ہو کہ یہ جواب علماء محض تنزیلی تھا۔ ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے۔ یہ حدیث سنن نسائی کتاب المناہک باب الجمع بین الظہر والعصر عرفہ میں یوں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ اور عرفات میں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ملاحتی! اب کہئے: مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا؟ ملاحتی! ابھی آپکی نازک چھاتی پردلی کی پہاڑی آتی ہے۔ سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچائیے کہ عنقریب مکہ کا پہاڑ ابوقبیس آتا ہے۔ ملاحتی! دعویٰ اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علم حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنی صحیحین وغرہا صحاح و سنن، مسانید و معاجیم، جوامع و اجزاء وغیرہا میں دیکھئے صد ہا مثالیں اس کی پائیے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں۔ کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح، کوئی کسی طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلا ہے۔

ولہذا امام الشان ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اسکی حقیقت نہ پہچانتے۔

یہاں بھی مخرج اعمش بن عمارۃ عن عبدالرحمن عن عبداللہ ہے۔ اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی۔ ان سے حفص بن غیاث، ابو معاویہ، ابو عولہ، عبدالواحد بن زیاد، جریر سفین، داؤد، شعبہ وغیرہم اجلہ نے روایت کی۔

یہ روایتیں الفاظ و اطوار، بسط و اختصار، اور ذکر و اقتصار میں طرق شتی پر آئیں۔ کسی میں مغرب و فجر کا ذکر ہے۔ ظہر عرفہ مذکور نہیں۔ کدواۃ الصحیحین، کسی میں ظہر عرفہ و مغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں۔ کدواۃ النسائی۔ کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر فجر و صیغہ ما رأیتہ وغیرہ کچھ مسطور نہیں کحدیث النسائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب و عشاء کو

مزولفہ میں جمع کیا۔ (نوائی رضویہ)

پانچ نمازوں کو تین اوقات میں کیوں پڑھتے ہیں؟

اہل تشیع کے نامور محقق لکھتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس بحث کی وضاحت کے لئے سب سے پہلے اس بارے میں فقہاء کے نظریات بیان کر دیئے جائیں۔ سارے اسلامی فرقے اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ میدان عرفات میں ظہر کے وقت نماز ظہر اور نماز عصر کو اکٹھا اور بغیر فاصلے کے پڑھا جاسکتا ہے اسی طرح مزولفہ میں عشاء کے وقت نماز مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

حنفی فرقہ کا کہنا ہے کہ: نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء کو اکٹھا ایک وقت میں پڑھنا صرف دو ہی مقامات میدان عرفات اور مزولفہ میں جائز ہے اور باقی جگہوں پر اس طرح ایک ساتھ نمازیں نہ پڑھی جائیں۔

حنبل، مالکی اور شافعی فرقوں کا کہنا ہے کہ نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء کو ان گزشتہ دو مقامات کے علاوہ سفر کی حالت میں بھی ایک ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے ان فرقوں میں سے کچھ لوگ بعض اضطراری موقعوں جیسے بارش کے وقت یا نمازی کے بیمار ہونے پر یا پھر دشمن کے ڈر سے ان نمازوں کو ساتھ میں پڑھنا جائز قرار دیتے ہیں۔

بعض روافض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نماز ظہر و عصر اور اسی طرح نماز مغرب و عشاء کے لئے ایک خاص وقت ہے اور ایک

مشترک وقت

(الف) نماز ظہر کا خاص وقت شرعی ظہر (زوال آفتاب) سے لیکر اتنی دیر تک ہے جس میں چار رکعت نماز پڑھی جاسکے
(ب) نماز عصر کا مخصوص وقت وہ ہے کہ جب غروب آفتاب میں اتنا وقت باقی بچا ہو کہ اس میں چار رکعت نماز پڑھی جاسکے۔ (ج)
نماز ظہر و عصر کا مشترک وقت نماز ظہر کے مخصوص وقت کے ختم ہونے اور نماز عصر کے مخصوص وقت کے شروع ہونے تک ہے۔

شیعہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان تمام مشترک اوقات میں نماز ظہر و عصر کو اکٹھا اور فاصلے کے بغیر پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کہتے ہیں۔ کہ نماز ظہر کا مخصوص وقت، شرعی ظہر (زوال آفتاب) سے لیکر اس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اس وقت میں نماز عصر نہیں پڑھی جاسکتی اور اس کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک نماز عصر کا مخصوص وقت ہے اس وقت میں نماز ظہر نہیں پڑھی جاسکتی۔ (د) نماز مغرب کا مخصوص وقت شرعی مغرب کی ابتدا سے لے کر اس وقت تک ہے۔ (الفقہ علی المذاہب

الاربعة کتاب الصلوۃ الجمع بین الصلاتین تقدیمًا و تاخیرًا، سے اقتباس

کہ جس میں تین رکعت نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اس وقت میں صرف نماز مغرب ہی پڑھی جاسکتی ہے۔ نماز عشاء کا مخصوص وقت یہ ہے کہ جب آدمی رات میں صرف اتنا وقت رہ جائے کہ اس میں چار رکعت نماز پڑھی جاسکے تو اس کو تاہ وقت میں صرف نماز عشاء ہی پڑھی جائے گی۔

مغرب و عشاء کی نمازوں کا مشترک وقت نماز مغرب کے مخصوص وقت کے ختم ہونے سے لے کر نماز عشاء کے مخصوص وقت

تک ہے۔

بعض روافض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس مشترک وقت کے اندر مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ اور بغیر فاصلے کے ادا کی جاسکتی ہیں لیکن اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ نماز مغرب کا مخصوص وقت غروب آفتاب سے لے کر مغرب کی سرخی زائل ہونے تک ہے اور اس وقت میں نماز عشاء نہیں پڑھی جاسکتی پھر مغرب کی سرخی کے زائل ہونے سے لیکر آدھی رات تک نماز عشاء کا خاص وقت ہے اور اس وقت میں نماز مغرب ادا نہیں کی جاسکتی

نتیجہ: یہ نکلتا ہے کہ شیعوں کے نظریے کے مطابق شرعی ظہر کا وقت آجانے پر نماز ظہر بجالانے کے بعد بلا فاصلہ نماز عصر ادا کر سکتے ہیں نماز ظہر کو اس وقت نہ پڑھ کر نماز عصر کے خاص وقت تک پڑھتے ہیں۔ اس طرح کہ نماز ظہر کو نماز عصر کے خاص وقت کے پہنچنے سے پہلے ختم کر دیں اور اس کے بعد نماز عصر پڑھ لیں اس طرح نماز ظہر و عصر کو جمع کیا جاسکتا ہے اگرچہ مستحب یہ ہے کہ نماز ظہر کو زوال کے بعد ادا کیا جائے اور نماز عصر کو اس وقت ادا کیا جائے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔

اسی طرح شرعی مغرب کے وقت نماز مغرب کے بجالانے کے بعد بلا فاصلہ نماز عشاء پڑھ سکتے ہیں یا پھر اگر چاہیں تو نماز مغرب کو نماز عشاء کے خاص وقت کے قریب پڑھیں وہ اس طرح کہ نماز مغرب کو نماز عشاء کے خاص وقت کے پہنچنے سے پہلے ختم کر دیں اور اس کے بعد نماز عشاء پڑھ لیں اس طرح نماز مغرب و عشاء کو ساتھ میں پڑھا جاسکتا ہے، اگرچہ مستحب یہ ہے کہ نماز مغرب کو شرعی مغرب کے بعد ادا کیا جائے اور نماز عشاء کو مغرب کی سرخی کے زائل ہوجانے کے بعد بجالایا جائے یہ شیعوں کو نظر یہ تھا، لیکن اہل سنت کہتے ہیں کہ نماز ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو کسی بھی جگہ اور کسی بھی وقت میں ایک ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں ہے اس

اعتبار سے بحث اس میں ہے کہ کیا ہر جگہ اور ہر وقت میں دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں ٹھیک اسی طرح جیسے میدان عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھا جاتا ہے۔

سارے مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی تھیں لیکن اس روایت کی تفسیر میں دو نظریے پائے جاتے ہیں۔

الف: کہتے ہیں کہ اس روایت سے مراد یہ ہے کہ نماز ظہر کے ابتدائی وقت میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز عصر کو بجالایا جاسکتا ہے اور اسی طرح نماز مغرب کے ابتدائی وقت میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز عشاء کو پڑھا جاسکتا ہے اور یہ مسئلہ کسی خاص وقت اور کسی خاص جگہ یا خاص حالات سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر جگہ اور ہر وقت میں ایک ساتھ دو نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔

ب: اہل سنت کہتے ہیں مذکورہ روایت سے مراد یہ ہے کہ نماز ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور نماز عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے اور اسی طرح نماز مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور نماز عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے۔

اب ہم اس مسئلے کی وضاحت کے لئے ان روایات کی تحقیق کر کے یہ ثابت کریں گے کہ ان روایات میں دو نمازوں کو جمع کرنے سے وہی مراد ہے جو شیعہ کہتے ہیں، یعنی دو نمازوں کو ایک ہی نماز کے وقت میں پڑھا جاسکتا ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے۔

نمازوں کی جمع صوری کا بیان

(۱) جابر بن زید کا بیان ہے کہ انہوں نے ابن عباس سے سنا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے: میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعت نماز (ظہر و عصر) اور سات رکعت نماز (مغرب و عشاء) کو ایک ساتھ پڑھا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ابو عشاء سے کہا: میرا یہ گمان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کو تاخیر سے پڑھا ہے اور نماز عصر کو جلد ادا کیا ہے اسی طرح نماز مغرب کو بھی تاخیر سے پڑھا ہے اور نماز عشاء کو جلدی ادا کیا ہے ابو عشاء نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔ (مسند احمد ابن حنبل)

اس روایت سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ اور بغیر فاصلے کے پڑھا تھا۔ احمد ابن حنبل نے عبد اللہ بن شقیق سے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

(۲) ایک دن عصر کے بعد ابن عباس نے ہمارے درمیان خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ستارے چمکنے لگے اور لوگ نماز کی ندائیں دینے لگے ان میں سے بنی تمیم قبیلے کا ایک شخص نماز کہنے لگا ابن عباس نے غصے میں کہا کیا تم مجھے سنت پیغمبر کی تعلیم دینا چاہتے ہو؟ میں نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے دیکھا ہے عبد اللہ نے کہا اس مسئلے سے متعلق میرے ذہن میں شک پیدا ہو گیا تو میں ابو ہریرہ کے پاس گیا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے ابن عباس کی بات کی تائید کی۔

(۳) اس حدیث میں دو صحابی عبد اللہ ابن عباس اور ابو ہریرہ اس حقیقت کی گواہی دے رہے ہیں کہ پیغمبر اکرم (ص) نے نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھا ہے اور ابن عباس نے بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی پیروی کی ہے۔

(۴) مالک بن انس کا اپنی کتاب موطا میں بیان ہے: رسول خدا (ص) نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی تھیں جبکہ نہ تو کسی قسم کا خوف تھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔

(۵) مالک بن انس نے معاذ بن جبل سے یہ روایت نقل کی ہے: رسول خدا (ص) نماز ظہر عصر اور نماز مغرب و عشاء کو ایک ساتھ بجالاتے تھے۔

(۶) مالک بن انس نے نافع سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے یوں روایت نقل کی ہے: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دن میں سفر کرنا چاہتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازوں کو اکٹھا ادا کر لیا کرتے تھے اور جب رات میں سفر کرنا ہوتا تھا تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ (موطا مالک کتاب الصلوۃ ص حدیث۔)

(۷) محمد زرقانی نے موطا کی شرح میں ابن شعثا سے یوں روایت نقل کی ہے بے شک ابن عباس نے بصرہ میں نماز ظہر و عصر کو ایک ساتھ اور بغیر فاصلے کے پڑھا تھا اور اسی طرح نماز مغرب و عشاء کو بھی اکٹھا اور بغیر فاصلے کے بجالائے تھے۔ زرقانی نے طبرانی سے اور انھوں نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے:

(۸) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا (موطا پر زرقانی کی شرح، جز اول باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر

والسفر من طبع مصر۔ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس عمل کو اس لئے انجام دیا ہے تاکہ میری امت مشقت میں نہ پڑ جائے۔

(۹) مسلم بن حجاج نے ابو زبیر سے اور انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے یوں روایت نقل کی ہے: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف و سفر کے نماز ظہر و عصر کو ایک ساتھ پڑھا تھا۔ اس کے بعد ابن عباس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے بارے میں کہا کہ: آنحضرت چاہتے تھے کہ ان کی امت میں سے کوئی بھی شخص مشقت میں نہ پڑے۔

(۱۰) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف اور بارش کے نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا تھا۔ اس وقت سعید ابن جبیر نے ابن عباس سے پوچھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا؟ تو ابن عباس نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو رحمت میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

(۱۱) ابو عبد اللہ بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اس سلسلے میں باب تأخیر الظہر الی العصر کے نام سے ایک مستقل باب قرار دیا ہے۔ یہ خود عنوان اس بات کا بہترین گواہ ہے کہ نماز ظہر میں تاخیر کر کے اسے نماز عصر کے وقت میں اکٹھا بجالایا جاسکتا ہے اس کے بعد بخاری نے اسی مذکورہ باب میں درج ذیل روایت نقل کی ہے:

(۱۲) ایک شخص نے ابن عباس سے کہا: نماز تو ابن عباس نے کچھ نہ کہا اس شخص نے پھر کہا نماز پھر بھی ابن عباس نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس شخص نے پھر کہا نماز لیکن ابن عباس نے پھر کوئی جواب نہیں دیا جب اس شخص نے چوتھی مرتبہ کہا: نماز تب ابن عباس بولے او بے اصل! تم ہمیں نماز کی تعلیم دینا چاہتے ہو؟ جبکہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو نمازوں کو ایک ساتھ بجالایا کرتے تھے۔

(۱۳) مسلم نے یوں روایت نقل کی ہے: پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سفر میں نمازوں کو جمع کر کے نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھا تھا سعید بن جبیر نے کہا کہ میں نے ابن عباس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا آنحضرت چاہتے تھے کہ ان کی امت مشقت میں نہ پڑے۔

(۱۴) مسلم ابن حجاج نے معاذ سے اس طرح نقل کیا ہے: ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کی طرف نکلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھا۔ مالک ابن انس کا اپنی کتاب الموطا میں بیان ہے کہ: ابن شہاب نے سالم بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ کیا حالت سفر میں نماز ظہر و عصر کو ایک ساتھ بجالایا جاسکتا تھا؟ سالم بن عبد اللہ نے جواب دیا ہاں اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے کیا تم نے عرفہ کے دن لوگوں کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہے؟

یہاں پر اس نکتے کا ذکر ضروری ہے کہ عرفہ کے دن نماز ظہر و عصر کو نماز ظہر کے وقت میں بجالانے کو سب مسلمان جائز سمجھتے ہیں اس مقام پر سالم بن عبد اللہ نے کہا تھا کہ جیسے لوگ عرفہ کے دن دو نمازوں کو اکٹھا پڑھتے ہیں اسی طرح عام دنوں میں بھی دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔ متقی ہندی اپنی کتاب کنز العمال میں لکھتے ہیں: عبد اللہ ابن عمرؓ نے کہا: کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے بغیر سفر کے نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا تھا ایک شخص نے ابن عمر سے سوال کیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ تو ابن عمر نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے تاکہ اگر کوئی شخص چاہے تو دو نمازوں کو ایک ساتھ بجالائے۔ (کنز العمال کتاب الصلوۃ)

نتیجہ:

اب ہم گزشتہ روایات کی روشنی میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے سلسلے میں شیعوں کے نظریہ کے صحیح ہونے پر چند دلیلیں پیش کریں گے۔

دو نمازوں کو ایک وقت میں ایک ساتھ بجالانے کی اجازت نمازیوں کی سہولت اور انہیں مشقت سے بچانے کے لئے دی گئی ہے، متعدد روایات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر نماز ظہر و عصر یا مغرب۔ (کنز العمال کتاب الصلوۃ)

عشاء کو ایک وقت میں بجالانا جائز نہ ہوتا تو یہ امر مسلمانوں کے لئے زحمت و مشقت کا باعث بنتا اسی وجہ سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی سہولت اور آسانی کے لئے ۱۰ نمازوں کو ایک وقت میں بجالانے کو جائز قرار دیا ہے۔

واضح ہے کہ اگر ان روایات سے یہ مراد ہو کہ نماز ظہر کو اسکے آخری وقت (جب ہر چیز کا سایہ اسکے برابر ہو جائے) تک تاخیر کر کے پڑھا جائے اور نماز عصر کو اسکے اول وقت میں بجالایا جائے اس طرح ہر دو نمازیں ایک ساتھ مگر اپنے اوقات ہی میں پڑھی جائیں (اہل سنت حضرات ان روایات سے یہی مراد لیتے ہیں) تو ایسے کام میں کسی طرح کی سہولت نہیں ہوگی بلکہ یہ کام مزید مشقت کا باعث بنے گا جبکہ دو نمازوں کو ایک ساتھ بجالانے کی اجازت کا یہ مقصد تھا کہ نمازیوں کیلئے سہولت ہو۔

اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ گزشتہ روایات سے مراد یہ ہے کہ دو نمازوں کو ان کے مشترک وقت کے ہر حصے میں بجالایا جاسکتا ہے اب نماز گزار کو اختیار ہے کہ وہ مشترک وقت کے ابتدائی حصے میں نماز پڑھے یا اس کے آخری حصے میں اور ان روایات سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری کو اس کے اول وقت میں ادا کیا جائے۔

روز عرفہ دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کے حکم سے باقی دنوں میں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک عرفہ کے دن ظہر و عصر کی نمازوں کو ایک وقت میں بجالانا جائز ہے۔

مزید براں گزشتہ روایات میں سے بعض اس بات کی گواہ ہیں کہ میدان عرفات کی طرح باقی مقامات پر بھی نمازوں کو اکٹھا بجالایا جاسکتا ہے اب اس اعتبار سے روز عرفہ اور باقی عام دنوں کے درمیان یا عرفات کی سرزمین اور باقی عام جگہوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لہذا جس طرح مسلمانوں کے متفقہ نظریے کے مطابق عرفہ میں ظہر و عصر کی نمازوں کو ظہر کے وقت پر ایک ساتھ پڑھا جاتا ہے اسی طرح عرفہ کے علاوہ بھی ان نمازوں کو ظہر کے وقت اکٹھا پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

سفر کی حالت میں دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کے حکم سے غیر سفر میں بھی نمازوں کے ایک ساتھ بجالانے کا جواز معلوم ہوتا ہے ایک طرف سے حنبلی، مالکی، اور شافعی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حالت سفر میں دو نمازوں کو اکٹھا بجالایا جاسکتا ہے اور دوسری طرف گزشتہ

روایات صراحت کے ساتھ کہہ رہی ہیں کہ اس اعتبار سے سفر اور غیر سفر میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حالتوں میں نمازوں کو اکٹھا پڑھا تھا۔ لفقہ علی المذاهب الاربعہ، کتاب الصلوۃ، الجمع بین الصلوٰتین تقدیم و تاخیر۔ نمازوں کو اکٹھا بجالانا صحیح ہے اسی طرح عام حالات میں بھی دو نمازوں کو اکٹھا پڑھا جاسکتا ہے۔

اضطراری حالت میں دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کے حکم سے عام حالات میں بھی نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کا جواز معلوم ہو جاتا ہے۔ اہل سنت کی صحیح اور مسند کتابوں میں سے بہت سی روایات اس حقیقت کی گواہی دیتی ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب نے چند اضطراری موقعوں پر جیسے بارش کے وقت یا دشمن کے خوف سے یا بیماری کی حالت میں نمازوں کو ایک ساتھ اور ایک ہی وقت میں (ٹھیک اسی طرح جیسے شیعہ کہتے ہیں) پڑھا تھا اور اسی وجہ سے مختلف اسلامی فرقوں کے فقہاء نے بعض اضطراری حالات میں دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا جائز قرار دیا ہے جب کہ گزشتہ روایات اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہیں کہ اس سلسلے میں اضطراری اور عام حالات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حالتوں میں اپنی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا ہے۔

اسلام میں پانچ وقت کی نمازوں کا حکم ہے لیکن بعض حضرات صرف 3 وقت کی نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں فجر، ظہرین اور مغربین لیکن خود انکا مذہب اس سلسلے میں کیا کہتا ہے اس پر آج روشنی ڈالی جائے گی۔

میں نے امام ع سے پوچھا کہ حنظلہ آپ کی طرف وقت لایا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ ہم پر جھوٹ نہیں بولا ہوگا میں نے کہا کہ آپ نے ان سے بیان کیا ہے کہ پہلی نماز اللہ نے اپنے نبی پر اس آیت کے ذریعے سے نازل کی نماز پڑھو زوال شمس کے بعد سے، تو یہ وقت ظہر ہے جب سایہ قد آدم نہ ہو وقت ظہر ہے جب یہ ہو جائے تو عصر ہے یہ آخر وقت عصر کا ہے حضرت نے فرمایا سچ کہا اس نے۔ (فروع کافی جلد دوم باب 4)

بعض مکاتب عصر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں لیکن خود انکی کتب میں لکھا ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد عصر کی نماز پڑھنی چاہیے دیکھیں فروع کافی جلد دوم باب 4 میں ہی میں نے حضرت سے کہا کہ میں ظہر کی نماز کب پڑھوں تو فرمایا آٹھ رکعت ظہر کی نماز پڑھ پھر عصر کی نماز پڑھ۔

اسی طرح عشاء کا ذکر بھی موجود ہے جب سورج ڈوب جائے تو دونوں نمازوں کا وقت آ جاتا ہے مغرب پہلے ہوگی اور عشاء بعد میں (فروع کافی جلد دوم باب 4)

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیعہ ان کتب کو اپنے لیے تبرک سمجھتے ہیں انکا دعوہ ہے کہ ہم نے براہ راست احادیث خاندان نبوی ص سے لیا ہے لیکن اپنی کتب میں اپنے اکابرین کے قول کی نفی کرتے نظر آتے ہیں جو شیعہ حضرات کے لیے یقیناً ایک لمحہ فکریہ ہے۔ میرے مضمون کا مقصد اگر یہاں کوئی شیعہ حضرات ہو تو اسکی دل آزاری نہیں بلکہ حقیقت بیانی ہے کافی اور صافی کتب کو شیعہ حضرات قرآن سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔ تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ غار سرمن را یہ میں بارہویں امام کی تصدیق شدہ اس کتب کی ان روایات کو شیعہ حضرات آخر کیوں نظر انداز کرتے ہیں۔

لیکن ان کے استدلال میں کثیر روایات مروی ہیں۔ جو تخصیص پر دلالت کرتی ہیں۔ جبکہ اس سے پہلے فقہ حنفی کے مطابق کثرت روایات جو قرآنی نصوص کے موافق ہونے کے ساتھ تواتر کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کی دلالت عموم پر ہے۔ اہل تشیع حضرات اگر درجن تو کیا ہزاروں بھی روایات پیش کر دیں تو پھر بھی وہ ایک ایسی روایت پیش نہیں کر سکتے جس میں زمان و مکان کی تخصیص کے بغیر نمازوں کو جمع کرنے کا مسئلہ بیان ہوا ہو۔ محض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سے تعصب کرتے ہوئے جاہلانہ استدلال سے مسائل کا استنباط کرنا کس قدر قرآن و سنت کے احکام پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔

اہل تشیع کو استدلال کرنے سے پہلے اس اصول کو مد نظر رکھنا چاہیے تھا کہ جب کسی عمل کے خلاف قول آجائے تو عمل تخصیص کا احتمال رکھنے والا ہوتا ہے۔ پوری امت مسلمہ کا چودہ سو سالہ اجماع ہے کہ نمازوں کو جمع کرنے کی تخصیص صرف عرفات و مزدلفہ میں ان خاص ایام میں ہے۔ اس کے سوا دنیا کے کسی ملک، شہر، گاؤں، گلی یا مکان کو یہ تخصیص حاصل نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی نے کہیں تخصیص ثابت کرنے کی کوشش کی تو وہ نص قطعی ""کا منکر ہوگا۔ کیونکہ قرآن کی اس نص میں تصریح کے ساتھ اوقات نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جب نص سے صراحت ثابت ہو جائے تو کسی طرح بھی محتمل نہیں ہوتی۔ لیکن اس نص کی صراحت کے باوجود کوئی تخصیص کو ثابت کرے تو اس کو سوائے اسلام دشمنی کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اہل سنت کے موقف میں کثیر احادیث بیان ہو چکی ہیں۔ لیکن ہم مزید تردید کیلئے فقہ کا اصول پیش کر دیتے ہیں تاکہ شک و شبہ بھی ختم ہو جائے اور روز روشن کی طرح اہل سنت کی حقانیت واضح ہو جائے۔

حکم خاص سے استدلال کرتے ہوئے عمومی حکم کو ثابت نہیں کیا جائے گا

اس قاعدہ کا ماخذ یہ ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات سے واپس لوٹے تو میں آپ کے ساتھ سوار تھا، جب آپ گھائی پر آئے تو آپ نے سواری بٹھائی اور قضاء حاجت کیلئے نیچے اتر گئے جب واپس آئے تو میں نے برتن سے پانی لیکر آپ کو وضو کرایا، پھر آپ سوار ہو کر مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا۔ (مسلم، ج ۱، ص ۴۶، ترمذی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں نماز مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کا ثبوت ہے جو کہ ایام حج میں اس کے احکام کے ساتھ خاص ہے لہذا اس حدیث سے کوئی یہ استدلال کرتے ہوئے نہیں کہہ سکتا کہ نماز مغرب اور عشاء کو جہاں چاہیں جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ حکم خاص سے عمومی حکم کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

حکم عام کے استدلال سے حکم خاص کی تخصیص

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر فرض ہے۔ (انساء) اس آیت میں بیان کر دیا کہ تقاضہ یہ ہے کہ ہر نماز کو اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کرنا ضروری ہے اس سے معلوم ہوا کہ دو نمازوں کو جمع کرنے والا حکم ایام حج میں اس کے مناسک ادا کرنے والے کے ساتھ خاص ہے لہذا اس حکم کو اس سے ثابت نہیں کیا جا

سکتا۔ جبکہ دو نمازوں کو جمع کرنے کے باوجود اس عمومی حکم یعنی ہر نماز کو اس کے وقت کے اندر پڑھا جائے اس پر بھی عمل ہوگا۔

بَابُ الْوُقُوفِ بِجَمْعٍ

یہ باب مزدلفہ میں وقوف کرنے کے بیان میں ہے

3022- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عُمَرَو بْنِ

مَيْمُونٍ قَالَ حَجَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَفِضَ مِنَ الْمَزْدَلِفَةِ قَالَ إِنَّ الْمَشْرِكِينَ كَانُوا يَقُولُونَ
أَشْرِفُ نَبِيرُ كَيْمَا نَغِيرُ وَكَانُوا لَا يَفِضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَخَالَفَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَقَاضَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

» » عمرو بن ميمون بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا جب ہم مزدلفہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا مشرکین یہ کہا کرتے تھے: اے شہر! پہاڑ روشن ہو جا! تاکہ ہم لوگ روانہ ہو جائیں (یعنی وہ لوگ سورج نکلنے کے بعد وہاں سے روانہ ہوتے تھے) وہ لوگ اس وقت تک روانہ نہیں ہوتے تھے جب تک سورج نکل نہیں آتا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے برخلاف کیا آپ سورج نکلنے سے پہلے ہی مزدلفہ سے روانہ ہو گئے۔

3023- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنِ الثَّوْرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ

جَابِرٌ أَقَاضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَأَمَرَهُمْ بِالسَّكِينَةِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَزْمُوا
بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ وَأَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ وَقَالَ لِنَاخِذْ أُمَّتِي نُسْكَهَا فَإِنِّي لَا أَذْرِي لَعَلِّي لَا أَلْقَاهُمْ بَعْدَ
عَامِي هَذَا

» » حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر روانہ ہوئے تو آپ ﷺ اطمینان سے چل رہے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو بھی اطمینان کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ چٹکی میں آنے والی کنکریاں ماریں۔ وادی محسر میں آپ ﷺ نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: میری امت کو حج کا طریقہ سیکھ لینا چاہئے کیونکہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ شاید میں اس سال کے بعد ان سے ملاقات نہ کر سکوں۔

3024- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعُمَرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

الْحِمْصِيِّ عَنْ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ عِدَاةُ جَمْعٍ يَا بِلَالُ أَسَكَبَتِ النَّاسَ أَوْ
أَنْصَبَتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَطَوَّلَ عَلَيْكُمْ فِي جَمْعِكُمْ هَذَا فَوَهَبَ مُسِينَكُمْ لِمُحْسِنِكُمْ وَأَعْطَى مُحْسِنَكُمْ مَا

3022: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 1684، ودرقم الحدیث: 3838، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1938، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم

الحدیث: 896، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 3847

3023: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1944، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 3821

3024: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سَأَلَ اَذْفَعُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ

• حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مزدلفہ کی صبح نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا۔
 "اے بلال لوگوں کو خاموش کرواؤ۔"

(یہاں الفاظ میں راوی کو شک ہے) پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تمہارے مزدلفہ میں وقوف کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا فضل کیا ہے، تمہارے نیک لوگوں کی وجہ سے اس نے تمہارے گنہگار لوگوں کو بھی یہ فضل عطا کر دیا ہے، اور تمہارے اچھے لوگوں نے جو کچھ مانگا تھا وہ کچھ عطا کر دیا ہے، اب تم اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔"

بَاب مَنْ تَقَدَّمَ مِنْ جَمْعٍ اِلَى مَنًى لِرَمْيِ الْجِمَارِ

یہ باب ہے کہ جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف پہلے روانہ ہو جانا

جمار "در اصل سنگریزوں اور کنکریوں کو کہتے ہیں اور جمارج "ان سنگریزوں اور کنکریوں کا نام ہے جو مناروں پر مارے جاتے ہیں اور جن مناروں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں انہیں جمار کی مناسبت سے جمرات کہتے ہیں۔ جمرات یعنی وہ منارے جن پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں تین ہیں۔ (۱) جمرہ اولیٰ۔ (۲) جمرہ وسطیٰ۔ (۳) جمرہ عقبہ۔ یہ تینوں جمرات منیٰ میں واقع ہیں اور بقرعید کے روز یعنی دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں، پھر گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کو تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔

3025- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا مُسْعَرٌ وَسُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَيْنِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُغْلِمَةَ بَيْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى حُمْرَاتٍ لَنَا مِنْ جَمْعٍ فَجَعَلَ يُلَطِّحُ أَفْعَاذَنَا وَيَقُولُ ابْنِي لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ زَادَ سُفْيَانُ فِيهِ وَلَا إِخَالَ أَحَدًا يَرْمِيهَا حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ یعنی بنو عبدالمطلب سے تعلق رکھنے والے کچھ نوجوان اونٹنیوں پر سوار ہو کر مزدلفہ سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمارے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹو! تم جمرہ کو کنکریاں اس وقت تک نہ مارتا جب تک سورج نکل نہ آئے۔
 سفیان ثانی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں: میرے خیال میں کوئی ایسا نہیں ہوگا جو سورج نکلنے سے پہلے اے کنکریاں مارتا ہو۔

3026- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ

لَيَمُنَنَّ قَدِيمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُضَعِّقَ أَهْلَهُ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنے المل خانہ کے کمزور افراد کے ساتھ پہلے روانہ کر دیا تھا۔

3027- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ كَانَتْ امْرَأَةً ثَبُطَةً فَاسْتَأْذَنْتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَدْخُلَ مِنْ جَمْعٍ قَبْلَ دَفْعَةِ النَّاسِ فَأَذِنَ لَهَا

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بھاری بھر کم خاتون تھیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت مانگی کہ وہ لوگوں کے روانہ ہونے سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

رمی جمار کے وقت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن کو چاشت کے وقت (یعنی زوال سے پہلے) منارے پر کنگریاں پھینکیں اور بعد کے دنوں میں دو پہر ڈھلنے کے بعد کنگریاں پھینکیں۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث: 1166)

ضحیٰ دن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب سے پہلے تک ہوتا ہے، بعد کے دنوں سے مراد ایام تشریق یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخیں ہیں۔ ان دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوال آفتاب کے بعد رمی کی۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ کو رمی جمار کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہوتا ہے اسی طرح تیسرے دن یعنی بارہویں تاریخ کو بھی رمی کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد اگر کوئی شخص مکہ جانا چاہے تو وہ تیرہویں تاریخ کو طلوع فجر سے پہلے جاسکتا ہے اور اگر طلوع فجر کے بعد مکہ جانا چاہے گا تو پھر اس پر اس دن کی رمی جمار واجب ہو جائے گی اب اس کے لئے رمی جمار کئے بغیر مکہ جانا درست نہیں ہوگا ہاں اس دن یعنی تیرہویں تاریخ کو زوال آفتاب سے پہلے بھی رمی جمار جائز ہو جائے گی۔ اس موقع پر ایک یہ مسئلہ بھی جان لیجئے کہ اگر کوئی شخص کنگریاں مناروں پر پھینکنے نہیں بلکہ ان پر ڈال دے تو یہ کافی ہو جائے گا مگر یہ چیز غیر پسندیدہ ہوگی بخلاف مناروں پر کنگریاں رکھ دینے کے کہ یہ اس طرح کافی بھی نہیں ہوگا۔

بَاب قَدْرِ حَصَى الرَّمِي

یہ باب کنکریوں کی تعداد میں ہے

3028- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو
بْنِ الْآخَوَيْسِ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ وَهُوَ رَاكِبٌ عَلَى
بَعْلَةٍ لَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَارْمُوا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ
••• سلیمان بن عمرو اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے قربانی کے دن نبی اکرم ﷺ کو جمرہ عقبہ کے پاس دیکھا
آپ ﷺ ایک ٹھہر پر سوار تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”اے لوگو! جب تم جمرہ کو کنکریاں مارو تو ایسی کنکریاں مارنا جو چٹکی میں آجاتی ہیں۔“

3029- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَوْفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَضَيْنِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ الْعَقَبَةِ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقُطُوبِي حَصَى فَلَقَطْتُ لَهُ سَبْعَ
حَصَيَّاتٍ مِنْ حَصَى الْخَذْفِ فَجَعَلَ يَنْفُضُهُنَّ فِي كَفِّهِ وَيَقُولُ امْثَالِ هَؤُلَاءِ فَارْمُوا ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَتُكْمُ
وَالْغُلُو فِي الدِّينِ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُو فِي الدِّينِ

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عقبہ کی صبح (یعنی جس دن جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماری تھیں) نبی
اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے کچھ کنکریاں اٹھا لو میں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے سات
کنکریاں اٹھائیں جو اتنی تھیں کہ انہیں چٹکی میں لیا جاسکتا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی ہتھیلی میں انہیں لیا اور ارشاد فرمایا: انہی کی مانند
کنکریوں کو تم مارو۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم لوگ دین میں غلو کرنے سے بچو! کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ
سے ہلاکت کا شکار ہوئے تھے۔

رمی جمار کے واسطے کنکریاں مزدلفہ یا راستہ سے لے لی جائیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو (مزدلفہ سے منیٰ آتے
ہوئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، بیان کیا کہ جب عرفہ کی شام کو (عرفات سے مزدلفہ آتے
ہوئے) اور مزدلفہ کی صبح کو (مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے) لوگوں نے سواریوں کو تیزی سے ہانکنا اور مارنا شروع کیا تو آنحضرت

3028: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1966، ورم الحديث: 1967، أخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث: 3031، أخرجه ابن ماجه

في "السنن" رقم الحديث: 3031، ورم الحديث: 3032،

3029: أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 3057، ورم الحديث: 3059،

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اطمینان و آہستگی کے ساتھ چلتا تمہارے لئے ضروری ہے اور اس وقت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی کو روکے ہوئے بڑھارہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی محسر میں جوڑی (کے قریب مزدلفہ کے آخری حصہ) میں پہنچے تو فرمایا کہ تمہیں (اس میدان سے) خذف کی کنکریاں اٹھالینی چاہئیں جو جمرہ (یعنی مناروں) پر ماری جائیں گی۔ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمی جمرہ تک برابر لبیک کہتے رہے تھے (یعنی جمرہ عقبہ پر پہلی کنکری ماری تو لبیک کہنا موقوف کر دیا)۔ (مسلم)

عرفہ کے دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میدان عرفات سے مزدلفہ کو چلے تو اس وقت حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

خذف اصل میں تو چھوٹی کنکری یا کھجور کی گٹھلی دونوں شہادت کی انگلیوں میں رکھ کر پھینکنے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں خذف کی مانند کنکریوں سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں جو چنے کے برابر ہوتی ہیں یہاں سے اٹھا لو جو رمی جمرہ کے کام آئیں گی۔

اس بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ رمی جمرہ کے واسطے کنکریاں مزدلفہ سے روانگی کے وقت وہیں سے یا راستہ میں سے اور یا جہاں سے جی چاہے لے لی جائیں ہاں جمرہ کے پاس سے وہ کنکریاں نہ لی جائیں جو جمرہ پر ماری جا چکی ہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے ویسے اگر کوئی شخص جمرہ کے پاس ہی سے پہلے پھینکی گئی کنکریاں اٹھا کر مارے تو یہ جائز تو ہو جائے گا مگر خلاف ادنیٰ ہوگا۔ چنانچہ شمش نے شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ ان کنکریوں سے رمی کافی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا برا ہے۔

اس بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ کنکریاں کتنی اٹھائی جائیں؟ آیا صرف اسی دن رمی جمرہ عقبہ کے لئے سات کنکریاں اٹھائی جائیں یا ستر کنکریاں اٹھائی جائیں جن میں سات تو اسی دن رمی جمرہ عقبہ کے کام آئیں اور تریسٹھ بعد کے تینوں دنوں میں تینوں جمرات پر پھینکی جائیں گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (منیٰ کے لئے) مزدلفہ سے چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار میں سکون و وقار تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو بھی سکون و اطمینان کے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ ہاں میدان محسر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی کو تیز رفتاری کے ساتھ گزارا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ خذف کی کنکریوں جیسی (یعنی چنے کی برابر) سات کنکریوں سے رمی کریں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) یہ بھی فرمایا کہ شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہیں دیکھوں گا۔ (صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ) میں نے یہ حدیث بخاری و مسلم میں تو پائی نہیں۔ ہاں ترمذی میں یہ حدیث کچھ تقدیم و تاخیر کے ساتھ مذکور ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہ سال میری دنیاوی زندگی کا آخری سال ہے، آئندہ سال میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، اس لئے تم لوگ مجھ سے دین کے احکام اور حج کے مسائل سیکھ لو۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے کہ اسی حج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کے احکام پورے طور پر لوگوں تک پہنچا دیئے اور اپنے صحابہ کو رخصت و وداع کیا، پھر اگلے سال یعنی بارہ ہجری کے ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔

بَابُ مِنْ أَيْنَ تُرْمَى جَمْرَةُ الْعَقَبَةِ

یہ باب ہے کہ حجرہ عقبہ کو کہاں سے کنکریاں ماری جائیں؟

3030- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْمَسْعُودِيِّ عَنْ جَمَاعٍ بَيْنَ شَذَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ لَمَّا أَتَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ اسْتَبْطَنَ الْوَادِيَّ وَاسْتَقْبَلَ الْكَعْبَةَ وَجَعَلَ الْجَمْرَةَ عَلَى حَاجِبِهِ الْإِيسَمِ ثُمَّ رَمَى بِسَبْعِ حَصَبَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ مِنْ هَاهُنَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ رَمَى الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ

••• عبد الرحمن بن یزید یہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حجرہ عقبہ کے پاس آتے تھے تو وادی کے نشیبی حصے میں کھڑے ہو جاتے تھے تو وہ خانہ کعبہ کی طرف رخ کر لیتے تھے اور حجرہ کو وہ اپنے بائیں طرف کرتے تھے پھر انہوں نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ انہوں نے تکبیر کہی پھر انہوں نے یہ بات بیان کی: اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے یہاں سے اس ہستی نے کنکریاں ماری تھیں جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی۔

شرح

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرہ عقبہ پر اس طرح کھڑے ہوئے کہ خانہ کعبہ تو ان کی بائیں سمت میں تھا اور منیٰ دائیں سمت لیکن دوسرے جمرات پر اس طرح کھڑا ہونا مستحب ہے کہ منہ قبلہ کی طرف ہو۔ ری حجرہ میں سات کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اور ہر کنکری پھینکتے ہوئے تکبیر کہی جاتی ہے چنانچہ یہی کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کنکری کے ساتھ اس طرح تکبیر کہتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر دعا (اللهم اجعله حجاً مبروراً وذنبا مغفورا عملاً مشکوراً)۔ یوں تو پورا قرآن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے لیکن اس موقع پر خاص طور پر سورت بقرہ کا ذکر اس مناسبت سے کیا گیا ہے کہ اس سورت میں حج کے احکام و افعال مذکور ہیں۔

3031- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَخْوَصِ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ اسْتَبْطَنَ الْوَادِيَّ لَرَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَبَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ انْصَرَفَ

••• سلیمان بن عمرو اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: قربانی کے دن میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرہ عقبہ کے پاس دیکھا

3030: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 1747، رقم الحدیث: 1748، رقم الحدیث: 1749، رقم الحدیث: 1750، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث:

3118، رقم الحدیث: 3119، رقم الحدیث: 3120، رقم الحدیث: 3121، رقم الحدیث: 3122، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:

1974، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 901، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3076، رقم الحدیث: 3077، رقم الحدیث: 3072، رقم الحدیث:

آپ ﷺ وادی کے نشیبی حصے میں کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ نے سات کنکریاں ماریں ہر کنکری کے ساتھ آپ ﷺ نے تکبیر کہی پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔

3031 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَخْوَصِ عَنْ أُمِّ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْخُوهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ ام جندب رضی اللہ عنہا (وہی خاتون جن کا تذکرہ سابقہ روایت میں ہے) سے منقول ہے۔

بَاب إِذَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقْبَةِ لَمْ يَقِفْ عِنْدَهَا

یہ باب ہے کہ جب آدمی جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارے گا تو اس کے پاس ٹھہرے گا نہیں

3032 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقْبَةِ وَلَمْ يَقِفْ عِنْدَهَا وَذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ انہوں نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں اور وہ اس کے پاس ٹھہرے نہیں انہوں نے یہ بات ذکر کی نبی اکرم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

3033 - حَدَّثَنَا سُورِدُ بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُثَيْبَةَ عَنْ مِقْسَمِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقْبَةِ مَضَى وَلَمْ يَقِفْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب جمرہ عقبہ کی ری کر لی تو آپ ﷺ آگے چلے گئے، آپ ﷺ وہاں ٹھہرے نہیں۔

شرح

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے دونوں مناروں کے نزدیک بہت دیر تک ٹھہرتے اور (وہاں اللہ کی تکبیر، اللہ کی تسبیح اور اللہ کی حمد میں مشغول رہتے، نیز (ہاتھ اٹھا کر) اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور جمرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔ (مالک، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث: 1172)

پہلے دونوں مناروں سے مراد جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان دونوں جمروں پر ری کر چکے تو وہاں ٹھہر کر دعا وغیرہ میں مشغول رہتے، چنانچہ ان جمرات پر وقوف کرنا اور وقوف کے دوران دعا و زاری اور تسبیحات وغیرہ میں مشغول رہنا مسنون ہے۔ مدت وقوف کے بارہ میں علماء نے لکھا ہے کہ ان جمرات پر اتنی دیر تک ٹھہرنا چاہئے جتنی دیر میں سورت

3032: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1751، رقم الحدیث: 1752، رقم الحدیث: 1753، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحدیث: 3083

3033: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ دیے بعض اہل اللہ کے بارہ میں تو یہ منقول ہے کہ ان جمرات پر اتنی دیر تک کھڑے رہے ہیں کہ ان کے پاؤں درم کر گئے تھے۔ "اور جمرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے" کا مطلب یہ ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد دعا کے لئے اس جمرہ پر نہ تو قربانی کے دن ٹھہرتے تھے اور نہ دوسرے ہی دنوں میں وقوف کرتے تھے تاہم اس سے دعا کا بالکل ترک کرنا لازم نہیں آتا۔ باب النحر میں وہ روایت آئے گی جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وضاحت کی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بَاب رَمَى الْجَمَارِ رَاكِبًا

یہ باب سوار ہو کر جمرات کو کنکریاں مارنے میں ہے

3034- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر جمرہ کو کنکریاں ماری تھیں۔

3035- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَيُّمَنَ بْنِ نَابِلٍ عَنْ قُذَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْعَامِرِيِّ قَالَ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ صَهْبَاءٌ لَا ضَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَا إِلَيْكَ إِلَيْكَ

•• حضرت قدامہ بن عبداللہ عامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے قربانی کے دن نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی صہبا پر (سوار رہ کر) جمرہ کو کنکریاں ماریں آپ ﷺ کے لیے (راستہ صاف کرنے کے لیے) کوئی مار کٹائی، کوئی دھکم

پہل، کوئی ہٹو بچھ نہیں ہوئی۔

شرح

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص منیٰ میں پیادہ پانچپے تو وہ پیادہ پائی جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارے اور پھر گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو تو تینوں جمرات پر پیادہ رہ کر ہی رمی کرے اور تیرہویں تاریخ کو سوار ہو کر کنکریاں مارے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ جس رمی کے بعد دوسری رمی ہے جیسے جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کی رمی تو اس رمی کو پیادہ کرنا ہی افضل ہے کیوں کہ اس رمی کے بعد وقوف کرنا، درود و دعا، وغیرہ میں مشغول ہونا ہوتا ہے اور ایسی صورت میں پیادہ پائی کی حالت عاجزی و تضرع کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کا تعلق ہے تو احادیث صحیحہ میں جو کچھ منقول ہے اس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن جمرہ عقبہ کی رمی تو سواری پر کی ہے اور بقیہ دونوں کی رمی پیادہ کی ہے۔

3034: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 889

3035: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 903 أخرجه النسائی فی "المسنن" رقم الحدیث: 3881

بَابُ تَأْخِيرِ رَمَى الْجِمَارِ مِنْ عُذْرِ

یہ باب ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے جمرات کو کنکریاں مارنے میں تاخیر کرنا

3036- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي الْبَدَاحِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلرِّعَاءِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمَ وَيَدْعُوا يَوْمًا

•• ابوالبداح بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چرواہوں کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ ایک دن کنکریاں ماریں اور ایک دن چھوڑ دیں۔

3037- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الْبَدَاحِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوتِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمَ النَّخْرِ ثُمَّ يَجْمَعُوا رَمَى يَوْمَيْنِ بَعْدَ النَّخْرِ فَيَرْمُونَهُ فِي أَحَدِهِمَا قَالَ مَالِكٌ خَلَّيْتُ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَوَّلِ مِنْهُمَا ثُمَّ يَرْمُونَ يَوْمَ النَّفَرِ

•• ابوالبداح بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو (اونٹوں کے پاس) رات بسر کرنے کی اجازت دی تھی کہ وہ قربانی کے دن کنکریاں ماریں پھر قربانی کے بعد کے دو دن کی کنکریاں کسی ایک دن میں ایک ساتھ ماریں۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: میرا یہ خیال ہے راوی نے یہ بات بیان کی تھی کہ ان دونوں دنوں میں سے پہلے دن کنکریاں ماریں اور پھر روانگی کے دن کنکریاں ماریں۔

رَمَى كُنْكَرِيَّوْنَ فِي يَوْمَيْنِ يَزِيدُ قِيَمَتَهُمَا

رمی جمار حج کے واجبات سے ہے، جن جمرات کی رمی کی جاتی ہے ان میں سے ہر ایک کی رمی کے وقت سات کا عدد پورا کرنا رمی کا رکن ہے، تاہم چار یا اس سے زیادہ کنکریاں مارنے سے بھی یہ رکن ادا ہو جاتا ہے، تین یا اس سے کم کنکریاں ماری جائیں تو رمی کا رکن ادا نہیں ہوتا، اسی لئے اگر کسی حاجی صاحب نے تین یا اس سے کم کنکریاں ماری ہوں تو ان پر دم واجب ہوگا جس طرح مطلقاً رمی نہ کرنے والے پر واجب ہوتا ہے، اگر وہ دوبارہ سات کنکریاں ماریں تو دم واجب نہ ہوگا، اس طرح چار یا اس سے زائد کنکریاں ماری جائیں تو رمی کا رکن ادا ہو جائے گا اور دم واجب نہ ہوگا، تاہم جتنی کنکریاں کم ہوگی ہر ایک کے بدلہ صدقہ واجب ہوگا۔

3038: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 1975، ورم الحديث: 1978، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 954، ورم الحديث: 955، أخرجه النسائي في

"السنن" رقم الحديث: 3068، ورم الحديث: 3069

صدقہ کی مقدار گہوں دینے کی صورت میں آدھا صاع یعنی سوا کلو اور جو یا کھجور دینا چاہیں تو ایک صاع یعنی ڈھائی کلو ہے ایک صاع 2 کلو 212 گرام کے برابر ہوتا ہے اور آدھا صاع ایک کلو 104 گرام کے معادل ہوتا ہے، بطور احتیاط آدھے صاع کیلئے سوا کلو اور ایک صاع کیلئے ڈھائی کلو صدقہ کرنا چاہیے۔ شمالی ہند کے علماء کے پاس آدھا صاع ایک کلو 590 گرام اور ایک صاع تین کلو، 180 گرام ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کو اس امر میں شک ہو کہ اس نے چھ کنکریاں ماری ہیں یا سات، اور شک دور کرنے کیلئے اس نے ایک اور کنکری ماری جبکہ وہ سات کنکریاں مار چکا تھا تو کوئی حرج نہیں بالارادہ سات سے زائد کنکریاں مارنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جیسا کہ مناسک ملا علی قاری مع حاشیہ ارشاد الساری، فصل فی احکام الرمی و شرائطه و واجباته، ص 275، میں ہے: (التاسع اتمام العدد او التیان اکثره) وفيه ان هذا ركن الرمی لا شرطه (فلو نقص الاقل منها) ای من السبعة بان رمی اربعة وترك ثلاثة او اقل (لزمه جزاؤه) ای کما سیاتی (مع الصحة) ای مع صحة رمیه لحصول ركنه (ولو ترك الاكثر) ای بان رمی ثلاثة او اقل (فكانه لم یرم) ای حیث انه یجب علیه دم کما لو ترك الكل نیز اس کے ص 277، میں ہے: (ولو رمی اکثر من سبعة یکره) ای اذا رماه عن قصد واما اذا شک فی السابع رماه وتبین انه ثامن فانه لا یضره هذا۔ صدقہ کے متعلق ص 436، میں ہے: (فالمراد نصف صاع من بر او صاع من غیره) کالتمر والشعیر۔

بَابُ الرَّمْيِ عَنِ الصَّبَّانِ

یہ باب بچوں کی طرف سے کنکریاں مارنے کے بیان میں ہے

3038- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَبَّبْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا النِّسَاءُ وَالصَّبَّانُ فَلَبَّيْنَا عَنِ الصَّبَّانِ وَرَمَيْنَا عَنْهُمْ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا ہمارے ساتھ خواتین اور بچے بھی تھے تو ہم نے بچوں کی طرف سے تلبیہ پڑھا پھر ہم نے ان کی طرف سے کنکریاں ماریں۔

بَابُ مَتَى يَقْطَعُ الْحَاجُّ التَّلْبِيَةَ

یہ باب ہے کہ حاجی تلبیہ پڑھنا کب منقطع کرے گا

3039- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا حَمَزَةُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدٍ

بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّى حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے حجرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں تو تلبیہ پڑھنا موقوف کر دیا۔

3040- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ رَدَفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زِلْتُ أَسْمَعُهُ يَلْبِي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَلَمَّا رَمَاهَا قَطَعَ التَّلْبِيَةَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور میں آپ ﷺ کو مسلسل تلبیہ پڑھتے ہوئے سنتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جب حجرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں اس وقت تلبیہ پڑھنا ختم کیا۔

بَاب مَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ إِذَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

یہ باب ہے کہ جب آدمی حجرہ عقبہ کو کنکریاں مارے گا تو اس کے لیے کون سی چیزیں حلال ہو جائیں گی؟

3041- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَوَكَيْعٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَيْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَالطَّيِّبُ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضْمِخُ رَأْسَهُ بِالْمِسْكِ الطَّيِّبِ ذَلِكَ أَمْ لَا

•• حسن عری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں: جب تم حجرہ کو کنکریاں مارو تو تم خواتین کے علاوہ ہر چیز کے لیے حلال ہو جاؤ گے۔ ایک صاحب نے ان سے دریافت کیا: اے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما! خوشبو کے بارے میں کیا حکم ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے سر پر اچھی طرح مشک لگائی ہوئی تھی تو کیا یہ خوشبو ہے یا نہیں؟

3042- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِي مُحَمَّدٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ

3040: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3039 ورقم الحديث: 3031

3041: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3034

3042: أخرجه مسلم في "المصحيح" رقم الحديث: 2819

مُعْتَمِدٌ عَنْ غَابِشَةَ قَالَتْ طَلَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَخْرَائِهِ حِينَ أَخْرَمَ وَلَا خَلَالَهُ حِينَ أَحَلَّ
 ••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت اور احرام کھولنے کے
 وقت آپ ﷺ کو طہنہ لگائی تھی۔

بَابُ الْحَلْقِ

یہ باب سرمنڈوانے کے بیان میں ہے

حلق کروانے کا بیان

دسویں ذی الحجہ کو جرہ عقبہ پر کٹکریاں مارنے کے بعد منیٰ ہی میں ہدی ذبح کی جاتی ہے اس کے بعد سرمنڈا کر یا بال کتر واکر
 احرام کھول دیا جاتا ہے اس طرح رمل (عورت سے جماع وغیرہ) کے علاوہ ہر وہ چیز جو احرام کی حالت میں ممنوع تھی، جائز ہو جاتی
 ہے، چنانچہ اس باب میں سرمنڈوانے اور بال کتر واکر دونوں چیزوں کا ذکر ہے، اگرچہ مؤلف مشکوٰۃ نے عنوان میں صرف سر
 منڈوانے کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے کیونکہ احرام سے نکلنے کے لئے بال کتر واکر کی بہ نسبت سرمنڈانا افضل ہے۔

2042- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ
 الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُخَلِّقِينَ قَالُوا يَا
 رَسُولَ اللَّهِ وَالْمُقَصِّرِينَ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُخَلِّقِينَ قَالُوا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالْمُقَصِّرِينَ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ
 ••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"(اے اللہ! تو سرمنڈوانے والوں کی مغفرت کر دے) لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں
 کے بارے میں بھی دعا کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دعا مانگی: اے اللہ! تو سرمنڈوانے والوں کی مغفرت کر دے۔
 آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ دعا مانگی لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ساتھ بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی
 دعا کیجئے نبی اکرم ﷺ نے دعا کی: (اے اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں کی (مغفرت کر دے))"

حلق کروانے والوں کیلئے دعا کرنے کا بیان

حضرت یحییٰ بن حصین (تابعی) اپنی دادی محترمہ سے (کہ جن کی کنیت ام الحصین ہے) نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ
 الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرمنڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور بال کتر واکر کے لئے آخر میں ایک
 مرتبہ دعا کرتے سنا۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث، 1196)

اس حدیث سے پہلے بخاری و مسلم کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر
 منڈانے والوں کے لئے تو دو مرتبہ دعا کی اور تیسری مرتبہ میں بال کتر واکر کے لئے دعا بھی شامل فرمایا: نیز بخاری و مسلم ہی کی ایک اور

روایت میں یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھی مرتبہ میں بال کتروانے والوں کو شامل فرمایا: جب کہ مسلم کی یہ روایت بتا رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرمنڈانے والوں کے لئے تو تین مرتبہ دعا کی اور بال کتروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ، اب چاہے تو ان کو تو تیسری ہی مرتبہ میں شامل کیا ہو، چاہے چوتھی مرتبہ ان کے لئے علیحدہ سے دعا کی۔

بہر کیف ان تمام روایتوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کئی مجلسوں میں کی ہوگی، چنانچہ کسی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرمنڈانے والوں کے لئے دو مرتبہ اور تیسری مرتبہ میں بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی اور کسی مجلس میں تین مرتبہ سرمنڈانے والوں کے لئے اور چوتھی مرتبہ بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی ہوگی، یا پھر یہ کہ جس راوی نے جو سنا اور اس پر جو حقیقت ظاہر ہوئی اس نے اسی کو ذکر کیا۔

3044- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْخَوَارِزْمِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سرمنڈوانے والوں پر رحم کرے لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی دعا کیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سرمنڈوانے والوں پر رحم کرے لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی دعا کیجئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سرمنڈوانے والوں پر رحم کرے تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی دعا کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بال چھوٹے کروانے والوں پر (بھی اللہ تعالیٰ رحم کرے)

3045- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ ظَاهَرْتَ لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلَاثًا وَلِلْمُقَصِّرِينَ وَاحِدَةً قَالَ إِنَّهُمْ لَمْ يَشْكُوا

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے سرمنڈوانے والوں کے لیے تین دفعہ اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے ایک مرتبہ دعا کیوں کی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”انہوں نے شک نہیں کیا تھا۔“

حلق کی ابتداء دائیں جانب سے کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں آنے کے بعد جمرہ عقبہ کے پاس تشریف

لائے اور وہاں کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور اپنی ہدی کے جانوروں کو ذبح کیا، اس کے بعد سر موٹہ نے والے کو (جس کا نام معمر بن عبد اللہ تھا) بلایا اور اپنے سر کا دایاں حصہ اس کے سامنے کیا، چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر (کے اس داہنے حصہ) کو موٹہ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان کو اپنے موٹے ہوئے بال دیئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کا بایاں حصہ موٹہ نے والے کی طرف کر کے فرمایا کہ اب اسے موٹہ، چنانچہ اس نے موٹہ دیا، یہ بال بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیئے اور فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد دوم، رقم الحدیث: 1197)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سر منڈانے میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا سنت ہے، نیز اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دائیں طرف میں منڈوانے والے کا اعتبار ہے کہ وہ اپنے سر کو دائیں طرف سے منڈوانا شروع کرے، جب کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ موٹہ نے والے کی دائیں طرف کا اعتبار ہے یعنی موٹہ نے والا اپنی دائیں طرف سے سر موٹہ نا شروع کرے۔

بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنے سر کو تلبد کرے

3048- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ خَلِصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ يَحِلَّ أَنْتَ مِنْ عُمَرَةَكَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَذِي فَلَاحِلٌ حَتَّى أَنْحَرَ

•• حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ خصلہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے اپنا احرام کھول دیا ہے، لیکن آپ ﷺ نے احرام عمرہ کرنے کے بعد نہیں کھولا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے سر پر تلبد کی ہوئی ہے اور میں نے اپنی قربانی کے جانور کے گلے میں ہار بھی ڈالا ہوا ہے اس لیے میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا جب تک قربانی نہیں کر لیتا۔

3047- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الشَّرْحِ الْمِصْرِيُّ أَنَّنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَنَّنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْلُ مُلَبِّدًا

•• سالم اپنے والد (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ قول نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو تلبد کیے ہوئے

3048: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1566, 1697, 1725, 4398, 5916 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2874 'ورقم الحدیث: 2976 'ورقم

الحدیث: 2977 'ورقم الحدیث: 2978 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1806 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 2681 'ورقم الحدیث: 2780

3047: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1540 'ورقم الحدیث: 5915 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2806 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:

1747 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 2682, 2746

(یعنی گوند کے ذریعے بالوں کو جما کر) تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

بَابُ الذَّبْحِ

یہ باب ذبح کرنے کے بیان میں ہے

3048- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالََا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَى كُلُّهَا مَنْحَرٌ وَكُلُّ فِجَاجٍ مَكَّةَ طَرِيقٌ وَمَنْحَرٌ وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”منی سارے کا سارا قربانی کی جگہ ہے، مکہ کے تمام راستے گزرگاہیں اور قربانی کی جگہ ہیں، میدان عرفات سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے اور مزدلفہ سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے۔“

بَابُ مَنْ قَدَّمَ نُسْكًَا قَبْلَ نُسْكِ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایک عمل کو دوسرے سے پہلے کرے

3049- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّنْ قَدَّمَ شَيْئًا قَبْلَ شَيْءٍ إِلَّا يُلْقِي بِيَدَيْهِ كِلْتَابَهُمَا لَا حَرَجَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے جس بھی چیز کے دوسری چیز سے پہلے کیے جانے کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کے ذریعے یہی اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

3050- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَالُ يَوْمَ مَنَى فَيَقُولُ لَا حَرَجَ لَا حَرَجَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ خَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ قَالَ لَا حَرَجَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: منی کے دن نبی اکرم ﷺ سے جو بھی سوال کیا گیا: تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا: کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میں نے ذبح کرنے

3048: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1932

3049: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 64

3050: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 1723، رقم الحديث: 1735، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1933، أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث:

سے پہلے سر منڈوالیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ ایک نے عرض کی: میں نے شام ہونے کے بعد رمی کی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

3051- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَمَّنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ أَوْ خَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ

•• حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے سر منڈوانے سے پہلے ذبح کرنے یا ذبح سے پہلے سر منڈوانے کے بارے میں جو بھی سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا کوئی حرج نہیں۔

3052- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَعَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْنَى يَوْمَ النَّحْرِ لِلنَّاسِ لِحَجَّتِهِمْ رَجُلٌ لَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي خَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ ثُمَّ جَاءَهُ أُخْرَى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ لَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قَبْلَ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ لَا حَرَجَ

•• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ قربانی کے دن لوگوں کے لیے منیٰ میں تشریف فرما ہوئے، ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ذبح کرنے سے پہلے ہی سر منڈوالیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے، پھر ایک اور شخص آپ ﷺ کے پاس آیا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے، اس دن نبی اکرم ﷺ سے کسی بھی چیز سے پہلے کوئی بھی کام کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ رَمِي الْجِمَارِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ

باب 75: ایام تشریق میں رمی جمار کرنا

3053- حَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ضُحًى وَأَمَّا بَعْدَ ذَلِكَ فَبَعْدَ زَوَالِ

3051: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 88 'ورقم الحديث: 124 'ورقم الحديث: 1736 'ورقم الحديث: 1737 'ورقم الحديث: 1738 'ورقم الحديث:

6665 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3143 'ورقم الحديث: 3144 'ورقم الحديث: 3145 'ورقم الحديث: 3146 'ورقم الحديث: 3147 'ورقم الحديث:

3148 'ورقم الحديث: 3149 'ورقم الحديث: 3150 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2014 'أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 916

3052: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3053: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3128 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 1971 'أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 894 'أخرجه النسائی فی

"السنن" رقم الحديث: 3063

• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے چاشت کے وقت جمرہ عقبہ کی رمی کی البتہ بعد کے دنوں میں آپ ﷺ نے سورج ڈھلنے کے بعد رمی کی تھی۔

3054- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ أَبُو شَيْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمِ بْنِ أَبِي عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْمِي الْجِمَارَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ قَلْبَرًا مَا إِذَا فَرَغَ مِنْ رَمِيهِ صَلَّى الظُّهْرَ

• حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سورج ڈھل جانے کے بعد جمعرات کو نکریاں مارتے تھے یہ اتنا وقت ہوتا تھا کہ نکریاں مار کر فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ ظہر کی نماز ادا کر لیتے تھے۔

بَابُ الْخُطْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب 76: قربانی کے دن خطبہ دینا

3055- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَذَا بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ شَيْبِ بْنِ عُرْقَلَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَخْوَصِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا آتَى يَوْمَ أَحْرَمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوا يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ قَالَ فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا لَا يَجْنِي جَانٌ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ وَلَا يَجْنِي وَالِدٌ عَلَى وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ عَلَى وَالِدِهِ إِلَّا إِنْ الشَّيْطَانُ قَدْ آيَسَ أَنْ يُعْبَدَ فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَبَدًا وَلَكِنْ سَيَكُونُ لَهُ طَاعَةٌ فِي بَعْضِ مَا تَحْتَفِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَيَرْضَى بِهَا وَلَا وَكُلُّ دَمٍ مِنْ دِمَائِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ مَا أَضْعُ مِنْهَا دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَيْتِي لَيْثٌ فَقَتَلْتُهُ هَذِيلٌ إِلَّا وَإِنَّ كُلَّ رَبٍّ مِنْ رَبِّ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ لَا يَأْتِيهِ هَلٌ بَلَّغْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

• سلیمان بن عمرو اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

”اے لوگو! کون سا دن سب سے زیادہ قابل احترام ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہ سوال کیا: تو لوگوں نے عرض کی:

حج اکبر کا دن۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری جانیں، تمہارے مال، تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے اسی

طرح قابل احترام ہیں جس طرح اس شہر میں اس مہینے میں یہ دن قابل احترام ہے یاد رکھنا! ہر شخص اپنی ذات کا جواب دہ ہوگا، والد اپنی اولاد کا جواب دہ نہیں ہوگا، اولاد اپنے والد کی جواب دہ نہیں ہوگی، یاد رکھنا! شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی عبادت کی جائے البتہ بعض ان معاملات میں اس کی فرمانبرداری کی جائے گی جسے تم اعمال میں کم تر سمجھتے ہو تو وہ اس سے بھی راضی ہو جائے گا۔ یاد رکھنا! زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والے تمام خون (یعنی قتل کے تمام بدلے) کا لہدم کر دیئے گئے ہیں اور میں سب سے پہلے جناب حارث بن عبدالمطلب کے خون (کے مقدمے کو) کا لہدم قرار دیتا ہوں جو بنو لیث کے ہاں رضاعت کی عمر میں تھے اور ہذیل قبیلے والوں نے انہیں قتل کر دیا تھا یاد رکھنا! زمانہ جاہلیت کے ہر سود کو کا لہدم قرار دے دیا گیا ہے تمہاری اصل رقم تمہیں مل جائے گی نہ تم لوگ زیادتی کرو نہ تمہارے ساتھ زیادتی کی جائے۔ اے لوگو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی لوگوں نے عرض کی: جی ہاں انبی اکرم نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا! یہ بات بھی آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔“

حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال کا بیان

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں (رحمۃ اللہ علیہ): حسن اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جس سال حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے حج کیا تھا اس میں مسلمان اور مشرکین جمع تھے اور اسی دن یہود اور نصاریٰ کی عید بھی تھی اس لیے اس کو حج اکبر فرمایا۔ حارث حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے اور معمر زہری سے روایت کرتے ہیں کہ یوم النحر (قربانی کا دن) حج اکبر ہے۔ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن شداد (رضی اللہ عنہ) سے حج اکبر اور حج اصغر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: حج اکبر یوم النحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔ عطا نے کہا حج اکبر یوم عرفہ ہے۔ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) سے حج اکبر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا وہ یوم عرفہ ہے۔ میں نے پوچھا یہ آپ کی رائے ہے یا سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کی؟ انہوں نے کہا سب کی، پھر میں نے حضرت عبداللہ بن شداد سے سوال کیا تو انہوں نے کہا حج اکبر یوم النحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

(تفسیر امام عبدالرزاق ج ۱، ص ۲۴۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب حج ادا کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کو حمرات کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۴۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۴۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۵۵، المطبوعات الکبریٰ ج ۲)

ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، المصحف رک ج ۲ ص ۲۳۱)

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور سعید بن جبیر سے، عبداللہ بن شداد سے، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے، حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) سے، عامر سے، حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اور حضرت ابو

جلیلہ (رضی اللہ عنہ) سے اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حج اکبر یوم النحر ہے۔ (المصنف ج ۳ ص ۳۶۰، رقم الحدیث: ۱۵۱۱۱-۱۵۱۰۲)

حج اکبر کے مصداق کے متعلق مذاہب فقہاء کا بیان

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حمید بن عبد الرحمن کہتے تھے کہ یوم النحر، یوم الحج اکبر ہے۔ (بخاری: ۳۶۹، مسلم: ۱۳۴۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۳۶، سنن النسائی: ۲۳۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حج اکبر کا دن یوم النحر ہے، جیسا کہ حمید نے کہا ہے، اور یہ سعید بن جبیر اور امام مالک کا قول ہے، اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے اور یہی حضرت عمر کا قول ہے، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، مجاہد نے کہا حج اکبر قرآن ہے اور حج اصغر افراد ہے، اور شعبی نے کہا حج اکبر، حج ہے اور حج اصغر عمرہ ہے، اور پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج اکبر کا اعلان کریں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: حج اکبر یوم النحر ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۳۵) (المصنف ج ۳ ص ۱۶۰-۱۵۹، مطبوعہ داراب کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حج اکبر کے مختلف اقوال میں تطبیق کا بیان

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ یوم حج اکبر کے متعلق چار قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ یوم النحر ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر طواف زیارت کا دن ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ حج کے تمام ایام یوم حج اکبر ہیں، اور درحقیقت ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اکبر اور اصغر امراضانی ہیں، لہذا جمعہ کے دن کا حج دوسرے ایام کی بہ نسبت اکبر ہے اور حج قرآن حج افراد سے اکبر ہے اور مطلقاً حج، عمرے سے اکبر ہے اور جمع ایام حج بھی اکبر ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نورانی مقام کے اعتبار سے مختلف ہے، اسی طرح ایام میں یوم عرفہ، حج اکبر کی تحصیل کا دن ہے جو مطلقاً حج ہے، اور یوم النحر حج اکبر کے افعال کے مکمل ہونے اور ان سے حلال ہونے کا دن ہے۔

(الخط الاذنی فی الحج الاکبر مع المسک المستطاع ص ۳۸۱، مطبوعہ دارالقرآن کراچی، ۱۴۱۷ھ)

جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کی تحقیق: احادیث اور آثار صحابہ میں مختلف ایام پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے اور کسی دن کے حج اکبر ہونے پر اتفاق نہیں ہے، اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو وہ حج اکبر ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں ہر چند کہ کوئی صریح حدیث نہیں ہے تاہم بکثرت دلائل شرعیہ سے اس دن کا حج اکبر ہونا ثابت ہے، اس لیے اس کو حج اکبر کہنا صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال کے حج کا ثواب زتر حج سے زیادہ ہوتا ہے۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ نے جب یوم عرفہ جمع کے دن ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں: جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس پر حج اکبر کا اطلاق کرنا بہت مشہور ہے اور زبان زد خلایق ہے، اور خلق خدا کی زبانیں، حق کا قلم ہوتی ہیں اور (حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جس چیز کو مسلمان حسن (اچھا اور نیک) سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے اور جس چیز کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۷، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث

کی سند صحیح ہے، سند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۳۶۰۰، مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ، حافظ البیہقی نے کہا اس حدیث کو امام احمد، امام بزار اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، صحیح الخرواندی ج ۱ ص ۱۷۸-۱۷۹، ج ۸ ص ۲۵۲، حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے، المستدرک ج ۳ ص ۷۹-۸۰، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۶۵، کشف الخفاء ج ۲ ص ۲۶۲

امام رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا افضل الايام، یوم عرفہ ہے اور جب یہ جمعہ کے دن ہو تو یہ بغیر جمعہ کے سترج سے افضل ہے۔ (اتحاف السادة المتحققین ج ۴ ص ۷۴، مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر) ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بعض محدثین نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر بالفرض یہ واقع میں ضعیف ہو بھی تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے اور بعض جاہلوں کا یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے، باطل اور مردود ہے (علامہ مناوی اور حافظ ابن قیم نے اس حدیث کو باطل کہا ہے) کیونکہ رزین بن معاویہ عبد ری کبراء نے اس کو صحاح ستہ کی تجرید میں بیان کیا ہے، اس لیے یہ سند اگر صحیح نہیں ہے تو ضعیف سے کسی حال میں کم نہیں ہے اور اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن عبادات کا ثواب ستر یا سو گنا بڑھ جاتا ہے، اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں بیان کیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے، علامہ ابوطالب مکی نے اس حدیث کو قوت القلوب میں بیان کیا ہے۔ ابن جماع نے اس حدیث کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف مستدرک کے بیان کیا ہے، اور علامہ سیوطی نے اس کو ابن جماع سے نقل کر کے مقرر رکھا ہے اور یہ چیز قواعد میں سے ہے کہ جب کسی حدیث کے متعدد طرق ہوں تو وہ قوی ہو جاتی ہے اور اس پر دلیل ہوتی ہے کہ اس حدیث کو اصل ہے۔ (الحظ لا ذفر فی الحج الا کبر مع المسک المصنوع من ۴۸۲، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی)

جمعہ کے دن مغفرت اور نیکیوں میں اضافہ کے متعلق احادیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فضائل جمعہ میں چند احادیث ذکر کی ہیں جن کو ہم تخریج کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْيَوْمَ الْمَوْعُودِ وَشَاهِدٌ وَمَشْهُودٌ (البروج: ۲۰۳)

وعدہ کیے ہوئے دن کی قسم اور حاضر ہونے والے کی اور حاضر کیے ہوئے کی قسم۔ اس کی تفسیر اس حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یوم موعود قیامت کا دن ہے، اور یوم مشہود یوم عرفہ ہے اور شاہد یوم الجمعہ ہے، اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سورج کسی ایسے دن پر طلوع ہوا، نہ غروب ہوا جو جمعہ کے دن سے افضل ہو، اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اس میں جس خیر کی بھی دعا کرے اللہ اس کو قبول فرماتا ہے اور جس چیز سے بھی پناہ طلب کرے اس کو اس سے پناہ میں رکھتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۵۰، سند احمد ج ۲ ص ۲۹۸، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۱۷۰، شرح السنن للبیہقی ج ۷ ص ۲۲۶، کمال ابن عدی ج ۲ ص ۲۷۶، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، المستدرک ج ۲ ص ۵۱۹، المسک المصنوع من ۴۸۲، شعب الایمان ج ۳ ص ۸۸، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰۶۵)

ملا علی قاری اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ظاہر دلیل ہے کہ تہا جمعہ یوم عرفہ سے افضل ہے، پس ثابت ہوا کہ جمعہ سید الايام ہے جیسا کہ زبان زد خلافت ہے۔ (الحظ لا ذفر فی الحج الا کبر مع المسک المصنوع من ۴۸۲) میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ

میں بھی احادیث وارد ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جمعہ کا دن سید الایام ہے، اس میں حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۵۰۷، شعب الایمان ج ۳ ص ۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)
حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رمضان سید الشہور (مہینوں کا سردار) ہے اور جمعہ سید الایام ہے۔ (المجموع الکبیر ج ۹ ص ۴۰۵، رقم الحدیث: ۹۰۰، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۵، کنز العمال ج ۷ رقم الحدیث: ۲۱۰۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۵۰۸) اس کے بعد ملا علی قاری نے جمعہ کے دن مغفرت کے متعلق یہ احادیث ذکر کی ہیں: حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ جمعہ کے دن ہر مسلمان کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ (المجموع الاوسط ج ۵ ص ۴۱۲، رقم الحدیث: ۴۸۱۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۳، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰۵۳، اس کا ایک راوی محمد بن بحر الجعفی بہت ضعیف ہے)۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جمعہ کے دن اور اس کی رات کے چوبیس گھنٹوں کی ہر ساعت میں چھ سو گنہ گار دوزخ کی آگ سے آزاد ہوتے ہیں، ان میں سے ہر گنہ گار پر دوزخ واجب ہوتی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۶ ص ۲۰۱-۲۰۲، رقم الحدیث: ۳۳۸۳، اس کی سند میں عبدالواحد بصری ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۵، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۸۵۲، کنز العمال ج ۷ ص ۱۹۷، رقم الحدیث: ۲۱۰۸۰)

امام محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ میں حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یوم عرفہ کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کی وجہ سے فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کے ساتھ میری رحمت کی طلب میں آئے ہیں، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کے نیکیوں کو بخش دیا اور ان کے نیکیوں کو ان کے بروں کے لیے شفاعت کرنے والا بنادیا اور جمعہ کے دن بھی اسی طرح فرماتا ہے۔

ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد ملا علی قاری فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جمعہ اور عرفہ کا اجتماع زیادہ مغفرت کا موجب ہے، اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے، وہ جاہل ہے اور منقول اور معقول پر مطلع نہیں ہے۔ اس کے بعد ملا علی قاری جمعہ کے دن اجر میں زیادتی کے متعلق احادیث بیان کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن نیکیوں کو دگنا کر دیا جاتا ہے۔

(المجموع الاوسط ج ۸ ص ۲۳۵، رقم الحدیث: ۷۸۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۵۱۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰۵۷)
ملا علی قاری فرماتے ہیں: بعض احادیث میں ستر گنا اضافہ کا بھی ذکر ہے اور امام احمد بن زنجویہ نے فضائل اعمال میں مستبہ بن رافع سے روایت کیا ہے کہ اس کو باقی ایام کی بہ نسبت دس گنا زائد اجر دیا جائے گا، میں کہتا ہوں کہ یہ ستر گنا اضافہ بلکہ سو گنا اضافہ کو بھی شامل ہے اور یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اس حدیث کو شامل ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر

منہ زائد ہوتا ہے۔ (الخط الاولیٰ فی الحج الاکبر مع المسک المصلح ص ۴۸۴)

میں کہتا ہوں کہ جمعہ کے دن اجر و ثواب میں زیادتی کے متعلق یہ حدیث بہت واضح ہے: حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری امت کی عیدوں میں جمعہ کی عید سے بڑھ کر کوئی عید نہیں ہے، جمعہ کے دن ایک رکعت نماز پڑھنا باقی دنوں میں ہزار رکعات سے افضل ہے اور جمعہ کے دن ایک تسبیح پڑھنا باقی دنوں میں ہزار تسبیحات پڑھنے سے افضل ہے۔ (القرودیں، ماثور الخطاب ج ۳ ص ۲۸۳، رقم الحدیث: ۵۱۶۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ)

جس جمعہ کو یوم عرفہ ہو اس دن حج اکبر ہونے پر ایک حدیث سے استدلال: نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جس دن حج کیا وہ جمعہ کا دن تھا۔ علامہ حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں: الیوم اکملت لکم دینکم۔ (المائدہ: ۳) یہ آیت جمعہ کے دن یوم عرفہ کو عصر کے بعد حجۃ الوداع میں نازل ہوئی۔ اس وقت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میدان عرفات میں اپنی اونٹنی عشاء پر تشریف فرما تھے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک یہودی کے سامنے یہ آیت پڑھی: الیوم اکملت لکم دینکم۔ (المائدہ: ۳)

اس یہودی نے کہا اگر ہم میں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہ آیت یہ عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے، جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۵۵، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۰۷، ۴۴۰۸، ۴۴۰۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۱۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۴۷، ۳۰۰۴، سنن کبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۱۱۳۷، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۵ ص ۱۱۸، صحیح ابن حبان، ج ۱ ص ۱۸۵)۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جمع کے دن حج کیا اور جس دن نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حج کیا اسی دن حج کرنا حج اکبر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ روایت کرتے ہیں: شہاب بن عباد العصری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر نے فرمایا یوم عرفہ حج اکبر ہے میں نے اس بات کا سعید بن مسیب سے ذکر کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عون بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے متعلق سوال کیا تھا، انہوں نے کہا جس دن حج اس دن کے موافق ہو جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور تمام اہل ملل نے حج کیا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۰، رقم الحدیث: ۵۱۰۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)۔ اور اس حدیث سے محدث رزین کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس حج کا ثواب ستر حج سے افضل ہے۔

جمعہ کے حج کے متعلق مفسرین کے اقوال کا بیان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حج اکبر کے متعلق ایک یہ قول ذکر کیا ہے: ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا جو حج اس دن کے موافق ہو جس دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اور تمام دیہاتیوں نے حج کیا تھا۔ (وہ حج اکبر ہے)۔ (جامع البیان، ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)۔

امام ابن شیبہ کی روایت میں اہل ملل کے الفاظ ہیں اور امام ابن جریر کی روایت میں اہل و بر (دیہاتیوں) کے الفاظ ہیں اور

امام ابن جریر کی روایت ہی صحیح ہے کیونکہ تمام اہل اہل نے سال حج کیا تھا جس سال حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے حج کیا تھا اور جس سال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حج کیا تھا اس سال صرف مسلمانوں نے حج کیا تھا جن میں اہل دہر بھی تھے۔ بہر حال اس روایت کا ذکر حسب ذیل علامہ نے کیا ہے: امام بغوی شافعی، متوفی ۵۱۶ھ۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ بیروت) علامہ قرطبی مالکی، متوفی ۶۶۸ھ (الجامع الاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۱) علامہ ابوالحیاء اندلسی، متوفی ۷۵۳ھ۔ (البحر المحیط ج ۵ ص ۳۶۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت) حافظ ابن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت) حافظ جلال الدین شافعی، متوفی ۹۱۱ھ۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت) نواب صدیق حسن خان بھوپالی (غیر مقلد)، متوفی ۱۳۰۴ھ۔

(فتح البیان ج ۵ ص ۲۳۲، مطبوعہ مکتبہ العصریہ بیروت ۱۳۵۰ھ)
علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں: جو حج رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حج کے موافق ہو اس کو حج اکبر کہا گیا ہے اور یہ دن جمعہ کا دن تھا۔ (باب التذلل ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ مکتبہ دار الکتب العربیہ پشاور)
علامہ اسماعیل حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں: حدیث میں وارد ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر حج کے برابر ہے اور یہی حج اکبر ہے۔ (رون البیان ج ۳ ص ۲۸۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اور ایک قول یہ ہے کہ اس حج کو حج اکبر اس لیے کہا گیا کہ اس سال رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حج فرمایا تھا اور چونکہ یہ جمعہ کو واقع ہوا تھا اس لیے مسلمان اس حج کو جو روز جمعہ ہو حج واداع کا ذکر (یا دولا نے والا) جان کر حج اکبر کہتے ہیں۔ (خزان العرفان ص ۳۰۱، مطبوعہ تاج کتبہ لپیڈ لاہور)
مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں: اس سے اشارت معلوم ہوا کہ اگر حج جمعہ کا ہو تو حج اکبر ہے کیونکہ جمعہ کے ایک حج کا ثواب ستر حج کے برابر ہے، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حجۃ الوداع جمعہ ہی کو ہوا تھا۔

(لور العرفان ص ۲۹۷، مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ مہرات)

جمعہ کے حج کے متعلق فقہاء کے اقوال کا بیان

علامہ عثمان بن علی زلیعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: حضرت طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تمام ایام میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں ذکر کیا ہے اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے۔ جب یوم عرفہ جمعہ کو ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(تبيين الخلفاء ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ایضاً حاشیہ اعلیٰ ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ ملتان)

علامہ زین الدین بن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی نسبت ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے، اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جمعہ کے دن کے حج کی باقی دنوں پر فضیلت ہے؟ انہوں نے کہا جمعہ

کے حج کو باقی دنوں کے حج پر پانچ وجہ سے فضیلت ہے: پہلی اور دوسری وجہ تو مذکور الصدر حدیثوں سے واضح ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح جگہ کی فضیلت سے بھی عمل کی فضیلت ہوتی ہے اور جمعہ کے دن ہفتہ کے باقی دنوں سے افضل ہے (بلکہ سید الایام ہے) پس واجب ہوا کہ جمعہ کے دن کا عمل باقی دنوں کے عمل سے افضل ہو، اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس میں مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو سوال بھی کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرماتا ہے اور یہ فضیلت باقی دنوں میں نہیں ہے اور پانچویں فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے حج میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حج سے موافقت ہے کیونکہ حجۃ الوداع جمعہ کے دن تھا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے سب سے افضل عمل اختیار کیا جاتا تھا۔ بعض طلبہ نے میرے والد سے سوال کیا کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمام اہل موقف کی مغفرت فرمادیتا ہے، پھر اس میں جمعہ کے دن کی کیا خصوصیت ہے جیسا کہ مذکور الصدر حدیث میں ہے تو میرے والد نے جواب دیا کہ ہو سکتا ہے کہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ بلا واسطہ مغفرت فرمائے اور باقی ایام کے حج میں بعض لوگوں کے واسطہ سے مغفرت فرمائے۔

شیخ نور الدین الزیاری الشافعی کے حاشیہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۳۴۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدہ کوئٹہ)۔

علامہ حسن بن عمار بن علی الشربلائی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے، اس حدیث کو معراج الدرایہ نے اپنے اس قول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حدیث صحیح مروی ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ ستر حج سے افضل ہے۔ یہ حدیث تجرید الصحاح میں علامۃ الموطا کے ساتھ مذکور ہے (الموطا کے موجودہ مطبوعہ نسخوں میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے اگر اس حدیث کی کوئی اصل ہے تو ہو سکتا ہے ستر سے مراد ستر درجے ہوں یا مبالغہ مراد ہو اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۱) (مراتی افلاح مع حاشیہ المطاوی ص ۴۲۵، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ھ)۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو ستر حج کا ثواب ہے اور (میدان عرفات میں) ہر فرد کے لیے بلا واسطہ مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)۔

اس کے حاشیہ پر علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: الشربلائیہ نے زیلعی سے نقل کیا ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس دن حج کرنا باقی دنوں کے ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو زین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں روایت کیا ہے۔

علامہ مناوی نے بعض حفاظ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۱۷۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۳۱۸ھ) البتہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے کہ بعض سلف نے کہا ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل عرفہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور یہ دن دنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے، اسی دن میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نے حج کیا تھا جو حجتہ الوداع تھا، اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وقوف فرما رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی: **اليوم اكملت لکم دینکم**۔ (المائدہ: ۳) اہل کتاب نے کہا اگر ہم میں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم عید مناتے۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے: یوم عرفہ اور یوم جمعہ۔ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرفہ میں وقوف فرما رہے تھے۔ (علامہ شامی نے معراج کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔)

(رد المحتار، ج ۲ ص ۱۷۸)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: علامہ سندی نے المنسک الکبیر میں لکھا ہے کہ تمام اہل موقف کی مطلقاً مغفرت کر دی جاتی ہے پر جمعہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ جمعہ کے دن بلا واسطہ مغفرت کی جاتی ہے اور باقی ایام میں بعض لوگوں کی بعض کے واسطے سے مغفرت کی جاتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دوسرے دنوں میں صرف حجاج کی مغفرت کی جاتی ہے اور جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو حجاج اور غیر حجاج سب کی مغفرت کی جاتی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ میدان عرفات میں بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا حج قبول نہیں ہوتا تو سب کی مغفرت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مغفرت تو ہو جائے گی لیکن ان کو حج مبرور کا ثواب نہیں ملے گا اور مغفرت حج کے مقبول ہونے کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ ان احادیث میں تمام اہل موقف کی مغفرت کا ذکر ہے، اس لیے اس قید کا اعتبار کرنا واجب ہے۔ (رد المحتار، ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید احمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس دن حج کرنا دوسرے ایام کی بہ نسبت سترج سے افضل ہے۔ (حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار، ج ۱ ص ۵۵۹، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۹۵ھ)

امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں: بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو تمام میدان عرفات والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور یہ دن دنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے اور اسی دن میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حجتہ الوداع کیا تھا۔ (احیاء علوم الدین، ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ)

اس کی شرح میں علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: رزین بن معاویہ العبدری نے تجرید الصحاح میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جس دن عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ سترج سے افضل ہے۔ اس حدیث پر موطا کی علامت ہے لیکن یہ حدیث یحییٰ بن یحییٰ کی موطا میں نہیں ہے، شاید یہ کسی اور موطا میں ہے۔ (اتحاف السادة المتقین، ج ۲ ص ۲۷۲، مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر)۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوادی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: اور بے شک یہ کہا گیا ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف (میدان عرفات کے تمام لوگوں) کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(شرح المہذب، ج ۸ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، ایضاً فی مناسک الحج والعمرة، ص ۲۸۶، مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

مناسک نووی کی یہی وہ عبارت ہے جس کا اکثر علماء نے حوالہ دیا ہے اور اس عبارت سے استدلال کیا ہے۔ علامہ عبد الفتاح مکی مناسک الحج والعمرة کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے، اگر

اس میں وقف جمعہ کے دن ہو تو وہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت ستر دنوں سے افضل ہے۔

(الانصار علی مسائل الايضاح، ص ۲۸۷، مطبوعہ المکتبہ الادبیہ مکرمہ، ۱۳۱۹ھ)۔

علامہ ابن حجر البیہقی الحلی الافعی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں: جمعہ کے دن کے فضائل میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے، اگر وہ عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ غیر جمعہ کے سترج سے افضل ہے۔

(حاشیہ ابن حجر البیہقی علی شرح الايضاح فی مناسک الحج، الامام النووی ص ۳۲۸، مطبوعہ وزارت معارفی مکرمہ، ۱۳۱۹ھ)۔

3056- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَيْفِ مِنْ مَنَى لَقَالَ نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا قُرْبَ حَامِلٍ فَقِيهِ غَيْرَ فَقِيهِ وَرُبَّ حَامِلٍ فَقِيهِ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثَ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِمْ قَلْبُ مُؤْمِنٍ اخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَالنَّصِيحَةُ لِرُؤَاةِ الْمُسْلِمِينَ وَلِزُومِ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ يُجِطُّ مِنْ رَدَائِهِمْ

● محمد بن جبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ منیٰ میں ”خیف“ میں کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جو ہماری بات کو سن کر اس کی تبلیغ کر دے کیونکہ بعض اوقات علم حاصل کرنے والا درحقیقت عالم نہیں ہوتا اور بعض اوقات براہ راست علم حاصل کرنے والا اس شخص تک اس بات کو منتقل کر دیتا ہے جو اس سے بڑا عالم ہوتا ہے تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا، مسلمان حکمرانوں کے لیے خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا کیونکہ مسلمانوں کی دعا ان لوگوں کو بھی محیط ہوتی ہے جو وہاں موجود نہیں ہوتے۔

3057- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ حَدَّثَنَا زَائِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْمُخَضْرَمَةِ بِعَرَفَاتٍ لَقَالَ اتَّذَرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا وَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا وَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوا هَذَا بَلَدٌ حَرَامٌ وَشَهْرٌ حَرَامٌ وَيَوْمٌ حَرَامٌ قَالَ آلا وَإِنَّ أَمْوَالَكُمْ وَدِمَائَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي يَوْمِكُمْ هَذَا آلا وَإِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَرَضِ وَالْكَائِرِ بِكُمْ الْأَمَمَ فَلَا تُسَوِّدُوا وَجْهِي آلا وَإِنِّي مُسْتَقِلُّ أَنَا وَمُسْتَقِلُّ قَبِي أَنَا فَاقُولُ يَا رَبِّ أَصْبَحَ بِنِي فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا تَذَرِي مَا أَخَذْتُوا بِعَدَاكَ

● حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ ﷺ اس وقت میدانِ عرفات

میں اپنی ایک طرف سے کان کٹی ہوئی اونٹنی پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو یہ کون سا دن ہے، یہ کون سا مہینہ ہے اور یہ کون سا شہر ہے؟“

لوگوں نے عرض کی: یہ حرمت والا شہر ہے، یہ حرمت والا مہینہ ہے اور یہ حرمت والا دن ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یاد رکھنا، تمہارے اموال، تمہاری جانیں تمہارے لیے (یعنی تم میں سے ایک دوسرے کے لیے) اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح اس دن میں اس شہر میں یہ مہینہ قابل احترام ہے، یاد رکھنا، میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں کے سامنے فخر کا اظہار کروں گا تو تم لوگ مجھے شرمندہ نہ کرو دینا، یاد رکھنا میں کچھ لوگوں کو بچاؤں گا اور کچھ لوگوں کو مجھ سے پرے کیا جائے گا، تو میں یہ کہوں گا ”اے میرے پروردگار! یہ تو میرے ساتھی ہیں تو پروردگار فرمائے گا، تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا تھا۔“

3058- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَارِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجُمُرَاتِ فِي الْحَبَّةِ الَّتِي حَجَّ فِيهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوا يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوا هَذَا بَلَدُ اللَّهِ الْحَرَامُ قَالَ فَأَيُّ شَهْرِ هَذَا قَالُوا شَهْرُ اللَّهِ الْحَرَامِ قَالَ هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ وَدِمَاؤُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ وَأَعْرَاضُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ هَذَا الْبَلَدِ فِي هَذَا الشَّهْرِ فِي هَذَا الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ وَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوا هَلِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے جو حج کیا تھا اس حج کے موقع پر نبی اکرم ﷺ دس ذوالحجہ کو جمعرات کے درمیان کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کون سا دن ہے تو لوگوں نے عرض کی: یہ قربانی کا دن ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ اللہ تعالیٰ کا قابل احترام شہر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ اللہ تعالیٰ کا قابل احترام مہینہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے تمہاری جانیں، تمہارے مال، تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح اس شہر میں اس مہینے میں یہ دن قابل احترام ہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے لوگوں نے عرض کی: جی ہاں تو نبی اکرم ﷺ یہ کہنے لگے اے اللہ! تو گواہ ہو جا! پھر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو الوداع کہا تو لوگوں نے کہا: یہ حجۃ الوداع ہے۔

حجۃ الوداع کی تفصیل کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں نو برس اس طرح گزارے کہ حج نہیں کیا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرے کئے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے پھر جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو دسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ رسول اللہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں جو لوگ حج کے لئے جانا چاہتے ہیں وہ رفاقت کے لئے تیار ہو جائیں اس اعلان کو سن کر مخلوق اللہ کی ایک بہت بڑی تعداد مدینہ میں جمع ہو گئی چنانچہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ماہ ذی قعدہ کے ختم ہونے سے پانچ دن پہلے ظہر و عصر کے درمیان مدینہ سے روانہ ہو گئے جب ہم

لوگ ذوالخلیفہ پہنچے تو وہاں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ اسماء نے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور دریافت کرایا کہ اب میں کیا کروں؟ آیا احرام باندھوں یا نہ باندھوں اور اگر باندھوں تو کس طرح باندھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ غسل کر کے کپڑے کا لنگوٹ باندھوں اور پھر احرام باندھ لو بہر کیف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد ذوالخلیفہ میں نماز پڑھی اور قصواء پر کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا نام تھا سوار ہوئے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر بیداء کے میدان میں کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بآواز بلند تلبیہ کے یہ کلمات کہے: لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والعمۃ لک والملك لا شریک لک۔ حاضر ہوں تیری خدمت میں اے اللہ! تیری خدمت میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیری خدمت میں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں تیری خدمت میں بے شک تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور بادشاہت بھی تیرے ہی لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے حج ہی کی نیت کیا کرتے تھے اور ہم حج کے مہینوں میں عمرہ سے واقف بھی نہیں تھے بہر کیف جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ پہنچے تو حجر اسود پر ہاتھ رکھا اور اس کو بوسہ دیا اور تین بار رمل یعنی تیز رفتار سے اور اکڑ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور چار مرتبہ اپنی رفتار سے یعنی آہستہ آہستہ چل کر طواف کیا اور طواف کے بعد مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور یہ آیت پڑھی۔ (وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرٰہِیْمَ مُصَلًّی، البقرة: 125) مقام ابراہیم کے اطراف کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ یعنی وہاں نماز پڑھو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ابراہیم اور بیت اللہ کو اپنے درمیان کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور ایک روایت کے مطابق ان دو رکعتوں میں قل ہو اللہ اور قل یا ایہا الکافرون کی قرات کی پھر حجر اسود کی طرف لوٹے اور اس کو بوسہ دیا اس سے فارغ ہو کر مسجد کے دروازہ یعنی باب الصفا سے نکلے اور صفا پہاڑ کی طرف چلے چنانچہ جب صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی۔

(ان الصفا والمروة من شعائر اللہ) بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں اور فرمایا میں بھی اسی چیز کے ساتھ ابتداء کرتا ہوں۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے صفا کا ذکر کیا ہے پھر مروہ کا اسی طرح میں بھی پہلے صفا پر چڑھتا ہوں پھر مروہ پر چڑھونگا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعی کی ابتداء صفا سے کی اور اس پر چڑھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صفا سے بیت اللہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بڑائی بیان کی یعنی لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہا اور یہ کلمات فرمائے۔ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير لا الہ الا اللہ وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۱۱ یکتا وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا وہ تنہا ہے اس نے اسلام کا بول بالا کرنے کا اپنا وعدہ پورا کیا اس نے اپنے بندوں کی مدد کی اور کفار کے لشکر کو تنہا شکست دی یعنی غزوہ خندق۔

آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وادی نمرہ عرفات میں خیرہ نصب کیا جائے جو بالوں کا بنا ہوا تھا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے قریش کو گمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشر حرام مزدلفہ میں قیام کریں گے جیسا کہ قریش زمانہ جاہلیت میں حج کے موقعہ پر کیا کرتے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ جو میدان عرفات میں آئے اور وادی نمرہ میں اپنے خیمہ کو کھڑا پایا چٹا بچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں آئے اور قیام کیا یہاں تک کہ جب دو پہر ڈھل گیا تو قصواء کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا نام تھا، لانے کا حکم دیا جب قصواء آگئی تو اس پر پالان کس دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہو کر وادی نمرہ میں تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ "لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن عرفہ میں تمہارے اس مہینہ ذی الحجہ میں اور تمہارے اس شہر (مکہ میں حرام ہیں یعنی جس طرح تم عرفہ کے دن ذی الحجہ کے مہینہ میں اور مکہ مکرمہ قتل و غارت گری اور لوٹ مار کو حرام سمجھتے ہو اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور ہر جگہ ایک مسلمان کی جان و مال دوسرے پر حرام ہے لہذا تم میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ کسی کا خون نہ کر کسی کا مال چوری و دغا بازی سے نہ کھا جائے اور کسی کو کسی جانی اور مالی تکلیف و مصیبت میں بھی مبتلا نہ کرے، یاد رکھو زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے اور ہاں وہ قدر یعنی موقوف ہاں ہے لہذا اسلام سے پہلے جس نے جو کچھ کیا میں نے وہ سب معاف کیا اور زمانہ جاہلیت کے تمام رسم و رواج کو موقوف و ختم کر دیا زمانہ جاہلیت کے خون معاف کر دیئے گئے ہیں لہذا زمانہ جاہلیت میں اگر کسی نے کسی کا خون کر دیا تھا تو اب نہ اس کا قصاص ہے نہ دیت اور نہ کفارہ بلکہ اس کی معافی کا اعلان ہے اور سب سے پہلا خون جسے میں اپنے خولوں سے معاف کرتا ہوں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔

جو ایک شیر خوار بچہ تھا اور قبیلہ بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہنریل نے اس کو مار ڈالا تھا۔ زمانہ جاہلیت کا سود معاف کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلا سود جسے میں اپنے سودوں سے معاف کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے لہذا وہ زمانہ جاہلیت کا سود ہے لہذا وہ زمانہ جاہلیت کا سود بالکل معاف کر دیا گیا ہے۔ لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کو عزت و احترام کے ساتھ رکھنے کا جو عہد اللہ نے تم سے لیا ہے یا اس کا عہد جو تم نے اللہ سے کیا ہے اسی کے مطابق عورتیں تمہارے پاس آئی ہیں اور ان کی شرم گاہوں کو اللہ کے حکم سے (یعنی فائیکو کے مطابق رشتہ زن و شو قائم کر کے) اپنے لئے حلال بنایا ہے اور عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تم کو ناگوار گزرے یعنی وہ تمہارے گھروں میں کسی کو بھی تمہاری اجازت کے بغیر نہ آنے دیں خواہ وہ مرد ہو یا عورت، پس اگر وہ اس معاملہ میں نافرمانی کریں کہ تمہاری اجازت کے بغیر کسی کو گھر آنے دیں اور ڈانٹ ڈپٹ کے بعد بھی وہ اس سے باز نہ آئیں تو تم اس کو مار دو مگر اس طرح نہ مارو جس سے سختی و شدت ظاہر ہو اور انہیں کوئی گزند پہنچ جائے۔

اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم ان کو اپنی استطاعت و حیثیت کے مطابق کھانے پینے کا سامان اور مکان اور کپڑا دو۔ لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑتا ہوں جس کو اگر تم مضبوطی سے تھامے رہو گے تو میرے بعد (یا اس کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور

اس پر عمل کرنے کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز کتاب اللہ ہے اور اے لوگو! میرے بارہ میں تم سے پوچھا جائے گا کہ میں نے منصب رسالت کے فرائض پوری طرح انجام دیئے یا نہیں؟ اور میں نے دین کے احکام تم تک پہنچا دیئے یا نہیں؟ تو تم کیا جواب دو گے؟ اس موقع پر صحابہ نے (بیک زبان) کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کو ہم تک پہنچا دیا اپنے فرض کو ادا کر دیا اور ہماری خیر خواہی کی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا بایں طور کہ اسے آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر لوگوں کی طرف جھکا کرتین مرتبہ یہ کہا کہ اے اللہ! اپنے بندوں کے اس اقرار اور اعتراف پر تو گواہ رہ اے اللہ! تو گواہ رہ۔

اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی گئی پھر دوبارہ اقامت کہی گئی اور عصر کی نماز ہوئی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی چیز یعنی سنت و نقل نہیں پڑھی گئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور میدان عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ پہنچے وہاں اپنی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی طرف کیا اور جبل مشافہ ایک جگہ کا نام ہے اپنے آگے رکھا پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، زردی بھی تھوڑی سی جاتی رہی اور آفتاب کی تکیہ غائب ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور تیز تیز چل کر مزدلفہ آگئے یہاں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھیں اور ان دونوں نمازوں کے درمیان اور کچھ نہیں پڑھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹ گئے یہاں تک کہ جب فجر طلوع ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی روشنی پھیل جانے پر اذان و اقامت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور وہاں قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ تکبیر کہی۔ لا الہ الا اللہ پڑھا اور اللہ کی وحدانیت کی یعنی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ آخر تک پڑھا وہیں کھڑے تکبیر و تہلیل وغیرہ میں مصروف رہے یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو گئی تو سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے چلے اور حضرت فضیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا جب وادی محسر میں پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلانے کے لئے تھوڑی سی حرکت دی اور اس درمیانی راہ پر ہوئے جو جمرہ کبریٰ کے اوپر نکلتی ہے تاکہ آپ اس جمرہ کے پاس پہنچے جو درخت کے قریب ہے اور اس پر سات کنکریں باریں اس طرح کہ ان میں سے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور وہ کنکریاں باقلہ کے دانہ کے برابر تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کنکریاں ٹالے یعنی وادی کے درمیان سے باریں اس کے بعد قربانی کرنے کی جگہ جو منیٰ میں ہے واپس آئے اور یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے۔

اور باقی اونٹ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کئے چنانچہ باقی سینتیس اونٹ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذبح کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر اونٹ میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا جائے چنانچہ وہ سب گوشت لے کر ایک ہانڈی میں ڈال دیا گیا اور اسے پکایا گیا جب گوشت پک گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قربانی کے اس گوشت میں سے کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے،

وہاں پہنچ کر طواف کیا اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عبدالمطلب کی اولاد یعنی اپنے چچا حضرت عباس اور ان کی اولاد کے پاس تشریف لائے جو زمزم کا پانی پلا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ عبدالمطلب کی اولاد زمزم کا پانی کھینچو اور پلاؤ کہ یہ بہت ثواب کا کام ہے اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غلبہ پالیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا ابھی اس بات کا خوف ہے کہ لوگ مجھے پانی کھینچتا دیکھ کر میری اتباع میں خود بھی پانی کھینچنے لگیں گے اور یہاں بہت زیادہ جمع ہو جائیں گے جس کی وجہ سے زمزم کا پانی کھینچنے اور پلانے کی یہ سعادت تمہارے ہاتھ سے چلی جائے گی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا تو میں خود بھی تم لوگوں کے ساتھ پانی کھینچتا اور لوگوں کو پلاتا، چنانچہ عبدالمطلب کی اولاد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی کا ایک ڈول دیا جس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی پیا۔ (مسلم، مشکوٰۃ الصالحین: جلد دوم، رقم الحدیث، 1099)

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کتنے آدمی تھے؟ اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس حج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نوے ہزار آدمی تھے، بعض حضرات نے ایک لاکھ تیس ہزار اور بعضوں نے اس سے بھی زائد تعداد بیان کی ہے۔ بعض حضرات نے ایک لاکھ تیس ہزار اور بعضوں نے اس سے بھی زائد تعداد بیان کی ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں ان کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے نکاح میں آئیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے نکاح کیا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے روانہ ہوئے ہیں تو اس وقت یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق کے نکاح میں تھیں اور ان سے محمد بن ابو بکر پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل کرنے کی ہدایت اس بات کی دلیل ہے کہ نفاس والی عورت کو احرام کے لئے غسل کرنا مسنون ہے اور یہ غسل نظافت یعنی ستھرائی کے لئے ہوتا ہے طہارت یعنی پاکی کے لئے نہیں، اسی لئے نفاس والی عورت کو تیمم کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اور یہی حکم حائضہ کا بھی ہے نیز ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کہ "اور پھر احرام باندھ لو یعنی احرام کی نیت کرو اور لبیک کہو" سے یہ بات ثابت ہوتی ہوتی ہے کہ نفاس والی عورت کا احرام صحیح ہوتا ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی "کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی سنت دو رکعت نماز پڑھی، اس بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر میقات میں مسجد ہو تو مسجد ہی میں یہ دو رکعتیں پڑھنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ پڑھ لے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں، نیز اوقات مکروہہ میں یہ نماز نہ پڑھی جائے۔

علماء یہ بھی لکھتے ہیں کہ تحیۃ المسجد کی طرح فرض نماز بھی اس نماز کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ لہذا نعرۃ العمرہ (اور ہم عمرہ سے واقف نہیں تھے۔ یہ جملہ دراصل پہلے جملہ لسانہ نوٰی الا ان حج ہی کی نیت کیا کرتے تھے) کی تاکید کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ان جملوں کی وضاحت یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں یہ معمول تھا کہ لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو بڑا گناہ سمجھتے تھے، چنانچہ اس وقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کار و کیا اور حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا حکم فرمایا اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ پہنچے یعنی پہلے ہم ذی طویٰ میں اترے اور رات کو وہیں قیام کیا اور پھر ۱۲ ذی الحجہ کو نہادھو کر ثبیہ علیا کی طرف سے یعنی جانب بلند سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور پھر باب السلام کی جانب سے مسجد حرام میں آئے اور وہاں آ کر تحیۃ المسجد کی نماز نہیں پڑھی کیونکہ بیت اللہ کا طواف ہی وہاں کا تحیۃ ہے۔ "تین بار رمل کیا اور چار مرتبہ اپنی رفتار سے طواف کیا" اس بارہ میں یہ تفصیل جان لینی چاہئے کہ خانہ کعبہ کے گرد مطاف پر سات چکر کرنے کو طواف کہتے ہیں۔ کل طواف کے ساتھ چکر ہوتے ہیں اور ہر چکر حجر اسود سے شروع ہو کر حجر اسود ہی پر ختم ہوتا ہے ہر چکر کو اصطلاح شریعت میں "شوط" کہا جاتا ہے۔ طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکر میں تورمل کرنا چاہئے اور پہلوانوں کی طرف کندھے ہلا ہلا کر، اکڑ کر اور کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھ کر چلنا "رمل" کہلاتا ہے، طواف کے باقی چار چکروں میں آہستہ آہستہ یعنی اپنی معمولی چال کے ساتھ چلنا چاہئے۔ "رمل" یعنی اکڑ کر تیز چلنے کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ القضاء کے لئے مکہ تشریف لائے تو مشرکین نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ آپ بڑب یعنی مدینہ کے بخار نے ان کو بہت ضعیف دست کر دیا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس طرح چل کر اپنی قوت و جستی کا اظہار کرو۔ وادلت تو گزر گیا مگر اس ملت اور وجہ کے دور ہو جانے کے بعد بھی یہ حکم باقی رہا چنانچہ یہ طریقہ اب تک جاری ہے۔

اس حدیث میں "اصطلاح" کا ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن طواف کے وقت اصطلاح بھی مسنون ہے چنانچہ دوسری احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ ان کا ایک سر ادا ہے کاندھے سے اتار کر اور داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لیا جائے اصطلاح کہلاتا ہے چادر کو اس طرح اور منے کا حکم بھی اظہار قوت کے لئے دیا گیا تھا اور یہ حکم بھی بعد میں باقی رہا۔ "مقام ابراہیم" کے معنی ہیں حضرت ابراہیم کے پاؤں کے نشان بن گئے تھے جو آج تک قائم ہیں۔ بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے کہ جب حضرت ابراہیم اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کو دیکھنے مکہ آتے تھے تو اونٹ سے اسی پتھر پر اترتے تھے اور جب جانے لگتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر سوار ہوتے اس پتھر پر ان کے دونوں مبارک قدموں کا نشان بن گیا ہے! بہر کیف یہ پتھر اب خانہ کعبہ کے آگے ایک حجرے میں رکھا ہوا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف سے فارغ ہو کر اسی مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی یہ دو رکعت نماز اگرچہ اسی جگہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے لیکن جائز حرم میں ہر جگہ پڑھنا ہے چاہے مسجد حرام میں پڑھی جائے اور چاہے مسجد حرام سے باہر نیز ہر طواف کے بعد یہ نماز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے۔

جب کہ حضرت امام شافعی کے ہاں سنت ہے۔ ان دو رکعتوں میں قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرات کی اس عبادت سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قل ہو اللہ احد پہلی رکعت میں پڑھی اور قل یا ایہا الکافرون دوسری رکعت میں جب کہ اس طرح سورت مقدم پر سورت متاخر کی تقدیم یعنی بعد کی سورت کو پہلے اور پہلے کی سورت کو بعد میں پڑھنے کی صورت لازم آتی ہے، اس لئے علماء نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ حدیث میں اس بارہ میں جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں

حرف واؤ صرف اظہار جمع کے لئے یعنی آپ کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں رکعتوں میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں، اب یہ کہ ان میں سے کون سی پہلی رکعت میں پڑھی اور کون سی سورت دوسری رکعت میں؟ اس کی وضاحت نہ اس سے مقصود ہے اور نہ یہاں اس کی وضاحت موجود ہی ہے اس توجہ کے پیش نظر کوئی اشکال پیدا نہیں ہو سکتا۔

پھر طبری نے اس عبارت میں ان دونوں سورتوں کے ذکر کی مذکورہ ترتیب کے بارہ غلط یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ قل ہو اللہ احد، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اثبات و اظہار کے لئے ہے اور قل یا ایہا الکافرون شرک سے بیزاری کے واسطے ہے، اس لئے توحید کی عظمت شان اور اس کی سب سے زیادہ اہمیت کی بناء پر اس سورت کو پہلے ذکر کیا جس سے توحید کا اثبات ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ بعض روایوں میں اس عبارت کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اس میں پہلے قل یا ایہا الکافرون ذکر ہے اور بعد میں قل ہو اللہ احد کا اس صورت میں بات بالکل ہی صاف ہو جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی سات بار کی، بایں طور کہ صفا سے مروہ تک ایک بار، مروہ سے صفا تک دوسری بار، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ پھیرے کئے اس طرح سعی کی ابتداء تو صفا سے ہوئی اور ختم مروہ پر ہوئی جیسا کہ حدیث کے الفاظ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروہ سعی کا اختتام کیا سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ سعی یعنی صفا مروہ کے درمیان پھیرے کرنا واجب ہے اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جن دنوں چھوٹے تھے تو ان کی والدہ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش کو نکلیں جب نشیب میں پہنچیں تو حضرت اسماعیل ان کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے وہ صفا اور مروہ پر چڑھ کر ان کو دیکھنے کے لئے ان دونوں کے درمیان پھیرے کرتی تھیں، چنانچہ یہ سعی انہیں کی سنت ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا کیا اب صفا و مروہ کے درمیان چونکہ مٹی بھر گئی ہے اس لئے وہ نشیب باقی نہیں رہا البتہ وہاں نشان بنا دیئے گئے ہیں اور حضرت ہاجرہ کی سنت کو پورا کرنے کے لئے وہاں دوڑتے پھرتے ہیں۔ لوانی استقباحت من امری الخ اگر اپنے بارہ میں مجھے پہلے سے وہ بات معلوم ہوتی الخ۔ اس سلسلہ میں اگرچہ بڑی طویل بحث ہے تاہم خلاصہ کے طور پر سمجھ لیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ پہنچے اور عمرہ سے فارغ ہو گئے تو صحابہ کو حکم دیا کہ جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہیں لایا ہے وہ عمرہ کے بعد احرام سے باہر آ جائے اور حج کو عمرہ کے ساتھ فتح کر دے یعنی حج کے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لے جب حج کے دن آ جائیں تو دوبارہ احرام باندھے اور حج کرے اور جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا ہے وہ عمرہ کے بعد احرام نہ کھولے بلکہ حج تک حالت احرام ہی میں رہے اور حج کے بعد احرام کھول دے۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کا جانور اپنے ساتھ لائے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام نہیں کھولا بلکہ عمرہ کے بعد بھی حالت احرام ہی میں رہے۔ یہ حکم صحابہ کو بڑا گراں گزرا، ایک تو اس لئے ہم تو احرام کھول دیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت احرام میں رہیں اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کا ترک ہو گا جو صحابہ کو کسی حال میں بھی گوارا نہیں تھا، دوسرے انہوں نے یہ سوچا کہ اب عرفہ میں صرف پانچ رہ گئے ہیں اس لئے یہ بات مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ احرام کھول دیا جائے اور پھر ہم اس عرصہ میں اپنی عورتوں کے پاس جاتے ہیں اور جب عرفہ کا دن آئے تو فوراً احرام باندھ کر عرفات روانہ ہو جائیں اور حج کریں۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ درمیانی پانچ دن بھی احرام ہی کی

حالت میں گزر جائیں اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت بھی ہوگی اور ان ایام میں طبعی خواہشات اور دنیاوی امور میں مشغولیت سے اجتناب بھی رہے گا۔ پھر یہ کہ ایام جاہلیت میں چونکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو برا سمجھا جاتا تھا اور ان کے ذہن میں بھی ابھی تک یہی بات تھی اس لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس وقت مستقل طور پر عمرہ کی صورت پیدا ہو جائے انہیں سب وجوہ کی بناء پر وہ چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں احرام کھولنے کا حکم نہ دیں، اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہمی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ تو دین کی بات ہے میں کیا کروں، اللہ تعالیٰ نے جس طرح حکم دیا ہے اسی طرح کرنا پڑے گا، چاہے طبیعت پر بار ہی کیوں نہ ہو، اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میری متابعت کے ترک کی بناء پر تم لوگوں کو احرام کھولنا گراں گزرے گا تو میں بھی قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور احرام کھول کر اس وقت حج کو عمرہ کے ساتھ فتح کر دیتا لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ حکم الہی یہ ہوگا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ عمرہ کے ساتھ اس فتح حج کے بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آیا یہ اس سال میں صرف صحابہ ہی کے لئے تھا یا ہمیشہ کے لئے دوسروں کو بھی ایسا جائز ہے؟ چنانچہ امام احمد اور اہل ظاہر کی ایک جماعت نے تو یہ کہا ہے کہ یہ فتح حج صرف صحابہ ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ حکم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے، لہذا اس شخص کے لئے کہ جو حج کا احرام باندھے اور ہدی اس کے ساتھ نہ ہو یہ جائز ہے کہ وہ حج کا احرام عمرہ کے ساتھ فتح کر دے اور افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد حلال ہو جائے یعنی احرام کھول دے۔

جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور علماء سلف و خلف کی اکثریت کا کہنا یہ ہے کہ یہ حکم صرف اسی سال میں صحابہ کے لئے تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو جو حرام سمجھا جاتا تھا اس کی تردید ہو جائے۔ نیز اسی حدیث کے پیش نظر حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد کا مسلک یہ بھی ہے کہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور ہدی اپنے ساتھ نہ لائے تو افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام سے باہر آ جائے اور اگر ہدی ساتھ لایا ہو تو احرام سے باہر نہ ہو تا آنکہ "نحر" قربانی کے دن اس کی ہدی ذبح ہو جائے، لیکن حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک یہ کہتے ہیں کہ محض افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام سے باہر آ جانا جائز ہے خواہ ہدی ساتھ لایا ہو یا ساتھ نہ ہو۔

"مشر حرام" مزدلفہ میں ایک پہاڑی کا نام ہے۔ ایام جاہلیت میں قریش کا یہ طریقہ تھا کہ وہ حج کے لئے بجائے عرفات میں ٹھہرنے کے مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ یہ "موقف خمس" یعنی قریش اور حرم والوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ قریش کے علاوہ تمام اہل عرب عرفات میں ہی وقوف کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ قریش سے تھے اس لئے اہل قریش نے یہ گمان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عرفات کی بجائے مزدلفہ ہی میں وقوف کریں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں وقوف نہیں کیا بلکہ سیدھے عرفات میں پہنچنے میں خطبہ ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو خطبے پڑھے، پہلے خطبہ میں توجہ کے احکام بیان کئے اور عرفات میں کثرت ذکر و دعا پر ترغیب دلائی، دوسرا خطبہ پہلے خطبہ کی بہ نسبت چھوٹا تھا اس میں صرف دعا تھی۔ ربیعہ ابن حارث کے بیٹے کے خون کا قصہ یہ ہے کہ حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور عبدالمطلب کے بیٹے تھے ان کا لڑکا تھا ربیعہ اور ربیعہ کا ایک شیر خوار بچہ تھا جس کا نام تھا یاس، عرب کے عام قاعدہ کے مطابق یا اس

کو دودھ پلانے کے لئے قبیلہ بنی سعد میں دے دیا گیا تھا جن دنوں قبیلہ بنی سعد اور قبیلہ ہزیل کے درمیان معرکہ آرائی ہو رہی تھی ایسا قبیلہ بنی سعد ہی میں تھا۔

اسی لڑائی کے دوران قبیلہ ہزیل کے کسی شخص نے ایسا کو پھر مارا جس سے وہ شیر خوار بچہ مر گیا ایسا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کا پوتا تھا اس لئے اس کے قتل کا انتقام لینے کا حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خون معاف کر دیا۔ اس طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم تھے، ایام جاہلیت میں سود کا لین دین کرتے تھے اسی وقت کا ان کا بہت زیادہ سود لوگوں کے ذمہ باقی تھا اسے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف فرما دیا۔ "پھر (دوبارہ) اقامت کہی گئی اور عصر کی نماز ہوئی" یعنی ظہر ہی کے وقت پہلے تو ظہر کی نماز پڑھی گئی، پھر عصر کی نماز ہوئی، گویا ظہر و عصر کی نماز کو جمع کر کے پڑھا گیا۔

اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں عرفات میں وقوف کے لئے یہ دونوں نمازیں ملا کر ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہیں اس طرح کہ ظہر کے چار فرض کے بعد مؤذن دوسری اقامت کہتا ہے اور پھر عصر کی نماز ہوتی ہے نیز ان دونوں نمازوں کے درمیان سنن و نوافل وغیرہ نہیں پڑھی جاتیں تاکہ دونوں نمازوں کے درمیان وقفہ ہو جانے کی وجہ سے جمع باطل نہ ہو جائے کیونکہ ان نمازوں کو پے درپے پڑھنا واجب ہے۔ اور تیز تیز چل کر مزدلفہ آ گئے۔

مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، دسویں تاریخ کی رات پھر مزدلفہ میں ٹھہرنا حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے ہاں واجب ہے۔ حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ پہنچ کر مغرب و عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ پڑھیں جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں ظہر و عصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ پڑھی تھی چنانچہ حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں مزدلفہ میں یہ دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک ہی تکبیر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں کیونکہ اس موقع پر عشاء کی نماز چونکہ اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہے اس لئے زیادتی اعلام کے لئے علیحدہ سے تکبیر کی ضرورت نہیں برخلاف عرفات میں عصر کی نماز کے کہ وہاں عصر کی نماز چونکہ اپنے وقت میں نہیں ہوتی بلکہ ظہر کے وقت ہوتی ہے اس لئے وہاں زیادتی اعلام کے لئے علیحدہ تکبیر کی ضرورت ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی روایت منقول ہے اور ترمذی نے بھی اس کی تحسین تصحیح کی ہے۔

مشعر حرام "جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے عرفات میں ایک پہاڑ کا نام ہے، دسویں تاریخ کی صبح وہاں وقوف حنفیہ کے نزدیک واجب ہے جب کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک رکن حج ہے۔ "وادی محسر" مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک گھاٹی کا نام ہے کہا جاتا ہے کہ اصحاب فیل یہیں عذاب الہی میں مبتلا ہو کر ہلاک و برباد ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مشعر حرام مزدلفہ سے روانہ ہوئے اور اس وادی میں پہنچے تو اپنی سواری کو تیز کر دیا اور اس وادی کی مسافت کو تیزی سے گزر کر پورا کیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس جگہ کسی قوم پر عذاب نازل ہوا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازراہ عبرت اس جگہ

سے تیزی سے گزر جاتے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حج کے موقع پر نصاریٰ یا مشرکین عرب وادی عسیر میں ٹھہرا کرتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مخالفت کے پیش نظر اس وادی میں اپنی سواری کو تیز تیز چلا کر وہاں سے جلد گزر گئے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے پیش نظر ہر شخص کے لئے مستحب ہے کہ اس وادی میں تیزی سے گزرے۔ اور اس درمیانی راہ پر ہوئے جو جمرہ کبریٰ کے اوپر نکلتی ہے کا مطلب یہ ہے کہ جس راستہ سے جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے وہ راستہ اور تھا اور یہ راستہ دوسرا تھا جو جمرہ کبریٰ یعنی جمرہ عقبہ پر جا کر نکلتا ہے۔

پہلا راستہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات و مزدلفہ تشریف لے گئے تھے اس کو طریق خب کہتے تھے اور یہ راستہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ری جمرہ کے لئے منیٰ واپس آ رہے تھے۔ طریق مازین کہلاتا تھا خب اور مازین دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ تا انکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جمرہ کے پاس پہنچے جو درخت کے قریب ہے یہاں جمرہ سے جمرہ عقبہ مراد ہے جس کا پہلے ذکر ہوا جمرہ منار کو کہتے ہیں منیٰ میں کئی ایسے منار ہیں جن پر سنگریزے مارے جاتے ہیں اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ آگے آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی کے جانوروں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شریک کر لیا تھا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ اونٹ دے دیئے تاکہ وہ اپنی طرف سے ذبح کر لے اب یا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وہ اونٹ اپنے باقی اونٹوں میں سے دیئے یا پھر دوسرے اونٹوں میں سے دیئے گئے ہوں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قربانی کا گوشت کھایا اور اس کا شور بہ پیا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنی قربانی میں سے گوشت کھانا مستحب ہے۔

اور خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر طواف کیا اس طواف کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں اور طواف رکن بھی یہ طواف حج کا ایک رکن ہے، اس پر حج کا اتمام ہو جاتا ہے۔ ویسے تو یہ طواف قربانی کے دن ہی کرنا افضل ہے لیکن بعد میں کرنا بھی جائز ہے۔ اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی یہ بات حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے خلاف ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز تو مکہ ہی میں پڑھی البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں نفل نماز پڑھی تھی جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر کی نماز گمان کیا یا یوں کہا جائے کہ جب دونوں روایتیں متعارض ہوئیں تو دونوں ساقط ہو گئیں اب ترجیح اس بات کو دی جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی کیونکہ مکہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

بَابُ زِيَارَةِ الْبَيْتِ

یہ باب بیت اللہ کی زیارت کے بیان میں ہے

3059 - حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ طَاوُسٍ وَآبِي الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْرَجَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ إِلَى اللَّيْلِ

3059: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 1742 أخرجه ابوداؤد فی "المسنن" رقم الحدیث: 2000 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 920

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے طواف زیارت کو رات تک مؤخر کر دیا تھا۔

طواف زیارت کی شرعی حیثیت کا بیان

حج میں یہ طواف فرض ہے۔ اور یہی اس میں رکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”وَلْيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ“ اس میں اسی طواف کا ذکر ہے۔ اور اس کا نام طواف افاضہ بھی رکھا گیا ہے اور یوم نحر کا یہی طواف ہے۔ اور اس طواف کو ان دنوں سے مؤخر کرنا مکروہ ہے اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہ طواف انہی دنوں کے ساتھ موقت ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر اس نے اس کو مؤخر کیا تو اس پر دم لازم ہے۔ (ہدایہ، کتاب حج) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یوم النحر کی شام (کے بعد آنے والی) رات وہی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اتنے میں وہب بن ذمعه اور ان کے ساتھ ایک اور شخص ابوامیہ کی نسل میں سے کرتا پہنچے ہوئے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہب سے پوچھا اے ابو عبد اللہ تم طواف افاضہ کر چکے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخدا (ابھی طواف نہیں کیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی قمیض اتار ڈالو انہوں نے اپنی قمیض اتار ڈالی اور ان کے ساتھی نے بھی اتار ڈالی پھر دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیوں فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے جب تم اس میں کنکریاں مار چکو تو تم پر وہ سب چیزیں حلال ہو جائیں گی جو احرام کی حالت میں حرام تھیں سوائے عورتوں کے پس اگر تم نے طواف سے پہلے شام (رات) کی (یعنی رات سے پہلے طواف نہ کیا) تو تمہارا احرام باقی رہے گا جیسا کہ کنکریاں مارنے سے قبل تھا یہاں تک کہ تم طواف کر لو۔

تمام احکام کو پورے کریں اور صحیح طور پر بجالائیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا جب آپ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماریں۔ پھر قربانی کی، پھر سر منڈوایا، پھر لوٹ کر بیت اللہ آیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو کہا گیا کہ ان کو حیض آ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شاید وہ ہمیں روکنے والی ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ طواف افاضہ کر چکی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تب پھر کوئی بات نہیں۔ (ابوداؤد)

3060- حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ الْبَاقَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْمُلْ لِي السَّبْعَ الَّذِي أَقَاضَ فِيهِ قَالَ عَطَاءٌ وَلَا رَمَلَ فِيهِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے طواف افاضہ کے ساتوں چکروں میں رمل نہیں کیا تھا، عطاء فرماتے ہیں، اس طواف میں رمل نہیں ہوگا۔

شرح

طواف افاضہ کے بعد آب زمزم پینا مستحب ہے چنانچہ اس زمانہ میں زمزم کے کنوئیں کے قریب ہی کئی حوض زمزم کے پانی سے بھرے رہتے تھے تاکہ اگر کوئی شخص اثر دحام وغیرہ کی وجہ سے کنوئیں سے پانی نہ پی سکے تو وہ ان حوضوں میں سے پی لے، سبیل زمزم کی نگرانی کی سعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی، اس طرح زمزم کا پانی پلانے کی اس عظیم السعادت خدمت کو وہ اپنے کئی مددگاروں کے ذریعہ انجام دیتے تھے! چنانچہ جن راتوں میں حاجی منیٰ میں قیام کرتے ہیں انہیں راتوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی کہ اگر حکم ہو تو میں ان راتوں میں مکہ میں رہوں تاکہ سبیل زمزم کی جو مقدس خدمت میرے سپرد ہے اسے انجام دے سکوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

آب زمزم کی برکت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبیل پر تشریف لائے اور زمزم کا پانی مانگا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے کہا کہ فضل! اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان سے (زمزم کا وہ) پانی مانگ لاؤ جو ان کے پاس رکھا ہوا ہے اور ابھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم تو مجھے اسی سبیل سے پانی پلا دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ہے مجھے اسی میں سے پلا دو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پانی میں سے پیا اور پھر زمزم کے کنوئیں کے پاس تشریف لائے جہاں لوگ (یعنی عبدالمطلب کے خاندان والے) لوگوں کو پانی پلا رہے تھے اور اس خدمت میں پوری طرح مصروف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا اپنا کام کئے جاؤ، کیونکہ تم ایک نیک کام میں لگے ہوئے ہو۔ پھر فرمایا۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ پالیں گے تو میں اپنی اونٹنی پر سے اترتا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے سامنے رہیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حج کے عملی احکام سیکھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے موٹہ سے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ رسی اس پر رکھتا (یعنی اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے پانی کھینچنا دیکھ کر میری سنت کی اتباع میں پانی کھینچنے لگیں گے اور اس سعادت کے حصول کے لئے اتنا اثر دحام کریں گے کہ وہ تم پر غالب آجائیں گے اور تمہیں پانی نہ کھینچنے دیں گے جس کی وجہ سے یہ مقدس خدمت تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی تو میں بھی اپنی اونٹنی سے اتر کر اس کنوئیں سے پانی کھینچتا۔ (بخاری)

لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اس بات سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ یہاں پانی پینے والوں کا

اڑدھام رہتا ہے اس میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن کے ہاتھ صاف سترے نہیں ہوتے اور وہ پانی پینے کے لئے اس حوض میں اپنے ہاتھ ڈالتے رہتے ہیں اس لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس پانی میں سے نہ لیا ہے جو بالکل الگ رکھا ہوا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے منظور نہیں کیا اور فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تم تو مجھے اسی حوض میں سے پانی پلا دو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حوض سے پانی پیا گویا یہ بات اس روایت کی مانند ہے جس میں منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچا ہوا پانی ازراہ تبرک پینا پسند فرماتے تھے! نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بطریق مرفوع (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی) نقل کیا ہے کہ یہ چیز تواضع میں داخل ہے کہ انسان اپنے (کسی) بھائی کا جھوٹا پئے۔ لیکن لوگوں میں جو یہ حدیث مشہور ہے کہ سورہ المؤمنین شفاء (مؤمنین کا جھوٹا شفا ہے) تو اس کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ یہ حدیث غیر معروف ہے۔ اس کے صحیح ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

مذکورہ بالا روایت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم کے کنوئیں سے پانی کھینچنے اور پینے کے لئے اونٹنی سے اترے نہیں، جب کہ ایک اور روایت میں جو حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طواف افاضہ کر چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم کے کنوئیں سے ڈول (میں پانی کھینچا اور اس کھینچنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے پیا اور ڈول میں جو پانی بچ گیا اسے کنوئیں میں ڈال دیا۔

ان دونوں روایتوں میں مطابقت یہ ہے کہ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیڑ کی وجہ سے اونٹنی سے نہ اترے ہوں گے پھر دوبارہ تشریف لائے تو بھیڑ دیکھ کر پانی کھینچا اور پیا چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کا تعلق پہلی مرتبہ سے ہے اور حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق دوسری مرتبہ سے ہے۔

بَابُ الشَّرْبِ مِنْ زَمْزَمَ

یہ باب آب زم زم پینے کے بیان میں ہے

3061- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَالِسًا فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ مِنْ أَيْنَ جِئْتَ قَالَ مِنْ زَمْزَمَ قَالَ فَشَرِبْتَ مِنْهَا كَمَا يَنْبَغِي قَالَ وَكَيْفَ قَالَ إِذَا شَرِبْتَ مِنْهَا فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَتَنَفَّسْ ثَلَاثًا وَتَضَلَّعْ مِنْهَا فَإِذَا لَرَعْتَ فَأَحْمِدِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ آيَةَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِينَ إِنَّهُمْ لَا يَتَضَلَّعُونَ مِنْ زَمْزَمَ

محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں: میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص ان کے پاس آیا،

انہوں نے دریافت کیا: تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: آب زم زم کے پاس سے، انہوں نے دریافت کیا: کیا تم نے اس میں سے اتنا پانی پیا ہے جتنا چاہنا مناسب ہے؟ اس نے دریافت کیا: وہ کتنا ہوتا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”جب تم اسے پیو تو اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کرو، اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو (یعنی بسم اللہ پڑھو) اسے تین سالوں میں پیو اور خوب پیٹ بھر کر پیو، جب پی کر فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو۔“

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

”ہمارے اور منافقین کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ لوگ پیٹ بھر کر آب زم زم نہیں پیتے ہیں۔“

3062 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُؤَمِّلِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شَرِبَ لَهُ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”زم زم کو جس بھی مقصد کے لیے پیا جائے (وہ مقصد حاصل ہوتا ہے)۔“

آب زم زم کی کرامات دیکھ کر سری لنکن خاتون مسلمان ہو گئی

کولمبو (دنیا نیوز) سری لنکن خاتون نے آب زم زم کی کرامت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا، بتایا گیا ہے کہ راجو نامی خاتون ایک مسلم گھرانے میں ملازمہ تھی اور گزشتہ 15 سالوں سے مرگی کے مرض میں مبتلا تھی جسکی وجہ سے اس شدید پریشانی کا سامنا تھا، مذکورہ خاتون کی مالکن جب سعودی عرب سے واپس آئی تو اپنے ساتھ آب زم زم بھی لے آئی اور اسے پینے کے لئے دیا، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ صرف دو ہفتوں تک آب زم زم پینے سے اس خاتون کا مرض بالکل ختم ہو گیا جس پر خاتون نے اسلام قبول کر لیا اور اپنا نام فریدہ رکھ لیا۔ (بشکریہ، دنیا نیوز)

آب زم زم ایک زندہ جاوید معجزہ

حقیقت یہ ہے کہ آب زم زم اللہ کریم کا ایک زندہ جاوید معجزہ ہے اور اس پر جب بھی اور جتنی بھی تحقیق کی جائے کم ہے کیونکہ ہر مرتبہ انسان پر نئے راز آشکار ہوتے ہیں اور مزید روشن پہلو انسان کی عقل کو ذخیرہ کرتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:-

☆ آب زم زم کا کنواں آج تک خشک نہیں ہوا اور اس نے ہمیشہ لاکھوں حجاج کرام اور زائرین کی پیاس بجھائی ہے۔

☆ اس میں موجود نمکیات کی مقدار ہمیشہ یکساں رہتی ہے۔

☆ اس کے ذائقے میں آج تک کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی بلکہ روز اول سے آج تک اس کا وہی ذائقہ ہے۔

☆ آب زم زم کی شفا بخشی کسی سے پوشیدہ نہیں بلکہ اپنے اور غیر بھی اس کے معترف ہیں۔

☆ آب زم زم وسیع پیمانے پر مکہ اور گرد و نواح میں استعمال کیا جاتا ہے بلکہ رمضان شریف میں تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آب زم زم مہیا کیا جاتا ہے اس کے علاوہ دنیا بھر سے آنے والے زائرین حج اور عمرہ کے وقت اپنے ساتھ آب زم زم کے چھوٹے بڑے لاکھوں کین بھر کر لے جاتے ہیں۔

☆ آب زم زم اپنی اصلی حالت میں فراہم کیا جاتا ہے اور اس میں کلورین سمیت کسی بھی قسم کے جراثیم کش کیمیکل کی آمیزش نہیں کی جاتی لیکن اس کے باوجود یہ پینے کیلئے سب سے بہترین مشروب ہے۔

☆ دوسرے کنوؤں میں کائی جم جاتی ہے اور دیگر نباتاتی اور حیاتیاتی افزائش ہوتی ہے انواع و اقسام کی جڑی بوٹیاں اور پودے اگ آتے ہیں یا کئی قسم کے حشرات بستے ہیں جس سے پانی کا رنگ اور ذائقہ متاثر ہوتا ہے مگر آب زم زم دنیا کا واحد پانی ہے جو کہ کسی بھی قسم کی نباتاتی یا حیاتیاتی افزائش اور آلائش سے پاک صاف ہے۔

☆ ہزاروں برس پہلے نوزائیدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے سے جاری ہونے والا یہ چشمہ لاکھوں کروڑوں لوگوں کی پیاس بجھانے کے باوجود آج بھی پہلے دن کی طرح پینے والوں کو حیات بخشتا ہے یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جس پر مکہ شریف اور اہل مکہ ہمیشہ بہا طور پر نازاں و شاداں رہیں گے۔

آب زم زم پر لیبارٹریوں میں تحقیق

جدید طبی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ آب زم زم میں ایسے اجزاء معدنیات اور نمکیات موجود ہیں جو انسان کی غذائی اور طبی ضروریات کو بڑے اچھے طریقے سے پورا کرتے ہیں حکومت سعودی عرب نے اس بات کا اہتمام کر رکھا ہے کہ ہر چار گھنٹے بعد زم زم کے پانی کا جدید ترین لیبارٹریوں میں ہر لحاظ سے معائنہ کیا جاتا ہے۔ ان تحقیقات کے نتیجے میں آب زم زم کے بارے میں بے شمار انکشافات ہو رہے ہیں۔

آب زم زم کی کیمیائی تحقیقات اور طبی مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں وہ اجزاء شامل ہیں جو معدہ جگر آنتوں اور گردوں کیلئے بالخصوص مفید ہیں۔

آب زم زم اور عام پانی پر تحقیق

ابن الصاحب المصری کہتے ہیں کہ میں نے آب زم زم کا وزن مکہ کے ایک چشمہ کے پانی سے کیا تو میں نے زم زم کو اس سے ایک چوتھا حصہ وزنی پایا۔ پھر میں نے میزان طب کے حساب سے دیکھا تو اس کو تمام پانیوں سے طبی اور شرعی لحاظ سے افضل پایا۔ (بشکریہ معتبر)

بَابُ دُخُولِ الْكَعْبَةِ

یہ باب خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے بیان میں ہے

3063- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةٍ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ الْكَعْبَةَ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ شَيْبَةَ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ مِنْ دَاخِلٍ فَلَمَّا خَرَجُوا سَأَلْتُ بِلَالًا أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ صَلَّى عَلَى وَجْهِهِ خَيْرٌ دَخَلَ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ لُمْتُ نَفْسِي أَنْ لَا أَكُونَ سَأَلْتُهُ كَمْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے ان کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن شیبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے دروازہ بند کر دیا جب یہ لوگ باہر تشریف لائے تو میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے کہاں نماز ادا کی تھی تو انہوں نے مجھے بتایا نبی اکرم ﷺ جب اندر داخل ہوئے تو اپنے سامنے کی طرف منہ کر کے اپنے دائیں طرف موجود دو ستونوں کے درمیان نماز ادا کی تھی۔ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بعد میں) میں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیوں نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے کتنی رکعات ادا کی تھیں۔

3064- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِي وَهُوَ قَرِيرُ الْعَيْنِ طَيَّبُ النَّفْسِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ وَهُوَ حَزِينٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجْتَ مِنْ عِنْدِي وَأَنْتَ قَرِيرُ الْعَيْنِ وَرَجَعْتَ وَأَنْتَ حَزِينٌ فَقَالَ إِنِّي دَخَلْتُ الْكَعْبَةَ وَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ فَعَلْتُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُونَ أَتَعَبْتُ أُنْفِي مِنْ بَعْدِي

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب میرے پاس سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ خوش و خرم تھے لیکن آپ ﷺ جب میرے پاس واپس تشریف لائے تو غمگین تھے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! جب آپ ﷺ

3063: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 397، رقم الحديث: 408، رقم الحديث: 504، رقم الحديث: 505، رقم الحديث: 506، رقم الحديث: 1167، رقم الحديث: 1598، رقم الحديث: 1599، رقم الحديث: 2983، رقم الحديث: 4288، رقم الحديث: 4408، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3217، رقم الحديث: 3218، رقم الحديث: 3219، رقم الحديث: 3220، رقم الحديث: 3221، رقم الحديث: 3222، رقم الحديث: 3223، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2023، رقم الحديث: 2024، رقم الحديث: 2025، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 691، رقم الحديث: 748، رقم الحديث: 2903، رقم الحديث: 2906، رقم الحديث: 2907، رقم الحديث: 2908، رقم الحديث: 3064، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2029، أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 873

میرے گھر سے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ ﷺ خوش و خرم تھے اور اب آپ ﷺ غمگین ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کعبہ کے اندر گیا تھا، لیکن اب میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میں نے ایسا نہ کیا ہوتا کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں اپنے بعد اپنی امت کو مشکل کا شکار کر دوں گا۔

کعبہ کے فضائل کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اس شہر کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے اس کے کانٹوں کو (بھی) نہیں کاٹا جائے گا نہ اس کے جانوروں کو بھگا یا جائے گا اور نہ اعلان کرنے والے کے علاوہ کوئی شخص اس کی گری ہوئی چیز اٹھائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ کراچی)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے ایک اور روایت میں ہے نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

ہر چند کہ اس حدیث میں مکہ مکرمہ کی فضیلت ہے لیکن مکہ مکرمہ کی یہ فضیلت کعبہ کی وجہ سے ہے اور کعبہ ہی کی وجہ سے مکہ کو حرم بنایا گیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور سوائے نیکی کے اور کوئی بات نہ کی تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اگر لوگ ایک سال تک اس بیت کی زیارت نہ کریں تو وہ بارش سے محروم ہو جائیں گے۔

لیہان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ کعبہ سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی فضیلت کے متعلق احادیث بیان کیں شام کے ایک آدمی نے ان سے کہا: اے ابو عباس! آپ بیت المقدس کا بہت ذکر کرتے ہیں اور بیت اللہ کا اتنا ذکر نہیں کرتے؟ کعبہ نے ان سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں کعبہ کی جان ہے! اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر اس بیت سے افضل کوئی بیت پیدا نہیں کیا اس بیت کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں اور وہ ان سے کلام کرتا ہے اور اس کا ایک دل ہے جس سے وہ تعقل کرتا ہے یہ سن کر ابو حفص نام کے ایک شخص نے کہا کیا پتھر کلام کرتا ہے کعبہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! کعبہ نے اپنے رب سے یہ شکایت کی کہ میری زیارت کرنے والے اور میری طرف آنے والے کم ہو گئے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف یہ وحی کی کہ میں تمہاری طرف ایک نئی تورات نازل کروں گا اور ایسے بندے بھیجوں گا جو رات کو جاگ کر سجدے کریں گے اور تمہارے فراق میں روئیں گے اور تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے اور جس نے تمہارے گرد مسات طواف کیے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور جو اس بیت کے گرد سر منڈائے گا قیامت کے دن اس کو ہر بال کے بدلہ میں ایک نور حاصل ہوگا۔ (المصنف ج ۵ ص ۱۳-۱۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر روز کعبہ کے گرد ایک سو بیس رمتیں نازل فرماتا ہے۔ ساٹھ رمتیں کعبہ کا طواف کرنے والوں کے لیے چالیس اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور بیس رمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں کے لیے۔

(المجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام (کعبہ) کے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۹ مطبوعہ نور محمد ص ۱۵۸ مطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۰۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ قہار کتب کراچی ص ۲۵۲ مطبوعہ بیروت)

حافظ ابو عمرو داہن عبدالبرماکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: عام محدثین یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مسجد سے سو گنا افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک لاکھ گنا افضل ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مسجد میں نماز پڑھنا باقی مساجد سے ایک ہزار گنا افضل ہے۔ (الاستاذ کارج ۷ ص ۲۲۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۳ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے گا مسجد حرام مسجد رسول اور مسجد اقصی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ مطبوعہ نور محمد ص ۱۵۸ مطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں: شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) کے سامنے طور پر جا کر نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی سفر کرنے والے کے لیے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہے ماسوا مسجد حرام مسجد اقصی اور میری مسجد کے الحدیث۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ مطبوعہ کتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی نے لکھا کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور حافظ بدرالدین عینی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان تین مسجدوں کے علاوہ مطلقاً سفر کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کسی اور مسجد کی خصوصیت کی وجہ سے اس میں نماز پڑھنے کے قصد سے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے روزگار علم دین کے حصول اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: لہذا ان لوگوں کا قول باطل ہے جنہوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے سے منع کیا ہے نیز لکھا ہے کہ ابن تیمیہ سے جو مسائل منقول ہیں یہ ان میں سب سے قبیح مسئلہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۶ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: طلب علم تجارت نیک لوگوں اور متبرک مقامات کی زیارت کے لیے سفر کرنا ممنوع نہیں ہے نیز لکھا ہے کہ قاضی ابن کج نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر کی زیارت کے لیے نذر مانی تو اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۴ مطبوعہ ادارة الطباعة الخیر یہ مصر ۱۳۳۸ھ)

ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہنے کی وجہ سے شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر کی گئی ہے اور یہ تکفیر صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کو حرام کہنا بھی کفر ہے تو جس چیز کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے اس کو حرام کہنا بہ طریق اولی کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء ج ۳ ص ۱۶۱-۱۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص نیکی کرتا ہو ابیت اللہ میں داخل ہو وہ اپنے گناہوں سے بخشا ہو ابیت اللہ سے نکلے گا۔ (المعجم الکبیر ج ۱ ص ۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو وہ بخشا ہوا نکلے گا۔

علامہ عزالدین بن جماعة الکلتانی متوفی ۷۷۶ھ لکھتے ہیں: امام ابو سعید جندی فضائل مکہ میں اور امام واحدی اپنی تفسیر میں حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کئے اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور زمزم کا پانی پیا اس کے گناہ جتنے بھی ہوں معاف کر دیئے جائیں گے۔

امام ازرقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب کوئی شخص بیت اللہ میں طواف کے ارادہ سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا استقبال کرتی ہے اور جب وہ بیت اللہ میں داخل ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے ہر قدم کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ پانچ سونکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے پانچ سو گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے پانچ سو درجات بلند کر دیتا ہے اور جب وہ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو وہ گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جاتا جیسے اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور اس کے لیے اولاد اسماعیل سے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور حجر اسود کے قریب ایک فرشتہ اس کا استقبال کر کے کہتا ہے تم اپنے پچھلے عملوں سے فارغ ہو گئے اب از سر نو عمل شروع کرو اور اس کو اس کے خاندان کے ستر نفوس کے حق میں شفاعت۔۔۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیت اللہ کے سات طواف کئے اور اس نے ان کلمات کے سوا اور کوئی کلام نہیں کیا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جس نے یہ کلمات پڑھتے ہوئے طواف کیا وہ اللہ کی رحمت میں ڈوبا ہوا طواف کرے گا۔

امام فاکہی حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ستر ہزار فرشتوں نے کعبہ کا احاطہ کیا ہوا ہے وہ طواف کرنے والوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

قاضی عیاض نے شفاء میں حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور قیامت کے دن اس کا امن والوں میں حشر کیا جائے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے بیت اللہ کے گرد پچاس طواف کیے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

اس حدیث سے مراد پچاس مرتبہ سات طواف کرنا ہے کیونکہ صرف ایک طواف کے ساتھ عبادت نہیں کی جاتی امام عبدالرزاق اور امام فاکہی نے یہ روایت کیا ہے کہ جس نے پچاس مرتبہ سات طواف کیے تو وہ اس دن کی طرح ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ پچاس مرتبہ سات طواف ایک ہی وقت میں کرے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے صحیفہ اعمال میں پچاس بار سات طواف کرنے کا عمل ہونا چاہئے۔

امام سعید بن منصور نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور پچاس مرتبہ سات طواف کیے وہ اس طرح پاک ہو کر لوٹے گا جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

امام سعید بن منصور نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں آیا اور وہ اسی بیت کا ارادہ کر کے آیا تھا پھر اس نے طواف کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک آسمان پر اس کے سب سے معزز فرشتے وہ ہیں جو اس کے عرش کے گرد طواف کرتے ہیں اور زمین پر اس کے نزدیک سب سے معزز وہ انسان ہیں جو اس کے بیت کے گرد طواف کرتے ہیں۔ (ہدایہ السالک الی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار الشائر الاسلامیہ بیروت)

نیز علامہ عزالدین بن جماعة الکفانی لکھتے ہیں: بیت اللہ کی آیات میں سے یہ ہیں کہ دلوں میں اس کی ہیبت واقع ہوتی ہے اس کے پاس دل جھک جاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں پرندے اس کے اوپر نہیں اڑتے اور اس پر بیٹھتے نہیں ہیں البتہ اگر کوئی پرندہ بیمار ہو تو طلب شفاء کے لیے اس کے اوپر بیٹھ جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں منی پر تعجب ہوتا ہے یہ بہت تنگ جگہ ہے لیکن جب لوگ یہاں آتے ہیں تو یہ وسیع ہو جاتی ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا منی رحم کی طرح ہے جب عورت کو حمل ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ اس

کو وسیع کر دیتا ہے۔ (ہدایہ السائل الی اللہ ابی الاربعین ص ۳۹-۴۰ مطبوعہ دارالاشیاء الاسلامیہ بیروت)

بَابُ الْبَيْتُوتَةِ بِمَكَّةَ لَيْلِي مَنِيَّ

یہ باب ہے کہ منیٰ کی مخصوص راتیں مکہ میں بسر کرنا

3065- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ أَيَّامَ مَنِيٍّ مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت طلب کی کہ وہ منیٰ کی مخصوص راتیں مکہ میں بسر کریں، کیونکہ انہوں نے (حاجیوں کو) پانی پلانا ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس چیز کی اجازت دے دی۔

3066- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمْ يُرَخَّصِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَحَدٍ يَبِيتُ بِمَكَّةَ إِلَّا لِلْعَبَّاسِ مِنْ أَجْلِ السِّقَايَةِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مکہ میں (منیٰ کی مخصوص راتیں) گزارنے کی اجازت دی تھی، اس کی یہ وجہ تھی کہ انہوں نے پانی پلانا ہوتا تھا۔

بَابُ نَزْوِلِ الْمُحَصَّبِ

یہ باب وادی محصب میں پڑاؤ کرنے کے بیان میں ہے

3067- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ وَوَكَيْعٌ وَابُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَابُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ غُرُورَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ نَزْوِلَ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُونَ أَسْمَعَ لِنَعْرُوجِهِ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ”ابطح“ میں پڑاؤ کرنا سنت نہیں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اس لیے پڑاؤ کیا تھا کیونکہ وہاں سے لکنا آسان ہے۔

3065: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 1745 أخرجه مسلم فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 4184 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1959

3066: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3067: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3068- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ زُرَيْقٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَذْلَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ النَّفَرِ مِنَ الْبُطْحَاءِ إِذْ لَا جَاءَ ۞ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: روانگی کی رات نبی اکرم ﷺ وادی بطحا (یعنی وادی محصب میں) تھے، آپ رات تاخیر سے روانہ ہوئے تھے۔

3069- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا عُيَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَنْزِلُونَ بِالْأَبْطَحِ ۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وادی ابطح میں پڑاؤ کیا کرتے تھے۔

بَاب طَوَافِ الْوَدَاعِ

باب 82: طواف رخصت

3070- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ يَنْصَرِفُونَ كُلَّ وَجْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفِرُونَ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ الْخِرُّ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ ۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے لوگ کسی بھی جگہ سے واپس چلے جایا کرتے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی شخص اس وقت تک واپس نہ جائے جب تک وہ سب سے آخر میں بیت اللہ (کا طواف نہیں کرتا)

3071- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْفِرَ الرَّجُلُ حَتَّى يَكُونَ الْخِرُّ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ ۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی (حج کے بعد مکہ سے) ایسے ہی روانہ ہو جائے، آدمی کو سب سے آخر میں خانہ کعبہ کا طواف کرنا چاہئے۔

بَابُ الْحَائِضِ تَنْفِرُ قَبْلَ أَنْ تُودِعَ

باب 83: حیض والی عورت کا طواف رخصت کرنے سے پہلے روانہ ہونا

3072- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَ

3068: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3069: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 921

3070: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3206 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2002

3071: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعُزْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُصَيْنٍ بَعْدَ مَا أَقَاضَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ كَرُثَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحَابِسْتُنَا هِيَ فَقُلْتُ إِنَّهَا قَدْ أَقَاضَتْ ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں سیدہ صفیہ بنت حنیفہ کو طواف افاضہ کرنے کے بعد حیض آ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا؟ میں نے عرض کی: وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں پھر اس کے بعد انہیں حیض آیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ پھر وہ روانہ ہو سکتی ہے۔

3073- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ فَقُلْنَا قَدْ حَاضَتْ فَقَالَ عَقْرَى خَلَقِي مَا أَرَاهَا إِلَّا أَحَابِسْتُنَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا قَدْ طَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ فَلَا إِذْنَ مَرُوهَا فَلْتَنْفِرْ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو ہم نے عرض کی: انہیں حیض آ گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ نالائق مجھے لگ رہا ہے اس کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! انہوں نے قربانی کے دن طواف کر لیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر کوئی بات نہیں ہے تم اس سے کہو کہ وہ روانہ ہو جائے۔

بَاب حَجَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 84: نبی اکرم ﷺ کا حج

3074- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهِ سَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ فَقُلْتُ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَأَهْلَوْنِي بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَعَلَّ زِرِّي الْأَعْلَى ثُمَّ حَلَّ زِرِّي الْأَسْفَلَ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيْ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ فَقَالَ مَرَحَبًا بِكَ مَلَّ عَمَّا شِئْتَ فَسَأَلْتُهُ وَهُوَ أَعْمَى فَجَاءَ وَقَفْتُ الصَّلَاةَ فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكِبَيْهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا وَرَدَّاهُ إِلَى جَانِبِهِ عَلَى الْمَشْجَبِ فَصَلَّى بِنَا فَقُلْتُ أَخْبَرْنَا عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِيَدِهِ فَعَقَدَ تِسْعًا

3072: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3073: اخراج البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1771 "أخرج مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3216

3074: اخراج مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2941 "أخرج أبو داود فی "السنن" رقم الحديث: 1905 "ورقم الحديث: 1909

وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ فَأَذِنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بِشَرِّ كَثِيرٍ كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتِمَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْمَلَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ فَأَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ
أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَضْعُ قَالَ اغْتَسِلِي وَاسْتِغْفِرِي بِثَوْبٍ وَآخِرِمِي
فَصَلِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ لَأَقْتُهُ عَلَى
الْبَيْدَاءِ قَالَ جَابِرٌ نَظَرْتُ إِلَى مَدِينَةِ بَصْرَى مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ بَيْنَ رَاكِبٍ وَمَاشٍ وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلُ ذَلِكَ وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلُ
ذَلِكَ وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلُ ذَلِكَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ وَهُوَ يَعْرِفُ
تَأْوِيلَهُ مَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ فَأَهْلٌ بِالتَّوْحِيدِ لَيْكَ اللَّهُمَّ لَيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَأَهْلُ النَّاسِ بِهِذَا الَّذِي يُهْلُونَ بِهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَيْئًا قَبْلَهُ وَلَزِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلِيَّتَهُ

قَالَ جَابِرٌ لَسْنَا نَتَوَى إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا
وَمَشَى أَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ
فَكَانَ أَبِي يَقُولُ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا ذِكْرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ قُلْ يَا أَيُّهَا
الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا حَتَّى إِذَا دَنَا مِنَ
الصَّفَا قَرَأَ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ) نَبْدًا بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ فَبَدَأَ بِالصَّفَا فَرَفَى عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ
فَكَبَّرَ اللَّهُ وَهَلَّلَهُ وَجَمَعَهُ وَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ثُمَّ دَعَا
بَيْنَ ذَلِكَ وَقَالَ مِثْلَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ إِلَى الْمَرْوَةِ فَمَشَى حَتَّى إِذَا انْصَبَتْ قَدَمَاهُ رَمَلَ فِي بَطْنِ الْوَادِي
حَتَّى إِذَا صَعِدَتَا يَغْنِي قَدَمَاهُ مَشَى حَتَّى أَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا فَلَمَّا كَانَ الْخِرُ
طَوَائِفِهِ عَلَى الْمَرْوَةِ قَالَ لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَتِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً لِمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلِّمْ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَرُوا إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَامَ مُرَاقَةً بِنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشَمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَعَيْنَا هَذَا أَمْ لَا بَلَدٌ الْآبِدُ قَالَ فَشَبَّكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ فِي الْأُخْرَى وَقَالَ دَخَلْتَ الْعُمْرَةَ فِي الْحَجِّ هَكَذَا مَرَّتَيْنِ لَا بَلَدٌ الْآبِدُ

قَالَ وَقَدِمَ عَلَيَّ بَيْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ فَاطِمَةَ مِمَّنْ حَلَّ وَلَيْسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَاسْتَحَلَّتْ
فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ أَمَرَنِي أَبِي بِهَذَا فَكَانَ عَلَيَّ يَقُولُ بِالْعِرَاقِ فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَرِّشًا عَلَى فَاطِمَةَ فِي الْيَدِ صَنَعَتْهُ مُسْتَفِيًّا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَدِ ذَكَرَتْ عَنْهُ وَأَنْكَرَتْ ذَلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَ صَدَقْتَ مَاذَا قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَهْلُ بِمَا أَقْلُ بِهِ رَسُولُكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلَّ قَالَ فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الْيَدِ جَاءَ بِهِ عَلَى قِنَ الْيَمَنِ وَالْيَدِ آتَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ مِائَةً ثُمَّ حَلَّ النَّاسُ كُلَّهُمْ وَقَصَرُوا إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ

فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَتَوَجَّهُوا إِلَى مَنَى أَهْلُوا بِالْحَجِّ فَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِمِنَى الظُّهْرِ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالصُّبْحَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِقَبْلَةٍ مِنْ شَعْرِ فَضْرِبَتْ لَهُ بَنِمِرَةَ فَسَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْكُ فُرَيْشَ إِلَّا أَنَّهُ رَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ أَوْ الْمُرْدَلِفَةِ كَمَا كَانَتْ فُرَيْشُ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاجَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى آتَى عَرَفَةَ لَوَجَدَ الْقَبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بَنِمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا رَاقَبَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقُصَوَاءِ فَرِحَلَتْ لَهُ فَرَكِبَ حَتَّى آتَى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا إِلَّا وَإِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُهُ دَمُ رَبِيعَةَ بِنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَيْتِي سَعْدٌ فَقَتَلَتْهُ هَذِيلُ وَرَبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رَبَا أَضَعُهُ رَبَا نَارِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ وَاسْتَخْلَلْتُمُ لُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ وَإِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِنَنَّ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ فَإِنْ فَعَلَنَّ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَمْ تَصِلُوا إِنْ اغْتَضَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ وَأَنْتُمْ مُسْتَوْلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَأَدْبَيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ يَا صَبِيحَةَ السَّابَةِ إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُبُهَا إِلَى النَّاسِ اللَّهُمَّ اشْهَدِ اللَّهُمَّ اشْهَدِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

لَمْ أَذَنْ بِلَالٍ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى آتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ إِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ حَبْلَ الْمَشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا حَتَّى غَابَ الْقُرْصُ وَارْدَفَ أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ خَلْفَهُ فَدَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَقَّ الْقُصَوَاءَ بِالزِّمَامِ حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيَصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ وَيَقُولُ بِيَدِهِ الْيَمْنَى أَيُّهَا النَّاسُ السَّكِينَةُ السَّكِينَةُ كُلُّمَا آتَى حَبْلًا مِنَ الْجِبَالِ ارْغَى لَهَا قَلِيلًا حَتَّى تَصْعَدَ لَمْ آتِ الْمُرْدَلِفَةَ فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَأَقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَأَقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقُصَوَاءَ حَتَّى آتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَرَفَى عَلَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جَدًّا

ثُمَّ دَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ الْعَبَّاسِ وَكَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيمًا فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ الطُّغْمُنُ يَجْرَيْنَ فَطَفِقَ يَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الشَّقِ الْأَخِيرِ فَصَرَفَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ مِنَ الشَّقِ الْأَخِيرِ يَنْظُرُ حَتَّى آتَى مُحَسِّرًا حَرَكًا قَلِيلًا ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّتِي تُخْرِجُكَ إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى حَتَّى آتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَبَاتٍ يُكْبِرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا مِثْلَ حَصَى الْحَذَفِ وَرَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ فَتَحَرَ ثَلَاثًا وَبِئْسَ بَدَنَةً بِيَدِهِ وَأَعْطَى عَلِيًّا فَتَحَرَ مَا غَبَرَ وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَبُجِعِلَتْ فِي قَدْرِ فَطَبَخَتْ فَكَأَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرَبَا مِنْ مَرَقِهَا

ثُمَّ أَقَاضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ فَأَتَى يَنِيَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ وَهُمْ يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ فَقَالَ انْزِعُوا يَنِيَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ لَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمْ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ فَنَأَوَّلُوهُ دَلُّوا فَشَرِبَ مِنْهُ

• امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد (امام محمد باقر علیہ السلام) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے تمام لوگوں سے تعارف دریافت کیا: جب میری باری آئی تو میں نے عرض کی: میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما ہوں تو انہوں نے میری قمیص کا اوپر والا ہٹن کھولا پھر نیچے والا ہٹن کھولا پھر انہوں نے اپنی ہتھیلی میرے سینے پر رکھی میں اس وقت نوجوان تھا انہوں نے فرمایا: تمہیں خوش آمدید! تم جو چاہو پوچھ لو میں نے ان سے سوال کیا وہ اس وقت نابینا ہو چکے تھے اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا تو وہ اٹھے تو انہوں نے ایک نئی ہوئی چادر التحاف کے طور پر لپیٹی جب وہ چادر کو اپنے کندھوں پر رکھتے تو اس کے دونوں کنارے ان کی طرف واپس آ جاتے کیونکہ وہ چادر چھوٹی تھی حالانکہ ان کی بڑی چادر ایک طرف کھوٹی پر لٹکی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے گزارش کی آپ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے 9 کا اشارہ کیا اور بولے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم 9 برس تک حج کیے بغیر رہے پھر دسویں برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں یہ اعلان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے جانے والے ہیں تو مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ آ گئے وہ سب یہ چاہتے تھے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق اعمال بجالائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بھی روانہ ہوئے جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو وہاں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابوبکر کو جنم دیا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھجوایا کہ اب میں کیا کروں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم غسل کر کے کپڑے کو باندھ لو اور احرام باندھ لو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصواء (اونٹنی) پر سوار ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی میدان میں کھڑی ہوئی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جہاں تک نظر کام کرتی تھی وہاں تک دیکھا کہ سامنے سوار اور پیدل لوگ موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بھی اتنے لوگ تھے اور بائیں طرف بھی اتنے لوگ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی اتنے ہی لوگ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

ملہوم سے واقف تھے آپ ﷺ نے جو بھی عمل کیا ہم نے اس کے مطابق عمل کیا آپ ﷺ نے وحدانیت کا اعتراف کرتے ہوئے تلبیہ پڑھا۔

”میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں

پیشک حمد اور نعمت تیرے لیے مخصوص ہے اور بادشاہی بھی تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔“

لوگوں نے بھی انہی الفاظ میں تلبیہ پڑھا تو نبی اکرم ﷺ نے اس تلبیہ کے الفاظ میں سے کسی بھی لفظ سے انہیں نہیں روکا۔ نبی اکرم ﷺ بھی مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا ہمیں عمرے کا خیال تک نہیں تھا جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ تک آئے تو نبی اکرم ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا آپ ﷺ نے تین چکر دوڑتے ہوئے لگائے اور چار چکر عام رفتار سے لگائے پھر آپ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

”تم لوگ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنالو۔“

تو نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا۔

(امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میرے والد یہ فرمایا کرتے تھے میرا یہ خیال ہے کہ انہوں نے یہ حدیث نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ہی ذکر کی ہوگی کہ نبی اکرم ﷺ نے ان دو رکعات میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص کی تلاوت کی۔

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ بیت اللہ کے پاس واپس تشریف لائے آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا پھر آپ ﷺ دروازے سے باہر نکل کر صفا تشریف لے گئے جب آپ ﷺ صفا کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔

”بے شک صفا مردہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں تو ہم اس سے آغاز کریں گے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا ہے تو نبی

اکرم ﷺ نے صفا سے آغاز کیا آپ ﷺ اس پر چڑھے (اس کے اوپر پہنچ کر) جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کو دیکھا تو

اللہ تعالیٰ کی کبیرائی کا تذکرہ لا الہ الا اللہ پڑھا، الحمد للہ پڑھا اور یہ پڑھا:

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے سب بادشاہی اسی کے لئے

مخصوص ہے حمد اسی کے لیے مخصوص ہے وہ زندگی دیتا ہے وہ موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ

کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنے وعدے کو پورا کیا اس نے

اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے (دشمنوں کے) لشکروں کو تنہا پسپا کر دیا۔“

پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے درمیان دعا مانگی اور اسی کی مانند کلمات تین مرتبہ پڑھے پھر آپ ﷺ وہاں سے اتر کر مردہ کی

طرف گئے آپ ﷺ عام رفتار سے چلتے رہے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نشیبی حصے میں پہنچے تو آپ ﷺ نے نشیبی حصے کو دوڑ کر

عبور کیا یہاں تک کہ جب آپ ﷺ اوپر چڑھنے لگے تو آپ ﷺ پھر عام رفتار سے چلنے لگے آپ ﷺ مردہ پر تشریف لائے

آپ ﷺ نے مروہ پر بھی وہی عمل کیا جو آپ ﷺ نے صفا پر کیا تھا جب آپ ﷺ نے مروہ کا آخری چکر لگایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بعد میں جس چیز کا خیال آیا تھا اگر وہ پہلے آ جاتا تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اور اس احرام کو عمرے میں تبدیل کر لیتا تو تم میں سے جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو وہ احرام کھول دے اور اسے عمرے میں تبدیل کر لے تو سب لوگوں نے اپنے احرام کھول دیئے اور بال کٹوا دیئے صرف نبی اکرم ﷺ نے اور جن لوگوں کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا یہ اس سال کے لئے مخصوص ہے؟ یا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: عمرہ حج میں اس طرح داخل ہو گیا اور یہ بات آپ ﷺ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی (آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا) نہیں! بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے (یہ حکم ہے)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے قربانی کے جانور لے کر آئے تو انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس حالت میں پایا کہ وہ احرام کھول چکی تھیں انہوں نے رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سرمہ لگایا ہوا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے بتایا: میرے والد نے مجھے اس بات کی ہدایت کی ہے۔ (راوی کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عراق میں یہ بات بیان کی تھی میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس طرز عمل پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کر سکوں جو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے حوالے سے ذکر کیا تھا اور اس پر میں نے اعتراض کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کیا ہے اس نے ٹھیک کیا ہے جب تم نے حج کی نیت کی تھی تو تم نے کیا نیت کی تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے یہ نیت کی تھی: اے اللہ! میں وہی احرام باندھ رہا ہوں جو تیرے رسول ﷺ نے احرام باندھا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ قربانی کا جانور ہے (اس لیے میں احرام نہیں کھولوں گا) تو تم بھی احرام نہ کھولو۔

راوی بیان کرتے ہیں: قربانی کے وہ جانور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے اور جنہیں نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے لائے تھے۔ ان کی تعداد ایک سو تھی پھر سب لوگوں نے احرام کھول دیا اور بال کٹوا لیے صرف نبی اکرم ﷺ نے ایسا نہیں کیا اور جن لوگوں کے ساتھ قربانی کا جانور تھا انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا جب ترویہ کا دن آیا تو سب لوگ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور وہ لوگ حج کا تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سوار ہوئے آپ ﷺ نے منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز ادا کی پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جب سورج نکل آیا تو آپ ﷺ کے حکم کے تحت آپ ﷺ کے لیے وادی نمرہ میں بالوں سے بنا ہوا خیمہ لگا دیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ روانہ ہوئے قریش (سے تعلق رکھنے والے افراد) کو یہ شک تھا کہ نبی اکرم ﷺ ”مشر حرام“ کے قریب وقوف کریں گے یا مزدلفہ میں وقوف کریں گے جس طرح قریش زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے لیکن نبی اکرم ﷺ وہاں سے آگے گزر گئے اور آپ ﷺ عرفات تشریف لے آئے وہاں آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے لیے وادی نمرہ میں خیمہ لگا دیا گیا ہے۔ نبی

اکرم ﷺ نے وہاں پڑاؤ کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو آپ ﷺ کے حکم کے تحت قصواء پر پالان رکھی گئی آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ وادی کے نشیبی حصے میں آئے آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”بے شک تمہاری جانیں، تمہارے مال تمہارے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح یہ دن اس مہینے میں اس شہر میں قابل احترام ہے یاد رکھنا زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کا عدم قرار دی جاتی ہے اور وہ میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہے۔ زمانہ جاہلیت کے خون کا عدم قرار دیئے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث کے خون (کے مقدمے کو) کا عدم قرار دیتا ہوں جو بنو سعد میں دودھ پیتے بچے تھے اور انہیں ہذیل قبیلے کے افراد نے قتل کر دیا تھا۔ زمانہ جاہلیت کا سود کا عدم قرار دیا جاتا ہے اور میں سب سے پہلے اپنے سود یعنی عباس بن عبدالمطلب نے جو سود لینے ہیں انہیں کا عدم قرار دیتا ہوں وہ سب کے سب کا عدم ہیں۔ خواتین کے بارے میں تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ انہیں حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بچھونے پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم پسند نہیں کرتے ہو اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو تم ان کی پائی کرو لیکن زیادتی نہ کرنا اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں مناسب طریقے سے انہیں رزق اور کپڑے فراہم کرو میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم اسے مضبوطی سے تھام کر رکھو گے تم گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب ہے جب تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا تو تم لوگ کیا کہو گے؟ لوگوں نے عرض کی: ہم اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے تبلیغ کر دی ہے (اپنا فرض) ادا کر دیا ہے اور خیر خواہی کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کیا پھر اسے لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے کہا۔

”اے اللہ! تو گواہ ہو جا! اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔“

یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی تو نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے اقامت کہی تو نبی اکرم ﷺ نے عصر کی نماز ادا کی آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کوئی اور نماز ادا نہیں کی پھر نبی اکرم ﷺ سوار ہوئے پھر موقف تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کا پیٹ صحرات کی طرف کیا اور جبل المشات کو اپنے سامنے کی طرف رکھا اور قبلہ کی طرف رخ کر لیا اس کے بعد آپ ﷺ نے یہیں وقوف کیے رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور تھوڑی سی زردی بھی رخصت ہو گئی جب سورج کی ٹکلیاؤں دب گئی تو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور نبی اکرم ﷺ روانہ ہوئے آپ ﷺ نے قصویٰ کو لگام کے ذریعے کھینچا ہوا تھا یہاں تک کہ اس اونٹنی کا سر پالان کے آگے والی لکڑی کے ساتھ لگ رہا تھا آپ ﷺ اپنے دائیں دست مبارک کے ذریعے یہ فرما رہے تھے اے لوگو! آرام سے چلو آرام سے چلو، جب بھی آپ ﷺ کسی ٹیلے کے پاس آتے تو اس کی لگام کو ذرا ڈھیلا کرتے تاکہ وہ اوپر چڑھ جائے پھر آپ ﷺ مزدلفہ آ گئے وہاں آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ہمراہ ادا کی ان دونوں کے درمیان کوئی نماز ادا نہیں

کی پھر نبی اکرم ﷺ لیٹ گئے۔

یہاں تک کہ صبح صادق ہوئی آپ ﷺ نے صبح صادق کے فوراً بعد فجر کی نماز ایک اقامت اور ایک اذان کے ساتھ ادا کی پھر آپ ﷺ قصویٰ پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر حرام تک آئے آپ ﷺ اس پر چڑھے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی کبریائی اور اس کے معبود ہونے کا اعتراف کیا (یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ پڑھا) آپ ﷺ وہیں وقوف کیے رہے یہاں تک کہ اچھی خاصی روشنی ہو گئی پھر آپ ﷺ سورج نکلنے سے پہلے ہی وہاں روانہ ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو پیچھے بٹھالیا وہ خوبصورت بالوں والے گورے چٹے خوبصورت آدمی تھے جب نبی اکرم ﷺ وہاں سے گزر رہے تھے تو وہاں سے کچھ خواتین بھی چلتی ہوئی گزریں حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک دوسری طرف رکھا تو حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا اور اصرار دیکھنے لگے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ وادی حمر میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو تھوڑی سی حرکت دی پھر آپ ﷺ درمیانی راستے پر چلتے رہے جو جرہ کبریٰ تک لے کر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ درخت کے پاس موجود جرہ کے پاس آئے آپ ﷺ نے اسے سات کنکریاں ماریں آپ ﷺ ہر کنکری کے ساتھ بکیر پڑھتے رہے یہ کنکریاں اتنی تھیں جو چٹکی میں آجائیں۔ آپ ﷺ نے وادی کے نشیبی حصے سے کنکریاں ماریں وہاں سے آپ ﷺ قربان گاہ کی طرف واپس چلے گئے اور آپ ﷺ نے 63 اونٹ اپنے دست مبارک کے ذریعے خر کے باقی بچ جانے والے اونٹ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیے تو انہوں نے باقی رہ جانے والے اونٹ بھی نحر کر دیے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں قربانی کے جانوروں میں شراکت دار بنایا پھر آپ ﷺ نے ہر قربانی کے اونٹ کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اس میں سے تھوڑا سا گوشت لے کر ایک ہنڈیا میں پکایا جائے انہیں پکایا گیا اور ان دونوں حضرات نے ان کا گوشت کھایا اور ان کا شور بہ پیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے آپ ﷺ نے مکہ میں ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ ﷺ بنو عبدالمطلب کے پاس تشریف لائے وہ آب زم زم پلا رہے تھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بنو مطلب (پانی) نکالتے رہو اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غالب آجائیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی نکالتا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کی طرف پیالا بڑھایا تو نبی اکرم ﷺ نے پانی پیا۔

3075- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ الْعَبْدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو حَدَّثَنِي يَحْيَى

بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَجِّ عَلَى أَنْوَاعٍ ثَلَاثَةٍ لِمَنْ مِنْ أَهْلِ بَحْجٍ وَعُمْرَةٍ مَعًا وَمِنْ أَهْلِ بَحْجٍ مُفْرَدٍ وَمِنْ أَهْلِ بَعْمُرَةٍ مُفْرَدَةٍ فَمَنْ كَانَ أَهْلُ بَحْجٍ وَعُمْرَةٍ مَعًا لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ مِمَّا حُرِّمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ مَنَاسِكَ الْحَجِّ وَمَنْ أَهْلُ بَحْجٍ مُفْرَدًا لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ مِمَّا حُرِّمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ مَنَاسِكَ الْحَجِّ وَمَنْ أَهْلُ بَعْمُرَةٍ مُفْرَدَةٍ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَلًّا مَا حُرِّمَ عَنْهُ حَتَّى يَسْتَقْبِلَ حَجًّا

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لیے روانہ ہوئے، ہماری تین قسمیں تھیں، ہم میں سے کچھ لوگ حج اور عمرہ ایک ساتھ کرنے کا تلبیہ پڑھ رہے تھے، ہم میں سے کچھ لوگ صرف حج کا تلبیہ پڑھ رہے تھے اور ہم میں سے کچھ لوگ صرف عمرہ کا تلبیہ پڑھ رہے تھے، جو لوگ حج اور عمرے کا ایک ساتھ تلبیہ پڑھ رہے تھے ان کے لیے جو چیزیں ممنوع ہوئی تھیں وہ ان میں سے کسی کے لیے بھی حلال نہیں ہوئیں، جب تک انہوں نے حج کے تمام مناسک ادا نہیں کر لیے، جن لوگوں نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا تھا ان کے لیے بھی ایسی کوئی چیز حلال نہیں ہوئی جو ان کے لیے حرام قرار دی گئی تھی، اس وقت تک جب تک انہوں نے تمام مناسک حج ادا نہیں کر لیے، جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، انہوں نے بیت اللہ کا طواف کرنے اور صفا و مروہ کے چکر لگانے کے بعد احرام کھول دیا، یعنی وہ ان چیزوں کے لیے حلال ہو گئے جو ان کے لیے حرام تھیں، یہاں تک کہ انہوں نے حج کے لیے نئے سرے سے (احرام) باندھا۔

3078- حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ حَجَّاتٍ حَجَّتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ وَحَجَّةً بَعْدَ مَا هَاجَرَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَقَرْنَ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً وَاجْتَمَعَ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا جَاءَ بِهِ عَلِيُّ مِائَةَ بَدَنَةٍ مِنْهَا جَمَلٌ لِأَبِي جَهْلٍ لَيْسَ أَلَيْهِ بُرَّةٌ مِنْ لُصَّةٍ فَتَحَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا وَيَسْتَيْنِ وَتَحَرَّ عَلِيُّ مَا غَبَرَ لَيْلَ لَهُ مَنْ ذَكَرَهُ قَالَ جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ وَابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

• قاسم بن محمد نے اپنی سند کے ساتھ سفیان کا یہ قول نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے تین حج کیے تھے دو حج آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے کیے تھے اور ایک حج آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد کیا تھا آپ ﷺ نے اپنے اس حج کے ساتھ عمرے کو ملایا تھا۔ قربانی کے جو جانور نبی اکرم ﷺ لے کر آئے تھے اور جو جانور حضرت علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے تھے اکٹھے ہو کر ایک سو اونٹ بنتے تھے جن میں سے ایک ابو جہل کا وہ مخصوص اونٹ بھی تھا جس کی ناک میں چاندی کا بنا ہوا چھلا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے 63 اونٹ نحر کیے تھے باقی بچ جانے والے اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کیے تھے۔

سفیان سے پوچھا گیا یہ بات کس نے ذکر کی ہے تو انہوں نے بتایا: یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے جبکہ ابن ابی لیلیٰ نے حکم کے حوالے سے مقسام کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

بَابُ الْمُحْصِرِ

باب 85: جس شخص کو محصور کر دیا جائے (یعنی جو حج میں شریک نہ ہو سکے)

3077- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ عُثَيْمٍ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي

يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ حَدَّثَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ عَمْرِو الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرَجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةُ أُخْرَى فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَا صَدَقَ

•• حضرت حجج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کی کوئی ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے جو شخص لنگڑا ہو جائے تو وہ احرام کھول دے اس پر بعد میں حج کرنا لازم ہوگا۔ عکرمہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو حضرت حجج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے سنائی تو ان دونوں حضرات نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے۔

3078- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْأَبَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ الْحَجَّاجَ بْنَ عَمْرِو عَنْ حَبِيسِ الْمُعَرِّمِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُسِرَ أَوْ مَرِحَ أَوْ عَرَجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ قَالَ عِكْرِمَةُ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَا صَدَقَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فَوَجَدْتُهُ فِي جُزْءِ هِشَامِ صَاحِبِ الدُّسْتَوَائِي فَاتَّبَعْتُ بِهِ مَعْمَرًا لَقَرَأَ عَلَيَّ أَوْ قَرَأْتُ عَلَيْهِ

•• عبداللہ بن رافع کہتے ہیں میں نے حضرت حجج بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احرام والے شخص کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے جس کی (کوئی ہڈی وغیرہ) ٹوٹ جائے وہ بیمار ہو جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے تو وہ احرام کھول دے اس پر بعد میں حج کرنا لازم ہوگا۔

عکرمہ کہتے ہیں میں نے اس حوالے سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو سنائی اور ان دونوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے۔ مجھے (اس روایت کے راوی امام عبدالرزاق رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ یہ روایت دستوائی کے شاگرد ہشام کے جزء میں بھی مل گئی میں یہ روایت لے کر معمر کے پاس آیا تو انہوں نے یہ میرے سامنے پڑھ کر سنائی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میں نے ان کے سامنے یہ پڑھ کر سنائی۔

احصار کے معنی و مفہوم کا بیان

احصار کے معنی لغت کے اعتبار سے تو روک لیا جانا ہیں اور اصطلاح فقہ میں احرام باندھ لینے کے بعد حج یا عمرہ سے روکا جانا احصار کہلاتا ہے۔

جس شخص پر ایسا واقعہ پیش آ جائے یعنی جس شخص نے احرام باندھا اور پھر جس کام کے واسطے یعنی حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھا تھا اس کے ادا کرنے سے وہ رکا گیا تو اس کو محصر کہتے ہیں۔

فقہ حنفی کے مطابق ثبوت احصار کے ذرائع کا بیان

فقہ حنفی کے مطابق احصار کی کئی صورتیں ہیں جو اس چیز کی ادائیگی سے کہ جس کا احرام باندھا ہے یعنی حج یا عمرہ، حقیقہ یا شرعاً مانع ہو جاتی ہیں، ان صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کسی دشمن کا خوف ہو! دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا درندہ جانور۔ مثلاً یہ معلوم ہو کہ راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہے جو حج کو ستاتا ہے یا لوثا ہے یا مارتا ہے آگے نہیں جانے دیتا، یا ایسے ہی کسی جگہ شیر وغیرہ کی موجودگی کا علم ہو۔

(۲) بیماری! احرام باندھنے کے بعد ایسا بیمار ہو جائے کہ اس کی وجہ سے آگے نہ جاسکتا ہو یا آگے جاتا تو مکتا ہے مگر مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو۔

(۳) عورت کا محرم نہ رہے! احرام باندھنے کے بعد عورت کا محرم یا اس کا خاوند مر جائے، یا کہیں چلا جائے یا آگے جانے سے انکار کر دے۔

(۴) خرچ کم ہو جائے! مثلاً احرام باندھنے کے بعد مال و اسباب چوری ہو جائے، یا پہلے ہی سے خرچ کم لے کر چلا ہو اور اب آگے کی ضروریات کے لئے روپیہ پیسہ نہ رہے۔

(۵) عورت کے لئے عدت! احرام باندھنے کے بعد عورت کا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے جس کی وجہ سے وہ پابند عدت ہو جائے تو یہ احصار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ عورت اس وقت مقیم ہے اور اس کے جاء قیام سے مکہ بقدر مسافت سفر نہیں ہے تو احصار نہیں سمجھا جائے گا۔

(۶) راستہ بھول جائے اور کوئی راہ بتانے والا نہ مل سکے

(۷) عورت کو اس کا شوہر منع کر دے! بشرطیکہ اس نے حج کا احرام اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر باندھا ہو، حج فرض کے روکنے اور حج نفل میں اجازت دینے کے بعد روکنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہے۔

(۸) لونڈی یا غلام کو اس کا مالک منع کر دے۔

احصار کی یہ تمام صورتیں حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہیں، بقیہ تینوں ائمہ کے ہاں احصار کی صرف ایک ہی صورت یعنی دشمن کا خود ہے، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک دیگر صورتوں میں احصار درست نہیں ہوتا بلکہ احرام کی حالت برقرار رہتی ہے۔

احصار کے بارے میں حکم کا بیان

جس محرم کو احصار کی مندرجہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آ جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اگر مفرد ہو تو ایک ہدی کا جانور مثلاً ایک بکری اور اگر قارن ہو تو دو ہدی کے جانور مثلاً دو بکری کسی شخص کے ذریعہ حرم میں بھیج دے تاکہ وہ اس کی طرف سے وہاں ذبح ہو۔ یا قیمت بھیج دے کہ وہاں ہدی کا جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ذبح کا دن اور وقت بھی متعین کر دے یعنی جس شخص کے ذریعہ جانور حرم بھیج رہا ہو اس کو یہ تاکید کر کے کہ یہ جانور وہاں فلاں دن اور فلاں وقت ذبح کیا جائے پھر وہ

اس متعین دن اور وقت کے بعد احرام کھول دے، سر منڈانے یا بال کتروانے کی ضرورت نہیں! اور پھر آئندہ سال اس کی قضا کرے ہاں طور کہ اگر اس نے احصار کی وجہ سے حج کا احرام اتارا ہے تو اس کے بدلہ ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور قرآن کا احرام اتارا ہے تو اس کے بدلہ ایک حج اور دو عمرے کرے جب کہ عمرہ کا احرام اتارنے کی صورت میں صرف ایک عمرہ کیا جائے گا۔

اگر ہدی کا جانور بھیجنے کے بعد احصار جاتا رہے اور یہ ممکن ہو کہ اگر محصر روانہ ہو جائے تو قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے پہنچ جائے گا اور حج بھی مل جائے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ فوراً روانہ ہو جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر اس پر فوراً جانا واجب نہیں ہوگا۔ تاہم اگر وہ حج کو روانہ ہو جائے اور وہاں اس وقت پہنچے جب کہ ہدی کا جانور بھی ذبح ہو چکا ہو اور حج کا وقت بھی گزر چکا ہو تو اس صورت میں عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دے۔

حج فوت ہو جانے کا مطلب اور اس کا حکم

حج فوت ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص حج کے لئے گیا، اس نے احرام بھی باندھ لیا تھا مگر کوئی ایسی بات پیش آ گئی کہ عرفہ کے دن زوال آفتاب کے بعد سے بقرعید کی صبح تک کے عرصہ میں ایک منٹ کے لئے بھی وقوف عرفات نہ کر سکا، (یاد رہے کہ وقوف عرفات کا وقت عرفہ کے دن زوال آفتاب کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور بقرعید کی فجر طلوع ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے اس عرصہ میں وقوف عرفات فرض ہے۔ خواہ ایک منٹ کے لئے ہی کیوں نہ ہو تو اس صورت میں حج فوت ہو جائے گا اور جس شخص کا حج فوت ہو جاتا ہے اسے فائت الحج کہتے ہیں۔

جس شخص کا حج فوت ہو جائے اس کو چاہئے کہ عمرہ کر کے یعنی خانہ کعبہ کا طواف اور صفا مردہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد احرام کھول دے، اگر مفرد ہو تو ایک عمرہ کرے اور اگر قارن ہو دو عمرے کرے اور اس کے بعد سر منڈا دے یا بال اترا دے اور پھر سال آئندہ میں اس حج کی قضا کرے۔

صلح حدیبیہ کا تاریخی پس منظر اور احصار کا بیان:

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے۔ پیغمبر کا خواب ظاہر ہے کہ محض خواب و خیال نہ ہو سکتا تھا وہ تو وحی کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور آگے چل کر آیت 27 میں اللہ تعالیٰ نے توثیق کر دی ہے کہ یہ خواب ہم نے اپنے رسول کو دکھایا تھا۔ اس لیے درحقیقت یہ نرا خواب نہ تھا بلکہ ایک الہی اشارہ تھا جس کی پیروی کرنا حضور کے لیے ضروری تھا۔

بظاہر اسباب اس ہدایت پر عمل کرنے کی کوئی صورت ممکن نظر نہ آتی تھی۔ کفار قریش نے ۱۱ سال سے مسلمانوں کے لیے ہیبت اللہ کا راستہ بند کر رکھا تھا اور اس پوری مدت میں کسی مسلمان کو انہوں نے حج اور عمرے تک کے لیے حدود حرم کے قریب نہ پھٹکنے دیا تھا۔ اب آخر یہ کیسے توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کی ایک جمیعت کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے دیں گے۔ عمرے کا احرام باندھ کر جنگی ساز و سامان ساتھ لیے ہوئے لکھنا گویا خودکشی کو دعوت دینا تھا اور غیر مسلح جانے کے معنی اپنی

اور اپنے ساتھیوں کی جان خطرے میں ڈالنے کے تھے۔ ان حالات میں کوئی شخص یہ نہ سمجھ سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس اشارے پر عمل کیا جائے تو کیسے۔

مگر پیغمبر کا منصب یہ تھا کہ اس کا رب جو حکم بھی اس کو دے وہ بے کھٹکے اس پر عمل کر گزرے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بلا تامل اپنا خواب صحابہ کرام کو سنا کر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ آس پاس کے قبائل میں بھی آپ نے اعلان عام کر دیا کہ ہم عمرے کے لیے جا رہے ہیں جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے وہ آجائے۔ جن لوگوں کی نگاہ ظاہری اسباب پر تھی انہوں نے سمجھا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی آپ کے ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوا۔ مگر جو اللہ اور اس کے رسول پر سچا ایمان رکھتے تھے انہیں اس امر کی کوئی پروا نہ تھی کہ انجام کیا ہوگا۔ ان کے لیے بس یہ کافی تھا کہ اللہ کا اشارہ ہے اور اس کا رسول تمہیں حکم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اس کے بعد کوئی چیز ان کو رسول خدا کا ساتھ دینے سے روک نہ سکتی تھی۔ 1400 صحابی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معیت میں اس نہایت خطرناک سفر پر جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

ذی القعدہ 6ھ کے آغاز میں یہ مبارک قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر سب نے عمرے کا احرام باندھا۔ قربانی کے لیے 70 اونٹ ساتھ لیے جن کی گردنوں میں ہدی کی علامت کے طور پر قلاوے پڑے ہوئے تھے۔ پرکوں میں صرف ایک ایک کو اور کھلی جس کی تمام زائرین حرم کو عرب کے معروف قاعدے کے مطابق اجازت تھی اور اس کے سوا کوئی سامان جنگ ساتھ نہ لیا۔ اس طرح یہ قافلہ لبیک لبیک کی صدائیں بلند کرتا ہوا بیت اللہ کی طرف چل پڑا۔

اس وقت مکہ اور مدینے کے تعلقات کی جو نوعیت تھی، عرب کا بچہ بچہ اس کو جانتا تھا۔ ابھی پچھلے سال ہی تو شوال 5ھ میں قریش نے قبائل عرب کی متحد طاقت کے ساتھ مدینے پر چڑھائی کی تھی اور غزوہ احزاب کا مشہور معرکہ پیش آچکا تھا۔ اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اتنے بڑے قافلے کے ساتھ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو پورے عرب کی نگاہیں اس عجیب سفر کی طرف مرکوز ہو گئیں اور لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ یہ قافلہ لڑنے کے لیے نہیں جا رہا ہے بلکہ ماہ حرام میں، احرام باندھ کر ہدی کے اونٹ ساتھ لیے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرنے جا رہا ہے اور قطعی طور پر غیر مسلح ہے۔

قریش کے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس اقدام نے سخت پریشانی میں ڈال دیا۔ ذی القعدہ کا مہینہ ان حرام مہینوں میں سے تھا جو صد ہا برس سے عرب میں حج و زیارت کے لیے محترم سمجھے جاتے تھے۔ اس مہینے میں جو قافلہ احرام باندھ کر حج یا عمرے کے لیے جا رہا ہو اسے روکنے کا کسی کو حق نہ تھا، حتیٰ کہ کسی قبیلے سے اس کی دشمنی بھی ہو تو عرب کے مسلمہ قوانین کی رو سے اسے اپنے علاقے سے اس کے گزرنے میں ممانعت نہ ہو سکتا تھا۔ قریش کے لوگ اس الجھن میں پڑ گئے کہ اگر ہم مدینے کے اس قافلے پر حملہ کر کے اسے مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں تو پورے ملک میں اس پر شور مچ جائے گا۔ عرب کا ہر شخص پکاراٹھے گا کہ یہ سراسر زیادتی ہے۔ تمام قبائل عرب یہ سمجھیں گے کہ ہم خانہ کعبہ کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ ہر قبیلہ اس تشویش میں مبتلا ہو جائے گا کہ آئندہ کسی کوچ اور عمرہ کرنے دینا یا نہ کرنے دینا اب ہماری مرضی پر موقوف ہے، جس سے بھی ہم ناراض ہو گے اسے بیت اللہ کی زیارت کرنے سے اسی طرح روک دیں گے جس طرح آج مدینے کے ان زائرین کو روک رہے ہیں۔ یہ ایسی غلطی ہوگی کہ جس

سے سارا عرب ہم سے منحرف ہو جائے گا۔ لیکن اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے بڑے قافلے کے ساتھ بخیریت اپنے شہر میں داخل ہو جانے دیتے ہیں تو پورے ملک میں ہماری ہوا اکٹڑ جائے گی اور لوگ کہیں گے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرعوب ہو گئے۔ آخر کار بڑی شش و پنج کے بعد ان کی جاہلانہ حیثیت ہی ان پر غالب آ کر رہی اور انہوں نے اپنی ناک کی خاطر یہ فیصلہ کر لیا کہ کسی قیمت پر بھی اس قافلے کو شہر میں داخل نہیں ہونے دینا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی کعب کے ایک شخص کو مخبر کی حیثیت سے آگے بھیج رکھا تھا تا کہ وہ قریش کے ارادوں اور ان کی نقل و حرکت سے آپ کو بروقت مطلع کرتا رہے۔ جب آپ عسفان پہنچے تو اس نے آ کر آپ کو اطلاع دی کہ قریش کے لوگ پوری تیاری کے ساتھ ذی طویٰ کے مقام پر پہنچ گئے ہیں اور خالد بن ولید کو انہوں نے 200 سواروں کے ساتھ کراع العظیم کی طرف آگے بھیج دیا ہے تاکہ وہ آپ کا راستہ روکیں۔ قریش کی چال یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح آنحضرت کے ساتھیوں سے چھیڑ چھاڑ کر کے ان کو اشتعال دلائیں اور پھر اگر لڑائی ہو جائے تو پورے ملک میں یہ مشہور کر دیں کہ یہ لوگ دراصل آئے تھے لڑنے کے لیے، مگر بہانہ انہوں نے عمرے کا کیا تھا اور احرام محض دھوکہ دینے کے لیے باندھ رکھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اطلاع پاتے ہی فوراً راستہ بدل دیا اور ایک نہایت دشوار گزار راستہ سے سخت مشقت اٹھا کر حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے جو عین حرم کی سرحد پر واقع تھا۔ یہاں بنی خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقا اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کس غرض کے لیے آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے، صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف ہمارے پیش نظر ہے۔ یہی بات ان لوگوں نے جا کر قریش کے سرداروں کو بتادی اور ان کو مشورہ دیا کہ وہ ان زائرین حرم کا راستہ نہ روکیں۔ مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے اور انہوں نے اجابیش کے سردار حلی بن علقمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ کو واپس جانے پر آمادہ کرے۔ سردار بن قریش کا مقصد یہ تھا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بات نہ مانیں گے تو وہ ان سے ناراض ہو کر پلٹے گا اور پھر اجابیش کی پوری طاقت ہمارے ساتھ ہوگی۔ مگر جب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سارا قافلہ احرام بند ہے، حدی کے اونٹ سامنے کھڑے ہیں جن کی گردنوں میں قلاوے پڑے ہوئے ہیں، اور یہ لوگ لڑنے کے لیے نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بات کہے بغیر مکہ کی طرف پلٹ گیا اور اس نے جا کر قریش کے سرداروں سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ لوگ بیت اللہ کی عظمت مان کر اس کی زیارت کے لیے آئے ہیں اگر تم ان کو روکو گے تو اجابیش اس کام میں تمہارا ساتھ ہرگز نہ دیں گے۔ ہم تمہارے حلیف اس لیے نہیں بنے ہیں کہ تم حرمات کو پامال کرو اور ہم اس میں تمہاری حمایت کریں۔

پھر قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی آیا اور اس نے اپنے نزدیک بڑی اونچ نیچ سمجھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ آپ مکہ میں داخل ہونے کے ارادے سے باز آ جائیں، مگر آپ نے اس کو بھی وہی جواب دیا جو بنی خزاعہ کے سردار کو دیا تھا کہ ہم لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے ہیں بلکہ بیت اللہ کی تعظیم کرنے والے بن کر ایک دینی فریضہ بجالانے کے لیے آئے ہیں۔ واپس جا کر عروہ نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی گیا ہوں، مگر

خدا کی قسم، میں نے اصحاب محمد کو جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فدائی دیکھا ہے ایسا منظر کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے ہاں بھی نہیں دیکھا۔ ان لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب پانی کا ایک قطرہ تک زمین پر نہیں گرنے دیتے اور سب اپنے جسم پر کپڑوں پر مل لیتے ہیں۔ اب تو لوگ سوچ لو کہ تمہارا مقابلہ کس سے ہے۔

اس دوران جبکہ پیغام رسانوں کی آمد و رفت اور گفت و شنید کا یہ سلسلہ جاری تھا، قریش کے لوگ بار بار یہ کوشش کرتے رہے کہ چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیمپ پر چھاپے مار کر صحابہ کو اشتعال دلائیں اور کسی نہ کسی طرح ان سے کوئی ایسا اقدام کرا لیں جس سے لڑائی کا بہانہ ہاتھ آ جائے۔ مگر ہر مرتبہ صحابہ کے صبر و ضبط اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت و فراست نے ان کی ساری تدبیروں کو ناکام کر دیا۔ ایک دفعہ ان کے چالیس پچاس آدمی رات کے وقت آئے اور مسلمانوں کے پڑاؤ پر پتھر اور تیر برسانے لگے۔ صحابہ نے ان سب کو گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ مگر آپ نے ان سب کو چھوڑ دیا۔ ایک اور موقع پر معجم کی طرف سے 80 آدمی عین نماز فجر کے وقت آئے اور انہوں نے اچانک چھاپہ مار دیا۔ یہ لوگ بھی پکڑے گئے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی رہا کر دیا۔ اس طرح قریش کی اپنی ہر چال اور ہر تدبیر میں ناکامی ہوتی چلی گئی۔

آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی بنا کر مکہ بھیجا اور ان کے ذریعے سے سرداران قریش کو یہ پیغام دیا کہ ہم جنگ کے لیے نہیں بلکہ زیارت کے لیے ہدیٰ ساتھ لے کر آئے ہیں، طواف اور قربانی کر کے واپس چلے جائیں گے۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ ہی میں روک لیا۔ اس دوران یہ خبر اڑ گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے ہیں، اور ان کے واپس نہ آنے سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر سچی ہے۔ اب مزید تحمل کا کوئی موقع نہ تھا۔ مکہ میں داخلہ کی بات تو دوسری تھی، اس کے لیے طاقت کا استعمال ہرگز پیش نظر نہ تھا۔ مگر جب نوبت سفیر کے قتل تک پہنچ گئی تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے اس بات پر بیعت لی کہ اب یہاں سے ہم مرتے دم تک پیچھے نہ ہٹیں گے۔ موقع کی نزاکت نگاہ میں ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کوئی معمولی بیعت نہ تھی۔ مسلمان صرف 1400 تھے اور کسی سامان جنگ کے بغیر آئے تھے۔ اپنے مرکز سے ڈھائی سو میل دور، عین مکہ کی سرحد پر ٹھہرے ہوئے تھے، جہاں دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو سکتا تھا اور گرد و پیش سے اپنے حالی قبیلوں کو لا کر بھی انہیں گھیرے میں لے سکتا تھا۔ اس کے باوجود ایک شخص کے سوا پورا قافلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر مرنے مارنے کی بیعت کرنے کے لیے بلا تامل آمادہ ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر ان لوگوں کو اخلاص ایمانی اور راہ خدا میں ان کی فدائیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہی وہ بیعت ہے جو بیعت رضوان کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلطی تھی۔ وہ خود بھی واپس آ گئے اور قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد بھی صلح کی بات چیت کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ اب قریش اپنی اس ضد سے ہٹ گئے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو سرے سے مکہ میں داخل ہی نہ ہونے دیں گے۔ البتہ اپنی ناک بچانے کے لیے ان کا صرف یہ اصرار تھا کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں، آئندہ سال آپ عمرے کے لیے آ سکتے

ہیں۔ طویل گفت و شنید کے بعد جن شرائط پر صلح نامہ لکھا گیا وہ یہ تھیں:

دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی، اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ طور پر نہ کوئی بھڑائی نہ کی جائے گی۔

اس دوران قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلا جائے گا اسے آپ واپس کر دیں گے اور آپ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس چلا جائے گا اسے واپس نہ کریں گے۔
قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہوتا ہے اسے اس کا اختیار ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال واپس جائیں گے اور آئندہ دس سال وہ عمرے کے لیے آ کر تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں، بشرطیکہ پر تلوں میں صرف ایک ایک تلوار لے کر آئیں اور کوئی سامان حرب ساتھ نہ لائیں۔ ان تین دنوں میں اہل مکہ ان کے لیے شہر خالی کر دیں گے (تاکہ کسی تصادم کی نوبت نہ آئے)۔ مگر واپس جاتے ہوئے وہ یہاں کے کسی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے۔

جس وقت اس معاہدے کی شرائط طے ہو رہی تھیں، مسلمانوں کا پورا لشکر سخت مضطرب تھا۔ کوئی شخص بھی ان مصیحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جنہیں نگاہ میں رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شرائط قبول فرما رہے تھے۔ کسی کی نظر اتنی دور رس نہ تھی کہ اس صلح کے نتیجے میں جو خیر عظیم رونما ہونے والی تھی اسے دیکھ سکے۔ کفار قریش اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے اور مسلمان اس پر بے تاب تھے کہ ہم آخر دب کر یہ ذلیل شرائط کیوں قبول کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے بالغ انظر مدبر تک کا یہ حال تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے بعد کبھی میرے دل میں شک نے راہ نہ پائی تھی، مگر اس موقع پر میں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ وہ بے چین ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا "کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ پھر آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں اختیار کریں؟" انہوں نے جواب دیا "اے عمر! وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا"۔ پھر ان سے صبر نہ ہوا جا کر یہی سوالات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی کیے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کو ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ بعد میں حضرت عمر مدتوں اس پر نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس گستاخی کو معاف فرمادے جو اس روز ان سے شان رسالت میں ہو گئی تھی۔

سب سے زیادہ دو باتیں اس معاہدے میں لوگوں کو بری طرح کھل رہی تھیں۔ ایک شرط نمبر 2 جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ یہ صریح نامساوی شرط ہے۔ اگر مکہ سے بھاگ کر آنے والوں کو ہم واپس کریں تو مدینہ سے بھاگ کر جانے والے کو کیوں نہ واپس کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا جو ہمارے ہاں سے بھاگ کر ان کے پاس چلا جائے وہ آخر ہمارے کس کام کا ہے؟ اللہ اسے ہم سے دور ہی رکھے۔ اور جو ان کے ہاں سے بھاگ کر ہمارے پاس آ جائے اسے اگر ہم واپس کر دیں گے تو

اللہ اس کے لیے خلاصی کی کوئی اور صورت پیدا فرمادے گا۔ دوسری چیز جو لوگوں کے دلوں میں کھٹک رہی تھی وہ چوتھی شرط تھی۔ مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اسے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ تمام عرب کے سامنے گویا ہم ناکام واپس جا رہے ہیں۔ مزید برآں یہ سوال بھی دلوں میں خلش پیدا کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں طواف کر رہے ہیں، مگر یہاں تو ہم طواف کیے بغیر واپس جانے کی شرط مان رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر لوگوں کو سمجھا کہ خواب میں آخر اسی سال طواف کرنے کی صراحت تو نہ تھی۔ شرائط صلح کے مطابق اس سال نہیں تو اگلے سال انشاء اللہ طواف ہوگا۔

جلتی پرتیل کا کام جس واقعہ نے کیا وہ یہ تھا کہ عین اس وقت جب صلح کا معاہدہ لکھا جا رہا تھا، سہیل بن عمرو کے اپنے صاحبزادے ابو جندل، جو مسلمان ہو چکے تھے اور کفار مکہ نے ان کو قید کر رکھا تھا، کسی نہ کسی طرح بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور جسم پر تشدد کے نشانات تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کی کہ مجھے اس جس بے جا سے نجات دلائی جائے۔ صحابہ کرام کے لیے یہ حالت دیکھ کر ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ مگر سہیل بن عمرو نے کہا کہ صلح نامے کی تحریر چاہے مکمل نہ ہوئی ہو، شرائط تو ہمارے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی ہیں، اس لیے اس لڑکے کو میرے حوالے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی حجت تسلیم فرمائی اور ابو جندل ظالموں کے حوالے کر دیے گئے۔

صلح سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اب یہیں قربانی کر کے سرمنڈواؤ اور احرام ختم کر دو۔ مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ حکم دیا، مگر صحابہ پر اس وقت رنج و غم اور دلی شکستگی کا ایسا شدید غلبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے دور رسالت میں اس ایک موقع کے سوا کبھی یہ صورت پیش نہ آئی تھی کہ آپ صحابہ کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لیے دوڑ نہ پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر سخت صدمہ ہوا اور آپ نے اپنے خیمے میں جا کر ام المومنین حضرت ام سلمہ سے اپنی کبیدہ خاطر کی کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ بس خاموشی کے ساتھ تشریف لے جا کر خود اپنا اونٹ ذبح فرمائیں اور حجام کو بلا کر اپنا سر منڈوا لیں۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپ کے عمل کی پیروی کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ اب بدلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے بھی قربانیاں کر لیں، سرمنڈوا لیے یا بال ترشوا لیے اور احرام سے نکل آئے۔ مگر دل ان کے غم سے کٹے جا رہے تھے۔

اس کے بعد جب یہ قافلہ حدیبیہ کی صلح کو اپنی شکست اور کمزوری سمجھتا ہوا مدینہ کی طرف واپس جا رہا تھا، اس وقت فحجان کے مقام پر (یا بقول بعض کراع الغمیم کے مقام پر) یہ سورت نازل ہوئی، جس نے مسلمانوں کو بتایا کہ یہ صلح جس کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں دراصل فتح عظیم ہے۔ اس کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا آج مجھ پر وہ چیز نازل ہوئی ہے جو میرے لیے دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ پھر یہ سورت آپ نے تلاوت فرمائی اور خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسے سنایا کیونکہ وہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھے۔

اگرچہ اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سن کر ہی مطمئن ہو گئے تھے، مگر کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اس صلح کے فوائد ایک ایک کرتے کھلتے چلے گئے یہاں تک کہ کسی کو بھی اس امر میں شک نہ رہا کہ فی الواقع یہ صلح ایک عظیم الشان فتح تھی۔

اس میں پہلی مرتبہ عرب میں اسلامی ریاست کا وجود باقاعدہ تسلیم کیا گیا۔ اس سے پہلے تک عربوں کی نگاہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی حیثیت محض قریش اور قبائل عرب کے خلاف خروج کرنے والے ایک گروہ کی تھی اور ان کو برادری باہر سمجھتے تھے۔ اب خود قریش ہی نے آپ سے معاہدہ کر کے سلطنت اسلامی کے مقبوضات پر آپ کا اقتدار مان لیا اور قبائل عرب کے لیے یہ دروازہ بھی کھول دیا کہ ان دونوں سیاسی طاقتوں میں کچس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدات کر لیں۔

مسلمانوں کے لیے زیارت بیت اللہ کا حق تسلیم کر کے قریش نے آپ سے آپ کو یا یہ بھی مان لیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے جیسا کہ وہ اب تک کہتے چلے آ رہے تھے، بلکہ عرب کے مسلمہ ادیان میں سے ایک ہے اور دوسرے عربوں کی طرح اس کے پیرو بھی حج و عمرہ کے مناسک ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس سے اہل عرب کے دلوں کی وہ نفرت کم ہو گئی جو قریش کے پروپیگنڈا سے اسلام کے خلاف پیدا ہو گئی تھی۔

دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ ہو جانے سے مسلمانوں کو امن میسر آ گیا اور انہوں نے عرب تمام اطراف و نواح میں پھیل کر اس تیزی سے اسلام کی اشاعت کی کہ صلح حدیبیہ سے پہلے پورے 19 سال میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے تھے جتنے اس کے بعد دو سال کے اندر ہو گئے۔ یہ اسی صلح کی برکت تھی کہ یا تو وہ وقت تھا جب حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ 1400 آدمی آئے تھے، یا دو ہی سال کے بعد جب قریش کی عہد شکنی کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی تو دس ہزار کا لشکر آپ کے ہمراہ تھا۔

قریش کی طرف سے جنگ بند ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ موقع مل گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کر لیں اور اسلامی قانون کے اجراء سے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب و تمدن بنادیں۔ یہی وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی آیت 3 میں فرمایا کہ "آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

قریش سے صلح کے بعد جنوب کی طرف سے اطمینان نصیب ہو جانے کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں نے شمال (زیر) عرب اور وسط عرب کی تمام مخالف طاقتوں کو با آسانی مسخر کر لیا۔ صلح حدیبیہ پر تین ہی مہینے گزرے تھے کہ یہودیوں کا سب سے بڑا گڑھ خیبر فتح ہو گیا اور اس کے بعد فدک، وادی القریٰ، یتنا اور تبوک کی یہودی بستیاں اسلام کے زیر نگیں آتی چلی گئیں۔ پھر وسط عرب کے وہ تمام قبیلے بھی، جو یہود و قریش کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھتے تھے، ایک ایک کر کے تابع فرمان ہو گئے۔ اس طرح حدیبیہ کی صلح نے دو ہی سال کے اندر عرب میں قوت کا توازن اتنا بدل دیا کہ قریش اور مشرکین کی طاقت دب کر رہ گئی اور اسلام کا غلبہ یقینی ہو گیا۔

یہ تھیں وہ برکات جو مسلمانوں کو اس صلح سے حاصل ہوئیں جسے وہ اپنی ناکامی اور قریش اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے۔ سب سے زیادہ جو چیز اس صلح میں مسلمانوں کو ناگوار ہوئی تھی اور جسے قریش اپنی جیت سمجھتا تھا کہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانے والوں کو واپس کر دیا جائے گا اور مدینہ سے بھاگ کر مکہ جانے والوں کو واپس نہ کیا جائے گا۔ مگر تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ یہ معاملہ بھی قریش پر الٹا پڑا اور تجربہ نے بتا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ دور رس نے اس کے کن نتائج کو دیکھ کر یہ شرط قبول کی تھی۔ صلح کے کچھ دنوں

بعد مکہ سے ایک مسلمان ابوبصیر قریش کی قید سے بھاگ نکلے اور مدینہ پہنچے۔ قریش نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدے کے مطابق انہیں ان لوگوں کے حوالے کر دیا جو ان کی گرفتاری کے لیے مکہ سے بھیجے گئے تھے۔ مگر مکہ جاتے ہوئے راستے میں وہ پھر ان کی گرفت سے بچ نکلے اور ساحل بحیرہ احمر کے اس راستے پر جا بیٹھے جس سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ اس کے بعد جس مسلمان کو بھی قریش کی قید سے بھاگ نکلنے کا موقع ملتا وہ مدینہ جانے کے بجائے ابوبصیر کر ٹھکانے پہنچ جاتا، یہاں تک کہ 70 آدمی جمع ہو گئے اور انہوں نے قریش کے قافلوں پر چھاپے مار مار کر ان کا ناطقہ تنگ کر دیا۔ آخر کار قریش نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیں اور حدیبیہ کے معاہدے کی وہ شرط آپ سے آپ ساقط ہو گئی۔ (کتب سیر و تاریخ اسلام)

بَاب فِدْيَةِ الْمُحْصِرِ

یہ باب محصور ہونے والے شخص کے فدیہ کے بیان میں ہے

3079- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ (فَفِدْيَةُ مَنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) قَالَ كَعْبٌ فِيَّ أَنْزَلْتَ كَانَ بِيْ أَدَى مِنْ رَأْسِيْ فَحُمِلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمَلُ يَتَنَازَرُ عَلَيَّ وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَرَى الْجُهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى اتَّجِدُ شَاةً لَّكَ لَا قَالَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (فَفِدْيَةُ مَنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) قَالَ فَالْصَّوْمُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَالصَّدَقَةُ عَلَى سِتَّةِ نَسَاكِينَ لِكُلِّ مَسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ وَالنُّسُكُ شَاةً

عبداللہ بن معقل کہتے ہیں میں مسجد میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بیٹھا اور میں نے ان سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا۔

”تو اس کا فدیہ یہ روزے رکھنا ہوگا یا صدقہ کرنا ہوگا یا قربانی ہوگی۔“

تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا: یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی میرے سر میں تکلیف تھی مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اس وقت جو میں میرے چہرے پر گر رہی تھیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ تمہیں اتنی تکلیف لاحق ہوگی جو اس وقت مجھے نظر آ رہی ہے کیا تمہارے پاس کوئی بکری ہے میں نے عرض کی: جی نہیں! راوی کہتے ہیں: تو آیت نازل ہوئی۔

”تو اس کا فدیہ یہ روزے رکھنا ہوگا یا صدقہ کرنا ہوگا یا قربانی ہوگی۔“

3079: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1816، ورمقه الحديث: 4517، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2075، ورمقه الحديث: 2876، أخرجه الترمذی فی

"المعجم" رقم الحديث: 2873

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: روزے رکھنے ہیں تو تین دن کے ہوں گے، صدقہ کرنا ہے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا جن میں سے ہر مسکین کو نصف صاع دیا جائے گا اور قربانی ایک بکری کی ہوگی۔

محصر حلال ہو کر ایک بکری قربانی کیلئے حرم بھیجے

اور جب اس کیلئے حلال ہونا جائز ہوا تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ ایک بکری ذبح کیلئے حرم میں بھیجے۔ اور جس کو ہدی دیکر بھیجے اس سے ایک متعین دن کا وعدہ کرے کہ وہ اس کی ہدی کو اسی وقت میں ذبح کرے گا۔ اس کے بعد وہ حلال ہو جائے گا۔ اور احصار کی قربانی حرم میں اس لئے بھیجی گئی ہے کیونکہ وہ ایک عبادت ہے۔ اور خون بہانے کا عبادت ہونا صرف زمان و مکان کے ساتھ خاص ہونے سے عبادت معلوم ہوا ہے۔ جس طرح گزر چکا ہے لہذا وہ زمان و مکان کے بغیر عبادت نہ ہوگی۔ اور اس سے حلال ہونا بھی واقع نہ ہوگا۔ اور اسی حکم کیلئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اس میں اشارہ ہے اسلئے کہ ہدی اس کو کہتے ہیں جو حرم بھیجی جائے۔“

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہدایہ کے ان الفاظ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محصر ہدی کا جانور ذبح ہونے سے پہلے احرام نہیں کھوتا اسی لئے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی محصر نے ہدی کا جانور حرم روانہ کیا اور اس جانور کو لے جانے والے سے یہ تاکید کی کہ اس جانور کو فلاں دن اور فلاں وقت ذبح کر دینا اور پھر اس نے اس متعین دن میں یہ سمجھ کر کہ اب جانور ذبح ہو گیا ہوگا اپنے کو احرام سے باہر سمجھ لیا اور کوئی ایسا فعل کیا جو حالت احرام میں ممنوع ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ہدی کا وہ جانور اس متعین دن ذبح نہیں ہوا تھا یا ذبح تو اسی دن ہوا تھا مگر حرم میں ذبح ہونے کی بجائے حرم سے باہر ذبح ہو گیا تھا تو اس صورت میں اس نے خلاف احرام جس قدر فعل کئے ہوں گے ہر فعل کے عوض جزاء دینی پڑے گی۔ (فتح القدیر، کتاب الحج، بیروت)

امام شافعی کے نزدیک ہدی کی حرم کے ساتھ عدم تعین کا بیان

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ اس کو حرم کے ساتھ موقت نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ رخصت کے ساتھ مشروع کی گئی ہے۔ اور توقیت تخفیف کی وجہ سے باطل ہو جاتی ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اصل میں تخفیف کی رعایت کی گئی ہے جبکہ اسکی انتہاء کی رعایت نہیں کی گئی۔ اور بکری جائز ہے کیونکہ وہ نص سے بیان شدہ قربانی ہے۔ اور وہ کم از کم بکری ہے اور اس کیلئے اونٹ اور گائے یا ان کا ساتواں حصہ بھی کافی ہے۔ جس طرح اضحیہ میں ہے۔ اور ہمارا ذکر کردہ حکم سے مراد کوئی معین بکری نہیں ہے کیونکہ اس طرح بھیجتا ممکن ہے۔ البتہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بکری کی قیمت بھیج دے تاکہ وہاں سے بکری خرید کر قربانی کی جائے۔

احصار کی قربانی کے مکان میں فقہ شافعی و حنفی کے اختلاف کا بیان

احصار کی ہدی کے علاوہ باقی ہدایا کے بارے میں تو حنفیہ اور شوافع کا اتفاق ہے کہ وہ حرم کے علاوہ اور کہیں ذبح نہ کی جائیں مگر حج یا عمرہ کے احصار کی ہدی کہاں ذبح کی جائے؟ اس بارے میں دونوں کے اختلافی اقوال ہیں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ احصار کی ہدی اسی جگہ ذبح کی جائے جہاں احصار کی صورت پیش آئی ہو جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ احصار

کی ہدی حرم میں بھیجی جائے اور وہاں ذبح ہو، حرم کے علاوہ اور کہیں ذبح نہ کی جائے، کیونکہ خاص دنوں میں اور خاص موقع پر ہدی کا ذبح ہونا عبادت ہے۔ اور جب یہ بات ہے کہ ایک خاص وقت اور خاص جگہ ہدی کا ذبح کرنا عبادت شمار کیا جاتا ہے تو اگر اس کے خلاف کیا گیا یعنی اس ہدی کو ذبح کرنے کی جو خاص جگہ یعنی حرم ہے اگر وہاں یہ ہدی ذبح نہ کی گئی تو عبادت کہاں رہی اور جب عبادت نہ رہی تو اس کی وجہ سے حلال ہونا یعنی احرام کھولنا کس طرح درست ہوگا۔

حضرت امام شافعی کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے اپنی ہدی حدیبیہ میں ذبح کی جو حل میں یعنی حرم سے باہر ہے۔

اس کا جواب حنفیہ کی جانب سے یہ دیا جاتا ہے کہ اس موقع پر ہدی کے جانوروں کا حرم میں پہنچنا ممکن ہی نہیں تھا اس مجبوری کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ نے اپنی ہدی وہیں ذبح کر دی۔ نیز بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ تو حل میں ہے اور کچھ حصہ حرم میں ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے ہدی کے جانور حدیبیہ کے اس حصہ میں ذبح کئے ہوں جو حرم میں شامل ہے۔

قربانی حرم بھیجنے والے پر حلق و قصر کے عدم وجوب کا بیان

امام قدوری علیہ الرحمہ کا قول کہ پھر وہ حلال ہو جائے گا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ اس پر حلق و قصر واجب نہیں ہے یہی طرفین نے کہا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر واجب ہے۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں محصر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا حکم دیا۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حلق کا عبادت ہونا افعال حج پر واقع ہونے سے معلوم ہوا ہے لہذا وہ افعال حج سے پہلے نسا نہ ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سر منڈوانا اسلئے تھا تا کہ واپسی پر ان کے ارادے کا مضبوط ہونا معلوم ہو۔

(ہدایہ کتاب الحج، لاہور)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد تو یہ کہتے ہیں کہ محصر کے لئے سر منڈوانا یا بال کتر وانا ضروری نہیں ہے کیونکہ حلق سر منڈوانا تقصیر بال کتر وانا اسی صورت میں عبادت شمار کیا جاتا ہے جب کہ افعال حج کی ترتیب میں ہو لہذا جب حج کے افعال ادا ہی نہ ہوں تو ان کو عبادت شمار نہیں کر سکتے جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ نے حلق یا تقصری اس مقصد سے کیا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بس اب واپسی کا پختہ ارادہ ہو گیا ہے۔

اور عمرہ کی ادائیگی کی صورت نہیں رہی ہے حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک محصر کو اگرچہ سر منڈوانا یا کتر وانا چاہئے لیکن اگر وہ سر نہ منڈوائے یا بال نہ کتروائے تو اس صورت میں بھی احرام سے باہر ہو جائے گا اور بطور جزاء اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ عمرے کے لئے گئے تو کفار قریش نے ہمیں خانہ کعبہ پہنچنے سے پہلے حدیبیہ میں روک دیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہدی کے جانور وہیں ذبح کئے اور سر منڈوایا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء میں سے کچھ نے بال کتروائے اور کچھ نے سر منڈوایا۔ (بخاری)

3080- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَذَانِي الْقَمْلُ أَنْ أَخْلِقَ رَأْسِي وَأَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمَ سِتَّةَ مَسَاكِينٍ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ لَيْسَ عِنْدِي مَا أَنْسُكُ

حضرت کعب بن جحرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میری جوؤں نے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے ہدایت کی کہ میں اپنا سر منڈوا دوں اور تین روزے رکھوں یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤں، نبی اکرم ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ میرے پاس قربانی کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

احصار کی تعریف میں مذاہب ائمہ کا بیان

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر دشمن سفر حج پر نہ جانے دے اور راستہ میں کسی جگہ روک لے تو یہ احصار ہے اب محرم حرم میں قربانی بھیج دے اور جب قربانی ذبح ہو جائے گی تو وہ حلالی ہو جائے گا امام ابوحنیفہ کے نزدیک راستہ میں دشمن کے روکنے کے علاوہ راستہ میں بیمار ہو جانا اور سفر کے قابل نہ رہنا بھی احصار ہے اور لغت میں احصار اسی کو کہتے ہیں اور احادیث بھی اس کی مؤید ہیں علماء مذاہب کی تصریحات حسب ذیل ہیں۔

اگر دشمن حج یا عمرہ کے لیے جانے نہ دے تو یہ احصار (روک دینا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک کا یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے (المکف والعمیون ج ۱ ص ۲۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) علامہ ابن عربی مالکی لکھتے ہیں: احصار دشمن کو منع کرنے اور روکنے کے ساتھ خاص ہے حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک کا یہی قول ہے اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے لیکن اکثر علماء لغت کی رائے یہ ہے کہ احصر کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی شخص کو مرض عارض ہو اور وہ اس کو کسی جگہ جانے سے روک دے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ) علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: احصار صرف دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے مریض کو محصر نہیں کہتے حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس اور حضرت انس کا یہی قول ہے امام مالک امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے لیکن ابن قتیبہ نے یہ کہا ہے کہ جب مرض یا دشمن سفر کرنے سے روک دیں تو یہ احصار ہے۔ (زاد البیہر ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوبکر بھصاص حنفی لکھتے ہیں: کسائی ابو عبیدہ اور اکثر اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ مرض اور زہر اور آگ ہو جانے کی وجہ سے جو سفر جاری نہ رہ سکے اس کو احصار کہتے ہیں اور اگر دشمن سفر نہ کرنے دے تو اس کو محصر کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ اس میں دشمن اور مرض برابر ہیں۔ ایک دم (ہدی کے قربانی کا جانور) بھیج کر محرم حلالی ہو جائے گا جب کہ اس جانور کو حرم میں ذبح کر دیا جائے امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد امام زفر اور ثوری کا یہی مذہب علامہ بھصاص کہتے ہیں کہ جب لغت سے ثابت ہو گیا کہ احصار کا معنی مرض کا روکنا ہے تو اس آیت کا حقیقی معنی یہی ہے کہ جب کوئی مرض تم کو حج یا عمرہ سے روک دے اور دشمن کا روکنا اس میں حکم داخل ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۶۸ مطبوعہ سمائل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

امام ابو حنیفہ کے موقف پر ائمہ لغت کی تصریحات

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ لغت میں سے ابن قتیبہ ابو عبیدہ اور کسائی نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مرض کا لاحق ہونا احصار ہے

اسی سلسلہ میں مشہور امام لغت فراء لکھتے ہیں:

جو شخص سفر میں خوف یا مرض کے لاحق ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ کو پورا نہ کر سکے اس کے لیے عرب احصار کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ (معانی القرآن ج ۷ ص ۱۱۷ مطبوعہ بیروت)

علامہ حماد جوہری لکھتے ہیں: ابن السکیت نے کہا: جب کسی شخص کو مرض سفر سے روک دے تو کہتے ہیں حصرہ المرض اخفش نے

کہا: جب کسی شخص کو مرض روک دے تو کہتے ہیں: احصرنی مرضی۔ (الصراح ج ۲ ص ۶۳۲ مطبوعہ دارالعلم بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام ابو حنیفہ کے موقف پر احادیث سے استدلال

احادیث میں تصریح ہے کہ جب کوئی شخص مرض لاحق ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ کا سفر جاری نہ رکھ سکے تو اگلے سال اس کی

قضاء کرے۔ امام ابوداؤد در روایت کرتے ہیں:

حضرت حجاج بن عمرو انصاری کہتے ہیں کہ جس شخص کی ہڈی ٹوٹ گئی یا ٹانگ ٹوٹ گئی تو وہ حلال ہو گیا اور اس پر اگلے سال حج

ہے ایک اور سند سے روایت ہے: یا وہ بیمار ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۷ مطبوعہ مطبع مجتہدی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی۔ (امام ابویسی محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۵۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن ماجہ۔ (امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۲۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(امام ابوبکر احمد بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ المصنف ج ۱ ص ۱۳۹-۱۴۸ مطبوعہ دارالقرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

امام بخاری لکھتے ہیں: عطاء نے کہا: ہر وہ چیز جو حج کرنے سے روک دے وہ احصار ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی ۱۴۸۱ھ)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس شخص کوئی عذر حج کرنے سے روک دے

اس کے سوا اور کوئی چیز مانع ہو تو وہ حلال ہو جائے اور رجوع نہ کرے اور جس وقت وہ محصر ہو تو اگر اس کے پاس قربانی ہو اور وہ اس

حرم میں بیچنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہی ذبح کر دے اور اگر وہ اس کو حرم میں بیچنے کی استطاعت رکھتا ہو تو جب تک وہ قربانی

میں ذبح نہیں ہوگی وہ حلال نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۲-۲۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی ۱۴۸۱ھ)

اس حدیث میں عذر کے لفظ سے استدلال ہے جو عام ہے اور دشمن کے منع کرنے اور بیمار پڑنے دونوں کو شامل ہے۔

امام ابو حنیفہ کے موقف پر آثار صحابہ سے استدلال

امام ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: جس شخص نے حج کا احرام باندھا پھر وہ

ہو گیا یا کوئی اور رکاوٹ پیش آ گئی تو وہ وہاں ٹھہرا رہے حتیٰ کہ ایام حج گزر جائیں پھر عمرہ عمرہ کر کے لوٹ آئے اور اگلے سال حج

کرے۔ (المصنف ج ۱-۲ ص ۱۶۱ مطبوعہ دارالقرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرہ کرنے گئے جب ہم ذات السقوف میں پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کو (سانپ یا) بچھونے ڈس لیا ہم راستہ میں بیٹھ گئے تاکہ اس کا شرعی حکم معلوم کریں ناگاہ ایک قافلہ میں حضرت ابن مسعود آ پہنچے ہم نے بتایا کہ ہمارا ساتھی ڈسا گیا ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کی طرف سے ایک قربانی حرم میں بھیجو اور ایک دن مقرر کر لو جب وہ حدی حرم میں ذبح کر دی جائے تو یہ حلال ہو جائے گا۔ (المصنف ج ۱-۲ ص ۱۶۱ مطبوعہ دارالقرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

امام ابو حنیفہ کے موقف پر اقوال تابعین سے استدلال

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجاہد بیان کرتے ہیں: جس شخص کو حج یا عمرہ کے سفر میں کوئی رکاوٹ درپیش ہو خواہ مرض ہو یا دشمن وہ احصار ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

عطاء نے کہا: ہر وہ چیز جو سفر سے روک دے وہ احصار ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)
قنادہ نے کہا: جب کوئی شخص مرض یا دشمن کی وجہ سے سفر جاری نہ رکھ سکے تو وہ حرم میں ایک قربانی بھیج دے اور جب وہ قربانی ذبح ہو جائے گی تو وہ حلال ہو جائے گا، (جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)
ابراہیم نخعی نے کہا: مرض ہو یا ہڈی ٹوٹ جائے یا دشمن نہ جانے دے یہ سب احصار ہیں۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

امام ابو حنیفہ کے موقف کی ہمہ گیری اور معقولیت

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشاد آثار صحابہ اور اقوال تابعین ائمہ لغت کی تصریحات ان سب سے امام ابو حنیفہ کا مسلک ثابت ہے کہ احصار دشمن کے روکنے اور مرض کے خارج ہونے دونوں کو شامل ہے اور اس میں یسر اور سہولت ہے اسلام ہر مسئلہ کا حکم پیش کرتا ہے ائمہ ثلاثہ کے موقف پر یہ اشکال ہوگا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے سفر میں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اپنا سفر جاری نہ رکھ سکے تو اس کے لیے اسلام میں کیا حل ہے؟ ہر چند کہ اب ہوئی جہاز کے ذریعہ بیشتر حجاج کرام حج اور عمرہ کا سفر کرتے ہیں لیکن پھر بھی بہت سے علاقوں سے لوگ سڑک کے ذریعہ سفر کرتے ہیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۶ ہجری میں اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے جب آپ مقام حدیبیہ پر پہنچے تو کفار نے آپ کو مکہ جانے سے روک دیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر کے دو بیٹے سالم اور عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں حجاج نے حضرت ابن الزبیر پر مکہ میں حملہ کیا ہوا تھا ان دنوں میں حضرت ابن عمر نے حج کا ارادہ کیا ان کے بیٹوں نے منع کیا کہ اس سال آپ حج نہ کریں ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے گا حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان کفار حائل ہو گئے تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی قربانی کی اونٹنی کو خر کیا اور اپنا سر مونڈ لیا اور میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ لازم کر لیا ہے میں ان شاء اللہ روانہ ہوں گا اگر کوئی رکاوٹ نہ ہوئی تو

میں عمرہ کروں گا اور اگر کوئی رکاوٹ پیش آئی تو میں طرح طرح کروں گا جس طرح نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کیا تھا پھر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر کچھ دور چل کر کہا: احصار میں عمرہ اور حج دونوں برابر ہیں میں عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کرتا ہوں پھر یوم نحر کو قربانی کر کے وہ حلال ہو گئے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ نور محمد راج المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

ہر چند کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جو احصار پیش آیا تھا وہ دشمن کی وجہ سے تھا لیکن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مرض کی وجہ سے رکاوٹ کو بھی یہ حل بیان فرمایا ہے اس لیے دلائل شرعیہ کی قوت یسر ہمہ گیری اور معقولیت کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ کے مؤقف کی بہ نسبت امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا مسلک رائج ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوا اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈواؤ۔ (البقرہ: ۱۹۶)

مصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعیین میں امام ابو حنیفہ کا مسلک

امام ابو حنیفہ کے جو شخص راستہ میں مرض یا دشمن کی وجہ سے رک جائے وہ کسی اور شخص کے ہاتھ قربانی (اونٹ گائے یا بکری) یا اس کی قیمت بھی دے اور ایک دن مقرر کر لے کہ فلاں دن اس قربانی کو حرم میں ذبح کیا جائے گا اور اس دن وہ اپنا احرام کھول دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس وقت تک سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے اور قربانی کی جگہ حرم ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جس جگہ کسی شخص کو رک جانا پڑے وہی قربانی کر کے احرام کھول دے کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حدیبیہ میں رک جانا پڑا تھا اور آپ نے حدیبیہ میں ہی قربانی کی اور امام بخاری نے لکھا ہے کہ حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ نور محمد راج المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس دلیل کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کا بعض حصہ حرم سے خارج ہے اور بعض حصہ حرم میں اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حدیبیہ کے جس حصہ میں رکے تھے وہ حرم میں تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے ابو نعیم سے روایت کیا ہے کہ عطاء نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قیام حرم میں تھا۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ ادارة المطبعة السعید مصر ۱۳۳۸ھ)

علامہ ابویحیٰ اندلسی لکھتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جس جگہ روک دیا گیا تھا آپ نے وہیں قربانی کی تھی وہ مکہ حدیبیہ کی ایک طرف تھی جس کا نام الربی ہے اور یہ اسفل مکہ میں ہے اور وہ حرم ہے نہ ہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اونٹ کو حرم میں نحر کیا تھا واقعہ یہ کہ حدیبیہ مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر طرف حرم میں ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے۔ (البقرہ: ۱۹۶)

مصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعیین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: محل کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد حرم ہے حضرت ابن مسعود حسن بصری عطاء

طاؤس مجاہد ابن سیرین ثوری اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں حرم کور کاؤٹ پیش آئی وہ اس جگہ قربانی کا جائز ذبح کر کے احرام کھول دے امام مالک امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔

(زاد المعیر ج ۱ ص ۲۰۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی۔ ۱ (علامہ ابوالحسن علی بن حبیب شافعی ماوردی بصری متوفی ۳۵۰ھ)

(المکتب والعلوم ج ۱ ص ۲۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور علامہ ابن العربی۔ ۲ (علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ) (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ) مالکی نے بھی یہی لکھا ہے:

قوت دلائل کے اعتبار سے ابو حنیفہ کا مسلک رائج ہے اور یسر اور سہولت کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ کا مسلک رائج ہے کیونکہ بیمار یا دشمن میں گھرے ہوئے آدمی کے لیے اس وقت تک انتظار کرنا جب تک قربانی حرم میں ذبح ہو بہت مشکل اور دشوار ہوگا اس کے برعکس موضع احصار میں قربانی کر کے احرام کھول دینے میں اس کے لیے بہت آسانی ہے جب کہ اس طریقہ کو محصر کی آسانی ہی کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔ (تفسیر بیان القرآن، ج ۱، لاہور)

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

یہ باب احرام والے شخص کے چھپنے لگوانے کے بیان میں ہے

3081- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَا سَفِيَّانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ

•• حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے چھپنے لگوائے تھے حالانکہ آپ ﷺ نے اس وقت روزہ بھی رکھا ہوا تھا اور احرام بھی باندھا ہوا تھا۔

3082- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الصَّفِيٍّ عَنْ ابْنِ حُثَيْمٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ

جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَنْ رَهْصَةِ أَخِيهِ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چھپنے لگوائے تھے، آپ ﷺ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ایک تکلیف کی وجہ سے چھپنے لگوائے تھے جو آپ ﷺ کو لاحق ہوئی تھی۔

بَابُ مَا يَذْهَنُ بِهِ الْمُحْرِمُ

باب 88: احرام والا شخص کون سی قسم کا تیل لگا سکتا ہے؟

3083- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قُرَيْدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ

3083: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جَبْرِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْهَنُ رَأْسَهُ بِالزَّيْتِ وَهُوَ مُحَرَّمٌ غَيْرَ الْمُقْتَتِ
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر میں تیل لگایا ہوا تھا اس وقت آپ ﷺ احرام
 باندھے ہوئے تھے وہ تیل خوشبودار نہیں تھا۔

بَابُ الْمُحَرَّمِ يَمُوتُ

یہ باب احرام والے شخص کے فوت ہو جانے کے بیان میں ہے

3084- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ
 ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا أَوْقَصَتْهُ رَاِحِلَتُهُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ
 فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَيِّرُوا وَجْهَهُ وَلَا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبَّيًا
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص کی اونٹنی نے اسے نیچے گرا دیا (اور وہ شخص فوت ہو گیا) اس
 شخص نے احرام باندھا ہوا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے پانی اور پیری کے پتوں کے ذریعے غسل دو اور اسے انہی کپڑوں کا
 کفن دو اس کا چہرہ نہیں ڈھانپنا اور سر بھی نہیں ڈھانپنا اسے قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے زندہ کیا جائے گا۔

حَالَتِ احْرَامٍ فِي دَرْءِ كَيْ تَخْفِيفٍ فِي مَذَاهِبِ اَرْبَعَةٍ كَابَيَانِ

شریعت نے عورت کے لئے پردہ ہر حال میں لازم کیا ہے البتہ اس کے لئے احرام میں پردے میں تخفیف کر دی ہے کہ عورت
 چہرے پر نقاب وغیرہ نہ ڈالے بلکہ چہرہ کھلا رکھے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:
 عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ اَقَالَ: الْمُحَرَّمَةُ لَا تَتَّقِبُ وَلَا تَلْبِسُ الْقَفَازِينَ . (بخاری)
 البتہ کسی نامحرم کے سامنے آنے پر وہ اپنے چہرے کو چھپالے تاکہ اس جگہ بدنکائی اور بے پردگی نہ ہو۔ چنانچہ صحابیات کا بھی
 یہی عمل رہا حضرت عائشہ کی روایت ہے:

كَانَ الرِّكْبَانُ يَمْزُونَ بِنَا وَنَحْنُ مُحَرَّمَاتٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ إِذَا جَاوَزُوا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا
 لَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ . (ابوداؤد، ۱۵۶، ۱)

چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت اپنے سر پر اس طرح کپڑا ڈال سکتی ہے کہ وہ کپڑا چہرے کو نہ لگے اور پردہ بھی ہو جائے۔
 چنانچہ کتاب المہبوط میں ہے:

قَالَ (وَلَا يَأْسُ بَأَن تَسْدِلَ الْخِمَارَ عَلَى وَجْهِهَا مِنْ فَوْقِ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِ لَا يَصِيبُ وَجْهَهَا) وَقَدْ
 بَيَّنَّا ذَلِكَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَأَن تَغْطِيَةَ الْوَجْهَ إِنَّمَا يَحْصُلُ بِمَا يَمَاسُ وَجْهَهَا دُونَ مَا لَا
 يَمَاسُهُ وَيَكْرَهُ لَهَا أَنْ تَلْبِسَ الْبُرْقَ لِأَن ذَلِكَ يَمَاسُ وَجْهَهَا . (کتاب المہبوط للرحمنی ص ۱۶۱، ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ)

ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

(وتغطی رأسها) ای لا وجهها الا أنها إن غطت وجهها بشيء متجاف جاز وفي النهاية: ان سدل الشيء على وجهها واجب عليها ودلت المسئلة على ان المرأة منهية عن اظهار وجهها للأجانب بلا ضرورة وكذا في المحيط: وفي الفتح قالوا: والمستحب أن تسدل على وجهها شيئاً وتجاهليه. (كتاب المناہک ملا علی قاری)

الفقه الحنفی وأدلته میں ہے:

وفي رواية له ولا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين وقوله: لا يلبس خبر بمعنى النهي وعند وجود الاجانب فالارضاء واجب عليها وعند عدمه يجب على الاجانب غض البصر لقول الحنفية اعمال الحديث من جهة وصرف الفتنة من جهة أخرى (ملا علی قاری وادلت برط: دار الکلم الطیب)

نیز یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ حکم صرف احناف کے ہاں ہی نہیں بلکہ چاروں ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں۔

اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے کہ وہ اس سے اپنے سر کو ڈھانپے اور اپنی بالوں کو چھپائے اور اوپر کی جانب اپنے چہرے پر سبیل ڈھک کرے اور سر پر آہستہ کپڑا ڈالے تاکہ اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہوں سے بچائے۔ جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیا کرتی تھیں۔ (بدایہ المجتہد، ج ۳، ص ۴۷۸، دار الکتب العلمیہ)

الفقه المالکی المیسر میں ہے:

واباح المالكية لها ستروجهها عند الفتنة بلا غرز للسائر بآبرة ونحوها وبلا ربط له برأسها بل المطلوب سدله على رأسها ووجهها او تجعله كاللثام وتلقى طرفيه على رأسها بلا غرز ولا ربط. (الميسر للزحيلي، ۲۹۵، دار الکلم الطیب)

فقہ شافعی کی کتاب ”الحاوی الکبیر“ میں ہے۔

ان حرم المرأة في وجهها فلا تغطيها كما كان حرم الرجل في رأسه فلا يغطيها لرواية موسى ابن عقبة عن نافع عن ابن عمر: ان رسول الله نهى ان تنتقب المرأة وهي محرمة وتلبس القفازين.

(الحاوی الکبیر للماوردی، ۶۰۳، دار الکتب العلمیہ)

فقہ حنبلی کی کتاب ”المیسر للزحیلی“ میں ہے:

ومن المحظورات في الاحرام: تعمد تغطية الوجه من الأنثى لكن تسدل على وجهها لحاجة لقوله: لا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين قال الشرح: فيحرم تغطية لانعلم فيه

خلالاً ولا یضر لمس السدل وجہها خللاً للقاضی ابی یعلی قال فی الاقناع: ان غطته لغير حاجة فدت وعلى هذا احرام المرأة فی وجهها فتحرم تغطيته بحو برقع ولقاب وتسدل لحاجة كمرور رجال بها الخ۔ (المعجم الحسیني لمیر ۵۰۲، دار الفکر دمشق)

فقہاء کرام کے مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے چہرے پر نقاب ڈالنا بغیر کسی حائل کے ممنوع ہے بلکہ اسے چاہئے کہ اجانب کی غیر موجودگی میں چہرے کو کھلا رکھے اور ان کی موجودگی میں چہرے کپڑے سے کسی حائل اور فاصلہ رکھنے والی چیز یا نقاب (جیسے ہیٹ والے مروجہ نقاب یا اس جیسی کوئی اور چیز) سے ڈھانپ لے تاکہ بدننگائی اور بے پردگی نہ ہو۔ ہاں اگر کپڑا ہوا کی وجہ سے بار بار چہرے پر پڑ جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ہی کوئی دم وغیرہ لازم آئے گا۔

واحرام المرأة فی وجهها واجاز الشافعية والحنفية ذلك بوجود حاجز عن الوجه فقالوا: للمرأة ان تسدل على وجهها ثوبا متجافيا عنه بخشبة ونحوها سواء فعلته لحاجة من حر او برد او خوف فتنة ونحوها او لغير حاجة فان وقعت الخشبة فاصاب الثوب وجهها بغير اختيارها ورفعه فی الحال فلا فدية۔ (المعجم الاسلامی وادبہ، ۲۸۶۳، دار الفکر، بیروت)

3084 م۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِيلَ لَا أَنَّهُ قَالَ أَعْقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ وَقَالَ لَا تُقَرِّبُوهُ طَيِّبًا فَإِنَّهُ يُنَعَّثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبًّا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں اس کی اونٹنی نے اسے گرا دیا اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تم اسے خوشبو نہ لگانا کیونکہ اسے قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے زندہ کیا جائے گا۔

بَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ يُصِيئُهُ الْمُحْرِمُ

باب 90: احرام والا شخص اگر شکار کرے تو اس کی جزاء

3085 م۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّبْعِ يُصِيئُهُ الْمُحْرِمُ

3084: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1268، رقم الحديث: 1049، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2083، رقم الحديث: 2884، رقم الحديث:

2086، رقم الحديث: 2087، رقم الحديث: 2088، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3238، رقم الحديث: 3239، أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم

الحديث: 951، أخرجه التيسال فی "السنن" رقم الحديث: 1993، رقم الحديث: 2713، رقم الحديث: 2859

3084 م: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1267، رقم الحديث: 1051، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2089، رقم الحديث: 2890، أخرجه التيسال فی

"السنن" رقم الحديث: 2712، رقم الحديث: 2845، رقم الحديث: 2853، رقم الحديث: 2857

کُتِبْنَا وَجَعَلَهُ مِنَ الصَّيْدِ

۵۵ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اگر احرام والا شخص ”بجو“ کا شکار کرے تو اس کا فدیہ ایک ذبیہ ہو گا نبی اکرم ﷺ نے اسے شکار قرار دیا ہے۔

3086- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مَوْهَبٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمِ عَنْ أَبِي الْمُهَزِّمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي بَيْضِ النَّعَامِ يُصَيِّدُ الْمُحَرِّمُ ثَمَنَهُ

۵۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے احرام والے شخص کے شتر مرغ کے انڈے کو نقصان پہنچانے کے بارے میں یہ فرمایا ہے، اسے اس کی قیمت دینا ہوگی۔

حالت احرام ممانعت شکار میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ محرم شکار نہ کرے نہ اس کی طرف دلالت کرے۔ نہ کسی حلال یا حرام کی طرف دلالت کرے۔ اور محرم کیلئے شکار کی ممانعت کا حکم تمام ائمہ کے اجماع سے ہے کیونکہ اس کی ممانعت کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم حالت احرام میں شکار نہ کرو۔ اور اسی طرح یہ نص ہے کہ تم پر حرم میں خشکی کا شکار حرام ہے لہذا جب تک احرام میں ہو اس نص میں اس کی طرف سیادت و دلالت کی ممانعت موجود ہے۔ اسی طرح حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے استدلال بھی اسی طرح ہے۔ (المفنی، ج ۳، ص ۲۷۵، بیروت)

امام ابن جریر کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ مراد طعام سے وہ آبی جانور ہیں جو پانی میں ہی مر جائیں، فرماتے ہیں اس بارے میں ایک روایت مروی ہے گو بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آپ نے آیت (احل لکم صید البحر و طعامہ متاعا لکم) پڑھ کر فرمایا اس کا طعام وہ ہے جسے وہ پھینک دے اور وہ مرا ہوا ہو۔ بعض لوگوں نے اسے بقول ابو ہریرہ موقوف روایت کیا ہے، پھر فرماتا ہے یہ منفعہ ہے تمہارے لئے اور راہِ رو مسافروں کے لئے، یعنی جو سمندر کے کنارے رہتے ہوں اور جو وہاں وارد ہوئے ہوں، پس کنارے رہنے والے تو تازہ شکار خود کھیتے ہیں پانی جسے دھکے دے کر باہر پھینک دے اور مر جائے اسے کھا لیتے ہیں اور نمکین ہو کر دور دراز والوں کو سوکھا ہوا پہنچتا ہے۔

الغرض جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا جانور خواہ مردہ ہی ہو حلال ہے اس کی دلیل علاوہ اس آیت کے امام مالک کی روایت کردہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضور نے سمندر کے کنارے پر ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا جس کا سردار حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا، یہ لوگ کوئی تین سو تھے۔

3085: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 3081 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 651 ورقم الحديث: 1791 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث:

2836 ورقم الحديث: 4384

3086: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں میں بھی ان میں سے تھا ہم ابھی راستے میں ہی تھے جو ہمارے توٹے تھے ختم ہو گئے، امیر لشکر کو جب یہ علم ہوا تو حکم دیا کہ جو کچھ جس کسی کے پاس ہو میرے پاس لاؤ چنانچہ سب جمع کر لیا اب حصہ رسدی کے طور پر ایک مقررہ مقدار ہر ایک کو بانٹ دیتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ہمیں ہر دن ایک ایک کھجور ملنے لگی آخر میں یہ بھی ختم ہو گئی۔ اب سمندر کے کنارے پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ کنارے پر ایک بڑی مچھلی ایک ٹیلے کی طرح پڑی ہوئی ہے، سارے لشکر نے اٹھا رہے راتوں تک اسے کھایا، وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اس کے نیچے سے ایک شتر سوار نکل گیا اور اس کا سر اس پسلی کی ہڈی تک نہ پہنچا، یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا نام غبر تھا ایک روایت میں ہے کہ یہ مردہ ملی تھی اور صحابہ نے آپس میں کہا تھا کہ ہم رسول اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس وقت سخت وقت اور تکلیف میں ہیں اسے کھا لو ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک وہیں رہے اور اسی کو کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم مرنے لگے اور تیار ہو گئے اس کی آنکھ کے سوراخ میں سے ہم چربی ہاتھوں میں بھر کر نکالتے تھے تیرہ شخص اس کی آنکھ کی گہرائی میں بیٹھ گئے تھے، اس کی پسلی کی ہڈی کے درمیان سے ساڑنی سوار گزر جاتا تھا، ہم نے اس کے گوشت اور چربی سے مٹکے بھر لئے جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے روزی تھی جو اللہ جل مجدہ نے تمہیں دی کیا اس کا گوشت اب بھی تمہارے پاس ہے؟ اگر ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ، ہمارے پاس تو تھا ہی ہم نے حضور کی خدمت میں پیش کیا اور خود آپ نے بھی کھایا،

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ میں خود پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اس وجہ سے بعض محدثین کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ دو واقع ہوں اور بعض کہتے ہیں واقعہ تو ایک ہی ہے، شروع میں اللہ کے نبی بھی ان کے ساتھ تھے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر کے سفر کو جاتے ہیں ہمارے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے اگر اسی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کر لینے کی اجازت ہے؟ حضور نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے، امام شافعی امام احمد اور سنن اربعہ والوں نے اسے روایت کیا ہے۔

امام بخاری امام ترمذی امام ابن خزیمہ امام ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحابہ کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے، ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرے میں تھے اتفاق سے مٹیوں کا دل کا دل آ پہنچا ہم نے انہیں مارنا اور پکڑنا شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں انہیں کیا کریں گے؟ چنانچہ ہم نے جا کر حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دریائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جب مٹیاں نکل آئیں اور نقصان پہنچا تیں تو رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ ان سب کو خواہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی ہلاک کر ان کے انڈے تباہ کر ان کا سلسلہ کاٹ دے اور ہماری مغاش سے ان کے منہ بند کر دیے یا اللہ ہمیں روزیاں دے یقیناً تو دعاؤں کا سننے والا ہے، حضرت خالد نے کہا یا رسول اللہ آپ ان کے سلسلہ کے کٹ جانے کی دعا کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی مخلوق ہے آپ نے فرمایا ان کی پیدائش کی اصل مچھلی سے ہے، حضرت زیاد کا

قول ہے کہ جس نے انہیں مچھلی سے ظاہر ہوتے دیکھا تھا خود اسی نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے حرم میں ٹڈی کے شکار سے بھی منع کیا ہے جن فقہا کرام کا یہ مذہب ہے کہ سمندر میں جو کچھ ہے سب حلال ہے ان کا استدلال اسی آیت سے ہے وہ کسی آبی جانور کو حرام نہیں کہتے حضرت ابو بکر صدیق کا وہ قول بیان ہو چکا ہے کہ طعام سے مراد پانی میں رہنے والی ہر ایک چیز ہے۔

بعض حضرات نے صرف مینڈک کو اس حکم سے الگ کر لیا ہے اور مینڈک کے سوا پانی کے تمام جانوروں کو وہ مباح کہتے ہیں کیونکہ مسند وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی آواز اللہ کی تسبیح ہے، بعض اور کہتے ہیں سمندر کے شکار سے مچھلی کھائی جائے گی اور مینڈک نہیں کھایا جائے گا اور باقی کی چیزوں میں اختلاف ہے کچھ تو کہتے ہیں کہ باقی سب حلال ہے اور کچھ کہتے ہیں باقی سب نہ کھایا جائے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ خشکی کے جو جانور حلال ہیں ان جیسے جو جانور پانی کے ہوں وہ بھی حلال ہیں اور خشکی کے جو جانور حرام ہیں ان کی مشابہت کے جو جانور تری کے ہوں وہ بھی حرام۔

یہ سب وجوہ مذہب شافعی میں ہیں حنفی مذہب یہ ہے کہ سمندر میں مرجائے اس کا کھانا حلال نہیں جیسے کہ خشکی میں از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں کیونکہ قرآن نے اپنی موت آپ مرے ہوئے جانور کو آیت (حرمت علیکم الميتہ) میں حرام کر دیا ہے اور یہ عام ہے، ابن مردودہ میں حدیث ہے کہ جو تم شکار کر لو اور وہ زندہ ہو پھر مرجائے تو اسے کھا لو اور جسے پانی آپ ہی پھینک دے اور وہ مرا ہوا الٹا پڑا ہوا اسے نہ کھاؤ، لیکن یہ حدیث مسند کی رو سے منکر ہے صحیح نہیں، مالکیوں شافعیوں اور حنبلیوں کی دلیل ایک تو ہی عنبر والی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال کئے گئے ہیں دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور دو خون کھینچی اور تلی، یہ حدیث مسند احمد ابن ماجہ دار قطنی اور بیہقی میں بھی ہے اور اس کے سوا ہر بھی ہیں اور یہی روایت موقوفاً بھی مروی ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ تم پر احرام کی حالت میں شکار کھیلنا حرام ہے، پس اگر کسی احرام والے نے شکار کر لیا اور اگر قصداً کیا ہے تو اسے کفارہ بھی دینا پڑے گا اور گنہگار بھی ہوگا اور اگر خطا اور غلطی سے شکار کر لیا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا اور اس کا کھانا اس پر حرام ہے خواہ وہ احرام والے ہوں یا نہ ہوں۔ عطا قاسم سالم ابو یوسف محمد بن حسن وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، پھر اگر اسے کھالیا تو عطا وغیرہ کا قول ہے کہ اس پر دو کفارے لازم ہیں۔

لیکن امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ کھانے میں کوئی کفارہ نہیں، جمہور بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں، ابو عمر نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح زانی کے کئی زنا پر حد ایک ہی ہوتی ہے۔

حضرت ابو حنیفہ کا قول ہے کہ شکار کر کے کھانے والے کو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی، ابو ثور کہتے ہیں کہ محرم نے جب کوئی شکار مارا تو اس پر جزا ہے، ہاں اس شکار کا کھانا اس کیلئے حلال ہے لیکن میں اسے اچھا نہیں سمجھتا، کیونکہ فرمان رسول ہے کہ خشکی کے شکار کو کھانا تمہارے لئے حلال ہے جب تک کہ تم آپ شکار نہ کرو اور جب تک کہ خاص تمہارے لئے شکار نہ کیا جائے، اس حدیث

کا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے، ان کا یہ قول غریب ہے، ہاں شکاری کے سوا اور لوگ بھی اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، بعض تو منع کرتے ہیں جیسے پہلے گزر چکا اور بعض جائز بتاتے ہیں ان کی دلدل وہی حدیث ہے جو اوپر ابو ثور کے قول کے بیان میں گزری، واللہ اعلم، اگر کسی ایسے شخص نے شکار کیا جو احرام باندھے ہوئے نہیں پھر اس نے کسی احرام والے کو وہ جانور ہدیے میں دیا تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ مطلقاً حلال ہے خواہ اسی کی نیت ہے شکار کیا ہو خواہ اس کے لئے شکار نہ کیا ہو۔

حضرت عمر حضرت ابو ہریرہ حضرت زبیر حضرت کعب احبار حضرت مجاہد، حضرت عطاء، حضرت سعید بن جبیر اور کوفیوں کا یہی خیال ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ غیر محرم کے شکار کو محرم کھا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا، جب حضرت عمر کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا اگر تو اس کے خلاف فتویٰ دیتا تو میں تیری سزا کرتا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی محرم کو اس کا کھانا درست نہیں، ان کی دلیل اس آیت کے کا عموم ہے حضرت ابن عباس اور ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے اور بھی صحابہ تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں۔

تیسری جماعت نے اس کی تفصیل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی غیر محرم نے کسی محرم کے ارادے سے شکار کیا ہے تو اس محرم کو اس کا کھانا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے ان کی دلیل حضرت صعب بن جشمہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوہ کے میدان میں یا ودان کے میدان میں ایک گور خر شکار کردہ بطور ہدیے کے دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا جس سے صحابی رنجیدہ ہوئے، آ۔ رنج ان کے چہرے پر دیکھ کر رحمۃ للعالمین نے فرمایا اور کچھ خیال نہ کرو ہم نے بوجہ احرام میں ہونے کے ہی اسے واپس کیا ہے، یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے، تو یہ لوٹنا آپ کا اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس نے یہ شکار خاص میرے لئے ہی کیا ہے اور جب شکار محرم کیلئے ہی نہ ہو تو پھر اسے قبول کرنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابو قتادہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بھی جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ تھے ایک گور خر شکار کیا صحابہ جو احرام میں تھے انہوں نے اس کے کھانے میں توقف کیا اور حضور سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اسے اشارہ کیا تھا؟ یا اسے کوئی مدد دی تھی؟ سب نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا پھر کھا لو اور خود آپ نے بھی کھایا یہ واقعہ بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگلی شکار کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اس حالت میں بھی کہ تم احرام میں ہو جب تک کہ خود تم نے شکار نہ کیا ہو اور جب تک کہ خود تمہارے لئے شکار نہ کیا گیا ہو، ابو داؤد و ترمذی نسائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی مطلب کا جابر سے سنا ثابت نہیں، ربیعہ فرماتے ہی کہ عرج میں جناب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ احرام کی حالت میں تھے جاڑوں کے دن تھے ایک چادر سے آپ منہ ڈھکے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم کھا لو انہوں نے کہا اور آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا مجھ میں تم میں فرق ہے یہ شکار میرے لئے کیا گیا ہے اس لئے میں نہیں کھاؤں گا تمہارے لئے نہیں کیا اس لئے تم کھا سکتے ہو۔ (ابن کثیر، ماخذ، ۹۶)

بَاب مَا يَقْتُلُ الْمُحْرَمُ

یہ باب ہے کہ احرام والا شخص کسے قتل کر سکتا ہے؟

3087- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ قَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْحِدَاةُ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: 5 جانور قاسق ہیں انہیں حل اور حرم (ہر جگہ) قتل کیا جائے گا۔ سانپ، کوا، چوہا، پاگل کتا اور چیل۔

3088- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ تَالِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ أَوْ قَالَ فِي قَتْلِهِنَّ وَهُوَ حَرَامٌ الْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”پانچ جانور ایسے ہیں کہ جو شخص انہیں قتل کر دے یا اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔“

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انہیں قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اس وقت جب آدمی حالت احرام میں ہو (وہ جانور یہ ہیں) بچھو، کوا، چیل، چوہا، پاگل کتا۔

3089- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَقْتُلُ الْمُحْرَمُ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ وَالسَّبُعَ الْعَادِيَّ وَالْكَلْبَ الْعَقُورَ وَالْفَارَةَ الْفُؤَيْسِقَةَ فَقِيلَ لَهُ لِمَ قِيلَ لَهَا الْفُؤَيْسِقَةُ قَالَ لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَطَ لَهَا وَقَدْ أَخَذَتِ الْفَتِيلَةَ لِتُحْرَقَ بِهَا النَّيْتُ

••• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”احرام والا شخص سانپ، بچھو، حملہ کرنے والے درندے، پاگل کتے، قاسق چوہے کو مار سکتا ہے۔“

ان سے دریافت کیا گیا: اس کا نام چھوٹا قاسق کیوں رکھا گیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو

3087: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2854، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 2829، ورم الحديث: 2882

3088: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2866

3089: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1848، أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 838

ایک مرتبہ اس کی وجہ سے بیدار ہوتا پڑا تھا کیونکہ اس نے چراغ کی بتی پکڑ لی تھی جس کے نتیجے میں گھر میں آگ لگ سکتی تھی۔

وہ جانور جن کو حالت احرام اور حرم میں مارنا جائز ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ جانور ہیں جن کو حرم میں اور حالت احرام میں مارنا گناہ نہیں ہے (۱) چوہا۔ (۲) کوا (۳) چیل (۴) بچھو (۵) کٹ کھنا کتا۔ (بخاری و مسلم)

الغراب (کوا) سے مراد الغراب الا بقع (ابلق کوا) یعنی وہ سیاہ سفید کوا ہے جو اکثر مردار اور نجاسات کھاتا ہے۔ چنانچہ اگلی روایت میں اس کی وضاحت بھی ہے۔ اس لئے وہ کوا مارنا جائز نہیں ہے جو کھیت کھلیاں کھاتا ہے اور جس کے پورے جسم کا رنگ تو سیاہ اور چونچ و پاؤں کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔

کٹ کھنے کتے کے حکم کے میں وہ تمام درندے جانور شامل ہیں جو حملہ آور ہوتے ہیں، ایسے تمام جانوروں کو حرم میں اور احرام کی حالت میں مارنا جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایذا پہنچانے والے پانچ جانور ہیں جن کو حد و حرم سے باہر بھی اور حد و حرم میں بھی مارا جاسکتا ہے (مارنے والا خواہ احرام کی حالت میں ہو خواہ احرام سے باہر ہو) سانپ، ابلق کوا، چوہا، کٹ کھنا کتا، چیل۔ (بخاری و مسلم)

اس کتے کو مارنا حرام ہے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اس کتے کو بھی مارنا حرام ہے جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو اس سے کوئی ضرر و نقصان بھی نہ پہنچتا ہو۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں جن جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے مارنے کی اجازت صرف انہیں پر منحصر نہیں بلکہ یہی حکم ان تمام جانوروں کا بھی ہے جن سے ایذا پہنچتی ہو جیسے چیونٹی، پسو، پتھر، اور کھٹل وغیرہ۔ ہاں اگر جو کس ماری جائے گی تو پھر حسب استطاعت و توفیق صدقہ دینا واجب ہوگا۔

حالت احرام میں ٹڈی مارنے میں فقہاء احناف کا بیان

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کو دریا کے شکار کی مانند صرف اس اعتبار سے فرمایا ہے، کہ ٹڈی دریائی شکار یعنی مچھلی کے مشابہ ہے کہ جس طرح مچھلی بغیر ذبح کئے ہوئے کھائی جاتی ہے اسی طرح ٹڈی کو بھی بغیر ذبح کئے کھانا درست ہے، چنانچہ محرم کے لئے ٹڈی مارنا جائز نہیں ہے اگر کوئی محرم ٹڈی مارے گا تو اس پر صدقہ جتنا بھی وہ دے سکے گالازم ہوگا۔ نیز ہدایہ میں بھی یہ لکھا ہے کہ ٹڈی جنگل کے شکار کے حکم میں ہے اور ابن ہمام کے قول کے مطابق اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے لئے ٹڈی کا شکار یعنی ٹڈی پکڑنا جائز ہے کیونکہ یہ دریائی شکار کی مانند ہے اور اس آیت کریمہ۔ (أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ) 5۔ المائدہ: 96۔ اور احرام کی حالت میں تمہارے لئے دریائی شکار حلال رکھا گیا ہے کے پیش نظر محرم کے لئے دریا کا شکار جائز ہے۔

جوں مارنے کی جزا کے بارے بیان

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے جب کہ وہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حدیبیہ میں تھے اور وہ کعب رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں تھے یعنی یہ اس موقع کا ذکر ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفقاء کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے تھے لیکن مشرکین نے حدیبیہ میں سب کو روک دیا تھا چنانچہ سب کے ساتھ کعب رضی اللہ عنہ بھی مکہ میں داخل ہونے کے متوقع تھے مگر پھر بعد میں ایک معاہدہ کے تحت کہ جس کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں، سب لوگ عمرہ کے بغیر واپس ہو گئے تھے، بہر کیف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب کے پاس سے گزرے تو وہ ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور جوئیں سر سے جھڑ کر ان کے منہ پر گر رہی تھیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ کیا یہ جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اپنا سر منڈواؤ اور بطور جزاء ایک فرق کھانا چھ مسکینوں کو کھلا دو اور فرق تین صاع کا ہوتا ہے یا تین روزے رکھ لو اور یا ایک جانور جو ذبح کرنے کے قابل ہو، ذبح کرو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عجرہ ایک جلیل القدر انصاری صحابی ہیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ بھی موجود تھے، ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بڑا دلچسپ بھی ہے اور بڑا سبق آموز بھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس ایک بت تھا جس کو یہ پوجا کرتے تھے، عبادہ بن صامت ان کے دوست تھے، ایک دن عبادہ کعب کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ کعب بت کی پوجا کرنے کے بعد گھر سے نکل کر گئے ہیں، عبادہ گھر میں داخل ہوئے اور اس بت کو توڑ ڈالا، جب کعب گھر میں آئے تو دیکھا کہ بت ٹوٹا پڑا ہے، انہیں معلوم ہوا کہ یہ حرکت عبادہ کی ہے، بڑے غضب ناک ہوئے اور چاہا کہ عبادہ کو برا بھلا کہیں مگر پھر سوچ میں پڑ گئے، دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر اس بت کو کچھ بھی قدرت حاصل ہوتی تو اپنے آپ کو بچا لیتا، پس یہ خیال گزرتا تھا کہ شرک و کفر کا اندھیرا چھٹ گیا اور ایمان و صداقت کے نور نے قلب و دماغ کے ایک ایک گوشہ کو منور کر دیا اور اس طرح وہ مشرف باسلام ہو گئے، سچ ہے اللہ تعالیٰ جسے ہدایت یافتہ بنانا ہے اسی طرح ہدایت کی توفیق بخش دیتا ہے۔

بہر کیف اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی محرم کسی عذر مثلاً جوئیں، زخم اور درد وغیرہ کی وجہ سے اپنا سر منڈوائے تو اسے اختیار ہے کہ بطور جزاء چاہے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس طور کہ ہر مسکین کو آدھا صاع گےہوں دے دے، چاہے تین روزے رکھے اور چاہے جانور ذبح کرے۔ چنانچہ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ، البقرة: 196)۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور وہ اپنا سر منڈا دے تو وہ بطور فدیہ یا تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

بَاب مَا يُنْهَى عَنْهُ الْمُنْعَرِمُ مِنَ الصَّيْدِ

یہ باب ہے کہ احرام والے شخص کو جس شکار سے منع کیا گیا ہے

3090 - حَدَّثَنَا أَبُو نَجْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا خَلَقْنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَخَدَّائِنا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ النَّبَاتِيُّ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَلْبَتَا مُعَبُّ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِالْأَنْوَاءِ أَوْ يَوْذَانَ فَأَخَذَنِي لَهُ جَعْفَرٌ وَخَشِي لَمَرَّاهُ عَلَى فَلَمَّا رَأَى ابْنِي وَجْهِي الْكَرَامَةَ قَالَ إِنَّكَ لَنَسِ بَنَاءَ رَدِّ عَلَيْكَ وَلَكِنَّا حُرِّمَ

حضرت - حد بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے میں اس وقت "ابواء" یا شاید "ودان" کے مقام پر موجود تھا میں نے نیل گائے کا گوشت حقے کے طور پر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو وہ آپ ﷺ نے مجھے واپس کر دیا جب آپ ﷺ نے میرے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ ہم اسے تمہیں واپس کرتے لیکن ہم احرام کی حالت میں ہیں۔

3091 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْمِ صَيْدٍ وَهُوَ مُنْعَرِمٌ فَلَمْ يَأْكُلْهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شکار کا گوشت پیش کیا گیا، آپ ﷺ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اسے نہیں کھایا۔

شکار سے کون جانور مراد ہیں؟

محرم کے لئے جس شکار کی ممانعت ہے اس سے مراد جنگلی شکار کو قتل کرنا ہے۔ جنگلی ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کا توالد و تاسل خشکی یا جنگل میں ہوتا ہو گوان کی بود و باش پانی میں ہو جیسے مرغابی وغیرہ۔ اسی طرح شکار اس جانور کو کہتے ہیں جو اصل خلقت میں وحشی ہو خواہ وہ کسی وجہ سے مانوس ہو گیا ہو جیسے ہرن کہ وہ پالنے والے سے مانوس ہو جاتا ہے مگر چونکہ وہ دراصل وحشی ہے اس لئے شکار کہلائے گا خواہ وہ جنگل میں رہتا ہو یا پلا ہوا ہو بہر صورت اس کا شکار کرنے سے جزا واجب ہوگی۔ جو جانور دراصل وحشی نہ ہو اس کا قتل کرنا حالت احرام میں بھی جائز ہے چنانچہ بکری، دنبہ، بھیڑ گائے اونٹ اور گھری پٹی ہوئی بلی بلیغ کو ذبح کرنا محرم کے لئے جائز ہے۔ کہوتر کو فقہاء نے وحشی الاصل قرار دیا ہے اس لئے اس کے شکار پر جزا واجب ہوتی ہے۔ دریائی جانوروں کا شکار آیت

3090: اخرج البخاری فی "المص" رقم الحدیث: 1025، رقم الحدیث: 2573، رقم الحدیث: 2599، اخرج مسلم فی "المص" رقم الحدیث: 2837، رقم الحدیث:

2838، رقم الحدیث: 2839، اخرج الترمذی فی "المص" رقم الحدیث: 849، اخرج النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2810، رقم الحدیث: 2819

3091: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کریم۔ (أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ) 5۔ المائدہ: 96۔ کے پیش نظر محرم اور غیر محرم دونوں کے لئے حلال ہے خواہ وہ جانور کھائے جانے والے ہوں یا کھائے جانے والے نہ ہوں۔

جو جنگلی جانور کھائے جاتے ہیں ان کا شکار تو متفقہ طور پر حرام ہے، ہاں جو جانور کھائے نہیں جاتے ان کو صاحب بدائع نے دو قسمیں کی ہیں ایک قسم تو ان جانوروں کی ہے جو طبعاً ایذا پہنچاتے ہیں اور اکثر و بیشتر ایذا پہنچانے میں خود ابتداء کرتے ہیں، جیسے شیر، بچیتا اور بھیڑ یا چنانچہ ان جانوروں کو قتل کرنا محرم کے لئے جائز ہے اور ان کو قتل کرنے سے محرم پر جزاء واجب نہیں ہوتی، دوسری قسم ان جانوروں کی ہے جو ایذا پہنچانے میں ابتداء نہیں کرتے جیسے چرغ (شکرہ کی ایک قسم وغیرہ) ایسے جانوروں کے بارے میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر یہ جانور محرم پر پہلے حملہ کریں تو وہ ان کو مار سکتا ہے اور اس کی وجہ سے اس پر جزاء واجب نہیں ہوگی اور اگر وہ حملہ نہ کریں تو پھر محرم کے لئے یہ مباح نہیں ہے کہ وہ ان کو مارنے میں ابتداء کرے اگر ابتداء کرے گا تو اس پر جزا واجب ہوگی۔

جب احرام والا شکار کرے یا اسکی طرف دلالت کرے تو حکم شرعی

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ جب کسی محرم نے شکار والے جانور کو قتل کر دیا یا اس نے ایسے بندے کو اس طرف رہنمائی کی جس نے اس کو قتل کر دیا تو اس پر جزاء واجب ہے۔ البتہ قتل کرنے کے حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم شکار کے جانور کو قتل نہ کرو۔ جبکہ تم حالت احرام میں ہو۔ اور تم میں سے جس نے بطور ارادہ قتل کر دیا تو قتل شدہ جانور کی مثل جزاء ہے۔ جزاء کے وجوب میں نص صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ البتہ دلالت میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جزاء قتل کے معلق ہے دلالت کے ساتھ معلق نہیں ہے۔ لہذا یہ حلال کو حلال کی طرف دلالت کرنے کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہماری دلیل ہے جسے ہم نے روایت کر دیا ہے۔ حضرت عطاء علیہ الرحمہ نے کہا ہے لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ دلالت کرنے والے پر جزاء ہے۔ کیونکہ دلالت کرنا احرام کے ممنوعات میں سے ہے۔ کیونکہ دلالت کرنے کی وجہ سے شکار کا امن ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ شکار اپنے وحشی ہونے اور چھپ جانے کی وجہ سے امن میں ہوتا ہے۔ لہذا یہ اس کو تلف کرنے کی مثل ہو جائے گا۔ اور اس دلیل کی وجہ سے محرم نے احرام کی حالت میں شکار سے باز رہنے کیلئے اپنے آپ کو پابند کیا ہے۔ لہذا اس نے جو پابندی کی تھی اس کو چھوڑنے کی وجہ سے اس پر ضمان (جرمانہ) لازم آئے گا۔ جس طرح وہ بندہ ہے جس کے پاس ودیعت رکھی جائے بہ خلاف حلال کے کیونکہ اس کی جانب سے کوئی پابندی لازم نہیں کی گئی۔ البتہ حلال کی دلالت پر جزاء ہے جس طرح حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ اور حضرت امام زفر علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اور جو دلالت جزاء کو واجب کرنے والی ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ جسے دلالت کی گئی ہے وہ شکار والی جگہ جانتا ہو اور وہ مدلول کی دلالت کی تصدیق کرنے والا بھی ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس نے اس کو جھٹلایا اور کسی دوسرے آدمی کی تصدیق کر لی تو جھٹلائے گئے شخص پر کوئی ضمان واجب نہیں ہے۔ اور اگر دلالت کرنے والا حرم میں حلال ہو گیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ وجوب ضمان میں ارادے سے کرنے والا اور بھولنے والا دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ جزاء ایک ایسی ضمان ہے جس کا وجوب

نقصان کو پورا کرتا ہے۔ لہذا مالوں کے جرماتوں کے مشابہ ہو گیا۔ اور اس میں ابتداء کرنے والا اور لوٹانے والا دونوں برابر ہیں اس لئے کہ ان کو موجب مختلف نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے حج کیلئے نکلے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور راہ لی اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو فرمایا تم ساحل سمندر کی راہ لو حتیٰ کہ مجھ سے آلو۔ انہی میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان لوگوں نے ساحل بحر کی راہ لی۔ پھر جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو انہوں نے احرام باندھ لئے سوائے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے انہوں نے احرام نہیں باندھا تھا وہ چلے جا رہے تھے کہ انہوں نے راستہ میں وحشی گدھوں کو دیکھا۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک گدھی کی کونچیں کاٹ دیں چنانچہ سب نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اس کا گوشت کھایا پھر انہوں نے (آپس میں) کہا کہ ہم نے گوشت کھایا حالانکہ ہم محرم تھے۔

اس کا باقی گوشت ساتھ لے لیا۔ پھر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم!) ہم نے احرام باندھ لیا تھا لیکن حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے نہیں باندھا تھا پھر ہم نے چند وحشی گدھے دیکھے اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر کے ایک کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ ہم نے پڑاؤ ڈالا اور سب نے اس کا گوشت کھایا۔ پھر ہم نے کہا کہ ہم شکار کا گوشت کھا رہے ہیں حالانکہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں اور اس کا باقی گوشت ہم لے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے تم میں سے اس کا اسے حکم دیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ تو انہوں نے عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا جو گوشت باقی ہے وہ بھی کھا لو۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت صعب رضی اللہ عنہ بن جنامہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہمار وحشی (گورخر) بطور ہدی کے بھیجا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ابواء یا ودان میں کہ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے واپس کر دیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وجہ سے ان کے چہرہ پر غم و افسوس کے آثار محسوس کئے تو فرمایا کہ ہم نے تمہارا ہدیہ اس لئے واپس کر دیا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

بظاہر یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو مطلق شکار کا گوشت کھانے کو محرم کے لئے حرام قرار دیتے ہیں اور چونکہ حنفیہ کا مسلک جو باب کی ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق ہے اس لئے حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ زندہ گورخر بطور شکار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا تھا اور چونکہ شکار قبول کرنا محرم کے لئے درست نہیں ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے واپس کر دیا۔ لیکن پھر ایک اشکال اور پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ایک روایت میں وضاحت کے ساتھ یہ منقول ہے کہ گورخر کا گوشت بھیجا گیا تھا، ایک روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ گورخر کی ران بھیجی گئی تھی، اسی طرح ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ اس کا ایک ٹکڑا

بھیجا گیا تھا۔

لہذا ان روایتوں کے پیش نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زندہ گور خرنہیں بھیجا گیا تھا بلکہ یہاں حدیث میں بھی گور خرنے سے اس کا گوشت ہی مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زندہ گور خرنہیں بھیجا گیا ہوگا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہیں کیا، پھر بعد میں دوسرے گور خرنے کی ران بھیجی گئی اسی کو کسی نے تو گوشت سے تعبیر کیا اور کسی نے اسے اس کا ٹکڑا کہا۔

اس بارے میں حنفیہ کی بڑی دلیل یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گور خرنے پیش کیا گیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام عرف میں تشریف فرما تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے رفقاء میں تقسیم کر دو۔ مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گور خرنے کو اس گمان کی بناء پر واپس کر دیا کہ بطور خاص میرے لئے شکار کیا گیا ہے۔

امام مالک و امام شافعی کی مستدل حدیث اور اس کا مطلب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے احرام کی حالت میں شکار کا گوشت حلال ہے بشرطیکہ وہ شکار نہ تو تم نے خود کیا اور نہ تمہارے لئے کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد ترمذی، نسائی)

حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اگر حالت احرام میں تم خود شکار کر دو گے یا کوئی دوسرا تمہارے لئے شکار کرے گا، اگرچہ وہ شکاری حالت احرام میں نہ ہو تو اس شکار کا گوشت کھانا تمہارے لئے درست نہیں ہوگا۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی اس حدیث کو اپنے اس مسلک کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ محرم کے لئے اس شکار کا گوشت کھانا حرام ہے جسے کسی غیر محرم نے اس کے لئے شکار کیا ہو۔

لیکن حنفیہ اس حدیث کے یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اگر حالت احرام میں زندہ شکار تمہارے لئے بطور تحفہ بھیجا جائے تو اس کا گوشت کھانا تمہارے لئے حرام ہوگا۔ ہاں اگر اس شکار کا گوشت تحفہ کے طور پر تمہارے پاس بھیجا جائے اس کا کھانا حرام نہیں ہوگا۔ گویا اس صورت میں حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر تمہارے حکم کی بناء پر کوئی شکار کیا جائے گا تو اس کا کھانا تمہارے لئے درست نہیں ہوگا لہذا اس شکار کا گوشت محرم کے لئے حرام نہیں ہے جسے کوئی غیر محرم اس کے لئے ذبح کرے بشرطیکہ اس شکار میں محرم کے حکم یا اس کی اعانت اور اشارت و دلالت کا کوئی دخل نہ ہو۔

احناف کی مستدل حدیث پر اشکال کا جواب

حضرت ابو قتادہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ واقعہ حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے تو وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت پیچھے رہ گئے جو عمرہ کے لئے احرام باندھے ہوئے تھے لیکن خود ابو قتادہ حالت احرام میں نہیں تھے! چنانچہ راستہ میں ایک جگہ ان کے ساتھیوں نے گور خرنے دیکھا مگر ابو قتادہ کی نظر اس پر نہیں پڑی، ان کے ساتھیوں نے اس

گورخر کو دیکھ کر صرف نظر کر لیا، آخر کار ابوقادہ نے بھی اس گورخر کو دیکھ لیا اور اس کو شکار کرنے کی غرض سے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے اپنا چابک مانگا مگر انہوں نے اس وجہ سے کہ اس شکار میں ہماری اعانت کسی درجہ میں بھی شامل نہ ہو چاہے دینے سے انکار کر دیا ابوقادہ نے گھوڑے سے اتر کر خود چابک اٹھایا اور گورخر پر حملہ آور ہوئے یہاں تک کہ اسے مار لیا، پھر اس کے گوشت کو تیار کر کے خود انہوں نے بھی کھایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی کھایا، مگر ان کے ساتھی اس کا گوشت کھا کر پشیمان ہوئے کیونکہ انہوں نے گمان کیا کہ محرم کے لئے مطلق شکار کا گوشت کھانا درست نہیں ہے۔ چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا حکم پوچھا کہ آیا اس گورخر کا گوشت کھانا ہمارے لئے درست تھا یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس اس میں سے کچھ باقی ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس اس کا پاؤں باقی رہ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پاؤں لیا اور اس کو تیار کر کر کھایا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر فرمایا کہ اس کا گوشت کھانا تمہارے لئے درست تھا۔ (بخاری و مسلم)

بخاری و مسلم کی ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب وہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے ابوقادہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ گورخر پر حملہ آور ہوں یا تم میں سے کسی نے گورخر کی طرف اشارہ کر کے اس کے شکار پر متوجہ کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر اس کے گوشت میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے کھا لو۔ اس حدیث کے بارے میں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں تو بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گورخر میں سے بچا ہوا پاؤں تیار کر کر کھایا جب کہ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کھایا نہیں؟ لہذا اس اشکال کو دور کرنے کے لئے علماء ان دونوں روایتوں میں یہ مطابقت پیدا کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خود حالت احرام میں تھے اس لئے ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گمان کیا ہوگا کہ اس گورخر کے شکار میں کسی محرم کے حکم یا اس کی اعانت کو دخل رہا ہوگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کھانے سے انکار کر دیا ہوگا مگر جب صحیح صورت حال سامنے آگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اس کے شکار میں کسی محرم کے حکم یا اس کی اعانت کا کوئی دخل نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کھایا۔

محرم کے لئے جس طرح یہ ممنوع ہے کہ وہ شکار کے لئے کسی کو حکم دے اسی طرح دلالت اور اشارت بھی ممنوع ہے دلالت اور اشارت میں فرق یہ ہے کہ دلالت کا تعلق زبان سے ہوتا ہے مثلاً محرم کو کسی ہاتھ کے اشارے سے شکار کی طرف متوجہ کرے! بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ دلالت کا تعلق اس شکار سے ہوتا ہے جو نظر کے سامنے نہ ہو اور اشارت کا تعلق اس شکار سے ہوتا ہے جو نظر کے سامنے ہو۔

اس موقع پر یہ بات جان لیجئے کہ محرم کے لئے تو دلالت حدود حرام میں بھی حرام اور حدود حرام سے باہر بھی لیکن غیر محرم کے لئے حدود حرام میں تو حرام ہے اور حدود حرام سے باہر نہیں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا حلال ہے بشرطیکہ وہ شکار نہ تو خود اس نے کیا ہو اور نہ اس شکار میں اس کی دلالت اشاعت اور اعانت کا قطعاً دخل ہو، چنانچہ یہ حدیث حنفیہ کے اس مسلک کی دلیل ہے اور ان حضرات کے مسلک کی تردید کرتی ہے جو محرم کو مطلق شکار کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔

محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے کا بیان

حضرت عبدالرحمن بن عثمان تمیمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم سب احرام کی حالت میں تھے کہ ان کے پاس بطور ہدیہ ایک پرندہ کا پکا ہوا گوشت آیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے چنانچہ ہم میں سے بعض نے وہ گوشت کھالیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس شکار میں اس کے حکم وغیرہ کو کوئی دخل نہ ہو اور بعض نے اس سے پرہیز کیا کیونکہ ان کا گمان تھا کہ محرم کو یہ گوشت کھانا درست نہیں ہے، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان لوگوں کی موافقت کی جنہوں نے وہ گوشت کھایا تھا، نیز انہوں نے فرمایا کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اسی طرح یعنی حالت احرام میں شکار کا گوشت کھایا تھا۔

گوشت کھانے والوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی موافقت کا تعلق قول سے بھی ہو سکتا ہے اور فعل سے بھی، یعنی یا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے زبانی یہ کہا ہوگا کہ تم نے گوشت کھالیا، اچھا کیا، اس میں کوئی حرج نہیں یہ قولی موافقت ہے، یا پھر یہ کہ خود انہوں نے بھی باقی بچا ہوا گوشت کھایا ہوگا یہ فعلی موافقت ہے۔ بہر کیف یہ حدیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے اس مسلک کی تائید کرتی ہے کہ اگر محرم خود شکار نہ کرے اور نہ اس شکار میں اس کے حکم وغیرہ کا دخل ہو تو وہ اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔

ایک پرندہ سے مراد یا تو جنس ہے کہ کئی پرندوں کا گوشت آیا تھا، یا پھر وہ ایک ہی پرندہ تھا جو اتنا بڑا تھا کہ اس کا گوشت تمام لوگوں کے لئے کافی ہو گیا۔

شکار جانور کو چھوڑنا بھی دلالت کے حکم میں ہوگا

محرم نے جانور پر اپنا کتیا یا باز سکھایا ہوا چھوڑا، اُس نے شکار کو مار ڈالا تو کفارہ واجب ہے اور اگر احرام کی وجہ سے تعمیل حکم شرع کے لیے باز چھوڑ دیا، اُس نے جانور کو بار ڈالا یا سکھانے کے لیے جال پھیلایا، اس میں جانور پھنس کر مر گیا یا کنواں کھودا تھا اُس میں گر کر مرا تو ان صورتوں میں کفارہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الحج، بیروت)

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ إِذَا لَمْ يُصَدِّ لَهُ

یہ باب اس بارے میں اجازت جبکہ وہ شکار اس آدمی کے لیے نہ کیا گیا ہو

3092 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ

3092 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

التَّيْمِيُّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ جِمَارًا وَخَنِيْرًا وَأَمَرَهُ أَنْ يُقْرِقَهُ لِيِ الرِّفَاقِ وَهُمْ مُخْرِمُونَ

••• حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک نیل گائے عطاء کی اور انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اسے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں حالانکہ وہ لوگ احرام باندھے ہوئے تھے۔

3093- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَبَانَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحَدِيثِيَّةِ فَأَخْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُخْرِمَ قَرَأَيْتُ جِمَارًا فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ وَاصْطَدْتُه فَذَكَرْتُ شَأْنَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرْتُ آتِي لَمْ أَكُنْ أَخْرَمْتُ وَإِنِّي إِنَّمَا اصْطَدْتُه لَكَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَأْكُلُوهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ جِئَنَ أَخْبَرْتُهُ آتِي اصْطَدْتُه لَهُ

••• عبد اللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حدیبیہ کے زمانے میں میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے احرام باندھا ہوا تھا لیکن میں نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا میں نے ایک نیل گائے دیکھی میں نے اس پر حملہ کر کے اس کا شکار کر لیا اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا تو میں نے یہ بات ذکر کی کہ میں نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا اور میں نے یہ آپ ﷺ کے لیے شکار کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت کی وہ اسے کھالیں نبی اکرم ﷺ نے خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا کیونکہ میں نے اسے آپ ﷺ کے لیے شکار کیا تھا۔

جب حلال ہونے والے کے ذبح سے محرم نے کھایا ہو

محرم کیلئے ایسے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جو کسی غیر محرم نے شکار کیا اور اس کو ذبح کیا ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ محرم نے اس پر دلالت نہ کی ہو اور نہ ہی اسے شکار کرنے کا حکم دیا ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے جبکہ حلالی نے اس کو محرم کیلئے شکار کیا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محرم کیلئے کوئی حرج نہیں کہ وہ ایسے شکار کا گوشت کھائے جس کو اس نے خود شکار نہ کیا ہو۔ یا اس کیلئے وہ شکار نہ کیا گیا ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محرم کے حق شکار کا گوشت کھانے میں باہم مباحثہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس روایت میں ”لام“ تملیک کیلئے ہے تو اس کا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ وہ محرم کو شکار کا بدیہ بھی نہ دے اور گوشت بھی نہ دے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ شکار اس کے حکم کیا جائے۔ اور صاحب قدوری نے دلالت نہ کرنے کو بطور شرط بیان کیا ہے اور اس میں اس حکم کی صراحت ہے کہ دلالت کرنے حرام ثابت کرنے والا ہے۔ جبکہ مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس میں دو روایات ہیں۔ اور حرمت کی دلیل حدیث قتادہ رضی

3093: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1821، رقم الحدیث: 1822، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2846، رقم الحدیث:

اللہ عنہ ہے۔ (جایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

امام مالک و امام شافعی کی مستدل حدیث کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے احرام کی حالت میں شکار کا گوشت حلال ہے بشرطیکہ وہ شکار نہ تو تم نے خود کیا اور نہ تمہارے لئے کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اگر حالت احرام میں تم خود شکار کرو گے یا کوئی دوسرا تمہارے لئے شکار کرے گا، اگرچہ وہ شکاری حالت احرام میں نہ ہو تو اس شکار کا گوشت کھانا تمہارے لئے درست نہیں ہوگا۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی اس حدیث کو اپنے اس مسلک کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ محرم کے لئے اس شکار کا گوشت کھانا حرام ہے جسے کسی غیر محرم نے اس کے لئے شکار کیا ہو۔

لیکن حنفیہ اس حدیث کے یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اگر حالت احرام میں زندہ شکار تمہارے لئے بطور تحفہ بھیجا جائے تو اس کا گوشت کھانا تمہارے لئے حرام ہوگا۔ ہاں اگر اس شکار کا گوشت تحفہ کے طور پر تمہارے پاس بھیجا جائے اس کا کھانا حرام نہیں ہوگا۔ گویا اس صورت میں حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر تمہارے حکم کی بناء پر کوئی شکار کیا جائے گا تو اس کا کھانا تمہارے لئے درست نہیں ہوگا لہذا اس شکار کا گوشت محرم کے لئے حرام نہیں ہے جسے کوئی غیر محرم اس کے لئے ذبح کرے بشرطیکہ اس شکار میں محرم کے حکم یا اس کی اعانت اور اشارت و دلالت کا کوئی دخل نہ ہو۔

محرم کے گوشت کھانے میں مذاہب اربعہ

محرم شکار کھائے یا نہ کھائے؟ اس بارے میں تفصیل ہے اس بات میں تو بالاتفاق تمام علماء کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی محرم خود شکار کرے یا کوئی دوسرا محرم شکار کرے تو وہ شکار کھانا محرم کے لئے حرام ہے ہاں اگر صورت یہ ہو کہ کوئی غیر محرم اپنے لئے شکار کرے یا محرم کے لئے اس کی اجازت سے یا اس کی اجازت کے بغیر شکار کرے تو اس کے کھانے کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال و مسلک ہیں چنانچہ بعض صحابہ و تابعین کہ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں کا قول تو یہ ہے کہ محرم کے لئے مطلق شکار کھانا حرام ہے، ان کی دلیل حضرت صعب ابن جثامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو اس باب کی پہلی حدیث ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ اگر محرم خود شکار کرے یا کوئی دوسرا شخص اس کے لئے یا اس کی اجازت سے یا اس کی اجازت کے بغیر شکار کرے تو اس کے لئے اس شکار کو کھانا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی غیر محرم اپنے لئے شکار کرے اور اس میں سے کچھ بطور ہدیہ محرم کو بھیجے تو اس کا کھانا اس کے لئے حلال ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے تبعین علماء کا مسلک یہ ہے کہ محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانا حلال ہے خواہ وہ شکار اس کے لئے ہی کیوں نہ کیا گیا ہو بشرطیکہ وہ شکار نہ تو اس نے خود کیا ہو، نہ اس شکار کرنے کا کسی کو حکم دیا ہو، نہ اس شکار کی راہ کسی کو دکھائی ہو، نہ اس شکار کی طرف کسی کو متوجہ کیا ہو، اور نہ اس شکار میں خود اس نے یا کسی اور محرم نے اعانت کی ہو۔ حنفیہ کی دلیل حضرت

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

بَابُ تَقْلِيدِ الْبُذْنِ

یہ باب قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالنے میں ہے

3094- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعُمَرَةُ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ قَلْبِلَ قَلْبِلٍ هَذِيهِ ثُمَّ لَا يَجْتَبِ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَبِ الْمُحَرَّمُ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے قربانی کے جانور بھجوا کرتے تھے تو میں آپ ﷺ کی قربانی کے جانوروں کے ہار بنایا کرتی تھی (ان جانوروں کو بھجوانے کے بعد) آپ ﷺ کسی ایسی چیز سے اجتناب نہیں کرتے تھے جن سے احرام والا شخص اجتناب کرتا ہے۔

3095- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أَقِيلُ الْقَلْبِلَ لِهَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَلْبِلٍ هَذِيهِ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يَقِيمُ لَا يَجْتَبِ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَبِ الْمُحَرَّمُ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے لیے میں ہار تیار کیا کرتی تھی نبی اکرم ﷺ وہ ہار قربانی کے جانوروں کے گلے میں لٹکا دیتے تھے پھر آپ ﷺ انہیں بھجوا دیتے تھے پھر آپ ﷺ مقیم رہتے تھے اور ایسی کسی چیز سے اجتناب نہیں کرتے تھے جس سے احرام والا شخص اجتناب کرتا ہے۔

تقليد کی تعریف کا بیان

تقليد کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بدنہ کی گردن پر اپنے نعل کا کڑا یا لوٹے کا دستہ یا درخت کی ٹہنی باندھ دے۔ اگر اس نے بدنہ کو قلاوہ پہنایا اور اس کو بھیج دیا لیکن خود نہ گیا تو وہ محرم نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے قلاوہ کو گرہ باندھتی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی کو بھیج دیا اور خود بغیر احرام کے اپنے اہل میں ٹھہرے۔ اس کے بعد اگر وہ خود بھی متوجہ ہوا تو محرم نہ ہوگا حتیٰ کہ ہدی کے جانور کو جا ملے۔ اس لئے کہ جب وہ روانہ ہوا تو اس وقت اس کے سامنے ہدی نہ تھی جس کو وہ لے جائے لہذا یہاں اس کے پاس سوائے نیت کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور خالی نیت سے تو محرم نہیں ہوتا۔ پھر جب اس نے ہدی پائی اور اس کو وہ لے گیا یا صرف ہدی پائی تو اس صورت میں اس کی نیت ایسے عمل

3094: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1698 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3181 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1758 أخرجه الترمذی فی

"السنن" رقم الحدیث: 2774

3095: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1782 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3189 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 2771

کے ساتھ ملنے والی ہے جو احرام کے خصائص میں سے ہے۔ پس وہ محرم ہو گیا۔ جس طرح اگر کسی نے شروع میں ہدی کو چلایا۔

جب اس نے بدنہ متعہ کہا تو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہی محرم ہو جائے گا۔ یعنی جب اس نے احرام کی نیت کی ہو۔ اور یہ اتحسان ہے اور اس میں قیاس کی وہی دلیل ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے اور اتحسان کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی ہدی کو شریعت نے مناسک حج میں ایک قربانی بنا کر وضع کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ہدی مکہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور قربانیاں حج و عمرہ جمع کرنے میں بطور شکر واجب ہیں۔ اور ہدی تمتع کے سوا کبھی جنایت کے طور پر بھی واجب ہوتی ہے۔ اگرچہ اس میں تکرار نہیں۔ اسی لئے تمتع کی ہدی میں توجہ پر اکتفاء کیا ہے اور تمتع کے سوا میں ہدی فعل کی حقیقت پر موقوف ہے۔ (بدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

اشعار و تقلید کے مستحسن ہونے میں ائمہ و فقہاء کا اجماع

اس فقہی مسئلہ کی طرف آئیے، جمہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اشعار یعنی جانور کو اس طرح زخمی کرنا سنت ہے لیکن جشم یعنی بکری، دنبہ اور بھیڑ میں اشعار کو ترک کر دینا چاہئے کیونکہ یہ جانور بہت کمزور ہوتے ہیں ان جانوروں کے لئے صرف تقلید یعنی گلے میں بار ڈال دینا کافی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تقلید تو مستحب ہے لیکن اشعار مطلقاً مکروہ ہے خواہ بکری و چھترہ ہو یا اونٹ وغیرہ علماء حضرت امام اعظم کی اس بات کی تائید یہ کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظم مطلق طور پر اشعار کی کراہت کے قائل نہیں تھے بلکہ انہوں نے صرف اپنے زمانے کے لئے اشعار کو مکروہ قرار دیا تھا کیونکہ اس وقت لوگ اس مقصد کے لئے ہدی کو بہت زیادہ زخمی کر دیتے تھے جس سے زخم کے سرایت کر جانے کا خوف ہوتا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ کی مسجد میں پڑھی جب کہ باب صلوٰۃ السفر کی پہلی حدیث میں جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز تو مدینہ ہی میں پڑھ لی تھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی۔ لہذا ان دونوں روایتوں کے تضاد کو یوں دور کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز تو مدینہ ہی میں پڑھی تھی مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے چونکہ مدینہ میں ظہر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نہیں پڑھی ہوگی اس لئے جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے دیکھا تو یہ گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں ظہر کی نماز پڑھ رہے ہیں اسی لئے انہوں نے یہاں یہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی۔

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے لئے لبیک کہی) سے یہ نہ سمجھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ صرف حج ہی کے لئے لبیک کہی بلکہ یہ مفہوم مراد لیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہی کیونکہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت نے اس بات کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کے لئے لبیک کہتے سنا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر راوی نے یا تو عمرہ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اصل چونکہ حج ہی ہے اس لئے صرف اسی کے ذکر پر اکتفاء کیا یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دونوں کے لئے لبیک کہی تو راوی نے صرف حج کو سنا عمرہ کا ذکر نہیں سنا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ بکریوں کو بطور ہدی خانہ اعباد بھیجا اور ان کے گلے میں ہار ڈالا۔ (بخاری و مسلم)

علامہ طبری کہتے ہیں کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بکریوں میں اشعار یعنی ان کو زخمی کرنا مشروع نہیں ہے البتہ ان میں تقلید یعنی ان کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے لیکن اس بارے میں حضرت امام مالک کا اختلافی قول ہے۔

بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ

یہ باب بکریوں کے گلے میں ہار ڈالنے میں ہے

3096- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَغُلَيْبُ بْنُ مَحْمَدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْدَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً غَنَمًا إِلَى الْبَيْتِ فَقَلَّدَهَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے جانوروں میں سے بکریاں بیت اللہ کی طرف بھجوائی تھیں ان کے گلے میں ہار ڈالا تھا۔

افضل قربانی کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان

جن جانوروں کی قربانی کا ذکر انصاف میں ملتا ہے ان میں اونٹ، گائے، بھیڑ بکری شامل ہیں، اور علماء کرام کا کہنا ہے کہ سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے، اس کے بعد گائے، اور اس کے بعد بکری کی، اور اس کے بعد اونٹ یا گائے کی قربانی میں حصہ ڈالنا، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے بارہ میں مندرجہ ذیل فرمان ہے: (جو کوئی اول وقت میں جائے گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی۔

حضرت امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہا ہے، تو اس طرح بکر اور دنبہ، مینڈھے کی قربانی اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنے سے افضل ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مینڈھے کی قربانی افضل ہے اور اس کے بعد گائے اور اس کے بعد اونٹ کی قربانی افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل کام ہی کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی خیر خواہی کرتے ہوئے اولی اختیار کرتے تھے اور امت کو مشقت میں ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ گائے اور اونٹ کے سات حصے ہوتے ہیں لہذا مندرجہ ذیل حدیث کی بنا پر اس میں سات اشخاص شریک ہو سکتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم نے حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات آدمیوں کی جانب سے اونٹ اور سات ہی کی جانب سے گائے ذبح کی تھی۔

3096: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1701 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3190 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1755 أخرجه الترمذی فی

"السنن" رقم الحدیث: 2785 رقم الحدیث: 2786 رقم الحدیث: 2787

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو جائیں۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: تو گائے سات اشخاص کی جانب سے ذبح کی جاتی تھی اور ہم اس میں شریک ہوتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضیاء)

گائے اونٹ کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قربانی میں سب سے افضل اونٹ اور پھر گائے اور پھر بکرا اور پھر اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنا ہے، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہی ہے، کیونکہ جمعہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ جو شخص نماز جمعہ کے لیے پہلے وقت گیا گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی، اور جو شخص دوسرے وقت میں گیا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی کی، اور جو شخص تیسرے وقت گیا گویا کہ اس نے سینگوں والا مینڈھا قربان کیا، اور جو شخص چوتھے وقت گیا گویا کہ اس نے مرغی قربان کی، اور جو شخص پانچویں وقت گیا گویا کہ اس نے اٹھارے کی قربانی کی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث، (881) صحیح مسلم رقم الحدیث، (850) وقت سے مراد گھڑی ہے۔ اور اس لیے بھی کہ جانور ذبح کرنے میں اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اس لیے حدیث کی طرح سب افضل اونٹ کی قربانی ہوگی۔ اور اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنے سے بکرے کی قربانی کرنا اس لیے افضل ہے کہ قربانی کرنے کا مقصد خون بہانا ہے، اور ایک بکرے کا ایک شخص کی جانب سے خون بہانا سات افراد کی جانب سے ایک خون بہانے سے افضل ہے، اور پھر مینڈھا قربانی کرنا بکرے سے افضل ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی مینڈھا ذبح کیا ہے اور اس کا گوشت بھی اچھا ہوتا ہے۔

(المصنف ابن قدامہ (13/366))

مینڈھے یا گائے کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ؟

قربانی میں افضل اونٹ ہے، اور پھر گائے، اور پھر بکرا اور پھر اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنا افضل ہے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے متعلق فرمان ہے۔ جو شخص پہلی گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے اونٹ قربان کیا۔

وجہ دلالت یہ ہے کہ: اونٹ گائے، اور بکری اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے قربان کرنے میں تفاضل یعنی فرق پایا جاتا ہے، اور بلا شک و شبہ قربانی سب سے بہتر چیز ہے جس سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، اور اس لیے بھی کہ اونٹ کی قیمت بھی زیادہ ہے اور گوشت اور نفع بھی زیادہ ہے آئمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ بھیڑ میں سے جذا افضل ہے اور پھر گائے، پھر اونٹ افضل ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے تھے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہی کام کرتے ہیں جو سب سے افضل اور بہتر ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نرمی اور شفقت کرتے ہوئے غیر اولیٰ اور افضل چیز اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ امت نے ان کی پیروی و اطاعت کرنا ہوتی ہے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مشقت کرنا پسند

نہیں فرماتے، اور اونٹ کی گائے پر فضیلت بیان بھی فرمائی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بَابِ اشْعَارِ الْبُذْنِ

یہ باب قربانی کے جانور کو نشان لگانے میں ہے

3097- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ أَبِي حَسَّانٍ الْأَعْرَجِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْعَرَ الْهَدْيَ فِي السَّنَامِ الْأَيْمَنِ وَأَمَّا عَنْهُ الدَّمَ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ حَدِيثِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَقُلْدَ نَعْلَيْنِ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے جانور کی کوہان میں دائیں طرف نشان لگایا اور اس سے خون صاف کیا۔

علی نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ”ذوالحلیفہ“ میں ایسا کیا اور دو جوتوں کا ہار اسے پہنایا۔

3098- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَفْلَحَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْدَ وَأَشْعَرَ وَأَرْسَلَ بِهَا وَلَمْ يَجْتَبِ مَا يَجْتَبِ الْمُعْهِمُ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے (قربانی کے جانور کے گلے میں) ہار پر نشان لگوا دیا اور اسے بھجوا دیا اور آپ ﷺ نے کسی ایسی چیز سے اجتناب نہیں کیا جس سے احرام والا شخص اجتناب کرتا ہے۔

اشعار اور تقلید کے مسئلے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر حج میں) ذوالحلیفہ پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھی اور پھر اپنی اونٹنی کو (جو قربانی کے لئے تھی) طلب فرمایا اور اس کی کوہان کے داہنے پہلو کو زخمی کیا اور اس کے خون کو پونچھ کر اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈال دیا اور اس کے بعد اپنی (سواری کی) اونٹنی پر (کہ جس کا نام قصواء تھا) سوار ہوئے اور جب مقام بیداء میں اونٹنی کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لبیک کہی۔ (مسلم)

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ اشعار اور تقلید کسے کہتے ہیں؟ حج میں ہدی کا جو جانور ساتھ لے جایا جاتا ہے اس کے پہلو کو زخم آلود کر دیتے ہیں جسے اشعار کہا جاتا ہے نیز اس جانور کے گلے میں جوتے یا ہڈی وغیرہ کا ہار ڈال دیتے ہیں جسے تقلید کہا جاتا ہے اور ان دونوں کا

3097: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3096 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1752 ورم الحديث: 1753 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث:

986 أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 2772 ورم الحديث: 2773 ورم الحديث: 2781 ورم الحديث: 2780

3098: أخرجه البخاری في "الصحيح" رقم الحديث: 1698 ورم الحديث: 1699 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3115 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث:

1751 أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 2771 ورم الحديث: 2782

مقصد اس امر کی علامت کر دینا ہوتا ہے کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے لئے چلے اور ذوالحلیفہ کو جواہل مدینہ کامیقات ہے پہنچے تو نماز پڑھنے کے بعد اس اونٹنی کو طلب فرمایا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور ہدی اپنے ساتھ لے چلے تھے، پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کوہان کے واسنے پہلو میں نیزہ مارا جب اس سے خون بہنے لگا تو اسے پونچھ دیا اور پھر اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈال دیا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علامت مقرر فرمادی کہ یہ ہدی کا جانور ہے تاکہ لوگ جب اس نشانی و علامت کے ذریعہ یہ جانیں کہ یہ ہدی ہے تو اس سے کوئی تعارض نہ کریں اور قزاق وغیرہ اسے غائب نہ کریں اور اگر یہ جانور راستہ بھٹک جائے تو لوگ اسے اس کی جگہ پہنچا دیں۔ ایام جاہلیت میں لوگوں کا یہ شیوہ تھا کہ جس جانور پر ایسی کوئی علامت نہ دیکھتے اسے ہڑپ کر جاتے تھے اور جس جانور پر یہ علامت ہوتی تھی اسے چھوڑ دیتے تھے، چنانچہ شارع اسلام نے بھی اس طریقہ کو مذکورہ بالا مقصد کے تحت جائز رکھا۔

اب اس فقہی مسئلہ کی طرف آئیے، جمہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اشعار یعنی جانور کو اس طرح زخمی کرنا سنت ہے لیکن جہم یعنی بکری، دنبہ اور بھیڑ میں اشعار کو ترک کر دینا چاہئے کیونکہ یہ جانور بہت کمزور ہوتے ہیں ان جانوروں کے لئے صرف تقلید یعنی گلے میں ہار ڈال دینا کافی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک تقلید تو مستحب ہے لیکن اشعار مطلقاً مکروہ ہے خواہ بکری و چھترہ ہو یا اونٹ وغیرہ علماء حضرت امام اعظم کی اس بات کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظم مطلق طور پر اشعار کی کراہت کے قائل نہیں تھے بلکہ انہوں نے صرف اپنے زمانے کے لئے اشعار کو مکروہ قرار دیا تھا کیونکہ اس وقت لوگ اس مقصد کے لئے ہدی کو بہت زیادہ زخمی کر دیتے تھے جس سے زخم کے سرایت کر جانے کا خوف ہوتا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ کی مسجد میں پڑھی جب کہ باب صلوٰۃ السفر کی پہلی حدیث میں جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز تو مدینہ ہی میں پڑھ لی تھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی۔ لہذا ان دونوں روایتوں کے تضاد کو یوں دور کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز تو مدینہ ہی میں پڑھی تھی مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے چونکہ مدینہ میں ظہر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نہیں پڑھی ہوگی اس لئے جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے دیکھا تو یہ گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں ظہر کی نماز پڑھ رہے ہیں اسی لئے انہوں نے یہاں یہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی۔

اصل باج (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے لئے لبیک کہی) سے یہ نہ سمجھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ صرف حج ہی کے لئے لبیک کہی بلکہ یہ مفہوم مراد لیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہی کیونکہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت نے اس بات کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کے لئے لبیک کہتے سنا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر راوی نے یا تو عمرہ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اصل چونکہ حج ہی

ہے اس لئے صرف اسی کے ذکر پر اکتفاء کیا یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دونوں کے لئے لبیک کہی تو راوی نے صرف حج کو سنا عمرو کا ذکر نہیں سنا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ بکریوں کو بطور ہدی خانہ کعبہ کو بھیجا اور ان کے گلے میں ہار ڈالا۔ (بخاری و مسلم)

علامہ طبری کہتے ہیں کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بکریوں میں اشعار یعنی ان کو زخمی کرنا مشروع نہیں ہے البتہ ان میں تقلید یعنی ان کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے لیکن اس بارے میں حضرت امام مالک کا اختلافی قول ہے۔

بَاب مَنْ جَلَّلَ الْبَدَنَةَ

یہ باب ہے کہ قربانی کے بڑے جانور پر رکھے جانے والے کپڑے

3099- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَاَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلَى بُذْبُذِهِ وَأَنْ أَقْسِمَ جَلَالَتَهَا وَجُلُودَهَا وَأَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَازِرَ مِنْهَا شَيْئًا وَقَالَ نَحْنُ نُعْطِيهِ .

» حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کا خیال رکھوں اور ان پر ڈالے جانے والے کپڑے اور ان کی کھالوں کو تقسیم کر دوں اور قصائی کو ان میں سے کوئی چیز نہ دوں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) پہلے ہم یہ قصائی کو دے دیا کرتے تھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک اشعار کرنے کا بیان

علامہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اشعار کرنا مکروہ ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اشعار کرنا اچھا عمل ہے۔ لیکن جب وہ اشعار کو چھوڑ دیتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

اشعار کی تعریف یہ ہے کہ نشتر یا تیز دھار دار چیز سے اونٹ کے کوہان کو دونوں اطراف میں سے کسی ایک جانب سے کھال کو اتارنا کاٹا جائے کہ اس کا خون نکل آئے اور پھر اس خون کو اس کی کوہان کے ساتھ مل دیا جائے۔ اسے اشعار کہتے ہیں۔ اسی ہدی کی نشانی قائم ہوتی ہے۔ کیونکہ اشعار کا معنی اعلام ہے۔

ابن ابی یعلیٰ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ کوہان کی بائیں جانب سے کاٹا جائے گا کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہاتھوں سے اونٹوں کا اشعار کیا اور ان کو کوہان کی بائیں طرف سے کاٹ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی

3099: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1707، رقم الحدیث: 1716، رقم الحدیث: 1717، رقم الحدیث: 1718، رقم الحدیث: 2299، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3167، رقم الحدیث: 3168، رقم الحدیث: 3169، رقم الحدیث: 3170، رقم الحدیث: 3171، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1769، أخرجه

اسی طرح کا اشعار روایت کیا گیا ہے۔

حضرت امام ابو جعفر طحاوی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک اشعار مکروہ نہیں ہے کیونکہ جب کثیر احادیث سے اشعار ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم نے صرف اپنے دور کے لوگوں کو اس وجہ سے منع کیا تھا کہ لوگ گہرا چہرا گھونپ دیتے تھے جس کی وجہ سے اونٹ کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا تھا۔ کیونکہ انہیں اشعار کا صحیح طریقہ ہی نہیں آتا تھا۔ البتہ جو لوگ اشعار کرنا جانتے ہیں ان کیلئے اونٹ کی کھال وغیرہ کا شاکر وہ نہیں ہے۔ (مبسوط ج ۴، ص ۱۴۰، بیروت)

بَابُ الْهَدْيِ مِنَ الْإِنَاثِ وَالذُّكُورِ

یہ باب قربانی کے مونث اور مذکر جانوروں کے بیان میں ہے

3100- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى فِي بُذْنِهِ جَمَلًا لِأَبِي جَهْلٍ بَوْنَهُ مِنْ فِضِيَّةٍ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے جانور کے طور پر ابو جہل کا اونٹ روانہ کیا تھا، جس کی ناک میں چاندی کی بالی تھی۔

3101- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَنبَأَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بُذْنِهِ جَمَلٌ

•• ایسا بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے جانوروں میں اونٹ بھی تھا۔

کن جانوروں کی قربانی جائز یا ناجائز ہے؟

بھیڑ، بکرا، دنبہ ایک ہی شخص کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے، گائے، بیل، بھینس، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے۔ بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔ بکرا، بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے۔ بھینٹ اور دنبہ اگر اتنا فرہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں ایک سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے۔ گائے، بیل، بھینس دو سال کی۔ اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے ان عمروں سے کم کے جانور قربانی کے لئے کافی نہیں، اگر جانوروں کا فروخت کرنے والا پوری عمر بتاتا ہے اور ظاہری حالات اس کی تکذیب نہیں کرتے تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔ جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بچ میں سے ٹوٹ گئے ہوں اس کی قربانی کرنا درست ہے۔ ہاں! سینگ جڑ سے اکڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازمی ہے تو اس کی قربانی درست نہیں (شامی)۔ خسی بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے (شامی)۔ اندھے، کانے اور لنگڑے جانور کی قربانی جائز نہیں، اسی

3100: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3101: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں پر نہ جاسکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی، درمختار)

اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں، اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر جانور صحیح سالم خرید اتھا پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہو گیا تو اگر خریدنے والا غنی صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لئے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے، اور اگر یہ شخص غنی صاحب نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ (درمختار فیروہ)

بَابُ الْهَدْيِ يُسَاقُ مِنْ دُونِ الْمِيقَاتِ

یہ باب ہے کہ میقات کے پرے سے قربانی کا جانور ساتھ لے کر جانا

3102- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى هَدْيَةً مِنْ قَدِيدٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنی قربانی والا جانور "قدید" سے خریدا تھا۔

بَابُ رُكُوبِ الْبَدَنِ

یہ باب قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بیان میں ہے

3103- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَنَحَكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے قربانی کے جانور کو ساتھ لے کر چل رہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"تم اس پر سوار ہو جاؤ۔"

اس نے عرض کی: یہ قربانی کا جانور ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"تمہارا استیاناں ہو تم اس پر سوار ہو جاؤ۔"

قربانی والے بدنہ پر سواری کی ممانعت کا بیان

اور جو شخص قربانی لیکر چلا پھر اس پر سواری کرنے کیلئے مجبور ہوا تو وہ سواری کر لے۔ اور اگر اس کو اس پر سواری کرنے کی ضرورت نہ ہو تو سواری نہ کرے۔ تاکہ اس کو اللہ کے لئے خاص کر لے۔ لہذا اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کی طرف کسی چیز کو

اپنے تصرف میں لائے یا نفع حاصل کرے۔ حتیٰ کہ اس کو اپنی جگہ پر پہنچا دے۔ لیکن جس وقت وہ سواری پر مجبور ہو۔ کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کو ہانک رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا براہو تو اس پر سوار ہو جا۔ اور اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ وہ بندہ محتاج و عاجز تھا۔ اور اگر وہ شخص اس سواری پر سوار ہو گیا اور اسکی سواری کی وجہ سے اس میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تو وہ اس آنے والا نقص کا ضامن ہوگا۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

ہدی پر سوار ہونے کا مسئلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اونٹ ہانکتا ہوا جا رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ یہ تو ہدی ہے (میں اس پر کیسے سوار ہو جاؤں؟) وہ یہ سمجھتا تھا کہ ہدی پر سوار ہونا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے پھر کہا کہ یہ ہدی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ افسوس ہے تم پر کہ میں تمہیں سوار ہونے کے لئے کہتا ہوں اور تم اپنی طرف سے عذر بیان کرتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات دوسری یا تیسری مرتبہ میں فرمائی۔

(بخاری و مسلم)

حضرت ابو زبیر (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ہدی پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک کہ تمہیں کوئی اور سواری نہ ملے اور تم سوار ہونے پر مجبور ہو تو اس ہدی پر (اس) احتیاط کے ساتھ سوار ہو (کہ اسے کوئی ضرر و تکلیف نہ پہنچے) (مسلم)

اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں آیا ہدی پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر سوار ہونے کی صورت میں ہدی کو کوئی ضرر نہ پہنچے تو اس پر سوار ہونا جائز ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ اگر ضرورت و مجبوری ہو تو ہدی پر سوار ہوا جاسکتا ہے ورنہ نہیں، لہذا جن روایتوں میں ہدی پر سوار ہونے کا مطلق طور پر جواز ملتا ہے وہ روایتیں ضرورت و مجبوری پر محمول ہیں۔

3104- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ صَاحِبِ الدُّسْتَوَانِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ بِبَدَنَةٍ فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ فَرَأَيْتَهُ رَاكِبَهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُنُقِهَا نَعْلٌ

== حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے پاس سے (ایک شخص) قربانی کے اونٹ کے ساتھ

گزر رہا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ اس نے عرض کی: یہ قربانی کا جانور ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اس شخص کو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس قربانی کے جانور کے ساتھ سوار ہوا جس کی گردن میں جوتوں (کاہار) تھا۔

بَاب فِي الْهَدْيِ إِذَا عَطِبَ

یہ باب ہے کہ جب قربانی کا جانور تھک جائے (تو کیا کیا جائے؟)

3105- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَشْرِ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَسَّانَ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ ذُرِّيَّةَ الْخَزَائِعِ حَدَّثَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَبُ مَعَهُ بِالْبُذْنِ إِذَا عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَخَشِبَتْ عَلَيْهِ مَوْتًا فَأَنْحَرَهَا ثُمَّ اغْمَسَ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا ثُمَّ اضْرَبَ صَفْحَتَهَا وَلَا تَطْعَمُ مِنْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ رُفْقِكَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ذویب خزاعی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ قربانی کے جانور بھیجے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب ان میں سے کوئی تھک جائے اور تمہیں اس کے مرنے کا اندیشہ ہو تو تم اسے ذبح کر دینا پھر اس کا جوتا (یعنی وہ جوتا جو اس کے گلے میں ہار کے طور پر ڈالا گیا تھا) وہ اس کے خون میں ڈبو کر اس کے پہلو میں لگا دینا تم اور تمہارے رفقاء میں سے کوئی ایک اس میں سے (گوشت) نہ کھائے۔

3106- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَاجِيَةَ الْخَزَائِعِ قَالَتْ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي حَدِيثِهِ وَكَانَ صَاحِبَ بُذْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا عَطِبَ مِنَ الْبُذْنِ قَالَ أَنْحَرُهُ وَاغْمَسَ نَعْلَهُ فِي دَمِهِ ثُمَّ اضْرِبَ صَفْحَتَهُ وَخَلَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ فَلْيَا كُلُّوهُ

•• حضرت ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہا جو نبی اکرم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے نگران تھے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! قربانی کا جو جانور تھک جائے میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے نحر کر کے اس کے (گلے میں ہار کے طور پر ڈالا ہوا) جوتا اس کے خون میں ڈبو دے پھر وہ اس کے پہلو پر لگا دو اور پھر اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دو وہ اسے کھالیں گے۔

بَاب أَجْرِ بَيُوتِ مَكَّةَ

یہ باب مکہ کے گھروں کے کرائے کے بیان میں ہے

3107- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ عُثْمَانَ

3105: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3205

3106: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1762 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 910

3107: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متغرد ہیں۔

بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عُلُقَمَةَ بْنِ نَضْلَةَ قَالَ تَوَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا تَدْعَى رِبَاعُ مَكَّةَ إِلَّا السَّوَابَ مَنِ اخْتِاجَ مَسْجِدَ وَمَنِ اسْتَقْنَى اسْمَ مَسْجِدٍ

••• علقمہ بن نضلہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، اس تمام عرصے میں مکہ کی سرزمین کو ایسے جانور کی طرح سمجھا گیا جو کسی کی ملکیت نہیں ہوتا، جس شخص کو جہاں ضرورت ہوتی تھی وہ وہاں رہائش اختیار کر لیتا تھا، جس شخص کو ضرورت نہیں ہوتی تھی وہ کسی دوسرے کو رہائش کے لیے دیدیتا تھا۔

مسجد حرام سے روکنا گناہ ہے

مسجد حرام سے روکنا اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک ماہ حرام میں جنگ کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ (بقرہ - آیت)۔ ظاہر ہے کہ یہاں مسجد سے نماز پڑھنے والوں کو نکالنا نہیں بلکہ مکہ سے مسلمان باشندوں کو نکالنا مراد ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: ذَلِكَ لِمَنْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، یہ رعایت اُس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ)۔ یہاں بھی مسجد حرام سے مراد پورا حرم مکہ ہے نہ کہ محض مسجد۔ لہذا مسجد حرام میں مساوات کو صرف مسجد میں مساوات تک محدود نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ حرم مکہ میں مساوات ہے۔

پھر یہ گروہ کہتا ہے کہ یہ مساوات صرف عبادت اور تعظیم و حرمت ہی میں نہیں ہے، بلکہ حرم مکہ میں تمام حقوق کے اعتبار سے ہے۔ یہ سرزمین خدا کی طرف سے وقف عام ہے لہذا اس پر اور اس کی عمارات پر کسی کے حقوق ملکیت نہیں ہیں۔ ہر شخص ہر جگہ ٹھہر سکتا ہے، کوئی کسی کو نہیں روک سکتا اور نہ کسی بیٹھے ہوئے کو اٹھا سکتا ہے۔ اس کے ثبوت میں یہ لوگ بکثرت احادیث اور آثار پیش کرتے ہیں۔ مثلاً عبد اللہ بن عمر کی روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَكَّةَ مَنَاحٌ لَا تَبَاعُ رِبَاعُهَا وَلَا تَوَاجِرُ بَيْوتُهَا، مکہ مسافروں کے اترنے کی جگہ ہے، نہ اس کی زمینیں بیچی جائیں اور نہ اس کے مکان کرائے پر چڑھائے جائیں۔

ابراہیم نخعی کی مُرسَل روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَكَّةَ حَرَمُهَا اللَّهُ لَا يَحِلُّ بَيْعُ رِبَاعِهَا وَلَا اجَارَةُ بَيْوتِهَا، مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے، اس کی زمین کو بیچنا اور اس کے مکانوں کا کرایہ وصول کرنا حلال نہیں ہے۔ (واضح رہے کہ ابراہیم نخعی کی مُرسَلات حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں، کیونکہ اُن کا یہ قاعدہ مشہور و معروف ہے کہ جب وہ مُرسَل روایت کرتے ہیں تو دراصل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں)۔ مجاہد نے بھی تقریباً انہی الفاظ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عُلُقَمَةُ بْنُ نَضْلَةَ کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مکے کی زمینیں سواغب (افتادہ زمینیں یا شاملات) سمجھی جاتی تھیں، جس کو ضرورت ہوتی وہ رہتا تھا اور جب ضرورت نہ رہتی دوسرے کو ٹھہرا دیتا تھا۔ عبد اللہ بن عمر کی روایت کہ حضرت عمر نے حکم دے دیا تھا کہ حج کے زمانے میں مکے کا کوئی شخص اپنا دروازہ بند نہ کرے۔ بلکہ مجاہد کی روایت تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے اہل مکہ کو اپنے مکانات کے صحن کھلے چھوڑ دینے کا حکم دے رکھا تھا اور وہ ان پر دروازے لگانے سے منع کرتے تھے تاکہ آنے والا جہاں چاہے ٹھہرے۔ یہی روایت عطا کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ صرف سہیل بن عمرو کو

فاروق اعظم نے محن پر دروازے لگانے کی اجازت دی تھی کیونکہ ان کو تجارتی کاروبار کے سلسلے میں اپنے اونٹ وہاں بند کرنے ہوتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ جو شخص مکہ کے مکانات کا کرایہ وصول کرتا ہے وہ اپنا پیٹ آگ سے بھرتا ہے۔
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول کہ اللہ نے پورے حرم مکہ کو مسجد بنا دیا ہے جہاں سب کے حقوق برابر ہیں۔ مکہ والوں کو باہر والوں سے کرایہ وصول کرنے کا حق نہیں ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کا فرمان امیر مکہ کے نام کہ مکے کے مکانات پر کرایہ نہ لیا جائے کیونکہ یہ حرام ہے۔ ان روایات کی بنا پر بکثرت تابعین اس طرف گئے ہیں،

اور فقہاء میں سے امام مالک، امام اعظم رضی اللہ عنہ، سفیان ثوری، امام احمد بن حنبل، اور اسحاق بن زحویہ کی بھی یہی رائے ہیں کہ اراضی مکہ کی بیع، اور کم از کم موسم حج میں مکے کے مکانوں کا کرایہ جائز نہیں۔ البتہ بیشتر فقہاء نے مکہ کے مکانات پر لوگوں کی ملکیت تسلیم کی ہے اور ان کی بحیثیت عمارت، نہ کہ بحیثیت زمین بیع کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

مسجد حرام سے روکنے کی ممانعت میں تصریحات کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے اس فعل کی تردید کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو مسجد الحرام سے روکتے تھے وہاں انہیں احکام حج ادا کرنے سے باز رکھتے تھے باوجود اس کے اولیاء اللہ کے ہونے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اولیاء وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو اس سے معلوم ہوتا کہ یہ ذکر مدینے شریف کا ہے۔ جس طرح سورۃ بقرہ کی آیت (یسألونک عن الشہر الحرام النخ) میں ہے یہاں فرمایا کہ باوجود کفر کے پھر یہ بھی فعل ہے کہ اللہ کی راہ سے اور مسجد الحرام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں جو درحقیقت اس کے اہل ہیں۔ یہی ترتیب اس آیت کی ہے (الذین امنوا ونطمئن قلوبہم بذكر الله النخ)، یعنی ان کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ذکر اللہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

مسجد الحرام جو اللہ نے سب کے لئے یکساں طور پر باحرمت بنائی ہے معتم اور مسافر کے حقوق میں کوئی کمی زیادتی نہیں رکھی۔ اہل مکہ مسجد الحرام میں اتر سکتے ہیں اور باہر والے بھی۔ وہاں کی منزلوں میں وہاں کے باشندے اور بیرون ممالک کے لوگ سب ایک ہی حق رکھتے ہیں۔

اس مسئلے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرمانے لگے مکے کی حویلیاں ملکیت میں لائی جاسکتی ہیں۔ ورثے میں بٹ سکتی ہیں اور کرائے پر بھی دی جاسکتی ہیں۔ دلیل یہ دی کہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ کل آپ اپنے ہی مکان میں اترے گے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ عقل نے ہمارے لئے کون سی حویلی چھوڑی ہے؟ پھر فرمایا کافر مسلمان کا ورثہ نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا۔ اور دلیل یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر وہاں جیل خانہ بنایا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار بھی اس مسئلے میں امام صاحب کے ہم نوا ہیں۔
امام اسحاق بن راہویہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ ورثے میں بٹ نہیں سکتے نہ کرائے پر دیئے جاسکتے ہیں۔ اسلاف میں سے

ایک جماعت یہ کہتی ہے مجاہد اور عطا کا یہی مسلک ہے۔ اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے حضرت علقمہ بن فضلہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صدیقی اور فاروقی خلافت میں مکے کی حویلیاں آزاد اور بملکیت استعمال کی جاتی رہیں اگر ضرورت ہوتی تو رہتے ورنہ اوروں کو بسنے کے لئے دے دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نہ تو مکہ شریف کے مکانوں کا بیچنا جائز ہے نہ ان کا کرایہ لینا۔ حضرت عطا بھی حرم میں کرایہ لینے کو منع کرتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ شریف کے گھروں کے دروازے رکھنے سے روکتے تھے کیونکہ مکن میں حاجی لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ سب سے پہلے گھر کا دروازہ سہیل بن عمرو نے بنایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت انہیں حاضری کا حکم بھیجا انہوں نے آکر کہا مجھے معاف فرمایا جائے میں سوداگر شخص ہوں میں نے ضرورتاً یہ دروازے بنائے ہیں تاکہ میرے جانور میرے بس میں رہیں۔ آپ نے فرمایا پھر خیر ہم اسے تیرے لئے جائز رکھتے ہیں۔ اور روایت میں حکم فاروقی ان الفاظ میں مروی ہے کہ اہل مکہ اپنے مکانوں کے دروازے نہ رکھوتا کہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہریں۔

عطا فرماتے ہیں شہری اور غیر وطنی ان میں برابر ہیں جہاں چاہیں اتریں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مکہ شریف کے لوگ گھروں کا کرایہ کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے درمیان کا مسلک پسند فرمایا یعنی ملکیت کو اور دروازے کو تو جائز بتایا ہاں کرایہ کو ناجائز کہا ہے اس سے دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ جو بھی یہاں برا کام کرے یہ حرم شریف کی خصوصیت ہے کہ غیر وطنی لوگ جب کسی بد کام کا ارادہ بھی کر لیں تو بھی انہیں سزا ہوتی ہے چاہے اسے عملانہ کریں۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور حرم میں الحاد و ظلم کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی اللہ اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس نے تو اس کو مرفوع بیان کیا تھا لیکن میں اسے مرفوع نہیں کرتا۔ اس کی اور سند بھی ہے جو صحیح ہے اور موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کے زیادہ ٹھیک ہے عموماً قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے، واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کسی پر برائی کے صرف سے برائی نہیں لکھی جاتی لیکن اگر دور دراز مثلاً عدن میں بیٹھ کر بھی یہاں کے کسی شخص کے قتل کا ارادہ کرے تو اللہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں یا نہیں کہنے پر یہاں قسمیں کھانا بھی الحاد میں داخل ہے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اپنے خادم کو یہاں گالی دینا بھی الحاد میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے امیر شخص کا یہاں آکر تجارت کرنا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مکے میں اناج کا بیچنا۔

ابن حبیب بن ابوثابت فرماتے ہیں گراں فروشی کے لئے اناج کو یہاں روک رکھنا۔ ابن ابی حاتم میں بھی فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن انیس کے بارے میں اتری ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر اور ایک انصار کے ساتھ بھیجا تھا ایک مرتبہ ہر ایک اپنے اپنے نسب نامے پر فخر کرنے لگا اس نے

غصے میں آ کر انصاری کو قتل کر دیا اور مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور دین اسلام چھوڑ بیٹھا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جو الحاد کے بعد مکہ کی پناہ لے۔ ان آثار سے گو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام الحاد میں سے ہیں لیکن حقیقتاً یہ ان سب سے زیادہ اہم بات ہے بلکہ اس سے بڑی چیز پر اس میں تنبیہ ہے۔ اسی لئے جب ہاتھی والوں نے بیت اللہ شریف کی خرابی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیج دئے جنہوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر ان کا بھس اڑا دیا اور وہ دوسروں کے لئے باعث عبرت بنائے گئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک لشکر اس بیت اللہ کے غزوے کے ارادے سے آئے گا جب وہ بیدار میں پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول آخر کے دھنسا دئے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ یہاں الحاد کرنے سے بچیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہاں ایک قریشی الحاد کرے گا اس کے گناہ اگر تمام جن وانس کے گناہوں سے تو لے جائیں تو بھی بڑھ جائیں دیکھو خیال رکھو تم وہی نہ بن جانا۔ (مسند احمد) اور روایت میں یہ بھی ہے کہ نصیحت آپ نے انہیں حطیم میں بیٹھ کر کی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۲۵)

بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ

یہ باب مکہ مکرمہ کی فضیلت میں ہے

حرم کی زمین کا بیان

حرم "زمین کے اس قطعہ کو کہتے ہیں جو کعبہ اور مکہ کے گردا گرد ہے۔! اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی عظمت کے سبب اس زمین کو بھی معظم و مکرم کیا ہے۔ اس زمین کو حرم اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خطہ زمین کی بزرگی کی وجہ سے اس کی حدود میں ایسی بہت سی چیزیں حرام قرار دی ہیں جو اور جگہ حرام نہیں ہیں۔ مثلاً حدود حرم میں شکار کرنا، درخت کاٹنا اور جانوروں کو ستانا وغیرہ درست نہیں۔! بعض علماء کہتے ہیں کہ زمین کا یہ حصہ حرم اس طرح مقرر ہوا کہ جب حضرت آدم زمین پر اتارے گئے تو شیاطین سے ڈرتے تھے کہ مجھے ہلاک نہ کر ڈالیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت و نگہبانی کے لئے فرشتوں کو بھیجا ان فرشتوں نے مکہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا لہذا مکہ کے گردا گرد جہاں جہاں فرشتوں نے کھڑے ہو کر حد بندی کی وہ حرم کی حد مقرر ہوئی اور اس طرح کعبہ مکرمہ اور ان فرشتوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کے درمیان جو زمین آگئی، وہ حرم ہوئی۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم نے جب کعبہ بناتے وقت حجر اسود رکھا تو اس کی وجہ سے ہر چہار طرف کی زمین روشن ہو گئی چنانچہ اس کی روشنی اس زمین کے چاروں طرف جہاں جہاں تک پہنچی وہیں حرم کی حد مقرر ہوئی زمین حرم کے حدود یہ ہیں، مدینہ منورہ کی طرف تین میل (مقام تنعیم تک) یمن، طائف، ہجرانہ اور جدہ کی طرف سات سات میل بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جدہ کی طرف دس میل اور ہجرانہ کی طرف نو میل۔ چاروں طرف جہاں جہاں حرم کی زمین ختم ہوتی ہے۔ وہاں حدود کی علامت کے طور پر برجیاں بنی ہوئی ہیں مگر جدہ اور ہجرانہ کی طرف برجیاں نہیں ہیں۔

3108- حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِيُّ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنِي عُقَيْلٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَنَّ قَالَ إِنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَمْرَاءِ قَالَ لَهُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ وَاقِفٌ بِالْحَزْوَرَةِ يَقُولُ وَاللَّهِ إِنَّكَ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَيَّ وَاللَّهِ لَوْ لَا آتَى أَخْرَجْتُ مِنْكَ مَا خَرَجْتُ

•• حضرت عبداللہ بن عدی بن حراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ ﷺ نے ”حزورہ“ میں وقوف کیا ہوا تھا آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے (اے مکہ) اللہ کی قسم! بے شک تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر (علاقہ) ہے اور میرے نزدیک اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اللہ کی قسم! اگر مجھے تجھ سے نکال دیا جائے تو میں نہ نکلتا۔

3109- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ بْنِ يَنَاقٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَامَ الْفَتْحِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَهَا حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُقْضَبُ شَجَرُهَا وَلَا يُنْقَرُ صَيْلُهَا وَلَا يَأْخُذُ لُقْطَتُهَا إِلَّا مُنْشِدًا فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِأَنَّهُ لِلْبُيُوتِ وَالْقُبُورِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ

•• سیدہ صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فتح مکہ کے موقع پر میں نے نبی اکرم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس دن قابل احترام قرار دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، تو یہ قیامت کے دن تک قابل احترام رہے گا، یہاں کے درخت کو کاٹا نہیں جائے گا، یہاں کے شکار کو بھگا یا نہیں جائے گا، یہاں راستے میں ملنے والی چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا، البتہ اس کا اعلان کرنے کے لیے اٹھایا جاسکتا ہے۔“
تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اذخر کی اجازت دیجیے! کیونکہ وہ ہمارے گھروں اور قبرستان میں استعمال ہوتی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”اذخر کی اجازت ہے۔“

اذخر کو کاٹنے کی اباحت کا بیان

اور زمین حرم کی گھاس کو چرا سکتا اور کاٹنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اذخر کو کاٹنا بھی جائز ہے اور چرا سکتا بھی جائز ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ گھاس چرانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس کی ضرورت ہے کیونکہ جانوروں کو اس سے روکنا مشکل ہے۔

ہماری دلیل ہماری روایت کردہ حدیث ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دونوں اور دونوں سے کافرانہ طور پر ہے۔ حالانکہ مل سے گھاس لیکر آنا ممکن ہے۔ لہذا حرم کی گھاس کی ضرورت نہ رہی۔ یہ خلاف اذخر کے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استثناء کیا ہے۔ لہذا اسکو کافرانہ جہاز جانا جائز ہے یہ خلاف سانپ کی چھتری (کھنٹی) والی کے کیونکہ یہ تو گھاس ہی نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا اس لیے میرے بعد بھی وہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ میرے لیے صرف ایک دن گھڑی بھر حلال ہوا تھا اس لیے اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اور اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، اس کے شکار نہ بھڑکائے جائیں اور نہ وہاں کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔ ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ (تا کہ اصل مالک تک پہنچا دے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اذخر کی اجازت دیجئے کیوں کہ یہ ہمارے ستاروں اور ہماری قبروں کے لیے کام آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت ہے۔ خالد نے روایت کیا کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھڑکانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر کہیں کوئی جانور سایہ میں بیٹھا ہوا ہے تو) اسے سایہ سے بھگا کر خود وہاں قیام نہ کرے۔ (صحیح بخاری، رقم ۱۸۳۳)

معلوم ہوا کہ حرم محترم کا مقام یہ ہے کہ جس میں کسی جانور تک کو بھی ستانا، اس کو اس کے آرام کی جگہ سے اٹھا دینا، خود اس جگہ پر قبضہ کر لینا یہ جملہ امور حرم شریف کے آداب کے خلاف ہیں۔ ایام حج میں ہر حاجی کا فرض ہے کہ وہاں دوسرے بھائیوں کے آرام کا ہر وقت خیال رکھے۔

البتہ خشک گھاس کاٹنے کی صورت میں قیمت واجب نہیں ہوتی لیکن اس کا کافرانہ بھی درست نہیں ہے۔!، اسی طرح کماۃ یعنی کھنٹی (ایک قسم کا خودروساگ) بھی مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ نباتات میں سے نہیں ہے! حضرت امام شافعی کے مسلک میں زمین حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرا نا بھی جائز ہے۔

حرم مدینہ کے جانور کو مارنے کی کراہت میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں اپنی حویلی کی طرف جو مدینہ کے قریب مقام عتیق میں تھی، سوار ہو کر چلے تو راستہ میں انہوں نے ایک غلام کو دیکھا جو ایک درخت کاٹ رہا تھا یا اس درخت کے پتے جھاڑ رہا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بطور سزا و تنبیہ اس غلام کے کپڑے چھین لئے، پھر جب وہ مدینہ واپس آئے تو غلام کے مالک ان کی خدمت میں آئے اور یہ گفتگو کی کہ انہوں نے جو چیز ان کے غلام سے لی ہے یعنی اس کے کپڑے اسے وہ غلام کو واپس کر دیں یا ان مالکوں کو دے دیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ میں اس چیز کو کیسے واپس کر سکتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلوائی ہے۔ چنانچہ سعد نے کپڑے واپس کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔ (مسلم)

ان پر د علی غلامہم او علیہم حرف اور اوی کے شک کو ظاہر کر رہا ہے کہ ان کے مالکوں نے یا تو کہا تھا کہ غلام کے کپڑے غلام کو واپس کر دیں یا اس کے بجائے یہ کہا تھا کہ جو کپڑے ہمارے غلام سے لئے ہیں وہ ہمیں دے دیں۔ حدیث کے اس جملہ جو مجھے رسول اللہ نے دلوائی ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی اجازت دی تھی کہ جو شخص کسی کو مدینہ میں شکار مارتے یا درخت کاٹتے دیکھے تو وہ اس کے کپڑے ضبط کر لے، لہذا کہا جائے گا کہ یا تو یہ حدیث منسوخ ہے یا پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ اجازت زجر تنبیہ کے طور پر دی گئی تھی۔

علامہ طبری فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ میں شکار مارنے یا درخت کاٹنے کی وجہ سے بدلہ کفارہ واجب نہیں ہوتا بلکہ مدینہ میں یہ چیزیں بغیر بدلہ کے حرام ہیں، جب کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح مکہ میں ان چیزوں کے ارتکاب سے بدلہ واجب ہوتا ہے اسی طرح مدینہ میں بھی ان کی وجہ سے بدلہ میں واجب ہوتا ہے لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مدینہ میں یہ چیزیں حرام نہیں ہیں البتہ مکہ میں۔

کعبہ کی حرمت کا باعث کامیابی ہونے کا بیان

3110 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَابْنُ الْفَضْلِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْنَادٍ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَابِطٍ عَنْ عِيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ الْمَخْزُومِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ هَذِهِ الْأُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظُمُوا هَذِهِ الْحُرْمَةَ حَتَّى تَعْظِيمَهَا فَإِذَا ضَيَعُوا ذَلِكَ هَلَكُوا

حضرت عیاش بن ابوربیعہ مخزومی روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”یہ امت اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہے گی جب تک وہ لوگ اس حرمت کا حقیقی طور پر احترام کرتے رہیں گے، جب وہ اسے ضائع کر دیں گے تو وہ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے۔“

کعبہ کے اول بیت ہونے کے سلسلہ میں روایات اور رائج روایت کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا زمین پر کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام میں نے کہا پھر کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ میں نے پوچھا ان کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا چالیس سال

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۷)

اس حدیث کو امام مسلم (ج ۱ ص ۱۹۹) امام نسائی (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۱۲) امام ابن ماجہ (سنن ابن ماجہ ص ۵۵) امام احمد (مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۶۱۶۷) اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۲۶ طبعہ لبنان)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے بنایا اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے بنایا اور ان کے درمیان چالیس سال نہیں بلکہ ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے اس کا جواب

یہ ہے کہ یہاں دونوں مسجدوں کے ابتداء بنانے اور ان کی بنیادیں رکھنے کا ذکر ہے اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ابتداء کعبہ کو بنایا تھا اور نہ حضرت سلیمان نے ابتداء مسجد اقصیٰ کو بنایا تھا کیونکہ پہلے حضرت آدم نے کعبہ کو بنایا تھا پھر ان کی اولاد زمین میں پھیل گئی تو ہو سکتا ہے کہ اس کے چالیس سال بعد ان کی اولاد میں سے کسی نے مسجد اقصیٰ کو بنایا ہو اور اس کے بعد حضرت ابراہیم نے انہی بنیادوں پر کعبہ کو اٹھایا ہو جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ان مسجدوں کو ابتداء بنایا بلکہ انہوں نے ان کی بنیادوں پر کعبہ اور مسجد اقصیٰ کی عمارت کی تجدید کی علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مسجد اقصیٰ کو بعض اولیاء اللہ نے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام سے پہلے بنایا تھا پھر انہوں نے اس کی عمارت میں زیادتی اور توسیع کی بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ کو حضرت آدم (علیہ السلام) نے بنایا تھا ایک قول ہے کہ فرشتوں نے بنایا تھا ایک قول ہے کہ سام بن نوح (علیہ السلام) نے بنایا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنایا تھا جن کا یہ قول ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے مسجد اقصیٰ کو بنایا تھا ان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ہشام نے کتاب التعمید میں لکھا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے جب کعبہ کو بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ وہاں پر ایک مسجد بنائیں اور اس میں عبادت کریں اور حضرت آدم (علیہ السلام) کا بیت اللہ کو بنانا بہت مشہور ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ طوفان نوح کے زمانہ میں بیت اللہ کو اٹھا لیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے اس کو مہیا کیا اور امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کے ساتھ ہی بیت کو بنایا تھا اور جب حضرت آدم (علیہ السلام) کو زمین پر اتارا گیا تو ان کو فرشتوں کی آوازیں اور ان کی تسبیحات سنائی نہیں دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اے آدم! میں نے ایک بیت کو زمین پر اتارا ہے اس کے گرد بھی اسی طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے آپ اس بیت کی طرف چلے جائیں۔ حضرت آدم کو ہند میں اتارا گیا تھا پھر وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور بیت اللہ پہنچے اور اس کا طواف کیا اور ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو انہیں بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے وہاں ایک مسجد بنائی اور وہاں نماز پڑھی تاکہ آپ کی بعض اولاد کے لیے وہ قبلہ ہو جائے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۰۹-۳۰۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری روایت کرتے ہیں: ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے کہا لوگوں کے لیے زمین پر سب سے پہلے جو گھر بنایا گیا وہ مکہ میں تھا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: نہیں پھر نوح (علیہ السلام) کی قوم کہاں رہتی تھی؟ اور ہود (علیہ السلام) کی قوم کہاں رہتی تھی؟ لیکن جو گھر لوگوں کے لیے برکت کے لیے سب سے پہلے بنایا گیا وہ مکہ میں تھا۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے عبادت کے لیے نہیں بنایا گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی رہائش کے لیے جو پہلے بہت سے مکان بنائے گئے تھے لیکن لوگوں کی عبادت کے لیے جو سب سے پہلے گھر بنایا گیا وہ مکہ میں کعبہ تھا اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام ابن جریر نے اس کے بعد ذکر کیا ہے: مطر سے روایت ہے کہ بیت اللہ سے پہلے بھی

گھر تھے لیکن یہ پسند کرتے تھے جس کو عبادت کے لیے بنایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بنانے سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ کو بنایا اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کے ساتھ بیت اللہ کو زمین پر اتارا گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ایک بیت کو نیچے اتار رہا ہوں اس کے گرد اس طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے، پھر اس کے گرد حضرت آدم نے طواف کیا اور آپ کے بعد مومنین نے طواف کیا پھر جب طوفان نوح کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بیت کو اوپر اٹھا لیا اور اس کو زمین والوں کے عذاب سے محفوظ رکھا پھر بیت اللہ آسمان میں معمور رہا اس کے بعد جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کعبہ کے آثار تلاش کر رہے تھے تو انہوں نے اس کو پہلے کی پرانی بنیادوں پر تعمیر کیا (جامع البیان ج ۳ ص ۷۷۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ زمین پر لوگوں کے رہنے کے لیے پہلے اور بھی گھر بنے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر سب سے پہلے زمین پر بنایا گیا وہ مکہ مکرمہ میں کعبہ تھا امام بخاری نے حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے جو حدیث روایت کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ہشام سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں بھی یہی ہے کہ آدم (علیہ السلام) نے کعبہ بنایا اور اس کے چالیس سال بعد انہوں نے عیسیٰ بیت المقدس کو بنایا اور ہمارے نزدیک یہی رائج ہے باقی جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے زمین پر کعبہ بنایا یا کعبہ کو حضرت آدم کے ساتھ زمین پر اتارا یہ روایات ہمارے نزدیک مرجوح ہیں ہم نے ان روایات کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو بنانے کے سلسلہ میں تمام کلیدی روایات کا استیعاب ہو جائے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم نے کعبہ کو بنایا اور انہوں نے امام ابن ہشام کی کتاب التیجان سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے پہلے مکہ میں بیت اللہ کو بنایا پھر اس کے بعد بیت المقدس کو بنایا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۶۲ مطبوعہ ادارة المطابع السیمریہ مصر ۱۳۳۸ھ)

تعمیر کعبہ کی تاریخ کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب کعبہ کو بنایا گیا تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور عباس پتھر اٹھا اٹھا کر لارہے تھے عباس (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا اپنی چادر اپنی گردن کے نیچے رکھ لیں (تاکہ آپ کی گردن میں پتھر نہ چسبیں) آپ زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں آپ نے فرمایا میری چادر مجھے دو پھر آپ کی چادر آپ پر باندھ دی۔

یہ حدیث درلیۃ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس وقت قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عمر پینتیس سال تھی اور اس وقت حضرت عباس حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چادر اتارنے کے لیے نہیں کہہ سکتے تھے!

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اگر تہباری قوم زمانہ جاہلیت سے نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا اور اس میں اس حصہ (حطیم) کو داخل کر دیتا جو اس سے خارج کر دیا گیا ہے اور اس کو زمین سے ملا دیتا اور اس میں دو دروازے بناتا ایک شرقی دروازہ ایک غربی دروازہ اور اس کو میں اساس ابراہیم کے مطابق کر دیتا یہی وہ حدیث تھی جس نے حضرت ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) کو کعبہ کے منہدم کرنے پر برا بیختے کیا یزید بن رومان کہتے ہیں میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ جب حضرت ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کو دوبارہ بنایا اور اس میں حطیم کو داخل کر لیا اور میں نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی رکھی ہوئی بنیاد کے پتھر دیکھے جو اونٹ کے کوبان کے برابر تھے جریر کہتے ہیں کہ میں نے اندازہ کیا اس بنیاد سے حطیم تک چھ ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

کعبہ کی تعمیر اور اس کی تجدید اور اصلاح کئی مرتبہ کی گئی ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) پہلی بار کعبہ کو حضرت آدم (علیہ السلام) نے تعمیر فرمایا علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام بیہقی نے دلائل النبوة میں حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جبرائیل (علیہ السلام) کو حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے پاس بھیجا اور ان سے فرمایا کہ میرے لیے ایک بیت بناو جبرائیل (علیہ السلام) نے ان کے لیے نشان ڈالے حضرت آدم زمین کھودتے تھے اور حضرت حوا مٹی نکالتی تھیں انہوں نے اس قدر گہری بنیاد کھودی کہ زمین کے نیچے سے پانی نکل آیا پھر یہ ندا کی گئی کہ اے آدم یہ کافی ہے جب حضرت آدم (علیہ السلام) نے یہ بیت بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اس کے گرد طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا بیت ہے پھر صدیاں گزرتی گئیں حتیٰ کہ حضرت نوح (علیہ السلام) نے اس کا حج کیا۔

(۲) کتاب التبحان میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم گمراہ ہو گئی اور انہوں نے کعبہ کو منہدم کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تم انکی ہلاکت کا انتظار کرو حتیٰ کہ تنور جوش مارنے لگے۔ از رقی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول نو ہاتھ تھا زمین میں اس کا طول تیس ہاتھ اور عرض بائیس ہاتھ تھا اور اس پر چھت نہیں تھی اور جب قریش نے اس کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول اٹھارہ ہاتھ رکھا اور زمین میں اس کے طول کو چھ ہاتھ اور ایک بالشت کم کر دیا اور حطیم کو چھوڑ دیا اور جب حضرت ابن الزبیر نے اس کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول بیس ہاتھ رکھا اور جب حجاج نے اس کو منہدم کر کے بنایا تو اس میں تغیر نہیں کیا اور یہ اب تک اسی طرح بنا ہوا ہے۔

(۳) جرہم کے ایام میں کعبہ کو ایک یا دو مرتبہ بنایا گیا کیونکہ سیلاب سے کعبہ کی ایک دیوار منہدم ہو گئی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو بنایا نہیں گیا تھا صرف اس کی مرمت کی گئی تھی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ بنایا اور کافی زمانہ گزر گیا تو یہ بوسیدہ ہو کر منہدم ہو گیا پھر اس کو جرہم نے بنایا اور کافی زمانہ کے بعد یہ پھر منہدم ہو گیا تو اس کو قریش نے بنایا اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو ان تھے امام حاکم نے اس حدیث کی اصل کو صحیح قرار دیا ہے۔

(حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور قریش کے درمیان ۵۰ ہزار سات سو تتر سال کا عرصہ ہے)

(۴) امام محمد بن اسحاق نے السیرۃ میں بیان کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عمر پینتیس سال کی تھی تو قریش کعبہ کو بنانے کے لیے جمع ہوئے وہ اس کی چھت بھی ڈالنا چاہتے تھے اور اس کو منہدم کرنے سے خوف کھاتے تھے پھر قریش کے تمام قبائل جمع ہوئے اور انہوں نے پھر جمع کیے اور اس کی بنیاد میں ہر قبیلہ نے پھر ڈالنے کی جگہ اس کو نصب کرنے میں اختلاف ہوا ہر قبیلہ والا اس کو نصب کرنا چاہتا تھا حتیٰ کہ قریش کے سب سے بوڑھے شخص ابوامیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمران بن مخزوم نے یہ فیصلہ کیا کہ کل جو شخص اس مسجد کے دروازہ میں سب سے پہلے داخل ہوگا وہی تمہارے درمیان اس کا فیصلہ کرے گا اور اس دن سب سے پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) داخل ہوئے لوگوں نے کہا یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں یہ محمد ہیں۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ایک چادر لاؤ پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اس چادر میں رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا ہر قبیلہ والا اس چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھائے جب انہوں نے اس چادر کو حجر اسود کو نصب کرنے کی جگہ تک اوپر اٹھا لیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو نصب کر دیا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۱۷، ۲۱۸ مطبوعہ ادارة الطہارۃ المنیر یہ مصر ۱۳۳۸ھ)

(۵) اس کے بعد ۶۴ یا ۶۵ ہجری میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہ) نے کعبہ کو منہدم کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خواہش کے مطابق بناء ابراہیم پر کعبہ کو بنادیا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیا۔

(۶) پھر تتر (۷۳ھ) میں عبد الملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے حضرت ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) کی بناء کو منہدم کر دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر کعبہ کو بنادیا اور آج تک کعبہ اسی بناء قریش پر قائم ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: حافظ ابن عبد البر اور قاضی عیاض وغیرہ نے لکھا ہے کہ رشید یا مہدی یا منصور نے دوبارہ کعبہ کو حضرت ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) کی تعمیر کے مطابق بنانے کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں امام مالک سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا مجھے ڈر ہے کہیں کعبہ کی تعمیر بادشاہوں کا کھیل نہ بن جائے تو پھر اس نے بنانے کا ارادہ ترک کر دیا قاضی نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن الزبیر کعبہ کو بنانے لگے تو حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے ان کو اس وقت منع فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے بعد کوئی اور امیر آئے گا تو پھر اس میں تغیر کرے گا اس کو اسی طرح رہنے دو۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ سیوطی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ کعبہ کو دس بار بنایا گیا پہلی بار فرشتوں نے بنایا دوسری بار حضرت آدم (علیہ السلام) نے تیسری بار ان کی اولاد نے چوتھی بار حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے پانچویں بار عمالقہ نے چھٹی بار جرہم نے ساتویں بار نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جد امجد قصی بن کلاب نے اٹھویں بار نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے پہلے قریش نے نویں بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہ) نے اور دسویں بار حجاج بن یوسف نے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

مکہ مکرمہ کو بکہ اور مکہ کہنے کی مناسبت کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے لوگوں کے لیے سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا وہ بکہ میں ہے بکہ اور مکہ ایک شہر کے دو نام ہیں اور چونکہ باء اور میم دونوں قریب الخرج ہیں اس لیے بکہ اور مکہ دونوں کہنا صحیح ہیں مکہ مکرمہ کو بکہ کہنے کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) بک کا معنی ہے ایک دوسرے کو دھکا دینا اور مکہ میں بہت رش اور ازدحام ہوتا ہے اس لیے لوگ ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہیں۔

(۲) چونکہ مکہ مکرمہ بڑے جابر حکمرانوں کی گردنیں جھکا دیتا ہے اس لیے اس کو بکہ کہتے ہیں۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ بکاء سے بنا ہو اور چونکہ یہاں آ کر لوگ یاد خدا میں اور خوف خدا سے بہت روتے ہیں، اس لیے اس کو بکہ کہتے ہیں اور مکہ کہنے کی یہ وجوہ ہیں۔

(۱) تمک الذنوب کا معنی ہے گناہوں کو زائل کرنا چونکہ اس شہر میں عبادت کرنے اور حج اور عمرہ کرنے سے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں۔

(۲) تمک العظم کا معنی ہے ہڈی کے اندر جو کچھ ہو اس کو کھینچ لینا اور یہ شہر دوسرے شہروں کے لوگوں کو اپنے اندر کھینچ لیتا ہے اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں۔

(۳) اس شہر میں پانی کم ہے گویا اس کا پانی کھینچ لیا گیا اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں:

بعض علماء نے کہا کہ مکہ پورے شہر کا نام ہے اور بکہ خاص مسجد حرام کا نام ہے کیونکہ بک کا معنی ازدحام ہے اور ازدحام اور ایک دوسرے کو دھکا دینا مسجد حرام میں طواف کے وقت ہوتا ہے اور بعض علماء نے اس کے برعکس کہا کیونکہ قرآن مجید میں ہے سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا وہ بکہ میں ہے اس سے متبادریں ہوتا ہے کہ یہاں بکہ شہر کو فرمایا ہے۔

بیت اللہ کے اسماء کا بیان

بیت اللہ کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) بیت اللہ کا مشہور نام کعبہ ہے قرآن مجید میں ہے:

(آیت) جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس۔ (المائدہ: ۹۷)

ترجمہ اللہ نے معزز بیت کعبہ کو لوگوں کے قیام کا سبب بنایا:

کعبہ کا معنی شرف اور بلندی ہے اور بیت اللہ بھی شرف اور بلند ہے اس لیے اس کو کعبہ کہتے ہیں:

(۲) بیت اللہ البیت العتیق بھی کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ولیطوفوا بالبیت العتیق۔ (الحج: ۲۹)

ترجمہ: اور وہ البیت العتیق کا طواف کریں۔

اس بیت کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے قدیم بیت ہے اور عتیق کا معنی قدیم ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک آسمان اور زمین سے پہلے اس بیت کو بنایا گیا عتیق کا دوسرا معنی ہے آزاد اور بعض روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس بیت کو طوفان نوح میں غرق ہونے سے آزاد رکھا اور طوفان کے وقت اس کو اوپر اٹھالیا گیا عتیق کا معنی قوی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بیت کو اتنا قوی بنایا ہے کہ جو شخص اس کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو خود تباہ کر دیا جاتا ہے اور جو شخص اس بیت کی زیارت کے قصد سے آئے اللہ اس کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔

(۳) بیت اللہ کو مسجد الحرام بھی کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

(آیت) سبحان الذی اسرى بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام . (نہی اسرائیل: ۱)

ترجمہ: سبحان ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔

بیت اللہ کو مسجد حرام اس لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کی حرمت کی وجہ سے اس شہر میں قتال کو حرام کر دیا ہے اور یہ دائمی حرمت ہے نیز اس شہر میں شکار کو حرام کر دیا ہے اس شہر کے درختوں کو اور اس کی گھاس کاٹنے کو حرام کر دیا ہے اس شہر کے جانوروں کو ستانا اور پریشان کرنا حرام ہے۔ اس میں حدود کو جاری کرنا حرام ہے اور اس شہر کے یہ تمام احکام اس مسجد کی حرمت کی وجہ سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: برکت والا اور تمام جہان والوں کی ہدایت کا سبب ہے۔ (آل عمران: ۹۶)

کعبہ کی برکت اور ہدایت کے معنی کا بیان

برکت کا ایک معنی ہے کسی چیز کا بڑھنا اور زائد ہونا اس لحاظ سے کعبہ اس لیے برکت والا ہے کہ کعبہ میں ایک نماز کا اجر دوسری مساجد کی نسبت ایک لاکھ درجہ زیادہ ہے جیسا کہ پہلے سنن ابن ماجہ اور الاستذکار کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں اور کعبہ میں حج کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں جماع کیا نہ جماع کے متعلق کوئی بات کی اور نہ کوئی کبیرہ گناہ کیا وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) لوٹے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

حج مبرور کی صحیح اور زیادہ مشہور تعریف یہ ہے کہ اس حج کے دروان کوئی گناہ نہ کیا ہو ایک قول یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد انسان پہلے سے زیادہ نیک ہو جائے اور دوبارہ گناہوں کو نہ کرے دوسرا قول یہ ہے کہ جو حج ریاکاری کے لیے نہ کیا جائے تیسرا قول یہ ہے

کہ جس حج کے بعد انسان گناہ نہ کرے۔

علامہ سید امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے جس نے حج کیا اور جماع یا اس سے متعلق باتیں نہیں کیں اور نہ کوئی کبیرہ گناہ کیا وہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح اس دن تھا جس دن اپنی ماں کے بطن پیدا ہوا تھا اس سے مراد ہے کہ حج کے احرام سے لے کر حج مکمل ہونے تک۔ رد المحتار ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ

برکت کا دوسرا معنی دوام اور بقاء ہے اور چونکہ روئے زمین پر ہر وقت کسی نہ کسی جگہ نماز کا وقت ہوتا ہے اس لیے ہر وقت کعبہ کی طرف توجہ کر کے عبادت کی جاتی ہے اور خود کعبہ میں بھی ہر وقت نماز پڑھی جاتی ہے اس لیے کعبہ کی طرف منہ کر کے اور خود کعبہ میں داعی عبادت کی جاتی ہے۔

کعبہ تمام العالَمین کے لیے ہدایت ہے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

- (۱) کعبہ تمام روئے زمین کے نماز پڑھنے والوں کے لیے قبلہ ہے اور وہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس لیے کعبہ تمام جہان والوں کے لیے سمت قبلہ کی ہدایت ہے۔
 - (۲) کعبہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے اور کعبہ میں جو عجائب اور غرائب ہیں وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدق اور آپ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں اس اعتبار سے کعبہ تمام جہان والوں کے لیے ہدایت ہے۔
 - (۳) کعبہ تمام جہان والوں کو جنت کی ہدایت دیتا ہے جو خلوص نیت سے کعبہ کی زیارت کرے کعبہ کا طواف کرے اور اس میں نمازیں پڑھے کعبہ ان کو جنت کی ہدایت دیتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس میں واضح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے۔

کعبہ اور مقام ابراہیم کی نشانیوں کا بیان

- (۱) اس بیت کے بیت اللہ ہونے کی واضح نشانی یہ ہے کہ یہ بیت غیر آباد بیابان میں بنایا گیا جس کے اطراف میں پھلوں کھیتوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس رہنے والوں کے لیے رزق پہنچانے کا بہترین انتظام کر دیا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اس شہر والوں کے لیے پھلوں کے حصول کی دعا کی تھی سو تمام دنیا کے پھل یہاں لائے جاتے ہیں اور یہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی استجاب دعا کا ثمر ہے۔
- (۲) اس بیت میں اس بات کی واضح نشانیاں موجود ہیں کہ یہی وہ بیت ہے جو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا بنایا ہوا تھا اسی مقام کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ہجرت کے بعد اپنی رہائش کے لیے منتخب فرمایا اسی کے پاس صفا اور مروہ کی وہ پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ بے قراری سے دوڑ رہی تھیں یہیں پر زمزم نام کا وہ کنواں ہے جو حضرت جبرائیل کے پر مارنے سے جاری ہوا تھا حضرت ہاجرہ نے اس بتے ہوئے چشمہ کو روکنے کے لیے زحرم کہا تھا اسی نام سے یہ کنواں آج تک موسوم ہے اسی کے پاس منی ہے جہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے لے گئے تھے یہیں پر وہ جمرات ہیں جہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے شیطان کو ٹکریاں ماری تھیں۔

(۳) اسی بیت کے شہر کے لیے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی تھی۔

(آیت) وَاذْ قَالِ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ۔ (ابراہیم: ۳۵)

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے دعا کی اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے۔

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بعد پونے تین ہزار سال تک جاہلیت کے سبب تمام ملک عرب بد امنی کا شکار رہا اور اس شورش زدہ ملک میں صرف کعبہ کی سرزمین ہی ایسا حصہ تھی جس میں ہمیشہ امن رہا بلکہ اسی کعبہ کی بدولت باقی ملک عرب میں بھی چار ماہ کے لیے امن ہو جاتا تھا۔

(۴) یہ کعبہ کی ہی فیض آفرینی ہے کہ حدود حرم میں وہ جانور بھی امن سے رہتے ہیں جن کا دوسری جگہوں پر شکار کر لیا جاتا ہے بلکہ سرزمین کعبہ میں لگنے والے درخت کٹنے سے محفوظ رہتے ہیں اور حدود حرم میں بحرموں پر حد نہیں لگائی جاتی۔

(۵) جب سے بیت اللہ قائم ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کی سرزمین کو محققین کے حملوں سے محفوظ رکھا سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے پہلے ابرہہ نے ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابا بیلوں کے ذریعہ ہاتھیوں کی اس فوج کو تباہ و برباد کر دیا۔

(۶) مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس میں ٹخنوں تک حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے قدموں کے نشان ثبت ہیں اور یہود و نصاریٰ کی عداوت اور بغض کے باوجود اس پتھر کا پونے تین ہزار سال سے محفوظ چلا آنا زبردست نشانی ہے۔

(۷) یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ کی تعمیر کی تھی ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت ہاجرہ سے اپنا سر دھلویا تھا دوسرا قول یہ ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حج کا اعلان کیا تھا۔

بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ

یہ باب مدینہ منورہ کی فضیلت کے بیان میں ہے

3111- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَعْمَانَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ غَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

بے شک ایمان مدینہ منورہ کی طرف یوں سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے۔

3112- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَفْعَلْ فَإِنِّي أَشْهَدُ لِمَنْ مَاتَ بِهَا
 ۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جس شخص کیلئے مدینہ منورہ میں مرنا ممکن ہو وہ ایسا کر لے کیونکہ جو شخص یہاں فوت ہوگا میں اس کے حق میں واپسی دوں گا۔“

3113- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْقَلَاءِ بْنِ عَبْدِ
 الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلَكَ وَنَبِيَّكَ وَإِنَّكَ
 حَرَّمْتَ مَكَّةَ عَلَى لِسَانِ إِبْرَاهِيمَ اللَّهُمَّ وَأَنَا عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ لَا بَتِّيهَا
 قَالَ أَبُو مَرْوَانَ لَا بَتِّيهَا حَرَّمَكَ الْمَدِينَةَ

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی مکہ کو قابل احترام
 قرار دیا تھا میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں میں اس (مدینہ منورہ) کے دونوں کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا
 ہوں۔“

ابو مروان نامی راوی کہتے ہیں: دونوں کناروں کے درمیان والی جگہ سے مراد مدینہ منورہ کے دونوں اطراف میں موجود پتھر ملی
 زمین ہے۔

شرح

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں مدینہ کے
 دونوں پہاڑوں کے کناروں کے درمیان کو حرام (باعظمت) قرار دیتا ہوں، لہذا نہ تو اس زمین کے (جو، ان دونوں پہاڑوں کے
 درمیان ہے) خاردار درخت کاٹے جائیں اور نہ اس میں شکار مارا جائے (حنفیہ کے نزدیک یہ ممانعت نہیں تنزیہی کے طور پر ہے)
 مدینہ ان (لوگوں) کے لئے (جو مدینہ میں رہتے ہیں) بہتر ہے (یعنی مدینہ کا قیام دنیاوی مقبلی کی بھلائی کا ضامن ہے) بشرطیکہ وہ اس
 کی بھلائی و بہتری کو جائیں تو اس شہر کی اقامت کو ترک نہ کریں اور دنیا کے آرام و راحت کے لئے اس کو چھوڑ کر اور کہیں نہ جائیں جو
 بھی شخص بے رغبتی کے ساتھ (یعنی بلا ضرورت) اس شہر کو چھوڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے ایسے شخص کو مقیم کر دے گا جو
 اس سے بہتر ہوگا (یعنی بے رغبتی کے ساتھ مدینہ کو چھوڑنا مدینہ کے لئے نقصان دہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے لئے مفید ہی ہوگا کہ اس شخص
 کی جگہ کوئی اس سے بہتر شخص آ کر مقیم ہوگا کہ ضرورت و مجبوری کے تحت مدینہ کو چھوڑنا اس حکم میں داخل نہیں) اور جو بھی شخص مدینہ
 میں سختیوں اور بھوک پر ثابت قدم رہے گا (یعنی وہاں کی ہر تنگی و پریشانی پر صبر کرے گا) تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں
 گایا یہ فرمایا کہ میں اس (کی اطاعت) کا گواہ بنوں گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد دوم، رقم الحدیث: 1279)

اس حدیث میں جہاں مدینہ کے رہنے والوں کے لئے خاتمہ بخیر کی سعادت عظمیٰ کی بشارت ہے وہیں یہ تنبیہ بھی ہے کہ مومن

کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حرمین شریفین یعنی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی سکونت پر اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر شکر بھی کرتا رہے اور وہاں کی ہر نعمت و مصیبت پر صابر بھی رہے، نیز یہ کہ وہ ان مقدس شہروں کی بھلائی سے صرف نظر کر کے دوسری جگہوں کی ظاہری نعمت اور راحت و آرام پر نظر نہ رکھے کیونکہ اصل نعمت اور اصل راحت تو آخرت کی نعمت اور وہاں کی راحت ہے جیسا کہ یہ حدیث ہے۔
اللہم لا عیش الا عیش الآخرة۔ اے اللہ! آخرت کی راحت و آرام کے علاوہ اور کوئی راحت و آرام نہیں ہے۔ ۳۱۱۴

۳۱۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ آذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْبَلْعُ فِي الْمَاءِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے (جہنم میں) اس طرح کھول دے گا جس طرح نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔“

۳۱۱۵۔ حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَكْنَفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدًا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ وَهُوَ عَلَى تَرْعَةِ مِنَ النَّارِ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، یہ جنت کے زینوں میں سے ایک زینے پر ہے اور عیر پہاڑ جہنم کے ایک زینے پر ہے۔“

مدینہ منورہ کیلئے نبی کریم ﷺ کی دعائے برکت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا معمول تھا کہ جب وہ کوئی نیا پھل دیکھتے تو اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پھل کو لیتے تو فرماتے، اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، ہمارے شہر میں برکت عطا فرما، ہمارے صاع میں برکت عطا فرما (صاع ایک پیانہ کا نام تھا) ہمارے مد میں برکت عطا فرما (مد بھی ایک پیانہ کا نام تھا) اور اے اللہ! ابراہیم تیرے بندے تھے۔

تیرے خاص دوست تھے اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ ہوں اور تیرا نبی ہوں، ابراہیم نے تجھ سے مکہ کے لئے دعا مانگی تھی (جو اس آیت (فَاَجْعَلْ أَفْنِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ، ابراہیم: 37) اور میں بھی تجھ سے مدینہ کے لئے دعا مانگتا ہوں اسی طرح کی دعا جو ابراہیم نے مکہ کے لئے مانگی تھی بلکہ اس کی مانند اور بھی دعا (یعنی

۳۱۱۴: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

۳۱۱۵: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ابراہیم نے جو دعائیں مانگی تھیں میں نہ صرف اسی طرح کی دعا بلکہ اس سے بھی دو چند دعائیں مانگتا ہوں) پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاندان کے سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اس کو وہ پھل عنایت فرماتے (تاکہ وہ بچہ خوش ہو جائے)۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث: 1281)

برکت " کے معنی ہیں "زیادہ ہونا" لہذا پھل میں برکت کی دعائیں مانگنے کا مطلب تو ظاہر ہی ہے، البتہ شہر میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ شہر میں وسعت ہو، اس میں لوگ کثرت سے آباد ہوں اور اس کی تہذیبی و تمدنی حیثیت مثالی درجہ اختیار کرے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ شہر کا رقبہ بڑھا، اس کی آبادی بڑھی، مسجد نبوی کی بھی توسیع ہوئی اور دور دور سے آ کر مسلمان کثیر تعداد میں یہاں آباد ہوئے اور اس کے علاوہ یہ شہر اپنی تہذیبی و تمدنی حیثیت سے بھی مثالی درجہ پر پہنچا! صاع اور مد میں برکت سے مراد یہ ہے کہ رزق میں فراخی ہو۔ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب! اس کے باوجود کہ خلیل سے حبیب کا مرتبہ بڑا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم کی اس صفت کو ذکر کیا مگر سبب تواضع و انکسار اپنی صفت کو ذکر نہیں کیا اپنے کو صف اللہ کا بندہ اور اس کا نبی کہنے پر اکتفاء فرمایا۔

بَاب مَالِ الْكَعْبَةِ

یہ باب خانہ کعبہ کے مال کے بیان میں ہے

3116 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْذَبِيِّ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ بَعَثَ رَجُلٌ مَعِيَ بِدَرَاهِمَ هَدِيَّةٍ إِلَى الْبَيْتِ قَالَ لَدَخَلْتُ الْبَيْتَ وَشَيْئَةً جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ قَتَاوَلْتُهُ إِيَّاهَا فَقَالَ لَكَ أَلَكْ هَذِهِ قُلْتُ لَا وَكَوْ كَانَتْ لِي لَمْ أَيْتِكَ بِهَا قَالَ أَمَا لَيْتَ قُلْتُ ذَلِكَ لَقَدْ جَلَسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَجْلِسَكَ الَّذِي جَلَسْتَ فِيهِ فَقَالَ لَا أَخْرُجُ حَتَّى أَقْسِمَ مَالِ الْكَعْبَةِ بَيْنَ فَقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ قُلْتُ مَا أَنْتَ فَاعِلٌ قَالَ لَا أَفْعَلَنَّ قَالَ وَلَمْ ذَاكَ قُلْتُ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَأَى مَكَانَهُ وَأَبُو بَكْرٍ وَهُمَا أَخْرُجَا مِنْكَ إِلَى الْمَالِ فَلَمْ يُخْرِجَاكَاهُ فَقَامَ كَمَا هُوَ فَخَرَجَ

« شقیق بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے میرے ہمراہ ہدیے کے طور پر کچھ دراہم خانہ کعبہ کی طرف بھجوائے شکیک کہتے ہیں میں جب خانہ کعبہ میں داخل ہوا تو جناب شبہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے میں نے وہ ان کی طرف بڑھائے تو انہوں نے دریافت کیا: کیا یہ تمہارے اپنے ہیں میں نے جواب دیا: جی نہیں! اگر یہ میرے ہوتے تو میں انہیں آپ کے پاس نہ لے کر آتا تو جناب شبہ نے کہا: خبردار تم نے یہ بات کہہ دی ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جس جگہ تم بیٹھے ہوئے ہو انہوں نے یہ کہا تھا میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک میں خانہ کعبہ کا مال غریبوں میں تقسیم نہیں کر دیتا تو میں نے ان سے یہ کہا تھا آپ ایسا نہیں کریں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ضرور ایسا کروں گا پھر انہوں نے دریافت کیا: اس کی

وجہ کیا ہے (یعنی میں ایسا کیوں نہ کروں؟) تو میں نے بتایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس جگہ کو دیکھا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا ہے اور ان دونوں کو اس مال کی آپ سے زیادہ ضرورت تھی، لیکن ان دونوں حضرات نے اسے حرکت نہیں دی (جناب شبہ کہتے ہیں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔

بَاب صِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ

یہ باب مکہ مکرمہ میں رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کے بیان میں ہے

3117- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ زَيْدٍ الْعَمِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ فَصَامَ وَقَامَ مِنْهُ مَا تيسَّرَ لَهُ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِائَةَ أَلْفِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيمَا سِوَاهَا وَكَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ عَتَقَ رَقَبَةً وَكُلَّ لَيْلَةٍ عَتَقَ رَقَبَةً وَكُلَّ يَوْمٍ حُمَلَانٍ فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفِي كُلِّ يَوْمٍ حَسَنَةٌ وَفِي كُلِّ لَيْلَةٍ حَسَنَةٌ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص مکہ میں رمضان کو پالے اور اس میں روزے رکھے اور جو اس کے نصیب میں ہو اس میں نوافل ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوسری کسی جگہ پر ایک لاکھ رمضانوں کی عبادت جتنا ثواب لکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے روزانہ دن کے وقت ایک غلام آزاد کرنے اور روزانہ رات کے وقت ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے، روزانہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سواری کے لیے گھوڑا دینے کا اجر و ثواب عطا کرتا ہے، اس کا ہر دن بھلائی میں ہوتا ہے اور ہر رات بھلائی میں ہوتی ہے۔“

بَابُ الطَّوَافِ فِي مَطَرٍ

یہ باب بارش کے دوران طواف کرنے کے بیان میں ہے

3118- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَجَلَانَ قَالَ طُفْنَا مَعَ أَبِي عِقَالٍ فِي مَطَرٍ فَلَمَّا قَضَيْنَا طَوَافَنَا آتَيْنَا خَلْفَ الْمَقَامِ فَقَالَ طُفْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي مَطَرٍ فَلَمَّا قَضَيْنَا الطَّوَافَ آتَيْنَا الْمَقَامَ فَصَلَّيْنَا رُكْعَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا أَنَسٌ اتَّيْتُمَا الْعَمَلَ فَقَدْ غُفِرَ لَكُمَا هَكَذَا قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطُفْنَا مَعَهُ فِي مَطَرٍ

داؤد بن عجلان بیان کرتے ہیں: ہم ابو عقال کے ساتھ بارش میں طواف کر رہے تھے، جب ہم نے طواف مکمل کیا اور

3117 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ نے رد نہیں کیا۔

3118 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ نے رد نہیں کیا۔

ہم مقام ابراہیم کے پاس آئے تو ابو عقال نے بتایا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش میں طواف کیا تھا جب طواف مکمل کیا اور ہم مقام ابراہیم کے پاس آئے اور ہم نے دو رکعات ادا کر لیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا "اب تم نئے سرے سے عمل شروع کرو کیونکہ تمہاری مغفرت ہو چکی ہے" نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہی فرمایا ہے، ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ بارش میں طواف کیا تھا۔

بَاب الْحَجِّ مَا شِئَا

یہ باب پیدل حج کرنے کے بیان میں ہے

3119- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانَ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ حَبِيبٍ الزَّيَّاتِ عَنْ حُمْرَانَ بْنِ أَغْمَسَ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ مُشَاةً مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ وَقَالَ ارْبُطُوا أَوْسَاطَكُمْ بِأُزُرِكُمْ وَمَشَى خِلْعَ الْهَرَوَلَةِ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے مدینہ منورہ سے مکہ تک پیدل چل کر حج کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: "اپنے تہبند کر پر باندھ لو۔"

نبی اکرم ﷺ عام رفقار سے ذرا تیز رفقار سے چلے تھے۔

کتاب الاضاحی

یہ کتاب قربانی کے بیان میں ہے

اضحیہ کی لغوی و شرعی تعریف

اضحیہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے عید الاضحیٰ کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔ اضحیہ کے شرعی معنی ہیں مخصوص جانور کا مخصوص وقت میں عبادت کی نیت سے ذبح کرنا۔ (تعریفات، ص ۸)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب اضحیہ، بیروت)

وجوب اضحیہ کے شرعی مآخذ کا بیان

حضرت محف بن سلیم سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (حجۃ الوداع کے موقع پر) عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے اور عتیرہ ہے۔ اور کیا تم کو معلوم ہے کہ عتیرہ کس کو کہتے ہیں؟ یہ وہی ہے جس کو لوگ رصیہ کہتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد، جلد دوم، رقم الحدیث، 1022)

قربانی کے وجوب و عدم وجوب میں مذاہب اربعہ

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ خیرات و صدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے۔

عامر شعی سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اللہ کو گوشت و خون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو، اگر چاہو خود رکھ لو، اگر چاہو راہ اللہ دے دو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے میں دیا ہے۔ کہ تم اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو اور تا مرضی کے کاموں سے رک جاؤ۔ اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرو۔ جو لوگ نیک کار ہیں، حدود اللہ کے پابند ہیں، شریعت کے عامل ہیں، رسولوں کی صداقت تسلیم کرتے ہیں وہ مستحق مبارکباد اور لائق خوشخبری ہیں۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک، ثوری کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ بقیمان مال ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ کے

نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسے منکر بتاتے ہیں۔ ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم برابر دس سال قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ قربانی واجب و فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی فرضیت نہیں۔ یہ بھی روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی پس وجوب ساقط ہو گیا۔

حضرت ابو شریحہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی سنت کفایہ ہے، جب کہ محلے میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کر لی باقی سب نے ایسا نہ کیا۔ اس لئے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں فرمایا ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے تم رچیہ کہتے ہو۔ اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہ اللہ ذبح کر دیا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے، اوروں کو بھی کھلاتے۔ پھر لوگوں نے اس میں وہ کر لیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

بَابُ أَضَاحِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب نبی اکرم ﷺ سے قربانی کے متعلق احادیث کے بیان میں ہے

3120- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ

جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يُضَيِّحُ يَكْبَشِينَ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ وَيُسَمِّي وَيُكَبِّرُ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَذْبَحُ بِيَدِهِ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا

••• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے دوسرے گیس، سینگوں والے مینڈھے قربان کیے تھے

آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھی، تکبیر کہی میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے دست مبارک کے ذریعے ان کو ذبح کیا آپ ﷺ نے ان کے پہلو پر اپنا پاؤں رکھا تھا۔

3121- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي

3120: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 5558 أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5061 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 4427 و رقم الحدیث:

حَبِيبٌ عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدِ الْكَبْشَيْنِ فَقَالَ حِينَ وَجَّهَهُمَا إِلَيَّ وَجَّهْتُ وَجْهِي لِلدُّنْيَا فَطَرَتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمِّهِ

••• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عید کے دن دو دنبے قربان کیے، جب آپ ﷺ نے ان کا رخ قبلہ کی طرف کیا تو آپ ﷺ نے یہ پڑھا:

”میں اپنا رخ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، میں باطل سے ہٹ کر حق پر چلتے ہوئے اس کی طرف رخ کر رہا ہوں، میں مشرک نہیں ہوں، بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، اے اللہ! (یہ قربانی) تیری عطا ہے اور محمد (ﷺ) اور اس کی امت کی طرف سے تیرے لیے ہے۔“

3122- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ مَسِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوئَيْنِ فَذَبَحَ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمِّهِ لِمَنْ شَهِدَ لِلَّهِ بِالْتَوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ وَذَبَحَ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَعَنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب قربانی کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے دو موٹے تازے دنبے خریدے جو سینگوں والے بھی تھے، ان کی آنکھیں سرگیں تھیں اور وہ خصی تھے، آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے ایک کو اپنی امت کی طرف سے ذبح کیا، ہر اس شخص کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دے اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دے جبکہ دوسرا جانور آپ ﷺ نے حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کے گھروالوں کی طرف سے قربان کیا۔

بَابُ الْأَضَاحِيِّ وَاجِبَةٌ هِيَ أَمْ لَا

یہ باب ہے کہ کیا قربانی کرنا واجب ہے یا واجب نہیں ہے؟

3123- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

3121: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2785

3122: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُنْفِقْ فَلَا يَفْرَبَنَّ مُصَلَّائَنَا
 «» حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جس شخص کو گنجائش حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری مید گاہ کے قریب نہ آئے۔“

3124- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ
 سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الصَّحَابِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ قَالَ طَعَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مِنْ بَعْدِهِ
 وَجَرَتْ بِهِ السُّنَّةُ

«» محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانی کے بارے میں دریافت کیا: کیا یہ واجب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

”نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں نے قربانی کی ہے اور رائج طریقہ یہی ہے۔“

وجوب قربانی کی شرائط کا بیان

علامہ علاء الدین خلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں۔ اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں، اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں۔

تو تگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مال داری سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہذا عبادت مالہ اس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لیے شرط نہیں۔ عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے اس کے لیے بلوغ شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور نابالغ پر واجب ہے تو آیا خود اس کے مال سے قربانی کی جائے گی یا اس کا باپ اپنے مال سے قربانی کریگا۔ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے ثواب پائے گا۔ حج کرنے والے جو مسافر ہوں اون پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی۔

(در مختار، رد المحتار، کتاب الضحی، بیروت)

وجوب قربانی میں فقہی تصریحات کا بیان

خلاصہ یہ کہ اس پر قربانی کو واجب کرنے والی روایات کثیرہ متفق ہیں اور یہی متون اور شروح کے اطلاق کے موافق ہے

3123: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3124: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کا قول ہے کہ آزاد مسلمان جب اپنی رہائش لباس، ضروری سامان سے زائد مقدار نصاب کا مالک گھوڑے، ہتھیار اور غلام وغیرہ سے زائد مقدار نصاب کا مالک ہو تو قربانی واجب ہے، اور وہی مذہب کے ایک شیخ سے بھی منقول ہے۔

اور اختلاف متاخرین میں پیدا ہوا ہے، پھر یہ باعث احتیاط ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے، اگر تو اعتراض کرے کہ فقہاء کرام نے قربانی کے معیار وجوب کو صدقہ فطر کے معیار وجوب کی طرف پھیرا ہے اور تنویر میں قربانی کو صدقہ واجبہ کی حرمت کے معیار پر لاگو کیا ہے جہاں انھوں نے کہا کہ صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جو اپنی اصل حاجت سے زائد نصاب والا ہو اگرچہ وہ نصاب نامی نہ ہو اور اسی نصاب سے صدقہ واجبہ لینا حرام ہو جاتا ہے۔

اور درمختار میں مصارف زکوٰۃ کے باب میں کہا کہ زکوٰۃ غنی پر صرف نہ کی جائے غنی وہ ہے کہ اپنی اصلی حاجت سے فارغ قدر نصاب کا مالک ہو خواہ کوئی بھی مال ہو۔ اور رد المحتار میں کہا کہ قنادی میں مذکور ہے ایسے شخص کے متعلق جو دکانوں اور مکانوں کا مالک ہو جن کو کرایہ پر دیا ہو لیکن ان کا کرایہ اس کو اور اس کے عیال کو کفایت نہیں کرتا تو وہ فقیر ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زکوٰۃ حلال ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال نہیں ہے۔ اور یونہی اگر انگور ہوں اور ان کی آمدن اسے کافی نہ ہو۔

قربانی کے واجب میں دلائل کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اٹنی کے دن عید منانے کا حکم ہوا ہے (یعنی دسویں ذی الحجہ کو) جس کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید قرار دیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میرے پاس محض عاریۃ ملی ہوئی اونٹنی یا بکری ہو تو کیا مجھ پر اس کی قربانی بھی واجب ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! بلکہ تو صرف اپنے بال اور ناخن کتر لے اور مونچھیں کم کر دے اور زیر ناف کے بال موٹ لے۔ پس اللہ کے نزدیک یہی تیری قربانی ہے۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم، رقم الحدیث، 1023)

حنفی مذہب میں قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم اور غنی ہو یعنی نصاب کا مالک ہو اگرچہ نصاب نامی نہ ہو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قربانی سنت موكدہ ہے حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی مشہور اور مختار قول یہی ہے۔

قربانی کے سنت ہونے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا نماز پڑھنے اپنے رب کے لئے اور قربانی کیجئے (سورۃ الکوثر)

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ . ذَلَّالْتَهَا عَلَىٰ وَجُوبِ صَلَوةِ الْعِيْدِ وَانْحَرْ الْبَدَنَ بَعْدَهَا ظَاهِرَةً . فَصَلِّ لِرَبِّكَ

سے جس طرح نماز عید کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح وَانْحَرْ سے قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لِّذِكْرِ اسْمِ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقْنَاهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ .

ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کر دی تاکہ اللہ نے جو چاہے انہیں دیے ہیں ان پر اللہ کا نام لیا کریں۔ (سورۃ الحج)
عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا
الْأَضَاحِيُّ؟ قَالَ سُنَّةُ آبَائِكُمْ إِبْرَاهِيمَ قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٍ . قَالُوا
فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٍ .

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا ہے؟
(یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔
صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ
عنہ نے (پھر سوال کیا) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اون (کے بدلے میں کیا ملے گا؟) فرمایا اون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی
ملے گی۔ (سنن ابن ماجہ ص 266)

قربانی کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت؟ لیکن احادیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم جب تک مدینہ منورہ رہے قربانی کرتے رہے اور دوسرے مسلمان بھی قربانی کرتے رہے کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لئے وجوہاً حکم دیا ہو۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا قربانی
واجب ہے؟ آپ نے جواب دیا: ضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے قربانی دی اور مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے۔

سائل نے جواب نہ کافی سمجھ کر (وجوب وغیرہ کا لفظ نہ دیکھ کر) دوبارہ وہی سوال کیا۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا۔ تم سمجھتے نہیں؟ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قربانی دی اور عام مسلمان بھی قربانی دیا کرتے
تھے۔ مقصد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ تھا کہ کوئی حدیث ایسی نہیں، جس میں حکم دیا ہو۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ثابت
ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ قربانی دی۔

چنانچہ دوسری روایت میں فرماتے ہیں: أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ بَيْنَيْنِ يُضَحِّي
(ترمذی) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے اور ہمیشہ قربانی دیتے رہے۔ امام ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول
اول نقل کر کے فرماتے ہیں۔

وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْأَضَحِيَّةَ لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ وَلَكِنَّهَا سُنَّةٌ مِمَّنْ سَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ اس پر اہل علم کا عمل ہے کہ قربانی واجب تو نہیں لیکن یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث سے
بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلٍ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَضَحِيَّةً ،

(لوگو ہر گھر پر ہر سال میں ایک قربانی ہے۔ لیکن اس حدیث کے راویوں میں امر ابو رملہ مجہول راوی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہر گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہوگی، نہ یہ کہ ہر شخص کی طرف سے ایک قربانی۔ اس کی تائید ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ عطاء بن یسار نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانہ میں قربانی کس طرح دی جاتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دیتا، وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تا آنکہ لوگوں نے اس میں فخر و ریا شروع کر دی یعنی کثرت سے قربانی دینے لگ گئے۔ یہی قول امام احمد، اسحاق اور امام شافعی کا ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث اِذَا دَخَلْتَ الْعَشْرَ فَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ سے بھی استدلال کیا ہے کہ قربانی واجب نہیں کیونکہ اس میں قربانی کو ارادے پر معلق کیا ہے اور وجوب ارادہ کے منافی ہوتا ہے۔

ابن ماجہ کی دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّنًا کہ جس کو گنجائش ہو اور پھر قربانی نہ دے وہ ہمارے عید گاہ میں نہ آئے

3124 م۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةٍ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُهَيْمٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ مِثْلَهُ سِوَاءَ

جبلہ بن سہیم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

3125 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ أَلْبَانَا أَبُو رَمْلَةَ عَنْ مُنْخَفٍ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ كُنَّا وَقُوفًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ لِي كُلِّ عَامٍ أَضْحِيَّةً وَغَيْرُهَا أَتَذَرُونَ مَا الْغَيْرَةُ هِيَ الَّتِي يُسَمِّيَهَا النَّاسُ الرَّجْبِيَّةَ

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک ہر گھر والوں پر سال میں ایک مرتبہ قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔ (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یا شاید راوی کہتے ہیں:) کیا تم لوگ جانتے ہو عتیرہ سے مراد کیا ہے؟ یہ وہی چیز ہے جسے لوگ (رجحہ کہتے ہیں)۔

عتیرہ کے منسوخ ہونے کا بیان

اور عتیرہ منسوخ ہے اور عتیرہ اس بکری کو کہتے ہیں جو رجب کے مہینے میں ذبح کی جاتی تھی۔ اور قربانی میں آزادی کو خاص کرنا اس لئے ہے کہ قربانی ایک مالی عبادت ہے جو ملکیت کے بغیر ادا ہونے والی نہیں ہے۔ اور مالک آزاد ہوا کرتا ہے۔ اور اسلام کے

3124 م۔ اخراج الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1506

3125 م۔ اخراج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2788 اخراج الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1518 اخراج النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4235

ساتھ وجوب خاص ہے۔ کیونکہ قربانی ایک عبادت ہے اور یہ قائم ہونے کے ساتھ اسی دلیل کے سبب خاص ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کا وجوب مالدار ہونے کے ساتھ خاص ہے اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ یعنی وسعت کا ہونا شرط ہے۔ اور مالدار ہونے کا نصاب وہی ہے جو صدقہ فطر میں ہے۔ اور کتاب صوم میں اس مسئلہ کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اور وجوب وقت کے ساتھ خاص ہے اور وہ یوم اضحیٰ ہے۔ کیونکہ قربانی اسی کے ساتھ خاص ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب الاضاحیہ، لاہور)

عمیرہ کا دور جاہلیت کی رسم ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فرع اور عمیرہ (کی) اسلام میں (کوئی حقیقت) نہیں۔" ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "فرع جانور کا وہ پہلا بچہ ہے جو کافروں کے یہاں پیدا ہوتا ہے تو وہ اسے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم، مکتوۃ الصالح: جلد اول: رقم الحدیث، 1450)

ایام جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ کسی کے ہاں جب جانور کے پہلا بچہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اسے بتوں کے نام پر ذبح کرتا تھا۔ ابتداء اسلام میں بھی یہ طریقہ جاری رہا کہ مسلمان اس بچہ کو اللہ کے نام پر ذبح کر دیتے تھے مگر بعد میں اس طریقہ کو منسوخ قرار دے دیا گیا اور کفار کی مشابہت کے پیش نظر مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا۔

عمیرہ کسے فرماتے ہیں؟ نیز ایام جاہلیت میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ لوگ ماہ رجب کے پہلے عشرہ میں اپنے معبود کا تقرب حاصل کرنے کے ایک بکری ذبح کرتے تھے اسی کو عمیرہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ابتداء اسلام میں مسلمان بھی ایسا کرتے تھے مگر کافروں کے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور مسلمان اسے تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھ کر اللہ کے نام پر ذبح کرتے تھے پھر بعد میں اسے بھی منسوخ قرار دے کر مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت اسی لیے تھی کہ وہ اسے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن صحیح مسئلہ یہ ہے کہ بت پرستوں کی مشابہت سے بچنے کے لیے یہ ممانعت عام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں فرع ہے اور نہ عمیرہ۔ فرع۔ جانور کے پہلے بچے کو کہتے ہیں جسے کافر اپنے بتوں کے لئے ذبح کیا کرتے تھے اس باب میں نیحہ اور محنف بن سلیم سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عمیرہ وہ جانور جسے رجب کے مہینے میں اس کی تعظیم کے لئے ذبح کیا جاتا تھا کیونکہ یہ حرمت والے مہینوں میں سب سے پہلا مہینہ ہے۔

حرمت والے مہینے، رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ حج کے مہینے شوال، ذیقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ بعض صحابہ کرام اور دیگر حضرات حج کے مہینوں میں اسی طرح مروی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث، 1565)

باب ثواب الاضحیۃ

یہ باب قربانی کے ثواب کے بیان میں ہے

3126- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابِرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنِي أَبُو الْمُثَنَّى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هِرَاقَةٍ دَمٍ وَأَنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَطْلَافِهَا وَأَشْعَارِهَا وَإِنَّ اللَّهَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ فَطَيَّبُوا بِهَا نَفْسًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قربانی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابن آدم کا سب سے پسندیدہ عمل خون بہانا ہے اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اپنے پاؤں اور اپنے بالوں سمیت آئے گا (اس جانور کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے تو تم اس عمل کے ذریعے اپنے آپ کو پاکیزہ کرو (یا تم لوگ خوشی حاصل کرو)

شرح

زین العرب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بقر عید کے دن سب سے افضل عبادت قربانی کے جانور کا خون بہانا ہے اور قربانی کا جانور قیامت کے روز اسی طرح آئے گا جس طرح کے دنیا میں قربانی سے پہلے بغیر کسی عیب کے تھا تا کہ وہ قربانی کرنے والے کے ہر ہر عضو کی طرف سے نعم البدل اور پل صراط پر اس کی سواری ہو۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری قربانی قبول کرتا ہے اور اس کے بدلہ میں تمہیں بہت زیادہ ثواب سے نوازتا ہے تو قربانی کرنے کی وجہ سے تمہارے اندر کسی قسم کی کوئی تنگی یا کراہت پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ اس عظیم خوشخبری کی وجہ سے تمہارے نفس کو مطمئن اور تمہارے دل کو خوش ہونا چاہیے۔

3127- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا سَلَامُ بْنُ مِسْكِينٍ حَدَّثَنَا عَائِدَةُ اللَّهِ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ قَالَ مُسْنَةٌ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوا فَالْصُّوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ قربانی کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

3126: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1493

3127: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

”یہ تمہارے جدا مجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔“

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں اس کا کیا ثواب ملے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ہر ایک بال کے بدلے میں ایک نیکی۔“

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! پھر اون کا کیا حکم ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اون کے ہر ایک بال کے عوض میں ایک نیکی ملے گی۔“

بَاب مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَضَاحِي

یہ باب ہے کہ کون سی قربانی کرنا مستحب ہے؟

3128- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَعْمٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْبِشُ أَقْرَنَ فَعِجْلٍ يَأْكُلُ فِي سَوَادٍ وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ

وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ

• امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سینک والے مینڈھے کی جو خسی نہیں تھا اس کا پیٹ اس کے پاؤں اور اس کی آنکھوں کے آس پاس کا حصہ سیاہ تھا۔

3129- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا

يُونُسُ بْنُ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ أَبِي سَعِيدٍ الزُّرْقِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى

شِرَاءِ الصَّخَايَا قَالَ يُونُسُ فَأَشَارَ أَبُو سَعِيدٍ إِلَى كَبْشٍ أَدْعَمَ لَيْسَ بِالْمُرْتَفِعِ وَلَا الْمُنْضَعِ فِي جَسَدِهِ فَقَالَ لِي

اشْتَرِ لِي هَذَا كَأَنَّهُ شَبْهَةُ يَكْبِشِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

• یونس بن میسرہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوسعید زرقی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربانی خریدنے کے لیے گیا جو نبی اکرم ﷺ

کے صحابی تھے، یونس نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوسعید زرقی رضی اللہ عنہ نے ایک دنبے کی طرف اشارہ کیا جس میں سیاہ نشان

موجود تھے، وہ زیادہ لمبا بھی نہیں تھا اور زیادہ چھوٹے قد کا بھی نہیں تھا، انہوں نے فرمایا: میرے لیے یہ خرید لو، راوی کہتے ہیں شاید

انہوں نے اس دنبے کو نبی اکرم ﷺ کے قربانی کے دنبے سے مشابہہ قرار دیا تھا۔

3130- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَائِدَةَ أَنَّهُ سَمِعَ سُلَيْمَ بْنَ

3128: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2796 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1498 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 4482

3129: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3130: أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1517

غَامِرٌ يُسَعِّدُ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْكُفْرِ الْهَلَكَةُ وَخَيْرُ
الضُّعْفَانِ الْكُفُّ وَالْأَقْرَبُ

» حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”سب سے بہترین کفر ہلک ہے اور
سب سے بہترین قربانی سینگوں والا دنبہ ہے۔“

بَاب عَنْ كَمْ تُجْزَى الْبَدَنَةُ وَالْبَقَرَةُ

یہ باب ہے کہ اونٹ اور گائے کتنے لوگوں کی طرف سے کافی ہوتے ہیں؟

3131- حَدَّثَنَا هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ أَنَّنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى أَنَّنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَالِدٍ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَحْمَرَ
عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا
فِي الْجَزُورِ عَنْ عَشْرَةٍ وَالْبَقَرَةِ عَنْ سَبْعَةٍ

» حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے اسی دوران قربانی کا
موقع آگیا تو ہم ایک اونٹ میں 10 آدمی اور ایک گائے میں سات آدمی شراکت دار بنے۔

3132- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ
نَحَرْنَا بِالْحُدَيْبِيَةِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ

» حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے موقع پر ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قربانی کی تو ایک اونٹ سات
آدمیوں کی طرف سے اور ایک گائے 7 آدمیوں کی طرف سے (قربان کی)

3133- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمْرٍاءَ مِنْ لَسَائِهِ فِي حَبَّةِ
الْوَدَاعِ بِقَرَّةٍ بَيْنَهُنَّ

» حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی عمرہ کرنے والی ازواج کی
طرف سے ایک گائے قربان کی تھی۔

3131: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 995 ورم الحدیث: 1591 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 4404

3132: أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 3172 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2899 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 994 ورم الحدیث:

1002

3133: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 3208 ورم الحدیث: 2500 ورم الحدیث: 5555 أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5851 أخرجه الترمذی فی

"المجامع" رقم الحدیث: 1500 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 4391

3134- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرُو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِي حَاضِرٍ الْأَزْدِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ الْإِبِلَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَمْرَهُمْ أَنْ يَتَحَوُّوا الْبَقَرَةَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اونٹ کم ہو گئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ گائے قربان کریں۔

3135- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ أَبُو طَاهِرٍ أَبَانَا ابْنُ وَهْبٍ أَبَانَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَقْرَةً وَاحِدَةً

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت محمد ﷺ کے گھردالوں کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک گائے قربانی کی تھی۔

گائے واونٹ میں سات آدمیوں کی شرکت پر مذاہب فقہاء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی تو گائے اور اونٹ دونوں میں سات سات آدمی شریک ہوئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اس پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اسحاق کا بھی یہی قول ہے اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ اونٹ دس آدمیوں کے لئے بھی کافی ہے ان کی دلیل حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث، 1555)

اگر اونٹ یا گائے کی قربانی ہو تو اس میں حصہ ڈالا جاسکتا ہے، لیکن اگر بکری اور بھیڑ یا دنبہ کی قربانی کی جائے تو پھر اس میں حصہ نہیں ڈالا جاسکتا، اور ایک گائے یا ایک اونٹ میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حج یا عمرہ کی ہدی میں ایک اونٹ یا گائے میں سات افراد کا شریک ہونا سے ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ: "ہم نے حدیبیہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ اور ایک گائے سات سات افراد کی جانب سے ذبح کی تھی۔" (صحیح مسلم رقم الحدیث، 1318)

اور ایک روایت میں ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: "ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور ایک اونٹ اور ایک گائے سات افراد کی جانب سے ذبح کی۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گائے سات افراد کی جانب سے ہے، اور اونٹ سات افراد کی جانب سے۔" (سنن ابو داؤد رقم الحدیث، 2808)

امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ ان احادیث میں قربانی کے جانور میں حصہ ڈالنے کی دلیل پائی جاتی ہے، اور

3134: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3135: اخرج ابو داؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1750

علماء اس پر متفق ہیں کہ بکرے میں حصہ ڈالنا جائز نہیں، اور ان احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ ایک اونٹ سات افراد کی جانب سے کافی ہوگا، اور گائے بھی سات افراد کی جانب سے، اور ہر ایک سات بکریوں کے قائم مقام ہے، حتیٰ کہ اگر محرم شخص پر شکار کے لئے یہ کے علاوہ سات دم ہوں تو وہ ایک گائے یا اونٹ نحر کر دے تو سب سے کفایت کر جائیگا۔

امام مالک کے نزدیک ایک بکری کا گھر والوں کی جانب سے قربان کرنے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سارے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری کو قربان کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ گھر والے سات افراد سے بھی زیادہ ہوں جبکہ دو گھروں کی جانب سے جائز نہیں ہے۔ اگر چہ وہ سات سے تھوڑے ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر سال ہر گھر والوں پر قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں گھر والوں سے مراد گھر کا ناظم اعلیٰ ہے۔ کیونکہ مالدار ہونا اسی کیلئے ہوتا ہے۔ اور ہماری اس تاویل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر ہر سال قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔ اور جب ایک اونٹ دو آدمیوں کی جانب سے نصف مشترکہ ہو اور زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ درست ہے کیونکہ جب سات میں سے تین حصے جائز ہیں تو سات کا نصف بھی اسی کے تابع ہو کر جائز ہوگا۔ اور جب شرکت کے طور پر قربانی جائز ہوئی تو گوشت کی تقسیم وزن کے اعتبار سے ہوگی۔ کیونکہ اب گوشت موزون ہوگا۔ اور جب شریکوں نے اندازے کے ساتھ تقسیم کیا ہے تو ایسی تقسیم جائز نہ ہوگی۔ ہاں البتہ جب بیع پر قیاس کرتے ہوئے گوشت کو وہ ساتھ پالے اور کھال سے بھی کچھ حصے میں آئے۔

(ہدایہ اولین، کتاب اضحیہ، لاہور)

ایک قربانی کا ایک فرد کی جانب سے ہونے میں فقہی مذاہب

حضرت عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ایوب سے پوچھا کہ رسول اللہ کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کیا کرتا تھا۔ وہ اس سے خود بھی کھاتے اور لوگوں کو بھی کھلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ فخر کرنے لگے اور اس طرح تم آج کل دیکھ رہے ہو۔ (یعنی ایک گھر میں کئی قربانیاں کی جاتی ہیں)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عمارہ بن عبد اللہ مدینی ہیں۔ مالک بن انس نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل نبی اکرم کی وہی حدیث ہے کہ آپ نے ایک مینڈھا زبح کیا اور فرمایا یہ میری امت میں سے ہر اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ایک بکری صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے۔

بَابُ كَمْ تُجْزَى مِنَ الْغَنَمِ عَنِ الْبَدَنَةِ

یہ باب ہے کہ کتنی بکریاں اونٹ کی جگہ کافی ہوتی ہیں؟

3136- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ الْبُرْسَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ عَطَاءُ

السُّعْرَاسَانِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَاهُ رَجُلٌ لَقَالَ إِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً وَأَنَا مُوسِرٌ بِهَا وَلَا أَجِدُهَا فَأَشْتَرِيهَا فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَعَاعَ سَبْعَ شِجَاهٍ فَيَذْبَحَهُنَّ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: مجھ پر ایک اونٹ کی قربانی لازم ہے، میں صاحب حیثیت بھی ہوں لیکن مجھے کوئی اونٹ نہیں مل رہا جسے میں خرید لوں، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ ہدایت کی کہ وہ سات بکریاں خرید کر انہیں ذبح کر لے۔

3137- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ وَ

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِبَذَى الْحُلَيْفَةِ مِنْ يَهَامَةَ فَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا فَعَجَلَ الْقَوْمُ فَأَغْلَيْنَا الْقُدُورَ قَبْلَ أَنْ تُقَسَّمَ فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِفَتْ ثُمَّ عُدِلَ الْجَزُورُ بِعَشْرَةٍ مِنَ الْغَنَمِ

•• حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ہم لوگ تھامہ کے ذوالحلیفہ میں تھے وہاں ہمیں کچھ اونٹ اور بکریاں ملیں، تو کچھ لوگوں نے جلد بازی کرتے ہوئے انہیں تقسیم ہونے سے پہلے ہی (انہیں ذبح کر کے) ان کی ہڈیاں چڑھا دی۔ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ ﷺ کے حکم کے تحت ان ہڈیاؤں کو الٹ دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔

3136: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3137: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 2488، رقم الحدیث: 2507، رقم الحدیث: 3075، رقم الحدیث: 5408، رقم الحدیث: 5503، رقم الحدیث:

5506، رقم الحدیث: 5509، رقم الحدیث: 5543، رقم الحدیث: 5544، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5065، رقم الحدیث: 5066، رقم الحدیث:

5067، رقم الحدیث: 5068، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2821، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1491، رقم الحدیث: 1492، رقم الحدیث:

1600، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4308، رقم الحدیث: 4403، رقم الحدیث: 4415، رقم الحدیث: 4422، رقم الحدیث: 4423، أخرجه ابن ماجہ فی

"السنن" رقم الحدیث: 3178، رقم الحدیث: 3183

بَاب مَا تُجْزَى مِنَ الْأَضَاحِي

یہ باب ہے کہ کون سی چیز قربانی کے لیے کافی ہوتی ہے؟

3138- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي النَخِيرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجَوْهَرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا لَقَسَمَهَا عَلَى أَصْحَابِهِ ضَحَايَا فَبَقِيَ غَنَمٌ فَقَرَأَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحَّ بِهَ أَنْتَ

•• حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے انہیں کچھ بکریاں دیں جنہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں قربانی کے جانوروں کے طور پر تقسیم کر دیا صرف ایک بکری کا بچہ باقی رہ گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے تم قربان کرلو۔

3139- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَحْيَى مَوْلَى الْأَسْلَمِيِّينَ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ حَدَّثَنِي أُمُّ بِلَالٍ بِنْتُ هِلَالٍ عَنْ أَبِيهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجُوزُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّانِ أَضِحَّةً

•• سیدہ اُمّ ہلال بنت ہلال رضی اللہ عنہا اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں۔
”بھڑکا چھ ماہ کا بچہ قربانی میں ذبح کیا جاسکتا ہے۔“

3140- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ مُجَاشِعٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَعَزَّتِ الْغَنَمُ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَتَادَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ الْجَذَعُ يُوفِي بِمَا تُوفِي مِنْهُ الثَّيْبَةُ

•• عاصم بن کلیب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم ایک صحابی رسول کے ساتھ تھے جن کا نام حضرت مجاشع بن جندب تھا، ان کا تعلق بنو سلیم سے تھا، اس زمانے میں بھڑکا بکریاں کم ہو چکی تھیں تو انہوں نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

”چھ ماہ کا بھڑکا بچہ بھی وہی ضرورت پوری کر دیتا ہے جو وہ جانور کرتا ہے جس کے دودھ کے دودانت گر چکے ہوں۔“

3141- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنبَأَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّانِ

3139: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3140: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2799

3141: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5055 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2797 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 4390

» حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
 ”تم صرف وہ جانور قربان کرو جس کے دودھ کے دودانت گر چکے ہوں البتہ اگرچہ تمہارے لیے مشکل ہو تو پھر بھیڑ کا
 چھ ماہ کا بچہ ذبح کر دو۔“

قربانی کے جانور اور انکی عمروں کا بیان

اور اونٹ گائے اور بکری کی قربانی صحیح ہے کیونکہ شریعت کے مطابق یہی جانور مشروع ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان جانوروں کے سوا کسی کی قربانی بیان نہیں کی گئی ہے۔
 اور سب جانوروں میں بھیڑ کے سوا سب کا شی ہونا کافی ہے۔ کیونکہ بھیڑ کا جذبہ کافی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ تم شیہ کی قربانی کرو مگر جب تم کو مشکل ہو تو اس کو چاہے کہ وہ بھیڑ کا جذبہ ذبح کرے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ بھیڑ کا جذبہ کیا خوب ہے۔

فقہاء کرام نے کہا ہے کہ جذبہ اس وقت ہوگا جب وہ خوب موٹا اور تندرست ہو۔ کیونکہ جب وہ شی میں مل جائے تو دور سے
 دیکھنے والے پر مشابہ ہو جائے گا۔

فقہاء کے مذہب میں جذبہ بھیڑ کا وہ بچہ ہے جس کو چھ ماہ مکمل ہو چکے ہوں جبکہ زعفرانی نے کہا ہے کہ وہ سات ماہ کا بچہ ہے۔
 جبکہ بھیڑ اور بکری کا شیہ ایک سال کا ہوتا ہے۔ اور گائے میں دو سال کا ہوتا ہے اور اونٹ پانچ سال میں شیہ کہلاتا ہے۔ اور بھینس
 گائے میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ اسی کی جنس میں سے ہے۔ اور حیوانات اہلیہ وشیہ میں پیدا ہونے والا بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔
 کیونکہ جمعیت ماں اصل ہوا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ بھیڑ یا جب بکری پر کود پڑنے تو بچے کو ذبح کیا جائے گا۔ (ہدایہ اولین، کتاب اضحیہ)
 اور بکری، دنبہ، بھیڑ، گائے بھینس اور اونٹ یہ جانور خواہ نہ ہوں یا مادہ، ان کے علاوہ دوسرے جانور کی قربانی جائز نہیں، اونٹ
 کے علاوہ بقیہ جانوروں کے حلال کرنے کو ”ذبح“ کہتے ہیں اور اونٹ کے حلال کرنے کو ”نحر“ کہتے ہیں نحر کا طریقہ یہ ہوتا ہے
 کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ میں نیزہ مارا جاتا ہے جس سے وہ گر پڑتا ہے۔ اگرچہ اونٹ کو ذبح کرنا بھی جائز ہے لیکن نحر افضل
 ہے۔ اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا ایک دن مقرر کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو جانور (بھیمۃ الانعام) بطور روزی دیا
 ہے وہ اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کریں۔ (الحج 34)

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے کسی صحابی سے بھی ان جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی کرنا منقول نہیں
 ہے۔ (فتح القدیر 97 ر 9)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ”قربانی جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ جانور بھیمۃ الانعام یعنی اونٹ، گائے، بکری، اور
 بھیڑ میں سے ہو، اس میں اونٹ، گائے اور بکری اور بھیڑ اور دنبہ کی سب اقسام برابر ہیں، ان جانوروں کے علاوہ کسی اور وحشی
 جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں مثلاً نیل گائے اور جنگلی گائے اس میں کسی بھی قسم کا اختلاف نہیں، ان جانوروں میں سے چاہے نہ ہو یا
 مادہ اس میں ہمارے نزدیک کسی بھی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔“

اسی طرح ہرن اور بکری دونوں کو ملا کر جو نسل پیدا ہو اس کی قربانی کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ بھیمۃ الانعام میں شامل نہیں ہوتی

(المجموع للہودی (6 ر 366 - 364)

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کی کلام ذکر کیا ہے جس جنس کی قربانی کی جائیگی وہ صرف بھیمۃ الانعام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا دن مقرر کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو (بھیمۃ الانعام) جانور بطور روزی دیا ہے انہیں اللہ کا نام لے کر ذبح کریں (الحج 34، المنی ابن قدامہ (368)

اور بھیمۃ الانعام اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ دنبہ، مینڈھے کو کہا جاتا ہے ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بالجزم یہی کہا ہے اور ان کا قول ہے کہ: حسن، قتادہ اور اس کے علاوہ کئی ایک اہل علم کا قول بھی یہی ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور عرب کے ہاں بھی اسی طرح ہے اور اس لیے بھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "تم دودانتا کے علاوہ کوئی اور جانور ذبح نہ کرو، لیکن اگر تمہیں دودانتا نہ ملے تو پھر بھیڑ کا جذع ذبح کر لو۔"

(صحیح مسلم رقم الحدیث، (1963)

المسنہ: اونٹ، گائے، بکری کی جنس سے دو ندے یعنی دودانتے کو کہتے ہیں، اہل علم کا یہی قول ہے۔ اور اس لیے بھی کہ قربانی بھی حج میں قربان کیے والے جانور جسے جدی کہا جاتا ہے کی طرح ہی ہے، اس لیے اس میں بھی وہی جانور مشروع ہوگا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں بھی یہ منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ یا گائے، یا بکری کے علاوہ کوئی جانور قربانی کیا ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم (قربانی میں صرف) مسنہ جانور ذبح کرو، ہاں اگر مسنہ نہ پاؤ تو پھر دنبہ بھیڑ کا جذع ذبح کر لو۔" (صحیح مسلم، مکتوبۃ الصالح: جلد اول: رقم الحدیث، 1429)

مسنہ یا جزعہ کسی خاص جانور کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے جو قربانی کے جانور کی عمر کے سلسلہ میں مستعمل ہوتی ہے۔ چنانچہ حنفی مسلک کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ اونٹوں میں وہ اونٹ مسنہ کہلاتا ہے جو پورے پانچ سال کی عمر کا ہو اور چھ برس میں داخل ہو چکا ہو۔ گائے، بھینس اور بیل میں مسنہ اسے فرماتے ہیں جو پورے دو سال کی عمر کا ہو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ بھیڑ اور دنبہ میں مسنہ وہ ہے جو اپنی عمر کو پورا ایک سال گزار کر دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ لہذا ان جانوروں میں قربانی کے لیے جانور کا مسنہ ہونا ضروری ہے۔ ہاں دنبہ اور بھیڑ کا اگر جزعہ بھی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ جزعہ بھیڑ یا دنبہ کا وہ بچہ کہلاتا ہے جس کی عمر ایک برس سے تو کم ہو مگر چھ مہینہ سے زیادہ ہو۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جزعہ کی قربانی اس صورت میں جائز ہوگی جب کہ وہ اتنا فریبہ ہو کہ اگر اسے مسنہ کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے تو دور سے دیکھنے والا اسے بھی مسنہ گمان کرے اگر وہ فریبہ نہ ہو بلکہ چھوٹا ہو اور دبلا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

بظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مسنہ بہم نہ پہنچے یا اس کی قیمت میسر نہ ہو تو جزعہ کی قربانی درست ہے ورنہ بصورت دیگر اس کی قربانی درست نہیں ہوگی۔ بلکہ فقہاء لکھتے ہیں کہ یہ استحباب پر محمول ہے یعنی مستحب تو یہی ہے کہ اگر مسنہ مل جائے اور اس کے

خریدنے کی استطاعت ہو تو جزء کی قربانی نہ کرے۔ ویسے اگر منہ ہوتے ہوئے بھی کوئی جزء کی قربانی کرے گا تو درست ہوگی۔

بکری و جنس بکری کی عمر ایک سال ہونے کا بیان

حضرت برارضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عازب سے روایت ہے کہ ان کے خالو حضرت ابو بردہ بن نیار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی ذبح ہونے سے پہلے اپنی قربانی ذبح کی اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ دن ہے کہ جس میں گوشت کی خواہش رکھنا مکروہ ہے اور میں نے اپنی قربانی جلدی کر لی ہے تاکہ میں اپنے گھر والوں اور ہمسایوں کو کھلاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو دوبارہ قربانی کر انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے پاس ایک کم عمر دودھ والی بکری ہے وہ گوشت کی دو بکریوں میں بہتر ہے تو آپ نے فرمایا یہی تیری دونوں قربانیوں میں بہتر ہے اور اب تیرے بعد ایک سال سے کم عمر کی بکری کسی کے لئے جائز نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: رقم الحدیث، 573)

قربانی میں گائے اور اونٹ کی عمروں کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم منہ (یعنی بکری وغیرہ ایک سال کی عمر کی اور گائے دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کی عمر کا ہو) کے سوا قربانی کا جانور ذبح نہ کرو سوائے اس کے کہ اگر تمہیں (ایسا جانور نہ ملے) تو تم ایک سال سے کم عمر کا دنبے کا بچہ ذبح کر لو۔ (اگر چہ وہ چھ ماہ کا کیوں نہ ہو) (صحیح مسلم: جلد سوم: رقم الحدیث، 585)

جزء کی قربانی کرنے کا بیان

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بکریوں کا ایک ریوڑ دیا تاکہ وہ اسے صحابہ کرام میں بطریق قربانی کے تقسیم کر دیں چنانچہ (انہوں نے تقسیم کر دیا) تقسیم کے بعد بکری کا ایک بچہ باقی رہ گیا اور انہوں نے اس کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس کی قربانی تم کر لو" ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ "میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے! دنبہ کا ایک بچہ ملا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس کی قربانی کر لو۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم: مشکوٰۃ المصابیح: جلد اول: رقم الحدیث، 1430)

عتود بکری کے اس بچے کو فرماتے ہیں جو موٹا تازہ ہو اور ایک سال کی عمر کا ہو۔ لہذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بکری کے ایک سال کے بچے کی قربانی جائز ہے چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ کا یہی مسلک ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "عتود" بکری کے اس بچے کو فرماتے ہیں جو چھ مہینہ سے زیادہ کا ہو اس صورت میں یہ حکم صرف عقبہ ابن عامر کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ دوسروں کے لیے عتود کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔ "جزء" کے بارہ میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے۔ یعنی دنبہ کا وہ بچہ جو چھ مہینے سے زیادہ کا ہو۔

صرف دنبہ کی قربانی کیلئے چھ ماہ پر اجماع کا بیان

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر (قربانی) کے دن خطبہ دیا اور فرمایا تم میں سے

کتاب الاضاحی

کوئی نماز سے پہلے جانور ذبح نہ کرے۔ براء کہتے ہیں کہ میرے ماموں کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ ایسا دن ہے کہ لوگ اس دن گوشت سے جلدی اکتا جاتے ہیں میں نے یہ سوچ کر اپنی قربانی جلدی کر لی کہ اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کو کھلا دوں آپ نے حکم دیا کہ تم دوبارہ قربانی کرو۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس ایک بکری ہے جو دودھ بھی دیتی ہے لیکن اس کی عمر ایک سال سے کم ہے اس کے باوجود وہ گوشت میں دو بکریوں سے بہتر ہے کیا میں اسے ذبح کر دوں آپ نے فرمایا ہاں یہ تیری اچھی قربانی ہے اور تیرے بعد کسی کے لئے (بکری کا) سال سے کم عمر کا بچہ جائز نہیں۔ اس باب میں حضرت جابر، جندب، انس، عویر بن اشقر، ابن عمر اور ابو زید انصاری سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ شہر میں عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے قربانی نہ کی جائے جب کہ بعض علماء گاؤں میں رہنے والوں کو طلوع فجر کے بعد قربانی کی اجازت دیتے ہیں۔ ابن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ چھ مہینے کا صرف دنبہ ہی قربانی میں ذبح کیا جاسکتا ہے بکری وغیرہ نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث، 1561)

فقہ زعفرانی کے قول کے مقدم ہونے کا بیان

ظہیر یہ ہے کہ زمین اور آمدن والی ملکیت ہو تو متاخرین فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختلاف کیا ہے۔ تو زعفرانی اور فقہ علی رازی نے ان کی قیمت کا اعتبار کیا اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے ان کی آمدن کا اعتبار کیا ہے اور پھر آمدن کے اعتبار والوں کا آپس میں اختلاف ہوا، ابو علی الدقاق نے کہا اگر سال بھر کی آمدن حاصل ہو جائے تو قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے مہینے کا قول کیا ہے آمدن میں سے سال بھر میں دو سو درہم فاضل بیچ جائیں یا اس سے زائد تو اس پر قربانی واجب ہے۔ اور رد المحتار میں اسی کی مثل مذکور ہے اور انھوں نے ترجیح کو ذکر نہ کیا، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے۔

عبارت یہ ہے، اقوال (میں کہتا ہوں) حاشیہ میں اس پر جز فطرانہ کے متعلق کیا ہے اور انھوں نے اختلاف کو ذکر نہ کیا، جہاں انھوں نے فرمایا، جو ایک مکان اور تین جوڑے لباس سے زائد ہوں وہ غناء میں شمار ہوگا، پھر فرمایا اگر اس کا مکان ہو جس میں رہائش پذیر نہیں اس کو کرایہ پر دیا ہو یا نہ دیا ہو تو اس کی قیمت کے اعتبار سے غناء میں شمار ہوگا، اور یوں اگر مکان میں رہائش پذیر ہو اور رہائش سے کچھ کم کرے زائد ہوں تو زائد کی قیمت کو نصاب میں شمار کیا جائے گا اور اس نصاب سے صدقہ فطر اور قربانی زکوٰۃ لینے کی حرمت اقارب کا نفقہ کے احکام متعلق ہو جائیں گے۔

اور خزائنہ المفتین میں حاشیہ کی اس کلام کو اس کی رمز "خ" کے ساتھ ذکر کیا اور یوں ہی بزازیہ نے متاخرین کے اقوال کو ذکر کیا اور زعفرانی کے قول کو دوسروں پر مقدم کیا کہ قیمت کا اعتبار ہے اور پھر کہا کہ امام ثانی (امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ) کے نزدیک زمینوں کی وجہ سے غنی قرار پائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الضحیٰ، بیروت)

جذعہ کے بارے میں بعض فقہی اقوال کا بیان

حضرت عبداللہ بن ہشام اپنی اور اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے۔ (بخاری) اب قربانی

کے جانور کی عمر کا بیان ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہ ذبح کرو مگر منہ بجز اس صورت کے کہ وہ تم پر بھاری پڑ جائے تو پھر بھیڑ کا بچہ بھی چھ ماہ کا ذبح کر سکتے ہو۔ زہری تو کہتے ہیں کہ جزء یعنی چھ ماہ کا کوئی جانور قربانی میں کام ہی نہیں آ سکتا اور اس کے بالمقابل اوزاعی کا مذہب ہے کہ ہر جانور کا جزء کافی ہے۔ لیکن یہ دونوں قول افراط و تفریط ہیں۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تو وہ جائز ہے جو شنی ہو۔ اور بھیڑ کا چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔ اونٹ تو شنی ہوتا ہے جب پانچ سال پورے کر کے چھٹے میں لگ جائے۔ اور گائے جب دو سال پورے کر کے تیسرے میں لگ جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین گزار کر چوتھے میں لگ گیا ہو۔ اور بکری کا شنی وہ ہے جو دو سال گزار چکا ہو اور جزء کہتے ہیں اسے جو سال بھر کا ہو گیا ہو اور کہا گیا ہے جو دس ماہ کا ہو۔

ایک قول ہے جو آٹھ ماہ کا ہو ایک قول ہے جو چھ ماہ کا ہو اس سے کم مدت کا کوئی قول نہیں۔ اس سے کم عمر والے کو حمل کہتے ہیں جب تک کہ اسکی پیٹھ پر بال کھڑے ہوں اور بال لیٹ جائیں اور دونوں جانب جھک جائیں تو اسے جذع کہا جاتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۳۳)

علماء لکھتے ہیں کہ ایسے جانور کی قربانی کرنا جو بہت فرہ اور موٹا ہو مستحب ہے۔ چنانچہ ایک فرہ بکری کی قربانی دو دہلی بکریوں کی قربانی سے افضل ہے۔ ایسے ہی زیادہ گوشت والی بکری کی قربانی کم گوشت والی بکری کی قربانی سے افضل ہے بشرطیکہ گوشت خراب نہ ہو یعنی زیادہ گوشت والی بکری کا گوشت خراب ہو تو پھر اس کی قربانی افضل نہیں ہے۔

بَاب مَا يُكْرَهُ أَنْ يُضَحَّى بِهِ

یہ باب ہے کہ کون سے جانور کی قربانی کرنا مکروہ ہے؟

3142- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ

عَلِيِّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُضَحَّى بِمُقَابِلَةٍ أَوْ مُدَابِرَةٍ أَوْ شَرْقَاءَ أَوْ خَرْقَاءَ أَوْ جَذَعَاءَ
 ﴿﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ایسا جانور قربان کیا جائے جس کا کان آگے کی طرف سے پیچھے کی طرف سے یا درمیان میں نصف نصف کر کے کاٹ دیا گیا ہو اور اس کے کان میں گول سوراخ کر دیا گیا ہو یا جس کی ناک کٹی ہوئی ہو۔

شرح

حضرت امام شافعی کے نزدیک اس بکری کی قربانی جائز نہیں ہے جس کا کان تھوڑا سا بھی کٹا ہوا ہو جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اگر کان آدھے سے کم کٹا ہوا ہو۔

3142: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2804 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1498 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4384 رقم

حضرت امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت امام شافعی کا عمل اس حدیث پر ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے جو بہت جامع ہے کیونکہ اس مسلک سے اس حدیث میں اور قتادہ کی حدیث میں تطبیق ہو جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "حضرت قتادہ حضرت ابن کلب سے یہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصبائے قرن و اذن (کی قربانی) سے منع فرمایا ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید ابن المسیب سے پوچھا کہ "یہ عصبائے اذن کیا ہے؟" تو انہوں نے فرمایا کہ جس کا کان آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ حنیفہ کے نزدیک کیسے جانور کی قربانی جائز نہیں؟ اس مسئلہ میں حنیفہ کا جو مسلک ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے جس کا کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔

ایسے جانور کی قربانی بھی درست نہیں ہے جس کے کان پیدائشی نہ ہوں، اسی طرح ایسے جانور کی قربانی بھی درست نہیں جس کی دم اور ناک تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو، جو جانور اندھایا کا یا ہویا ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو تو اس کی قربانی بھی جائز نہیں ہے جس جانور کے تھن خشک ہو گئے ہوں اس کی قربانی بھی درست نہیں اور ایسے جانور کی بھی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو اور نہ ایسے لنگڑے کی جو قربانی کی جگہ تک نہ جاسکے۔

اور نہ ایسے بیمار کی جو گھاس نہ کھا سکے نہ ایسے جانور کی جس کے خارش ہو، وہ بغیر دانت کے جانور کی جو گھاس نہ کھا سکتا اور نہ نجاست خور جانور کی، ہاں ایسے جانور کی قربانی درست ہے جس کا کان لمبائی میں یا اس کے منہ کی طرف سے پھٹ جائے اور لٹکا ہوا یا پیچھے کی طرف پھٹا ہوا، اس صورت میں کہا جائے گا یہ حدیث کہ جس سے ایسے جانور کی قربانی کی ممانعت معلوم ہو رہی ہے نہی تنزیہی پر محمول ہے۔

3143- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا مُفِيانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجَّةِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ
 ••• حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی (کہ ہم قربانی کے جانور کے) آنکھوں اور کان کا اچھی طرح جائزہ لیں۔

3144- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَبُو دَاوُدَ وَأَبْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَأَبُو الْوَلِيدِ قَالُوا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ فَيْرُوزَ قَالَ قُلْتُ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ حَدَّثَنِي بِمَا كَرِهَ أَوْ نَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَضَاحِيِّ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا بِيَدِهِ وَيَدِي أَقْصَرُ مِنْ يَدِهِ أَرْبَعٌ لَا تُجْزَى فِي الْأَضَاحِيِّ الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوْرَتُهَا وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَرَجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقَى قَالَ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ نَقْصٌ

3143: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1503 أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4388

3144: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2882 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1487 رقم الحدیث: 4382 رقم الحدیث: 4383

فِي الْأُذُنِ قَالَ لَمَّا كَرِهْتَ مِنْهُ فَذَعَهُ وَلَا تَحَرِّمَهُ عَلَى أَحَدٍ

عبد بن فیروز بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا آپ مجھے اس چیز کے بارے میں بتائیے جسے نبی اکرم ﷺ نے پسند کیا ہو یا جس سے نبی اکرم ﷺ نے منع کیا ہو جس کا تعلق قربانی سے ہو تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے اس طرح ارشاد فرمایا: حالانکہ میرا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک سے چھوٹا ہے (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) چار طرح کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے ایسا کانا جانور جس کا کانا ہونا واضح ہو، ایسا بیمار جانور جس کی بیماری واضح ہو، ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن واضح ہو اور ایسا جانور جس کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہو کہ اس میں مغز ہی نہ ہو۔

راوی نے کہا: میں تو اسے بھی مکروہ سمجھتا ہوں کہ ایسے جانور کے کان میں نقص ہو تو حضرت براء بن عازب نے فرمایا: تم جسے پسند نہیں کرتے ہو تم اسے چھوڑ دو لیکن کسی دوسرے کے لیے اسے حرام قرار نہ دو۔

3145- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ سَمِعَ جُرَيْجَ بْنَ كُثَيْبٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُضْحَى بِأَغْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ٹوٹے ہوئے سینگ اور کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی کی جائے۔

شرح

حنفی مسلک میں ایسے جانور کی قربانی جائز و درست ہے جس کے پیدائش ہی سے سینگ نہ ہوں یا ٹوٹے ہوئے ہوں یا ان کا خول اتر گیا ہے لہذا یہ حدیث بھی تنزیہی پر محمول کی جائے گی۔ البتہ ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہوگی جس کے سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں۔

بَابُ مَنْ اشْتَرَى أَضْحِيَّةً صَحِيحَةً فَأَصَابَهَا عِنْدَهُ شَيْءٌ

یہ باب ہے کہ جو شخص قربانی کا صحیح جانور خریدے

اور پھر اس شخص کے پاس اس جانور کو کوئی عیب لاحق ہو جائے

3146- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ أَبُو بَكْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَرْظَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ ابْتَعْنَا كَبْشًا نُضَحِّي بِهِ فَأَصَابَ الذَّنْبُ مِنْ أَلْتِهِ أَوْ أُذُنِهِ فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا أَنْ نُضَحِّي بِهِ

3145: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2885 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1504 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4389

3146: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے قربانی کے لیے ایک دنبہ خریدا تو بھیڑیے نے اس کی پیٹھ کے قریب والے حصے کو (راوی کو شک ہے یا شاید) کان کو نقصان پہنچایا، ہم نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ہمیں اس جانور کی قربانی کرنے کی ہدایت کی۔

بَاب مَنْ ضَحَّى بِشَاةٍ عَنْ أَهْلِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرے

3147- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيَّادٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا لَكُمْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعَمُونَ ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَ كَمَا تَرَى

•• عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں آپ لوگوں میں قربانی کے جانور کیسے ہوتے تھے؟ انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کر دیتا تھا تو وہ لوگ اسے کھا لیتے تھے اور دوسروں کو بھی کھانے کے لیے دیتے تھے اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کے سامنے فخر کا اظہار کرنا شروع کیا تو صورتحال کچھ اور ہو گئی جو تم دیکھتے ہو۔

3148- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنَّنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ بَيَّانٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ خَمَلْنِي أَهْلِي عَلَى الْجَفَاءِ بَعْدَ مَا عَلِمْتُ مِنَ السَّنَةِ كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ يُضَحُّونَ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ وَالْآنَ يَبْتَخِلُنَا جِيرَانُنَا

•• حضرت ابوسریجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے گھر والوں نے مجھے زیادتی کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ میں اس بارے میں سنت سے واقف ہوں، پہلے ایک گھر کے لوگ ایک یا دو بکریاں ذبح کیا کرتے تھے اور اب ہمارے پڑوسی اس بات پر ہمیں کجوس قرار دیتے ہیں۔

بَاب مَنْ أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذُ فِي الْعَشْرِ مِنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص قربانی دینے کا ارادہ کر لے

تو وہ (ذوالحج کے) ابتدائی دس دنوں میں اپنے بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ تراشے

3147: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1505

•• اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3149- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّالُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَارَادَ أَخَذَكُمْ أَنْ يُضَيِّعَ فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا بَشَرِهِ شَيْئًا

۞ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب (ذوالحجہ کا پہلا) عشرہ آجائے اور کسی شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا ہو تو وہ اپنے بال نہ کٹوائے اور اپنی جلد سے کوئی چیز نہ ہٹائے (یعنی ناخن وغیرہ نہ تراشے)

3150- حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ بَكْرِ الضَّبِّيُّ أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ الْبُرْسَانِيُّ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو قَتَيْبَةَ وَبُخَيْرِيُّ بْنُ كَثِيرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ هَلَالَ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا يَطْفُرُ

۞ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی جو شخص ذوالحجہ کا چاند دیکھ لے اور اس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ بال یا ناخن نہ تراشے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذَبْحِ الْأُضْحِيَّةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ

یہ باب نماز عید پڑھنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرنے کی ممانعت میں ہے

3151- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُثَيْبٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا ذَبَحَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْنَى قَبْلَ الصَّلَاةِ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْبَدَ

۞ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے قربانی کے دن جانور ذبح کر لیا (راوی کہتے ہیں:) یعنی انہوں نے نماز عید سے پہلے ایسا کر لیا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ دوبارہ قربانی کریں۔

3152- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الْأَسْوَدِ ابْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ الْبَجَلِيِّ أَنَّهُ

314: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5089، رقم الحديث: 5090، رقم الحديث: 5091، رقم الحديث: 5092، أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث:

27: أخرجه الترمذي في "المعجم" رقم الحديث: 1523، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4373، رقم الحديث: 4374، رقم الحديث: 4375، رقم الحديث: 4376

31: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 954، رقم الحديث: 984، رقم الحديث: 5546، رقم الحديث: 5554، رقم الحديث: 5561، أخرجه مسلم في

معجم "رقم الحديث: 5052، رقم الحديث: 5554، رقم الحديث: 5553، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 3587، رقم الحديث: 4480، رقم الحديث:

3: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 985، رقم الحديث: 5500، رقم الحديث: 5582، رقم الحديث: 6674، رقم الحديث: 7400، أخرجه مسلم في

معجم "رقم الحديث: 5037، رقم الحديث: 5038، رقم الحديث: 5039، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4388، رقم الحديث: 4410

سَمِعَهُ يَقُولُ شَهِدْتُ الْأَضْحَىٰ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَذَبَحَ أَنَسٌ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ مِنْكُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَعِدْ أَضْحِيَّتَهُ وَمَنْ لَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ

•• حضرت جناب بکلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں عید الاضحیٰ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھا کچھ لوگوں نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس شخص نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا تھا وہ اپنی قربانی دوبارہ کرے اور جس نے (نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تھا وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔

3153- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عُوَيْمِرِ بْنِ أَشْقَرٍ أَنَّهُ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعِدْ أَضْحِيَّتَكَ

•• حضرت عویمیر بن اشقر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر لیا، انہوں نے اس بات کا نبی اکرم ﷺ سے تذکرہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنی قربانی دوبارہ کرو۔“

3154- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي زَيْدٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ عَنْ أَبِي زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَبُو مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ عَنْ أَبِي زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَارٍ مِنْ دُورِ الْأَنْصَارِ فَوَجَدَ رِيحًا قَنَارٍ فَقَالَ مَنْ هَذَا الَّذِي ذَبَحَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَّا فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ لِأُطْعِمَ أَهْلِي وَجِيرَانِي فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ فَقَالَ لَا وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ مَا عِنْدِي إِلَّا جَذَعٌ أَوْ حَمَلٌ مِنَ الضَّأْنِ قَالَ أَذْبَحُهَا وَلَكِنْ تُجْزَى جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ

•• حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ انصار کے محلے میں ایک گھر کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ کو گوشت بھوننے کی خوشبو محسوس ہوئی، آپ ﷺ نے دریافت کیا: یہ ذبح کس نے کیا ہے؟ تو ہم میں سے ایک شخص نکل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ”میں نے“ میں نے نماز ادا کرنے سے پہلے یہ جانور ذبح کر لیا ہے تاکہ میں اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسیوں کو کھانا فراہم کر دوں۔

(راوی کہتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے اسے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا، تو اس شخص نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اب میرے پاس صرف بھیڑ کا ایک بچہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم اسے ہی ذبح کر دو لیکن تمہارے بعد کسی اور کے لیے بھیڑ کا بچہ ذبح کرنا جائز نہیں ہوگا۔“

3153: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3154: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب مَنْ ذَبَحَ اضْحِيَّتَهُ بِيَدِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنے ہاتھ کے ذریعے اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کرے

3155- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مَعْنَى قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ اضْحِيَّتَهُ بِيَدِهِ وَاضْعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهَا

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے قربانی کے جانوروں کو اپنے دست مبارک کے ذریعے ذبح کیا آپ ﷺ نے اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھا تھا۔

3156- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارٍ بْنِ سَعْدِ مَوْذِنٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَبَحَ اضْحِيَّتَهُ عِنْدَ طَرَفِ الزُّلْفَاقِ طَرِيقِ بَنِي زُرَيْقٍ بِيَدِهِ بِشَفْرَةٍ

•• عبدالرحمن بن سعد اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (جو نبی اکرم ﷺ کے مؤذن تھے) کے حوالے سے نقل

کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بنو زریق کے راستے میں گلیوں کے ایک طرف اپنے دست مبارک میں چھری پکڑ کر خود قربانی کی تھی۔

بَاب جُلُودِ الْأَضَاحِي

یہ باب قربانی کے جانور کی کھالوں کے بیان میں ہے

3157- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ الْبُرْسَانِيُّ أَنبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ

سُلَيْمٍ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُقْسِمَ بِذَنِّهِ كُلَّهَا لِعَوْمِهَا وَجُلُودِهَا وَجَلَالِهَا لِلْمَسَاكِينِ

•• حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ قربانی کے اونٹ کو مکمل طور پر یعنی اس کا گوشت، اس کی کھال، اس کے اوپر دیا جانے والا کپڑا غریبوں میں تقسیم کر دیں۔

قربانی والے جانور کی رسیوں وغیرہ کو صدقہ کرنے کا بیان

امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ قربانی کی کھالوں اور رسیوں کو صدقہ کرے اسے قصاب کو اجرت کے طور پر نہ دے۔
•• چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ ان کی کھالیں اور رسیوں کو صدقہ کر اور اس سے

قصاب کو اجرت نہ دینا۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

31: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

قربانی کی کھالوں کو اجرت میں دینے کی ممانعت کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ہدایت فرمائی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹوں کی خبر گیری کروں، ان کے گوشت کو خیرات کر دوں اور ان کی کھالیں اور جھولیں بھی صدقہ کر دوں، اور یہ کہ قصائی کو ان میں سے کوئی چیز (بطور مزدوری) نہ دوں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (مزدوری) ہم اپنے پاس سے دیں گے۔

اونٹوں سے مراد وہ اونٹ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع میں بطور ہدیٰ مکہ مکرمہ لے گئے تھے اور جن کی تعداد سو تھی، اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ہدی کے جانور کی کھال، جھول اور مہار وغیرہ بھی خیرات کر دینی چاہئے، ان چیزوں کو قصائی کو مزدوری میں نہ دینا چاہئے ہاں اگر قصائی کو احسانا دیا جائے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

چاہے تو کھال ہی کسی کو صدقہ و خیرات کر دی جائے اور اگر اس کو فروخت کر کے جو قیمت ملے وہ صدقہ کر دی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

ہدی کا دودھ نہ نکالنا چاہئے بلکہ اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا جائے تاکہ اس کا دودھ اترنا موقوف ہو جائے اور اگر دودھ نہ نکالنے سے جانور کو تکلیف ہو تو پھر دودھ نکال لیا جائے اور اسے خیرات کر دیا جائے۔

قربانی اللہ کی رضا کی لیے دی جاتی ہے اس لیے اس کی کھال اور گوشت وغیرہ بطور اجرت قصاب کو دینا منع ہے۔ اسی طرح کھال کو فروخت کر کے اس کے پیسے خود استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں کھال کا مشکیزہ وغیرہ بنا کر اس کو اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

امام حاکم علیہ الرحمہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قربانی کی کھال فروخت کی اس کی کوئی قربانی نہیں۔ (حاکم، المستدرک، ج ۲، ص ۳۸۹)

اس روایت کے مطابق کھال کو فروخت کر کے اپنے استعمال میں لانے کی ممانعت ہے۔ اسی طرح قصاب کی اس سے اجرت بھی جائز نہیں۔ سو قربانی کی کھال کو فروخت کرنا سخت ناپسند کیا گیا۔

آج کل بعض لوگ قربانی پر کثیر رقم خرچ کرتے ہیں مگر قصاب یا کسی شخص کو اجرت کے طور پر اس کی کھال یا گوشت دیتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ سو قصاب کو اجرت اپنے پاس سے ادا کرنی چاہیے اور کھال یا اس کی قیمت کو مساکین و فقراء یا فلاحی کاموں میں خرچ کرنا چاہیے۔

قربانی کی کھالوں کو صدقہ کرنے میں فقہی احکام کا بیان

ہاں تک قربانی کے گوشت کا تعلق ہے، اس کا ذکر تو خود قرآن ہی میں موجود ہے کہ اس کو کھاؤ، کھلاؤ اور غریبوں کو دو:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ. (الحج ۲۸:۲۲) پھر اس میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ۔
 اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ یہ نکتہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ اس میں فقیر کو دینے کا ذکر 'اَتُوا' یا 'تَصَدَّقُوا' کے الفاظ کے ساتھ نہیں آیا ہے، بلکہ 'أَطِيعُوا' کے لفظ کے ساتھ آیا ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض کر لیا جائے کہ 'اتاء' اور 'تصدق' کے الفاظ تملیک شخصی کے مفہوم کے لیے آتے ہیں، جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے تو کیا 'اطعام' کا لفظ بھی تملیک شخصی کے مفہوم کا حامل ہے؟ اگر ایک شخص اپنا قربانی کا گوشت پکا کر بہت سے غریبوں کو بلا کر ایک دعوت عام کی صورت میں کھلا دے تو کیا یہ اطعام نہ ہوگا؟ حالانکہ "فتح القدیر" کی تصریح کے مطابق اس صورت میں تملیک نہیں پائی گئی جس کو صدقات و زکوٰۃ کی شرط لازم قرار دیا گیا ہے۔

قربانی کی کھالوں کو ذاتی تصرف میں لانے والوں کا موقف و جواب

جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے، احادیث اور فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہے کہ بعینہ وہی حکم قربانی کی کھالوں کا بھی ہے، یعنی ایک شخص اپنی قربانی کی کھال خود اپنے کسی ذاتی مصرف میں بھی لاسکتا ہے، کسی کو ہبہ بھی کر سکتا ہے اور کسی محتاج اور غریب کو صدقہ بھی کر سکتا ہے۔ پس یہ بات ناجائز ہے کہ حسیوں اور لیموں کی طرح اس کو سرمایہ بنانے کی کوشش کرے۔

حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فقال انی کنت امرتکم ان لا تاکلوا لحوم الا وضاحی فوق ثلاثة ایام لیسعکم . وانی احلہ لکم فکلوا ما شئتم ولا تبیعوا لحوم الہدی والاضاحی وکلوا وتصدقوا و استمتعوا بجلودھا ولا تبیعوها . (نیل الاوطار ۵/۱۳۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا کہ میں نے تم کو یہ حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھ چھوڑا کرو، یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ تم سب کے لیے کافی ہو سکے۔ اب میں اس کو تمہارے لیے جائز کرتا ہوں۔ پس تم اس کو جس طرح چاہو برتو، البتہ نذریا قربانی کا گوشت بیچو نہیں۔ کھاؤ، خیرات کرو اور ان کی کھالوں سے فائدہ اٹھاؤ، البتہ ان کو بیچو نہیں۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ قربانی کے گوشت اور اس کی کھال کے مصرف میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص چاہتا ہے تو اس کو اپنے کسی ذاتی مصرف میں بھی لاسکتا ہے، لیکن اس کو سرمایہ بنانے کا ذریعہ نہ بنائے، بلکہ اس کو صدقہ کر دے۔

فقہاء کی تصریحات بھی اس کے متعلق یہی ہیں۔ شوکانی مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: اور اس حدیث سے بیچے بغیر ان کھالوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نکلتی ہے۔ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اس کھال کے بدلہ میں آدمی گھر کے لیے چھلنی یا اس طرح کی گھریلو چیزوں میں سے کوئی چیز حاصل کر سکتا ہے، البتہ کھانے پینے کی کوئی چیز اس کے بدلہ میں نہ حاصل کرے۔ امام ثوری کہتے ہیں کہ اس کو بیچے نہیں، گھر کے لیے ڈول یا مشکیزہ بنا لے۔

حنفی فقہاء کی تصریحات اس بارے میں یہ ہیں۔

ولما جاز الاکل منها دل علی جواز الانتفاع بجلودھا من غیر جهة البیع ولذا لک قال اصحابنا یجوز الانتفاع بجلد الانصحیہ وروی ذالک عن عمر وابن عباس وعائشہ وقال الشغبی کان مسروق یتخذ مسک

اضاحتہ مصلی و یصلی علیہ (احکام القرآن باب بکر ص ۲۱۳/ ۲۱۴)

"جب قربانی کا گوشت کھانا جائز ہوا تو یہ بات اس کی دلیل ہے کہ اس کی کھالوں سے آدمی فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے، بشرطیکہ اس سے سرمایہ بنانے کی کوشش نہ کرے۔ اسی وجہ سے ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کی کھال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ یہی بات حضرت عمر، حضرت ابن عباس، اور حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔ شععی کہتے ہیں کہ مسروق اپنی قربانی کی کھال کی جائے نماز بنالیا کرتے اور اس پر نماز پڑھا کرتے۔"

غور فرمائیے کہ زکوٰۃ و صدقات کی تمام معروف اقسام میں سے ہے کوئی قسم ایسی جس میں آدمی کے لیے یہ سارے تصرفات جائز ہوں کہ وہ اس سے خود بھی فائدہ اٹھا سکے اور بلا امتیاز امیر و غریب، سید و غیر سید، کسی دوسرے کو بھی دے سکے اور اس کو صدقہ بھی کر سکے؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو آخر یہ بات کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ ساری شرطیں جو صدقات واجبہ کے لیے مقرر ہیں، وہ اس پر بھی لا کر چسپاں کر دی جائیں؟ ہم نے تھوڑی دیر کے لیے فرض کیا کہ تمہلیک ادائیگی زکوٰۃ کے لیے رکن کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن کیا قربانی کی کھال زکوٰۃ اور صدقہ ہے کہ اس پر سارے احکام صدقہ اور زکوٰۃ کے عائد کیے جائیں؟

میں نے تو مذکورہ بالا احادیث و اقوال کی روشنی میں جو کچھ سمجھا ہے، وہ یہ ہے کہ قربانی کے گوشت اور اس کی کھالوں کا معاملہ صدقات و زکوٰۃ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے کے بجائے مکارم اخلاق، فیاضی اور احسان و تبرع سے تعلق رکھتا ہے، آدمی ان کو کھائے، کھلائے، خود برتے اور دوسروں کو ہدیے، تحفے اور صدقے کے طور پر دے۔ بس ان کو سینت کر رکھنے یا بیچ کر سرمایہ بنانے کی فکر نہ کرے۔ غربا اور محتاجوں کو اس میں سے پوری فیاضی کے ساتھ دے، بلکہ فضیلت یہی ہے کہ اگر خود ضرورت محسوس نہیں کرتا تو سب کچھ صدقہ کر دے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے۔

عن علی ابن ابی طالب قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان الصدق بلحومہا وجلودہا واجلتہا۔ (سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۴۱۳۵)

"حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ آپ کے قربانی کے اونٹوں کی قربانی کراؤں اور ان کے گوشت، ان کی کھالیں، یہاں تک کہ ان کے جھول سب صدقہ کر دوں۔

قربانی کی کھالوں کے بارے میں حتمی حکم کا بیان

قربانی کھالوں کے بارے میں حدیث صدقہ ہی اس حکم کیلئے اصل ثابت ہوئی اور اسی حدیث کے پیش نظر ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بَابُ الْأَكْلِ مِنَ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ

یہ باب قربانی کے جانوروں کا گوشت کھانے کے بیان میں ہے

اللَّهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ مِنْ كُلِّ جَزْءٍ بِبَضْعَةٍ فَبُجِعَتْ فِي قَدْرِ فَأَكَلُوا مِنَ اللَّحْمِ وَحَسُوا
مِنَ الْمَرْقِ

• امام جعفر صادق اپنے والد (امام محمد باقر) کے حوالے سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے اونٹوں کے گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا، پھر انہیں ہڈیاں میں ڈال کر پکایا گیا تو لوگوں نے اس کا گوشت کھایا اور اس کا شور بہ پی لیا۔

بَاب إِذْ خَارِ لُحُومُ الضَّحَايَا

یہ باب قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے کے بیان میں ہے

3159- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ لِجَهْدِ النَّاسِ ثُمَّ رَخَّصَ فِيهَا
• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے فقر و فاقہ کی وجہ سے قربانی کا گوشت (ذخیرہ
کرنے) سے منع کیا تھا پھر آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی۔

3160- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي الْعَلِيجِ
عَنْ نَيْشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَكُلُوا
وَأَذْخِرُوا

• حضرت نبیہہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ
استعمال کرنے سے منع کیا تھا، لیکن اب تم اسے کھاؤ پیو اور اسے ذخیرہ بھی کرو۔

تین دن سے زائد دنوں میں قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے کا بیان

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قربانی کے گوشت کو صدقہ کرنے کے بارہ میں حکم وارد ہے، اور اسی طرح کھانے اور اسے
ذخیرہ کرنے کی اجازت بھی وارد ہے۔

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
دور میں عید الاضحیٰ آنے پر مسکاتوں سے غریب لوگ جلدی جلدی مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن تک گوشت
3158: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3159: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 5423، ورم الحدیث: 5438، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 7372، أخرجه الترمذی فی

"الجامع" رقم الحدیث: 1511، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4444، ورم الحدیث: 4445، أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3313

3160: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2813، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4241

کتاب الاطعمہ

رکھو اور جو باقی بچ رہے اسے صدقہ کر دو، اس کی بعد لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: لوگ اپنی قربانیوں (کے چمڑوں) سے مشکیزہ تیار کرتے اور اس کی چربی پگلاتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیوں؟ وہ کہنے لگے: آپ نے قربانی کا گوشت تین سے زیادہ کھانے سے منع کر دیا تھا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو تمہیں ان آنے والوں کی وجہ سے منع کیا تھا (جو غریب و مسکین لوگ مدینہ آئے تھے) لہذا کھاؤ اور زخیروں بھی کر دو۔ (صحیح مسلم شریف رقم الحدیث: 3643)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح کرتے ہیں ہوئے کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: میں نے تو تمہیں ان آنے والوں کی وجہ سے منع کیا تھا (یہاں پر ان کمزور اور غریب و مسکین لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے منع کیا تھا)۔ قولہ (تجملون) یا پرزیر اور میم پرزیر اور پیش کے ساتھ کہا جاتا ہے جملت الدھن واجملتہ اجمالاً ای اذبتہ، یعنی میں نے چربی پگلائی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: (میں نے تو تمہیں ان آنے والوں کی وجہ سے روکا تھا جو آئے تھے لہذا کھاؤ اور زخیروں کر دو اور صدقہ بھی کر دو) یہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ جمع کرنے کی ممانعت ختم ہونے کی صراحت ہے، اور اس میں کچھ گوشت صدقہ کرنے اور کھانے کا بھی حکم ہے۔

اور قربانی کے گوشت کے صدقے کے بارہ میں یہ ہے کہ جب قربانی نقلی ہو ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ اس کے گوشت میں سے صدقہ کرنا واجب ہے کیونکہ اس پر اس کے نام کا وقوع ہوتا ہے، اور مستحب یہ ہے کہ اس کا اکثر گوشت صدقہ کر دیا جائے۔

ان کا کہنا ہے: اور کم از کم کمال یہ ہے کہ ایک تہائی کھائے اور ایک تہائی صدقہ کرے اور ایک تہائی حد یہ دے، اور اس میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نصف کھائے اور نصف صدقہ کر دے، اور یہ استحباب میں ادنی قدر کے خلاف ہے، لیکن کافی ہونے کے اعتبار سے یہ ہے کہ اتنا گوشت صدقہ کرنا جس پر اسم صدقہ بولا جاتا ہے جیسا کہ ہم بیان بھی کر چکے ہیں۔

اور اس گوشت کو کھانا مستحب ہے نہ کہ واجب، اور جمہور علماء کرام نے فرمان باری تعالیٰ میں امر کو مندوب یا مباح کے معنی میں لیا ہے اور پھر یہ ظہر کے بعد واقع ہوا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: (لہذا اس میں سے کھاؤ)۔

اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: خود کھانے اور صدقہ کرنے اور فقراء مساکین کو کھانے کی کوئی حد مقرر نہیں اگر وہ چاہے تو فقراء و مساکین اور غنی لوگوں کو پکا کر کھلائے یا انہیں کچا گوشت ہی دے دے۔ (الکافی 1/ 424)

اور شافعیہ کہتے ہیں: گوشت کا اکثر حصہ صدقہ کرنا مستحب ہے، وہ کہتے ہیں: کم از کم کمال یہ ہے کہ ایک تہائی کھائے اور ایک تہائی صدقہ کرے اور ایک تہائی حد یہ دے، اور وہ کہتے ہیں: نصف بھی کھانا جائز ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس کا کچھ حصہ صدقہ کرنا چاہیے۔ دیکھیں: نیل الاوطار (5/ 145) اور السراج الوہاج (563)

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ہم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا مذہب رکھتے ہیں جس میں ہے (وہ

خود ایک تہائی کھائے اور ایک تہائی جسے چاہے کھلائے، اور ایک تہائی مساکین و غرباء پر تقسیم کر دے۔
 اسے ابو موسیٰ اصفہانی نے الوطائف میں روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے، اور ابن مسعود، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول بھی یہی ہے، اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان دونوں کا مخالف نہیں۔ (السنن، 8، 632)
 قربانی کے گوشت میں صدقہ کرنے کی واجب مقدار کے بارہ میں اختلاف کا سبب روایات میں اختلاف ہے۔ کچھ روایات میں تو معین نسبت کی تعیین ہی نہیں کی گئی مثلاً بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ کھانے سے منع کیا تھا تاکہ جس کے پاس ہے اسے دے جس کے پاس نہیں، لہذا تم بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ اور جمع کرو۔ سنن ترمذی رقم الحدیث، (1430) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

بَابُ الذَّبْحِ بِالْمُصَلِّي

یہ باب عید گاہ میں جانور ذبح کرنے کے بیان میں ہے

3181- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَذْبَحُ بِالْمُصَلِّي

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ بات نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ عید گاہ میں جانور ذبح کرتے تھے۔

کِتَابُ الذَّبَائِحِ

یہ کتاب ذبائح کے بیان میں ہے

ذبح کے لغوی معنی و مفہوم کا بیان

یہ ذبح اور ذکاۃ اسلام کے اصطلاحی لفظ ہیں۔ ان سے مراد حلق کا اتنا حصہ کاٹ دینا ہے جس سے جسم کا خون اچھی طرح خارج ہو جائے۔ جھٹکا کرنے یا گلا گھونٹنے یا کسی اور تدبیر سے جانور کو ہلاک کرنے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ خون کا بیشتر حصہ جسم کے اندر ہی رُک کر رہ جاتا ہے اور وہ جگہ جگہ جم کر گوشت کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ برعکس اس کے ذبح کرنے کی صورت میں دماغ کے ساتھ جسم کا تعلق دیر تک باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے رگ رگ کا خون گھٹ کر باہر آ جاتا ہے اور اس طرح پورے جسم کا گوشت خون سے صاف ہو جاتا ہے۔ خون کے متعلق ابھی اوپر ہی یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ حرام ہے، لہذا گوشت کے پاک اور حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ خون اس سے جدا ہو جائے۔

ذبح کرنے کا طریقہ

اور ذبح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر تیز دھار آلے سے اس کا گلا اس طرح کاٹا جائے کہ رگیں کٹ جائیں۔ ذبح کے علاوہ نحر بھی مشروع ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے جانور کے لیے پر چھری ماری جائے (اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے) جس سے نخرہ اور خون کی خاص رگیں کٹ جاتی ہے اور سارا خون بہہ جاتا ہے۔

جانور ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جانور کو پانی پلا کر بائیں پہلو پر لٹائیں (اس طرح کہ سر جنوب اور منہ قبلہ کی طرف رہے) یا اسی ترتیب سے ہاتھ میں پکڑیں پھر دائیں ہاتھ میں تیز چھری لے کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر قوت و تیزی کے ساتھ گلے پر گانٹھی سے نیچے چھری چلائیں اس انداز پر کہ چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن سر جدا نہ ہو۔ (کاٹنا ختم ہوتے ہی جانور کو چھوڑ دیں)۔

کتاب ذبائح کے شرعی مآخذ کا بیان

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ يَنْسُقُ الْيَوْمَ يَنْسُقُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ

لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْتَصِمَةٍ غَيْرِ
مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (المائدہ: ۳)

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلہ گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مر اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے۔

آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی۔ تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے۔ تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آیت "إِلَّا مَا يُنْتَلَىٰ عَلَيْكُمْ" میں جو استثناء ذکر فرمایا گیا تھا یہاں اس کا بیان ہے اور گیارہ چیزوں کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے، ایک مردار یعنی جس جانور کے لئے شریعت میں ذبح کا حکم ہو اور وہ بے ذبح مر جائے، دوسرے بہنے والا خون، تیسرے سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء، چوتھے وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ہوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں جیسے کہ عبد اللہ کی گائے، عقیقے کا بکرا، ولیمہ کا جانور یا وہ جانور جن سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا منظور ہو، ان کو غیر وقت ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ذبح ان کا فقط اللہ کے نام پر ہو اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے، وہ حلال و طیب ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو، وہابی جو ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں غلطی کرتے ہیں اور ان کا قول تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے اور خود آیت ان کے معنی کو بننے نہیں دیتی کیونکہ "مَا أَهْلًا بِهِ" کو اگر وقت ذبح کے ساتھ مقید نہ کریں تو "إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" کا استثناء اس کو لاحق ہوگا اور وہ جانور جو غیر وقت ذبح میں غیر خدا کے نام سے موسوم رہا ہو وہ "إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" سے حلال ہوگا، غرض وہابی کو آیت سے سند لانے کی کوئی سہیل نہیں، پانچواں گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور، چھیوہ جانور جو لاشی، پتھر، ڈھیلے، گولی، چھرے یعنی بغیر دھار دار چیز سے مارا گیا ہو، ساتویں جو گر کر مر ہو خواہ پہاڑ سے یا کنوئیں وغیرہ میں،

آٹھویں وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور وہ اس کے صدمے سے مر گیا ہو، نویں وہ جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا ہو اور وہ اس کے زخم کی تکلیف سے مر گیا ہو لیکن اگر یہ جانور مرنے لگے ہوں اور بعد ایسے واقعات کے زندہ بچ رہے ہوں پھر تم انہیں باقاعدہ ذبح کر لو تو وہ حلال ہیں، دسویں وہ جو کسی تھان پر عبادۃ ذبح کیا گیا ہو جیسے کہ اہل جاہلیت نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نصب کئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے اور ان کے لئے ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے ان کی تعظیم و تکریم کی نیت کرتے تھے، گیارہویں حصہ اور حکم معلوم کرنے کے لئے پانہ ڈالنا، زمانہ جاہلیت کے لوگوں کو جب سفر یا جنگ یا تجارت یا

نکاح وغیرہ کام در پیش ہوتے تو وہ تین تیروں سے پائے ڈالتے اور جو نکاح اس کے مطابق عمل کرتے اور اس کو حکم الہی جانتے، ان سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا بعد عصر نازل ہوئی، معنی یہ ہیں کہ کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے۔

اور امور تکلیفیہ میں حرام و حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیئے، اسی لئے اس آیت کے ثبوت کے بعد بیان حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اگرچہ "وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ" نازل ہوئی مگر وہ آیت موعظت و نصیحت ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی، کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی۔ ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

شانِ ثبوت: بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روزِ ثبوت کو عید مناتے فرمایا کون سی آیت؟ اس نے یہی آیت "الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ" پڑھی آپ نے فرمایا میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے مقامِ ثبوت کو بھی پہچانتا ہوں وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا، آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ و عرفہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے فوراً حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم صاف فرمادیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم الہیہ کی یادگار و شکرگزاری ہے۔ مکہ مکرمہ فتح فرما کر۔ کہ اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں۔ معنی یہ ہیں کہ اوپر حرام چیزوں کا بیان کر دیا گیا ہے لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز میسر ہی نہ آئے اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے اس وقت جان بچانے کے لئے قدر ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے اس طرح کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اسی قدر کھانے سے رفع ہو جاتی ہے جس سے خطرہ جان جاتا رہے۔ (خزان العرقان، مائدہ ۳)

ذبح کی اقسام کا بیان

ذبح کی دو اقسام ہیں ۱۔ ذبح اختیاری ۲۔ ذبح اضطراری

ذبح اختیاری کی تعریف

وہ جگہ جو دو جبروں اور سبب کی بلائی حصہ کی درمیانی جگہ مذبح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے اور وہاں پر ذبح کرنے کو

ذبح اختیاری کہتے ہیں۔

ذبح اضطراری کی تعریف

اور جب جانور کو ذبح کی جگہ پر ذبح کرنا مشکل ہو تو پھر جانور کی کسی جگہ کو بھی زخمی کر دینا ذبح کے قائم مقام ہو جائے گا اسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔ جس طرح شکاری جانوروں کا حال ہوتا ہے کہ تیر وغیرہ جہاں بھی لگ جائے وہ شکار درست ہوتا ہے۔

(المسوط، ج ۱۱، ص ۲۲۱، مطبوعہ میرات)

ذبح کے لیے تذکیہ کی شرط کا بیان

دوسری قید قرآن مجید یہ بیان کرتا ہے کہ صرف وہی جانور حلال ہیں جس کا تذکیہ کیا گیا ہو۔ سورہ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے حرام کیا گیا تم پر مہرا ہوا جانور اور گلا گھونٹا ہوا اور چوٹ کھایا ہوا اور گرا ہوا اور ٹکڑا کھایا ہوا اور جس کو درندے نے پھاڑا ہو، بجز اس کے جس کا تم نے تذکیہ کیا ہو۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس جانور کی موت تذکیہ سے واقع ہوئی ہو صرف وہی حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے، باقی تمام وہ صورتیں جن میں تذکیہ کے بغیر موت واقع ہو جائے، حرمت کا حکم ان سب پر جاری ہوگا۔ تذکیہ کے مفہوم کی کوئی تشریح قرآن میں نہیں کی گئی ہے اور نہ لغت اس کی صورت متعین کرنے میں زیادہ مدد کرتی ہے۔ اس لیے لامحالہ اس کے معنی متعین کرنے کے لیے ہم کوسنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ سنت میں اس کی دو شکلیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک شکل یہ ہے کہ جانور ہمارے قابو میں نہیں ہے، مثلاً جنگلی جانور ہے جو بھاگ رہا ہے یا اڑ رہا ہے یا وہ ہمارے قابو میں تو ہے مگر کسی وجہ سے ہم اس کو باقاعدہ ذبح کرنے کا موقع نہیں پاتے۔ اس صورت میں جانور کا تذکیہ یہ ہے کہ ہم کسی تیز چیز سے اس کے جسم کو اس طرح زخمی کر دیں کہ خون بہہ جائے اور جانور کی موت ہمارے پیدا کردہ زخم کی وجہ سے خون بہنے کی بدولت واقع ہو۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت کا حکم ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں جس چیز سے چاہو خون بہا دو۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

دوسری شکل یہ ہے کہ جانور ہمارے قابو میں ہے اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ذبح کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں باقاعدہ تذکیہ کرنا ضروری ہے اور اس کا طریقہ سنت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اونٹ اور اس کے مانند جانور کو تھرا کیا جائے اور گائے بکری یا اس کے مانند جانوروں کو ذبح۔ نحر سے مراد یہ ہے کہ جانور کے حلقوم میں نیزے جیسی تیز چیز زور سے چھوئی جائے تاکہ اس سے خون کا نوارہ چھوٹے اور خون بہہ کر جانور بالاخر بے دم ہر کر جائے۔ اونٹ ذبح کرنے کا یہ طریقہ عرب میں معروف تھا، قرآن میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے (فصل لربک و انحر) اور سنت نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طریقہ سے اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔ رہا ذبح تو اس کے متعلق احادیث میں حسب ذیل احکام وارد ہوئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر بدیل بن ورقا خزاعی کو ایک

خاکستری رنگ کے اونٹ پر بھیجا تا کہ منی کے پہاڑی راستوں پر یہ اعلان کر دیں کہ ذبح کی جگہ حلق اور لبلبہ کے درمیان ہے (یعنی گردن کے اوپر سے نہیں کہ پہلے نخاع کٹ جائے بلکہ اندرونی حصہ سے جہاں زخم واقع ہے۔ مصنف) اور ذبیحہ کی جان جلدی سے نہ نکال دو۔ (دارقطنی)

گردن کی رگوں کو کاٹنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے سختی سے منع فرمایا کہ ذبح کرتے ہوئے آدمی نخاع تک کاٹ ڈالے۔ (طبرانی)

اسی مضمون کی روایت امام محمد نے سعید بن المسیب سے بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ بکری کو ذبح کرتے وقت نخاع تک کاٹ ڈالا جائے۔ ان احادیث کی بنا پر، اور عہد نبوی و عہد صحابہ کے معمول پر عمل کی شہادتوں پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذبح کے لیے حلقوم اور مری (غذا کی نالی) کو اور مالکیہ کے نزدیک حلقوم اور وچین (گردن کی رگوں) کو کاٹنا چاہیے (اللہ علیٰ مذاہب اربعہ۔ جلد اول، ص ۴۳۵)

اضطراری اور اختیاری ذکات کی یہ تینوں صورتیں جو قرآن کے حکم کی تشریح کرتے ہوئے سنت میں بتائی گئی ہیں اس امر میں مشترک ہیں کہ ان میں جانور کی موت یکنخت واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کے دماغ اور جسم کا تعلق آخری سانس تک باقی رہتا ہے، تڑپنے اور پھڑپھڑانے سے اس کے جسم کے ہر حصہ کا خون کھج کر باہر آ جاتا ہے اور صرف سیلان خون ہی اس کی موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب چونکہ قرآن نے اپنے حکم کی خود کوئی تشریح نہیں کی ہے اور صاحب قرآن سے اس کی یہی تشریح ثابت ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ الا ما ذکیتم سے یہی ذکات مراد ہے اور جس جانور کو یہ شرط ذکات پوری کیے بغیر ہلاک کیا ہو وہ حلال نہیں ہے۔

بَابُ الْعَقِيقَةِ

یہ باب عقیقہ کے بیان میں ہے

3162- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَبَّاحِ بْنِ قَابِطٍ عَنْ أُمِّ كُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُتَكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ

سیدہ امّ کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے (عقیقہ کرتے ہوئے) لڑکے کی طرف سے دو برابر کی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربانی کی جائے گی۔

3163- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ

3162: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2835 ورقم الحديث: 2836 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 4228 ورقم الحديث: 4229

3163: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1513

يُتَيْمَمُ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَعْقِيَ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً

» سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کر کے) عقیقہ کریں۔

3164- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ يَسِيرٍ عَنْ سَلَمَانَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةً فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى

» حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے لڑکے (کی پیدائش) کے ساتھ عقیقہ (لازم ہے) تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی کو دور کرو۔

3165- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذَبِّحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُسَمَّى

» حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض میں رہن رکھا جاتا ہے ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اس کا سرمٹا دوا دیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

3166- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ مُوسَى أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ الْمُزَنِيِّ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُعْقَى عَنِ الْغُلَامِ وَلَا يَمَسُّ رَأْسُهُ يَدٌ

» حضرت یزید بن عبد مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”بچے کی طرف سے قربانی کی جائے گی تاہم اس کے سر پر خون نہیں لگایا جائے گا۔“

عقیقہ کے متعلق احادیث آثار اور اقوال تابعین کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن عامر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ

3164: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 5471 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2839 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1515 ورم الحدیث:

1516

3165: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2837 ورم الحدیث: 2838 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1522 أخرجه التیساتی فی "السنن" رقم

الحدیث: 4231

3166: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے خون بہا اور اس گندگی کو دور کرو۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲ مطبوعہ نور محمد مطبع الطالع کراچی ۱۴۸۱ھ)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ام کرز (رضی اللہ عنہ) روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف ایک بکری (ذبح کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نہ ہو یا مادہ۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام دارمی (سنن دارمی ج ۲ ص ۸) اور امام احمد (مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸) نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت سمرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلے میں گروی ہے۔ ولادت کے ساتویں دن اسکی طرف سے ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا اور اس کے بال موٹے جائیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی طرف دو دو مینڈھے ذبح کئے۔

(سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۸۸ مطبوعہ مطبع مجتہدی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کئے۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں جن احادیث کا ذکر ہے وہ سب سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں بھی مذکور ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سنن ابو داؤد میں حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کو ذبح کرنے کا تذکرہ ہے اور سنن نسائی میں دو دو مینڈھے ذبح کرنے کا ذکر ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی ولادت کے دن ایک ایک مینڈھا ذبح کیا اور ساتویں دن ایک ایک مینڈھا اور ذبح کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مینڈھا آپ نے اپنی طرف سے ذبح کیا اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہ) کو دوسرا مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا تو جس نے ایک ایک مینڈھے کے ذبح کی روایت کی اس نے آپ کی طرف ذبح کی حقیقی نسبت کی اور جس نے دو دو کو ذبح کرنے کی روایت کی اس نے آپ کی طرف مجاز نسبت کی۔

امام عبد الرزاق نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ (المصنف ج ۳ ص ۲۲۰)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ذر و حضرت جابر اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کا عقیقہ کیا۔ (المصنف ج ۸ ص ۴۷۷-۴۷۸)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے دو مینڈھے ذبح کئے۔

محمد بن علی بن حسین روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی اور امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہ) کا عقیقہ کیا۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۹۹ مطبوعہ لبنان)

امام عبد الرزاق بن مہام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا۔ (المصنف ج ۳ ص ۳۲۰)

حافظ البیہقی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کے روای ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۹) اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۳۰۰ مطبوعہ لبنان)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں: عطا بیان کرتے ہیں کہ ام اسباع نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کیا میں اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کروں آپ نے فرمایا ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ (المصنف ج ۸ ص ۵۰ مطبوعہ کراچی)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے ہمیں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کرنے کا حکم دیا نیز حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں سنت ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری سنت ہے۔ (المصنف ج ۸ ص ۵۰ مطبوعہ کراچی)

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں: نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے جو بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرتا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے۔ (المصنف ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابو القاسم سلیمان احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ ہے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا۔ (المعجم الکبیر ج ۲ ص ۱۸۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک اپنے بیٹوں کی طرف سے اونٹ ذبح کر کے عقیقہ کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ بیروت)

حافظ البیہقی نے لکھا ہے اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں: جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے جو عقیقہ کیا تھا اس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ حکم دیا تھا کہ اس کی ایک ٹانگ دائی کے پاس بھیجی جائے اور اسکی کسی ہڈی کو نہ توڑا جائے۔

ابن ابی ذئب بیان کرتے ہیں کہ میں زہری سے عقیقہ کے متعلق سوال کی انہوں نے کہا اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے نہ سر کو اور نہ

بچہ کو اس کے خون میں لتھیزا جائے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن اور ابن سیرین عقیقہ میں ان تمام باتوں کو مکروہ کہتے تھے جو قربانی میں مکروہ ہیں اور ان کے نزدیک عقیقہ بہ منزلہ قربانی ہے اس کے گوشت کو کھایا جائے اور کھلایا جائے۔

حضرت سرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے بچہ کا سر موٹا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے ساتویں دن اپنے بیٹے کا عقیقہ کیا۔ اس کا نام رکھا۔ اس کا سر موٹا۔ اس کا ختنہ کیا اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ (المصنف ج ۸ ص ۵۵۵ مطبوعہ دار القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں: عطا کہتے ہیں کہ ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے اگر اس دن نہ کر سکیں تو اگلے ساتویں دن موخر کر دیں اور میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ساتویں دن ہی عقیقہ کا قصد کرتے ہیں اور عقیقہ کرنے والے خود بھی گوشت کھائیں اور لوگوں کو ہدیہ بھی دیں۔ ابن عیینہ نے کہا میں نے پوچھا کیا یہ سنت ہے؟ کہا نہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کا حکم دیا ہے ابن عیینہ نے کہا کیا اس کے گوشت کو صدقہ کر دیں؟ کہا نہیں اگر چاہیں تو صدقہ کریں اور چاہیں تو خود کھالیں۔

(المصنف ج ۸ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتب اسلامی ہمدان ۱۳۹۰ھ)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں: حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور چودھویں دن اور اکیسویں دن۔

(سنن کبریٰ ج ۹ ص ۳۰۳ مطبوعہ نشر الملتان)

جو دن بھی سات سے تقسیم ہو جائے اس میں عقیقہ کرنا سنت ہے اگر بچہ مثلاً منگل کو پیدا ہوا ہے تو جس پیر کو بھی عقیقہ کی جائے وہ سات دن سے تقسیم ہوگا۔

عقیقہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کے نظریے کا بیان

علامہ عبداللہ بن احمد ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں: عقیقہ کرنا سنت ہے۔ عام المل علم کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت عائشہ فقہاء تابعین اور تمام ائمہ کا یہی نظریہ ہے ماسوا فقہاء احناف کے انہوں نے کہا یہ سنت نہیں۔ بلکہ امر جاہلیت سے ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت ہے کہ آپ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عقوق کو ناپسند کرتا ہے گویا آپ نے لفظ عقوق کو ناپسند فرمایا (اس کا معنی قطع کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی ہے) اور فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ جانور ذبح کرنا چاہے تو جانور ذبح کرے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۷۰-۳۷۱ سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۷ ابوداؤد اور نسائی میں اس کے بعد مذکور لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری) امام مالک نے اس حدیث کو اپنی موطا میں روایت کیا ہے۔ حسن بھری اور داؤد (ظاہری) نے کہا عقیقہ کرنا واجب ہے حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ لوگ پانچ نمازوں کی طرح عقیقہ کا اہتمام کرتے ہیں کیونکہ حضرت سرہ بن جندب (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے

روایت کیا ہے کہ ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی رکھا ہوا ہے، ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے امام احمد نے کہا اس حدیث کی سند جید ہے۔ عقیقہ کے استحباب پر یہ احادیث دلیل ہیں۔ اور حضرت ام کرزہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا جائے اور عقیقہ کے استحباب پر اجماع ہے۔ ابوالثرناد نے کہا عقیقہ کو ترک کرنا مکروہ ہے، امام احمد نے کہا عقیقہ کرنا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت ہے آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کا عقیقہ کیا ہے اور آپ کے اصحاب نے عقیقہ کیا ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لڑکا عقیقہ کے ساتھ گروی رکھا ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے یہ کہا کہ عقیقہ جاہلیت کے افعال میں سے ہے اور ان کے ساتھ حسن ظن یہ ہے کہ ان کو یہ احادیث نہیں پہنچیں۔ (المطبیع ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

عقیقہ کے متعلق فقہاء شافعیہ کے نظریے کا بیان

علامہ ابوالفتح ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں: عقیقہ سنت ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ مولود کی طرف سے ایک جانور ذبح کی جائے کیونکہ حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے عقیقہ کیا اور یہ واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں حقوق کو پسند نہیں کرتا اور جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ جانور ذبح کرنا چاہتا ہو تو کرے۔ آپ نے عقیقہ کو محبت پر مطلق کیا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے نیز عقیقہ بغیر کسی جتائیت (جرم) اور مذکر کے خون بہانا ہے لہذا یہ قربانی کی طرح واجب نہیں ہے (شوافع کے نزدیک قربانی بھی واجب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے کیونکہ حضرت ام کرزہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا لڑکے کے لئے دو بکریاں اور لڑکی کے لئے ایک بکری نیز عقیقہ خوشی کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے اور لڑکے کی ولادت پر لڑکی کی بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے اس لئے اس کی ولادت پر دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔

(المبد ج ۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عقیقہ کے متعلق فقہاء مالکیہ کے نظریے کا بیان

امام مالک بن انس اصمعی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں: نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کے اہل سے جو شخص بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرنا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے اور آپ اپنی اولاد کی طرف سے ایک ایک بکری کا عقیقہ کرتے تھے۔ لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے۔

محمد بن حارث تمیمی بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کرنا مستحب ہے خواہ چڑایا سے کیا جائے۔ (یہ مبالغہ فرمایا)

امام مالک فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے دو بیٹوں حسن اور حسین (رضی اللہ عنہ) کا عقیقہ کیا گیا۔

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد عروہ بن زبیر اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا ایک ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کرتے تھے۔

امام مالک فرمانے ہیں کہ ہمارے نزدیک عقیقہ کا حکم یہ ہے کہ جو شخص عقیقہ کرے وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کرے اور عقیقہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن عقیقہ مستحب ہے اور ہمارے نزدیک یہ وہ کام ہے جس کو ہمیشہ لوگ کرتے رہے ہیں جو شخص اپنے بیٹے کی طرف سے عقیقہ کرے وہ بہ منزلہ قربانی ہے اس میں کانے لاغرینگ ٹوٹے ہوئے اور بیمار جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے اس کی کھال اور گوشت کو فروخت نہیں کیا جائے گا اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے گا۔ گھروالے اس کے گوشت کو کھائیں گے اور اس میں صدقہ کریں گے اور بچہ کو اس کے خون میں نہ لتھیرا جائے گا۔ (موطا امام مالک ص ۳۹۵-۳۹۴ مطبوعہ مطبع مجبائی پاکستان لاہور)

امام مالک نے عقیقہ میں لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کرنے کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کا حکم فرمایا ہے اور حضرت ابن عمر اور عروہ بن زبیر نے جو بیٹوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی ہے وہ کسی عذر پر محمول ہے اسی طرح ہڈیاں توڑنا بھی احادیث کے خلاف ہے اور خون میں لتھیرنا بھی احادیث کے خلاف ہے۔

عقیقہ کے متعلق فقہاء احناف کے نظریے کا بیان

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: امام محمد از امام ابو یوسف از امام حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔ (المجامع الصغیر ص ۵۳ مطبوعہ دارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۱ھ)

نیز امام محمد لکھتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا پھر قربانی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔ (موطا امام محمد ص ۸۸-۸۹ مطبوعہ دارۃ تجارت کتب کراچی)

علامہ ابو بکر مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس روایت سے پہچانا: حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا رمضان کے روزے نے ہر پہلے روزے کو منسوخ کر دیا اور قربانی نے اس سے پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا اور غسل جنابت نے اسے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ (الی قولہ) امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے۔ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔ اس عبارت میں

عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی اور جب فضیلت منسوخ ہوگئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔ (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹ مطبوعہ جامعہ اسلامیہ کراچی ۱۴۰۰ھ)

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بکری ذبح کرنا اور لوگوں کی دعوت کرنا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے اسی طرح کروری کی وجہ میں ہے۔ امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے اس کا اشارہ اباحت کی طرف ہے اس لئے اس کا سنت ہونا ممنوع ہے اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے اسی طرح بدائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۳۶۵ مطبوعہ مطبع کبریٰ امیر یہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ اور مسائل کا بیان

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: عقیقہ نفل ہے اگر چاہے تو کرے اور اگر چاہے تو نہ کرے اور عقیقہ کی تعریف یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے سات دن گزرنے کے بعد ایک بکری ذبح کی جائے اور امام شافعی (بلکہ ائمہ ثلاثہ) کے نزدیک عقیقہ سنت ہے پھر جب کوئی شخص عقیقہ کرنے کا ارادہ کرے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے کیونکہ عقیقہ ولادت کی خوشی کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور لڑکے کی ولادت پر زیادہ خوشی ہوتی ہے اور اگر لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک بکری کو ذبح کیا تھا (سنن ابوداؤد میں اسی طرح ہے اور سنن نسائی مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق اور سنن بیہقی میں ہے آپ نے ان کی طرف سے دو دو بکریاں ذبح کیں اور یہی صحیح ہے) عقیقہ میں بھیڑ اور دنبہ چھ ماہ سے کم کا نہ ہو اور بکری ایک سال سے کم نہ ہو عقیقہ کا جانور قربانی کے جانور کی طرح عیوب اور نقائص سے بری ہو کیونکہ عقیقہ بھی قربانی کی طرح شرعاً جانور کا خون بہانا ہے اگر عقیقہ کو ساتویں دن پر موخر یا مقدم کر دیا جائے تو پھر بھی جائز ہے البتہ ساتواں دن افضل ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کا گوشت ہڈیوں سے الگ کر لیں اور نیک شگون کے لئے ہڈیوں کو نہ توڑیں تاکہ اس بچہ کی ہڈیاں سلامت رہیں۔ عقیقہ کے گوشت کو خود کھائیں، کھلائیں اور صدقہ کریں۔ فصل الکربۃ والاستحسان میں مذکور ہے کہ ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عقیقہ حق ہے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بعثت کے بعد کے خود اپنا عقیقہ کیا ہے۔ عقیقہ کی دعا یہ ہے: ذبح کے وقت کہے۔ اے اللہ یہ میرے فلاں بیٹے کا عقیقہ ہے اس جانور کا خون میرے بیٹے کے خون کے عوض ہے اور اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض ہے اس کی ہڈیاں اس کی ہڈیاں کے عوض ہیں اس کی کھال اس کی کھال کے عوض ہے اس کے بال اس کے بال کے عوض ہیں۔ اے اللہ! اس جانور کو میرے بیٹے کی جہنم سے آزادی کا فدیہ بنا دے۔

عقیقہ کی ہڈیوں کو توڑا نہ جائے اور اس کی ران دائی کو دی جائے اور گوشت پکا لیا جائے اور بچہ کے سر کو اس کے خون میں لتھیرنا

مکروہ ہے۔ (المعتمد الدربہ ج ۲ ص ۲۲۲-۲۲۳ مطبوعہ دارالاشیاع العربیہ کوئٹہ)

عقیقہ کو منسوخ قرار دینے کے دلائل پر بحث و نظر کا بیان

امام محمد شیبانی نے فرمایا ہے کہ عقیقہ رسم جاہلیت میں سے ہے اور یہ ابتداء اسلام میں بھی مشروع رہا ہے بعد میں قربانی نے اس کو منسوخ کر دیا اس لئے عقیقہ نہ کیا جائے علامہ کاسانی نے اس پر مفرغ کیا ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور وجہ میں اس کی اباحت کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کار ثواب نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک عقیقہ کو قربانی سے منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہجرت کے پہلے سال قربانی مشروع ہو گئی تھی۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا اور قربانی کرتے رہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اگر قربانی سے عقیقہ منسوخ ہو گیا تھا تو قربانی مشروع ہونے کے بعد عقیقہ نہیں ہونا چاہئے تھا حالانکہ ہجرت کے پہلے سال سے قربانی مشروع ہو گئی تھی اور تین ہجری کو حسن (رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور چار ہجری کو حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت) اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان دونوں کا عقیقہ کیا۔ اگر قربانی کے بعد عقیقہ منسوخ ہو گیا ہوتا تو آپ ان کو عقیقہ نہ کرتے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا اور حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بچوں کا عقیقہ نہ کرتے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا اور حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بچوں کا عقیقہ نہ کیا۔ عروہ ابن الزبیر نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) عقیقہ کے قائل تھے۔ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں آپ نے عقیقہ کا حکم دیا اور متعدد صحابہ کرام اور فقہاء تابعین عقیقہ کو سنت قرار دیتے تھے۔ امام مالک امام شافعی اور احمد بھی بالاتفاق عقیقہ کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور جس چیز کا سنت ہونا اتنی کثیر احادیث سے ثابت ہو وہ مکروہ یا مباح کیسے ہو سکتی ہے۔

امام احمد رضا کا احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھنے کا بیان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی (رضی اللہ عنہ) متوفی ۱۳۴۰ھ بلند پایہ محقق تھے وہ اندھی تقلید سے بہت دور تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء احناف نے عقیقہ کرنے کو مکروہ یا مباح لکھا لیکن امام احمد رضا نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی احادیث کے پیش نظر عقیقہ کو سنت لکھا فرماتے ہیں:

عقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے اور یہی افضل ہے ورنہ چودھویں دن اور خفی جانور اور قربانی میں افضل ہے اور عقیقہ کا گوشت آباء و اجداد بھی کھا سکتے ہیں۔ مثل قربانی اس میں بھی تین حصہ کرنا مستحب ہے اور اس کی ہڈی توڑنے میں علماء تقاول نہ توڑنا بہتر جانتے ہیں۔ پسر کے عقیقہ میں دو جانور درکار ہیں اور یہی کافی ہے اگرچہ خفی نہ ہو۔

نیز فرماتے ہیں:

باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکر نعمت ہے جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے اور ذبح کرے وہی دعا پڑھے۔ عقیقہ پسر میں کہ باپ ذبح کرے دعایوں پڑھے:

اللهم هذه عقیقة ابني فلان (فلان کی جگہ بیٹے کا نام لے) دمها بدمه ولحمها بلحمه وعظمها بعظمه وجلدھا بجلده وشعرھا بشعره اللهم اجعلھا فداء لابنی من النار بسم الله الله اکبر .

فلاں کی جگہ پسر کا جو نام رکھنا ہو لے۔ دختر ہو تو دونوں جگہ ابنی کی جگہ بنتی اور پانچوں جگہ کی جگہ پاک ہے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ ابنی فلاں یا بنتی فلاں کی جگہ فلاں بن فلاں یا فلاں بنت فلاں کہے بچہ کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرے۔ ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں اور نہ توڑنا بہتر اور ذبح کر دینا افضل۔ عقیقہ ساتویں دن افضل ہے نہ ہو سکے تو چودھویں دن نہ اکیسویں۔ ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی ہو۔ وقت دن کا ہو رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ کم سے کم ایک تو ہے ہی اور پسر کے لئے دو افضل ہیں استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے گوشت بنانے کی اجرت داموں میں بچا کر سکتا ہے۔ سری پائے خود کھائے خواہ اقرباء یا مساکین جسے چاہے خواہ سب حجام یا سب سقا کو دے دے۔ شرع مطہر نے ان کا کوئی خاص حق مقرر نہ فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۵۳۲-۵۳۱ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

نذر کے بعض احکام اور ماں کی اولاد پر ولایت کا بیان

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی بھاس خفی متوفی ۷۳۰ھ لکھتے ہیں: عمران کی بیوی حنہ نے اپنے پیٹ کے بچہ کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کرنے کی جو نذر مانی تھی اس طرح کی نذر ماننا ہماری شریعت میں بھی صحیح ہے مثلاً انسان یہ نذر مانے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کی پرورش اور تربیت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں کرائے گا اور اس کے سوا اس کو اور کسی کام میں مشغول نہیں رکھے گا اور اس کو قرآن مجید احادیث فقہ اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم دے گا یہ نذر صحیح ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی عبادت ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر سے کوئی چیز واجب ہو جاتی ہے اور جس عبادت کی نذر مانی جائے اس کا پورا کرنا واجب ہے اور یہ کہ نذر پورا کرنے کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ کہ کسی مجہول چیز کی نذر ماننا جائز ہے کیونکہ حنہ نے اپنے پیٹ کے بچہ کی نذر مانی تھی اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں کو بھی اپنی اولاد پر ایک قسم کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کی تادیب تعلیم اور تربیت کا حق رکھتی ہے اگر وہ اس کی مالک نہ ہوتی تو اپنی اولاد میں اس کی نذر نہ مانتی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں کو بھی بچہ کا نام رکھنے کا حق ہے اور اس کا رکھا ہوا نام صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول کر لیا یعنی حنہ نے مریم کو بیت المقدس کی عبادت کے لئے وقف کرنے کی جو اخلاص کے ساتھ نذر مانی تھی اس کو قبول کر لیا۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۱۱ مطبوعہ سبیل الکیذی لاہور ۱۴۰۰ھ)

باب الفرعۃ والعیرۃ

یہ باب فرع اور عیرہ کے بیان میں ہے

3167- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي الْمَلِیحِ عَنْ نُسَيْفٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا نَعْتَرُ عَیْرَةَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فِی نَفْسِ فَرْعٍ فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ أَذْبَحُوا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِی أَوَّلِ شَهْرِ كَانَ وَابْتَزُّوا لِلَّهِ وَأَطِيعُوا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا نَقْصِدُكَ بِلَحْمِهِ أَوْهَ قَالَ عَلَى ابْنِ السَّبِيلِ فَإِنَّ ذَلِكَ هُوَ خَيْرٌ

حضرت بیوشیر بن بکر بن خلف نے یزید بن زریع سے بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے بلند آواز میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں جانور قربان کیا کرتے تھے تو آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے لیے جانور کو ذبح کرو خواہ مہینہ جو بھی ہو اور اللہ کے لیے قسم کو پورا کرو اور لوگوں کو کھانا کھاؤ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! زمانہ جاہلیت میں ہم لوگ فرع (کے طور پر جانور الگ) کیا کرتے تھے تو آپ ﷺ اس کے بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرچہ نے والے جانور میں فرع ہوتا ہے جسے

”تو ہر جانور جنم دیتا ہے جب وہ بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائے تو تم اسے ذبح کر دو اور اس کا گوشت صدقہ کر دو۔“ (راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ ہیں مسافروں پر صدقہ کر دو کیونکہ یہ زیادہ بہتر ہے۔)

3168- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرْعَةَ وَلَا عَیْرَةَ قَالَ هِشَامُ لِي حَدِّثْنِي وَالْفَرْعَةُ أَوَّلُ النَّجَاحِ وَالْعَیْرَةُ الشَّاةُ يَذْبَحُهَا أَهْلُ الْبَيْتِ فِی رَجَبٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”فرع اور عیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔“

ہشام نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں فرع سے مراد جانور کے ہاں ہونے والا سب سے پہلا بچہ ہے اور عیرہ اس بکری کو کہا جاتا ہے جس کو کسی گھر کے لوگ رجب کے مہینے میں ذبح کرتے تھے۔

3167: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2838 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4238 أخرجه المحدث: 4242 أخرجه المحدث:

4243

3168: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 5074 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5088 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2831 أخرجه الترمذي في

"السنن" رقم الحديث: 4233 أخرجه المحدث: 4234

3169- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَةَ وَلَا غَيْرَةَ قَالَ ابْنُ مَاجَةَ هَذَا مِنْ فَرَائِدِ الْعَدَنِيِّ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”فرع اور عتیرہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔“

ابن ماجہ کہتے ہیں: اسے نقل کرنے میں عدنی نامی راوی منفرد ہے۔

بَاب إِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ

یہ باب ہے کہ جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو

3170- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحَدِّثْ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِخْ ذَبِيحَتَهُ

•• حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھائی کرنے کو لازم قرار دیا ہے تو جب تم (کسی مجرم) کو قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو اور جب تم (کسی جانور کو) ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو آدمی کو اپنی چھری تیز کر لینی چاہئے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچانی چاہئے۔“

3171- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَجْرُ شَاةً بِأُذُنَيْهَا فَقَالَ دَعْ أَذُنَهَا وَخُذْ بِسَائِلَيْهَا

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بکری کو اس کے کان سے پکڑ کر کھینچ رہا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم اس کا کان چھوڑ دو اور اس کو گردن سے پکڑو۔“

3172- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَخِي حُسَيْنِ الْجُعْفِيِّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ

3169: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3170: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5828 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2815 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1409 أخرجه النسائی في

"السنن" رقم الحديث: 4417 رقم الحديث: 4423 رقم الحديث: 4424 رقم الحديث: 4425 رقم الحديث: 4426

3171: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

لَهِيعَةً حَدَّثَنِي قُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِّ الشِّقَارِ وَأَنْ تُوَارَى عَنِ الْبَهَائِمِ وَقَالَ إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجْهِزْ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے چھری تیز کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے جانور سے چھپانے کا حکم دیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص نے ذبح کرنا ہو تو وہ اسے تیزی سے ذبح کر لے۔

3172 م۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَالِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

•• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کو لازم کیا ہے یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے ہر کام کو حسن و خوبی اور نرمی کے ساتھ انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ سزا کسی کو قتل کرنے یا جانوروں کو ذبح کرنے میں بھی مہربانی و نرم دلی اور خوبی و نرمی کا طریقہ اختیار کرنا لازم ہے (لہذا جب تم کسی شخص کو قتل یا حد کے طور پر قتل کرو۔

تو اس کو نرمی و خوبی کے ساتھ کرو) تاکہ اس کو ایذا نہ ہو جیسے تیز تلوار استعمال کرو اور قتل کرنے میں جلدی کرو) اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی و نرمی کے ساتھ ذبح کرو لہذا یہ ضروری ہے کہ تم میں سے کوئی بھی شخص (جو جانور کو ذبح کرنا چاہتا ہو) اپنی چھری کو (خوب تیز کر لے اور ذبح کئے جانے والے جانور کو آرام دے۔" (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 11)

آرام دے "کا مطلب یہ ہے کہ ذبح کرنے کے بعد اس جانور کو چھوڑ دے تاکہ اس کا دم نکل جائے اور وہ ٹھنڈا ہو جائے! گویا اوپر کی عبارت اور یہ جملہ اصل میں "ذبح کرنے میں احسان کرنے" کی توضیح ہے کہ خوبی و نرمی کے ساتھ ذبح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس جانور کو تیز چھری سے ذبح کرے اور جلدی ذبح کر ڈالے نیز ذبح کے بعد اس کو اچھی طرح ٹھنڈا ہو جانے دے۔ حنفی علماء فرماتے ہیں کہ ذبح کئے ہوئے جانور کی کھال اتارنا اس وقت تک مکروہ ہے جب تک کہ وہ اچھی طرح ٹھنڈا نہ ہو جائے! نیز مستحب یہ ہے کہ جس جانور کو ذبح کیا جانے والا ہے اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، اگر ایک سے زائد جانور ذبح کئے جانے والے ہیں تو ان کو ایک دوسرے کے سامنے ذبح نہ کیا جائے اور ذبح کئے جانے والے جانور کے پاؤں پکڑ کر کھینچتے ہوئے ذبح کی جگہ نہ لے جایا جائے۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الذَّبْحِ

یہ باب ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بیان میں ہے

3173- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَاطِيلَ عَنْ سِمَاكِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ) قَالَ كَانُوا يَقُولُونَ مَا ذَكَرَ عَلَيْهِ اسْمُ اللَّهِ فَلَا تَأْكُلُوا وَمَا لَمْ يُذَكِّرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذَكِّرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) ﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

”بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔“

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے لوگ یہ کہا کرتے تھے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو تم اسے نہ کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو تو اسے کھاؤ، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

”اور تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔“

3174- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ قَوْمًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِلَحْمٍ لَا نَذْرِي ذِكْرَ اسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا قَالَ سَمُّوْا أَنْتُمْ وَكُلُّوْا وَكَانُوا حَدِيثَ عَهْدٍ بِالْكَفْرِ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کچھ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم ایسے لوگ ہیں جن کے پاس گوشت آجاتا ہے، ہمیں یہ نہیں پتہ کہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم لوگ اللہ کا نام لو اور اسے کھاؤ۔“

(راوی بیان کرتے ہیں) وہ لوگ اس وقت زمانہ کفر کے قریب تھے۔

ذَابَحُ كَيْفَ تَسْمِيَةِ كَيْفَ سَبَبُ ذَبْحِهِ كَيْفَ مَرْدَارِ هُوَ كَيْفَ بَيَانُ

اور جب ذبح کرنے والے نے جان بوجھ کر بسم اللہ کو ترک کر دیا ہے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اور اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ اور اگر اس نے بھول کر بسم اللہ چھوڑی تھی تو اس کا ذبیحہ کھالیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کا ذبیحہ کھالیا جائے گا۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں نہیں کھایا جائے گا۔ اور ترک بسم اللہ میں مسلمان اور کتابی یہ دونوں ایک حکم میں ہیں۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب کسی شخص نے بازو یا کتے کو چھوڑتے وقت یا تیر چلاتے وقت بسم اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔

3173: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2818

3174: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ ان سے قبل یہ اختلاف یعنی ترک بسم اللہ والا فقہاء میں سے کسی نے نہیں کیا۔ جبکہ ان کے درمیان بھول کر ترک تسمیہ میں اختلاف تھا۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وہ حرام ہے۔ جبکہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ وہ حلال ہے۔ جبکہ جان بوجھ کر ترک تسمیہ میں ایسا نہیں ہے۔

اور اسی دلیل کے سبب سے امام ابو یوسف اور دوسرے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص جان بوجھ کر تسمیہ کو ترک کرے تو اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور جب قاضی اس کی بیع کو فیصلہ کر دے اور خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے وہ نافذ نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرنے والا ہے اگرچہ اس نے تسمیہ کہا ہو یا نہ کہا ہو۔ کیونکہ تسمیہ اگر شرط حلت ہوتی تو یہ بھول جانے کے سبب ساقط نہ ہوتی۔ جس طرح نماز کے احکام میں طہارت کا شرط ہونا ہے۔ اور جب تسمیہ شرط ہے تو طہارت تو حید اسی کے قائم مقام ہوگی۔ جس طرح بھول جانے والے کے بارے میں ہے۔

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور وہ بیشک حکم عدولی ہے“ ہماری دلیل وہ اجماع ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور سنت میں سے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جس کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم نے صرف اپنے کتے پر تسمیہ کہی ہے اور اس کے سوا نہیں کہا۔ اور حدیث میں تسمیہ کو ترک کرنا یہ علت حرمت کے طور پر بیان ہوئی ہے۔ (ہدایہ)

ترک تسمیہ میں سہو کی صورت حلت و حرمت پر اختلاف ائمہ اربعہ

مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو اللہ کا نام ہی لیتا۔ اس کی مضبوطی دارقطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھالیا کر دیکھو کہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نو مسلموں کے ذبیحہ کے کھانے کی جس میں دونوں اہتمال تھے آپ نے اجازت دی تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہوتا تو حضور تحقیق کرنے کا حکم دیتے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ پر عہد بسم اللہ نہ کہی جائے وہ حرام ہے اسی لئے امام ابو یوسف اور مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم اسے بچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔

امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے انہوں نے اور دلائل سے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم کو اس کا نام ہی کافی ہے اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔

یہ حدیث بیہقی میں ہے لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا محفل بن عبید اللہ خزرمی کی ہے، ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبد اللہ بن زبیر حمیری اسے عبد اللہ بن عباس سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبی اور محمد بن سیرین اس جانور کا کھانا مکروہ جانتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہیت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ان دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور اسے اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں ان سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب غلط ملط ہو گئے ہیں آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھالو، پھر محمد بن سیرین سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جن پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا انہیں نہ کھاؤ۔ اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا کو بھول کو اور جس کام پر زبردستی کی جائے اس کو معاف فرمادیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ بتائیے تو ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے۔

مردان بن سالم ابو عبد اللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے، واللہ اعلم، میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے، بظاہر دلیلوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے لیکن اگر کسی مسلمان کی زبان سے جلدی میں یا بھولے سے یا کسی اور وجہ سے نہ نکلے اور ذبح ہو گیا تو وہ حرام نہیں ہوتا۔

عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا استثناء کر لیا گیا ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کھالینا ہمارے ہاں حلال ہے تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں لیکن دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے پھر فرمایا کہ شیطان اپنے ولیوں کی طرف وحی کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر سے جب کہا گیا کہ مختار گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے۔ شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ اس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔ ابن عباس کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے اس شخص کو سخت تعجب ہوا اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو اللہ کی وحی جو آنحضرت کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے۔ شیطانی وساوس کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھالیں اور جسے اللہ ماردے یعنی اپنی موت آپ مر جائے اسے نہ کھائیں؟ اس پر یہ آیت اتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت اللہ کے نام کا ذکر ہے لیکن ہے یہ قصہ غور طلب اولاً اس وجہ سے کہ یہودی از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی تو مدینے میں

تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اتری ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی تو ہے لیکن مرسل طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھا لو اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریشوں سے کہلوا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ جھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ از خود مرا ہوا جانور۔ اس پر یہ آیت اتری، پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیاء قریش ہیں اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں کئی ایک سندوں سے مروی ہیں لیکن کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہود مدینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مردار خوار نہ تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جسے تم نے ذبح کیا یہ تو وہ ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور جواز خود مر گیا وہ وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام ۱۲۱)

امام بخاری علیہ الرحمہ سے مذاہب احناف کی تائید کا بیان

عبداللہ کا نام جس جانور پر نہ لیا گیا، اس کا کھانا فسق اور ناجائز ہے، حضرت ابن عباس نے اس کے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ بھول جانے والے کو فسق نہیں کہا جاتا اور امام بخاری کا رجحان بھی یہی ہے تاہم امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ دونوں صورتوں میں حلال ہے چاہے وہ اللہ کا نام لے یا چھوڑ دے۔

وقت ذبح غیر خدا کا نام لینے کے سبب حرمت ذبیحہ پر مذاہب اربعہ

حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی شخص ذبح کے وقت مسیح کا نام لے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ مالکیہ ذبیحہ کی حلت کے لیے شرط لگاتے ہیں کہ اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

شافعیہ مسلمان کے ذبیحہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ جانور ذبح کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لے اور اس سے اس کی نیت شرک کی ہو تو اس کا ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

حنابلہ کہتے ہیں کہ نصرانی اگر ذبح کے وقت مسیح کا نام لے لے تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ مذاہب اربعہ اس کی حرمت پر متفق ہیں تو وہ کن علماء کی اکثریت ہے جو اسے حلال قرار دیتی ہے؟

ترک تسمیہ بطور سہو کی صورت میں حلت پر فقہی اختلاف

وہ مطلق حرام ہے جیسا کہ آیت ولا تأکلوا الخ کے عموم سے واضح ہوتا ہے جو کہ تینوں شکلوں کو شامل ہے۔ مطلق حلال ہے۔ یہ امام شافعی کا مسلک ہے ان کے نزدیک متروک التسمیہ ذبیحہ ہر صورت میں حلال ہے، تسمیہ کا ترک خواہ عمداً ہو یا نسیاناً۔

بشرطیکہ اسے اہل الذبح نے ذبح کیا ہو۔ امام موصوف آیت کے عموم کو اہل لغیر اللہ بہ والی آیات کے ساتھ خصوص میں تبدیل کر کے اس کی دلالت کو صرف اول الذکر دو شکلوں تک محدود کرتے ہیں،

تیسری شکل کے جواز میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہر مومن کے دل میں ہر حالت میں اللہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس پر عدم ذکر کی

کبھی حالت طاری نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کا ذبیحہ بھی ہر صورت میں حلال ہے۔ اس کی خلت اس وقت حرمت میں تبدیل ہوگی جب کہ ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذبیحہ بغیر تسمیہ کو فسق فرمایا ہے۔

بہر حال اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ جس جانور کو مسلمان نے ذبح کیا ہو اور اس پر ذکر اللہ ترک کر دیا ہو اس کا گوشت کھانا فسق کے حکم میں نہیں ہے۔ کیونکہ آدمی کسی اجتہادی حکم کی خلاف ورزی سے فسق کا مرتکب نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ بمالیم یذکر اسم اللہ کا اطلاق صرف پہلی دو شکلوں پر ہوگا۔ اس کی تائید اگلی آیت شیطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں اعتراضات القا کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اولیاء الشیاطین کا مجادلہ صرف دو مسئلوں پر تھا۔

پہلا مردار کے مسئلہ پر تھا۔ جس کے بارے میں وہ مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ جسے باز اور کتا مارے اُسے تم کھا لیتے ہو اور جسے اللہ مارے اُسے تم نہیں کھاتے۔

اس ارشاد کی رُو سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اطاعت کفار و مشرکین متروک التسمیہ طعام کھا لینے سے نہیں ہوگی بلکہ مردار کو مباح ٹھہرانے اور بتوں پر جانوروں کی قربانی دینے اور ذبح کرنے سے ہوگی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر ذبح کرنے والے نے اللہ کا نام عداً ترک کیا تو اس کا ذبیحہ حرام ہے اور اگر اس سے سہواً ترک ہوا ہے تو ذبیحہ حلال ہے۔ امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر چہ آیت ولاناکو میں تینوں شکلیں داخل ہیں اور تینوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن سہواً متروک التسمیہ ذبیحہ اس آیت کے حکم سے دود جوہ دے خارج ہے۔ اولاً اس لیے کہ انہ لفسق کی ضمیر لم یذکر اسم اللہ کی جانب راجع ہے۔ کیونکہ یہ قریب ہے اور ضمیر کو قریبی مرجع کی جاب لوانا اولیٰ ہے۔ پس بلاشبہ تسمیہ کو قصداً نظر انداز کرنے والا فاسق ہے۔ لیکن جو سہو کا شکار ہو گیا ہو وہ غیر مکلف ہے اور خارج از حکم ہے۔ اس لیے آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ جس جانور پر عداً اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھائیں اور ناسی خود بخود حکم سے مستثنیٰ قرار پائے گا۔

دوسری دلیل امام صاحب یہ دیتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ اگر جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس کے گوشت کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اُس کا گوشت کھا لو۔ اللہ کا نام ہر مومن کے دل میں موجود ہے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت میں تحقیقی بیان

حلال و حرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا کہ کل ستھری چیزیں حلال ہیں، پھر یہود و نصاریٰ کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کی حلت بیان فرمائی۔ حضرت ابن عباس، ابوامامہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاء، حسن، کھول، ابراہیم، نخعی، سدی، مقاتل بن حیان یہ سب یہی کہتے ہیں کہ طعام سے مراد ان کا اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور ہے، جس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے، علماء اسلام کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے، کیونکہ وہ بھی غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا ناجائز جانتے ہیں اور ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا دوسرے کا نام نہیں لیتے گو ان کے عقیدے ذات باری کی نسبت یکسر اور سراسر باطل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور پاک و منزہ ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک مل گئی، میں

نے اسے قبضہ میں کیا اور کہا اس میں سے تو آج میں کسی کو بھی حصہ نہ دوں گا، اب جو ادھر ادھر نگاہ پھرائی تو دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہی کھڑے ہوئے تبسم فرما رہے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مال غنیمت میں سے کھانے پینے کی ضروری چیزیں تقسیم سے پہلے بھی لے لی جاز ہیں اور یہ استدلال اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، متینوں مذہب کے فقہاء نے مالکیوں پر اپنی سند پیش کی ہے اور کہا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ اہل کتاب کا وہی کھانا ہم پر حلال ہے جو خود ان کے ہاں بھی حلال ہو یہ غلط ہے کیونکہ چربی کو یہودی حرام جانتے ہیں لیکن مسلمان کیلئے حلال ہے لیکن یہ ایک شخص کا انفرادی واقعہ ہے۔ البتہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ وہ چربی ہو جسے خود یہودی بھی حلال جانتے تھے یعنی پشت کی چربی انتڑیوں سے لگی ہوئی چربی اور ہڈی سے ملی ہوئی چربی، اس سے بھی زیادہ دلالت والی تو وہ روایت ہے جس میں ہے کہ خیبر والوں نے سالم بھی ہوئی ایک بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دی جس کے شانے کے گوشت کو انہوں نے زہر آلود کر رکھا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شانے کا گوشت پسند ہے، چنانچہ آپ نے اس کا یہی گوشت لے کر منہ میں رکھ کر دانتوں سے توڑا تو فرمان باری سے اس شانے نے کہا، مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔

آپ نے اسی وقت اسے تھوک دیا اور اس کا اثر آپ کے سامنے کے دانتوں وغیرہ میں رہ گیا، آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور بھی تھے، جو اسی کے اثر سے راہی بقاء ہوئے، جن کے قصاص میں زہر ملانے والی عورت کو بھی قتل کیا گیا، جس کا نام زینب تھا، وجہ دلالت یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اپنے ساتھیوں کے اس گوشت کے کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یہ نہ پوچھا کہ اس کی جس چربی کو تم حلال جانتے ہو اسے نکال بھی ڈالا ہے یا نہیں؟

اور حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے آپ کی دعوت میں جو کی روٹی اور پرانی سوکھی چربی پیش کی تھی، حضرت مکحول فرماتے ہیں جس چیز پر نام رب نہ لیا جائے اس کا کھانا حرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرما کر منسوخ کر کے اہل کتاب کے ذبح کئے جانور حلال کر دئے یہ یاد رہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جانور پر بھی نام الہی نہ لیا جائے وہ حلال ہو؟ اس لئے کہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ کا نام لیتے تھے بلکہ جس گوشت کو کھاتے تھے اسے ذبیحہ پر موقوف نہ رکھتے تھے بلکہ مردہ جانور بھی کھا لیتے تھے لیکن سامرہ اور صائبہ اور ابراہیم وشیت وغیرہ پیغمبروں کے دین کے مدئی اس سے مستثنیٰ تھے، جیسے کہ علماء کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور عرب کے نصرانی جیسے بنو تغلب، تنوخ، بہراء، جذام، حم، عاملہ کے ایسے اور بھی ہیں کہ جمہور کے نزدیک ان کے ہاتھ کا کیا ہوا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔

حضرت علی فرماتے ہیں قبیلہ بنو تغلب کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھاؤ، اس لئے کہ انہوں نے تو نصرانیت سے سوائے شراب نوشی کے اور کوئی چیز نہیں لی، ہاں سعید بن مسیب اور حسن بنو تغلب کے نصاریٰ کے ہاتھوں ذبح کئے ہوئے جانور کے کھالینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

مجوی کا ذبیحہ کھانے سے ممانعت کا بیان

اور مجوسی کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجوسیوں سے اہل کتاب کی طرح

سلوک کرو البتہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور ان کا ذبیحہ بھی نہ کھاؤ۔ اسلئے کہ مجوسی توحید کا دعویٰ کرنے والا نہیں ہے۔ پس اس میں دعویٰ اور عقیدہ یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں۔ اور اسی طرح مرتد کا ذبیحہ بھی نہ کھایا جائے گا۔ کیونکہ اس کی بھی کوئی ملت نہیں ہے۔ پس اس کو ملت پر باقی نہ رکھا جائے گا۔ خواہ وہ کسی جانب بھی توجہ کیوں نہیں کرتا۔ جبکہ کتابی میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دین سے کسی دوسرے دین کی جانب پھرنے والا ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک اس کو بدلی ہوئی صورت پر باقی رہنے دیا جائے گا۔ پس ذبح کے وقت موجودہ حالت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس سے پہلے والی حالت کا اعتبار ہوگا۔ اور اسی طرح بت پرست کا ذبیحہ بھی نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ بھی بے دین ہے۔ (ہدایہ)

مجوسیوں کے ذبیحہ کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

اور مجوسی ان سے گویا یہ لیا گیا ہے کیونکہ انہیں اس مسئلہ میں یہود و نصاریٰ میں ملا دیا گیا ہے اور ان کا ہی تابع کر دیا گیا ہے، لیکن ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبح کئے ہوئے جانور کا کھانا ممنوع ہے۔ ہاں ابو ثور رابرہیم بن خالد کلبی جو شافعی اور احمد کے ساتھیوں میں سے تھے، اس کے خلاف ہیں، جب انہوں نے اسے جائز کہا اور لوگوں میں اس کی شہرت ہوئی تو فقہاء نے اس قول کی زبردست تردید کی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے تو فرمایا کہ ابو ثور اس مسئلہ میں اپنے نام کی طرح ہی ہے یعنی بیل کا باپ، ممکن ہے ابو ثور نے ایک حدیث کے عموم کو سامنے رکھ کر یہ فتویٰ دیا ہو جس میں حکم ہے کہ مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا سا طریقہ برتو لیکن اولاً تو یہ روایت ان الفاظ سے ثابت ہی نہیں دوسرے یہ روایت مرسل ہے۔

ہاں البتہ صحیح بخاری شریف میں صرف اتنا تو ہے کہ ہجر کے مجوسیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا۔ علاوہ ان سب کے ہم کہتے ہیں کہ ابو ثور کی پیش کردہ حدیث کو اگر ہم صحیح مان لیں، تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے عموم سے بھی اس آیت میں حکم امتناعی کو دلیل بنا کر اہل کتاب کے سوا اور دین والوں کا ذبیحہ بھی ہمارے لئے حرام ثابت ہوتا ہے، پھر فرماتا ہے کہ تمہارا ذبیحہ بھی ہمارے لئے حرام ثابت ہو سکتا ہے، پھر فرماتا ہے کہ تمہارا ذبیحہ ان کیلئے حلال ہے یعنی تم انہیں اپنا ذبیحہ کھلا سکتے ہو۔ یہ اس امر کی خبر نہیں کہ ان کے دین میں ان کیلئے تمہارا ذبیحہ حلال ہے ہاں زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ یہ اس بات کی خبر ہو کہ انہیں بھی ان کی کتاب میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس جانور کا ذبیحہ اللہ کے نام پر ہوا ہوا سے وہ کھا سکتا ہے بلحاظ اس سے کہ ذبح کرنے والا انہیں میں سے ہو یا ان کے سوا کوئی اور ہو، لیکن زیادہ با وزن بات پہلی ہی ہے۔ یعنی یہ کہ تمہیں اجازت ہے کہ انہیں اپنا ذبیحہ کھلاؤ جیسے کہ ان کے ذبح کئے ہوئے جانور تم کھا لیتے ہو۔ یہ گویا اول بدل کے طور پر ہے،

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کو اپنے خاص کرتے ہیں کفن دیا جس کی وجہ سے بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ اس نے آپ کے چچا حضرت عباس کو اپنا کرتا دیا تھا جب وہ مدینے میں آئے تھے تو آپ نے اس کا بدلہ چکا دیا۔ ہاں ایک حدیث میں ہے کہ مومن کے سوا کسی اور کی ہم نشینی نہ کر اور اپنا کھانا بجز پرہیزگاروں کے اور کسی کو نہ کھلا اسے اس بدلے کے خلاف نہ سمجھنا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ حدیث کا یہ حکم بطور پسندیدگی اور افضلیت کے ہو۔

باب مَا يُذَكِّي بِهِ

یہ باب ہے کہ کس چیز کے ذریعے ذبح کیا جاسکتا ہے؟

3175- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صُلَيْفٍ قَالَ ذَبَحْتُ أَرْبَعِينَ بِمَرُوءَةٍ فَأَتَيْتُ بِهِمَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي بِأَكْلِهِمَا

•• حضرت محمد بن صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں: میں نے سفید پتھر کے ذریعے دو خرگوش ذبح کیے میں ان دونوں کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے ان دونوں کو کھانے کی ہدایت کی۔

3176- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ حَاضِرَ بْنَ مُهَاجِرٍ يُحَدِّثُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَافٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ ذَنْبًا نَيْبٍ فِي شَاةٍ فَذَبَحُوهَا بِمَرُوءَةٍ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَكْلِهَا

•• حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا (اور اسے زخمی کر دیا) لوگوں نے اسے سفید پتھر کے ذریعے ذبح کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو اسے کھانے کی اجازت دی۔

3177- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَسْمَاقِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُرَيْتِ بْنِ قَطْرِ بْنِ عَدِيٍّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَصِيدُ الصَّيْدَ فَلَا نَجِدُ سِجِّينًا إِلَّا الظَّرَارَ وَشِقَّةَ الْعَصَا قَالَ أَمِيرِ الدِّمِّ بِمَا شِئْتَ وَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ

•• حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم کوئی شکار کرتے ہیں پھر ہمیں کوئی چھری نہیں ملتی ہمیں صرف دھاردار پتھر ملتا ہے یا لاشی کا ایک حصہ ملتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جس چیز کے ساتھ چاہو خون بہاؤ اور اس پر اللہ کا نام لے لو۔

3178- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِيسِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَّاسَةَ بِنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَكُونُ فِي الْمَغَازِي فَلَا يَكُونُ مَعَنَا مَدَى فَقَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلْ غَيْرَ السِّنِّ وَالظُّفْرِ فَإِنَّ السِّنَّ عَظْمٌ وَالظُّفْرَ مَدَى الْحَبَشَةِ

3175: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2822، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4324، ورم الحديث: 4411، أخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث: 3244

3176: أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4412، ورم الحديث: 4419

3177: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2824، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4315، ورم الحديث: 4413

•• حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر کر رہے تھے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم لوگ جنگ میں ہوتے ہیں ہمارے ساتھ چھری نہیں ہوتی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو چیز خون بہا دے اور جس جانور پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو تم اسے کھا لو ماسوائے اس کے جسے ہڈی یا جھشیوں کی مخصوص چھری کے ذریعے ذبح کیا گیا ہو (راوی کہتے ہیں: سن سے مراد ہڈی اور زفر سے مراد جھشیوں کی مخصوص چھری ہے۔

آلہ ذبح کے سوا جانور کی موت کے سبب عدم حلت کا بیان

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکار کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب تم تیر چلاؤ تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ پھر اگر شکار اس سے مر جائے تو اسے کھاؤ لیکن اگر وہ شکار پانی میں مردہ حالت پاؤ تو نہ کھاؤ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ تمہارے تیر سے ہلاک ہو یا پانی میں گرنے کی وجہ سے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث، 1512)

آلہ ذبح کے سوا دوسرے سبب سے موت واقع ہونے پر مذاہب فقہاء

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سکھائے ہوئے کتے کے شکار کا حکم پوچھا تو آپ نے فرمایا جب تم بسم اللہ پڑھ کر اپنا سکھایا ہوا کتا شکار پر چھوڑ دو جو کچھ تمہارے لیے اٹھالائے اسے کھاؤ اور اگر وہ خود (یعنی کتا) اس میں سے کھانے لگے تو مت کھاؤ کیونکہ اس نے شکار اپنے لیے پکڑا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہمارے کتے کے ساتھ کچھ اور کتے بھی شامل ہو جائیں تو کیا کیا جائے۔ فرمایا تم نے اپنے کتے کو بھیجتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی دوسرے کتوں پر نہیں۔ سفیان کہتے ہیں کہ اس شکار کا کھانا صحیح نہیں۔ بعض صحابہ اور دوسرے علماء اس پر عمل ہے کہ جب شکار اور ذبیحہ پانی میں گر جائیں تو اسے کھانا صحیح نہیں۔

لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر ذبح کئے جانے والے جانور کا حلقوم کٹ جانے کے بعد وہ پانی میں گر کر مرے تو اس کا کھانا جائز ہے۔

ابن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔ کتا شکار سے کچھ کھائے تو اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ اگر کتا شکار سے کچھ کھائے تو اب اسے نہ کھاؤ۔ سفیان ثوری بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ بعض صحابہ کرام اور دیگر اہل علم نے اس کی اجازت دی اگرچہ کتے نے اس سے کھایا ہو۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث، 1513)

باب السِّلْخ

یہ باب چڑا اتارنے کے بیان میں ہے

3179 - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هَلَالُ بْنُ مَيْمُونٍ الْجُهَنِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ

النَّبِيُّ قَالَ عَطَاءٌ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغُلَامٍ يُسْلَخُ شَاةً فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَحَّ حَتَّى أُرِيكَ فَأَذْخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ فَدَحَسَ بِهَا حَتَّى تَوَارَتْ إِلَى الْإِبطِ وَقَالَ يَا غُلَامُ هَكَذَا فَاسْلُخْ ثُمَّ مَضَى وَصَلَّى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک نوجوان کے پاس سے گزرے جو بکری کا چمڑا اتار رہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم ایک طرف ہٹو! تاکہ میں تمہیں دکھاؤں (کہ کیسے چمڑا اتارتے ہیں؟)۔“

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کی کھال اور گوشت کے درمیان داخل کیا، آپ ﷺ نے اسے دبایا یہاں تک کہ بغل تک آپ ﷺ کا بازو اس کے اندر چلا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے نوجوان! اس طرح تم چمڑا اتارو۔“

پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھانی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذَبْحِ ذَوَاتِ الدَّرِّ

یہ باب دودھ دینے والے جانور کو ذبح کرنے کی ممانعت میں ہے

3180- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ خَلِيفَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنبَأَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ جَمِيعًا عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَخَذَ الشُّفْرَةَ لِيَذْبَحَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّاكَ وَالْعُلُوبُ

• حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک انصاری کے پاس تشریف لائے، اس نے چھری پکڑی تاکہ نبی اکرم ﷺ کے لیے قربانی کا جانور ذبح کرے تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا:

”دودھ دینے والے جانور (کو ذبح کرنے سے) بچتا۔“

3181- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ وَلَعُمْرَ انْطَلِقَا بِنَا إِلَى الْوَاقِفِي قَالَ فَاِنْطَلَقْنَا فِي الْقَمَرِ حَتَّى آتَيْنَا الْحَائِطَ فَقَالَ مَرْحَبًا وَأَهْلًا ثُمَّ أَخَذَ الشُّفْرَةَ ثُمَّ جَالَ فِي الْغَنَمِ فَقَالَ

3180: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3181: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ أَوْ قَالَ ذَاتَ اللَّذَرِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ان سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا:

”تم دونوں میرے ساتھ واقعی کے گھر چلو۔“

راوی بیان کرتے ہیں تو ہم چاندنی میں چلتے ہوئے ایک باغ کے پاس آئے تو میزبان نے کہا: خوش آمدید! پھر اس نے چھری پکڑی اور اپنی بکریوں کے درمیان گھونسنے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”دودھ دینے والی سے بچنا“ (یہاں پر ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

جلالہ کے گوشت اور دودھ سے ممانعت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 63)

جلالہ ' اس جانور کو کہتے ہیں۔ جس کا گوشت کھانا حلال ہو، لیکن اس کو نجاست، پلیدی کھانے کی عادت ہو، اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ جانور کبھی کبھی نجاست و پلیدی کھاتا ہو تو اس کو "جلالہ" نہیں کہیں گے اور اس کا گوشت کھانا حرام نہیں ہوگا۔ جیسے مرغی اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اس کی خوراک ہی عام طور پر نجاست و پلیدی ہو، یہاں تک کہ اس کی وجہ سے اس کے گوشت اور دودھ میں بد بو آنے لگے، تو اس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہوگا۔ لہذا یہ کہ اس کو باندھ کر یا بند کر کے رکھا جائے اور اس کو غیر نجس چیزیں کھلائی جائیں تا آنکہ اس کا گوشت اور دودھ ٹھیک ہو جائے تو اس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا درست ہوگا۔

یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام محمد کا قول ہے لیکن حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بھی یعنی اس کو بند کر کے رکھنے اور غیر نجس چیزیں کھلانے کے بعد اس کا گوشت مبالغہ کی حد تک دھونا ضروری ہوگا۔ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے کہ جب تک تخللات مرغ کو تین روز تک اور جلالہ کو دس روز تک بند کر کے یا باندھ کر نہ رکھا جائے اس وقت تک اس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہوگا۔ "جلالہ" پر سواری کرنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ اس کا پسینہ جو گوشت کے پیدا ہونے کی وجہ سے گند اور پلید ہوتا ہے، سوار کے جسم کو لگے گا۔

بَابُ ذَبْحَةِ الْمَرْأَةِ

یہ باب عورت کے ذبیحہ کے بیان میں ہے

3182- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ

3182: أخرجه البخاری فی "المصنوع" رقم الحدیث: 2304 رقم الحدیث: 5501 رقم الحدیث: 5502 رقم الحدیث: 5504 رقم الحدیث: 5505

عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَبْرٍ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرِهِ بِأَسَا
 ۞ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک خاتون نے بکھرے ذریعے
 ایک بکری ذبح کر دی اس بات کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا۔

بَابُ ذِكَاةِ النَّادِ مِنَ الْبَهَائِمِ

یہ باب ہے کہ جو جانور سرکش ہو کر بھاگ جائے اسے ذبح کرنا

3183- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عُبَايَةَ بْنِ
 رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ لَنَدَّ بَعِيرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ
 فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَهَا أَوَايِدَ أَحْسَبُهُ قَالَ كَأَوَايِدِ الْوَحْشِ فَمَا عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا
 ۞ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے ایک اونٹ سرکش ہو گیا ایک
 شخص نے اسے تیر مار کر (روک لیا) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جانور بھی وحشی جانوروں کی طرح سرکش ہو جاتا ہے تو ان
 میں سے جو تمہارے قابو میں نہ آئے تم اس کے ساتھ یہی سلوک کرو۔

3184- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْعُشَّاءِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَكُونُ الذَّكَاةُ إِلَّا فِي الْخَلْقِ وَاللَّيَّةِ قَالَ لَوْ طَعَنْتَ فِي فِعْلِهَا لَا جَزَاءَ لَكَ
 ۞ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جانوروں کا مثلہ کیا جائے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَبْرِ الْبَهَائِمِ وَعَنِ الْمُثْلَةِ

یہ باب جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنے اور اس کا مثلہ کرنے کی ممانعت میں ہے

3185- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعِينٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدٍ
 بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَثَّلَ
 بِالْبَهَائِمِ

۞ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جانوروں کا مثلہ کیا جائے۔

3186- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ
 مَالِكٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَبْرِ الْبَهَائِمِ

۞ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ بازی کرنے سے

منع کیا ہے۔

3187- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوا شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”کوئی بھی ایسی چیز جس میں روح موجود ہو اسے نشانہ نہ بناؤ۔“

3188- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْتَلَ شَيْءٌ مِنَ الدَّوَابِّ صَبْرًا،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جانوروں میں سے کسی کو باندھ کر اسے قتل کیا جائے۔ (یعنی نشانہ بازی کرتے ہوئے قتل کیا جائے)

شرح

یہ ممانعت نہیں تحریم کے طور پر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”جس شخص نے ایسا کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس فعل کے ذریعہ نہ صرف ذی روح (جانور) کو اذیت و تکلیف میں مبتلا کرنا ہے بلکہ مال کا ضائع کرنا بھی ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ لُحُومِ الْجَلَالَةِ

یہ باب گندگی کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانے کی ممانعت میں ہے

3189- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ مَعْيَدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْجَلَالَةِ وَالْبَاهِيَا،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گندگی کھانے والے جانور کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع کیا ہے۔

3186: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5513 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5030 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2816 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4451

3187: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1475

3188: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5036

3189: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3785 أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1824

بَابُ لُحُومِ الْخَيْلِ

یہ باب گھوڑے کا گوشت کھانے کے حکم میں ہے

3190- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ نَحَرْنَا قَرِيبًا فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
 سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ہم نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک گھوڑا قربان کیا اور ہم نے اس کا گوشت کھالیا۔

3191- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ أَكَلْنَا زَمَنَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ وَحُمَرَ الْوَحْشِ،
 حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: خیبر کے زمانے میں ہم نے گھوڑوں اور نیل گائے کا گوشت کھالیا۔
پالتو گدھوں اور خجروں کو کھانے کی ممانعت کا بیان

اور پالتو گدھوں اور خجروں کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، خجروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کو باطل کر دیا اور پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اور امام مالک علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے جبکہ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی علیہم الرحمہ نے کہا ہے گھوڑے کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
 حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے۔ (ہدایہ)
گھوڑوں، خجروں کا گوشت کھانے کی ممانعت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے، کہ گھوڑوں اور خجروں اور گدھوں کو نہ کھائیں کیونکہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا "اور پیدا کیا ہم نے گھوڑوں اور خجروں اور گدھوں کو سواری اور آرائش کے واسطے، اور فرمایا باقی چوپاؤں کے حق میں" پیدا کیا ہم نے ان کو تاکہ تم ان پر سوار ہو اور ان کو کھاؤ۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تاکہ لیس نام اللہ کا ان چوپاؤں پر جو دیا اللہ نے ان کو سو کھاؤ ان میں سے اور

3190: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5510، ورقم الحديث: 5511، ورقم الحديث: 5512، وأخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث:

4999، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4418، ورقم الحديث: 4432، ورقم الحديث: 4433،

3191: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4998، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4454،

کھانا فقیر اور مائتے والے کو بھی کھلاؤ۔ (مولانا مائتہ جلد اول رقم الحدیث ۹۵۸)

گھوڑے کا گوشت کھانے میں دلیل اباحت کا بیان

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک گھوڑا ذبح کیا اور اس وقت ہم لوگ مدینہ میں تھے، پھر ہم لوگوں نے اس کو کھایا۔ (صحیح بخاری جلد سوم رقم الحدیث ۴۷۹)

اعلیٰ منافع کے سبب کھانے کی ممانعت کا بیان

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے "وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لَنْ تَرْكَبُوهَا وَزِينَةً" یہ حکم احسان کو جتانے والے موقع پر بیان ہوا ہے جبکہ کھانا یہ اس کا سب سے اعلیٰ نفع ہے اور حاکم اعلیٰ نعمتوں کے احسان کو جتانے کو ترک کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ادنیٰ نعمت کو بھی ذکر کرتا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ گھوڑا یہ دشمن کو خوف زدہ کرنے کا ایک آلہ ہے پس اس کے محترم ہونے کے سبب اس کو کھانا مکروہ ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مال غنیمت سے اس کا حصہ بنتا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس کو جائز قرار دینے کی صورت میں جہاد کے آلات میں کمی واقع ہو جائے گی۔ اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ یہ حدیث خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے معارضہ کرنے والی ہے پس اس صورت محرم کو ترجیح دی جائے گی۔ (قاعدہ دہم)

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لَنْ تَرْكَبُوهَا وَزِينَةً، وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ. (النحل ۸۰)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔ (سکز الایمان)

گھوڑے کا گوشت کھانے کے اختلاف پر مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور نعمت بیان فرما رہا ہے کہ زینت کے لیے اور سواری کے لیے اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے۔ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی اور علیحدہ ذکر کیا اس وجہ سے بعض علماء نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کی دلیل اس آیت سے لی ہے۔

جیسے امام ابو حنیفہ اور ان کی موافقت کرنے والے فقہاء کہتے ہیں کہ خچر اور گدھے کے ساتھ گھوڑے کا ذکر ہے اور پہلے کے دونوں جانور حرام ہیں اس لیے یہ بھی حرام ہوا۔ چنانچہ خچر اور گدھے کی حرمت احادیث میں آئی ہے اور اکثر علماء کا مذہب بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان تینوں کی حرمت آئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں چوپایوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہیں تو کھاتے ہو پس یہ تو ہوئے کھانے کے جانور اور ان تینوں کا بیان کر کے فرمایا کہ ان پر تم سواری کرتے ہو پس یہ ہوئے سواری کے جانور۔

مسند کی حدیث میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے خچروں کے اور گدھوں کے گوشت کو منع فرمایا ہے لیکن اس کے راویوں میں ایک راوی صالح ابن یحییٰ بن مقدم ہیں جن میں کلام ہے۔ مسند کی اور حدیث میں مقدم بن معدی کرب سے منقول ہے کہ ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صائدہ کی جنگ میں تھے، میرے پاس میرے ساتھی گوشت لائے، مجھ

کتاب النکاح

سے ایک پھر مانگا میں نے دیا۔ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں تھے لوگوں نے یہودیوں کے کھیتوں پر جلدی کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ لوگوں میں ندا کر دوں کہ نماز کے لئے آ جائیں اور مسلمانوں کے ہوا کوئی نہ آئے پھر فرمایا کہ اے لوگو تم نے یہودیوں کے باغات میں گھسنے کی جلدی کی سنو معاہدہ کا مال بغیر حق کے حلال نہیں اور پالتو گدھوں کے اور گھوڑوں کے اور ٹخروں کے گوشت اور ہر ایک کچلیوں والا درندہ اور ہر ایک پنچے سے شکار کھلینے والا پرندہ حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت یہود کے باغات سے شاید اس وقت تھی جب ان سے معاہدہ ہو گیا۔ پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بیشک گھوڑے کی حرمت کے بارے میں تو نص تھی لیکن اس میں بخاری و مسلم کی حدیث کے مقابلے کی قوت نہیں جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو منع فرما دیا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔

اور حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر والے دن گھوڑے اور ٹخرا اور گدھے ذبح کئے تو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخرا اور گدھے کے گوشت سے تو منع کر دیا لیکن گھوڑے کے گوشت سے نہیں روکا۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے مدینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔ پس یہ سب سے بڑی سب سے قوی اور سب سے زیادہ ثبوت والی حدیث ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کا ہے۔ مالک، شافعی، احمد، ان کے سب ساتھی اور اکثر سلف و خلف یہی کہتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشت اور جنگلی پن تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے اسے مطیع کر دیا۔ وہب نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ان تینوں جانوروں پر سواری لینے کا جواز تو قرآن کے لفظوں سے ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ٹخرا ہدیے میں دیا گیا تھا جس پر آپ سواری کرتے تھے ہاں یہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے۔ یہ ممانعت اس لئے ہے کہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھی کے ملاپ سے ٹخرا لیں اور آپ اس پر سوار ہوں آپ نے فرمایا یہ کام وہ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۸)

بَابُ لُحُومِ الْحُمْرِ الْوَحْشِيَّةِ

یہ باب نیل گائے کا گوشت کھانے کے بیان میں ہے

3192-

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْوَحْشِيَّةِ فَقَالَ أَصَابَتْنا مَجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرٍ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ

3192: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 3155، ورم الحديث: 4220، أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4986، ورم الحديث: 4987، أخرجه النسائي في

من "رم الحديث: 4350"

أَصَابَ الْقَوْمَ حُمْرًا خَارِجًا مِنَ الْمَدِينَةِ فَتَحَرَّنَاهَا وَإِنْ قُدِّرَ لَنَا تَغْلِي إِذْ نَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ اكْفُوا الْقُدُورَ وَلَا تَطْعَمُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمْرِ شَيْئًا فَكَفَّانَاهَا فَقُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى حَرَّمَهَا تَحَرُّنًا قَالَ تَحَدَّثْنَا أَنَّهَا حَرَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَتَّةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهَا تَأْكُلُ الْعَذْرَةَ ،

•• ابو اسحاق شیبانی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ گائے کا گوشت کھانے کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا: غزوہ خیبر کے موقع پر ہمیں بھوک لاحق ہوئی ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ہم لوگوں کو شہر سے باہر کچھ گدھے ملے ہم نے انہیں ذبح کیا ہماری ہنڈیا میں ابھی ابل رہی تھیں (یعنی ان میں ان کا گوشت پک رہا تھا) کہ اسی دوران نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا تم لوگ اپنی ہنڈیاؤں کو الٹا دو اور تم لوگ گدھے کا گوشت ہرگز نہ کھانا تو ہم نے انہیں الٹا دیا۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے اسے قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے تو حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بتایا: ہم لوگ یہ بات چیت کر رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس لیے حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ گندگی کھاتے ہیں۔

3193- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ جَابِرٍ عَنِ الْمُقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ الْكِنْدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ أَشْيَاءَ حَتَّى ذَكَرَ الْحُمْرَ الْإِنْسِيَّةَ ،

•• حضرت مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے پالتو گدھوں کا بھی ذکر کیا۔

3194- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُلْقِيَ لُحُومَ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ نَيْئَةً وَنَضِيجَةً ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِهِ بَعْدُ ،

•• حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم نل گائے کا گوشت خواہ وہ پکا ہو یا کچا ہوا سے پھینک دیں اس کے بعد آپ ﷺ نے اس بارے میں ہمیں (مزید) کوئی حکم نہیں دیا۔

3195- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا الْفَيْزِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ خَيْبَرَ فَأَمْسَى النَّاسُ قَدْ أَوْقَدُوا النَّيْرَانَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامَ تَوْقِدُونَ قَالُوا عَلَى لُحُومِ الْحُمْرِ الْإِنْسِيَّةِ فَقَالَ أَهْرَيْقُوا مَا فِيهَا

3193: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفق ہیں۔

3194: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 4228، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4991، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 4349،

3195: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2477، ورقم الحديث: 4196، ورقم الحديث: 5497، ورقم الحديث: 6148، ورقم الحديث: 6331، ورقم الحديث:

6891، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4844، ورقم الحديث: 4894، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 489،

وَ اكْسِرُوا مَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَوْ نُهَرِيقُ مَا فِيهَا وَ تَفْسِلُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ ذَاكَ

•• حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے شام کے وقت ان لوگوں نے آگ روشن کی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ آگ تم لوگوں نے کیوں روشن کی ہے تو لوگوں نے عرض کی: گدھوں کا گوشت پک رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان (برتنوں میں) جو کچھ ہے اسے گرا دو اور ان برتنوں کو توڑ دو۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کی: ان میں جو کچھ موجود ہے ہم اسے بہا دیتے ہیں اور ان برتنوں کو دھو دیتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایسے کر لو۔

3196- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِي سِيرِينَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ مَسَدِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِي اِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِيكُمُ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ فَاِنَّهَا رَجَسٌ •• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اعلان کرنے والے نے یہ اعلان کیا: بے شک اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ ناپاک ہے۔

بَابُ لُحُومِ الْبِغَالِ

یہ باب ہے کہ خچروں کا گوشت کھانا (منع ہے)

3197- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ وَمَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نَأْكُلُ لُحُومَ الْخَيْلِ قُلْتُ فَاَلْبِغَالُ قَالَ لَا ••

•• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ گھوڑے کا گوشت کھا لیا کرتے تھے (راوی کہتے ہیں:) میں نے دریافت کیا: خچر کا، انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔

3198- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى اَبِي الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يَكْرِبَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ ••

•• حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گھوڑے، خچر اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

بَابُ ذِكَاةِ الْجَنِينِ ذِكَاةُ اُمِّهِ

(مادہ جانور کے) پیٹ میں موجود بچے کی ماں کو ذبح کرنا ہی اسے ذبح کرنا شمار ہوگا

3196: اخرج البخاری فی "المسح" رقم الحدیث: 2091، رقم الحدیث: 3047، رقم الحدیث: 4100، اخرج الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 88، رقم الحدیث: 4352

3197: اخرج الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 4341، رقم الحدیث: 4344

3198: اخرج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3790، اخرج الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 4342، رقم الحدیث: 4343

3199- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُجَالِيدٍ عَنْ أَبِي الْوَدَّاعِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَنِينِ فَقَالَ كُلُّوهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ الْكُوسَجَ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُورٍ يَقُولُ فِي قَوْلِهِمْ لِي الذَّكَاةُ لَا يَقْضَى بِهَا مِذْمَةٌ قَالَ مِذْمَةٌ بِكُسْرِ الذَّالِ مِنَ اللَّعَامِ وَبِفَتْحِ الذَّالِ مِنَ الدَّمِ.

• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (مادہ جانور کے پیٹ میں) موجود بچے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو اسے کھا لو کیونکہ اس کی ماں کو ذبح کرنا ہی اس کو ذبح کرنا شمار ہوگا۔
امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسحاق بن منصور یہ کہتے ہیں ذبح کرنے کے بارے میں عربوں کا یہ مقولہ ہے اس کے ذریعے مذمت ادا نہیں ہوتی۔ اسحاق بن منصور کہتے ہیں مذمت میں اگر ذریعہ پڑھی جائے تو یہ ذمہ سے ہوگا اور اگر ذریعہ پڑھی جائے تو یہ ذمہ سے ہوگا۔

شرح

حدیث کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ ماں کا ذبح ہونا اس کے پیٹ کے بچے کے حلال ہونے کے لئے کافی ہے، مثلاً کسی شخص نے اونٹنی کو بھرا کر ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مراد بچہ نکلا تو اس کو کھانا جائز ہے، چنانچہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہ مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک تو اس بچہ کا کھانا ہر حال میں درست ہوگا، خواہ اس کے جسم پر بال ہوں یا نہ ہوں اور حضرت امام مالک کے نزدیک اس بچہ کو کھانا اسی صورت میں جائز ہوگا جب کہ اس کی جسمانی ساخت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے بدن پر بال نکل چکے ہوں۔

ان تینوں ائمہ کے برخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس بچہ کو کھانا حلال نہیں ہے ہاں اگر وہ بچہ ماں کے پیٹ سے زندہ نکلے اور پھر اس کو ذبح کیا جائے تو اس صورت میں اس کو کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حنفیہ میں سے امام زفر اور حضرت امام حسن ابن زیاد کا بھی یہی قول ہے، ان حضرات کی طرف سے اپنے مسلک کی دلیل کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر شکار (گوئی یا تیر وغیرہ کھا کر) پانی میں گر پڑے اور پھر اس میں سے مردہ نکلے تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ شکار پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے مرا ہو۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان نکلنے کے سبب میں شک واقع ہو جانے کی وجہ سے اس شکار کو کھانا حرام قرار دیا تو چونکہ وہی چیز یعنی جان نکلنے کے سبب میں شک کا واقع ہونا، ذبیحہ کے پیٹ سے نکلنے والے مردہ بچے کے بارے میں بھی موجود ہے اس لئے وہ بھی حرام ہوگا کیونکہ جس طرح پانی میں گر جائے اور شکار کی موت کا سبب معلوم نہیں ہو سکتا اسی طرح اس مردہ بچہ کی موت کا سبب بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا وہ اپنی ماں کے ذبح کئے جانے کے سبب سے مرا ہے یا دم گھٹنے کی وجہ سے مر گیا ہے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو حضرت امام اعظم کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے میں کلام کیا گیا ہے۔

کِتَابُ الصَّيْدِ

یہ کتاب شکار کے بیان میں ہے

شکار کرنے کا بیان

حرم کی حدود کے سوا ہر جگہ شکار کرنا حلال ہے بشرطیکہ شکار کرنے والا حالت احرام میں نہ ہو، چنانچہ شکار کا مباح ہونا کتاب و سنت (یعنی قرآن مجید اور احادیث نبوی) سے ثابت ہے اور اجماع امت بھی اسی پر ہے البتہ حضرت امام مالک کے مسلک کی ایک کتاب "رسالہ ابن ابوزید" میں لکھا ہے کہ محض لہو و لعب کی خاطر شکار کرنا مکروہ ہے اور لہو و لعب کے قصد و ارادے کے بغیر مباح ہے۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے تو یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس خود کبھی شکار کیا ہو لیکن یہ ثابت ہے کہ اگر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے شکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع نہیں فرمایا۔

کسی سبب کے بغیر شکار کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر کوئی شخص کسی چڑیا یا اس سے چھوٹے بڑے کسی اور جانور پرندہ کو ناحق مار ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس (ناحق مارنے) کے بارے میں باز پرس کرے گا۔" عرض کیا گیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس (چڑیا وغیرہ) کا حق کیا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ کہ اس کو ذبح کیا جائے (کسی اور طرح اس کی جان نہ ماری جائے) اور پھر اس کو کھایا جائے، یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے۔" (احمد، النسائی، دارمی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 31)

اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ کی اس وسیع کائنات میں ہر جاندار اپنی جان کی حفاظت کا حق رکھتا ہے خواہ وہ اشرف المخلوقات انسان ہو یا حیوان، جس طرح کسی انسان کی جان کو ناحق مارنا شریعت کی نظر میں بہت بڑا گناہ اور بہت بڑا ظلم ہے، اسی طرح کسی حیوان کی جان ناحق ختم کرنا بھی ایک انتہائی غیر مناسب فعل اور ایک انتہائی بے رحمی کی بات ہے۔ اگر قادر مطلق نے انسان کو طاقت و قوت عطا کر کے حیوانات پر تسلط و اختیار عطا کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی اس طاقت اور اپنے اس اختیار کے بل پر محض اپنا شوق پورا کرنے کے لئے یا محض تفریح طبع کی خاطر بے زبان جانوروں کو اپنا تختہ مشق بنائے۔ اور ان کی جانوں کو کھلونا بنا کر ان کو ناحق مارتا رہے۔

جس جانور کے گوشت کو حق تعالیٰ نے انسان کے لئے حلال قرار دیا ہے اگر وہ اس جانور کو بطور شکار مار کر یا اس کو ذبح کر کے

اس کا گوشت کھاتا ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے اختیار کا جائز استعمال کرتا ہے اور اگر محض لہو و لعب اور تفریح طبع کے لئے اس جانور کی جان ناحق یعنی بلا فائدہ ختم کرتا ہے اور اس کے گوشت وغیرہ سے کوئی نفع حاصل کئے بغیر اس کو مار کر پھینک دیتا ہے تو اس طرح نہ صرف وہ اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کرتا ہے بلکہ ایک جاندار پر ظلم کرنے والے کے برابر ہوتا ہے اس لئے حدیث میں ایسے شخص کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تمہارا یہ فعل (یعنی جانوروں اور پرندوں کو ناحق مارتا) بارگاہ احکم الحاکمین میں قابل مواخذہ ہے۔ اور کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے اس بارے میں سخت باز پرس کرے گا اور تمہیں عتاب و عذاب میں مبتلا کرے گا۔ طبی کہتے ہیں کہ کسی جانور کا حق، اس سے منفعہ ہونے سے عبارت ہے، جس طرح کہ بلا مقصد اس کا سر کاٹ کر پھینک دینا، اس کا حق ضائع کرنے سے عبارت ہے، لہذا کہا جائے گا کہ حدیث کے یہ الفاظ ولا یقطع رسماً فیری بما سبق کی عبارت کی گویا تاکید و توثیق کے طور پر ہے

بَابُ قَتْلِ الْكِلَابِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ

یہ باب ہے کہ کتوں کو مارنے کا حکم البتہ شکاری اور کھیت کی حفاظت والے کتے کا حکم مختلف ہے

3200- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا لَهُمْ وَلِلْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ لَهُمْ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ

•• حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: لوگوں کا اور کتوں کا کیا واسطہ؟ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو شکاری کتا پالنے کی اجازت دی۔

3201- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمرٍ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا لَهُمْ وَلِلْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ لَهُمْ فِي كَلْبِ الزَّرْعِ وَ كَلْبِ الْعَيْنِ قَالَ بُنْدَارُ الْعَيْنُ حِيطَانُ الْمَدِينَةِ

•• حضرت عبد اللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے پہلے کتوں کو مارنے کا حکم دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

لوگوں کا کتوں کے ساتھ کیا واسطہ پھر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو کھیت کی حفاظت کیلئے اور باغات کی حفاظت کیلئے کتا پالنے کی اجازت دی۔

بندار نامی راوی کہتے ہیں: (روایت کے متن میں استعمال ہوئے والے لفظ العین سے مراد مدینہ منورہ کے باغات ہیں)

3202- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ أَنبَأَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

3202: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: **3223** أخرجه مسلم فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: **3002** أخرجه التَّسَائِلُ فی "السنن" رقم الحدیث: **4208**

3203: أخرجه التَّسَائِلُ فی "السنن" رقم الحدیث: **4209**

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ الْكَلَابَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا تھا۔

3203- حَدَّثَنَا أَبُو طَاهِرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ صَوْتَهُ بِأَمْرِ يَقْتُلُ الْكَلَابَ وَكَانَتِ الْكَلَابُ تُقْتَلُ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ

•• سالم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو بلند آواز میں کتوں کو مار دینے کا حکم دیتے ہوئے سنا تو کتوں کو مار دیا گیا البتہ شکاری کتے یا (جانوروں کی حفاظت کے لیے ساتھ) چلنے والے کتے کا حکم مختلف تھا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ

یہ باب ہے کہ کتا پالنے کی ممانعت البتہ شکاری کھیت یا جانوروں کے لیے کتا پالنے کی اجازت ہے

3204- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لِأَنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٍ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص کتا پالتا ہے تو اس کے عمل میں سے ایک قیراط روزانہ کم ہوتا ہے البتہ کھیت کی حفاظت یا جانوروں کی حفاظت کے لیے کتے کو پالنے کا حکم مختلف ہے۔“

3205- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي شِهَابٍ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا أَنَّ الْكَلَابَ أُمَّةٌ مِّنَ الْأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا فَأَقْتُلُوا مِنْهَا الْأَسْوَدَ الْبَهِيمَ وَمَا مِنْ قَوْمٍ اتَّخَذُوا كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ كَلْبَ حَرْثٍ إِلَّا نَقَصَ مِنْ أَجْرِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ

•• حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اگر کتے مخلوق کی ایک مخصوص قسم نہ ہوتے تو میں انہیں مار دینے کا حکم دیتا تم ان میں سے مکمل سیاہ کتے کو مار دو جو لوگ بھی کتا پالتے ہیں جبکہ وہ کتا کھیت کی، جانوروں کی حفاظت، شکار کرنے یا کھیت کی حفاظت کے لیے نہ ہو تو ایسے لوگوں کے اجر میں سے روزانہ دو قیراط کم ہوتے ہیں۔“

3204: أخرجه مسلم في "المصحح" رقم الحديث: 4000

3205: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2045 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1400 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم

الحديث: 4291 أخرجه الحديث: 4292

3206- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا صَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ لَقِيلَ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِي وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ

•• حضرت سفیان بن ابوزہیرؒ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص ایسا کتابالتا ہے جو کھیت یا جانوروں کی حفاظت کے لیے نہ ہو تو اس شخص کے عمل میں سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے۔
حضرت سفیانؒ سے دریافت کیا گیا: کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے انہوں نے جواب دیا: جی ہاں اس مسجد کے پروردگار کی قسم۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتے اور شکاری کتے کے علاوہ کوئی کتابالتا ہے اس کے اعمال (کے ثواب) میں سے روزانہ دو قیراط کے برابر کمی کر دی جاتی ہے۔
(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم، رقم الحدیث، 36)

قیراط "اصل میں ایک وزن کا نام ہے جو آدمی دانگ، یا بقول بعض، دینار کے برابر بقول بعض دینار کے دسویں حصے کے آدمی حصے کے برابر ہوتا ہے اور ایک دانگ چھرتی کے وزن، یا ایک درم کے چھٹے حصے کے برابر ہوتا ہے، لیکن حدیث میں "قیراط" کا استعمال اس مقدار کے لئے کیا گیا ہے جس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اگرچہ بعض احادیث میں اس "مقدار" کو واحد پہاڑ کے برابر بتایا گیا ہے، اس بنیاد پر اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ شریعت نے جن مقاصد کے لئے کتوں کو پالنے کی اجازت دی ہے جیسے مویشیوں (یا گھر، کھیت) کی حفاظت اور شکار، ان کے علاوہ محض تفریح طبع اور شوق کی خاطر اگر کوئی شخص کتابالتا ہے گا تو اس نے جو نیک اعمال کئے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان اعمال کی بناء پر اپنے فضل و کرم سے اس کے نامہ اعمال میں اجر و ثواب کے جو ذخیرے رکھے ہیں، ان میں سے روزانہ اس مقدار میں کمی آتی رہے گی کہ اگر اس مقدار کو جسم تصور کیا جائے تو وہ دو واحد پہاڑ کے برابر ہو! یا یہ کہ دو قیراط سے مراد اس شخص کی نیکیوں کے حصول میں سے دو حصے کی کمی و نقصان ہے۔

بہر حال "دو قیراط" سے کچھ ہی مراد لیا جائے، حدیث کا اصل منشاء تو صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ بلا ضرورت شرعی، کتابالتا اپنے اعمال کے اجر و ثواب کے ایک بہت بڑے حصے سے ہاتھ دھوٹا ہے، جہاں تک اس سبب کا تعلق ہے جو کتے پالنے کی وجہ سے ثواب اعمال میں کمی کی بنیاد ہے تو اس بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

بعض حضرات کے نزدیک اس کمی و نقصان کا سبب ملائکہ رحمت کا گھر میں نہ آنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ جس گھر میں کتابالتا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور بعض حضرات نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ وہ شخص (کتابالتا کر) دوسرے لوگوں کو

3206: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 2323، و رقم الحدیث: 3225 أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 4012، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحدیث:

ایذا پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کی نقصان اس سبب سے ہے کہ جب گھر میں کتاب پڑھا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کی بے خبری میں کھانے پینے کے برتن باسن میں منہ ڈالتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ گھر والے چونکہ بے خبر ہوتے ہی اس لئے وہ ان برتنوں کو دھوئے مانجے بغیر ان میں کھاتے پیتے ہیں۔

بَاب صَيْدِ الْكَلْبِ

یہ باب کتے کا شکار کرنے کے بیان میں ہے

اہل کتاب کے برتنوں کے استعمال سے پرہیز کرنے کا بیان

3207 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنِي رِبْعَةُ بْنُ بَزِيدٍ أَخْبَرَنِي أَبُو ذَرِيْسٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُسَيْبِيِّ قَالَ أَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا بَارِضٌ أَهْلُ كِتَابٍ نَأْكُلُ فِي أَيْتِهِمْ وَبَارِضٌ صَيْدٌ أَصِيدُ بِقَوْسِي وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَأَصِيدُ الْبَكْلِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنْكُمْ فِي أَرْضِ أَهْلِ كِتَابٍ فَلَا تَأْكُلُوا فِي أَيْتِهِمْ إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا مِنْهَا بُدًّا فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مِنْهَا بُدًّا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَمْرِ الصَّيْدِ فَمَا أَصَبْتَ بِقَوْسِكَ فَادْكُرْ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ وَمَا صَدَّتْ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَادْكُرْ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ وَمَا صَدَّتْ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَادْكُرْ ذِكْرَهُ فَكُلْ

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہیں اور ان کے برتنوں میں کھا لیتے ہیں ہم ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں شکار کیا جاتا ہے میں اپنی کمان کے ذریعے بھی شکار کرتا ہوں اور اپنے تربیت یافتہ کتے کے ذریعے بھی شکار کرتا ہوں اور میں اپنے اس کتے کے ذریعے بھی شکار کرتا ہوں جو تربیت یافتہ نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک تم نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ تم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہو تو تم لوگ ان کے برتنوں میں کھانا نہ کھاؤ البتہ انتہائی مجبوری ہو تو حکم مختلف ہے اگر انتہائی مجبوری ہو تو تم انہیں دھو کر پھر ان میں کھانا کھاؤ۔ جہاں تک تم نے شکار کے معاملے کا ذکر کیا ہے تو جسے تم اپنی کمان کے ذریعے شکار کرتے ہو اس پر اللہ کا نام لو اور کھا لو تمہارے تربیت یافتہ کتے نے تمہارے لیے جو شکار کیا ہو تو اس پر اللہ کا نام لے کر اسے کھاؤ لیکن اگر تمہارے غیر تربیت یافتہ کتے نے شکار کیا ہو تو اگر تمہیں انہیں ذبح کرنے کا موقع مل جاتا ہے تو تم اسے کھاؤ (ورنہ نہ کھانا)

شرح

ان کے برتنوں میں مت کھاؤ "یہ حکم احتیاط کے پیش نظر ہے اور اس کے کئی سبب ہیں ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے دُعِ مَا يَرِيكَ إِلَى مَا يَرِيكَ دُورًا سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ حتی الامکان ان کے مستعمل برتنوں میں کھانے

3207: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 5478 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5488 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5498

4860: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2855 أخرجه الترمذي في "المعجم" رقم الحديث: 1580 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 4277

پینے سے احتراز کیا جائے اگرچہ ان کو دھویا گیا ہو۔ اور تیسرے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ راسخ کرنا بھی مقصود ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ان کا یہ ٹلی تقاضہ بہر صورت رہنا چاہئے کہ وہ ان (اہل کتاب) کے ساتھ رہیں بہن اور باہمی اختلاط رکھنے سے نفرت کریں۔ تاہم یہ حکم کہ "ان کے برتنوں میں مت کھاؤ" دراصل تقویٰ کی راہ ہے اور اس بارے میں جو کچھ فتویٰ ہے وہ خود حدیث نے آگے بیان کر دیا ہے۔ "ان کو دھوانج لو" یہ حکم اس صورت میں تو بطریق وجوب ہوگا جب کہ ان برتنوں کے نجس و ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو اور اس صورت میں بطریق استحباب ہوگا جب کہ ان کی نجاست کا ظن غالب نہ ہو۔

علامہ برماوی نے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر ان (اہل کتاب) کے برتنوں کے علاوہ اور دوسرے برتن مل سکتے ہوں تو اس صورت میں ان کے برتنوں کو دھو کر بھی اپنے کھانے پینے کے استعمال میں نہیں لانا چاہئے۔ جب کہ فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ ان کے برتنوں کے دھولینے کے بعد استعمال کرنا بہر صورت جائز ہے۔ خواہ اور دوسرے برتن مل سکتے ہوں یا نہ مل سکتے ہوں۔ اس صورت میں کہا جائے گا کہ حدیث سے جو کراہت ثابت ہوتی ہے وہ ان برتنوں پر محمول ہے جن میں وہ لوگ سور کا گوشت پکاتے کھاتے ہوں یا جن میں شراب پینے کے لئے رکھتے ہوں، لہذا ایسے برتن چونکہ ایمانی نقطہ نظر سے بے حد گھناؤنے ہوتے ہیں، اس لئے ان کو اپنے استعمال میں لانا مکروہ ہے خواہ ان کو کتنا ہی دھوانج کیوں نہ لیا جائے اور فقہاء نے جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ ان برتنوں پر محمول ہے جو سور کے گوشت جیسی نجاستوں اور ناپاکیوں میں زیادہ مستعمل نہیں ہوتے۔

3208 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ حَدَّثَنَا بَيَّانُ بْنُ بِشْرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّا قَوْمٌ نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ قَالَ إِذَا أَرَسَلْتَ كِتَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا فَكُلْ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ إِنْ قَتَلْنَا إِلَّا أَنْ تَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ لِيَأْنِي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ وَإِنْ خَالَطَهَا كِلَابٌ أُخَرُ فَلَا تَأْكُلْ قَالَ ابْنُ مَاجَهَ سَمِعْتُهُ يُعْنِي عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ يَقُولُ حَبَبْتُ ثَمَانِيَةً وَخَمْسِينَ جَعَّةً أَكْثَرَهَا رَاجِلٌ

•• حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا میں نے عرض کی: ہم ایسے لوگ ہیں جو ان کتوں کے ذریعے شکار کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے کسی تربیت یافتہ کتے کو چھوڑ دو تو اس کو چھوڑتے ہوئے اس پر اللہ کا نام لے لو تو وہ کتا تمہارے لیے جو چیز روکے اسے کھا لو خواہ اس نے اسے مار دیا ہو البتہ اگر وہ کتا خود اس شکار میں سے کچھ کھا لیتا ہے (تو حکم مختلف ہے) اگر وہ کتا خود کچھ کھا لیتا ہے تو تم اسے نہ کھاؤ کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اس صورت میں اس نے وہ اپنے لیے شکار کیا ہوگا اور اگر (تمہارے اس تربیت یافتہ) کے ساتھ دوسرے کتے بھی مل جاتے ہیں تو تم اسے نہ کھاؤ۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے انہیں یعنی اپنے استاد علی بن منذر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں نے 58 حج کیے ہیں اور

3208: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5483، رقم الحدیث: 5487، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 4850، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:

ان میں سے اکثر پیدل کیے ہیں۔

شرح

معراض "اس تیر کو کہتے ہیں جو بے پرکا ہو۔ ایسا تیر سیدھا جا کر لوک کی طرف سے نہیں بلکہ چوڑائی کی طرف سے جا کر لگتا ہے۔" وہ وقینہ ہے۔ "اصل میں وقینہ اور موقوذاں جانور کو کہتے ہیں جو غیر دھاردار چیز سے مارا جائے خواہ وہ لکڑی ہو یا پتھر یا اور کوئی چیز۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معراض یعنی بغیر پر کے تیر کے ذریعہ شکار کرنے کی صورت میں اگر وہ (معراض) اس شکار کو اپنی دھار کے ذریعہ مار ڈالے تو وہ حلال ہوگا اور اگر معراض نے اس کو اپنی چوڑائی کے ذریعہ مارا ہے تو وہ حلال نہیں ہوگا، نیز علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث معراض سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ شکار حلال نہیں ہے جس کو بندقہ یعنی گولی اور غلہ کے ذریعہ مار ڈالا گیا ہو۔ اور وہ شکار جو معراض کے چوڑان کی طرف سے (چوٹ کھا کر) مرا ہو اس لئے حلال نہیں ہوتا کہ مذکورہ صورت میں شکار کا زخمی ہونا ضروری ہے تاکہ ذبح کے معنی متحقق ہو جائیں جب کہ معراض کا چوڑان شکار کو زخمی نہیں کرتا اسی لئے وہ شکار بھی حلال نہیں ہوتا، جو موٹی دھار کے بندقہ کے ذریعہ مار ڈالا گیا ہو۔ کیونکہ بندقہ ہڈی کو توڑ دیتا ہے زخمی نہیں کرتا اس لئے وہ معراض کے حکم میں ہوتا ہے ہاں اگر بندقہ میں ہلکی دھار ہو اور شکار اس کے ذریعہ مر گیا ہو تو وہ حرام نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اس کی موت زخم کے ساتھ متحقق ہوئی ہے۔ اگر کسی شخص نے شکار پر چھری یا تلوار پھینک کر ماری اور وہ شکار مر گیا تو وہ حلال ہوگا بشرطیکہ وہ چھری یا تلوار دھار کی طرف سے جا کر لگی ہو ورنہ حلال نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر شکار کے کوئی ایسا ہلکا پتھر پھینک کر مارا گیا ہو جس میں دھار ہو اور شکار کو زخمی کر دے تو اس شکار کو بھی کھایا جاسکتا ہے کیونکہ اس صورت میں اس شکار کی موت زخم کے ذریعہ متیقن ہوگی جب کہ اگر شکار کو بھاری پتھر پھینک کر مارا گیا ہو تو اس کو کھانا جائز نہیں ہوگا اگرچہ وہ زخمی بھی کر دے کیونکہ اس صورت میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ شکار اس پتھر کی چوٹ کے ذریعہ (جیسے ہڈی وغیرہ ٹوٹنے کی وجہ سے) مرا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ اگر شکار کی موت اس کے زخمی ہو جانے کی وجہ سے واقع ہوئی ہو اور اس کا یقین بھی ہو تو اس کو کھایا جاسکتا ہے اور اگر اس کی موت چوٹ کے اثر سے واقع ہوئی ہو اور اس کا یقین ہو تو اس شکار کو قطعاً نہ کھایا جائے اور اگر شک کی صورت ہو (کہ اس کا مرنا زخمی ہونے کی وجہ سے بھی محتمل ہو اور چوٹ کے اثر سے بھی محتمل ہو) تو بھی احتیاطاً اس کو نہ کھایا جائے۔

بَاب صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوسِ وَالْكَلْبِ الْأَسْوَدِ الْبَهِيمِ

یہ باب ہے کہ مجوسی کے کتے کا شکار کرنا اور انتہائی سیاہ کتے کا شکار کرنے کا حکم

3208- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَرَّةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَهِنَا عَنْ صَيْدِ كَلْبِهِمْ وَطَائِرِهِمْ يَعْنِي الْمَجُوسَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہمیں ان کے کتوں کے شکار اور ان کے پرندوں کے شکار کو (کھانے)

سے منع کر دیا گیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مراد "مجوسی" تھے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جس شکار کو مجوسی اپنے کتے یا کسی مسلمان کے کتے کے ذریعہ پکڑے اس کو کھانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ شکار زندہ ہاتھ لگے اور اس کو ذبح کر لیا جائے تو اس صورت میں اس کو کھانا جائز ہوگا اور اسی طرح اگر مسلمان نے مجوسی کے کتے کے ذریعہ شکار مارا ہے تو اس کو کھانا بھی جائز ہوگا اور اگر کتے چھوڑنے یا تیر چلانے میں مسلمان اور مجوسی دونوں شریک ہوں اور وہ شکار مارے تو وہ شکار بھی حلال نہیں ہوگا۔

3210- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُسْلِمَانَ بْنِ الْمُبَرَّكِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَلْبِ الْأَسْوَدِ الْبَيْهِيمِ فَقَالَ شَيْطَانٌ

••• حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے مکمل سیاہ کتے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔

کتوں کو مارنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (مدینہ کے) کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دے دیا تھا چنانچہ (ہم مدینہ اور اطراف مدینہ کے کتوں کو مار ڈالتے تھے) یہاں تک کہ جو عورت جنگل سے آتی اور اس کا کتا اس کے ساتھ ہوتا تو ہم اس کو بھی ختم کر دیتے تھے، پھر بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام کتوں کو مار ڈالنے سے منع فرما دیا اور یہ حکم دیا کہ خالص سیاہ کتے کو جو دو نقطوں والا ہو مار ڈالنا تمہارے لئے ضروری ہے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم، رقم الحدیث: 38)

علماء نے لکھا ہے کہ کتوں کو مار ڈالنے کا حکم صرف مدینہ منورہ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ وہ شہر مقدس محض اسی اعتبار سے تقدیس کا حامل نہیں تھا کہ اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اقامت پذیر تھے بلکہ اس اعتبار سے بھی اس کو پاکیزگی کی عظمت حاصل تھی کہ وہ وحی کے نازل ہونے اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ تھا، لہذا یہ بات بالکل موزوں اور مناسب تھی کہ اس کی سرزمین کو کتوں کے وجود سے پاک رکھا جاتا۔ عورتوں کی تخصیص یا تو اس وجہ سے ہے کہ جو عورتیں جنگل میں بود و باش رکھتی تھیں ان کو (موشیوں وغیرہ کی حفاظت کے لئے) کتوں کی زیادہ ضرورت ہوتی تھی اور جب وہ شہر میں آتیں تو اس وقت بھی ان کا کتا ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔ یا یہ کہا جائے کہ یہاں عورت کی قید محض اتفاقی ہے اور مراد یہ ہے کہ ان کتوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جاتا تھا جو جنگل سے شہر آ جاتے تھے خواہ وہ کسی عورت کے ساتھ آتے یا کسی مرد وغیرہ کے ساتھ۔

جو دو نقطوں والا ہو یعنی وہ کالا بھنگ کتا جس کی دونوں آنکھوں پر دو سفید لقطے (ٹپکے) ہوتے ہیں۔ اس قسم کا کتا چونکہ انتہائی شریر اور لوگوں کے لئے سخت تکلیف اور ایذا پہنچانے والا ہوتا ہے اس لئے اس کو "شیطان" فرمایا گیا ہے۔ اس کو "شیطان" کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسا کتا نہ نگہبانی کے کام کا ہوتا ہے اور نہ شکار پکڑنے کے معرف کا، چنانچہ اسی سبب سے حضرات امام

احمد و اسحق نے یہ کہا ہے کہ سیاہ کتے کا پکڑا ہوا شکار حلال نہیں کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ عقور یعنی کٹ کھٹے کتے کو مار ڈالنے پر تو علماء کا اتفاق ہے اگرچہ وہ سیاہ رنگ کا نہ ہو لیکن اس کتے کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں جو نقصان و ضرر پہنچانے والا نہ ہو۔ امام حرمین کہتے ہیں کہ کتوں کو مار ڈالنے کے حکم کی اصل صورت حال یہ ہے کہ پہلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا، بعد میں اس حکم کی عمومیت منسوخ کر کے اس کے صرف ایک رنگ سیاہ کتے تک محدود کر دیا گیا اور پھر آخری طور پر ان تمام کتوں کو مار ڈالنے کی ممانعت نافذ ہوئی جو نقصان و ضرر پہنچانے والے نہ ہوں، یہاں تک کہ ایک رنگ سیاہ کتے کو بھی اس حکم میں شامل کر دیا گیا اگر اس سے نقصان و ضرر پہنچنے کا خطرہ نہ ہو تو اس کو بھی ختم نہ کیا جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (سارے کتوں کے یا مدینہ کے) کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا، لیکن شکاری کتوں اور بکریوں کی حفاظت کرنے والے کتوں اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتوں کو مستثنیٰ رکھا۔ (بخاری و مسلم) او ماشیہ (اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتے) یہ جملہ تعیم بعد تخصیص کے طور پر ہے۔ یعنی استثناء کے سلسلے میں پہلے تو خاص طور پر بکریوں کو حفاظت کرنے والے کتوں کا ذکر کیا پھر اور بعد میں عمومی طور پر تمام جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتوں کا ذکر کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے (بھی) گروہوں میں سے ایک گروہ ہیں تو میں یقیناً یہ حکم دے دیتا کہ ان سب کو مار ڈالا جائے پس ان میں جو (بھی) کتا خالص سیاہ رنگ کا ہو اس کا مار ڈالو (ابوداؤد، بخاری) اور ترمذی و نسائی نے یہ عبارت مزید نقل کی ہے کہ "اور جو گھر والے" بلا ضرورت کتا پالتے ہیں ان کے عمل (کے ثواب میں سے) روازا نہ ایک قیراط کے بقدر کمی کر دی جاتی ہے، ہاں شکاری کتا اور کھیت کی حفاظت کرنے والا اور ریوڑ کی چوکی کرنے والا کتا اس سے مستثنیٰ ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد چہارم، رقم الحدیث، 39)

کتے (بھی) گروہوں میں سے ایک گروہ ہیں الخ "اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا آیت (وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ بِمَا يَغْطِيهِ إِلَّا أُمَّةٌ أَمْثَلُكُمْ، الْأَنْعَامُ: 38)۔ "اور جتنی قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنی قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح گروہ نہ ہوں۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان ایک امت اور ایک جنس ہیں اسی طرح جانور بھی ایک امت اور ایک جنس ہیں، خواہ وہ زمین پر چلنے والے ہوں یا فضا میں اڑنے والے ہوں، جس طرح انسان اپنے مختلف نام اور اپنے مختلف انواع کے ذریعہ ایک دوسرے سے پہچانے جاتے ہیں، اسی طرح جانوروں کے بھی مختلف نام اور مختلف نوع ہیں جن کے ذریعہ ایک دوسرے کے درمیان فرق امتیاز کیا جاتا ہے۔ اور جس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں۔ کہ ہر شخص کو اپنے اپنے مقدر کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا ہے، اسی طرح جانوروں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے رزق ملتا ہے، نیز یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے

انسان کو اپنی خاص مصلحت و حکمت کی بناء پر پیدا کیا ہے اسی طرح جانوروں کو بھی مصلحت و حکمت ہی کے مطابق پیدا کیا ہے، اس اعتبار سے جس طرح انسان کی جان کی اہمیت ہے، اسی طرح جانوروں کی جان کی بھی اہمیت ہے کہ ان کو بلا ضرورت اور بلا مقصد مار ڈالنا تخلیق الہی کی مصلحت و حکمت کے منافی ہے۔

لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کریمہ کے بموجب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ سارے کتوں کو مار ڈالا جائے کیونکہ مخلوق الہی میں جتنے گروہ اور جتنی جماعتیں ہیں ان میں ایک گروہ اور ایک جماعت کتے بھی ہیں اور کسی جماعت کے گروہ کے فنا کر دینا اللہ تعالیٰ کی اس حکمت و مصلحت کے بالکل منافی ہے جو ہر جاندار کی تخلیق میں کار فرما ہے، البتہ ان کتوں میں جو کتے خالص سیاہ رنگ کے ہوں ان کو مار ڈالنا چاہئے کیونکہ اس قسم کے کتے نہایت شریر اور سخت خطرناک ہوتے ہیں جن سے لوگوں کو سوائے تکلیف و ایذا کے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور باقی دوسری قسم کے کتے چونکہ کھیت کھلیان اور مویشیوں کی چوکی کرنے وغیرہ کے کام میں آتے ہیں اور وہ ایک طرح سے انسان کی خدمت کرتے ہیں اس لئے آیت کریمہ کی تعلیم کے علاوہ یوں بھی مفاد عامہ کے پیش نظر ان کو زندہ رکھنا ہی زیادہ بہتر اور فائدہ مند ہے۔

حدیث میں لفظ "فاقتلوا" ترکیب نحوی کے اعتبار سے جواب ہے شرط محذوف کا، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جب مذکورہ سبب (آیت کریمہ کے بموجب) تمام کتوں کو مار ڈالنے کا کوئی راستہ نظر آتا تو کم سے کم ان کتوں کو مار ڈالو جو خالص سیاہ رنگ کے ہوں۔

بَاب صَيْدِ الْقَوْسِ

یہ باب کمان کے ذریعے شکار کرنے کے بیان میں ہے

3211- حَدَّثَنَا أَبُو غَمَيْرٍ عَمْرِي عَنْ مَحْمَدِ النَّعَّاسِ وَعِيسَى بْنِ يُونُسَ الرَّمْلِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْعُشَيْبِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْمُكَ

••• حضرت ابو ثعلبہ حُشَی بنی اکریم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تمہاری کمان جو چیز لے آتی ہے اسے کھا لو۔“

3212- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ حَدَّثَنَا مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا قَوْمٌ نَرْمِي قَالَ إِذَا رَمَيْتَ وَخَزَفْتَ فَكُلْ مَا خَزَفْتَ

••• حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم وہ لوگ ہیں جو تیر اندازی

3211: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3212: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب تم تیر مارو اور وہ تیر شکار کے جسم کو پھاڑ دے جس کے جسم کو تم نے پھاڑا ہے اسے کھاؤ۔“

آلات ذبیحہ کا بیان

حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کل دشمن (یعنی کفار) سے ہمارا مقابلہ ہونے والا ہے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں (یعنی ہو سکتا ہے کہ جنگی ہنگاموں کی وجہ سے ہمارے پاس چھریاں موجود نہ رہیں اور ہمیں جانوروں کو ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس صورت میں) کیا ہم کھج (کچھی) سے ذبح کر سکتے ہیں؟“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز سے خون بہہ جائے۔

اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس کو کھا سکتے ہو (یعنی اس جانور کو کھانا جائز ہے جو کسی بھی ایسی چیز سے ذبح کیا گیا ہو جس سے خون بہہ جائے خواہ وہ لوہا ہو یا کوئی اور چیز) مگر دانت اور ناخن کے ذریعہ (ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور میں تمہیں ان دونوں کے بارے میں بتاتا ہوں) کہ ان کے ذریعہ ذبح کرنا کیوں جائز نہیں ہے (تو سنو کہ) دانت تو ہڈی ہے اور جہاں تک ناخن کا تعلق ہے تو وہ جھشیوں کی چھری ہے۔ (حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دشمن کے) کچھ اونٹ اور بکریاں لوٹ میں ہمارے ہاتھ آئیں، ان میں سے ایک اونٹ (بھڑک کر) بھاگ نکلا، لیکن (ہم میں سے) ایک شخص نے تیر مار کر اس کو روک دیا (یعنی وہ اونٹ تیر کھا کر زمین پر ڈھر ہو گیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دیکھ کر) فرمایا ”ان اونٹوں میں بعض اونٹ بھی اس طرح انسانوں سے بھڑکنے والے ہوتے ہیں جس طرح جنگلی جانور۔ انسانوں سے بھڑکتے ہیں، لہذا اگر ان اونٹوں میں سے کوئی اونٹ تمہارے قبضے سے نکل بھاگے تو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 9)

دانت تو ہڈی ہے ”یعنی دانت چونکہ ہڈی ہے اور ہڈی سے ذبح کرنا درست نہیں ہے اس لئے دانت کے ذریعہ ذبح کیا ہوا جانور کھانا جائز نہیں ہوگا۔“ شیخ ابن صلاح کہتے ہیں کہ اس موضوع پر بہت زیادہ تحقیق و تفتیش اور غور و فکر کے باوجود میں یہ جاننے میں ناکام رہا ہوں کہ ہڈی کے ذریعہ ذبح کرنے کی ممانعت کا کیا مطلب ہے اور اس کی کیا وجہ ہے! شیخ عہد السلام سے بھی اس طرح کی بات منقول ہے، جہاں تک حدیث کا تعلق ہے اس میں بھی صرف یہی فرمایا گیا ہے کہ دانت سے ذبح کرنا اس لئے درست نہیں کہ وہ ہڈی ہے اس کے علاوہ اور کسی ظاہری علت و سبب کی طرف اشارہ نہیں ہے۔

لیکن حضرت امام نووی نے ہڈی سے ذبح کرنے کی ممانعت کی یہ علت بیان کی ہے کہ اگر ہڈی سے ذبح کیا جائے گا تو وہ ہڈی، ذبیحہ کے خون سے نجس ہو جائے گی اور ہڈی کو نجس و ناپاک کرنے کی ممانعت منقول ہے کیونکہ (ہڈی) کو جنات کی خوراک بتایا گیا ہے۔ ”وہ جھشیوں کی چھری ہے“ یہ گویا ناخن سے ذبح کرنے کی علت ہے، یعنی اگر ناخن کے ذریعہ ذبح کیا جائے گا تو اس میں جھشیوں کی مشابہت اختیار کرنا لازم آئے گا کیونکہ ناخن کے ذریعہ جانوروں کو چیر پھاڑ کر کھانا جھشیوں کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ جھشی غیر مسلم ہیں، جب کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے طور طریقوں کو اختیار نہ کریں بلکہ ان کے خلاف کریں! واضح رہے کہ دانت اور ناخن کے ذریعہ ذبح کرنے کی ممانعت تینوں آئمہ کے نزدیک مطلق ہے، جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا

مسک یہ ہے کہ ان دانتوں اور ناخنوں سے ذبح کرنا تو جائز نہیں ہے جو اپنی جگہ پر یعنی منہ اور انگلیوں میں ہوں ہاں جو دانت اور ناخن اپنی جگہ سے اکڑ کر (منہ اور انگلیوں سے) الگ ہو چکے ہوں ان کے ذریعہ ذبح کرنا جائز ہے لیکن یہ جواز کراہت کے ساتھ ہے تاہم اس ذبیحہ کا گوشت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تیوں آئمہ کی دلیل مذکورہ حدیث ہے جس میں دانت اور ناخن کے ذریعہ ذبح کرنے کی ممانعت کسی قید اور کسی استثناء کے بغیر منقول ہے۔

جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ انحر الدم بما شمت اور وافر الاداج۔ اور جہاں تک حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں حضرت امام اعظم کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث بغیر اکڑے ہوئے دانت اور ناخن کے ذریعہ ذبح کرنے پر محمول ہے کیونکہ حبشیوں کا یہی طریقہ تھا۔ "تو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرو" کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھر کا پالتو کوئی جانور جیسے اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ بھاگ کھڑا ہو تو وہ ذبح کے معاملہ میں وحشی جانور کے شکار کی مانند ہوگا کہ جس طرح وحشی جانور پر بسم اللہ پڑھ کر مثلاً تیر چلایا جائے تو وہ تیر اس جانور کے جسم کے جس حصہ پر بھی لگ کر اس کو ختم کر دے گا وہ ذبیحہ کے حکم میں ہو جائے گا، اسی طرح اس بھاگنے والے پالتو جانور کا سارا جسم اور اس کے سارے اعضاء بھی "ذبح کی جگہ" ہوں گے۔

چنانچہ بسم اللہ پڑھ کر اس پر چلایا جانے والا تیر اس کے جسم کے جس حصے میں لگ کر اس کو ختم کر دے گا اس کا گوشت حلال ہو گا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ اونٹ وغیرہ کنوئیں یا اس طرح کے کسی اور کھڈ وغیرہ میں گر پڑیں! یہاں خاص طور پر صرف اونٹ کا ذکر شاید اس لئے کیا گیا ہو کہ اس میں تو وحش بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ "ذبح" کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم تو اختیاری ہے اور دوسری قسم اضطراری ہے اختیاری کی ایک صورت تو جانور کے لیے اور حسیین کے درمیان کسی دھاردار چیز جیسے چھری وغیرہ سے جراحت کے ساتھ رگوں کو کاٹنے کی ہوتی ہے اور دوسری صورت نحر کے ساتھ یعنی اونٹ کے سینے میں نیزہ وغیرہ مارنے کی ہوتی ہے اور اضطراری کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جانور کے جسم کے کسی بھی حصے کو زخمی کر کے مار دیا جائے۔

شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متونی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: شکار کرنا مباح ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کتاب سنت اور اجماع سے اس پر بکثرت دلائل ہیں۔ قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص کسب معاش کے لیے شکار کرے یا ضرورت کی بناء پر شکار کرے یا شکار یا اس کی قیمت سے نفع حاصل کرنے کے لیے شکار کرے تو ان تمام صورتوں میں شکار کرنا جائز ہے۔ البتہ جو شخص بطور لہو و لعب کے شکار کھیلے لیکن اس کا قصد اس شکار کو ذبح کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہو اس کے جواز میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور لیث اور ابن عبدالحکم نے اس کو جائز کہا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کی نیت کے بغیر شکار کھیلے تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ زمین میں فساد کرنا ہے اور ایک جاندار کو بے مقصد ضائع کرنا ہے۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۴۵ مطبوعہ کراچی)

علامہ دشتانی ابی مالکی متونی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں: علامہ یحییٰ نے شکار کے حکم کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔

- (۱) زندگی برقرار رکھنے کے لیے یعنی کھانے پینے کے لیے شکار کرنا مباح ہے۔
- (۲) اہل و عیال کی تنگی کے وقت یا سوال سے بچنے کے لیے شکار کرنا مستحب ہے۔
- (۳) اپنے آپ کو بھوک کی بلاکت سے بچانے کے لیے شکار کرنا واجب ہے۔
- (۴) ابو واجب کے لیے شکار کرنا مکروہ ہے جبکہ شکار کے بعد جانور کو ذبح کر کے کھانا جائے۔
- (۵) ذبح کرنے اور کھانے کی نیت کے بغیر شکار کرنا حرام ہے۔

علامہ ابی یوسف فرماتے ہیں با ضرورت محض ابو واجب کے لیے شکار کرنے میں بہت مقاصد ہیں۔ اس میں گھوڑے کو کتے کے پیچھے بھاگ کر تھکا دینا اور انہماک سے شکار کیا جائے تو نظر کو اس کے پیچھے لگا کر تھکا دینا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھوڑا اس کو کسی کھالی کتوں میں گرادے۔ (اعمال اہل اہل اسلام ج ۵ ص ۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شکار کی شرائط کا بیان

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرفسی متوفی ۷۸۳ھ لکھتے ہیں (۱) جس جانور کے ساتھ شکار کیا جائے وہ سدھایا ہوا ہے۔ (۲) جس جانور کے ساتھ شکار کیا جائے وہ زخمی نہ ہو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) اور مکرہ من الجوارح مکھولین تعلیم تھیں میں مصمم اللہ اور جن شکاری جانوروں (زخمی کرنے والے) کو غارت سے مدد ملے گی وہ خدا کے دینے ہوئے علم کے مطابق تم شکاری تعلیم دیتے ہو جوارح (زخمی کرنے والے) کے متعلق یہ تو ہیں (۱) اور جانور اپنے واقف اور بچوں سے علیحدہ ہونے والے (۲) اور شکار کو پکڑ کر لانے والے جانور ہوں گے مگر جرح کا معنی سب ہی ہے۔ (۳) شکاری جانور کو بھیجا جائے کیونکہ یہ بڑا (۱) کسی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت مدد ملے گی ان کا نام (۱) یعنی اللہ تعالیٰ اسے جانور کے لیے سدھائے ہوئے کتے کو بھیجا جائے گا اور جس وقت وہ کتے سے ملے گا تو شکار کے لیے سدھائے ہوئے کتے کو بھیجنے کی ضرورت ہے۔ نیز ذکاوت کا سبب اس وقت ہوتی ہے جب اس کا حصہ کسی شکاری سے ملے ہو اور اس لیے شکار کے آواز دہانی کا کام مت مہمانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں کوئی نقص نہ ہو۔ پس جو جانور شکاری جانور کو بھیجنے سے ہو سکتا ہے اور کتے کے لیے سدھائے ہوئے کی شرط بھی اس میں بھیجنے کے ممکن سے ہے کافی ہے۔

(۲) حکم اللہ پر نہ کر شکاری جانور کو بھیجے۔

(۵) اس کے بھیجے ہوئے جانور کے ساتھ دوسرا جانور شریک نہ ہو۔

(۶) جس جانور کا شکار کیا جائے وہ فی حق خدا ہو۔

شکار کرنے والے جانوروں کا بیان

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر اعرجی لکھی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں سدھائے ہوئے کتے چیتے تو زخمی کرنے والے اور سدھائے

ہوئے جانوروں سے شکار کرنا جائز ہے اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ تمام سدھائے ہوئے اور پھاڑنے والے درندوں اور بچوں سے شکار کرنے والے پرندوں سے شکار کرنا جائز ہے۔ اور سدھائے ہوئے جانور کے سوا کسی اور جانور سے شکار کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کو ذبح کر لیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) وما علمتم من الجوارح مكلبين تم نے جو (شکار کا) کسب معاش کرنے والے جانور سدھائے ہیں درآنحالیکہ وہ شکار پر مسلط ہونے والے ہیں یہ آیت اپنے عموم کے اعتبار سے تمام شکار کرنے والے جانوروں کو شامل ہے۔ اور حضرت عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) کی حدیث میں اس کی تائید کرتی ہے ہر چند کہ حضرت عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں کلب کا ذکر ہے۔ لیکن لغت کے اعتبار سے ہر درندے پر کلب کا اطلاق ہوتا ہے حتیٰ کہ شیر پر بھی کلب کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ان جانوروں سے شیر اور ریچھ اپنی خاست کی وجہ سے۔ بعض علماء نے چیل کا بھی اس کی خاست کی وجہ سے استثناء کیا ہے۔ خنزیر بھی ان جانوروں سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ نجس العین ہے اس لیے اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر ان شکاری جانوروں کو تعلیم دینا اور سدھانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی نص صریح (آیت) وما علمتم میں تعلیم کی شرط کا ذکر ہے اور حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں بھی تعلیم کی شرط کا ذکر ہے۔ اور جانور کو چھوڑنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہی تعلیم کا معیار ہے کہ جب جانور کو چھوڑا جائے تو وہ چلا جائے اور اپنے مالک کے لیے شکار کو پکڑ کر رکھے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۵۰۲ مطبوعہ شرکت علیہ ملتان)

شکاری کتے کے معلم (سدھائے ہوئے) ہونے کا معیار اور شرائط

شمس الائمہ سرخسی نے کلب معلم (سدھائے ہوئے کتے) کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں: (۱) اپنے مالک کے پیچھے حملہ کرنے کے لیے نہ دوڑے۔

(۲) مار سے نہ سکھائے بلکہ شکاری دوسرے کتے کو شکار کھانے پر مارے تاکہ اس سے وہ کتا سیکھ لے کہ شکار کو نہیں کھانا

چاہیے۔

جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات: امام ابو بکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) امام مالک اور حسن بن صالح نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمان (شکار یا ذبیحہ) عمداً بسم اللہ ترک کر دے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اگر نسیاناً بسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر اس کو کھالیا جائے گا۔ امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں ذبیحہ کو کھالیا جائے گا۔ امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔ نسیاناً بسم اللہ کو ترک کرنے میں اختلاف ہے۔ حضرت علی حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) مجاہد عطاء بن ابی رباح سعید بن مسیب ابن شہاب اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر بسم اللہ کو نسیاناً ترک کر دیا جائے اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا مسلمان کے دل میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ جس طرح مشرک کا ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا سودمند نہیں ہے اسی طرح مسلمان کا بھولے سے نام نہ لینا مضرت نہیں ہے۔ ابن سیرین نے کہا اگر مسلمان نسیاناً بھی بسم اللہ کو ترک

کردے تو وہ ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ ابراہیم نے کہا ایسے ذبیحہ کو نہ کھانا مستحب ہے۔

امام ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ فقہاء احناف کا استدلال اس آیت سے ہے۔

(آیت) وَلَا تَاْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ۔ (انعام: ۱۲۱)

ترجمہ: جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ بلاشبہ اس کا کھانا گناہ ہے۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس (شکار یا ذبیحہ) پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کا کھانا حرام ہے۔ خواہ اللہ کا نام عمداً ترک کیا ہو یا نسیاناً۔ لیکن دلائل سے یہ ثابت ہے کہ یہاں نسیان مراد نہیں ہے۔ البتہ اس شخص کا قول اس آیت کے خلاف ہے جس نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ کو ترک کر دیا گیا اس کا کھانا بھی جائز ہے اور اس شخص کا یہ قول بکثرت آثار اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں مشرکین کے ذبیحہ کو کھانے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے کہا جس جانور کو تمہارے رب نے قتل کیا اور وہ مر گیا تو تم اس کو نہیں کھاتے اور جس جانور کو تم نے قتل کیا یعنی ذبح کیا اس کو تم کھا لیتے ہو۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا یعنی مردار پر اور جب اس آیت میں مردار اور مشرکین کا ذبیحہ مراد ہے تو اس میں مسلمانوں کا ذبیحہ داخل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ میں یہ قاعدہ معروف ہے کہ جب کسی آیت کا مورد نزول خاص ہو اور اس کے الفاظ عام ہوں تو پھر خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے اور خصوصیت مورد کا لحاظ نہیں ہے اور اگر یہاں مشرکین کے ذبیحے مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا اور صرف بسم اللہ کے ترک کرنے پر اقتضار نہ فرماتا اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ مشرکین اگر اپنے ذبیحوں پر بسم اللہ پڑھ بھی لیں تب بھی ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

اس آیت میں مشرکین کے ذبیحے مراد نہ ہونے پر دلیل ہے کہ مشرکوں کا ذبیحہ کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔ خواہ وہ بسم اللہ پڑھیں یا نہ پڑھیں اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں مشرکوں کے ذبیحوں کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ وہ ہے (آیت) وَمَا ذَبَحْ عَلَى النَّصَبِ۔ اور جس جانور کو بتوں کے لیے نصب شدہ بتوں پر ذبح کیا گیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکوں کا ذبیحہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ (آیت) وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لِيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ۔ (انعام: ۱۲۱) بلاشبہ شیطان تم سے جھگڑا کرنے کے لیے اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسے ڈالتے رہتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسے ڈالتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھاؤ۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(آیت) وَلَا تَاْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ۔ (انعام: ۱۲۱)

ترجمہ: جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے یہ بتایا ہے کہ مشرکوں کا جھگڑا بسم اللہ کے ترک کرنے میں تھا اور یہ آیت بسم اللہ کو واجب کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مشرکوں کے ذبیحوں کے متعلق نازل ہوئی ہے نہ کہ مردار کے بارے میں۔ نیز بسم اللہ کو عدا ترک کرنے سے ذبیحہ یا شکار کے حرام ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔

(آیت) یسئلونک ما اذا احل لہم قل احل لکم الطیبت وما علمتم من الجوارح مکلبین

تعلمونہن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ (المائدہ: ۴)

وہ آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ کہیے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور سدھا لیے ہیں دراصل حالیکہ تم انھیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو، تم انہیں اسی طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے سو اس (شکار) سے کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے روک رکھیں (اور شکار چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو۔

اس آیت میں بسم اللہ پڑھنے کا امر کیا گیا ہے اور امر واجب کے لیے آتا ہے اور یہ بدایۃ معلوم ہے کہ کھانا کھانے والے پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکار پر جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کی تائید حضرت عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لو تو اس کو کھایا کرو۔ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس چیز کا کھانا ممنوع ہو جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور اس آیت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ بسم اللہ کو ترک کرنا ممنوع ہو اور اس ممانعت کی یہ تاکید آیت کے اس جزو سے ہوتی ہے (آیت) وانہ لفسق جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا گناہ ہے یا بسم اللہ کو ترک کرنا گناہ ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بسم اللہ کو عدا ترک کرنا گناہ ہے۔ کیونکہ بھول کر کوئی کام کرنا یا نہ کرنا گناہ نہیں ہوتا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دیہاتی لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں۔ اور وہ نئے نئے کفر سے نکلتے ہیں۔ ہم کو پتا نہیں کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس پر اللہ کا نام لو اور کھاؤ اگر بسم اللہ کو پڑھنا ذبح کی شرط نہ ہوتا تو آپ یہ فرماتے کہ اگر انہوں نے بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو پھر کیا ہوا لیکن آپ نے فرمایا تم اس کو بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ کیونکہ اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے افعال کو جواز اور صحت پر محمول کیا جاتا ہے اور بغیر کسی دلیل کے مسلمانوں کے امور اور افعال کو فساد پر محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یہ مراد ہو کہ بسم اللہ کو نہ پڑھنا گناہ ہے تو جو شخص ذبیحہ پر بسم نہ پڑھے وہ گنہگار ہوگا۔

حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گنہگار نہیں ہوتا، اس لیے اس آیت میں مشرکین کے ذبیحے یا مردار مراد ہونے چاہئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہ اجماع تسلیم نہیں ہے اور جو شخص ذبیحہ پر عدا بسم اللہ کو ترک کرے گا وہ بہر حال گنہگار ہوگا۔

باقی رہا یہ کہ جو مسلمان بھول کر بسم اللہ ترک کر دے اس کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور اس کو گناہ فرمایا ہے۔ اور یہ گناہ اسی وقت ہوتا جب وہ عدا اس حکم کی خلاف

ورزی کرے گا۔ کیونکہ یہ چیز انسان کی قدرت اور استطاعت میں نہیں ہے کہ وہ بھول کر بھی کوئی غلط کام نہ کرے اور انسان اپنی قدرت کے مطابق ہی مکلف ہوتا ہے۔ اور امام اوزاعی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا نسیان اور جبر سے درگزر فرمایا ہے اور جب وہ نسیان کی حالت میں بسم اللہ پڑھنے کا مکلف نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا ذبیحہ حرام نہیں ہوگا۔ حالت نسیان میں بسم اللہ ترک کرنے کی حالت نسیان میں شرائط نماز (مثلاً تکبیر اور وضو وغیرہ) ترک کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب انسان کو یاد آجائے کہ اس نے بغیر وضو کے نماز پڑھی ہے تو اس پر اس کا تذکرہ نہیں ہو سکتا، اس لیے اس کا ذبیحہ درست قرار پائے گا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بھولے سے روزہ میں کچھ کھایا پی لیا تو اس کا روزہ صحیح اور برقرار رہے گا۔ کیونکہ وہ اس کا مکلف ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادے سے روزہ میں کھانے پینے سے اجتناب کرے اور حالت نسیان میں بھی کھانے پینے سے اجتناب کرنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے اسی طرح حالت نسیان میں ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۸-۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

غلیل کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم کا بیان

جن آلات سے شکار کیا جاتا ہے ان تمام آلات کے لیے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر جانور اس آلہ کی ضرب سے دب کر یا چوٹ کھا کر مر گیا یا گلا گھٹنے سے مر گیا تو وہ حرام ہو گیا اور اگر جانور اس آلہ سے کٹ کر یا چھد کر مر اس کے زخم آیا اور خون بہا تو پھر وہ جانور حلال ہے اور بسم اللہ پڑھ کر ایسا آلہ پھینکنا جس سے جانور کا جسم کٹے اور خون بہے ذکاۃ اضطراری ہے۔ اختیار یہ ہے کہ جانور کو پکڑ کر بسم اللہ اکبر کہتے ہوئے اس کے گلے پر اس طرح چھری پھیری کہ اس کی چاروں رگیں کٹ جائیں اور جب جانور در در بیٹھا ہو یا بھاگ رہا ہو اور اس کو پکڑ کر معروف طریقہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ کر اس پر تیریا کوئی اور آلہ جارحہ پھینک دیا جائے جس سے زخمی ہو کر وہ جانور مر جائے تو وہ حلال ہوگا اور یہ ذکاۃ اضطراری ہے۔ اور اگر اس جانور پر لٹھی پتھریا کسی اور زنی چیز کی ضرب لگائی جائے جس سے وہ دب کر مر جائے یا اس کے گلے میں کوئی پھندا ڈالا جائے جس سے وہ گلا گھٹنے سے مر جائے تو پھر یہ جانور حرام ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستفاد ہے۔

(آیت) حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذکیتہ۔ (المائدہ: ۳)

تم پر یہ حرام کیے گئے ہیں۔ مردار خون خنزیر کا گوشت جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جس کا گلا گھونٹا گیا ہو جو کسی ضرب سے دب کر مر ا ہوا ہو اوپر سے گرا ہو سینگ مارا ہوا ہو اور جس کو درندہ نے کھایا ہو البتہ! ان میں سے جس کو تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا وہ حلال ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ موقوذة (جو کسی چیز کی ضرب سے دب کر اور چوٹ کھا کر مر ا ہو) اور منخنقة (جو گلا گھٹ کر مر ا ہو) حرام ہے اس لیے اگر کسی ایسے آلہ سے شکار کیا جائے جس سے دب کر جانور مر جائے یا گلا گھٹنے سے مر جائے تو پھر وہ

جانور حرام ہوگا۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: موقوۃ وہ جانور جو بغیر ذکاۃ کے لاشی یا پتھر مارنے سے مر جائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح جانور کو مار کر کھا لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ ارشاد ہے جب تم معراض کو پھینکو اور وہ جانور کے آر پار ہو جائے تو اس کو کھا لو اور اگر اس کے عرض سے مرے تو پھر اس کو مت کھا اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ وقید (موقوۃ) ہے۔ علامہ ابو عمرو نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ بندقہ (یعنی مٹی کی خشک کی ہوئی گولی جس کو غلیل یا کمان سے پھینکا جاتا ہے)۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۹۶ رد المحتار ج ۵ ص ۱۷۷ تفسیر المنارج ص ۶ ج ۱۳۸ نیل الاوطار ج ۱۰ ص ۸۳) سے شکار کیا ہوا آیا حلال ہے یا نہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی تفسیر میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔

جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی فقہاء نے موقوۃ میں داخل کیا ہے اور اس دلیل میں علامہ جصاص کی یہ عبارت نقل کی ہے (المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوۃ) امام اعظم امام شافعی امام مالک وغیرہ سب اسی پر متفق ہیں (معارف القرآن ج ۳ ص ۲۹) عربی میں بندوقہ کا معنی ہے مٹی کی خشک کی ہوئی گولی۔ جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کیا ہے اور بندوق کی گولی کو عربی میں بندوقۃ الرصاص کہتے ہیں۔ نیز بندوق کی ایجاد آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ ۱۵۰ھ امام مالک ۱۷۹ھ امام شافعی ۲۰۴ھ علامہ جصاص ۳۷۰ھ اور علامہ قرطبی ۶۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ سو یہ ائمہ اور علماء بندوق کی گولی کے شکار کے متعلق کیسے رائے دے سکتے ہیں جو ان کے بہت بعد کی ایجاد ہے۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بندوقہ کا معنی بندوق کی گولی کرنے میں بہت سخت مغالطہ کھایا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم (ج ۲ ص ۹۵۵) میں بھی انہوں نے یہی مغالطہ کھایا ہے۔

اور آج کل کی متعارف بندوق کی گولی جو سیسہ کی ہوتی ہے اور اس میں بارود بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو عربی میں بندوقۃ الرصاص کہتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ (پتھر اور معراض سے جس جانور کو مار دیا جائے آیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ موقوۃ ہے اگر یہ مر گیا تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے؛ حضرت ابن عمر امام مالک امام ابو حنیفہ امام شافعی اور ثوری کا یہی نظریہ ہے۔ فقہاء شام اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ معراض سے مارا ہوا جانور حلال ہے۔ خواہ وہ جانور کے آر پار گزرے یا نہیں۔ حضرت ابو الدرداء حضرت فضالہ بن عبید اور مکحول اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے لیکن اس مسئلہ میں قول فیصل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ حدیث ہے کہ اگر جانور معراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ وقید ہے۔ (المجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: جس جانور کو معراض کے عرض سے مارا گیا ہو اس کو کھانا جائز نہیں ہے اور اگر معراض نے اس جانور کو زخمی کر دیا تو پھر اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو جانور معراض کی دھار سے مرا اس کو کھا لو اور جو جانور معراض کے عرض سے مرا اس کو مت کھاؤ نیز شکار کے حلال ہونے کے لیے اس کا زخمی ہونا ضروری ہے تاکہ اس میں ذکاۃ کا معنی متحقق ہو سکے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ المرغینانی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق شکار میں زخم کرنا ضروری ہے تاکہ ذکاۃ اضطراری متحقق ہو اور ذکاۃ اضطراری کی تعریف یہ

ورزی کرے گا۔ کیونکہ یہ چیز انسان کی قدرت اور استطاعت میں نہیں ہے کہ وہ بھول کر بھی کوئی غلط کام نہ کرے اور انسان اپنی قدرت کے مطابق ہی مکلف ہوتا ہے۔ اور امام اوزاعی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطائیں اور جبر سے درگزر فرمالیا ہے اور جب وہ نسیان کی حالت میں بسم اللہ پڑھنے کا مکلف نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا ذبیحہ حرام نہیں ہوگا۔ حالت نسیان میں بسم اللہ ترک کرنے کی حالت نسیان میں شرائط نماز (مثلاً تکبیر اور وضو وغیرہ) ترک کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب انسان کو یاد آجائے کہ اس نے بغیر وضو کے نماز پڑھی ہے تو اس پر اس کا تدارک نہیں ہو سکتا، اس لیے اس کا ذبیحہ درست قرار پائے گا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بھولے سے روزہ میں کچھ کھایا پی لیا تو اس کا روزہ صحیح اور برقرار رہے گا۔ کیونکہ وہ اس کا مکلف ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادے سے روزہ میں کھانے پینے سے اجتناب کرے اور حالت نسیان میں بھی کھانے پینے سے اجتناب کرنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے اسی طرح حالت نسیان میں ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۸-۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

غلیل کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم کا بیان

جن آلات سے شکار کیا جاتا ہے ان تمام آلات کے لیے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر جانور اس آلہ کی ضرب سے دب کر یا چوٹ کھا کر مر گیا یا گلا گھٹنے سے مر گیا تو وہ حرام ہو گیا اور اگر جانور اس آلہ سے کٹ کر یا چھد کر مر اس کے زخم آیا اور خون بہا تو پھر وہ جانور حلال ہے اور بسم اللہ پڑھ کر ایسا آلہ پھینکنا جس سے جانور کا جسم کٹے اور خون بہے ذکاۃ اضطراری ہے۔ اختیار کی ذکاۃ یہ ہے کہ جانور کو پکڑ کر بسم اللہ اکبر کہتے ہوئے اس کے گلے پر اس طرح چھری پھیری کہ اس کی چاروں رگیں کٹ جائیں اور جب جانور دوڑ بیٹھا ہو یا بھاگ رہا ہو اور اس کو پکڑ کر معروف طریقہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ کر اس پر تیر یا کوئی اور آلہ جارحہ پھینک دیا جائے جس سے زخمی ہو کر وہ جانور مر جائے تو وہ حلال ہوگا اور یہ ذکاۃ اضطراری ہے۔ اور اگر اس جانور پر لٹھی پتھریا کسی اور وزنی چیز کی ضرب لگائی جائے جس سے وہ دب کر مر جائے یا اس کے گلے میں کوئی پھندا ڈالا جائے جس سے وہ گلا گھٹنے سے مر جائے تو پھر یہ جانور حرام ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستفاد ہے۔

(آیت) حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة

والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذکیتہ۔ (المائدہ: ۳)

تم پر یہ حرام کیے گئے ہیں۔ مردار خون خنزیر کا گوشت جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جس کا گلا گھونٹا گیا ہو جو کسی

ضرب سے دب کر مر ا ہو اوپر سے گرا ہو سینگ مارا ہو، اور جس کو زندہ نے کھایا ہو البتہ! ان میں سے جس کو تم نے

(اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا وہ حلال ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ موقوذة (جو کسی چیز کی ضرب سے دب کر اور چوٹ کھا کر مر ا ہو) اور منخنقة (جو گلا گھٹ

کر مر ا ہو) حرام ہے اس لیے اگر کسی ایسے آلہ سے شکار کیا جائے جس سے دب کر جانور مر جائے یا گلا گھٹنے سے مر جائے تو پھر وہ

جانور حرام ہوگا۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: موقوفہ وہ جانور جو بغیر ذکاۃ کے لائمی یا پتھر مارنے سے مر جائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح جانور کو مار کر کھالیتے تھے۔ صحیح مسلم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ ارشاد ہے جب تم معراض کو بھینکنا اور وہ جانور کے آر پار ہو جائے تو اس کو کھالو اور اگر اس کے عرض سے مرے تو پھر اس کو مت کھاؤ اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ وقیفہ (موقوفہ) ہے۔ علامہ ابو عمرو نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ بندقہ (یعنی مٹی کی خشک کی ہوئی گولی جس کو غلیل یا کمان سے پھینکا جاتا ہے۔ (مرآۃ المفاتیح ج ۲ ص ۹۶ رد المحتار ج ۵ ص ۷۷ تفسیر الدرر) سے شکار کیا ہوا آیا حلال ہے یا نہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی تفسیر میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔

جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی فقہاء نے موقوفہ میں داخل کیا ہے اور اس دلیل میں علامہ بھامی کی یہ عبارت نقل کی ہے (المفتولة بالبنفقة تلك الموقوفة) امام اعظم امام شافعی امام مالک وغیرہ سب اسی پر متفق ہیں (معارف القرآن ج ۳ ص ۲۹) عربی میں بندوقہ کا معنی ہے مٹی کی خشک کی ہوئی گولی۔ جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کیا ہے اور بندوق کی گولی کو عربی میں بندوقۃ الرصاص کہتے ہیں۔ نیز بندوق کی ایجاد آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ ۱۵۰ھ امام مالک ۱۷۹ھ امام شافعی ۲۰۴ھ علامہ حاصم ۳۷۰ھ اور علامہ قرطبی ۶۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ سو یہ ائمہ اور علماء بندوق کی گولی کے شکار کے متعلق کیسے رائے دے سکتے ہیں جو ان کے بہت بعد کی ایجاد ہے۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بندوقہ کا معنی بندوق کی گولی کرنے میں بہت سخت مغالطہ کھایا ہے۔ ناؤی دارالعلوم (ج ۲ ص ۹۵۵) میں بھی انہوں نے یہی مغالطہ کھایا ہے۔

اور آج کل کی متعارف بندوق کی گولی جو سیسہ کی ہوتی ہے اور اس میں بارود بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو عربی میں بندوقۃ الرصاص کہتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ (پتھر اور معراض سے جس جانور کو مار دیا جائے آیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ موقوفہ ہے اگر یہ مر گیا تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر امام مالک امام ابو حنیفہ امام شافعی اور ثوری کا یہی نظریہ ہے۔ فقہاء شام اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ معراض سے مارا ہوا جانور حلال ہے۔ خواہ وہ جانور کے آر پار گزرے یا نہیں۔ حضرت ابو الدرداء حضرت فضالہ بن عبید اور کھول اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے لیکن اس مسئلہ میں قول فیصل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ حدیث ہے کہ اگر جانور معراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ وقیفہ ہے۔ (الجامع للحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی لکھی ۵۹۳ لکھتے ہیں: جس جانور کو معراض کے عرض سے مارا گیا ہو اس کو کھانا جائز نہیں ہے اور اگر معراض نے اس جانور کو زخمی کر دیا تو پھر اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو جانور معراض کی دھار سے مر اس کو کھالو اور جو جانور معراض کے عرض سے مر اس کو مت کھاؤ نیز شکار کے حلال ہونے کے لیے اس کا زخمی ہونا ضروری ہے تاکہ اس میں ذکاۃ کا معنی متحقق ہو سکے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ المرغینانی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق شکار میں زخم کرنا ضروری ہے تاکہ ذکاۃ اضطراری متحقق ہو اور ذکاۃ اضطراری کی تعریف یہ

ہے کہ شکاری کے آلہ استعمال کرنے کی وجہ سے شکار کے بدن کے کسی حصہ میں بھی زخم آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وما علمتم من الجوارح اور تم نے زخمی کرنے والے شکاری جانور سدھائے ہیں۔ اس آیت میں شکار کو زخمی کرنے کی شرط کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جوارح جرح سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے زخمی کرنے والے (ہدایہ آخرین ص ۵۰۳)

اور جو جانور غلیل یا کمان کی گولی سے مرا ہو اس کو بھی کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ گولی شکار کے جسم کو کوٹتی ہے اور توڑتی ہے اور اس کو زخمی نہیں کرتی۔ سو یہ معراض کی طرح ہے جو شکار کے آر پار نہ ہو۔ اسی طرح اگر پتھر سے شکار کو مار ڈالا تو اس کو کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر پتھر بھاری اور دھار والا ہو تو اس سے مرنے والا جانور کو کھانا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ جانور کو زخمی کر دے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ جانور اس پتھر کے ثقل کی وجہ سے مرا ہو اور اگر وہ پتھر خفیف ہو اور اس میں دھار ہو اور جانور زخمی ہو جائے تو اس کا کھانا جائز ہے، کیونکہ اب یہ متعین ہو گیا کہ جانور کی موت زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور اگر پتھر خفیف ہو اور وہ اس کو تیر کی طرح لہا کرے اور اس میں دھار ہو تو اس سے کیا ہوا شکار حلال ہے۔ کیونکہ اس پتھر سے جانور زخمی ہو کر مرے گا۔

اگر شکاری نے دھار والی سنگ مرمر کر پھینکا اور اس نے جانور کو کاٹا نہیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ کیونکہ اب جانور اس کے کوٹنے سے مرا ہے اسی طرح اگر اس پتھر کے پھینکنے سے اس کا سرا لگ ہو گیا یا اس کی گردن کی رگیں الگ ہو گئیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح پتھر کی دھار سے رگیں کٹتی ہیں اسی طرح پتھر کے ثقل سے بھی رگیں کٹ جاتی ہیں۔ اس لیے اب شک واقع ہو گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رگوں کے کٹنے سے پہلے وہ جانور مر گیا ہو اور اگر جانور کو لاکھی یا لکڑی سے مار ڈالا تو وہ حلال نہیں ہے کیونکہ وہ لاکھی یا لکڑی کے ثقل سے مرا ہے۔ ہاں اگر اس لکڑی یا لاکھی کی دھار ہو اور اس سے جانور کٹ جائے تو اب اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اب وہ لاکھی تلوار اور نیزے کے حکم میں ہے۔

اور ان تمام مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب یہ یقین ہو جائے کہ شکار کی موت زخم کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حلال ہے اور جب یہ یقین ہو کہ موت ثقل کی وجہ سے ہوئی ہے شکار حرام ہے اور جب یہ شکل ہو اور یہ پتا نہ چلے کہ موت زخم سے ہوئی ہے یا ثقل سے تو پھر شکار حرام ہونا احتیاطا ہے۔ (ہدایہ آخرین ص ۵۱۲-۵۱۱ مطبوعہ شرکت علیہ ملان)

بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق کا بیان

آٹھویں صدی ہجری سے پہلے دنیا بارودی بندوق سے متعارف نہیں ہوئی تھی۔ دائرة المعارف میں لکھا ہے دستی بندوق کا استعمال یورپ میں ۱۳۶۵ء میں شروع ہوا تھا اور مسلمان ممالک میں اس کی ابتداء سلطان قاتیبائی کے عہد میں ۸۹۵ھ-۱۴۹۰ء میں ہوئی۔ (اردو دائرہ معارف اسلام میں ج ۳ ص ۸۸۷ مطبوعہ لاہور)

بہر حال دسویں صدی کا بندوق کا استعمال عام نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بارہویں صدی سے پہلے علماء نے بندوق سے کیے ہوئے شکار کے حکم پر بحث نہیں کی۔ بارہویں صدی سے پہلے علماء نے بندوق سے کیے ہوئے شکار کے حکم پر بحث نہیں کی۔ بارہویں صدی میں علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی اور یہ بحث ہنوز جاری ہے۔ بعض بندوق سے کیے ہوئے شکار کو اس بناء پر ناجائز کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار ٹوٹتا ہے کٹتا نہیں اور جانور اس کے ثقل سے مرتا ہے۔ اس لیے یہ موقوفہ ہے اور حرام ہے۔ اس کے برخلاف

دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار زخمی ہوتا ہے اس کا خون بہتا ہے اور بعض اوقات گولی شکار کے آ رہا ہو جاتی ہے اور ذکاۃ اضطراری کا مدار زخم نکلنے اور خون بہنے پر ہے اور وہ بندوق کے شکار سے حاصل ہو جاتا ہے اس لیے بندوق سے کیا ہوا شکار جائز ہے۔ ہم پہلے مانعین کے دلائل پیش کریں گے۔ اس کے بعد مجوزین کے دلائل پیش کریں گے اور آخر میں اپنی رائے کا ذکر کریں گے۔

بندوق کے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل کا بیان

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: یہ بات واضح ہے کہ بندوق کی گولی پر بشر سے نکلنے کی بنا پر جلاتی ہے اور اس کے بوجھ کی وجہ سے زخم پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں دھار نہیں ہوتی اس بنا پر بندوق سے کیا ہوا شکار حلال نہیں ہے۔ علامہ ابن نجیم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۴۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

مولانا امجد علی لکھتے ہیں بندوق کا شکار مر جائے یہ بھی حرام ہے کہ گولی یا چھرا آلہ جارح نہیں بلکہ اپنی قوت مدافعت کی وجہ سے توڑا کرتا ہے۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ غلام علی ایڈ سنز کراچی)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں: بندوق کا شکار اگر ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ کھانا اس کا حلال نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۹۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

بندوق کے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل کا بیان

علامہ ابوالبرکات احمد بن درودیر مالکی لکھتے ہیں۔ بندوق کی گولی سے کیے ہوئے شکار کو کھایا جائے گا کیونکہ وہ ہتھیاروں سے زیادہ قوی ہے۔ جیسا کہ بعض فضلاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے اس پر اعتماد کیا ہے۔

(شرح الصغیر علی اقرب المسائل مطبوعہ دارالمعارف مصر ۱۹۳۷ء)

علامہ صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے شکار کے متعلق متقدمین کی تصانیف میں کوئی تصریح نہیں ہے کیونکہ بارودی بندوق کی ایجاد آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی ہے اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے غلیل کی (مٹی کی خشک) گولی پر قیاس کر کے اس کو ناجائز کہا ہے اور بعض علماء نے جائز کہا۔ چنانچہ ابو عبد اللہ القروی ابن غازی اور سید عبدالرحمن فاسی نے اس کو جائز کہا ہے کیونکہ بندوق کے ذریعہ خون بہایا جاتا ہے اور بہت سرعت کے ساتھ شکار کا کام تمام کر دیا جاتا ہے جس کے سبب سے ذکاۃ مشروع کیا گیا ہے۔ (حاشیہ الصاوی علی الشرح الصغیر مطبوعہ مصر)

بندوق کے شکار کے متعلق تحقیق کا بیان

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید احادیث صحیحہ اور فقہاء احناف کے قواعد کی روشنی میں مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ قرآن مجید نے شکار کی حلت کا مدار شکار کو زخمی کرنا قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(آیت) قل اهل لکم الطبیات وما علیکم من الحوارح مکلبین (المائدہ: ۳)

آپ فرمادیتے ہیں کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے زخمی کرنے والے جانور سے کھا لیا ہے
الجوارح جارح کی جمع ہے اور جارح زخمی کرنے والے جانور کو کہتے ہیں اور شکاری جانور کا کیا ہوا شکار اسی وقت حلال ہوتا ہے
جب وہ شکار کو زخمی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جوارح کے لیے آیت شکار کو کھانے کا حکم دیا ہے اور جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو
مشتق کا ماخذ اشتقاق سے بھی چونکہ شکار زخمی ہوتا ہے اس لیے آیت شکار کے حلال ہونے کی علت اس کو زخمی کرنا ہے اور بندوق کی
گولی یا اس کے چھروں سے بھی چونکہ شکار زخمی ہوتا ہے اس لیے آیت کی تصریح کے مطابق بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور یہ
موقوف نہیں ہے کیونکہ موقوف ہوتا ہے جو چوٹ سے مرے اس کو زخم آئے اور نہ اس سے خون ہے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں بھی بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ امام مسلم حضرت عدی بن حاتم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔

اذا رميت بالمعراض فحرق فكله واذا اصابه بعرضه فلاحا كله .

ترجمہ: جب تم شکار معراض پھینکو اور معراض شکار میں نفوذ کر جائے تو اس کو کھا لو اور اگر شکار معراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ کراچی ۱۳۷۵ھ)

اور بندوق کی گولی اور چھرے بھی شکار میں نفوذ کر جاتے ہیں اس لیے بندوق سے مارا ہوا شکار جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ یہ فخرق (رکے ساتھ) ہے تو اس کا معنی ہے جانور میں سوراخ کرنا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۰ طبع لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لفظ ز کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے نفوذ کرنا اور بندوق کی گولی میں نفوذ کر جاتی ہے اور اگر یہ لفظ (ر) کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے سوارخ کرنا اور پھاڑنا اور بندوق کی گولی شکار کو پھاڑ دیتی ہے اور اس میں سوارخ کر دیتی ہے۔ لہذا اس حدیث کے مطابق پر تقدیر پر بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جس آلہ سے بھی جانور کا خون بہہ جائے وہ جائز ہے اور ذبیحہ اور شکار حلال ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

حضرت رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کل ہم دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا جلدی کرنا۔ یا فرمایا اس کو جلدی ذبح کرنا (تاکہ وہ طبعی موت نہ مر جائے) جس چیز کا خون بہایا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے گا اس کو کھالو مگر دانت اور ہڈی نہ ہوں۔ دانت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔ (اس غزوہ میں) ہم کو مال غنیمت میں بکریاں اور اونٹ ملے۔ ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا ایک شخص نے اس کو تیر مارا سو (اللہ نے) اس اونٹ کو روک دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان اونٹوں میں سے بعض اونٹ وحشی جانوروں کی طرح ہیں جب ان میں سے کوئی تم پر غالب آ جائے تو اسی طرح کیا کرو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸ مطبوعہ کراچی)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

اسلم نے فرمایا دانت اور ناخن کے سوا جو چیز بھی خون بہادے اس (کے مارے ہوئے) کو کھالو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸ مطبوعہ کراچی)
 بندوق کی گولی ناخن اور ہڈی نہیں ہے اور جانور کا خون بہادتی ہے۔ لہذا اس حدیث کے مطابق اس کا مارا ہوا شکار حلال ہے
 اور اس کا کھانا جائز ہے۔ بندوق سے مارے ہوئے شکار کے حلال ہونے پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ حدیث میں ہے۔ جب جانور
 معراض کی دھار سے مرے تو اس کو کھالو اور جب وہ معراض کے عرض سے مرے تو وہ وقیفہ ہے اس کو مت کھاؤ۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ کراچی)

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی اور چھروں میں چونکہ دھار نہیں ہوتی اس لیے اس لیے بندوق سے مارا ہوا جانور وقیفہ
 ہے اور حلال نہیں ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے موقوفہ کی یہ تفسیر نقل کی
 ہے موقوفہ وہ جانور ہے جس کو لکڑیوں کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲ مطبوعہ کراچی)

اور جو جانور معراض کے عرض سے مارا جائے وہ وقیفہ ہے۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کیونکہ اس صورت
 میں وہ معراض بھاری لکڑی پتھر اور بھاری چیز کے حکم میں ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۰ مطبوعہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ موقوفہ وہ جانور ہے جس کو کسی بھاری اور وزنی چیز کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے اور بندوق کی گولی یا
 چھرے بھاری اور وزنی نہیں ہوتے اس لیے ان سے مارا ہوا جانور موقوفہ نہیں۔ بندوق کی گولی نوکدار ہوتی ہے اس لیے اس میں
 کوئی اشکال نہیں ہے۔ البتہ بندوق کے چھروں میں نوک نہیں ہوتی لیکن چونکہ وہ گوشت کو پھاڑتے ہیں اور خون بہاتے ہیں اس
 لیے وہ دھار والی چیز کے حکم میں ہیں۔ اس لیے بندوق کی گولی یا چھروں سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ بعض صحابہ اور فقہاء تابعین غلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی جائز اور حلال کہتے ہیں۔ جبکہ غلیل کی گولی
 سے جانور کے زخم آتا ہے نہ خون بہتا ہے اور ہمارے نزدیک اس کی وقیفہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود جب غلیل
 میں گولی سے مارے ہوئے شکار کی حرمت متفق علیہ نہیں ہے تو بندوق کی گولی یا چھروں سے مارے ہوئے شکار کو حرام کہنا کس طرح
 صحیح ہو سکتا ہے؟

امام عبدالرزاق بن حماد متوفی ۲۱۱ روایت کرتے ہیں: ابن مسیب کہتے ہیں کہ جس وحشی جانور کو تم نے پتھر غلیل کی گولی یا پتھر
 سے مارا اس کو کھالو۔

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر نے کہا جب تم پتھر یا غلیل کی گولی مارو اور بسم اللہ پڑھ لو تو پتھر کھالو۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ کے بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے غلیل کے ساتھ ایک پرندہ یا شکار مارا پھر میں نے
 عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے اس کے متعلق سوال کیا انہوں نے مجھے اس کو کھانے کا حکم دیا۔ ابن طاووس اپنے والد سے روایت کرتے
 ہیں کہ انہوں نے معراض کے شکار کے متعلق یہ کہا۔

جب معراض شکار میں نفوذ کر جائے تو پھر اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم نے ایسا تیر مارا جس میں لوہا (یا دھار)
 نہیں تھا اور شکار گر گیا تو اس کو کھالو (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۷۲ مطبوعہ بیروت)

ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ بعض صحابہ اور فقہاء تابعین غلیل کی گولی اور بغیر لوہے کے تیر سے مارے ہوئے شکار کو حلال اور جائز کہتے تھے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ غلیل کی گولی اور بغیر دھار کے تیر سے مارے ہوئے شکار کی حرمت بھی قطعی یقینی اور اتفاقی نہیں ہے۔ اور بندوق کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی اگرچہ بعض متاخرین فقہاء نے موقوفہ قرار دے کر حرام کہا ہے لیکن یہ ان کی اجتہادی خطا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے مارا ہو شکار قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں حلال اور طیب ہے۔ قرآن مجید اور احادیث سے بندوق سے مارے ہوئے شکار کا حکم واضح کرنے کے بعد اب ہم فقہاء احناف کے اصول اور قواعد کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: ذکاة (ذبح) کا معنی ہے قاسد اور نجس خون کو بہانا اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ذبح اختیاری اور ذبح اضطراری۔ ذبح اختیاری یہ ہے کہ قدرت اور اختیار کے وقت حیوان کے گلے پر چھری پھیرنا اور جب گردن پر چھری پھیرنا ممکن نہ ہو تو جانور کے جسم کے کسی حصہ پر بھی ذخم ڈال دینا ذبح اضطراری ہے کیونکہ انسان اپنی قدرت کے اعتبار سے مکلف ہوتا ہے۔ سو جو صورت میں وہ حیوان کے گلے پر چھری پھیر سکتا ہو تو اس کے گلے پر چھری پھیرے بغیر ذکاة حاصل نہیں ہوگی اور جہاں اس پر قدرت نہ ہو وہاں جانور کے جسم میں کہیں پر بھی ذخم ڈالنا اس ذکاة کے قائم مقام ہے۔

(المسوط ج ۱۱ ص ۲۱ مطبوعہ بیروت)

لاٹھی اور پتھر سے مارے ہوئے شکار کو اسی لیے ناجائز کہا گیا ہے کہ عادتاً لاٹھی اور پتھر سے اس وقت مارا جاتا ہے جب جانور قریب ہو۔ اور جب جانور قریب ہو تو اس کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے یہاں ذبح اختیاری ہے اضطراری نہیں ہے۔ اور جب جانور دور ہو اور اس کو پکڑ کر اس کے گلے پر چھری پھیرنا قدرت میں نہ ہو مثلاً کسی درخت پر بیٹھا ہو یا اڑ رہا ہو، یا بھاگ رہا ہو اور بندوق سے فائر کر کے ان جانوروں کو شکار کر لیا جائے اور گولی یا چھرے لگنے سے وہ جانور زخمی ہو جائیں اور ان کے جسم سے خون بہہ جائے تو ان کا زخمی ہونا اور خون بہنا ذکاة اضطراری ہے۔ اور فقہاء کے اس بیان کردہ قاعدہ کے مطابق حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

نیز علامہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: ابراہیم رحمۃ اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب معراض شکار کو پھاڑ دے تو کھال اور جب نہ پھاڑے تو نہ کھال معراض اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پیکان نہ ہو الا یہ کہ اس کا سرد دھار والا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بغیر پر کا تیر ہے۔ بسا اوقات تیر عرض کی جانب سے لگتا ہے اور شکار کو پھاڑنا نہیں توڑ دیتا ہے۔ اسی کے متعلق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرمایا: کہ اگر شکار تیر کی دھار سے مرے اور زخمی ہو تو کھال اور اگر تیر کے عرض سے مرے تو مت کھاؤ اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حلت کا مدار نجس خون کے بہنے پر ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب معراض شکار کو پھاڑ دے اور اگر شکار کو پھاڑے بغیر توڑ دے تو خون نہ بہے گا۔ (مثلاً اس ضرب سے ہڈی یا ٹانگ ٹوٹ جائے) اور یہ حکم موقوفہ ہے اور یہ نص قطعی سے حرام ہے۔

(المسوط ج ۱۱ ص ۲۲ مطبوعہ بیروت)

علامہ سرخسی کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ موقوفہ وہ جانور ہے جو کسی بھاری اور وزنی چیز سے ٹوٹ جائے (یعنی اس کی

ہڈی نوٹ جائے) اس کے جسم میں زخم آئے اور نہ خون بہے اور اگر کوئی آلہ جانور کے جسم کو پھاڑ دے اور اس کا خون بہائے تو یہ حلال ہے اور بندوق سے مارا ہوا شکار ایسا نہیں ہوتا کہ اس میں زخم آئے نہ خون بہے۔ اس لیے وہ موقوف نہیں ہے بلکہ بندوق کی گولی اس کے جسم کو پھاڑ دیتی ہے۔ اس کے جسم میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات گولی آ رہا ہو جاتی ہے اس کے جسم میں زخم آتا ہے اور خون بہتا ہے (یاد رہے کہ زکوۃ اضطراری میں پورے جسم سے خون بہنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ کتے کے مارے ہوئے شکار کے جسم میں بسا اوقات سارا خون نہیں بہتا) اس لیے بندوق سے مارا ہوا شکار حلال اور طیب ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

الحمد للہ علی احسانہ قرآن مجید احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ اس زمانہ میں بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ بندوق سے مارا ہوا شکار موقوفہ ہونے کی بناء پر حرام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان علماء نے نیک نیتی سے یہ فتویٰ دیا ہے۔ لیکن یہ علماء اس مسئلہ میں زیادہ گہرائی اور گیرائی میں نہیں گئے اور ان کو اس مسئلہ میں اجتہادی خطا لاحق ہوئی۔ آج کل بندوق سے شکار عام ہو گیا ہے اور بکثرت لوگ اس میں مبتلا ہیں اور اگر گولی پا چھرہ لگنے سے جانور مر جائے تو اس کو اسی فتویٰ کی بناء پر مردار اور حرام قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید احادیث اور فقہاء اسلام کی تصریحات کے مطابق یہ حلال اور طیب ہے اور اجتہادی مسائل میں میراذہن ہے کہ امت مسلمہ کے لیے آسان اور سہل احکام بیان کیے جائیں اور قرآن مجید احادیث اور فقہاء اسلام کے اصول اور قواعد سے امت مسلمہ کے لیے زیادہ سے زیادہ سیر اور آسانی کو حاصل کیا جائے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے آسانی کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو شرح صحیح مسلم میں میرا یہی اسلوب رہا ہے کہ اجتہادی مسائل میں قرآن سنت اور فقہاء اسلام کے قواعد میں مسلمانوں کے عمل کے لیے مجھے جہاں بھی کوئی سیر اور آسانی کی دلیل اور سبیل ملی میں نے اسی کو اختیار کر لیا اور امت کی دشواری اور عسر کی راہ کو ترک کر دیا اور میں نے جب بھی کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے قلم اٹھایا تو قرآن مجید سنت اور فقہاء اسلام کی تصریحات کو مقدم رکھا ہے اور مشکل پسند اور فقہاء عسر کے اقوال کو ترک کر دیا۔ (تفسیر بیان القرآن)

بَابُ الصَّيْدِ يَغِيبُ لَيْلَةً

یہ باب ہے کہ جب شکار ایک رات تک اوجھل رہے

3213- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ بْنِ حَزِيمٍ

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْمِ الصَّيْدَ فَيَغِيبُ عَنِّي لَيْلَةً قَالَ إِذَا وَجَدْتَ فِيهِ سَهْمَكَ وَلَمْ تَجِدْ فِيهِ شَيْئًا غَيْرَهُ فَكُلْهُ

3213: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5484 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4958 ورم الحديث: 4959 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

2849 ورم الحديث: 2850 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1469 أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 4274 ورم الحديث: 4279 ورم الحديث:

4286 ورم الحديث: 4310

• • • حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں شکار کو تیر مارتا ہوں وہ ایک رات تک مجھے نہیں ملتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں شکار میں اپنا تیرل جاتا ہے اور تمہیں اس شکار میں اس تیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا (یعنی تمہارے خیال میں وہ شکار اسی تیر کی وجہ سے مرا ہوگا) تو تم اسے کھاؤ۔

بَاب صَيْدِ الْمِعْرَاضِ

یہ باب پریشان کے بغیر تیر کے ذریعے شکار کرنے کے بیان میں ہے

3214- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عِدِّي بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّيْدِ بِالْمِعْرَاضِ قَالَ مَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ وَمَا أَصَبْتَ بِعَرَضِهِ فَهُوَ وَفَيْدٌ

• • • حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے تیر کو لاشی کے طور پر مار کر کیے جانے والے شکار کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو جانور اس کا پھل لگنے سے مرا ہو اسے تم کھاؤ اور جو چوڑائی کی سمت لگنے سے مرا ہو وہ چوٹ کھا کر مرا ہوا جانور ہوگا۔

3215- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَارِثِ النَّخَعِيِّ عَنْ عِدِّي بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ لَا تَأْكُلْ إِلَّا أَنْ يَخْرُقَ

• • • حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے لاشی کے ذریعے شکار کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے نہ کھاؤ ماسوائے اس کے کہ وہ اس شکار کے جسم کو پھاڑ دے۔

بَاب مَا قُطِعَ مِنَ الْبَيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ

یہ باب ہے کجب زندہ جانور کے جسم کا کوئی حصہ کٹ جائے

3216- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُطِعَ مِنَ الْبَيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَمَا قُطِعَ مِنْهَا فَهُوَ مَيْتَةٌ

• • • حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

3214: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5475: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4954: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1471: أخرجه التيسانی فی

"السنن" رقم الحديث: 4275: ورقم الحديث: 4280: ورقم الحديث: 4285: ورقم الحديث: 4318:

3115: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5477: ورقم الحديث: 7397: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4949: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

2847: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1465: أخرجه التيسانی فی "السنن" رقم الحديث: 4278: ورقم الحديث: 4278: ورقم الحديث: 4318:

3216: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

”جب کسی جانور کے جسم کا کوئی حصہ کٹ جائے اور وہ جانور زندہ ہو تو جو حصہ کٹ کر الگ ہوا ہے وہ مردار شمار ہوگا۔“

3217- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْهَذَلِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُحِبُّونَ أَسِيمَةَ الْإِبِلِ وَيَقْطَعُونَ أَذْنَابَ الْغَنَمِ إِلَّا قَلِيلًا قُطِعَ مِنْ حَتَّى فَهُوَ مَيِّتٌ

•• حضرت تميم داری (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو اونٹ کی کوہانوں اور بھیڑ کی پیٹھ کے قریب کے حصے کو کاٹ لیا کریں گے (اور انہیں کھایا کریں گے) تو جس زندہ جانور کا جو حصہ کاٹا جائے وہ مردار شمار ہوگا۔“

شرح

حضرت ابوداؤد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ کے لوگ (ایسا کرتے تھے کہ) اونٹ کے کوہان اور دنبوں کی چکتیاں کاٹ لیا کرتے تھے (اور پھر اس کو کھاتے تھے) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز بھی کہ ایسے جانور کے جسم سے کاٹی جائے جو زندہ ہو تو وہ (کاٹی گئی چیز) مردار ہے، اس کو نہ کھایا جائے۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 32)

زمانہ اسلام سے قبل چونکہ جاہلیت نے انسانی عقل و طبائع کو مآؤف کر رکھا تھا اس لئے اس وقت کے انسان ایسے ایسے طور طریقوں میں مبتلا تھے جن سے انسانیت بھی پناہ مانگتی تھی، انہی طور طریقوں میں ایک رواج مدینہ والوں میں یہ بھی جاری تھا کہ وہ جب چاہتے اپنے زندہ اونٹوں کے کوہان، زندہ دنبوں کی چکتیاں کاٹ لیتے تھے اور ان کو بھون پکا کر کھا لیتے تھے۔ یہ جانوروں کے تنہیں ایک انتہائی بے رحمانہ طریقہ ہی نہیں تھا بلکہ طبع سلیم کے منافی بھی تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو اس مذموم فعل سے باز رکھا اور ان پر واضح کیا کہ زندہ جانور کے جسم سے جو بھی عضو کاٹا جائے گا وہ مردار ہوگا اور اس کا کھانا حرام ہوگا۔

بَاب صَيْدِ الْحَيْتَانِ وَالْجَرَادِ

یہ باب مچھلیوں اور مٹی کی دل کا شکار کرنے کے بیان میں ہے

3218- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ الْحُوتُ وَالْجَرَادُ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”ہمارے لیے دو طرح کے مردار کو حلال قرار دیا

3217: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3218: اخراج ابن ماجہ فی ”السنن“ رقم الحدیث: 3314

گیا ہے، ”پھلی اور نڈی دل۔“

3219- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَوَّامِ عَنْ أَبِي عُمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَّادِ لَقَالَ أَكْثَرُ جُنُودِ اللَّهِ لَا أَكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ .

•• حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے نڈی دل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا شکر ہے میں اسے کھانا بھی نہیں ہوں اور اسے حرام بھی قرار نہیں دیتا۔“

3220- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ الْبَقَالِ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كُنَّا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَادَيْنَ الْجَرَّادَ عَلَى الْأَطْبَاقِ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی ازواج بڑے پیالوں میں ایک دوسرے کو تحفے کے طور پر نڈی دل بھجوا کر تھیں۔

3221- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّالُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلَاتَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا عَلَى الْجَرَّادِ قَالَ اللَّهُمَّ أَهْلِكَ كِبَارَةٌ وَأَقْتُلْ صِغَارَهُ وَأَفْسِدْ بَيْضَهُ وَأَقْطَعْ ذَائِرَهُ وَخُذْ بِأَفْوَاهِهَا عَنْ تَعَابِئِنَا وَارْزُقْنَا إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَدْعُو عَلَى جُنْدٍ مِنْ أَجْنَادِ اللَّهِ بِقُطْعِ ذَائِرِهِ قَالَ إِنَّ الْجَرَّادَ نَشْرَةُ الْخُوتِ فِي الْبَحْرِ قَالَ هَاشِمٌ قَالَ زِيَادٌ فَحَدَّثَنِي مَنْ رَأَى الْخُوتَ يَنْشُرُهُ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے جب نڈی دل کے لیے دعائے ضرر کی تو آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی:

”اے اللہ تو ان کے بڑوں کو ہلاک کر دے اور ان کے چھوٹوں کو قتل کر دے ان کے انڈوں کو خراب کر دے اور ان کی نسل کو ختم کر دے اور ان کے منہ کو ہمارے ذریعہ معاش اور ہمارے رزق سے روک لے بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔“

ایک صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ایک مخصوص قسم کے مکمل طور پر ختم ہونے کی دعا کیسے کر رہے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک نڈی دل سمندر میں رہنے والی پھلی کی چھینک ہے۔

ہاشم نامی راوی کہتے ہیں: زیاد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے مجھے اس شخص نے یہ بات بتائی ہے جس نے پھلی کو چھینکتے ہوئے دیکھا ہے۔

3222- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَزَّمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

3219: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3813 ورقم الحديث: 3814

3220: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3221: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1823

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ فَاسْتَقْبَلَنَا رَجُلٌ مِّنْ جَرَادٍ أَوْ ضَرْبٍ مِّنْ جَرَادٍ فَجَعَلْنَا نَضْرِبُهُنَّ بِأَسْوَاطِنَا وَنَعَالِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّوهُ فَإِنَّهُ مِّنْ صَيْدِ الْبَحْرِ

۰۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج یا عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تو ہمارے سامنے نڈی دل کا ایک جھنڈ آیا تو ہم نے انہیں اپنی سوٹیوں اور جوتوں کے ذریعے مارنا شروع کیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے کھاؤ کیونکہ یہ سمندر کا شکار ہے۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پانی کا ایسا کوئی جانور نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لئے ذبح نہ کر دیا ہو۔" (دارقطنی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 34)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دریائی جانوروں کو بغیر ذبح کئے ہوئے کھانا حلال ہے، ان کو محض شکار کر لینا اور پانی میں سے زندہ نکال لینا ذبح کا حکم رکھتا ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام دریائی جانور حلال ہیں، خواہ وہ خود سے مرجائیں اور خواہ ان کا شکار کیا جائے۔ لیکن جہاں تک اصل مسئلہ کا تعلق ہے وہ یوں نہیں ہے، بلکہ مچھلی کے حلال ہونے پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے اور مچھلی کے علاوہ دوسرے جانوروں کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ دریائی جانوروں میں سے مچھلی کے علاوہ اور کوئی جانور حلال نہیں ہے اور وہ مچھلی بھی حلال نہیں ہے جو سردی و گرمی کی آفت کے بغیر خود بخود مر کر پانی کے اوپر آ جائے اور الٹی تیرنے لگے۔ اور جو مچھلی سردی و گرمی کی آفت سے مر کر پانی کے اوپر آ جائے تو وہ حلال ہے۔ ذبیحہ سے متعلق چند مسائل جو جانور اور جو پرندے شکار کر کے کھاتے رہتے ہیں یا ان کی غذا صرف گندگی ہے، ان کا کھانا جائز نہیں ہے جیسے شیر، بھڑیا، گیدڑ، بلی، کتا، بندر، شکار، باز اور گدھ وغیرہ اور جو جانور اس طرح کے نہ ہوں جیسے طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، ہیز، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بٹخ اور خرگوش وغیرہ ان کا کھانا جائز ہے۔ بچو، گوہ، کچھوا، فخر اور گدھا، گدھی کا گوشت کھانا اور گدھی کا دودھ پینا جائز نہیں ہے، جو حلال جانور (بغیر ذبح کئے ہوئے) خود بخود مر جائے گا وہ مردار ہوگا اس کا کھانا حرام ہے۔

اگر کسی چیز میں حیونیاں مگر کرمر جائیں تو ان حیونیوں کا نکالے بغیر اس چیز کو کھانا درست نہیں ہے، اگر قصد ایک آدھ حیونی کو بھی حلق کے نیچے جانے دیا تو مردار کھانے کا گناہ ہوگا۔ مسلمان کا ذبح کرنا ہر حالت میں درست ہے چاہے عورت ذبح کرے اور چاہے مرد، اسی طرح خواہ پاک ہو یا ناپاک، ہر حال میں اس کا ذبح کیا ہو جانور کھانا حلال ہے۔ کافر یعنی مرتد، آتش پرست اور بت پرست وغیرہ کا ذبح کیا ہو جانور کھانا حرام ہے۔

اگر کوئی کافر گوشت بیچتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے تو اس سے گوشت خرید کر کھانا درست نہیں، البتہ جس وقت مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اسی وقت سے کوئی مسلمان اس گوشت کے پاس برابر بیٹھا رہا ہے، یا وہ جانے لگا تو کوئی

دوسرا مسلمان اس کی جگہ بیٹھ گیا ہے، تب اس گوشت کا کھانا درست ہوگا۔ اگر کسی ایسے جانور کو ذبح کیا گیا جس کا کھانا حلال نہیں ہے تو اس کی کھال اور گوشت پاک ہو جاتے ہیں (کہ ان کو کھانے کے علاوہ کسی اور استعمال میں لانا بلا کراہت درست ہوتا ہے) علاوہ آدمی اور سور کے کہ ان دونوں میں ذبح کرنے کا کوئی اثر نہیں ہوتا، آدمی کی کھال کا ناپاک ہونا تو اس کی عزت و حرمت کی وجہ سے ہے اور سور کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا اس کے نجس ہونے ہی کی وجہ سے ہے کہ وہ پاک کرنے سے بھی ہرگز پاک نہیں ہو سکتی۔ جو مرغی، گندی اور پلید چیزیں کھاتی پھرتی ہو، اس کو تین دن بند رکھ کر ذبح کرنا چاہئے، اس کو بغیر بند کئے ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ جانور کو کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ اور ممنوع ہے کیونکہ اس میں جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

اسی طرح ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا، ہاتھ پاؤں توڑنا کاٹنا اور ذبح میں جن چار رگوں کو کاٹنا چاہئے ان کے کٹ جانے کے بعد بھی گلا کاٹے جانا، یہ سب مکروہ ہے۔ ٹڈی کو کھانا جائز ہے اور مچھلی کی طرح اس کو بھی ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جن کا نہیں کھایا جاتا، شکار و دونوں کا کرنا جائز ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ شکار کا مقصد محض لہو و لعب اور تفریح طبع نہ ہو بلکہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی نیت ہو، جو جانور حلال ہیں ان کا گوشت کھانا ہی ان سے سب سے بڑا نفع حاصل کرنا ہے، ہاں جو جانور حلال نہیں ہیں ان کا شکار اگر اس مقصد سے کیا جائے کہ ان کی کھال وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جائے گا تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حاصل یہ کہ جانوروں کی جان کی بھی قدر کرنی چاہئے، ان کو خواہ مخواہ کے لئے مار ڈالنا اور بلا ضرورت و بلا مقصد کے ان کا شکار کرتے پھرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ ذبح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جانور کا منہ قبلہ کی طرف کر کے تیز چھری ہاتھ میں لے کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے اس کے گلے کو کاٹا جائے، یہاں تک کہ چاروں رگیں کٹ جائیں۔

ٹڈی کے کھانے کا بیان

ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات جہاد کئے، ہم (ان موقعوں پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم، رقم الحدیث، 51)

کننا ناکل معہ الجراد میں لفظ معہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) نہ تو مسلم کی اصل روایت میں ہے اور نہ ترمذی میں، بلکہ اس حدیث کو جن اور محدثین نے نقل کیا ہے ان میں سے اکثر کی روایت اس لفظ سے خالی ہے، تاہم جن محدثین نے اپنی روایت میں یہ لفظ مزید نقل کیا ہے انہوں نے اس عبارت کے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ "ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے ہوئے ٹڈی کھاتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔" نہ یہ کہ ہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔ "یہ تاویل اگرچہ حدیث میں منقول ہے الفاظ کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہے لیکن یہ ضروری اس لئے ہے کہ یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈی نہیں کھائی ہے۔ بلکہ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ "نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔"

بَاب مَا يُنْهَى عَنْ قَتْلِهِ

یہ باب ہے کہ کس چیز کو مارنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے؟

3223- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ الصُّرَدِ وَالْعِفْدِ وَالنَّمْلَةِ وَالْهُنْدِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرد (مخصوص پرندہ)، مینڈک، چوٹی اور ہد کو مارنے سے منع کیا ہے۔

شرح

چوٹی کو مارنے سے منع کرنے کی مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک نہ مارا جائے جب تک کہ وہ ناکاٹے، اگر وہ کاٹے تو پھر اس کو مارنا جائز ہوگا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جس چوٹی کو مارنے سے منع فرمایا گیا ہے اس سے وہ بڑی چوٹی مراد ہے جس کے پیر لے لے ہوتے ہیں اور اس کو مارنا ممنوع اس لئے ہے کہ اس کے کاٹنے سے ضرر نہیں پہنچتا۔ شہد کی مکھی کو مارنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس سے انسان کو بہت زیادہ فوائد پہنچتے ہیں بایں طور کہ شہد اور موم اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ "ہد ہد" ایک پرندہ ہے جس کو کھٹ بڑھی کہتے ہیں، صرد "بھی ایک پرندہ ہے جو بڑے سر، بڑی چونچ اور بڑے بڑے پروالا ہوتا ہے، وہ آدھا سیاہ ہوتا ہے اور آدھا سفید اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ شکاری پرندہ ہوتا ہے جو چڑیوں کا شکار کرتا ہے، ان دونوں پرندوں کو مارنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ ان کا گوشت کھانا حرام ہے اور جو جانور پرندہ کھایا نہ جاتا ہو اس کو مارنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہد ہد میں بد بو ہوتی ہے اس لئے وہ جلالہ کے حکم میں ہوگا۔

اہل عرب ہد ہد اور صرد کے آوازوں کو منحوس اور بدقالی سمجھتے تھے، اس لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے سے منع فرمایا کہ لوگوں کے دلوں سے ان کی منحوس کا اعتماد نکل جائے۔

3224- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةِ وَالنَّحْلِ وَالْهُنْدِ وَالصُّرَدِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو مارنے سے منع کیا ہے۔ "چوٹی، شہد کی مکھی، ہد ہد اور صرد"۔

3223: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3224: اخرج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5267

3225- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْمَضَرِيَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَرَصَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُخْرِقَتْ فَأَوْخَى اللَّهُ عِزًّا وَجَلَّ إِلَيْهِ فِي أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَهْلَكَتْ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَيِّحُ

» حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کی وادی کے بارے میں حکم دیا تو اسے جلادیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی طرف وحی کی کہ ایک چیونٹی نے تمہیں کاٹا تھا اور تم نے ایک ایسی امت کو ہلاک کر دیا جو تسبیح بیان کرتی تھی۔

3225م- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَعْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ وَقَالَ قَرَصَتْ،

» نبی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں ایک لفظ مختلف ہے۔

چیونٹی کو مارنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " (اللہ کے جو) انبیاء (پہلے گزر چکے ہیں ان میں سے کسی نبی) کا واقعہ ہے کہ ایک دن ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انہوں نے چیونٹیوں کے بل کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو جلادیا جائے، چنانچہ بل کو جلادیا گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وحی نازل کی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور تم نے جماعتوں میں سے ایک جماعت کو جلاڈالا جو تسبیح (یعنی اللہ کی پاکی بیان کرنے) میں مشغول رہتی تھی۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد چہارم، رقم الحدیث، 60)

چنانچہ بل کو جلادیا گیا " کے بارے میں بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی نے اس درخت کو جلانے کا حکم دیا تھا جس میں چیونٹیوں کا بل تھا، چنانچہ اس درخت کو جلاڈالا گیا۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان نبی علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا تھا کہ (پروردگار! تو کسی آبادی کو اس کے باشندوں کے گناہوں کے سبب عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور وہ پوری آبادی تہس نہس ہو جاتی ہے، درآنحالیکہ اس آبادی میں مطیع و فرمانبردار لوگوں کی بھی کچھ تعداد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا کہ ان کی عبرت کے لئے کوئی مثال پیش ہونی چاہئے۔

چنانچہ ان نبی علیہ السلام پر سخت ترین گرمی مسلط کر دی گئی، یہاں تک کہ وہ اس گرمی سے نجات پانے کے لئے ایک سایہ دار درخت کے نیچے چلے گئے، وہاں ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور وہ سو رہے تھے تو ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا، انہوں نے حکم دیا کہ ساری چیونٹیوں کو جلادیا جائے، کیونکہ ان کے لئے یہ آسان نہیں تھا کہ وہ اس خاص چیونٹی کو پہچان کر جلواتے جس نے ان کو کاٹا تھا یا یہ کہ ان

3225: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3019، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5818، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5286، أخرجه الترمذی فی

کے نزدیک ساری چیزیں موزی قیس اور موزی کی پوری جنس کو مار ڈالنا جائز ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ "ترتیب نمل" سے چیزوں کا مل مراد ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی الخ" یہ گویا ان ہی پر حق تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ یہ اس بات پر محمول ہے کہ نبی علیہ السلام کی شریعت میں چیزوں کو مار ڈالنا یا جلا ڈالنا جائز تھا اور عتاب اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے ایک چیز سے زیادہ کو جلا یا۔ لیکن واضح رہے کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی بھی حیوان و جانور کو جلا نا جائز نہیں ہے اگرچہ جو کھیں اور کھٹل وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں، نیز موزی جانوروں کے علاوہ دوسرے جانوروں کو مار ڈالنا بھی جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی جاندار کو مار ڈالنے سے منع فرمایا ہے لہذا یہ کہ وہ ایذا پہنچانے والا ہو۔

مطالب المؤمنین میں محمد بن مسلم سے چیزوں کا مار ڈالنے کے بارے میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ اگر چیزوں نے تمہیں ایذا پہنچائی ہے تو اس کو مار ڈالو اور اگر اس نے کوئی ایذا نہیں پہنچائی ہے تو مت مارو، چنانچہ فقہاء نے کہا ہے کہ ہم اسی قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اسی طرح چیزوں کو پانی میں ڈالنا بھی مکروہ ہے۔ نیز کسی ایک چیز کو (جس نے ایذا پہنچائی ہو) مار ڈالنے کے لئے ساری چیزوں کے بل کو نہ جلا یا جائے اور نہ تباہ کیا جائے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْخَذْفِ

یہ باب کنکری مارنے کی ممانعت میں ہے

3226- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي عُلَيْيَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ قُرَيْبًا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ خَذَفَ فَنَهَاهُ وَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا وَلَا تَنْكُحُ عَذْرًا وَلَكِنَّهَا تَكْسِرُ الْبَيْتَ وَتَنْفَقُ الْعَيْنَ قَالَ فَقَادَ فَقَالَ أُحَدِّثُكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ لَمْ يَخَذَفْ لَا أَكْمَلُكَ أَبَدًا،

••• سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے قریبی عزیز نے (کسی جانور وغیرہ کو) کنکری ماری تو حضرت عبد اللہ نے اسے منع کیا تو بتایا نبی اکرم ﷺ نے کنکری مارنے سے منع کیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ کسی کا شکار نہیں کرتی یہ کسی دشمن کو زخمی نہیں کرتی یہ دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔ راوی کہتے ہیں: اس شخص نے دوبارہ یہی حرکت کی تو حضرت عبد اللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تمہیں یہ بات بتائی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور تم نے دوبارہ ایسا کیا ہے میں تمہارے ساتھ کبھی بات نہیں کروں گا۔

3227- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُيَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهَبَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ إِنَّهَا لَا تَقْتُلُ الصَّيْدَ وَلَا تَنْكِي الْعَذْوَ وَلَكِنَّهَا تَفْقَأُ الْعَيْنَ وَتَكْسِرُ الْبَيْنَ

• • حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے نکری مارنے سے منع کیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ شکار کو مارتی نہیں ہے دشمن کو زخمی نہیں کرتی ہے یہ آنکھ کو پھوڑ دیتی ہے اور دانت کو توڑ دیتی ہے۔

بَاب قَتْلِ الْوَزَغِ

یہ باب گرگٹ (یا چھکلی) کو مارنے کے بیان میں ہے

3228- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ شَرِيكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا بِقَتْلِ الْوَزَاغِ

• • سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے انہیں گرگٹ (چھکلی) مارنے کا حکم دیا تھا۔

3229- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُصْطَفَى حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا أَذْنَى مِنَ الْأُولَى وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الثَّلَاثَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً أَذْنَى مِنَ الْأُولَى ذَكَرَهُ فِي الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ

• • حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”جو شخص گرگٹ (یا چھکلی) کو پہلی ہی ضرب میں مار دے تو اتنی، اتنی نیکیاں ملیں گی اور جو دوسری ضرب میں مارے اسے اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی (راوی کہتے ہیں یہ مقدار پہلی سے کم تھی) اور جو شخص اسے تیسری ضرب میں مارے گا تو اسے اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی (راوی کہتے ہیں یہ مقدار اس سے بھی کم تھی جو آپ ﷺ نے دوسری مرتبہ ذکر کی تھی)۔“

3230- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ الْفَوَيْسِقَةُ

• • سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے گرگٹ (یا چھکلی) کے بارے میں یہ فرمایا ہے یہ چھوٹا فاسق ہے۔

3231- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سَائِبَةَ مَوْلَاةِ

3227: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 4841، ورم الحديث: 6228، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2025، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 5270

3228: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3307، ورم الحديث: 3359، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5000، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 2805

3229: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مغفرو ہیں۔

3230: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3308، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5000، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 2806

الْفَاكِه بِنِ الْمُسَيَّرَةِ أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى عَائِشَةَ فَرَأَتْ فِي بَيْتِهَا رُمَحًا مَوْضُوعًا فَقَالَتْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ مَا تَفْعَلِينَ بِهَذَا قَالَتْ نَقُلُ بِهِ هَذِهِ الْأَوْرَاقَ لِأَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنَا أَنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمَّا أُلْقِيَ فِي النَّارِ لَمْ يَكُنْ فِي الْأَرْضِ ذَابَّةٌ إِلَّا أَطْفَأَتِ النَّارَ غَيْرَ الْوَرِغِ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَنْفُخُ عَلَيْهِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْلِهِ

●● سائبہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا، انہوں نے دریافت کیا: اے اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا! آپ اس کے ساتھ کیا کرتی ہیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: ہم اس کے ساتھ چھپکلیاں مارتے ہیں کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو روئے زمین پر موجود ہر جانور نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی سوائے چھپکلی کے، یہ اس آگ پر پھونکنے مار رہی تھی (تاکہ وہ اور بھڑک اٹھے) تو نبی اکرم ﷺ نے اسے مارنے کا حکم دیا ہے۔

شرح

حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ (گرگٹ) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ پھونکتا تھا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 57)

آگ پھونکتا تھا "یہ گویا گرگٹ کی خباثت کو بیان کیا گیا ہے کہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو یہ (گرگٹ) اس آگ کو بھڑکانے کے لئے اس میں پھونک مارتا تھا۔ یوں بھی تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ یہ جانور بڑا زہریلا اور موذی ہوتا ہے، اگر کھانے پینے کی چیزوں میں اس کے زہریلے جراثیم پہنچ جائیں تو اس سے لوگوں کو بہت نقصان پہنچ سکتا ہے۔

بَابُ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ

یہ باب ہے کہ نوکیلے دانتوں والے درندوں کو کھانا (منع ہے)

3232- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَبَّاحِ أَنبَا سُهَيْبَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو أَدْرِيسَ التَّحَوَّلَانِيُّ عَنْ أَبِي لُعْلُبَةَ السُّعْطَبِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَمْ أَسْمَعْ بِهَذَا حَتَّى دَخَلْتُ الشَّامَ

●● حضرت ابو لعلبہ حشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ہر نوکیلے دانت والے درندے (کا گوشت کھانے) سے

3231: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3232: اخراج البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5538، رقم الحدیث: 5700، اخراج مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 4961، رقم الحدیث: 4988، رقم الحدیث:

4967، اخراج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3202، اخراج الترمذی فی "المصحيح" رقم الحدیث: 1477، اخراج النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4338، رقم الحدیث:

منع کیا ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے یہ روایت اس وقت تک نہیں سنی تھی جب تک میں شام نہیں آیا تھا۔**3233-** حَدَّثَنَا أَبُو هَكِيمٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَسَانٍ وَاسْتَعْنَى بْنُ

مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ سَفْيَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَكُلْ كُلَّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ حَرَامٌ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: نوکیلے دانتوں والے ہر درندے کو کھانا حرام ہے۔**3234-** حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مِهْرَانَ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مَخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوکیلے دانتوں والے ہر درندے

اور نوکیلے پنجوں والے پرندے کو کھانے سے منع کر دیا تھا۔

شرح

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ان جانوروں کو کھانے سے منع فرمایا کچلی والا درندہ، پنجہ والا پرندہ، گھر کے پالتو گدھوں کا گوشت، بچہ اور خلیہ۔ نیز آپ نے (جہاد میں پکڑی گئی) ان لونڈیوں سے جماع کرنے سے بھی منع فرمایا جو حاملہ ہوں جب تک کہ وہ اس بچہ کو نہ جن لیں جو ان کے پیٹ میں ہے۔ حضرت محمد بن یحییٰ (جو امام ترمذی کے شیخ و استاد ہیں اور حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں) کہتے ہیں کہ (میرے شیخ و استاد) حضرت ابو عاصم سے مجسمہ کے معنی دریافت کئے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ مجسمہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی پرندہ یا چرندہ کو (باندھ کر) کھڑا کیا جائے اور پھر اس پر تیر مارا جائے۔ اسی طرح حضرت عاصم سے خلیہ کے معنی دریافت کئے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ (اس کا مطلب یہ ہے کہ) بھیڑیے یا کسی اور درندے نے کسی جانور کو پکڑ لیا ہو اور پھر کوئی شخص اس درندے سے وہ جانور چھین لے اور وہ جانور ذبح کئے جانے سے پہلے ہی اس (شخص) کے ہاتھ میں مر جائے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 27)

خیبر کے دن "سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ چیزوں کی ممانعت کا حکم اس سال جاری فرمایا جس میں خیبر فتح ہوا تھا، یا عین خیبر کی فتح کے وقت جاری فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جن دنوں میں خیبر میں جہاد جاری تھا انہی دنوں میں سے کسی ایک دن یہ حکم جاری فرمایا گیا۔ "ذی ناب" اس درندے کو کہتے ہیں جس کے کچلی یعنی نوک دار دانت ہوں اور اپنی کچلی کے ذریعہ (جانور وغیرہ) کو پھاڑتا ہو جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا، رینگھ، سور، لومڑی اور بچو وغیرہ۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر لومڑی اور بچو

3233: اخرج مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4969 اخرج الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4235**3234:** اخرج ابو داود في "السنن" رقم الحديث: 3885 اخرج الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4258

درندوں میں شامل نہیں ہیں تو وہ حلال ہیں۔

"ذی ثعلب" اس پرندے کو کہتے ہیں جو اپنے پنجے سے شکار کرتا ہے، جیسے باز، بحری شکرہ، چرخ، الو، چیل اور گدھ وغیرہ۔ "مگر کے پالتو گدھوں" سے مراد وہ گدھے ہیں جو بستی میں رہتے ہیں، چنانچہ جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے، حدیث میں مذکورہ ممانعت سے پہلے پالتو گدھے کا گوشت بھی حلال تھا۔ "لوٹھ یوں سے جماع کرنے سے بھی منع فرمایا" یہ حکم ان لوٹھ یوں کا ہے جو حاملہ ہونے کی حالت میں کسی کے شرعی قبضہ و تسلط میں آئی ہوں اور جو لوٹھی ایسی حالت میں کسی کے شرعی قبضہ و تسلط میں آئی ہو کہ وہ حاملہ نہ ہو تو اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کے ساتھ اس وقت تک ہم بستی نہ کی جائے جب تک کہ اس کو ایک حیض نہ آ جائے۔

بَابُ الذَّنْبِ وَالثَّعْلَبِ

یہ باب بھیڑیے اور لومڑی کے حکم میں ہے

3235- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ وَاصِحٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ أَبِي الْمُخَارِقِ عَنْ جَبَانَ بْنِ جَزْءٍ عَنْ أَخِيهِ خُزَيْمَةَ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَنْتُكَ لَا سَأَلْتُكَ عَنْ أَخْنَاسِ الْأَرْضِ مَا تَقُولُ فِي الثَّعْلَبِ قَالَ وَمَنْ يَأْكُلُ الثَّعْلَبَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَقُولُ فِي الذَّنْبِ قَالَ وَيَأْكُلُ الذَّنْبَ أَخَذَ فِيهِ خَيْرٌ

••• حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ (ﷺ) کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ (ﷺ) سے زمین کے جانوروں کے بارے میں دریافت کروں لومڑی کے بارے میں آپ (ﷺ) کیا کہتے ہیں۔ نبی اکرم (ﷺ) نے فرمایا: لومڑی کون کھاتا ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! بھیڑیے کے بارے میں آپ (ﷺ) کیا کہتے ہیں۔ نبی اکرم (ﷺ) نے فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص بھیڑیے کو کھا سکتا ہے جس میں بھلائی موجود ہو۔

بَابُ الضَّبُعِ

یہ باب بچو کے بیان میں ہے

3236- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ سَأَلْتُ جَاهِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الضَّبُعِ أَصِيدَ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَكُلُهَا قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَشَىءَ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

• • • عبدالرحمان نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھوکے بارے میں دریافت کیا: کیا یہ شکار ہے انہوں نے جواب دیا: جی ہاں میں نے دریافت کیا: کیا میں اسے کھا سکتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں میں نے دریافت کیا: آپ نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

3237- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ وَاصِحٍ عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ أَبِي الْمُعَارِقِ عَنْ حَبَّانَ بْنِ جَزْءٍ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَقُولُ فِي الضَّبِّ قَالَ وَمَنْ يَأْكُلُ الضَّبَّ

• • • حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! بھوکے بارے میں آپ ﷺ کیا کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بھوکون کھاتا ہے؟

بَابُ الضَّبِّ

یہ باب گوہ کے حکم میں ہے

3238- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصَابَ النَّاسُ ضَبَابًا فَاشْتَرَوْهَا فَأَكَلُوا مِنْهَا فَأَصَبَتْ مِنْهَا ضَبًّا فَشَوَيْتُهُ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ جَرِيدَةً فَجَعَلَ يَعْدُّ بِهَا أَصَابِعَهُ فَقَالَ إِنَّ أُمَّةً مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مَسَحَتْ دَوَابَّ فِي الْأَرْضِ وَلَئِي لَا آخِرَى لَهَا هِيَ فَقُلْتُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ اشْتَرَوْهَا فَأَكَلُوا فَلَمْ يَأْكُلْ وَلَمْ يَنْتَهِ

• • • حضرت ثابت بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے لوگوں کو گوہ ملی تو انہوں نے اسے کھانا شروع کیا مجھے بھی ایک گوہ ملی میں نے اسے بھونا میں اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ لی اور اس کے ذریعے اس کی انگلیاں گنتے گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو زمین کے جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا مجھے نہیں معلوم ہو سکتا ہے شاید یہ وہی ہو (راوی کہتے ہیں:) میں نے عرض کی: لوگوں نے تو انہیں بھون کر کھا بھی لیا ہے (راوی کہتے ہیں:) لیکن نبی اکرم ﷺ نے نہ ہی اسے کھایا اور نہ ہی اسے منع کیا۔

3239- حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَرَوِيُّ ابْنُ إِزَاهِيمَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَالِمٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عَلِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَرِّمْ

3238: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3795، أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 4331، ورم الحديث: 4332، ورم الحديث: 4333

3239: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

الْفَبِّ وَلَكِنْ قَلِيلَهُ وَآلَهُ لَطْعَامُ عَامَةِ الرِّعَاءِ وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَنْفَعُ بِهِ غَيْرَ وَاحِدٍ وَلَوْ كَانَ عِنْدِي لَا كَلْتُهُ
 •• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گوہ کو حرام قرار نہیں دیا تاہم آپ ﷺ نے اسے
 ناپسند قرار دیا ہے۔

عام طور پر چرواہوں کی خوراک یہی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کئی لوگوں کو نفع عطا کرتا ہے (حضرت جابر رضی اللہ عنہ
 کہتے ہیں) اگر میرے پاس یہ ہوتی تو میں اسے کھا لیتا۔

3239 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ
 سُلَيْمَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ
 •• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی
 اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3240 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي
 سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَادَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشُّفَّةِ حِينَ انْصَرَفَ مِنَ الصَّلَاةِ
 فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَرْضَنَا أَرْضٌ مُضَبَّةٌ فَمَا تَرَى لِي فِي الصَّبَابِ قَالَ بَلَّغْنِي أَنَّهُ أُمَّةٌ مُسِيخَتْ فَلَمْ يَأْمُرْ بِهِ وَلَمْ يَنْهَ
 عَنْهُ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی تو اصحاب صفہ سے تعلق رکھنے
 والے اصحاب نے بلند آواز میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہماری سر زمین ایسی
 جگہ ہے جہاں گوہ پائی جاتی ہے تو گوہ کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ تک یہ
 بات پہنچی ہے کہ ایک امت تمہی سے مسخ کر دیا گیا (راوی کہتے ہیں:) تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم بھی نہیں دیا اور
 اس سے منع بھی نہیں کیا۔

3241 م۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَنْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ
 عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَنِيْفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِضَبٍّ مَشْوِيٍّ فَقَرَّبَ إِلَيْهِ فَأَهْوَى بِيَدِهِ لِأَكْلٍ مِنْهُ فَقَالَ لَهُ مَنْ حَضَرَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ
 لَحِمٌ ضَبٍّ قَرَفَ يَدُهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ خَالِدٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْرَامُ الضَّبِّ قَالَ لَا وَلَكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِي فَأَجِدُنِي
 أَعَافُهُ قَالَ فَأَهْوَى خَالِدٌ إِلَى الضَّبِّ فَأَكَلَ مِنْهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ

3240: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5017

3241: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 5301 ورقم الحديث: 5400 ورقم الحديث: 5537 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5007 ورقم الحديث:

5009: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3734 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4327 ورقم الحديث: 4328

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجی ہوئی گوہ لائی گئی تو آپ ﷺ کو کھانے کے لیے دی گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے کھانے کے لیے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ گوہ کا گوشت ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا گوہ حرام ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، لیکن یہ میرے علاقے کی خوراک نہیں ہے اس لیے میں اپنے آپ کو اس سے بچاؤں گا۔ راوی کہتے ہیں: تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے گوہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے اسے کھالیا۔ نبی اکرم ﷺ انہیں ملاحظہ فرماتے رہے (یعنی نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا)

3242- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُحَرِّمُ بَعْضَ الصَّبِّ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”میں اسے حرام قرار نہیں دیتا (راوی کہتے ہیں) یعنی گوہ کو حرام قرار نہیں دیتا۔“

شرح

گوہ کو گور پھوڑ بھی کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس کی عمر سات سو سال تک کی ہوتی ہے، اس کی بڑی عجیب خصوصیات بیان کی جاتی ہیں مثلاً یہ پانی نہیں پیتی بلکہ ہوا کے سہارے زندہ رہتی ہے، چالیس دن میں ایک قطرہ پیشاب کرتی ہے اور اس کے دانت بھی نہیں ٹوٹتے۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گوہ کونہ کھانا کراہت طبعی کی بناء پر تھا اور اس کو حرام قرار نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی کے ذریعہ اس کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ آگے وہ حدیث آرہی ہے جو گوہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔

چنانچہ اسی حدیث کے بموجب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک گوہ کا کھانا حرام ہے، جب کہ حضرت امام احمد اور حضرت امام شافعی کے نزدیک اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ان کی دلیل مذکور بالا حدیث ہے۔

بَابُ الْأَرْنبِ

یہ باب خرگوش کے بیان میں ہے

3243- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَرْنَا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَأَتَفَجَّنَا أَرْنَبًا فَسَعَرُوا عَلَيْهَا فَلَفَبُوا فَسَعَيْتُ حَتَّى

3242: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3243: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 2572، ورم الحدیث: 5489، ورم الحدیث: 5535، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5022، أخرجه ابوداؤد فی

"المسنن" رقم الحدیث: 3791، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1789، أخرجه التیلسانی فی "المسنن" رقم الحدیث: 4323

وَرَكِبَهَا فَاتَتْ بِهَا ابَا طَلْحَةَ فَلَذَبَهَا فَهَبَتْ بِعَظْمِهَا وَوَرِكَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبِلَهَا

• • • حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ”مرطہان“ سے گزرے ہم کو اچانک خرگوش نظر آیا لوگ اس پکڑنے کے لیے بھاگے لیکن وہ اسے پکڑ نہیں سکے میں دوڑا تو میں نے اسے پکڑ لیا میں اسے لے کر حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے اسے ذبح کیا انہوں نے اس کا شاة اور اس کی سرین نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجی نبی اکرم ﷺ نے اسے قبول کر لیا۔

3244- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنبَانَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعِينَ مُعَلَّقَهُمَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ هَذَيْنِ الْأَرْنَبَيْنِ فَلَمْ أَجِدْ حَبِيبَةً أَذْكِيهِمَا بِهَا فَذَكَيْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ أَفَاكُلُ قَالَ كُلْ

• • • حضرت محمد بن صفوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ دو خرگوش اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے یہ دو خرگوش پکڑے ہیں لیکن مجھے کوئی چھری نہیں ملی جس کے ذریعے میں انہیں ذبح کرنا تو میں نے وہاں دار پتھر کے ذریعے انہیں ذبح کر لیا ہے کیا میں انہیں کھا لوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کھا لو۔

3245- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ وَاصِحٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ أَبِي الْمُخَارِقِ عَنْ جَبَانَ بْنِ جَزْءٍ عَنْ أَخِيهِ خُزَيْمَةَ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ جِئْتُكَ لِأَسْأَلَكَ عَنْ أَحْنَاشِ الْأَرْضِ مَا تَقُولُ فِي الضَّبِّ قَالَ لَا أَكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ قَالَ قُلْتُ فَإِنِّي أَكُلُ مِمَّا لَمْ تُحَرِّمْ وَلَمْ يَأْسُؤَلِ اللَّهُ قَالَ فَبَدَتْ أُمَّةٌ مِنَ الْأَمَمِ وَرَأَيْتُ خَلْقًا رَأَيْنِي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَقُولُ فِي الْأَرْنَبِ قَالَ لَا أَكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ قُلْتُ فَإِنِّي أَكُلُ مِمَّا لَمْ تُحَرِّمْ وَلَمْ يَأْسُؤَلِ اللَّهُ قَالَ يُبْشَأُ أَنَّهَا تَبْنِي

• • • حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اس لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ زمین کے حیوانات کے بارے میں دریافت کروں۔ گوہ کے بارے میں آپ ﷺ کیا کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہ میں اسے کھاتا ہوں نہ اسے میں حرام قرار دیتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں: پھر میں نے عرض کی: پھر میں اسے کھا لوں گا جسے آپ ﷺ حرام قرار نہیں دیتے یا رسول اللہ (ﷺ)! ویسے اس کی وجہ کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک امت گم ہو گئی تو میں نے ایک مخلوق دیکھی جس نے مجھے شک میں جتا کر دیا (راوی کہتے ہیں:) میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! خرگوش کے بارے میں آپ ﷺ کیا کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اسے کھاتا بھی نہیں ہوں اور میں اسے حرام بھی قرار نہیں دیتا میں نے عرض کی: اسے آپ ﷺ حرام قرار نہیں دیتے ہیں۔ میں اسے کھا لوں گا اس کی وجہ کیا ہے؟ یا رسول اللہ (ﷺ)! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ اس کا خون نکلتا ہے (یعنی اسے حیض آتا ہے)

بَابُ الطَّافِي مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ

یہ باب ہے کہ سمندر کے شکار میں سے جو مر کر تیرنے لگے

3246- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ

اَلْاَبْنِ الْاَزْرَقِ اَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ اَبِي بُرْدَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَحْرُ الطَّهُّورُ مِائَةُ الْحِلِّ مِائَةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بَلَّغْنِي عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ الْجَوَادِ اَنَّهُ قَالَ هَذَا نِصْفُ الْعِلْمِ لَآنَ الدُّنْيَا بَرٌّ وَبَحْرٌ فَقَدْ افْتَاكَ فِي الْبَحْرِ وَيَقِي الْبَرُّ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے یہ بات پتہ چلی ہے کہ شیخ ابو عبیدہ جواد یہ کہتے ہیں: یہ نصف علم ہے کیونکہ دنیا یا خشکی ہے یا سمندر ہے تو نبی اکرم ﷺ نے تمہیں سمندر کے بارے میں حکم دے دیا ہے اور خشکی باقی رہ گئی ہے۔

3247- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَلْقَى الْبَحْرُ أَوْ جَزَرَ عَنْهُ لَكُمْ لَوْهُ وَمَا مَاتَ فِيهِ شَيْءٌ فَلَا تَأْكُلُوهُ

•• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”سمندر جسے باہر پھینک دے یا جس چیز سے پانی پیچھے ہٹ جائے تو تم اسے کھاؤ، اور جو چیز اس میں مر جائے اور اس پر خیر نے لگے تو اسے نہ کھاؤ۔“

بَابُ الْغُرَابِ

یہ باب کوءے کے بیان میں ہے

3248- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ هِشَامِ بْنِ غُرَوةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنْ يَأْكُلُ الْغُرَابَ وَقَدْ سَمِعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسِقًا وَاللَّهِ مَا هُوَ مِنَ الْعَلِيَّاتِ

•• حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کو اکون شخص کھا سکتا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ پاکیزہ چیزوں میں سے نہیں ہے۔

3249- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْمُسَوْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَّةُ فَاسِقَةٌ وَالْعَقْرَبُ فَاسِقٌ وَالْفَارَةُ فَاسِقَةٌ وَالْغُرَابُ فَاسِقٌ فَقِيلَ لِلْقَاسِمِ أَيُّ كُلِّ الْغُرَابِ قَالَ مَنْ يَأْكُلُهُ بَعْدَ قَوْلِ رَسُولِ

3247: أخرجه ابو داود في "السنن" رقم الحديث: 3815

3248: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3249: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فایضا

• • • • • عبدالرحمن بن قاسم اپنے والد کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: "سانپ فاسق ہے، بچھو فاسق ہے، چوہا فاسق ہے، کوا فاسق ہے۔"

قاسم سے دریافت کیا گیا: کیا کوا کھایا جاسکتا ہے، انہوں نے دریافت کیا: اسے کون کھا سکتا ہے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فاسق قرار دیا ہے۔

شرح

حضرت سائب (جو حضرت ہشام ابن زہرہ کے ازاد کردہ غلام تھے اور تابعی ہیں) کہتے ہیں کہ (ایک دن) ہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے گھر گئے، چنانچہ جب کہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہم نے ان (ابوسعید) کے تحت کے نیچے ایک سرسراہٹ سنی ہم نے دیکھا تو وہاں ایک سانپ تھا، میں اس کو مارنے کے لئے جھپٹا، مگر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ چکے تو انہوں نے مکان کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ "کیا تم نے اس کمرے کو دیکھا ہے؟" میں نے کہا کہ "ہاں!" پھر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ "اس کمرے میں ہمارے خاندان کا ایک نوجوان رہا کرتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ حضرت ابوسعید نے کہا کہ ہم سب لوگ (یعنی وہ نوجوان بھی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ خندق میں گئے، (جس کا محاذ مدینہ کے مضافات میں قائم کیا گیا تھا) (روزانہ) دوپہر کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (گھر جانے کی) اجازت مانگ لیا کرتا تھا (کیونکہ وہین کی محبت اس کو اس پر مجبور کرتی تھی) چنانچہ (اجازت ملنے پر) وہ اپنے اہل خانہ کے پاس چلا جاتا (اور رات گھر میں گزار کر صبح کے وقت پھر مجاہدین میں شامل ہو جاتا) ایک دن حسب معمول، اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو اجازت دیتے ہوئے) فرمایا کہ اپنے ہتھیار اپنے ساتھ رکھو، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں بنو قریظہ تم پر حملہ نہ کر دیں (بنو قریظہ مدینہ میں یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو اس موقع پر قریش مکہ کا حلیف بن کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک تھا اس نوجوان نے ہتھیار لے لئے اور (اپنے گھر کو) روانہ ہو گیا) جب وہ اپنے گھر کے سامنے پہنچا تو (کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی (گھر کے) دونوں دروازوں (یعنی اندر اور باہر کے دروازے) کے درمیان کھڑی ہے، نوجوان نے عورت کو مار ڈالنے کے لئے اس کی طرف نیزہ اٹھایا کیونکہ (یہ دیکھ کر کہ اس کی بیوی باہر کھڑی ہے) اس کو بڑی غیرت آئی لیکن عورت نے (جسمی) اس سے کہا کہ "اپنے نیزے کو اپنے پاس روک لو اور ذرا گھر میں جا کر دیکھو کہ کیا چیز میرے باہر نکلنے کا سبب ہوئی ہے۔" (یہ سن کر) وہ نوجوان گھر میں داخل ہوا، وہاں یکبارگی اس کی نظر ایک بڑے سانپ پر پڑی جو بستر پر کنڈلی مارے پڑا تھا۔

نوجوان نیزہ لے کر سانپ پر جھپٹا اور اس کو نیزہ میں پرو لیا پھر اندر سے نکل کر باہر آیا اور نیزے کو گھر کے صحن میں گاڑ دیا، سانپ نے تڑپ کر نوجوان پر حملہ کیا، پھر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دونوں میں سے پہلے کون اٹرا، سانپ یا نوجوان؟ (یعنی وہ دونوں اس طرح ساتھ مرے کہ یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی)۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ

کے بعد ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ ماجرا بیان کر کے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس نوجوان کو ہمارے لئے زندہ کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ساتھی اور رفیق کے لئے مغفرت طلب کرو۔

اور پھر فرمایا کہ۔ (مدینہ کے ان گھروں میں "عوامری یعنی جنات رہتے ہیں (جن میں مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی) لہذا جب تم ان میں سے کسی کو (سانپ کی صورت میں) دیکھو تو تین باریا تین دن اس پر تنگی اختیار کرو پھر اگر وہ چلا جائے تو نبھاؤرنہ اس کو مار ڈالو کیونکہ (اس صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ) وہ (جنات میں کا) کافر ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ جاؤ اپنے ساتھی کی تکفین و تدفین کرو۔ "ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مدینہ میں (کچھ) جن ہیں (اور ان میں وہ بھی ہیں) جو مسلمان ہو گئے ہیں ان میں سے جب تم کسی کو (سانپ کی صورت میں) دیکھو تو تین دن اس کو جہر دار کرو، پھر تین دن کے بعد بھی اگر وہ دکھائی دے تو اس کو مار ڈالو کہ وہ شیطان ہے۔ (مسلم، مکتوۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 56)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ "علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ کی یہ روش نہیں تھی کہ وہ اس طرح کی کوئی استدعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کریں۔ اس موقع پر ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ نوجوان حقیقت میں مرا نہیں ہے بلکہ بڑھکے اثر سے بیہوش ہو گیا ہے۔ اس خیال سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دعا کی استدعا کی تھی۔ "مغفرت طلب کرو۔" اس ارشاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ اس کو زندہ کرنے کی دعا کی درخواست کیوں کرتے ہو کیونکہ وہ تو اپنی راہ پر چل کر موت کی گود میں پہنچ گیا ہے جس کے حق میں زندگی کی دعا قطعاً فائدہ مند نہیں ہے، اب تو اس کے حق میں سب سے مفید چیز یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت اور بخشش کی درخواست کرو۔ "اس پر تنگی اختیار کرو یا اس کو خبردار کرو۔" کا مطلب یہ ہے کہ جب سانپ نظر آئے تو اس سے کہو کہ تو تنگی اور گھیرے میں ہے اب نہ ٹلنا اگر پھر نکلے گا تو ہم تجھ پر حملہ کریں گے اور تجھ کو مار ڈالیں گے، آگے تو جان۔ ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ سانپ کو دیکھ کر یہ کہا جائے اللہ کم بالعہد الذی اخذ علیکم سلیمان بن داؤد علیہما السلام لا تاذونا ولا تظہروا لنا۔ "میں تجھ کو اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے تجھ سے لیا تھا کہ ہم کو ایذا نہ دے اور ہمارے سامنے مت آ۔" وہ شیطان ہے۔

"یعنی خبردار کر دینے کے بعد بھی وہ غائب ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مسلمان جن نہیں ہے بلکہ یا تو کافر جن ہے یہ حقیقت میں سانپ ہے اور یا ابلیس کی ذریات میں سے ہے اس صورت میں اس کو فوراً مار ڈالنا چاہئے۔ اس کو "شیطان" اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ آگاہی کے بعد بھی نظروں سے غائب نہ ہو کر اس نے اپنے آپ کو سرکش ثابت کیا ہے اور عام بات کہ جو بھی سرکش ہوتا ہے خواہ وہ جنات میں کا ہو یا آدمیوں میں کا اور یا جانوروں میں کا اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔

بَابُ الْهَرَّةِ

یہ باب بلی کے بیان میں ہے

3250- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ أَنبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا عُمَرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ
 نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْهَرَّةِ وَتَمْنِيهَا
 •• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کو کھانے اور اس کی قیمت استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

کتاب الطعمہ

یہ کتاب کھانا کھلانے کے بیان میں ہے

کھانا کھلانے کی فضیلت و اہمیت کا بیان

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الدھر: ۸)
وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

ایثار کی فضیلت میں احادیث کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ اللہ کی محبت میں، اس کا معنی ہے: ہر چند کہ انہیں خود کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، پھر بھی وہ اپنے اوپر دوسرے ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کے لیے ایثار کرتے ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کون سا صدقہ سب سے زیادہ عظیم ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور تمہیں خود مال کی ضرورت ہو اور تمہیں فقر کا خطرہ ہو اور خوش حالی کی امید ہو اور صدقہ دینے میں اتنی تاخیر نہ کرو حتیٰ کہ تمہاری روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۱۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۳)

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کون سا صدقہ سب سے زیادہ عظیم ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور تمہیں خود مال کی ضرورت ہو اور تمہیں فقر کا خطرہ ہو اور خوش حالی کی امید ہو اور صدقہ دینے میں اتنی تاخیر نہ کرو حتیٰ کہ تمہاری روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۱۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۳)

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان نے ضرورت کے باوجود کسی برہنہ مومن کو کپڑے پہنائے تو اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمانوں نے اپنی بھوک کے باوجود کسی مسلمان کو کھانا کھلایا، اللہ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جس مسلمان نے پیاس کے باوجود کسی مسلمان کو پانی پلایا، اللہ اس کو جنت کی شراب سے پلائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۸۲، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۹، مسند ابوعبلی رقم الحدیث: ۱۱۱، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۳۳،

مسند احمد ج ۱۳ ص ۱۳، طبع قدیم، مسند احمد ج ۷ ص ۱۶۷-۱۶۸، رقم الحدیث: ۱۱۱۰۱، مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۴۲۰ھ)

الدھر: ۸ حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی ہے یا ایک انصاری کے متعلق؟

امام ابو الحسن مقاتل بن سلیمان بخاری متوفی ۱۵۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیت حضرت ابوالدحداد انصاری (رضی اللہ عنہ) کے متعلق نازل ہوئی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آیت حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے ایک دن روزہ رکھا، جب افطار کا ارادہ کیا تو ایک سائل نے نداء کی: تمہارے پاس جو طعام ہے: وہ مجھے کھلاؤ، کیونکہ میں نے آج سارے دن سے کچھ نہیں کھایا، حضرت ابوالدحداد یا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنی اہلیہ سے کہا: اٹھو! اس کو ایک روٹی اور سالن دے دو، اور اس کو کھانا کھلاؤ، تھوڑی دیر بعد ایک یتیم لڑکی نے آ کر صدادی اور کہا: مجھے کھانا کھلاؤ، میں بہت کم زور ہوں اور میں نے سارے دس سے کچھ نہیں کھایا، حضرت ابوالدحداد نے کہا: اے ام الدحداد! اس کو ایک روٹی اور سالن دو اور اس کو کھانا کھلاؤ، کیونکہ اللہ کی قسم! یہ اس مسکین سے زیادہ مستحق ہے، وہ ابھی اس کو کھلانے میں مشغول تھے کہ دروازہ پر ایک قیدی نے آ کر سوال کیا: تمہارے شہر میں ایک اجنبی مسافر آیا ہے، اس کو کھانا کھلاؤ، پس میں تمہارے ہاں قیدی ہوں اور مجھے بھوک نے بہت ستا رکھا ہے، پس اس ذات کی رضا کے لیے جس نے تمہیں عزت دی ہے اور مجھے ذلت میں مبتلا کیا ہے تم مجھے کھانا کھلاؤ، پھر حضرت ابوالدحداد نے کہا: اے ام الدحداد! اٹھو اور اس مسافر قیدی کو ایک روٹی اور سالن کھلاؤ، یہ ان دونوں سالنوں سے زیادہ مستحق ہے، پھر انہوں نے ان کو تین روٹیاں کھلا دیں اور ان کے لیے صرف ایک روٹی رہ گئی، تب اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی مدح میں یہ آیتیں نازل کیں: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش۔ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور بہت سخت ہے۔ (الدر: ۱۰-۸) (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو تین دن بھوکا رکھ کر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کے سبب نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے، مقاتل نے کہا: یہ آیت ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے ایک دن میں ایک مسکین، ایک یتیم اور ایک قیدی کو کھانا کھلایا، اس کے بعد امام ثعلبی نے اپنی سند کے ساتھ اس انصاری کے قصہ کو بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہمیں علی بن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک مسکین نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مجھے کھانا کھلائیں، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے، لیکن میں تلاش کرتا ہوں، پھر وہ شخص ایک انصاری کے پاس گیا، وہ اپنی بیوی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا، اس نے کہا: میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا تھا، میں نے آپ سے کہا: مجھے کھانا کھلائیں، آپ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں، اس انصاری نے اپنی بیوی سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھلاؤ اور پلاؤ، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک یتیم گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مجھے کھانا کھلائیے، آپ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں، پھر وہ یتیم اس انصاری کے پاس گیا جس کے پاس مسکین گیا تھا اور اس نے کہا: مجھے کھانا کھلاؤ اس انصاری

نے اپنی بیوی سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھانا کھلاؤ، پس انہوں نے اس کو کھانا کھلایا، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک قیدی گیا اور کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مجھے کھانا کھلائیے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تمہیں کھلانے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں، پھر وہ قیدی اس انصاری کے پاس گیا اور اس سے کہا: مجھے کھانا کھلاؤ، انصاری نے اپنی بیوی سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھانا کھلاؤ، ان تینوں کو کھانا کھلانے کے واقعات ایک ہی وقت میں ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے اس انصاری کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الاحزاب: ۸) (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۹۸ مدار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی نے بھی امام شعبی سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (المجامع الاحکام القرآن ج ۱۹ ص ۱۱۶-۱۱۵)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام شعبی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں: حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) بیمار ہو گئے، ان کے نانا سید محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ان کی عیادت کے لیے گئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالحسن! کاش تم اپنے بچوں کے لیے نذرمان لیتے اور جو نذر پوری نہ کی جائے اس کی کوئی حقیقت ہے، تب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اگر میرے دونوں بیٹے تندرست ہو گئے تو میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے تین دن کے روزے رکھوں گا، حضرت علی خیر کے یہودی شمعون کے پاس گئے اور اس سے تین صاع (بارہ کلو گرام) جو قرض لیے، اس یہودی نے کہا: کیا خیال ہے اگر تم ان تین صاع جو کے عوض مجھے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی سے کچھ اون کے دھاگے بنوا کر دے دو، آپ نے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہ) سے مشورہ کیا، انہوں نے اس کی موافقت کی، حضرت علی بازار سے جو لے آئے، حضرت فاطمہ نے وہ جو پیسے، آٹا گوندھا اور پانچ روٹیاں پکائیں تاکہ بہ شمول رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر ایک کے لیے ایک ایک روٹی ہو جائے، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر گھر آئے اور اپنے آگے کھانا رکھا، اتنے میں ایک مسکین آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے اہل بیت محمد! السلام علیکم! میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں، آپ مجھے کھانا کھلائیں، اللہ آپ کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا، حضرت علی نے فرمایا: اس کو کھانا کھلا دو اور انہوں نے ایک دن اور ایک رات کچھ کھائے بغیر گزارا اور سوا خالص پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا، دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ نے ایک صاع (چار کلو گرام) گندم کو پیسا اور آٹا گوندھ کر اس کی روٹیاں پکائیں، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نماز پڑھی، گھر گھر آئے، ان کے سامنے کھانا رکھا گیا، اتنے میں ایک یتیم دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا: اے اہل بیت محمد! السلام علیکم! میں مہاجرین کی اولاد سے ایک یتیم ہوں، میرے والدین شہید ہو گئے، آپ مجھے کھانا کھلائیں، اللہ آپ کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا، پھر حضرت علی نے اس کو کھانا کھلا دیا اور وہ دن بھوکے گزارے، اور پانی کے سوا کسی چیز کو تناول نہیں کیا، تیسرے دن حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہ) نے باقی ایک صاع جو کی پیسا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نماز پڑھی، پھر گھر آئے، ان کے سامنے کھانا رکھا گیا، اتنے میں ایک قیدی آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے اہل بیت محمد!

السلام علیکم! آپ ہمیں گرفتار کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے، آپ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قیدی ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا، انہوں نے اس کو کھانا کھلادیا، اور تین دن اور تین راتیں انہوں نے کچھ نہیں کھایا، اور سوائے پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا، اور چوتھا دن آیا تو وہ اپنی نذر پوری کر چکے تھے، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت حسن کو پکڑا اور بائیں ہاتھ سے حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کو پکڑا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے، بھوک کی شدت سے ان کے جسم بے حد دبے ہو چکے تھے اور ان کے جسموں پر کچی طاری تھی، جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی حالت دیکھی تو فرمایا: اے ابوالحسن! یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے، میری بیٹی فاطمہ کے پاس چلو، وہ سب ان کے پاس گئے، وہ اس وقت محراب میں تھیں اور بھوک کی شدت سے ان کا پیٹ ان کی کمر سے چپکا ہوا تھا اور ان کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں تھیں، جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اے اللہ! مجھے کے اہل بیت تو بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں، پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) آسمان سے اترے اور کہا: اے محمد! آپ یہ لیں! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت کے متعلق خوش خبری دیتا ہے، آپ نے فرمایا: اے جبریل! ہم کیا لیں؟ تو حضرت جبریل نے آپ کو یہ آیات پڑھائیں: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الایات (۸-۱۰))

(الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۰۱-۹۸ ملخصاً، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

حضرت علی کے مذکور ایثار کی روایت کو نقل کرنے والے مفسرین

حسب ذیل مفسرین نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے: علامہ ابوالحسن علی بن الواحدی النیشاپوری المتوفی ۴۶۸ھ: الوسیط ج ۲ ص ۴۰۱-۴۰۰، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ امام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ: معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۹۱، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔ علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ: زاد المسیر ج ۸ ص ۲۳۲، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ: الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۶-۱۱۵، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ: تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۴۶، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔

مشہور شیعہ مفسر ابو جعفر محمد بن الحسن لاطوی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں: عام اور خاص علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیات حضرت علی (علیہ السلام) اور فاطمہ اور الحسن اور الحسین علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی ہیں کیونکہ انہوں نے مسکین، یتیم اور قیدی کو تین راتیں اپنے افطار پر ترجیح دی اور خود وہ علیہم السلام بھوکے رہے اور کھانے پینے کی کسی چیز سے افطار نہیں کیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت عمدہ تعریف کی اور ان کے متعلق یہ سورت نازل کی اور ان کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ قیامت تک ان کی عظمت میں اس سورت کی تلاوت ہوتی رہے گی اور یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ (اتہیان ج ۱۰ ص ۲۱۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

محققین مفسرین کا حضرت علی کے اس ایثار کی روایت کو مسترد کرنا

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: جاہل شخص یہ نہیں جانتا کہ اس قسم کا ایثار کرنا مذموم ہے، کیونکہ اللہ

انعام: ۱۱۸ آپ ہمیں گرفتار کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے، آپ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قیدی ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا، انہوں نے اس کو کھانا کھلا دیا، اور تین دن اور تین راتیں انہوں نے کچھ نہیں کھایا، اور سوائے پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا، اور چوتھا دن آیا تو وہ اپنی نذر پوری کر چکے تھے، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت حسن کو پکڑا اور بائیں ہاتھ سے حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کو پکڑا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے، بھوک کی شدت سے ان کے جسم بے حد دبے ہو چکے تھے اور ان کے جسموں پر کچی طاری تھی، جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی حالت دیکھی تو فرمایا: اے ابوالحسن! یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے، میری بیٹی فاطمہ کے پاس چلو، وہ سب ان کے پاس گئے، وہ اس وقت محراب میں تھیں اور بھوک کی شدت سے ان کا پیٹ ان کی کمر سے چپکا ہوا تھا اور ان کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں تھیں، جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اے اللہ مدد فرما! مجھے کے اہل بیت تو بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں، پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) آسمان سے اترے اور کہا: اے محمد! آپ یہ لیں! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت کے متعلق خوش خبری دیتا ہے، آپ نے فرمایا: اے جبریل! ہم کیا لیں؟ تو حضرت جبریل نے آپ کو یہ آیات پڑھائیں: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الایات: ۸-۱۰)

(الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۰۱-۹۸ ملخصاً، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

حضرت علی کے مذکور ایثار کی روایت کو نقل کرنے والے مفسرین

حسب ذیل مفسرین نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے: علامہ ابوالحسن علی بن الواحدی النیشاپوری المتوفی ۴۶۸ھ: الوسیط ج ۳ ص ۴۰۱-۴۰۰، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ امام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المکی ۵۱۶ھ: معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۹۱، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔ علامہ ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ: زاد المسیر ج ۸ ص ۴۳۲، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ: الجامع الاحکام القرآن جز ۲۹ ص ۱۱۶-۱۱۵، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ: تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۴۶، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔

مشہور شیعہ مفسر ابو جعفر محمد بن الحسن لاطوسی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں: عام اور خاص علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیات حضرت علی (علیہ السلام) اور فاطمہ اور الحسن اور الحسین علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی ہیں کیونکہ انہوں نے مسکین، یتیم اور قیدی کو تین راتیں اپنے افطار پر ترجیح دی اور خود وہ علیہم السلام بھوکے رہے اور کھانے پینے کی کسی چیز سے افطار نہیں کیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت عمدہ تعریف کی اور ان کے متعلق یہ سورت نازل کی اور ان کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ قیامت تک ان کی عظمت میں اس سورت کی تلاوت ہوتی رہے گی اور یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ (اتیمان ج ۱۰ ص ۲۱۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

محققین مفسرین کا حضرت علی کے اس ایثار کی روایت کو مسترد کرنا

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: جاہل شخص یہ نہیں جانتا کہ اس قسم کا ایثار کرنا مذموم ہے، کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْغَفَرُ (البقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں، آپ کہیے کہ جو (تمہاری ضرورت ہے) زیادہ ہو۔

یعنی جو تمہاری اور تمہارے اہل و عیال کی ضرورت سے زائد ہو اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تو اتر کے ساتھ یہ حدیث منقول ہے، حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۲۶، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۳)

حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مرد جو کچھ خرچ کرتا ہے، اس میں افضل دینا روہ ہے جس کو وہ اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جس کو اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جس کو اللہ کی راہ میں اپنے اصحاب پر خرچ کرتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۶، سنن ابی ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۷۰، سنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۱۸۳)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک دینار کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم اپنے غلام پر خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم مسکین پر خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجر اس کا ہے جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۹۵، سنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان کا کارمختار (سیکرٹری) آیا، آپ نے پوچھا: کیا تم نے غلاموں کو ان کی روزی دے دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ ان کو ان کی روزی دو، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کسی شخص کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جس کو روزی دینے کا وہ مالک ہے اس کو روزی نہ دے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۶)

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: (خرچ کرنے میں) سب سے پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو اور اس پر صدقہ کرو، پھر اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل کو دو، پھر اگر اہل کو دینے سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں کو دو، پھر اگر ان کو دینے سے بچ جائے تو تمہارے سامنے اور دائیں بائیں جو لوگ ہیں ان کو دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۷، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۶)

کیا کوئی صاحب عقل یہ گمان کر سکتا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ان احادیث اور ان احکام سے ناواقف تھے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنے پانچ اور چھ سال کے بچوں کو تین دن اور تین راتیں بھوکا رکھا، حتیٰ کہ وہ بھوک کی شدت سے بے حال ہو گئے ان کی آنکھیں اندر دھنس گئیں اور ان کے پیٹ ان کے کمر سے چپک گئے، حتیٰ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کا یہ حال دیکھ کر رو پڑے، چلو مان لیا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے نفس پر اس سائل کو ترجیح دی تو کیا ان کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اپنی اہلیہ کو

بھی اس ایثار پر براہِ حق کرتے، چلو مان لیا کہ ان کی اہلیہ نے بھی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی طرح اپنے نفس پر اس سائل کو ترجیح دی، تو کیا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اپنے چھوٹ چھوٹے بچوں کو بھی تین دن اور تین راتیں بھوکا رہنے کی زنجیر دیتے، نیز حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے یہ کب ضروری تھا کہ وہ سائل کو پانچوں روٹیاں دے دیتے، وہ سائل کو ایک روٹی دے دیتے، باقی روٹیاں وہ خود اور ان کے اہل و عیال کھاتے، کوئی احمق اور جاہل ہی ایسا کام کر سکتا ہے، جو دل حق آگاہ ہیں وہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق ایسے کام کا گمان نہیں کر سکتے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ قید خانوں میں بیٹھے ہوئے ایسی احادیث گھڑتے رہتے ہیں اور جب باہر علماء کے پاس یہ احادیث پہنچتی ہیں تو وہ ان کے مسترد کر دیتے ہیں اور ہر چیز کے لیے آفت اور سازش ہوتی ہے اور دین کی آفت اور سازش سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۹ ص ۱۱۹-۱۱۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: اس قصہ پر تعصب کیا گیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے، جیسا کہ حکیم ترمذی اور ابن جوزی نے ذکر کیا ہے، موضوع ہونے کے لفظی اور معنوی دلائل خود اس حدیث میں موجود ہیں، پھر اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہو کیونکہ حضرت علی کی حضرت فاطمہ سے شادی مدینہ میں ہوئی تھی اور وہیں حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئے تھے حالانکہ النحاس نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور یہی جمہور کا موقف ہے، یہ کہنے سے کہ یہ آیت حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی، ان کی شان اور فضیلت کم نہیں ہوتی اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ ابرار میں داخل ہوں بلکہ اور مسلمانوں کی بہ نسبت وہ ابرار میں پہلے داخل ہیں، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تمام مسلمانوں کے مولیٰ اور محبوب ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جسم کا ٹکڑا ہیں اور حسین کریمین (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ اور ریحان (خوشی اور خوش بو) ہیں اور جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور وہ اپنی فضیلت کے ثبوت میں اس من گھڑت روایت سے مستغنی ہیں۔

(روح المعانی ج ۲۹ ص ۲۷۱-۲۷۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، کلبی نے اس حدیث کو از ابو صالح از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے اور امام تغلبی نے اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (اکاف الثاف فی تخریج احادیث الکشاف ج ۲ ص ۶۷۰) اور امام ابن جوزی نے لکھا ہے: یہ حدیث موضوع ہے۔ (کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۳۹۰) اور حکیم ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کو محققین کے قلوب مسترد کر دیتے ہیں، اس حدیث میں اس طرح طبع کاری کی گئی ہے اور اس کو ایسا مزین اور برا اثر بنایا گیا ہے کہ جاہل آدمی یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! وہ بھی ایسا کام کرے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ ایسا کام کرنے والا قابلِ مذمت ہے۔

(نوار الاصول ج ۱ ص ۱۵۵-۱۵۴)

الذہر: ۸ صرف حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کا تعلق تمام ابرار کے ساتھ ہے ہر چند کہ بعض مفسرین نے اس روایت کو اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے، لیکن ان میں سے محققین نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت کو

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ آیت تمام ابرار اور نیک کام کرنے والوں کے لیے عام ہے اور اس آیت کی بشارت میں تمام مومنین داخل ہیں اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) بھی ان میں شامل ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: محققین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو امتحان اور آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے سب کو ہدایت دی ہے اور ان کے اعذار اور شبہات کو زائل فرمادیا ہے، پھر مخلوق کی دو قسمیں بن گئیں، ایک گروہ شاکرین کا ہے اور ایک گروہ کافرین کا ہے، پھر کافروں کے لیے عذاب کی وعید کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد شاکرین کے لیے وعدہ کا ذکر فرمایا، پس فرمایا: إِنَّ الْآبَرَارَ يَشْرَبُونَ (الذہر: ۵) ہے شک نیکو کار مشروب کے جام پئیں گے، یہ جمع کا صیغہ ہے جو تمام شکر گزاروں اور نیکو کاروں کو شامل ہے اور ایسی عام آیت کی ایک شخص کے ساتھ تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ سورت شروع سے اس آیت تک یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس میں تمام اطاعت کرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کے حال کا بیان ہے، پس اگر ہم اس آیت کو کسی ایک شخص کے ساتھ مخصوص کر دیں تو اس سورت کا نظام خراب ہو جائے گا، اور اس کی ترتیب فاسد ہو جائے گی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان آیات میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں، سو فرمایا: إِنَّ الْآبَرَارَ يَشْرَبُونَ (الذہر: ۵) نیکو کار مشروب کے جام پئیں گے۔

يُؤْفُونَ بِالْأَنذَارِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا (الذہر: ۷) وہ نذر پوری کرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔ وَيُطْعَمُونَ. الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا. (الذہر: ۸) وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اس طرح اس کے بعد بشارتوں کی تمام آیات بھی جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں، اور ان آیات کے عموم میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے دخول کا انکار نہیں ہے اور وہ اطاعت کرنے والوں کے اخروی انعام کی تمام بشارتوں میں داخل ہیں، جیسا کہ ان آیات کے عموم میں دو سے متقی صحابہ اور تابعین اور بعد کے نیک مسلمان داخل ہیں، سواب اس آیت کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام ابرار (نیکو کاروں) کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور ہر اس شخص کے متعلق جس نے کوئی نیک کام کیا، سو یہ آیت تمام مومنین کے لیے عام ہے، اور نقاش، نقاشی، قشیری اور متعدد مفسرین نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ)، حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کی باندی فضہ کے قصہ میں ایک حدیث ذکر کی ہے، جو صحیح ہے نہ ثابت ہے، جس کو لیث نے از مجاہد از حضرت ابن عباس، الذہر: ۷ کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

(جامع الاحکام القرآن ج ۲۹ ص ۱۱۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس آیت میں برار سے مراد فقط اہل بیت ہوں کیونکہ خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا اس آیت میں

دوسرے نیک مسلمان بھی داخل ہیں جو مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلائیں اور یہ قعر راوی کے ضعیف کی وجہ سے ضعیف ہے، مگر یہ قصہ علماء کے درمیان مشہور ہے اور ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: یہ قصہ من گھڑت ہے، اس کو جابل احمق کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا، ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، نیز اس قصہ کی بناء پر لازم آئے گا کہ یہ سورت مدنی ہو حالانکہ جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہ) کا نکاح جنگ احد کے بعد مدینہ میں ہوا تھا۔

(روح البیان ج ۱۰ ص ۳۱۸، دار احیاء العربی، بیروت، ۱۳۲۱ھ)

الذہر: ۸ میں علی حبہ کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں: یعنی اللہ کی محبت میں کھانا کھلانا یا اپنے نفس کی خواہش کے باوجود کھانا کھلایا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: علی حبہ اس کی دو تفسیریں ہیں، ایک یہ کہ حبہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، فضیل بن عیاض نے کہا: وہ اللہ سے محبت کی وجہ سے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، الدارنی نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ حبہ کی ضمیر طعام کی طرف راجع ہے یعنی اس کے باوجود کہ اس شخص کو طعام کی خواہش ہو اور اسے کھانے کی ضرورت ہو، پھر بھی وہ مسکین، یتیم اور قیدی کی ضرورت کو اپنی محبت اور خواہش پر ترجیح دے اور ایثار کرے، جیسا کہ ان آیات میں ہے:

وَاتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ

(البقرہ: ۱۷۷)

نیک وہ شخص ہے جو مال سے اپنی محبت کے باوجود وہ مال رشتہ داروں کو یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو ان کے آزاد کرنے کے لیے دے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران: ۹۲)

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین فرمائی ہے جو ایثار کرتے ہیں اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، سو فرمایا:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (المشر: ۹)

اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود بھی شدید خواہش ہو۔

اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینے کی آیات اور احادیث کا محمل اور ایثار کا معیار

ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے کھانے، کپڑے، دواؤں کے لیے کچھ نہ رکھے اور نہ اپنے ماں باپ اور اہل و عیال کے لیے کچھ رکھے اور دوسرے ضرورت مندوں میں اپنا مال تقسیم کرنا پھر خواہ وہ خود، اس کے ماں باپ اور اہل و عیال ناقوں سے مرتے رہیں کیونکہ یہ ضروری ہے کہ ایک موضوع پر قرآن مجید اور احادیث کی تمام تصریحات کو سامنے رکھے کہ کوئی حکم نکالا جاتا

ہے، ان آیات میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرنے کی فضیلت ہے اور ایثار کا بیان ہے، لیکن دوسری آیت میں فرمایا ہے۔
وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْغَفْوُ (البقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ جو (تمہاری ضرورت سے) زیادہ ہو۔

اس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے: سب سے پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو اور اس پر صدقہ کرو، پھر اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل کو دو، پھر اہل کو دینے سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں کو دو، پھر اگر ان کو دینے سے بچ جائے تو تمہارے سامنے اور دائیں بائیں جو لوگ ہیں ان کو دو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۷، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۶)

اس لیے اللہ عزوجل کا محمل یہ ہے کہ اپنی، اپنے ماں باپ کی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات سے جو مال زائد ہو یا جو طعام زائد ہو اور تمہیں اس مال اور طعام کی شدید خواہش بھی ہو تو تم اس میں سے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلاؤ، اس کی مزید وضاحت اس حدیث ہوتی ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: لَنْ تَسْأَلُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران: ۹۲) تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔

تو حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: لَنْ تَسْأَلُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران: ۹۲) اور میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے، میں اللہ کے پاس اس نیکی کے ذخیرہ ہونے کی توقع کرتا ہوں، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اس باغ کو جہاں چاہیں خرچ کریں، آپ نے فرمایا: رہنے دو، یہ نفع آور مال ہے، یہ نفع آور مال ہے (دوبارہ فرمایا) تم نے اس کے متعلق جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا اور میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس کو اپنے قرابت داروں میں تقسیم کر دو، پھر حضرت ابو طلحہ نے اس باغ کو اپنے قرابت داروں میں اور اپنے عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۶۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۸۹، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۶۶)

مسکین اور یتیم کے معنی کا بیان

اس آیت میں مسکین کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: جو خود کمانے پر قادر نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ جس کے پاس بالکل مال نہ ہو وہ مسکین ہے، قرآن مجید میں ہے۔

أَوْ اطْعَمُوا فِي يَوْمٍ مَسْغِيَةٍ - يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ - أَوْ مَسْكِيْنًا ذَا مَقْرَبَةٍ - (البقرہ: ۱۷۷)

یا بھوک والے دن کھانا کھلایا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا کسی خاک پر پڑے ہوئے مسکین کو۔

اور اس آیت میں یتیم کا لفظ ہے، یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو چکا ہو، ہر وہ چیز جو یکا اور مفرد ہو، اس کو بھی یتیم کہتے ہیں، جو موتی پیپی میں اکیلا ہو اس کو در یتیم کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۷۵) امام رازی نے کہا: جو اپنی کم عمری کی وجہ سے کمانے کے قابل نہ ہو اور اس کا کمانے والا فوت ہو چکا ہو، اس کو یتیم کہتے ہیں۔

اسیر کے معنی اور مصداق میں مفسرین کے متعدد اقوال اور مسلمان قیدیوں اور مشرک قیدیوں کو کھانا کھلانے اور ان پر صدقہ کرنے کے احکام

اور اس آیت میں اسیر (قیدی) کا لفظ ہے، اس کے معنی اور مصداق میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ)، حسن بصری اور قتادہ نے کہا: اسیر مشرکین میں سے ہوتا ہے، روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشرک قیدیوں کو بھیجتے تاکہ ان کی حفاظت کی جائے اور ان کے حق کو قائم رکھا جائے کیونکہ اس وقت تک ان کو کھانا کھانا واجب ہے، حتیٰ کہ امام ان کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ ان کو قتل کیا جائے گا اور ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے گا یا ان کو غلام بنایا جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قیدی کافر ہو یا مسلمان ہو، کیونکہ جب اس کے کفر کے باوجود اس کو کھانا کھانا واجب ہے تو اگر وہ مسلمان ہوگا تو یہ طریق اولیٰ اس کو کھانا کھانا واجب ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب اس کو قتل کرنا واجب ہوگا تو اس کو کھانا کھانا کیوں واجب ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک حال میں اس کو قتل کرنے کا وجوب، دوسرے حال میں اس کو کھانا کھلانے کے وجوب کے منافی نہیں ہے اور یہ واجب نہیں ہے کہ جب اس کو ایک وجہ سے سزا دی جائے تو اس کو دوسری وجہ سے بھی سزا دی جائے، یہی وجہ ہے کہ جس شخص پر قصاص لازم ہو اور اس پر قتل سے کم سزا بھی ہو تو اس کو قتل سے کم سزا دینا مستحسن نہیں ہے، پھر یہ سوال ہے کہ قیدی کو کھانا کھانا کس پر واجب ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ سربراہ مملکت پر واجب ہے کہ اس کو کھانا کھلائے اور اگر وہ نہ کھلائے تو پھر ہم عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو کھانا کھلائیں۔

(۲) السدی نے کہا: اسیر سے مراد غلام ہے۔

(۳) اسیر سے مراد مقروض ہے کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تمہارا مقروض تمہارا قیدی ہے، سو تم اپنے

مقروض کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (الکشاف ج ۴ ص ۶۶۹)

(۴) اسیر سے مراد وہ مسلمان ہے جس کو کسی جرم کی وجہ سے قید میں رکھا گیا ہو، یہ مجاہد، عطاء اور سعید بن جبیر کا قول ہے،

حضرت ابوسعید خدری نے اس سلسلہ میں ایک حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے۔

(۵) اسیر سے مراد بیوی ہے کیونکہ وہ بھی خاوند کی قید میں ہوتی ہے، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: عورتوں کے

معاملہ میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہاری مددگار ہیں۔ (مشکل لا خارج ص ۲۱۲، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۶۳)

فقال نے کہا ہے۔ کہ اسیر کا لفظ ان تمام معانی کا متحمل ہے کیونکہ اسیر کا معنی ہے: کسی کو تسمہ کے ساتھ باندھنا اور اسیر کو بند

کرنے کے لیے تسمہ کے ساتھ باندھا جاتا ہے، پھر اسیر کو قیدی کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا، خواہ اس کو باندھ دیا جائے اور نہ اور

اس کا رجوع اس کی طرف ہو گیا، جس کو بند کیا گیا ہو اور قید میں رکھا گیا ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۷۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۱۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسیر کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں قیدی

صرف مشرکین ہوتے تھے۔

کتاب النکاح

امام سعید بن منصور، امام ابن شہ اور امام ابن مردویہ نے حسن بھری سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اس وقت قیدی صرف مشرکین تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۴۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام عبد بن حمید نے قنادہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس وقت قیدی مشرکین تھے، پس اللہ کی قسم! تمہارے مسلمان بھائی کا تم پر حق اور اس کی حرمت بہت زیادہ ہے۔

امام ابن المذہب نے اس آیت کی تفسیر میں ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسلمان کو قید نہیں کرتے تھے، لیکن یہ آیت ان قیدیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مشرکین تھے، ان سے فدیہ لینے کے لیے انہیں گرفتار کیا جاتا تھا۔ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی اصلاح کرنے کا حکم دیتے تھے۔

امام عبد بن حمید نے مکرمہ سے اسیر کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ عرب ہند اور دیگر علاقوں سے جن کو گرفتار کریں، تم پر لازم ہے کہ تم ان کو کھلاؤ اور پلاؤ حتیٰ کہ تم ان کو قتل کر دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دو۔

امام ابوشیبہ نے ابوزین سے روایت کیا ہے کہ میں شقیق بن سلمہ کے ساتھ تھا، ان کے پاس سے کچھ مشرکین قیدی گزرے انہوں نے مجھے ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا اور پھر اس آیت کو تلاوت کیا۔

(امام ابن شیبہ نے سعید بن جبیر اور عطاء سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اہل قبل وغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۰۵، الدر المنثور ج ۸ ص ۳۳۳-۳۳۲، داراحیاء التراث، العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متونی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ خواہ کوئی بھی اسیر ہو، کیونکہ حسن بھری سے روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کوئی اسیر لایا جاتا تو آپ اس کو کسی مسلمان کے سپرد کر دیتے اور فرماتے: اس کے ساتھ نیک سلوک کرو، اس کے پاس وہ قیدی دو یا تین دن رہتا تو وہ اس کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا، قنادہ نے کہا: ان دونوں قیدی مشرک ہوتا تھا تو تمہارا مسلمان بھائی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کو کھانا کھلاؤ۔

امام ابن عساکر نے مجاہد سے روایت ہے کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بدر میں قیدیوں کو گرفتار کیا تو سات مہاجرین نے ان قیدیوں پر خرچ کیا: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمان، حضرت سعد، حضرت ابوصبیہ بن الجراح، انصار نے کہا: ہم نے ان مشرکین کو اللہ کی رضا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کے لیے قتل کیا ہے اور تم ان پر خرچ کر کے ان کی مدد کر رہے ہو، تب اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کے متعلق ۱۹ آیات نازل کیں، ان الابرار یثربون سے لے کر عینا فیہا تسمی سلسلہ تک اور ان آیات میں یہ دلیل ہے کہ قیدی خواہ مشرک ہوں ان کو کھانا کھلانا مستحسن ہے اور اس میں ثواب کی توقع ہے۔

پہلی حدیث (حضور قیدی کو کسی مسلمان کے حوالے کر دیتے تھے) حافظ ابن حجر نے اس کے متعلق کہا ہے کہ کسی قابل ذکر محدث نے اس کی روایت نہیں کیا اور ابن العراقی نے کہا: میں اس سے واقف نہیں ہوں، اور دوسری حدیث کو امام ابن عساکر کے سوا

اور کسی نے روایت نہیں کیا اور مجھے اس کی صحت پر اعتماد نہیں ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ یہ آیات مدینہ ہوں اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔

ہاں عامۃ العلماء کے نزدیک دارالاسلام میں کفار کے ساتھ نیک سلوک کرنا جائز ہے اور ان پر صدقات واجبہ کو صرف نہیں کیا جائے گا، ابن جبیر اور عطاء نے کہا ہے کہ اس اسیر سے مراد وہ ہے جو اہل قبلہ سے ہو، علامہ طبری نے کہا: اس قول کا محمل یہ ہے کہ جب دارالحرب میں کوئی مسلمان کفار کی قید میں ہو تو اس کو کھانا کھلانا مستحسن ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس اسیر سے مراد وہ مسلمان ہے جو دارالحرب میں کفار کی قید میں ہو اور اس کو آزاد کرانے کے لیے فدیہ کی ضرورت ہو، اور وہ فدیہ کو طلب کرنے کے لیے نکلے، محی السنۃ نے مجاہد، ابن جبیر اور عطاء سے نقل کیا ہے کہ اس اسیر سے وہ مراد ہے جو اہل قبلہ سے ہو، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان قیدیوں کو کھانا کھلانا مستحسن ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو مسلمان مال دار ہو اور اس پر کسی کا قرض ہو جس کو ادا کرنے پر وہ قادر ہو اور وہ عناداً قرض ادا نہ کرتا ہو یا کسی اور نفسیاتی غرض سے اور اس وجہ سے اس کو قید کر لیا گیا ہو تو اس کو کھانا کھلانا مستحسن نہیں ہے، حضرت ابی سعید خدری (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اس اسیر سے مراد غلام ہے کیونکہ وہ بھی مالک کی قید میں ہوتا ہے اور وہ اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کر سکتا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مقروض بھی تمہارا قیدی ہے، اس لیے اس آیت میں اسیر سے مراد مقروض بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۲۶۸-۲۶۹، دار الفکر، بیروت، ۱۳۷۷ھ، تفسیر بیان القرآن، لاہور)

بَابِ اطْعَامِ الطَّعَامِ

یہ باب کھانا کھلانے کے بیان میں ہے

3251- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَوْفٍ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْجَعَلَ النَّاسُ قَبْلَهُ وَقِيلَ قَدْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ثَلَاثًا فَبُعِثْتُ فِي النَّاسِ لَأَنْظُرَ فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ

•• حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جلدی جلدی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا گیا اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئے ہیں (یہ جملہ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے) میں بھی جائزہ لینے کے لیے لوگوں کے ساتھ آیا جب میں نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی زیارت کی تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ آپ ﷺ کا چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہے میں نے آپ ﷺ کی زبانی سب سے پہلی بات یہ سنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو سلام کو پھیلاؤ، (دوسروں کو) کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کے وقت نماز ادا کرو اس وقت جب لوگ سو رہے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

3252- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَحْسَى الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَلِمَانُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَنْ شَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَسُوا السَّلَامَ وَأَطِيعُوا الطَّعَامَ وَكُونُوا إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور بھائی بن جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔“

3253- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَى الْإِسْلَامَ خَيْرٌ قَالَ نَظِيمٌ الطَّعَامَ وَتَفَرَّأَ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

•• حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! اسلام (کی کون سی عادت) بہتر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس سے تم واقف ہو اور جس سے واقف نہیں ہو اسے سلام کرو۔

بَاب طَعَامِ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ

یہ باب ایک آدمی کے کھانے کا دو کے لیے کافی ہونے میں ہے

3254- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زِيَادٍ الْأَسَدِيُّ أَنبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنبَأَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْارْبَعَةَ وَطَعَامُ الْارْبَعَةِ يَكْفِي السَّمَانِيَةَ

•• حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”ایک شخص کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا 4 کے لیے کافی ہوتا ہے اور 4 کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہوتا ہے۔“

3255- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

3252 اس روایت کو نقل کرتے ہیں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3253 اخرج البخاری فی ”الصحيح“ رقم الحديث: 28، رقم الحديث: 6236، اخرج مسلم فی ”الصحيح“ رقم الحديث: 5194، اخرج ابوداؤد فی ”السنن“ رقم

الحديث: 5194، اخرج الترمذی فی ”السنن“ رقم الحديث: 5015

3254 اخرج مسلم فی ”الصحيح“ رقم الحديث: 5336

3255 اس روایت کو نقل کرتے ہیں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

دِينَارَ قَهْرَمَانُ ابْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ طَعَامَ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ وَإِنَّ طَعَامَ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِي الثَّلَاثَةَ وَالْأَرْبَعَةَ وَإِنَّ طَعَامَ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الْخَمْسَةَ وَالسَّيِّئَةَ

•• حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا تین کے لیے کافی ہوتا ہے یا چار کے لیے کافی ہوتا ہے، اور چار آدمیوں کا کھانا پانچ یا چھ کے لیے کافی ہوتا ہے۔"

بَابُ الْمُؤْمِنِ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

یہ باب ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے

3256- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر 7 آنتوں میں کھاتا ہے۔"

3257- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کافر 7 آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔"

3258- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

•• حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔"

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تھا، جو (پہلے تو) بہت زیادہ کھایا کرتا تھا، مگر جب مسلمان ہوا تو کم کھانے لگا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حقیقت یہ ہے کہ مؤمن تو ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے" (بخاری) اور مسلم نے اس روایت کو حضرت ابو موسیٰ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے جس میں (یہ واقعہ مذکور نہیں ہے بلکہ) محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے، لیکن مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت نقل کی ہے۔

جس میں یوں ہے کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مہمان آیا جو کافر تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا، بکری دوہی گئی اور اس کافر نے اس دودھ کو پی لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دوسری بکری دوہی گئی، وہ اس دودھ کو بھی پی گیا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس وقت بھی) اس کے لئے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا۔ بکری دوہی گئی اور اس نے اس کا دودھ پی لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بکری دوہنے کا حکم دیا (بکری دوہی گئی) لیکن (اب) وہ اس کا پورا دودھ نہ پی سکا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مؤمن ایک آنت میں میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔" (مشکوۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 112)

کہا جاتا ہے کہ انسان کے پیٹ میں آنتیں ہوتی ہیں لیکن اس سے قطع نظر یہاں ایک آنت اور سات آنت سے مراد قلب حرص اور کثرت حرص ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کھانے پینے میں کم حرص رکھتا ہے اور کافر زیادہ حرص رکھتا ہے اور یہ بات اکثر واغلب کے اعتبار سے ہے یا اس مخصوص شخص کی حالت بیان کرنا مراد ہے، جس کا روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ جب مسلمان ہوا تو کم کھانے لگا، لیکن جب کافر تھا تو زیادہ کھاتا، یا کامل الایمان مؤمن مراد ہے، کہ وہ ذکر الہی کی برکت اور نور و معرفت ایمان کے سبب ہمہ وقت سیر رہتا ہے کہ اس کو نہ کھانے پینے کی حرص ہوتی ہے اور نہ کھانے پینے کے اہتمام کی طرف رغبت، اس کے برعکس کافر کا حال دوسرا ہوتا ہے! درحقیقت اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ مؤمن کی شان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ صبر و قناعت کو لازم جانے، زہد و ریاضت کی راہ کو اختیار کرے، خورد و نوش کی اسی حد پر اکتفا کرے جو زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہو اور معدے کو اتنا خالی رکھے۔ جو نورانیت دل، صفائی باطن اور شب بیداری وغیرہ کے لئے ممد و معاون ہو۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک فقیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور بہت زیادہ کھا کر اٹھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کو اتنا زیادہ کھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آئندہ اس کو میرے پاس نہ آنے دیا جائے، علماء نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ جب اس فقیر نے اس قدر غیر معمولی طور پر کھایا تو گویا وہ کفار کے مشابہ ہوا اور جو شخص کافروں کی مشابہت اختیار کرے اس سے ملنا جلنا ترک کر دینا چاہئے، واضح رہے کہ کم کھانے کی عادت اختیار کرنا، اعتلا، باہمت اور اہل حقیقت کے نزدیک مستحسن و محمود ہے اور اس کے برعکس مذموم ہے، لیکن وہ بھوک جو حد افراط کو پہنچ جائے، ضعف بدن اور قوائے جسمانی کے اختلال کا باعث ہو اور جس کی وجہ سے دین و دنیا کے امور کی انجام دہی میں رکاوٹ پیدا ہو، وہ ممنوع اور طریقہ حکمت

بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُعَابَ الطَّعَامُ

یہ باب کھانے میں عیب نکالنے کی ممانعت میں ہے

3259- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا عَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ إِلَّا تَرَكَهُ
•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر آپ ﷺ کو کھانا اچھا لگتا تھا تو آپ ﷺ اسے کھا لیتے تھے ورنہ اسے چھوڑ دیتے تھے۔

3259م- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَعَالِفُ فِيهِ يَقُولُونَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ
•• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ ہوتی، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رغبت کے ساتھ کھا لیتے اور جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب و پسندیدہ نہ ہوتی تھی، اس کو نہیں کھاتے تھے، یہ نہیں تھا کہ جو چیز پسندیدہ نہ ہوتی اس کو برا کہتے اس میں عیب نکالتے۔

بَابُ الْوُضُوءِ عِنْدَ الطَّعَامِ

یہ باب کھانے کے وقت وضو کرنے کے بیان میں ہے

3260- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُبَلِّسِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُكْثِرَ اللَّهُ خَيْرَ بَيْتِهِ فَلْيُحَوِّضًا إِذَا خَضَرَ غَدَاؤُهُ وَإِذَا رَفَعَ
•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی برکت میں کثرت کر دے تو جب اس کا کھانا آئے اسے اس

3259: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 3564 ورقم الحدیث: 5489 أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5348 ورقم الحدیث: 5349 ورقم الحدیث:

5350 ورقم الحدیث: 5352 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3783 أخرجه الترمذی فی "المجاصح" رقم الحدیث: 3831

3259م: أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5351

3260: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

وقت وضو کر لینا چاہئے، جب وہ کھانا اٹھایا جائے (اس وقت بھی وضو کرنا چاہئے)۔

3261 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا صَاعِدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْجَزَرِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُعَادَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ الْمَكِّيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ فَأَتَى بِطَعَامٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا إِلَيْكَ بِوُضُوءٍ قَالَ أُرِيدُ الصَّلَاةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ قہائے حاجت کر کے تشریف لائے، آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، ایک صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی نہ لے آؤں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں کیا نماز پڑھنے لگا ہوں؟

شرح

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کا شانہ جو آپ کے ہاتھ میں تھا چھری سے کاٹتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اسی دوران) نماز کے لئے بلایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شانے کو اور اس چھری کو کہ جس سے وہ شانہ کاٹ رہے تھے وہیں چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور نماز ادا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس وقت) وضو نہیں کیا (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے تھے۔

(بخاری مسلم، مشکوٰۃ الصالح، جلد چہارم، رقم الحدیث، 117)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھاتے وقت گوشت یا کھانے کی کوئی چیز کاٹ کاٹ کر کھانا جائز ہے، بشرطیکہ اس کی ضرورت ہو اور اگر وہ گوشت یا کوئی بھی چیز گلی ہوئی اور نرم ہو کہ اس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت نہ ہوتی ہو، تو پھر چھری سے کاٹ کر کھانا مکروہ ہوگا، کیونکہ اس طرح بلا ضرورت چھری کاٹنے سے کھانا عجیوں (یعنی غیر مسلموں کے) تکلفات میں شمار کیا گیا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ داعی حق (نماز کے لئے بلانے والے یا اذان) کی آواز سن کر کھڑے ہو جانے اور نماز میں پہنچ جانا چاہئے اگرچہ کھانا سامنے رکھا ہوا ہو، لیکن یہ اس صورت کا حکم ہے جب کہ کھانے کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو اس کھانے کی طرف شدید احتیاج نہ ہو، یعنی اتنی بھوک نہ ہو کہ اگر وہ کھانا کھائے بغیر اٹھ کر نماز کے لئے چلا گیا تو نماز میں جی نہ لگے اور اس بات کا خوف نہ ہو کہ نماز سے واپس آنے کے بعد پھر کھانا نہیں ملے گا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہوتا جیسا کہ بعض علماء کا مسلک ہے کہ ان کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

بَابُ الْأَكْلِ مُتَكِنًا

یہ باب ٹیک لگا کر کھانے کے بیان میں ہے

3262 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا أَكُلُ مُتَكِنًا

3261: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

•• حضرت ابو سعید خدریؓ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا ہوں۔"

شرح

مفراعات "کے مصنف نے لکھا ہے کہ کھانا کھاتے وقت ٹیک لگانے کی تین صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ پہلو زمین پر رکھا جائے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھا جائے اور تیسرا یہ کہ ایک ہاتھ ٹیک کر بیٹھا جائے اور دوسرے ہاتھ سے کھانا کھایا جائے، یہ تینوں صورتیں مذموم ہیں اور بعض حضرات نے چوتھی صورت یہ بیان کی ہے کہ تکیہ یا دیوار اور اسی طرح کی کسی اور چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے مسنون یہ ہے کہ کھاتے وقت کھانے کی طرف جھک کر اور متوجہ ہو کر بیٹھا جائے اور اکثر حضرات نے "ٹیک لگانے" کی وضاحت یہ کی ہے کہ دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف جھک کر اور اس پر سہارا لے کر بیٹھا جائے۔ کھاتے وقت بیٹھنے کی یہ صورت اس لئے غیر مسنون ہے کہ ایسی حالت میں کھانا ضرر پہنچاتا ہے بایں طور کہ وہ بدن میں اپنی جگہ پر ٹھیک طرح سے نہیں پہنچتا، جو طبیعت پر گراں ہو کر سبب ہضم کی شکایت پیدا کرتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں لکھا ہے کہ ٹیک لگا کر، منہ کے بل پڑ کر اور کھڑے ہو کر کھانا نہ کھایا جائے۔ بلکہ اس طرح بیٹھ کر کھائے کہ یا تو دو زانو ہو یا بصورت اقامہ ہو یعنی دونوں کو لمبے ٹیک لے اور دونوں زانو کھڑے کر لے یا دونوں پاؤں پر بیٹھے اکڑوں اور یا داہنا زانو کھڑا کر لے اور بائیں زانو پر بیٹھ جائے۔

3263- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحَمَاصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي أَنَّنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عِرْقٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ قَالَ أَهْدَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شاةً فَجَنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ يَأْكُلُ فَقَالَ أَغْرَابِي مَا هَذِهِ الْجِلْسَةُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا

•• حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک بکری (کا گوشت) تحفے کے طور پر پیش کی تو نبی اکرم ﷺ گھسنوں کے بل بیٹھ کر اسے کھانے لگے، ایک دیہاتی نے دریافت کیا: یہ بیٹھنے کا کون سا طریقہ ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مہربان بندہ بنایا ہے، مجھے بد دماغ متکبر نہیں بنایا۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الطَّعَامِ

یہ باب کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بیان میں ہے

3262: أخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5398 و رقم الحدیث: 5399 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3789 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم

الحدیث: 1830

3263: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متغیر ہیں۔

3264- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هِشَامِ الدُّسْتَوَانِيِّ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ طَعَامًا فِي سِتْرَةٍ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَبَجَاءَ أَغْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلِقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ كَانَ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ لَكَفَّاكُمْ لِإِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللَّهِ فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے چھ اصحاب کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، اسی دوران ایک دیہاتی آیا، اس نے دو لقمے کھالیے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس نے بسم اللہ پڑھ لی ہوتی تو یہ کھانا تم سب کے لیے کافی ہوتا، جب کوئی شخص کچھ کھائے تو وہ بسم اللہ پڑھ لے، اگر وہ کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنی بھول جائے تو یہ پڑھے۔
”اس کے آغاز اور اس کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں۔“
شرح

اللہ کا نام لینا بھول جائے الخ سے یہ معلوم ہوا کہ کھانا شروع کرتے وقت محض اللہ کے نام کا ذکر کافی ہے لیکن بسم اللہ کہنا افضل ہے۔ محیط میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص وضو کرتے وقت (بسم اللہ کے بجائے) لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ اور یا اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو وہ سنت ادا کرنے والا کہلائے گا اسی طرح کھانے کی صورت میں بھی یہ مسئلہ ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص ابتداء وضو میں بسم اللہ کہنا بھول جائے اور پھر درمیان وضو (یا د آنے پر) بسم اللہ کہہ لے تو اس کو سنت پر عمل کرنے کا درجہ حاصل نہیں ہوگا بخلاف کھانے کے کہ کھانے کے درمیان آنے پر بسم اللہ کہہ لینا ادائیگی سنت کے لئے کافی ہو جائے گا۔

3265- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَكُلُ سَمِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

•• حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں کھانا کھا رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:
”تم بسم اللہ پڑھ لو۔“

شرح

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ کھانا سامنے لایا گیا (کھانے کے دوران میں نے محسوس کیا کہ) میں نے اس کھانے میں اس وقت جو بڑی برکت دیکھی جب کہ ہم نے کھانا شروع کیا تھا ایسی برکت میں کسی اور کھانے میں نہیں دیکھی اور اس کھانے کے آخر میں میں نے جو کمتر برکت دیکھی ایسی کم برکت بھی اور کسی کھانے میں نہیں دیکھی، چنانچہ ہم نے عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ! اس کا کیا سبب تھا (کہ اس کھانے میں شروع میں

3264: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3265: اخرجه الترمذی فی ”المجامع“ رقم الحديث: 1857

نوائی زیادہ برکت دیکھی گئی اور آخر میں اس طرح بے برکتی نظر آئی؟ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درحقیقت کھانے کے شروع میں ہم نے اللہ کا نام تھا لیکن بعد میں ایسا شخص آ کر بیٹھ گیا جس نے کھانا کھایا مگر اللہ کا نام نہیں لیا لہذا اس کے ساتھ شیطان نے بھی کھانا کھایا (اس سبب سے آخر میں بے برکتی ہوئی۔ (شرح السنہ، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 137)

ہم نے اللہ کا نام لیا تھا "اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ بسم اللہ پڑھنے کی سنت محض "بسم اللہ" کہہ لینے سے حاصل ہو جاتی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پوری بسم اللہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جائے۔ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص جنبی (حالت ناپاکی میں) ہو یا کوئی عورت ایام حیض یا حالت نفاس میں ہو تو یہ استحباب اس کے لئے بھی ہے بشرطیکہ بسم اللہ پڑھتے وقت تلاوت کی نیت نہ کرے بلکہ ذکر کی نیت سے پڑھے ورنہ حرام ہوگا (کیونکہ ناپاکی اور حیض و نفاس کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت حرام ہے اور بسم اللہ بھی قرآن کریم ہی کا ایک فقرہ ہے)۔ جن چیزوں کو کھانا پینا شریعت کی رو سے مکروہ یا حرام ہے ان کو کھاتے پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھے گا تو وہ کافر ہو جائے گا (بعض علماء نے مطلق کسی بھی حرام چیز کو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنے کو کفر کہا ہے۔

شیطان کا کھانے میں شریک ہونا اکثر علماء سلف و خلف کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے کہ وہ بسم اللہ نہ پڑھ کر، کھانے والے کے ساتھ کھانے میں حقیقت شریک ہوتا ہے جس کی وجہ سے کھانے میں بے برکتی ہو جاتی ہے۔ پہلے جو یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اجتماعی طور پر کھانا کھانے کی صورت میں کسی ایک شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کھانے پر موجود سب لوگوں کے لئے کافی ہے اور ہر ایک شخص کا بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے تو یہ حدیث ان علماء کے مسلک کے خلاف ایک دلیل ہے۔

بَابُ الْأَكْلِ بِالْيَمِينِ

یہ باب دائیں ہاتھ سے کھانے کے بیان میں ہے

3268- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْهَيْثَلُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيَأْكُلْ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ وَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ وَلْيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ وَلْيُعْطِ بِيَمِينِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ وَيُعْطِي بِشِمَالِهِ وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”تم میں سے ہر ایک کو اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے اور دائیں ہاتھ کے ذریعے پینا چاہیے، دائیں ہاتھ کے ذریعے پکڑنا چاہیے، دائیں ہاتھ کے ذریعے دینا چاہئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ کے ذریعے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ کے ذریعے پیتا ہے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے۔“

شرح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جب ہمارے گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے گھر کی پلی ہوئی ایک بکری کا دودھ دوہا گیا اور اس دودھ کو اس کنویں کے پانی میں ملایا گیا جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھا، پھر یہ دودھ کا پیالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دودھ پیا۔ (اس وقت) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے اور دائیں طرف ایک دیہاتی بیٹھا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! یہ بچا ہوا دودھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیجئے" لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو عنایت فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف بیٹھا تھا پھر فرمایا کہ "دایاں مقدم ہے اور پھر دایاں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ فرمایا کہ) یاد رکھو! دائیں طرف کے زیادہ حق دار ہیں دائیں طرف کے زیادہ حق دار ہیں لہذا دائیں طرف والوں کو دیا کرو یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ دائیں طرف والے زیادہ حق دار ہیں تو تم بھی دائیں طرف والوں کی رعایت ملحوظ رکھا کرو کہ دینے میں انہی سے ابتداء کرو۔"

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 208)
جوانس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھا "ظاہری اسلوب کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں یہ کہتے کہ "جو ہمارے گھر میں تھا" کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے وہ انہی کے گھر کا ہے، جس بکری کا دودھ وہ ہا گیا تھا وہ بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھی اور وہ کنواں بھی ان ہی کے گھر میں تھا اور خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اس واقعہ کو بیان کرنے والے ہیں۔

لیکن انہوں نے ظاہری اسلوب کے تقاضے کے برخلاف یہ کہہ کر کہ "جوانس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھا" گویا تفنن عبارت کے اسلوب کو اختیار کیا جس کو علم عربیت میں وضع مظہر موضع مضر "کہتے ہیں۔ دونوں لفظ ایمن نون کے پیش کے ساتھ ہیں جن کا ترجمہ یہی ہے کہ "دایاں مقدم ہے اور پھر دایاں" یعنی سب سے پہلے اس شخص کو دیا جائے جو دائیں طرف ہو اور پھر اس شخص کو دیا جائے جو پہلے شخص کے برابر میں اسی طرف ہو، اسی ترتیب سے دیتا چلا جائے، یہاں تک کہ سب سے آخر میں اس شخص کا نمبر آئے جو بائیں طرف ہے۔

ایک روایت میں یہ دونوں لفظ ایمن نون کے زیر کے ساتھ ہیں اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ میں دائیں طرف والے کو دوں گا پھر دائیں طرف والے کو، لیکن نون کے پیش روایت کی تائید مذکورہ بالا دوسری روایت الا یمنون الا یمنون سے بھی ہوتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے دینے میں اپنی دائیں طرف کی رعایت ملحوظ رکھنا مستحب ہے یعنی اگر چہ دائیں طرف کا شخص بائیں طرف کے شخص کی بہ نسبت کم رتبہ بھی ہو تو تب بھی پہلے اسی کو دیا جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی لئے مقدم رکھا کہ وہ دائیں طرف تھا، نیز یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عدل و انصاف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف حق شناسی پر بھی دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل اور مقرب ترین ہونے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش کے باوجود دیہاتی کے حق کو نظر انداز نہیں کیا جہاں تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرض کرنے کا تعلق ہے تو انہوں نے محض یاد دہانی کے لئے عرض کیا تھا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی یاد نہ رہی ہو۔

3287- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ سَمِعَهُ مِنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصُّفْحَةِ لَقَالَ لِي يَا غُلَامُ سَمِعَ اللَّهُ وَكُلَّ يَمِينِكَ وَكُلَّ مِمَّا يَلِيكَ

•• حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے زیر پرورش کم سن بچہ تھا (ایک مرتبہ کھانا کھاتے ہوئے) میرے ہاتھ پیالے میں گردش کر رہے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

3288- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔"

بَابُ لَعْقِ الْأَصَابِعِ

یہ باب انگلیاں چاٹنے میں ہے

3289- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرُو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعَقَهَا قَالَ سُفْيَانُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ قَيْسٍ يَسْأَلُ عُمَرُو بْنَ دِينَارٍ أَرَأَيْتَ حَدِيثَ عَطَاءٍ لَا يَمْسَحُ أَحَدُكُمْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعَقَهَا عَمَّنْ هُوَ قَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَإِنَّهُ حَدَّثَنَا عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَبْلَ أَنْ يَقْدَمَ جَابِرٌ عَلَيْنَا وَإِنَّمَا لَفِيَ عَطَاءٌ جَابِرًا فِي مَسْنَةِ جَاوَرٍ فِيهَا بِمَكَّةَ

3287: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5376، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5237، و رقم الحديث: 5238

5238

3288: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5232

3289: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5458، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5262، 5270، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5269، و رقم

الحديث: 5270

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنے ہاتھ اس وقت تک نہ پونچھے جب تک انہیں چاٹ نہیں لیتا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) دوسرے سے چٹوا نہیں لیتا۔“

سفیان نامی راوی کہتے ہیں: میں نے عمر بن قیس کو سنا، انہوں نے عمرو بن دینار سے دریافت کیا: کیا آپ نے عطاء کے حوالے سے منقول روایت دیکھی ہے، کوئی شخص اپنے ہاتھ کو اس وقت تک نہ پونچھے جب تک اسے چاٹ نہیں لیتا یا جب تک چٹوا نہیں لیتا، یہ کس سے منقول ہے تو انہوں نے بتایا یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، اس نے کہا: ہمیں تو یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے سنائی گئی ہے، تو انہوں نے بتایا: ہم نے اسے عطاء کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے طور پر سنا ہے اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ جب ہمارے پاس تشریف لائے تھے، عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس وقت ملاقات کی تھی جب انہوں نے مکہ میں رہائش اختیار کی تھی۔

شرح

امام نووی کہتے ہیں کہ انگلیوں سے کھانا سنت ہے لہذا ان تینوں کے ساتھ چوٹی اور پانچویں انگلی نہ ملائی جائے الا یہ کہ چوٹی اور پانچویں انگلی کو ملانا ضروری ہو۔ ہاتھ کو چاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن انگلیوں سے کھاتے تھے ان کو چاٹ لیا کرتے تھے چنانچہ پہلے بیچ کی انگلی کو چاٹتے پھر اس کے پاس کی انگلی کو پھر انگوٹھے کو چاٹتے تھے۔ طبرانی نے عامر بن ربیعہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور ان کی مدد کے لئے چوٹی انگلی بھی ملا لیا کرتے تھے! نیز ایک حدیث مرسل میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ انگلیوں سے کھاتے تھے۔ ”یا تو یہ پتلی چیز کھانے پر محمول ہے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان جواز کی خاطر کبھی کبھی اس طرح بھی کھاتے تھے، لیکن اکثر اوقات تین ہی انگلیوں سے کھانے کی عادت تھی۔ بعض روایت میں سمجھا کے بعد بٹشی کا لفظ بھی منقول ہے اور یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں کہ تم مغسلہا یعنی (ہاتھ کو چاٹتے اور) پھر اس کو دھو لیتے۔“

3270- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي الْخَفَرِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْسَحُ أَحَدُكُمْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا فَإِنَّهُ لَا يَنْدِرِي لِيْ أَيْ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”(کھانا کھانے کے بعد) کوئی شخص اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ پونچھے جب تک وہ اسے چاٹ نہ لے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے؟

بَابُ تَنْقِيَةِ الصَّحْفَةِ

یہ باب پیالے کو اچھی طرح صاف کرنے میں ہے

3271- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ أَبَا الْيَمَانِ الْبَرَاءَ قَالَ حَدَّثَنِي جَدَّتِي أُمُّ غَامِصٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا نُبَيْشَةُ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَأْكُلُ فِي قِصْعَةٍ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ فِي قِصْعَةٍ فَلَحِصَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقِصْعَةُ

●● سیدہ ام غامص رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے غلام نبیہ ہمارے ہاں تشریف لائے ہم اس وقت ایک پیالے میں کھا رہے تھے تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے جو شخص پیالے میں کھائے اور اسے چاٹ لے تو وہ پیالہ اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

3272- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلْفٍ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ رَاشِدٍ أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنِي جَدَّتِي عَنْ رَجُلٍ مِنْ هَذِلٍ يَقُولُ لَهُ نُبَيْشَةُ الْخَبَرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا نُبَيْشَةُ وَنَحْنُ نَأْكُلُ فِي قِصْعَةٍ لَنَا فَقَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ فِي قِصْعَةٍ ثُمَّ لَحِصَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقِصْعَةُ

●● معالی بن راشد اپنی دادی کے حوالے سے ہذیل قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب حضرت نبیہ خیر رضی اللہ عنہا کے بارے میں نقل کرتے ہیں: ان کی دادی بیان کرتی ہیں: حضرت نبیہ رضی اللہ عنہا ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت اپنے برتن میں کھا رہے تھے تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ بات بتائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص کسی برتن میں کھائے اور پھر اسے اچھی طرح صاف کرے تو وہ برتن اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

بَابُ الْأَكْلِ مِمَّا يَلِيكَ

یہ باب اپنے آگے سے کھانے کے بیان میں ہے

3273- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ بَعْضِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعْتَ الْمَالِدَةَ فَلْيَاكُلْ مِمَّا يَلِيهِ وَلَا يَتَأَوَّلْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْ جَلِيسِهِ

●● حضرت وائلہ بن اسقع لیشی رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ثرید کے اوپری حصے کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: اللہ کا نام لے کر اس کے ارد گرد سے کھاؤ اور اس کے اوپر کی طرف کو رہنے دو کیونکہ اس کے اوپر کی طرف سے برکت آتی ہے۔

3271: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1884

3273: أخرجه ابن ماجه فی "السنن" رقم الحديث: 3285

3274- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي السَّوِّیَةِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ

بْنُ عِكْرَاشٍ عَنْ أَبِيهِ عِكْرَاشِ بْنِ ذُوَيْبٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَفْنَةٍ كَثِيرَةٍ الشَّرِيدِ وَالزُّوْدِ
بِطَبَقٍ فِيهِ أَلْوَانٌ مِنَ الرُّطْبِ فَجَالَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّبَقِ وَقَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ كُلِّ

حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّهُ غَيْرُ لَوْنٍ وَاحِدٍ
••• حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا کھانے کا برتن پیش کیا گیا جس میں بہت زیادہ شرید اور چربی موجود تھی ہم اس میں سے کھانے لگے میں نے اس کے تمام حصوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عکراش ایک طرف سے کھاؤ کیونکہ کھانا ایک ہی ہے (راوی کہتے ہیں:) پھر ہمارے سامنے ایک تھال لایا گیا جس میں مختلف طرح کی کھجوریں تھیں تو نبی اکرم ﷺ کا دست مبارک اس تھال میں مختلف جگہ حرکت کرنے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عکراش اب تم جہاں سے چاہو کھاؤ کیونکہ (کھجوروں کی) قسمیں مختلف ہیں۔
شرح

ایک طرح کا کھانا ہے "کا مطلب یہ ہے کہ جب پورے پیالے میں یکساں قسم کا کھانا ہے اور اس کی ہر طرف ایک ہی طرح کی چیز ہے تو پھر پیالے کی ساری اطراف میں ہاتھ پکانا طمع و حرص کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے یعنی اگر کھانا کئی طرح کا ہو یا ایک ہی ہوتا لیکن پیالے کے ہر حصے میں الگ الگ رنگ ہوتا تو اپنی طبیعت کے میلان کی بناء پر ہر طرف سے کھانا مناسب معلوم ہوتا مگر جب کہ کھانا ایک ہی طرح کا ہے اور یکساں رنگ کا ہے تو پھر ہر طرف ہاتھ دوڑانا معیوب و مکروہ ہے! "جس طرف سے چاہو کھاؤ" میں بظاہر درمیان کی جگہ متشبیہ ہے کیونکہ برکت نازل ہونے کی وہی جگہ ہے۔

اور یہ احتمال بھی ہے کہ درمیان کی جگہ سے نہ کھایا جانا اس کھانے کے ساتھ مخصوص ہو جو ایک رنگ کا ہو اور چونکہ یہاں (کھجور کھانے کی صورت میں) ایک رنگت نہیں تھی اس لئے درمیان میں سے بھی کھجور اٹھا کر کھانے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا گیا ہوا ابن ملک کہتے ہیں کہ اس ارشاد سے یہ مفہوم بھی لیا گیا ہے کہ اگر کھانے کی چیز از قسم میوہ و پھل ہو اور وہ ایک ہی طرح اور ایک ہی رنگ کی ہو تو اس صورت میں برتن کے ہر طرف ہاتھ نہ لپکانا چاہئے۔ جیسا کہ طعام کا حکم ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک برتن میں کھانا مختلف رنگت کا ہو تو صرف اپنے سامنے سے کھانے کی قید نہیں ہوگی بلکہ جس طرف سے جی چاہے کھایا جاسکتا ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ مِنْ ذُرْوَةِ الشَّرِيدِ

یہ باب شرید کے اوپر کی طرف سے کھانے کی ممانعت میں ہے

3275- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحِمَصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ عَزْقٍ الْيَعَصِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِصْعَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّوا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوا ذُرْوَتَهَا يَتَارَكَ فِيهَا

•• حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کے درمیان والے حصے کو چھوڑ دو کیونکہ اس میں برکت نازل ہوتی ہے۔

شرح

ثرید "اس کھانے کو کہتے ہیں جو روٹی کو شوربے میں تیار کیا گیا ہو۔" جمع کا لفظ "جمع کے صیغے کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے سامنے کے کنارے سے کھائے۔ درمیان کے حصے میں برکت کا نازل ہونا اس سبب سے ہے کہ کسی بھی چیز کا درمیانی حصہ اس کے اور حصوں کی بہ نسبت افضل ہوتا ہے لہذا کھانے کے برتن کا درمیانی حصہ ہی اس کا مستحق ہے کہ خیر و برکت کا نزول اس پر ہو اور جب کھانے کا درمیانی حصہ خیر و برکت کے اترنے کی جگہ قرار پایا تو اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ حصہ آخر کھانے تک باقی رہے تاکہ کھانے کی برکت بھی آخر تک برقرار رہے لہذا اپنے سامنے کے کناروں کو چھوڑ کر پہلے درمیانی حصہ پر ہاتھ ڈالنا اور اس کو ختم کر دینا مناسب نہیں ہے۔

پیالہ کے اوپر "سے مراد اس کا درمیانی حصہ ہے اور "اس کے نیچے" سے مراد اس کے کنارے ہیں اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اپنے سامنے سے کھانا چاہئے۔

3276- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ الدَّرَفِسِ حَدَّثَنِی عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي قَسِيمَةَ عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ النَّخَعِيِّ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِ الثَّرِيدِ فَقَالَ كُلُّوا بِسْمِ اللَّهِ مِنْ حَوَالِیْهَا وَاعْفُوا رَأْسَهَا فَإِنَّ الْبَرَکَةَ تَأْتِيهَا مِنْ فَوْقِهَا،

•• حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ثرید کے (درمیانی حصے کے) سرے کو پکڑا اور فرمایا: اللہ کا نام لے کر اس کے آس پاس سے کھانا شروع کرو اور اس کے سرے کو رہنے دو کیونکہ اس (سرے) کے اوپر کی طرف سے اس میں برکت آتی ہے۔

3277- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ الطَّعَامَ فَخُذُوا مِنْ حَافَتَيْهِ وَذَرُوا وَسَطَهُ فَإِنَّ الْبَرَکَةَ تَنْزِلُ فِي وَسْطِهِ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

3275: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3773

3276: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3277: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3772 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1006

”جب دسترخوان رکھا جائے تو آدمی کو اپنے آگے سے کھانا چاہئے، اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کے آگے سے نہیں لینا چاہئے۔“

باب اللقمة اذا سقطت

یہ باب ہے کہ جب کوئی لقمہ نیچے گر جائے

3278- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَقَطَتْ مِنْهُ لُقْمَةٌ فَتَنَاوَلَهَا فَاَمَّا مَا كَانَ فِيهَا مِنْ آذَى فَاتَّخَذَهَا قَتَامُزَ بِهِ الدَّهَالِيُّ فَقِيلَ أَصْلَحَ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةٌ وَبَيْنَ يَدَيْكَ هَذَا الطَّعَامُ قَالَ إِنْ لَمْ أَكُنْ لَأَدْعِ مَا قَبِيضًا مَا كَانَ فِيهَا مِنْ آذَى وَيَأْكُلُهَا وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ

حسن بصری حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ کھانا کھا رہے تھے، اسی دوران ان کا ایک لقمہ نیچے گر گیا، انہوں نے اسے اٹھایا اس پر جو گندگی لگی تھی اسے صاف کیا اور پھر اسے کھالیا، وہاں موجود دیہاتی لوگوں نے ان کی اس حرکت پر ایک دوسرے کو آنکھوں میں اشارے کیے تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ امیر کو ٹھیک رکھے یہ دیہاتی لوگ آپ کے لقمہ اٹھانے کی وجہ سے ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کر رہے ہیں، جب کہ آپ کے سامنے کھانا موجود ہے تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان عجیبوں کی وجہ سے اس چیز کو ترک نہیں کروں گا جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی ربانی سنی ہے، ہم تو اپنے میں سے کسی ایک کو جب اس کا لقمہ گر جاتا تھا تو اسے یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اسے اٹھائے، اس پر جو گندگی لگی ہے اسے صاف کرے اور اسے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

3279- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَتِ اللَّقْمَةُ مِنْ يَدِ أَحَدِكُمْ فَلْيَمْسَحْ مَا عَلَيْهَا مِنَ الْآذَى وَلْيَأْكُلْهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب لقمہ کسی شخص کے ہاتھ سے گر جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس پر لگی ہوئی گندگی کو صاف کر کے اسے کھالے۔“

شرح

اس کو صاف کر کے کھالے ”لیکن اگر وہ لقمہ کسی نجاست و گندگی پر گرا ہو تو اس کو دھو کر کھائے، بشرطیکہ اس کو دھونا ممکن ہو، یا طبیعت اس پر آمادہ ہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو، تو پھر اس کو کتے یا بلی وغیرہ کو کھلا دے۔“ اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے ”یہ یا تو

3278: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3279: اخرجه مسلم في ”الصحيح“ رقم الحديث 5271، رقم الحديث 5272، رقم الحديث 5273

حقیقت پر محمول ہے کہ وہ لقمہ کھاتا ہے، یا یہ کنا یہ ہے اس لقمہ کو ضائع کرنے اور اس کو حقیر جاننے سے، نیز اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایسا کرنا (یعنی اس گرائے ہوئے لقمہ کو حقیر و کمتر جان کر نہ اٹھانا) دراصل متکبر لوگوں کی مشابہت اور ان کی عادت کو اختیار کرنا کیونکہ وہ (متکبر لوگ) گرائے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھانا عار سمجھتے ہیں اور یہ ساری چیزیں (یعنی اس لقمہ کو ضائع کرنا اور اس کو حقیر جاننا اور اس متکبر لوگوں کی عادت اختیار کرنا) شیطانی افعال میں سے ہیں۔ "نیز جب کھانا کھا چکے تو اسے "یا اگرچہ ایک علیحدہ حکم ہے۔ مگر حقیقت میں پہلے حکم سے حاصل ہونے والے مفہوم "متکبر کو ترک کرنے اور تواضع و انکساری کو اختیار کرنے" کو مؤکد کرنے کے لئے ہے کہ کھانا کھا چکنے کے بعد ہاتھ کو دھونے سے پہلے انگلیوں کو چاٹ لیا جائے تاکہ اللہ کے رزق کے تئیں اپنے کامل احتیاج اور تواضع و انکساری کا اظہار ہو اور متکبر و نخوت کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے۔

بَابُ فَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى الطَّعَامِ

یہ باب کھانوں پر ثرید کی فضیلت میں ہے

3280- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ
الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَمَلُ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ
النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ
الطَّعَامِ

•• حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے ہیں، لیکن خواتین میں سے صرف عمران کی صاحبزادی مریم اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہوئی ہیں اور عائشہ کو تمام خواتین پر وہی فضیلت حاصل ہے جو سرید کو تمام کھانوں پر حاصل ہے۔"

3281- حَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَنَّ أَبَا مُسْلِمٍ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ
كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"عائشہ کو تمام خواتین پر وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو تمام کھانوں پر حاصل ہے۔"

3280: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3411، رقم الحديث: 3433، رقم الحديث: 3789، رقم الحديث: 5418، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث:

6222، أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1834، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3857،

3281: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3778، رقم الحديث: 5419، رقم الحديث: 5428، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 6249، رقم الحديث:

6250، أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 3887،

بَاب مَسْحِ الْيَدِ بَعْدَ الطَّعَامِ

یہ باب کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے میں ہے

3282- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيُّ أَبُو الْحَارِثِ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا زَمَانَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَلِيلٌ مَا نَجِدُ الطَّعَامَ فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلٌ إِلَّا أَكْفَيْنَا وَسَوَاعِدُنَا وَالْقَدَامُنَا لَمْ نُصَلِّ وَلَا نَعُوضًا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ غَرِيبٌ لَيْسَ إِلَّا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ

••• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں رہے ہیں ہمیں کھانے کے لیے بہت کم چیزیں ملا کرتی تھیں اور جب کھانے کے لیے کچھ مل جاتا تھا تو ہمارے پاس رومال نہیں ہوتے تھے صرف ہماری ہتھیلیاں، کلائیاں اور پاؤں ہوتے تھے (کھانا کھانے کے بعد) پھر ہم نماز ادا کر لیتے تھے اور از سر نو وضو نہیں کرتے تھے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ روایت غریب ہے اور یہ صرف محمد بن سلمہ سے منقول ہے۔

بَاب مَا يُقَالُ إِذَا فَرَغَ مِنَ الطَّعَامِ

یہ باب ہے کہ کھانے سے فارغ ہونے پر کیا پڑھا جائے؟

3283- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حَبَّاجٍ عَنْ رِيَّاحِ بْنِ عَبِيدَةَ عَنْ مَوْلَى لَاحِظٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ

••• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کھانا کھا لیتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔
”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے مخصوص ہیں جس نے ہمیں کھلایا ہے اور جس نے ہمیں پلایا ہے اور جس نے ہمیں مسلمان بنایا ہے۔“

3284- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا رَفَعَ طَعَامَهُ أَوْ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ الْحَمْدُ

3282: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 5457

3283: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3457

3284: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5458 و رقم الحدیث: 5459 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3849 أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3456

لِلَّهِ خَمْدًا كَثِيرًا طَبْعًا مُبَارَكًا غَيْرَ مُكْهِفٍ وَلَا مُؤَدِّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

• حضرت ابوامامہ باطلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے سب کھانا اٹھالیا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے۔

”ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جو ایسی حمد ہے جو زیادہ ہو یا کمزور ہو برکت والی ہو وہ ایسی نہ ہو کہ اس کے بغیر کفایت کی جاسکے یا اسے ترک کیا جائے یا ہمارا پروردگار اس سے بے نیاز ہو۔“

3285- حَدَّثَنَا حُرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ

عَبْدِ الرَّحِيمِ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ بْنِ أَنَسٍ الْجُعْفِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ طَعَامًا نَفَّانَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

• • سہل بن معاذ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کھا کر یہ پڑھتا ہے۔
”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے مخصوص ہیں جس نے مجھے یہ کھانے کے لیے دیا ہے اس نے مجھے میری کسی ذاتی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے یہ رزق عطا کیا۔“

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) تو اس شخص کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

بَابُ الْاجْتِمَاعِ عَلَى الطَّعَامِ

یہ باب کھانے پر لوگوں کے اکٹھا ہونے میں ہے

3286- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَدَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالُوا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا

وَحِشِيُّ بْنُ حَرْبٍ بْنُ وَحِشِيٍّ عَنْ حَرْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَحِشِيِّ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَأْكُلُونَ مُتَفَرِّقِينَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ يَبَارِكْ لَكُمْ فِيهِ

• • حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگ کھانے کے باوجود میر نہیں ہوتے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید تم الگ الگ ہو کر کھاتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھانے پر اکٹھے ہو جاؤ، اس پر اللہ کا نام لو اس میں تمہارے لیے برکت ہوگی۔

3287- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

دِينَارٍ قَهْرَمَانُ ابْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ

3285: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 4023 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 3458

3286: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3784

3287: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

الْخَطَابِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّوا جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا فَإِنَّ الْبَرَكَتَ مَعَ الْجَمَاعَةِ
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم
 لوگ اکٹھے ہو کر کھاؤ، الگ الگ نہ ہو کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔

بَابُ النَّفْخِ فِي الطَّعَامِ

یہ باب کھانے میں پھونک مارنے کے بیان میں ہے

3288- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُخَارِبِيُّ حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ
 عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْفُخُ فِي طَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ وَلَا يَتَلَقَّسُ
 فِي الْإِنَاءِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کھانے کی چیز میں یا پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارتے
 تھے اور آپ ﷺ برتن میں سانس نہیں لیتے تھے۔
 شرح

پیتے وقت برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے تاکہ بچے جانے والے پانی وغیرہ میں تھوک نہ
 گر جائے اور دوسرے شخص کو اس سے کراہت محسوس نہ ہو، نیز بسا اوقات منہ میں بد بو پیدا ہو جاتی ہے اور اس صورت میں اگر برتن
 میں سانس لیا جائے گا یا پھونک ماری جائے گی تو ہو سکتا ہے کہ اس پی جانے والی چیز میں بد بو پہنچ جائے، علاوہ ازیں پانی میں سانس
 لینا اصل میں چوپایوں کا طریقہ ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر اس پی جانے والی چیز کو ٹھنڈا کرنے کیلئے پھونک مارنے کی
 ضرورت ہو تو اس صورت میں بھی پھونک نہ ماری جائے بلکہ اس وقت تک پینے میں صبر کیا جائے جب تک کہ وہ ٹھنڈی نہ ہو جائے نیز
 اگر پانی میں کوئی تنکا وغیرہ پڑ جائے تو اس کو کسی تنکے وغیرہ سے نکالا جائے، انگلی سے یا پھونک مار کر نہ نکالا جائے کیونکہ اس سے طبیعت
 نفرت و کراہت محسوس کرتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا
 ایک شخص نے (یہ ممانعت سن کر) عرض کیا کہ اگر میں پانی میں تنکے و نکلے پڑے ہوئے دیکھوں (تو کیا کروں؟ کیونکہ اگر پھونک
 نہیں ماروں گا تو وہ تنکے کیسے نکلیں گے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس کو پھینک دو یعنی اوپر سے تھوڑا سا پانی پھینک دو تاکہ
 وہ تنکے وغیرہ نکل جائیں (اور چونکہ وہ شخص پھونک مارنے کی ممانعت سے یہ بھی سمجھا ہو گا کہ اس سے یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ
 پانی پیتے وقت درمیان میں سانس نہ لیا جائے بلکہ ایک ہی سانس میں پانی پیا جائے اس لئے) اس نے عرض کیا کہ "میں ایک دم
 یعنی ایک سانس میں پینے سے سیراب نہیں ہوتا؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "(اس طرح پانی پیو کہ پہلے تھوڑا سا پی کر)

یہ روایت سے ہٹاؤ اور (ہر تن سے باہر) سانس لو (اور پھر ایسے ہی دوسرے اور تیسرے سانس میں باقی پانی پی لو۔"

(ترمذی، داری، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 214)

بَابِ إِذَا آتَاهُ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَلْيُنَاوِلْهُ مِنْهُ

یہ باب ہے کہ جب کسی کا خادم اس کا کھانا لے کر آئے تو وہ اس میں سے اسے بھی کچھ دے

3288- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ لُبًّا مَرْبُوعًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَلْيُجْلِسْهُ فَلْيَأْكُلْ مَعَهُ فَإِنْ أَبِي فَلْيُنَاوِلْهُ مِنْهُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جب کسی شخص کا خادم کھانا لے کر آئے تو اس شخص کو چاہئے کہ اسے (اپنے ساتھ) بٹھائے اور وہ خادم اس کے ساتھ کھانا کھائے اگر اس نے ایسا نہیں کرنا تو وہ اس کھانے میں سے کوئی چیز اسے دیدے۔"

3289- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحَدُكُمْ قَرَّبَ إِلَيْهِ مَمْلُوكُهُ طَعَامًا قَدْ كَلَاهُ عَنَانَهُ وَخَرَّاهُ فَلْيَذْغُهُ فَلْيَأْكُلْ مَعَهُ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيَأْخُذْ لُقْمَةً فَلْيَجْعَلْهَا فِي يَدِهِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جب کسی شخص کا غلام کھانا اس کے آگے رکھے جس غلام نے اس کھانے کی گرمی اور مشقت کو برداشت کیا تھا تو اس شخص کو چاہئے کہ اس غلام کو بلائے اور اپنے ساتھ اسے بھی کھلائے، اگر وہ ایسا نہیں کرنا تو ایک لقمہ لے کر وہ اس کے ہاتھ میں رکھ دے۔"

3290- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُثَنَّى ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ لُصَيْبٍ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْهَجَرِيُّ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ خَادِمُ أَحَدِكُمْ بِطَعَامِهِ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ أَوْ لِيُنَاوِلْهُ مِنْهُ فَإِنَّهُ هُوَ الَّذِي وَلِيَ خَرَّاهُ وَدُخَانَهُ

•• حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کسی شخص کا خادم کھانا لے کر آئے تو اسے اپنے ساتھ بٹھائے اور اس میں سے اسے بھی کچھ کھانے کے لیے دے

3289: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1853

3290: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3291: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

کیونکہ وہ خادم ہی وہ شخص ہے جس نے اس کی گری اور دعویٰ کو برداشت کیا تھا۔

بَابُ الْأَكْلِ عَلَى الْخَوَانِ وَالسُّفْرَةِ

یہ باب خوان اور دسترخوان پر کھانا کھانے کے بیان میں ہے

3292- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ثَوْنِسَ بْنِ أَبِي الْفَرَاتِ الْأَسَدِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا أَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَوَانٍ وَلَا لِي سَكْرَجَةٍ قَالَ لَقَدْ لَمَعَتْ كَانُوا يَأْكُلُونَ قَالَ عَلَى السُّفْرَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کبھی خوان اور سکرجہ پر کھانا نہیں کھایا۔

راوی نے دریافت کیا: پھر لوگ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے تو انہوں نے بتایا: دسترخوان پر۔

3293- حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ الْجُبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَلَى خَوَانٍ حَتَّى مَاتَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کے وصال تک کبھی خوان پر کھانا کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

شرح

خوان "کے معنی دسترخوان کے ہیں، لیکن خوان سے مراد چوکی یا میز ہے جس پر کھانا رکھ کر کھایا جائے تاکہ کھانے میں جھکنا نہ پڑے چنانچہ یہ مال دار عیش پسند متکبر اور غیر اسلامی تہذیب کے حامل لوگوں کا شیوہ ہے کہ وہ میز پر یا چوکی پر کھانا رکھ کر کھاتے ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اس طریقہ سے کھانا پسند نہیں فرمایا۔ سکرجہ "یا جیسا کہ بعض حضرات نے سکرجہ کو زیادہ فصیح کہا ہے کے معنی چھوٹی پیالی یا طشتی کے ہیں جس میں دسترخوان پر چٹنی اچار اور جوارش و مربہ وغیرہ رکھا جاتا ہے اس غرض سے کہ کھانے کے ساتھ اس کو کھاتے جائیں تاکہ بھوک بڑھے کھانے کی طرف رغبت زیادہ ہو اور جو کچھ کھایا جائے ہضم ہو، چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کوئی طشتی یا پیالی نہیں ہوتی تھی جیسا کہ عام طور پر مال دار، عیش پسند اور متکبر لوگوں کے دسترخوان پر ایسی تشریاں رکھنے کا رواج ہے۔ "اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چپاتی پکائی گئی۔" کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو کبھی خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چپاتی پکائی گئی اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چپاتی کھائی، خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پکائی گئی ہو یا دوسروں کے لئے پکائی گئی ہو، جیسا کہ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی چپاتی نہیں کھائی۔

3292 أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 5308 ورم الحدیث: 5415 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1708

3293 أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 5458 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 2362

حضرت شیخ عبدالحق نے کتاب میں اس موقع پر جو قول نقل کیا ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چپاتی نہیں پکائی جاتی تھی لیکن کوئی شخص اپنے چپاتی پکاتا یا پکواتا اور پھر وہ چپاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرما لیتے تھے۔ اس کو کھانے میں سے انکار نہیں فرماتے تھے! مگر یہ آگے آنے والی حدیث کے منافی ہے، جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کی ہے۔ حدیث میں چپاتی کے علاوہ دو چیزوں کی نفی کے بیان کی گئی ہے، ایک تو خوان پر کھانے کی اور دوسری طشتری میں کھانے کی، ان دونوں میں سے طشتری میں کھانے کی نفی کے بیان کے وقت کسی سوال کا کوئی موقع نہ تھا کیوں کہ اس کی نفی مطلق ہے جب کہ خوان پر کھانے کی نفی کے بیان کے وقت سوال کا موقع تھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے تھے آیا خوان کے علاوہ کوئی اور چیز تھی جس پر کھانا رکھا جاتا تھا یا کوئی بھی چیز نہیں ہوتی تھی، چنانچہ یہ سوال کیا گیا اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ دسترخوان پر۔

چنانچہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ کھانے والا جہاں بھی بیٹھے وہاں دسترخوان بچھا کر اس پر کھانا رکھ کر کھائے۔ "وہ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے" سے سائل کی مراد صحابہ کے بارے میں معلوم کرنا تھا کیونکہ صحابہ اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کے پیرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عامل تھے اس لئے صحابہ کے بارے میں سوال کرنا حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کرنا تھا، یا یہ بھی صحیح ہے کہ یا کلون کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ دونوں کی طرف راجع کی جائے۔ روایت کے آخری جز سے ثابت ہوا کہ دسترخوان پر کھانا رکھ کر کھانا سنت ہے اور خالص اسلامی تہذیب ہے، جب کہ خوان (یعنی میز یا چوکی وغیرہ پر) رکھ کر کھانا بدعت اور تکلفات محض میں سے ہے، ہاں اگر میز و چوکی پر کھانے کی صورت میں کسی تکبر و نخوت کی نیت کا فرمانہ ہو، تو پھر مجبوری کے تحت میز و چوکی پر کھانا رکھ کر کھانا بھی جائز ہوگا۔

بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُقَامَ عَنِ الطَّعَامِ حَتَّى يُرْفَعَ وَأَنْ يَكْفَ يَدَهُ حَتَّى يَفْرُغَ الْقَوْمُ

یہ باب ہے کہ اس بات کی ممانعت کہ کھانا اٹھائے جانے سے پہلے جایا جائے

اور یہ کہ لوگوں کے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ روک لیا جائے

3294- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرٍ بْنُ ذَكْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ قُبَيْرِ بْنِ

الزُّبَيْرِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُقَامَ عَنِ الطَّعَامِ حَتَّى يُرْفَعَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کھانے کے اٹھائے جانے سے

پہلے کھانے سے اٹھا جائے۔

3295- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عَدَى عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعْتَ الْمَائِدَةَ فَلَا يَقُومُ

3294: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

وَجَعَلَ حَتَّى تَرْفَعَ الْمَائِدَةَ وَلَا يَرْفَعَ يَدَهُ وَإِنْ شَبِعَ حَتَّى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَلْيَعْلَزْ فَإِنَّ الرَّجُلَ يُجْعَلُ جَلِيسَةً لِبَعْضِ يَدِهِ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ لَهُ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب دسترخوان رکھ دیا جائے تو کوئی شخص اس وقت تک نہ اٹھے جب تک دسترخوان اٹھا نہیں دیا جاتا اور اپنا ہاتھ اس وقت تک (کھانے سے) نہ اٹھائے جب تک حاضرین کھا کر فارغ نہیں ہوتے اگرچہ آدمی سیر ہو چکا ہو تو اسے چاہئے کہ مزید کچھ لقمے لے کیونکہ ایسی صورت میں آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کو شرمندہ کر سکتا ہے تو وہ بھی اپنا ہاتھ کھینچ لے گا حالانکہ ہو سکتا ہے کہ اسے ابھی مزید کھانے کی ضرورت ہو۔“

بَابُ مَنْ بَاتَ وَفِي يَدِهِ رِيحٌ غَمِيرٌ

یہ باب ہے کچھ شخص اس حال میں رات بسر کرے کہ اس کے ہاتھ میں چربی کی بو ہو

3296- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ وَصِيمٍ الْجَعْفَالِيُّ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ ابْنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلُومَنَّ امْرُؤٌ إِلَّا نَفْسَهُ يَبِيتُ وَفِي يَدِهِ رِيحٌ غَمِيرٌ

•• سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کی والدہ جو نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: خبردار! کوئی بھی شخص صرف اپنے آپ کو ملامت کرے جب کہ اس نے اس حال میں رات بسر کی ہو کہ اس کے ہاتھ میں چربی کی بو ہے۔

3297- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَامَ أَحَدُكُمْ وَفِي يَدِهِ رِيحٌ غَمِيرٌ فَلَمْ يَغْسِلْ يَدَهُ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کوئی شخص سو جائے اور اس کے ہاتھ میں چربی کی بو ہو اس نے اپنے ہاتھ کو نہ دھویا ہو اور پھر اسے کوئی نقصان ہو جائے تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

بَابُ عَرَضِ الطَّعَامِ

یہ باب کھانا پیش کرنے کے بیان میں ہے

3298: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3299: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3298- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ابْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ أُمِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ لَعَرَضَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا لَا نَسْتَهِيهِ فَقَالَ لَا تَجْمَعْنَ جُوعًا وَكَلْبًا

• سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، وہ ہمارے سامنے بھی رکھا گیا تو ہم نے کہا ہمیں اس کی خواہش نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔

3299- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ ابْنِ هَلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدَّى فَقَالَ أَذْنُ لِكُلِّ لَقْلُقٍ إِنِّي صَائِمٌ فَمَا لَهْفَ نَفْسِي هَلَا كُنْتُ طِعْمْتُ مِنْ طَعَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو عبد اشہل سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے یہ بات بیان کی وہ کہتے ہیں میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت کھانا کھا رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: آگے ہو جاؤ اور کھاؤ میں نے عرض کی: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے (وہ صاحب کہتے ہیں) اب مجھے اپنے اوپر افسوس ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے کھانے میں سے کھانا کیوں نہیں کھایا؟

بَابُ الْأَكْلِ فِي الْمَسْجِدِ

یہ باب مسجد میں کھانے کے بیان میں ہے

3300- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ وَخَرَّمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ زِيَادٍ الْحَضْرَمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ يَقُولُ كُنَّا نَأْكُلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ

• حضرت عبد اللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد میں روٹی اور گوشت کھا لیا کرتے تھے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہم نے اپنے ہاتھوں کو پانی سے دھویا نہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کھانے میں چکنائی نہیں تھی یا یہ کہ نماز کے لئے ہمیں جلدی تھی اور یا اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے تکلف کو ترک کر کے رخصت (آسانی) پر عمل کرنا چاہا تھا

3298: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3299: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کیوں کہ غیر واجب امور میں کبھی کبھی رخصت پر عمل کر لینا بھی حق تعالیٰ کے نزدیک اسی طرح پسندیدہ ہے جس طرح وہ اکثر اوقات میں عزیمت پر عمل کرنے کو محبوب رکھتا ہے۔

احیاء العلوم میں بعض صحابہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا۔ "کھانے کے بعد ہمارے پاؤں کی پاشنی (ایڑی) ہمارے لئے رومال کا کام دیا کرتی تھی یعنی ہم کھانا کھا کر اپنے ہاتھوں کو اپنے پاؤں کی ایڑیوں سے پونچھ لیا کرتے تھے جیسا کہ رومال سے پونچھا جاتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے الفاظ لم نزد اور مسحاً میں شکلم مع الخیر کا میخذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سب کو شامل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہاں موجود سارے صحابہ نے اپنے ہاتھ کنکریوں سے پونچھے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کھانا پینا جائز ہے اور یہ بات اکثر احادیث میں منقول ہے خاص طور پر مجہوروں اور اس طرح کی دوسری چیزوں کے بارے میں زیادہ منقولات ہیں لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ جواز اس امر کے ساتھ مقید ہے کہ اس کی وجہ سے مسجد میں گندگی وغیرہ پیدا نہ ہو ورنہ (گندگی پیدا ہونے کی صورت میں) مسجد میں کھانا پینا حرام یا مکروہ ہوگا اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے جو شخص اعتکاف کی حالت میں نہ ہو وہ مسجد میں نہ تو کھائے پئے نہ سوئے اور نہ خرید و فروخت کرے کہ یہ مکروہ ہے، ہاں اس مسافر کے لئے اجازت ہے جس کا مسجد کے علاوہ اور کوئی ٹھکانا نہ ہو۔

علماء نے لکھا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ جب مسجد میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے تاکہ یہ چیزیں (مسجد میں کھانا پینا وغیرہ) اس کے لئے مباح بھی ہو جائیں اور اس کو (اعتکاف کا) ثواب بھی مل جائے۔

بَابُ الْأَكْلِ قَائِمًا

یہ باب کھڑے ہو کے کھانے میں ہے

3301- حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ سَلَمٌ بْنُ جُنَادَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ وَنَحْنُ نَمِشِي وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں چلتے ہوئے کھالیا کرتے تھے اور کھڑے ہو کر پی لیا کرتے تھے۔

بَابُ الدُّبَاءِ

یہ باب کدو کے بیان میں ہے

3302- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَنبَأَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

3301: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1888

3302: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقَرْعَ

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کدو کو پسند کرتے تھے۔

3303- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَعَثْتُ مَعِيَ أُمَّ سُلَيْمٍ

بِمَكْتَلٍ لِيهِ رُطَبٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَجِدْهُ وَخَرَجَ قَرِيبًا إِلَى مَوْلَى لَهُ دَعَاهُ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يَأْكُلُ قَالَ لَدَعَائِي لَا كُلْ مَعَهُ قَالَ وَصَنَعَ ثَرِيدَةً بِلَحْمٍ وَقَرْعَ قَالَ فَإِذَا هُوَ يُعْجِبُهُ الْقَرْعُ قَالَ لَنَجْعَلَنَّ أَجْمَعُهُ فَأَذِنِيهِ مِنْهُ فَلَمَّا طَلَعْنَا مِنْهُ رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ وَوَضَعْتُ الْمِكْتَلَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ وَيَقْسِمُ

خَفَى قَرْعٌ مِنْ أَخِيرِهِ

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے میرے ساتھ ایک برتن بھیجا جس میں کھجوریں تھیں، وہ نبی

اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، مجھے نبی اکرم ﷺ نہیں ملے، نبی اکرم ﷺ وہاں قریب موجود اپنے ایک غلام کے ہاں گئے ہوئے تھے جس نے آپ ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا تھا اور آپ ﷺ کی دعوت کی تھی، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اس وقت کھانا کھا رہے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے بھی بلایا تاکہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھاؤں، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس شخص نے گوشت اور کدو کے ذریعے خرید تیار کیا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کدو کو پسند کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تو میں نے کدو اکٹھے کر کے انہیں نبی اکرم ﷺ کے سامنے کرنا شروع کیا، جب ہم لوگوں نے کھانا کھالیا، نبی اکرم ﷺ اپنے گھرواپس تشریف لے گئے تو میں نے کھجوروں کا وہ برتن آپ ﷺ کے سامنے رکھا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں کھانا اور تقسیم کرنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس کی آخری کھجور بھی تقسیم کر دی۔

3304- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ حَكِيمٍ ابْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِيهِ

قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهِنْدَةُ هَذَا الدُّبَاءُ فَقُلْتُ أَيُّ شَيْءٍ هَذَا قَالَ هَذَا الْقَرْعُ هُوَ الدُّبَاءُ لِكَثْرَةِ طَعَامِنَا

•• حکیم بن جابر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ہاں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،

اس وقت آپ ﷺ کے سامنے کدو موجود تھا، میں نے دریافت کیا: یہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کدو ہے، اسے دبّاء بھی کہتے ہیں: ہم اس کے ذریعے اپنے کھانے (یعنی سالن) کو زیادہ کر لیتے ہیں۔

باب اللحم

یہ باب گوشت کے بیان میں ہے

3305- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الْجَلَّالُ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَطَاءٍ الْجَزَرِيُّ حَدَّثَنَا مُسْلِمَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْجُهَنِيُّ عَنْ عَمِّهِ أَبِي مَشْجَعَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ طَعَامِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَأَهْلِ الْجَنَّةِ اللَّحْمُ

•• حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔"

3306- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَطَاءٍ الْجَزَرِيُّ حَدَّثَنَا مُسْلِمَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْجُهَنِيُّ عَنْ عَمِّهِ أَبِي مَشْجَعَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ مَا دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى لَحْمٍ قَطُّ إِلَّا أَجَابَ وَلَا أُهْدِيَ لَهُ لَحْمٌ قَطُّ إِلَّا قَبِلَهُ

•• حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو جب بھی گوشت کھانے کی دعوت دی گئی آپ ﷺ نے ہمیشہ اسے قبول کیا اور جب بھی آپ ﷺ کی خدمت میں گوشت کا تحفہ پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اسے قبول کیا۔

باب أطايب اللحم

یہ باب عمدہ قسم کے گوشت کے بیان میں ہے

3307- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ الْعَبْدِيُّ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّمِيمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بِلَحْمٍ قُرْفَعِ إِلَيْهِ الذَّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجَبُ فَهَسَ مِنْهَا

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا پھر آپ ﷺ کے سامنے دستی کا گوشت پیش کیا گیا جسے آپ ﷺ پسند بھی کرتے تھے تو آپ ﷺ نے اسے دانت سے بوجھ کر کھایا۔

3305: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3306: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3307: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3348 ورقم الحديث: 4712 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 479 أخرجه الترمذی فی

"الجامع" رقم الحديث: 1837 ورقم الحديث: 2434

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تکلفی و سادگی اور تواضع کے سبب دست کی ہڈیوں سے گوشت کو دانتوں کے ذریعہ نوج نوج کر کھایا، چنانچہ اس طرح گوشت کھانا مستحب ہے۔ طبی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست کے گوشت کو پسند کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ اچھی طرح گل جاتا ہے جلد ہضم ہوتا ہے اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے یا اس پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ دست کا گوشت نجاست کی جگہوں (جیسے آنت وغیرہ) سے دور ہوتا ہے۔

شاکل ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت منقول ہے کہ دست کا گوشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند نہیں تھا لیکن چونکہ آپ کو گوشت مدت کے بعد (کبھی کبھی) میسر آتا تھا اور دست کا گوشت جلدی گل جاتا ہے اس لئے آپ دست کے گوشت کو پسند فرماتے تھے۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مزیدار اور زیادہ پسند آنے والا گوشت، پشت کا گوشت ہے۔"

3308- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنِی شَيْخٌ مِّنْ قَهْمٍ قَالَ وَاطْنَةُ يُسْمَى مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ يُحَدِّثُ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَقَدْ نَحَرَ لَهُمْ جَزُورًا أَوْ بَعِيرًا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالْقَوْمُ يُلْقُونَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّحْمَ يَقُولُ أَطِيبُ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ

● حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو یہ بتا رہے تھے، ایک مرتبہ ان لوگوں نے ایک اونٹ ذبح کیا، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، اس وقت نبی اکرم ﷺ کے لیے گوشت ڈالنے لگے تھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پاکیزہ گوشت پشت کا ہوتا ہے۔

بَابُ الشَّوَاءِ

یہ باب گوشت کو بھوننے کے بیان میں ہے

3309- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا أَعْلَمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَاءً مَسِيطًا حَتَّى لِيَحِقَّ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

● حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ علم نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے تک کبھی بھی ہوئی بکری دیکھی ہو۔

3310- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا رَفَعَ مِن بَيْنِ يَدَيَّ

3308: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3309: أخرجه البخاری فی "الصَّحیح" رقم الحدیث: 2385 و رقم الحدیث: 6457 أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3338

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ شِوَاءٍ قَطُّ وَلَا حُمِلَتْ مَعَهُ طِفِيسَةٌ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامنے سے کبھی بھی بھی بھنا ہوا گوشت بچا ہوا نہیں اٹھایا گیا اور نہ ہی آپ ﷺ کے ساتھ چٹائی اٹھائی گئی۔

3311- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ زَيْلِجٍ فِي الْمَسْجِدِ لَحْمًا قَدْ شُوِيَ فَمَسَحْنَا أَيْدِينَا بِالْحَصْبَاءِ ثُمَّ قُمْنَا نُصَلِّي وَلَمْ نَتَوَضَّأْ

•• حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد میں کھانا کھایا جو بھنا ہوا گوشت تھا، ہم نے ننگریوں کے ذریعے اپنے ہاتھ صاف کیے، پھر ہم اٹھے اور نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی، آپ ﷺ نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

بَابُ الْقَدِيدِ

یہ باب گوشت کے خشک ٹکڑوں کے بیان میں ہے

3312- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي عَالِيَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَكَلَّمَهُ فَبَعَلَ قُرْعَةً فَرَأَيْتُهُ فَقَالَ لَهُ هَوْنٌ عَلَيْكَ فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِسْمَاعِيلُ وَخَذَهُ وَصَلَهُ

•• حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ ﷺ کے ساتھ بات چیت کی تو اس کے اعضاء پر کچھی طاری ہو گئی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اطمینان رکھو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں میں ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت کے خشک ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: صرف اسماعیل نامی راوی نے اس روایت کو موصول حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

3313- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَابِسٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كُنَّا نَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَيَاكُلُهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْأَضَاحِيِّ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ پائے رکھ لیا کرتے تھے تو نبی اکرم ﷺ قربانی کے 15 دن بعد نہیں

3310: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3311: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3312: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ الْكَبِدِ وَالطَّحَالِ

یہ باب جگر اور تلی کے بیان میں ہے

3314 - حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحِلَّتْ لَكُمْ مَيْتَانِ وَدَمَانِ فَأَمَّا الْمَيْتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطَّحَالُ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تمہارے لیے دو طرح کے مردار اور دو طرح کے خون حلال کیے گئے ہیں جہاں تک دو مرداروں کا تعلق ہے تو وہ مچھلی اور مڈی دل ہے اور جہاں تک دو خونوں کا تعلق ہے تو وہ جگر اور تلی ہے۔"

بَابُ الْمِلْحِ

یہ باب نمک کے بیان میں ہے

3315 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ أَبِي عِيْسَى عَنْ رَجُلٍ أَرَاهُ مُوسَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ إِذَا مِلَّكُمْ الْمِلْحُ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمہارے سالن کا سردار نمک ہے۔"

شرح

نمک کو "بہترین سالن" اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ وہ کم سے کم محنت اور بڑی آسانی کے ساتھ دستیاب ہو جاتا ہے اور قناعت کا سب سے قریبی ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے اکثر عارفین اور اہل اللہ نمک ہی پر قناعت کرتے تھے، اس اعتبار سے یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ سید الادم فی الدنیا والاخرۃ اللحم (یعنی دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قیمتی چیز گوشت ہے)۔

بَابُ الْإِئْتِدَامِ بِالْخَلِّ

یہ باب سرکہ کو سالن کے طور پر استعمال کرنے میں ہے

3316 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْخَوَارِزْمِيِّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ

عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْمُ الْإِدَامُ الْخَلُّ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بہترین سالن سرکہ ہے۔

3317- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ مُعَارِبِ بْنِ دِقَارٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْمُ الْإِدَامُ الْخَلُّ

•• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "بہترین سالن سرکہ ہے۔"

3318- حَدَّثَنَا الْعَاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدَّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبَّسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَادَانَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أُمُّ سَعْدٍ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ وَأَنَا عِنْدَهَا فَقَالَ هَلْ مِنْ خَدَاءٍ قَالَتْ عِنْدَنَا خُبْزٌ وَتَمْرٌ وَخَلٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْمُ الْإِدَامُ الْخَلُّ اللَّهُمَّ بَارِكْ فِي الْخَلِّ فَإِنَّهُ كَانَ إِدَامَ الْأَنْبِيَاءِ قَلِيلًا وَلَمْ يَفْتَقِرْ بَيْتٌ فِيهِ خَلٌّ

•• سیدہ ام سعد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، اس وقت میں بھی ان کے پاس موجود تھی، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا کچھ کھانے کے لیے ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ہمارے پاس تو روٹی اور کھجور ہے یا سرکہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے اور "اے اللہ! سرکہ میں برکت پیدا کر کیونکہ یہ مجھ سے پہلے انبیاء کا سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ موجود ہو تو وہاں کے لوگ غریب نہیں ہوتے۔"

بَابُ الزَّيْتِ

یہ باب زیتون کے تیل کے بیان میں ہے

3319- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّيْمُوا بِالزَّيْتِ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ

•• حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "زیتون کے تیل کو سالن بناؤ اور اسے لگاؤ کیونکہ یہ بابرکت درخت سے نکلا ہے۔"

3320- حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْبُدٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ

3316: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5318، ورم الحديث: 5319، أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1848

3317: أخرجه ابوداود في "السنن" رقم الحديث: 2820، أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1842

3318: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3319: أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1851، ورم الحديث: 1852

مَا مَرْبُورَةٌ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتِ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”زیتون کا تیل کھایا کرو اور
اسے جسم پر بھی لگایا کرو کیونکہ یہ برکت والا ہے۔“

شرح

زیتون "بابرکت درخت اس اعتبار سے ہے کہ اس میں بہت زیادہ خیر و برکت اور منافع ہیں چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت
رَاللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور: 35) میں جس درخت کو "شجرہ مبارک" کہا گیا ہے اس سے زیتون ہی کا درخت مراد
ہے جس کی سب سے عمدہ قسم ملک شام میں پیدا ہوتی ہے نیز سورت والتین والزیتون میں اللہ تعالیٰ نے اس درخت کی قسم کھائی
ہے۔ عرب کے لوگ خصوصاً اہل شام اس درخت کے بیٹھے تیل کو کھانے کے مصرف میں لاتے ہیں اور اس کے کڑوے تیل کو چراغ
وغیرہ میں جلانے کے کام میں لاتے ہیں۔ طبی طور پر یہ ثابت ہے کہ جسم پر زیتون کے تیل کی مالش کرنے سے جسم کو بہت زیادہ
فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

زیتون کا معنی اور اس کے طبی فوائد کا بیان

زیتون مشہور پھل ہے، یہ زیادہ تر بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں میں پیدا ہوتا ہے، مثلاً یونان، فلسطین اور اسپین وغیرہ، اس کا پھل
قدرے کیلا ہوتا ہے، اس سے تیل نکالا جاتا ہے جس کو روغن زیتون کہتے ہیں، روغن زیتون جوڑوں کے درد میں مفید ہے، قرآن مجید
میں زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا ہے۔

(المومن: ۲۰) اور وہ درخت جو طور پینا پہاڑ سے نکلات ہے، جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔

زیتون کا تیل سالن کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، سالن پر صمغ کا اطلاق فرمایا ہے صمغ کا معنی رنگ ہے اور روئی سالن کے
ڈوبنے سے رنگیں ہو جاتی ہے، طور سینا اور اس کے قرب و جوار کے علاقہ میں عمدہ قسم کا زیتون پیدا ہوا ہے۔

زیتون کے متعلق حسب ذیل حدیث ہے۔

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا
ہے: زیتون کی مسواک کیا خوب ہے، وہ مبارک درخت کی ہے، وہ بدبو کو زائل کرتی ہے اور منہ کو خوشبودار کرتی ہے، یہ میری مسواک
ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مسواک ہے۔ (المجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۸۲، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا، اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(حاشیہ الکشاف ج ۴ ص ۷۷۳)

والتین والزیتون کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: التین سے مراد

حضرت نوح علیہ السلام کی مسجد ہے، جو جودی پر بنی ہوئی تھی، اور زیتون سے مراد مسجد بیت المقدس ہے۔ ضحاک نے کہا: اتین مسجد حرام ہے اور الزیتون مسجد اقصیٰ ہے۔ ابن زید نے کہا اتین مسجد دمشق ہے اور الزیتون مسجد بیت المقدس ہے، قتادہ نے کہا: اتین دمشق کا پہاڑ ہے اور الزیتون ذبیت المقدس کا پہاڑ ہے اور محمد بن کعب نے کہا: اتین اصحاب الکہف کی مسجد ہے اور الزیتون مسجد ایلیاء ہے، کعب الاحبار اور عکرمہ نے کہا، اتین دمشق ہے اور الزیتون بیت المقدس ہے، الثریانی نے کہا: اتین حلوان سے ممدان تک کے پہاڑ میں اور الزیتون شام کے پہاڑ ہیں، ان کو طور زینا اور طور تینا کہا جاتا ہے، عکرمہ سے ایک روایت ہے کہ اتین اور الزیتون شام کے دو پہاڑ ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ اتین اور الزیتون ذ سے مراد انجیر اور زیتون کے درخت ہیں اور ان سے مسجد یا شہر مراد لیا مجاز ہے اور بغیر ضرورت کے قرآن مجید کے الفاظ کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، انجیر کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ اس درخت کے پتوں سے حضرت آدم (علیہ السلام) نے اپنے بدن کو ڈھانپا تھا، قرآن مجید میں ہے۔

تَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وُرْقِ الْجَنَّةِ (الاعراف: ۲۲) وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے درخت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔ اور وہ انجیر کے درخت کے پتے تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ انجیر کا درخت بہت خوبصورت ہے اور اس کا پھل لذیذ اور خوش ذائقہ ہے۔ زیتون کے درخت کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اس درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَوْ قُطِرَ مِنْ شَجَرَةٍ مُبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ (الزور: ۳۵) وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو۔ اس آیت میں حضرت ابراہیم کو زیتون کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے۔ اکثر شام کے لوگ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں، اور اسی سے سالن پکاتے ہیں اور پیٹ کے امراض میں اس کو استعمال کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو کیونکہ وہ مبارک درخت سے ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸۵۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۲۰) (الجامع لاحکام القرآن ج ۲۰ ص ۱۰۰-۹۹ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

بَابُ اللَّبَنِ

یہ باب دودھ کے بیان میں ہے

3321- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرَيْدٍ الرَّاسِبِيِّ حَدَّثَنِي مَوْلَانِي أُمُّ سَالِمٍ الرَّاسِبِيَّةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى بِلَبَنِ قَالَ بَرَكَهٌ أَوْ بَرَكَتَانِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب دودھ پیش کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

3321: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ موقوف ہیں۔

نہی برکت ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) یہ دو برکتیں ہیں۔

3372- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطْعَمَهُ اللَّهُ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَارْزُقْنَا خَيْرَ اقْنَنَهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللَّهُ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَارْزُقْنَا مِنْهُ فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ مَا يُجْزَى مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنُ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کچھ کھانا نصیب کرے تو وہ یہ پڑھے۔

”اے اللہ! تو اس میں ہمارے لیے برکت کر دے اور ہمیں اس سے بہتر رزق عطا کر۔“

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ دودھ پینے کا موقع دے تو وہ یہ دعا مانگے۔

”اے اللہ! تو اس میں ہمارے لیے برکت کر دے اور ہمیں اس میں سے رزق عطا کر اور ہمیں یہ مزید عطا کر۔“

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) ”میرے علم کے مطابق ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں کی جگہ کافی ہو، صرف

دودھ کی یہ خصوصیت ہے۔“

بَابُ الْحُلُوءِ

یہ باب حلوے کے بیان میں ہے

3323- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحُلُوءَ وَالْعَسَلَ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ کو حلوہ اور شہد پسند تھا۔

شرح

عربی میں حلوآء (مد کے ساتھ) اور حلواء (قصر کے ساتھ) دونوں کا اطلاق اس میٹھی چیز پر ہوتا ہے جو میٹھا اور چکنائی کے ذریعہ بنے، جس کو اردو میں حلوہ کہا جاتا ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مطلق یعنی ہر میٹھی چیز کو حلوہ کہتے ہیں اس صورت میں الحلواء کے بعد والعسل کا ذکر تخصیص بعد تقسیم کے طور پر ہوگا (یعنی پہلے تو حلوہ کا ذکر کیا) جو ایک عام لفظ ہے اور جس کے حکم میں شہد

3322: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

3323: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5431، رقم الحدیث: 5599، رقم الحدیث: 5814، رقم الحدیث: 5882، رقم الحدیث: 6972، أخرجه مسلم فی

"الصحيح" رقم الحدیث: 3884، أخرجه ابوداؤد فی "المسنن" رقم الحدیث: 3715، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1831

بھی داخل ہے، لیکن پھر بعد میں خاص طور پر شہد کو بھی ذکر کر دیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میٹھی چیز کو بہت پسند کرنا طبعی خواہش کی زیادتی کی بنا پر نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر میٹھی چیز کھانا پسند فرماتے ہوں بلکہ "بہت پسند کرنے" کا مطلب محض یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان پر میٹھی چیز آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اتنی رغبت کے ساتھ تناول فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرغوب ہے۔

بَابُ الْقِثَاءِ وَالرُّطْبِ يُجْمَعَانِ

یہ باب گکڑی اور تر کھجور ملا کر کھانے کے بیان میں ہے

3324- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ أُمِّي تُعَالِجُنِي لِلشَّيْءِ تُرِيدُ أَنْ تَدْخِلَنِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا اسْتَطَاعَ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى أَكَلْتُ الْقِثَاءَ بِالرُّطْبِ فَسَمِنْتُ كَأَحْسَنِ سَمْنَةٍ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میری رخصتی سے پہلے میری والدہ مجھے مونٹا کرنا چاہ رہی تھیں، ان کا یہ ارادہ تھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میری رخصتی ہو (تو اس وقت میری صحت بہتر ہو) لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکا جب تک میں نے گکڑی اور تر کھجوریں ملا کر کھانا نہیں شروع کیں، اس کے بعد پھر میں اچھی خاصی صحت مند ہو گئی تھی۔

شرح

گکڑی اور کھجور کو ملا کر کھانے کی صورت یا تو یہ تھی، کہ دونوں کو ملا کر ایک ساتھ منہ میں رکھتے اور کھاتے تھے، یا یہ کہ پہلے ایک کھجور منہ میں رکھ لیتے اور پھر ایک گکڑی کا رکھتے اور دونوں کو ساتھ کھاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو ملا کر اس لئے کھاتے کہ دونوں مل کر معتدل ہو جائیں کیوں کہ کھجور میں حرارت ہوتی ہے اور گکڑی میں برودت اور مرکبات کی سب سے بڑی اصل اعتدال ہے کہ معتدل چیز تعدیل مزاج کی باعث بھی ہوتی ہے اور بہت زیادہ نفع بھی بخشتی ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایک وقت میں کھانے کی دو چیزوں کو غذا بنانا، یا کھانے پینے میں وسعت و فراخی اختیار کرنا، یعنی کھانے کی ایک سے زائد چیزیں تیار کرنا اور کھانا جائز ہے، چنانچہ اس کے جواز کے بارے میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ جن علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ کھانوں کی زیادہ مقدار و قسمیں تیار کرنا اور کھانا اور عمدہ اقسام و انواع کے کھانوں کو غذا بنانا بطور عادت اختیار کیا جائے اور کھانے کی اس تنوع و کثرت کی بنیاد کسی دینی مصلحت و فائدے کے بجائے محض لذت کام و دہن اور حصول عیش پر ہو۔

3325- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ وَاسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ

3324: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

عن عبد الله بن جعفر قال رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل القثاء بالوطب
 حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کھجور کو تربوز کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔
 3326- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعُمَرُو بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَتْقُوبُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ الْمَدَنِيُّ
 عن أبي حازم عن سهل بن سعد عن النبي صلى الله عليه وسلم يأكل الرطب بالبطيخ
 حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ تربوز کے ساتھ کھجوریں کھالیا کرتے تھے۔

باب التمر

یہ باب کھجور کے بیان میں ہے

3327- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْخَوَارِجِيِّ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ
 هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتٌ لَا تَمْرِ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس گھر میں کھجوریں موجود نہ ہوں
 اس گھر والے بھوکے ہوتے ہیں۔

3328- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَدَيْنِكَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُبَيْدِ
 اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ جَدِّهِ سَلَمَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْتٌ لَا تَمْرِ فِيهِ كَالْبَيْتِ لَا طَعَامَ فِيهِ
 علی بن ابورافع اپنی دادی سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس گھر میں
 کھجوریں نہ ہوں، اس کی مثال ایسے گھر کی طرح ہے جس میں کھانے کے لیے کچھ نہ ہو۔

باب إِذَا أُتِيَ بِأَوَّلِ الثَّمَرَةِ

یہ باب ہے کہ جب موسم کا پہلا پھل آئے (تو کیا کیا جائے؟)

3329- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَيَتْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ

3329: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5448. أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5298. أخرجه ابوداؤد فی

"السنن" رقم الحديث: 3835. أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1844.

3326: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3326: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3327: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5394. أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3831. أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1815.

3329: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3322.

أَخْبَرَنِي سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُتِيَ بِأَوَّلِ الثَّمَرَةِ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَفِي إِعْمَارِنَا وَفِي مِلْدَانِهَا وَفِي صَاعِنَا بِرَكَّةً مَعَ بَرَكَةٍ ثُمَّ يُنَاقِلُهَا أَصْفَرَ مَنْ يَحْضُرُهُ مِنَ الْوُلَدَانِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں موسم کا پہلا پھل لایا جاتا تو آپ ﷺ دعا مانگتے:

”اے اللہ ہمارے اس شہر میں، ہمارے بچوں میں، ہمارے مد میں اور ہمارے صانع میں ہمارے لیے برکت نصیب کر ایسی برکت جو دوسری برکت کے ساتھ ہو۔“

پھر نبی اکرم ﷺ وہاں موجود سب سے کم سن بچے کو وہ پھل دے دیتے تھے۔

بَابُ أَكْلِ الْبَلَحِ بِالتَّمْرِ

یہ باب کچی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھانے میں ہے

3330- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ قَيْسٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ كُلُوا الْخَلْقَ بِالْجَدِيدِ لِإِنَّ الشَّيْطَانَ يَغْضَبُ وَيَقُولُ بَقِيَ ابْنُ آدَمَ حَتَّى أَكَلَ الْخَلْقَ بِالْجَدِيدِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کچی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھاؤ، پرانی کھجوروں کو تازہ کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھاؤ کیونکہ اس سے شیطان غضبناک ہوتا ہے اور یہ کہتا ہے، آدم کا بیٹا اس وقت تک باقی رہے گا جب تک وہ پرانی کھجوروں کو تازہ کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھاتا رہے گا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ قِرَآنِ التَّمْرِ

یہ باب ہے کہ (کسی کے ہاں کھاتے ہوئے) دو کھجوریں ایک ساتھ کھانے کی ممانعت

3331- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْرَنَ الرَّجُلُ بَيْنَ الثَّمَرَتَيْنِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی اپنے ساتھیوں سے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی اپنے ساتھیوں سے

3339: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3331: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 2455، ورقم الحديث: 2489، ورقم الحديث: 2498، وأخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5448.

5301 'ورقم الحديث 5302' ورقم الحديث: 5203 'اخرج ابو داود في "السنن" رقم الحديث: 3124 'اخرج الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1814

اجازت لیے بغیر دو کھجوریں ایک ساتھ کھائے۔

شرح

امام جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ اس ممانعت کا تعلق اس وقت سے تھا، جب کہ مسلمان فقر و افلاس اور تنگی معاش میں مبتلا تھے، لیکن جب انہیں اللہ نے معاش میں وسعت و فراخی اور خوشحالی عطا فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے ذریعہ ممانعت منسوخ ہو گئی کہ۔ "میں تمہیں کھجوروں کو جمع کرنے سے (یعنی ایک سے زائد کھجوروں کو ایک ساتھ کھانے سے) منع کرتا تھا، مگر اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق کی وسعت و فراخی عطا فرمائی ہے تو جمع کرو، یعنی اگر تم اب ایک سے زائد کھجوریں ایک ساتھ کھاؤ تو یہ حرام یا مکروہ نہیں ہوگا۔

لیکن اس سلسلے میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر چند لوگ کسی بھی کھانے کی چیز اپنی غذائی ضرورت میں صرف کرنے کا مشترکہ طور پر یکساں حق رکھتے ہوں اور ان کی طرف سے اس چیز کو خرچ سے مقرر مقدار سے زیادہ کھانے پر پابندی نہ ہو تو اس صورت میں بھی مروت و ادب کا تقاضا بہر حال یہی ہوگا کہ ایسا نہ کیا جائے (یعنی دوسرے ساتھیوں سے زیادہ کھانے مقررہ مقدار سے تجاوز کرنے کی کوشش نہ کی جائے کہ یہ کھانے کے آداب کے بھی منافی ہے اور مروت کے بھی خلاف ہے ہاں اگر تمام ساتھی ایسا کرنے کی صریح اجازت دے دیں یا کوئی ایسی چیز ہو جو ان کی طرف سے اجازت پر دلالت کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، لہذا سابقہ ممانعت کا تعلق دونوں صورتوں (یعنی حالت فقر و افلاس اور شرکت) سے ہوگا اور اباحت و استثناء کا تعلق شرکت کے علاوہ دوسری صورت سے ہوگا۔

3332- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْخَزَّازُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ سَعْدٌ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُعْجِبُهُ حَدِيثُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ بِغَيْرِ التَّمْرِ

•• حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام "سعد" جو نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے اور نبی اکرم ﷺ ان کی باتوں کو پسند کرتے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ملا کر کھانے سے منع کیا ہے (راوی کہتے ہیں) یعنی کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع کیا ہے۔

بَابُ تَفْتِيشِ التَّمْرِ

یہ باب کھجوریں تلاش کرنے میں ہے

3333- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا أَبُو قَتِيبَةَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ

3332: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3333: آخر جہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3332 و رقم الحدیث: 3333

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْدِي بَعْمَرِ عَتِيقٍ فَيَجْعَلُ يَغْتَسِلُهُ
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ کی خدمت میں عمرو
 کھجوریں لائی گئیں نبی اکرم ﷺ نے انہیں تلاش کرنا شروع کیا۔

بَابُ التَّمْرِ بِالزُّبْدِ

یہ باب پنیر کے ساتھ کھجور کھانے کے بیان میں ہے

3334- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ
 بُسْرِ السُّلَمِيِّ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْنَا نَعْتَهُ لَطِيفَةً لَنَا صَبَّأَهَا لَهُ صَبًّا
 فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ الْوَحْيَ فِي بَيْتِنَا وَقَدْ مَنَّا لَهُ زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سليم بن عامر نے بسر کے دو صاحبزادوں کا یہ بیان نقل کیا ہے، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو
 ہم نے آپ ﷺ کے نیچے ایک بڑی چادر بچھائی، ہم نے اس پر پانی کا چھڑکاؤ کر دیا تھا، نبی اکرم ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے،
 اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھر میں آپ ﷺ پر وحی نازل کی، ہم نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پنیر اور کھجوریں پیش کیں، نبی
 اکرم ﷺ پنیر کو پسند کرتے تھے۔

شرح

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی پنیر اور پوستین یا گور خر کے بارے میں پوچھا
 گیا (کہ یہ چیزیں حلال ہیں یا حرام ہیں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (حلت وحرمت کے سلسلے میں یہ اصول مد نظر رکھو
 کہ) حلال وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے (یعنی جس کا حلال ہونا قرآن کریم میں بیان فرمایا
 ہے) اور حرام وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس چیز سے سکوت فرمایا (یعنی جس کو نہ حلال فرمایا
 نہ حرام) وہ اس قسم سے ہے جس کو معاف رکھا گیا ہے (یعنی اس کے استعمال کرنے کو مباح رکھا ہے) اس روایت کو ابن ماجہ اور
 ترمذی نے نقل کیا ہے اور (ترمذی نے) کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 162)

گھی کے بارے میں تو اس لئے پوچھا گیا کہ بظاہر ابتداء اسلام میں بعض لوگوں کو اس کے حلال ہونے میں شبہ ہوا ہوگا۔ پنیر کا
 معاملہ بذات خود محل اشتباہ و سوال تھا کیونکہ اس زمانہ میں وہ چستہ (یعنی اونٹ یا بکری کے اوجھ) کے ذریعہ بنتا تھا تیسری چیز جس کے
 بارے میں سوال کیا گیا فراء تھی۔ اس لفظ فراء کے بارے میں اکثر شارحین نے کہا ہے کہ یہ فرئی کی جمع ہے جس کے معنی گور خر کے

ہیں۔ اور بعضوں نے اس کو فرد کی جمع کہا ہے جس کے معنی پوتین (جالور کی کھال کے کوٹ) کے ہیں۔ اسی لئے ترمذی نے اس روایت کو باب اللہاس میں نقل کیا ہے۔

اس صورت میں کہا جائے گا کہ فراء کے بارے میں سوال کفار کے عمل سے اجتناب کرنے کے جذبہ سے کیا گیا تھا، کیونکہ وہ (کفار) مردار کی کھال کو دباغت دیئے بغیر اس کی پوتین بنایا کرتے تھے۔ "اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ چیزیں حرام ہیں جن کے حرام ہونے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے یا اس آیت کریمہ آیت (وَمَا إِلَکُمُ الرَّسُولُ فَغُذُوهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَأْتُوا، الحشر: 57) کے ذریعہ بطریق اجمال بیان کیا ہے یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے تاکہ ان اکثر چیزوں کے بارے میں اشکال پیدا نہ ہو جو حرام ہیں مگر ان کی حرمت کتاب اللہ میں صراحت کے ساتھ بیان نہیں ہوئی ہے بلکہ ان کا حرام ہونا احادیث نبوی کے ذریعہ ثابت ہے۔

حدیث کا آخری جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام چیزیں اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہیں لہذا جن چیزوں کو شریعت نے حرام قرار نہیں دیا ہے وہ مباح ہوں گی۔ "یہ حدیث موقوف ہے" کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرت سلمان کا اپنا قول ہے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ چنانچہ فن حدیث کی اصطلاح میں صحابہ کے قول و فعل کو موقوف کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو مرفوع کہتے ہیں۔

بَابُ الْخَوَارِی

یہ باب میدے کے آٹے کے بیان میں ہے

3335- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ هَلْ رَأَيْتَ النَّفْقَى قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّفْقَى حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَلْ كَانَ لَهُمْ مَنَاعِلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا رَأَيْتُ مَنَعْلًا حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَكَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنَعُولٍ قَالَ نَعَمْ كُنَّا نَنْفَعُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ لَرِثَانَاهُ

••• عبدالعزیز بن ابوحازم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ نے چھنا ہوا آٹا دیکھا ہے، انہوں نے جواب دیا: میں نے اس وقت تک چھنا ہوا آٹا نہیں دیکھا تھا جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہو گیا، میں نے دریافت کیا: کیا ان لوگوں کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے اس وقت تک چھلنی نہیں دیکھی جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہو گیا، میں نے دریافت کیا: پھر آپ لوگ چھانے بغیر "جو" کس طرح کھا لیا کرتے تھے، انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، ہم اس پر پھونک مارتے تھے تو اس

میں سے جو چیز اڑنی ہوتی تھی وہ اڑ جاتی تھی جو باقی بچتی تھی ہم اسے پانی میں بھگو دیتے تھے۔
شرح

اللہ تعالیٰ نے جب سے رسول بنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے۔ الخ۔ عسقلانی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ذریعہ اس زمانہ کو ذکر کرنے سے احتراز کیا ہے، جو مرتبہ رسالت پر فائز ہونے سے پہلے گزرا تھا اور اس احتراز کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو مرتبہ ملک شام کا تجارتی سفر اختیار فرمایا تھا وہ ابشت رسالت کے قبل کے زمانہ ہی کا واقعہ ہے۔

اور اس سفر کے دوران بخیرہ راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے یہاں دعوت کھائی اور چونکہ وہاں کے لوگ خوش حال و مالدار تھے اس لئے بظاہر یہ امکان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یہاں چیزیں ضرور دیکھی ہوں گی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت رسالت کے بعد سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک جو زمانہ گزارا وہ تنگی معاش اور اقتصادی زبوں حالی کے لئے مشہور و معروف ہے ظاہر ہے کہ اس میں ایسی چیزوں کا کیا ذکر تھا۔ یہ حدیث دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ طبیعت اور بے تکلف زندگی کی واضح غماز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کھانے پینے کا اتنا اہتمام بھی عزیز نہیں تھا، جتنا مالی طور پر ایک معمولی حیثیت کے انسان کے یہاں بھی ہوتا ہے اور یہی وہ بنیادی سبق ہے جو ہمیں یہ بتاتا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کی طرف متوجہ رہنا محض مقصد آشتاء، بے وقوف اور غافل لوگوں کا شیوہ زندگی ہے۔

3336 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَثِيبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَخْبَرَنِي بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ أَنَّ حَنْشَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ أَيْمَنَ أَنَّهَا غَرَبَتْكَ دَفِيقًا فَصَنَعَتْهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِيفًا فَقَالَ مَا هَذَا قَالَتْ طَعَامُ نَصْنَعُهُ بِأَرْضِنَا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَصْنَعَ مِنْهُ لَكَ رَغِيفًا فَقَالَ رَغِيفٌ فَبِئْسَ لِمَنْ أَغْنَيْنِي
سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے آٹا چھان کر نبی اکرم ﷺ کے لیے روٹی تیار کی، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ کھانا ہے جو ہم اپنے علاقے میں بناتے ہیں تو مجھے یہ اچھا لگا کہ میں اس میں سے آپ ﷺ کے لیے بھی روٹی بناؤں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس میں جو کچھ نکالا ہے) وہ اس میں واپس ڈال دو، اور پھر اسے گوندھو۔

3337 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو الْجَمَاهِرِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بِشِيرٍ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِيفًا مَحَوَّرًا بِوَاحِدٍ مِنْ عَيْنَيْهِ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ

3336: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3337: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی دونوں مبارک آنکھوں کے ذریعے کبھی کوئی ایک روٹی بھی ایسی نہیں دیکھی جس کے آٹے کو بار بار چھانا گیا ہو، یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

باب الرُقَاقِ

یہ باب باریک چپاتیوں کے بیان میں ہے

3338- حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْرٍ عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ النَّحَّاسُ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي قَالَ زَادَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَوْمَهُ يَعْنِي قَرِيبَةً أَظَنَّهُ قَالَ بِنَا قَاتُوهُ بِرُقَاقٍ مِّنْ رُقَاقٍ الْأَوَّلِ فَكَبَّيْ وَقَالَ مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا بِعَيْنِهِ قَطُّ

ابن عطاء اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی قوم یعنی ان کی بستی میں آئے، راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے اس جگہ کا نام ”ینا“ تھا، ان لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں باریک چپاتیاں پیش کیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے اپنی آنکھوں کے ذریعے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔

3339- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ إِسْحَاقُ وَخَبَّازُهُ قَائِمٌ وَقَالَ الدَّارِمِيُّ وَخِوَانُهُ مَوْضُوعٌ نَقَالَ يَوْمًا كُلُّوْا فَمَا أَعْلَمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَغِيفًا مُرَقَّقًا بِعَيْنِهِ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ وَلَا شَاةَ سَبِيحًا قَطُّ

قنادہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہاں اسحاق نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، ان کا تانبائی تیار کھڑا تھا، جب کہ احمد بن سعید دارمی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، ان کا دسترخوان بچا یا جا چکا تھا۔

ایک دن انہوں نے فرمایا: تم لوگ کھاؤ، میرے علم کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اپنی آنکھوں کے ذریعے باریک چپاتی کبھی نہیں دیکھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور آپ ﷺ نے بھی ہوئی بکری بھی کبھی نہیں دیکھی۔

باب الْفَالُوذَجِ

یہ باب فالوذج (مخصوص قسم کا حلوہ) کے بیان میں ہے

3340- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الصُّعَاكِ السُّلَمِيُّ أَبُو الْحَارِثِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

3338: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3339: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بْنُ طَلْحَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ يَحْيَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَوَّلُ مَا بَسِمَعْنَا بِالْقَالُودِجِ أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَمَّتَكَ تَفْتَحُ عَلَيْهِمُ الْأَرْضَ فَيَقَاضُ عَلَيْهِمْ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا الْقَالُودِجُ قَالَ يَخْلِطُونَ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ جَمِيعًا فَشَبَّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِذَلِكَ شَهَقَةً

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے سب سے پہلے قالودج کے بارے میں اس وقت سنا جب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی: آپ ﷺ کی امت کے لیے زمین کے دروازوں کو کھول دیا جائے گا اور ان پر دنیا بھاری جائے گی، یہاں تک کہ وہ لوگ قالودج کھائیں گے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: قالودج کیا ہوتا ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: لوگ گھی اور شہد کو ملا کر یہ بناتے تھے تو اس بات پر نبی اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے رونے کی سی آواز آگے لگی۔

بَابُ الْخُبْزِ الْمَلْبَقِ بِالسَّمْنِ

یہ باب گھی لگی روٹی کے بیان میں ہے

3341-

حَدَّثَنَا هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى السَّيِّدَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ ابْنُ وَالِدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَدِدْتُ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا خُبْزَةً بَيْضَاءَ مِنْ بُرِّيَّةٍ سَمَرَاءَ مَلْبَقَةٍ بِسَمْنٍ نَأْكُلُهَا قَالَ فَسَمِعَ بِذَلِكَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَاتَّخَذَهُ فَبَجَاءَ بِهِ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آيٍ شَيْءٍ كَانَ هَذَا السَّمْنُ قَالَ فِي عُكَّةٍ حَبِّ قَالَ قَابِي أَنْ يَأْكُلَهُ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری یہ خواہش ہوئی کہ ہمارے پاس سفید گندم سے بنی ہوئی روٹی ہوتی جس میں گھی لگا ہوا ہوتا تو ہم اسے کھا لیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک انصاری نے یہ بات سنی، اس نے وہ روٹی بنائی اور وہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ گھی کس چیز کے اندر تھا؟ اس نے عرض کی: گوہ کی کھال سے بنی ہوئی تھی میں تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا۔

3342-

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ عُمَرَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَنَعَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزَةً وَضَعَتْ فِيهَا شَيْئًا مِنْ سَمْنٍ ثُمَّ قَالَتْ أَذْهَبُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ قَالَ فَاتَيْتُهُ فَقُلْتُ أُمِّي تَدْعُوكَ قَالَ لَقَامَ وَقَالَ لِمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنَ النَّاسِ قَوْمُوا قَالَ

3341: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3318

3342: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

وَسَلَّمَ لَهَا فَاخْبَرَتْهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَالَ هَاتِي مَا صَنَعْتَ فَقَالَتْ إِنَّمَا صَنَعْتُ لَكَ وَخَدَّ فَقَالَ هَاتِي فَقَالَ يَا أَنَسُ أَذْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ عَشْرَةَ لَالٍ لَمَّا زِلْتُ أَذْخِلْ عَلَيْهِ عَشْرَةَ عَشْرَةَ فَآكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَكَانُوا ثَمَانِينَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کے لیے روٹی تیار کی، انہوں نے اس میں پھوٹی بھی لگا دیا پھر انہوں نے فرمایا: تم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ کو (کھانے کی) دعوت دو حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: میری والدہ نے آپ ﷺ کو بلایا ہے۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنے پاس لوگوں سے فرمایا، تم لوگ بھی کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ان لوگوں سے پہلے سیدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور انہیں اس بارے میں بتایا پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تم نے تیار کیا ہے وہ لے آؤ، سیدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: میں نے تو صرف آپ ﷺ کے لیے تیار کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم وہی لے آؤ، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے انس! دس دس آدمیوں کو اندر لاتے جاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، تو میں دس دس آدمیوں کو اندر لایا، یہاں تک کہ ان سب نے کھانا کھا لیا اور سیر ہو کر کھایا، ان لوگوں کی تعداد 80 تھی۔

بَابُ خُبْرِ الْبَرِّ

یہ باب گندم کی روٹی کے بیان میں ہے

3343- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ عَنْ كَثِيبِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ وَاللَّيْلَى نَفْسِي بِيَدِهِ مَا شَبِعَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تَبَاغَا مِنْ خُبْرِ الْجَنْطَةِ حَتَّى تَوَلَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی مسلسل تین دن تک گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی۔

3344- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرِو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْذُ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاغَا مِنْ خُبْرِ بَرٍّ حَتَّى تَوَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3343: أخرجه مسلم في "المصحح" رقم الحديث: 7383 و"رقم الحديث: 7384" أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 3358

3344: أخرجه البخاري في "المصحح" رقم الحديث: 5416 و"رقم الحديث: 8454"

• • • سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت محمد ﷺ کے گھر والے جب سے مدینہ منورہ آئے انہوں نے کبھی بھی مسلسل تین دن تک گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

باب خُبْزِ الشَّعِيرِ

یہ باب جو کی روٹی کے بیان میں ہے

3345- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ تَوَقَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِي بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا خَطَرُ شَعِيرٍ فِي رَقِ لِي فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ فِكَلْتُهُ فَقَنِي

• • • سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا اس وقت میرے گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی کہ جسے کوئی جاندار کھا سکتا صرف تھوڑے سے "جو" تھے جو میری الماری میں رکھے ہوئے تھے میں ان میں سے ہی کھاتی رہی یہاں تک کہ کافی وقت گزرنے کے بعد میں نے انہیں ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

3346- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ حَتَّى قُبِضَ

• • • سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ کے وصال تک حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں نے کبھی سیر ہو کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔

3347- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَيْحِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِثُ اللَّيَالِيَ الْمُتَابِعَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ الْعِشَاءَ وَكَانَ عَامَّةُ خُبْزِهِمْ خُبْزُ الشَّعِيرِ

• • • حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے مسلسل کئی راتیں بھوکے رہ کر گزار دیتے تھے۔ ان کے پاس رات کے کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا اور عام طور پر ان کی روٹی جو کی بنی ہوئی ہوتی تھی۔

3348- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْجُمَيْصِيُّ وَكَانَ يُعَدُّ مِنَ الْأَبْدَالِ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ

3345: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3097، ورم الحديث: 3451، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 1771

3346: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 1771، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 2357

3347: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 2360

3348: أخرجه ابن ماجه فی "السنن" رقم الحديث: 3556

3351- حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْعَسْكَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ عَنْ

مُوسَى الْجُهَنِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَطِيَّةِ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ وَاعْتَرَفَ عَلَيَّ طَعَامَ يَأْكُلُهُ فَقَالَ حَسْبِيَ اَنْبَى سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ ضَبَعًا فِي الدُّنْيَا اَطْوَلُهُمْ جُوعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

•• حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سنا، انہیں زبردستی کھانا کھانے پر مجبور کیا گیا تھا تو وہ بولے: میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، دنیا میں جو لوگ زیادہ سیر ہوں گے قیامت کے دن وہ اتنے ہی زیادہ بھوکے ہوں گے۔

بَابُ مِنَ الْاِسْرَافِ اَنْ تَاْكُلَ كُلَّ مَا اَشْتَهَيْتَ

یہ باب ہے کہ اسراف کا بیان (اس سے مراد یہ ہے کہ) تم ہر وہ چیز کھاؤ جس کی تمہیں خواہش ہو

3352- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ بْنُ دِينَارٍ

الْحِمَصِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ نُوحِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَلْسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ السَّرَفِ اَنْ تَاْكُلَ كُلَّ مَا اَشْتَهَيْتَ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "اسراف میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تم ہر وہ چیز کھاؤ جس کی تمہیں خواہش ہو۔"

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَاءِ الطَّعَامِ

یہ باب کھانا پھینکنے کی ممانعت میں ہے

3353- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ يُونُسَ الْفَرِيَّابِيُّ حَدَّثَنَا وَسَّاجُ بْنُ عُقْبَةَ بْنِ وَسَّاجٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ

مُحَمَّدٍ الْمُؤَقَّرِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فَرَأَى كِسْرَةَ مُلْقَاةٍ فَاَخَذَهَا فَمَسَحَهَا ثُمَّ اَكَلَهَا وَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَكْرِمِي كَرِيمًا فَاِنَّهَا مَا نَفَرَتْ عَنْ قَوْمٍ قَطُّ فَعَادَتْ اِلَيْهِمْ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے روٹی کا ایک ٹکڑا گرا ہوا دیکھا، نبی اکرم ﷺ نے اسے اٹھایا، اسے صاف کیا اور اسے کھالیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

3351: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3352: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3353: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

”اے عائشہ! عزت دار چیز کی عزت افزائی کرو کیونکہ یہ جب بھی کسی قوم سے دور ہوئی تو پھر دوبارہ لوٹ کر ان کی طرف نہیں آئی۔“

باب التَّعَوُّذِ مِنَ الْجُوعِ

یہ باب بھوک سے پناہ مانگنے کے بیان میں ہے

3254- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُرَيْثٌ عَنْ لَيْثٍ عَنْ كَعْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ فَإِنَّهُ يَنْسُ الضَّجِيعُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّهَا يَنْسِتُ الْبِطَانَةَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے۔

”اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ یہ انتہائی بری ساتھی ہے اور میں خیانت سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ یہ انتہائی بری عادت ہے۔“

مفلس کی مدد کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول کریم کے زمانے میں ایک شخص پھلوں کے سخت نقصان میں مبتلا ہو گیا جو اس نے خریدے تھے اور اس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ قرضدار ہو گیا اس کی حالت دیکھ کر رسول کریم نے لوگوں سے فرمایا کہ صدقہ کے ذریعہ اس کی مدد کرو (تاکہ یہ قرض کے بوجھ سے ہلکا ہو) لوگوں نے صدقہ کے ذریعہ اس کی مدد کی مگر لوگوں کی مدد بھی اس کے قرض کی پوری ادائیگی کے لئے کافی نہ ہو سکی اس کے بعد آپ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ تمہیں اس سے جو کچھ بھی حاصل ہو بس لے لو اس سے اس کے علاوہ اور کچھ تمہیں نہیں ملے گا۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحديث، 124)

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت کے زمانے میں ایک شخص نے ایک پھل دار درخت خریدا اور درخت پر لگے ہوئے پھل ابھی اس کے تصرف میں نہیں آئے تھے سوء اتفاق سے ان پر آفت نازل ہوئی اور وہ سب جھڑ گئے ادھر اس نے اس کی قیمت بھی ادا نہیں کی تھی چنانچہ جب بیچنے والے نے قیمت کا مطالبہ کیا تو اس نے لوگوں سے قرض لے کر وہ قیمت ادا کی اس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ قرضدار ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی پریشان حالی دیکھی تو لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا کہ وہ صدقہ و خیرات کے ذریعہ ہی اس کی مدد کریں تاکہ وہ قرض کے بار سے ہلکا ہو جائے۔ لوگوں نے اس کی مدد کی مگر ان کی مدد بھی اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں ہو سکی۔ لوگوں کی مدد سے جتنا قرض وہ ادا کر سکتا تھا اتنا ادا کر دیا بقیہ قرض کی ادائیگی سے جب وہ بالکل ہیں عاجز ہو گیا تو آنحضرت نے قرض خواہوں سے وہ الفاظ ارشاد فرمائے جو حدیث کے آخر میں نقل کئے گئے ہیں۔

قرض خواہوں سے آنحضرت کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جب اس شخص کا افلاس بالکل ظاہر ہو گیا ہے اور اس کی خستہ حالی

عیاں ہو چکی ہے تو اب تمہارے لئے یہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ تم اسے پریشان کرو اسے ڈراؤ دھمکاؤ یا اسے قید و بند کی مصیبت میں مبتلا کرو بلکہ اس صورت میں تم لوگوں پر واجب ہے کہ اسے مہلت دے دو جب دیکھو کہ اس کے پاس ادائیگی قرض کا کچھ سامان فراہم ہو گیا ہے اس وقت مطالبہ کرنا اور اس سے اپنا قرض واپس لے لینا۔

آپ کے ارشاد کا یہ مطلب قطعاً نہیں تھا کہ قرضدار کے ذمہ سے قرض خواہوں کا حق ہی سرے سے ساقط ہو گیا ہے بلکہ جیسا کہ ابھی بتایا گیا اس سے آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ قرض دار کو مہلت مل جائے۔ حضرت ابو موسیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ کہ جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے اللہ کے نزدیک ان کے بعد عظیم ترین گناہ کہ جس کا مرتکب ہو کر بندہ اللہ سے ملے یہ ہے کہ کوئی شخص اس حالت میں مرے کہ اس پر قرض کا بوجھ ہو اور اس نے اپنے پیچھے اتنا مال نہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔ (احمد ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث، 140)

بالکل مفلسی کی حالت میں قرض کا بوجھ لے کر مرنے کے گناہ کو گناہ کبیرہ کے بعد کا درجہ اس لئے دیا گیا ہے کہ گناہ کبیرہ تو بذات خود ممنوع ہے لیکن قرض لینا بذات خود ممنوع نہیں ہے کہ وہ گناہ کبیرہ ہو بلکہ بعض احادیث میں تو (اپنی واقعی ضروریات کی تکمیل کے لئے) قرض لینے کو مستحب کہا گیا ہے چنانچہ بعض مواقع پر قرض کی جو ممانعت منقول ہے وہ اس عارض کی بناء پر ہے کہ بسا اوقات قرض لینے میں لوگوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں یعنی قرض لینے والا جب قرض کی ادائیگی نہیں کرتا تو قرض خواہ کا مال بلا وجہ ضائع ہو جاتا ہے اس صورت میں قرض لینا گناہ بن جاتا ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں منقول گناہ کبیرہ کی اگر یہ وضاحت کر دی جائے کہ ایسے گناہ کبیرہ جو مشہور ہیں جیسے شرک اور زنا وغیرہ تو مطلب یہ ہوگا کہ بالکل مفلسی کی حالت میں قرض دار مرنے کے گناہ کا درجہ مشہور کبیرہ گناہ جیسے شرک وغیرہ کے بعد ہے اس صورت میں یہ بھی مشہور کبیرہ گناہوں کے علاوہ دوسرے کبیرہ گناہوں کے زمرہ میں آجائے گا۔

بَابُ تَرْكِ الْعِشَاءِ

یہ باب رات کا کھانا نہ کھانے کے بیان میں ہے

3355- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَابَاهُ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوا الْعِشَاءَ وَلَوْ بِكَفٍّ مِنْ تَمْرٍ فَإِنَّ تَرْكَهُ يَهْرِمُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”رات کا کھانا ترک نہ کرو اگرچہ وہ بھی بھر بھوریں ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے ترک کرنا ”بڑھاپا“ لاتا ہے۔“

بَابُ الضِّيَافَةِ

یہ باب مہمان نوازی کے بیان میں ہے

ضیافت و مہمان نوازی کا بیان

ضاف کے معنی ہیں مہمان ہونا۔ اضاف کے معنی ہیں مہمان داری کرنا، ضیف کے معنی ہیں مہمان اور مضیف کے معنی ہیں میزبان اس عنوان کے تحت جو احادیث نقل ہوں گی ان سے معلوم ہوگا کہ ضیافت اور مہمان داری کی فضیلت ہے؟ شریعت کی نظر میں اس کے کیا طور طریقے اور آداب ہیں اور یہ کہ مہمان و میزبان کے درمیان حفظ مراتب اور ان دونوں سے متعلق تہذیب و شائستگی کی کیا حدود ہیں؟ ضیافت کا حکم اکثر علماء کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ ضیافت (مہمان داری) کے حقوق و آداب کی رعایت، اچھے اخلاق اور تہذیب و شائستگی کی علامت بھی ہے اور مستحب بھی۔ چنانچہ اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ایک دن کی مہمان داری کرنا تو واجب ہے اور ایک دن کے بعد مستحب ہے۔

ضیافت کی اقسام کا بیان

ضیافت کی قسمیں: مجمع البحار میں لکھا ہے کہ ضیافت یعنی دعوت کی آٹھ قسمیں ہیں (ولیمہ) (خس، اعذار، وکیرہ، نقیعہ، وضمیمہ، عقیقہ، مادہ، چنانچہ ولیمہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو شادی بیاہ کے موقعہ پر کی جائے۔ خس اس دعوت کو کہتے ہیں کہ جو بچہ کی پیدائش کی خوشی میں کی جائے اعزار اس دعوت کو کہتے ہیں جو ختنہ کی تقریب میں کی جائے وکیرہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مکان بننے کی خوشی میں کی جائے نقیعہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مسافر کے آنے کی تقریب میں کی جائے عقیقہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو بچہ کا نام رکھنے کی تقریب میں کی جائے اور مادہ ہر اس دعوت کو کہتے ہیں جو بلا کسی خاص تقریب کے کی جائے ضیافت کی یہ تمام قسمیں مستحب ہیں البتہ ولیمہ کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دعوت واجب ہے۔

3356- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْرُ أَسْرَعُ إِلَى الْبَيْتِ الَّذِي يُغْشَى مِنَ الشَّفَرَةِ إِلَى مَنَامِ الْبَحِيرِ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جس گھر میں مہمان زیادہ آتے ہوں، بھلائی اس گھر کی طرف اس سے زیادہ تیزی سے جاتی ہے جتنی تیزی سے چھری اونٹ کی کوہان میں جاتی ہے۔“

شرح

جب اونٹ کا گوشت کاٹا جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء سے پہلے اس کے کوہان کو کاٹتے ہیں اور چونکہ کوہان کا گوشت زیادہ

لذیذ ہوتا ہے اس لئے وہ شوق کے ساتھ کھایا بھی جاتا ہے، پس فرمایا کہ جس طرح کوہان پر چھری جلدی پہنچتی ہے اس سے بھی زیادہ جلد اس گھر میں خیر و بھلائی پہنچتی ہے جس میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

3357 - حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُدَلِّسِ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نَهْشَلٍ عَنِ الضُّعَاكِيِّ بْنِ مُزَاحِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْرُ أَسْرَعُ إِلَى الْبَيْتِ الَّذِي يُؤْكَلُ فِيهِ مِنَ الشُّفْرَةِ إِلَى سَنَامِ الْيَعْبُرِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جس گھر میں کھانا کھلایا جاتا رہے بھلائی اس گھر کی طرف اس سے زیادہ تیزی سے آتی ہے جتنی تیزی سے چھری اونٹ کی کوہان میں اترتی ہے۔“

3358 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشُّنَّةِ أَنْ يُخْرَجَ الرَّجُلُ مَعَ صَاحِبِهِ إِلَى بَابِ الدَّارِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک باہر آئے۔“

شرح

یہ بھی مہمان کی خاطر داری اور اس کا اکرام ہے کہ جب وہ آئے تو گھر کے دروازے پر اس کا استقبال کیا جائے اور جب دروازے لگے تو دروازے تک نکل کر اس کو رخصت کیا جائے، اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دوسرے لوگ گھر میں ایک اجنبی کے آنے سے کسی وہم و وسوسہ کا شکار نہیں ہوں گے۔ ”یہ سنت ہے“ کا مطلب یا تو یہ ہے کہ یہ عمل (یعنی مہمان کے استقبال و وداع کے لئے گھر کے دروازے تک جانا) ایک قدیم عادت ہے جس کو ہمیشہ سے تہذیب و شائستگی کا مظہر بھی سمجھا گیا ہے اور انسان کی فطرت سلیم کا غماز بھی یا یہ مطلب ہے کہ یہ عمل میری سنت اور میرے طریقے کے مطابق ہے۔ ”اس سلسلہ سند میں ضعف ہے“ اس سے نفس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیوں کہ یہ روایت متعدد اسناد سے منقول ہے اور اگر کوئی ہدایت متعدد اسناد سے منقول ہو اور اس میں سے کسی سلسلہ میں ضعف بھی ہو تو تعدد اسناد کی وجہ سے اس کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے، ویسے بھی یہ بات ملحوظ رہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف روایت بھی قابل قبول ہوتی ہے۔

مہمان نوازی کے احکام و آداب کا بیان

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان

رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے، جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ بھلی بات کہے یا چپ رہے۔" (بخاری کی) ایک روایت میں (یعنی پڑوسی کا ذکر کرنے) کے بجائے یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے ناطے کو باقی رکھے، یعنی اپنے ناطے داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 178)

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایمان کا پایا جانہ کورہ باتوں پر موقوف ہے اور یہ کہ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے مہمان کی خاطر نہیں کرتا یا اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ مؤمن نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اصل مقصد ان چیزوں کی اہمیت کو بیان کرنا اور ان پر عمل کرنے کی زیادہ سے زیادہ تاکید کرنا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کو اطاعت و فرماں برداری کی راہ پر لگانے کے لئے یوں کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو اطاعت و فرماں برداری کر ظاہر ہے کہ وہ اطاعت و فرماں برداری نہ کرے تو اس سے ثابت نہیں ہوگا کہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ جس شخص کا ایمان درجہ کمال کا ہوگا (یعنی جو مسلمان کامل الایمان ہوگا) اس کی شان یہی ہوگی کہ وہ ان باتوں پر عمل کرے گا گویا ان چیزوں کو اختیار کرنا کمال ایمان کی علامت ہے۔

اکرام ضیف یعنی مہمان کی خاطر کرنا شرعی طور پر یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آئے تو اس کے ساتھ کشادہ پیشانی، خوش خلقی اور ہنس کھ چہرے کے ساتھ پیش آئے، اس کے خوش گفتاری، نرم گوئی اور ملاطفت کے ساتھ بات چیت کرے اور اس کو تین دن تک اس طرح کھلائے پلائے کے پہلے دن تو اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق کچھ پر تکلف میزبانی کرنے بشرطیکہ اس کی وجہ سے اپنے متعلقین و لواحقین کی حق تلفی نہ ہو اور پھر تین دن کے بعد (بھی اگر مہمان شہر ارہے تو) اس کو کھلانا پلانا صدقہ کے حکم میں ہوگا کہ میزبان چاہے تو کھلائے اولاً چاہے کھلائے پلائے اور چاہے کھلانے پلانے سے انکار کر دے۔ "اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے" یعنی یہ پڑوسی کا سب سے کم درجہ ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے، ورنہ تو جہاں تک حقوق ہمسائیگی کا تعلق ہے وہ بہت ہمہ گیری نوعیت کے ہیں چنانچہ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ فلیکرم جارہ (تو اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ نکریم کا معاملہ کرے) اور بخاری و مسلم ہی کی ایک روایت میں یوں منقول ہے کہ فلیحسن الی جارہ یعنی اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی اس چیز میں مدد کرے جس کا وہ اس سے حاجت مند ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرے۔ اسی طرح امام غزالی نے اربعین میں یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ تم جانتے بھی ہو پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر وہ (پڑوسی) تم سے مدد چاہے تو تم اس کی مدد کرو اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو تو اس کو قرض دو، اگر وہ اس کو کوئی خوشی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دو اور وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اگر وہ محتاج و مفلس ہو تو اس کو کچھ دو، اگر اس کو کوئی خوشی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دو۔

اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کو تسلی دو، مثلاً اس کے ہاں کوئی موت ہو جائے تو اس کے گھر جا کر تعزیت کرو، اس کے مکان

کے پاس اونچا مکان نہ بناؤ، کہ اس کی ہوا وغیرہ رک جائے، اگر تم پھل وغیرہ خریدو تو تحفہ کے طور پر اس کے یہاں بھی بھجوادو اور یہ ممکن نہ ہو سکے تو پھر تم اس (پھل وغیرہ) کو گھر میں پوشیدہ طور پر لے آؤ اور اپنے بچوں کو بھی تاکید کر دو کہ وہ اس (پھل وغیرہ) کو لے کر گھر سے باہر نہ لکھیں تاکہ تمہارے پڑوسی کے بچے (تمہارے بچوں کو پھل وغیرہ کھانا دیکھ کر اپنی محرومی کی بنا پر) رنج و افسوس نہ کریں اور تم اپنی ہانڈی (چولہے) کے دھوئیں سے اس کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور یہ کہ اس ہانڈی میں سے کچھ اس کے ہاں بھی بھجواؤ۔ اور کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا حق کیا ہے؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اپنے پڑوسی کا حق وہی شخص پہنچاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔ بھلی بات کہے یا چپ رہے "کا مطلب یہ ہے کہ جب زبان سے کوئی بات نکالے گا ارادہ کرے اور یہ معلوم ہو کہ وہ بات خیر و بھلائی کی ہے کہ جس پر ثواب ملتا ہے خواہ وہ واجب ہو یا مستحب، تب اس کو زبان سے نہ نکالے، حاصل یہ کہ بھلائی اس میں ہے کہ زبان کو حتی الامکان خاموش رکھا جائے۔

اگر بولنا ضروری ہی ہو تو زبان سے وہی بات نکالی جائے جو خیر و بھلائی کی حامل ہو، نہ صرف یہ کہ حرام و مکروہ باتوں میں زبان کو مشغول رکھنا ممنوع ہے بلکہ مباح باتوں سے بھی زبان کو بچانا دانشمندی کا تقاضا ہے کہ مبادا مباح باتیں ہی زبان کو حرام باتوں تک کھینچ کر لے جائیں۔ "اپنے ناطے کو باقی رکھے" میں اس طرف اشارہ ہے کہ صلہ رحمی ایمان کی علامت ہے کہ جس شخص نے ناتوں کو توڑ ڈالا وہ گویا اللہ اور دن پر ایمان رکھنے والا نہیں ہے کیونکہ ناتا توڑنے پر جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے اس کی پروا نہ کرنا اپنے ایمان کی خود نفی کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت شریع کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی تعظیم و خاطر داری کرے مہمان کے ساتھ تکلف و احسان کرنے کا زمانہ ایک دن و ایک رات ہے اور مہمان داری کرنے کا زمانہ تین دن ہے، اس (تین دن کے بعد جو دیا جائے گا وہ ہدیہ و خیرات ہوگا اور مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں تین دن کے بعد اس کی استدعا کے بغیر ٹھہرے کہ وہ تنگی میں مبتلا ہو جائے)۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 179)

نہا یہ جزری میں اس حدیث کی وضاحت میں لکھا ہے کہ مہمان کی تین دن اس طرح مہمان داری کی جائے کہ پہلے دن اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں جو تکلف و اہتمام ہو سکے وہ کیا جائے اور پھر دوسرے و تیسرے دن بلا تکلف و اہتمام جو کچھ حاضر ہو اس کو مہمان کے سامنے پیش کر دے، اس کے بعد اس کو کھانے پینے کی اتنی چیزیں دے دے جن کے سہارے وہ ایک دن اور ایک رات کا سفر طے کر سکے۔ حدیث میں "جائزہ" کا۔ جو لفظ آیا ہے اس کا مفہوم یہی ہے، ویسے لغت کے اعتبار سے "جائزہ" کے معنی بخشش تحفہ اور انعام کے ہیں، لیکن یہاں وہ چیز مراد ہے جو ایک دن کی غذا کی ضرورت کے بقدر ہو اس کے سہارے منزل تک پہنچ جائے مہمان کو "جائزہ" کے بعد جو کچھ دیا جائے گا وہ ایک زائد چیز ہوگی اور صدقہ بھلائی اور احسان کے حکم میں ہوگا۔ اس وضاحت کے مطابق "جائزہ" یعنی مہمان کو ایک دن کے بقدر زائد اور دینا ضیافت یعنی مہمان داری کے بعد ہوگا (جب کہ حدیث میں اس کا ذکر ضیافت سے پہلے کیا گیا ہے) نیز یہ جائزہ، مہمان داری کرنے سے ایک زائد چیز ہوگا۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ "جائزہ" تین دن مہمان داری کرنے سے زائد کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ حدیث میں اس کا ذکر اس تکلف و اہتمام اور الطاف و عنایات کی وضاحت کے طور پر ہے جو میزبان مہمان داری کے تین دنوں میں سے پہلے اپنے مہمان کے لئے کرتا ہے، چنانچہ ابوداؤد کی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ "جائزہ" مہمان کی اس خاطر داری اور تواضع و مدارات کو کہا گیا ہے جو پہلے دن کی جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی بھی یہی فرماتے تھے کہ ہمارا علم بھی یہ ہے کہ "جائزہ" کے یہی معنی ہیں۔ "مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔" ارنج۔ سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان جائے اس کے لئے یہ مطلقاً مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے ہاں تین دن سے زائد ٹھہرے، ہاں اگر خود میزبان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کرے تو اس کی استدعا پر تین دن سے زائد ٹھہرنے میں مضائقہ نہیں ہوگا! اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسافر (مہمان) کسی کے یہاں ٹھہرے اور کسی عذر مثلاً بیماری وغیرہ کے سبب اس کو تین دن سے زائد قیام کرنا پڑ جائے تو وہ تین دن کے بعد اپنے پاس سے کھائے پیئے صاحب خانہ کو نقلی و کلفت میں نہ ڈالے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن یا رات کے وقت (کہیں جانے کے لئے گھر سے) نکلے کہ اچانک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کو کس چیز نے تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے (یعنی اس وقت چوں کہ گھر سے نکلنے کی تم لوگوں کی عادت نہیں ہے اس لئے ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی جو تمہارے گھر سے نکلنے کا باعث ہوئی ہے) ان دونوں نے عرض کیا کہ "بھوک نے ہمیں گھر سے نکلنے پر مجبور کیا ہے، یعنی ہم بھوک کی شدت سے بیتاب ہو کر گھر سے نکلے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اور مجھے بھی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اسی چیز نے (گھر سے) نکالا ہے، جس چیز نے تمہیں نکالا ہے یعنی میں بھی بھوک ہی کہ وجہ سے گھر سے نکلا ہوں، اٹھو (میرے ساتھ چلو) "چنانچہ وہ دونوں (بھی) اٹھے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر پہنچے (جن کا نام ابوالہیثم تھا) مگر وہ اپنے گھر میں موجود نہیں تھے، ان کی بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا کہ "خوش آمدید! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی لوگوں میں آئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا مبارک" "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فلاں شخص یعنی تمہارے شوہر کہاں ہیں؟" اس نے عرض کیا کہ "وہ ہمارے لئے بیٹھا پانی لانے گئے ہیں۔" اتنے میں وہ انصاری (یعنی صاحب خانہ بھی) آ گئے، انہوں نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں صحابہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھر میں) دیکھا تو (اپنی اس خوش بختی پر پھولے نہیں سمائے اور) کہنے لگے "الحمد للہ! اللہ کا شکر ہے) بزرگ تر مہمانوں کے اعتبار سے آج کے دن مجھ سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہیں ہے، یعنی آج کے دن میرے مہمان دوسرے لوگوں کے مہمانوں سے زیادہ بزرگ و معزز ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ انصاری (ان حضرات کو لے کر اپنے باغ میں گئے جہاں ان

کے لئے ایک بھونا بچا کر ان کو اس پر بٹھایا اور خود کھجوروں کے درختوں کے پاس (گئے اور ان (مہمانوں) کے لئے کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آئے جس میں نیم پختہ، پختہ اور تر و تازہ (ہر طرح کی) کھجوریں تھیں، پھر انہوں نے کہا کہ "آپ لوگ اس میں سے کھائیے" اس کے بعد انہوں نے چھری لی (اور ایک بکری کو ذبح کرنا چاہا) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ "دودھ والی بکری ذبح کرنے سے اجتناب کرنا" آخر کار انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لئے ایک بکری ذبح کی (اور جب اس کا گوشت پک گیا تو) سب نے اس بکری کا گوشت کھایا، اس خوشہ میں سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا، اس طرح جب کھانے پینے سے پیٹ بھر گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کی بابت پوچھا جائے گا، بھوک نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا تھا، لیکن تم اپنے گھروں کو واپس (بھی) نہ ہوئے تھے کہ (خدا کی طرف سے) تمہیں یہ نعمتیں مرحمت ہو گئیں۔" (سلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 181)

اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس میزبان پر اعتماد ہو اس کے ہاں دوسرے آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے جانا درست ہے، دوسرے یہ کہ اپنے احباب سے رنج و الم اور تکلیف و پریشانی کا اظہار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ اظہار شکوہ، شکایت، عدم رضا اور بے صبرے و جزع فزع کے طور پر نہ ہو، خاص طور پر جب کہ گھر میں کھانے پینے کو کچھ میسر نہ ہو اور بھوک کی شدت نہ صرف یہ کہ جسمانی طور پر اذیت پہنچائے بلکہ عبادت کے کیف و نشاط میں رکاوٹ ڈالے، طاعات کے ذریعہ حاصل ہونے والی روحانی لذت سے پوری طرح محفوظ نہ ہونے دے اور قلب کو (یا اللہ اور حضوری عبادات سے پھیر کر) ادھر ادھر مشغول کر دے، تو ایسی صورت میں گھر سے نکل کر مباح اسباب و وسائل کے ذریعہ اس (بھوک) کو مٹانے کا علاج کرنا اور اس سلسلہ میں سعی و کوشش کی راہ اختیار کرنا محض جائز ہی نہیں بلکہ لازم ہو جاتا ہے۔

نیز ایسے وقت میں اپنے احباب کے پاس جانا اور اس یقین کے ہوتے ہوئے کہ وہ انکار نہیں کریں گے ان سے بے تکلف کھانے پینے کی چیز مانگنا مباح ہی نہیں ہے بلکہ آپس کی محبت و مروت میں زیادتی کا باعث بھی ہوتا ہے۔ منقول ہے کہ جب نادار صحابہ کو کھانا پینا میسر نہ آتا اور ان کو بھوک کی شدت پریشان کرتی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور جب روئے انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور جمال باکمال پر نظر پڑتی تو ان کی بھوک وغیرہ کی ساری کلفت جاتی رہتی اور جلوہ حق کی نورانیت انہیں کھانے پینے سے بے نیاز کر دیتی تیسرے یہ کہ ضرورت کی بنا پر اجنبی عورت سے بات کرنا اور اس کی بات کو سننا جائز ہے، اسی طرح عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ اگر اس کا شوہر گھر میں موجود نہ ہو تو وہ اپنے ہاں آنے والے مہمان کو گھر میں آنے کی اجازت دے سکتی ہے۔

بشرطیکہ اول تو اس مہمان کے گھر میں آنے سے کسی بات کا کوئی خطرہ و خدشہ نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اپنے شوہر کی رضامندی کا یقین ہو، یعنی اس بات کا کوئی شبہ نہ ہو کہ شوہر اس مہمان کے گھر میں آنے سے کسی ناگواری یا ناراضگی کا اظہار کرے گا۔ چوتھے یہ کہ ان انصاری کا اپنے گھر میں ان معزز بزرگ ترین مہمانوں کو دیکھ کر اپنے حق میں ایک عظیم نعمت تصور کرنا اور اس پر ان کا "الحمد للہ"

کہنا اس بات کی علامت ہے کہ کسی نعمت کے ظاہر ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا مستحب ہے۔

نیز یہ بھی مستحب ہے کہ جب مہمان آئے تو اس کے سامنے جلد پیش کر دینا مستحب ہے۔ "جب کھانے پینے سے پیٹ بھر گیا" اس کے بارے میں نووی کہتے ہیں کہ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پیٹ بھر کر کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کھایا جاتا تھا اور یہ (یعنی پیٹ بھر کر کھانا) جائز ہے، جہاں تک ان اقوال کا تعلق ہے جو پیٹ بھر کر کھانے کی کراہت کے سلسلے میں منقول ہیں تو وہ عادت و مداومت پر محمول ہیں کہ عادت و مداومت کے طور پر پیٹ بھر کر کھانا گویا محتاج اور غرباء کے حال سے فراموشی اور ان کے تئیں سنگدلی اختیار کرنے کا مظہر ہے۔

قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کی بابت پوچھا جائے گا "کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس دنیا میں جو نعمتیں عطا فرماتا ہے ان کے بارے میں وہ قیامت کے دن سوال کرے گا اور یہ سوال بعض کے حق میں تو توبخ و سرزنش کے طور پر ہوگا اور بعضوں سے احسان جتانے اور اظہار نعمت و کرامت کے طور پر ہوگا گویا ہر صورت میں اللہ تعالیٰ اپنی ہر نعمت پر بندوں سے سوال و پرسش کرے گا کہ ہم نے تمہیں دنیا میں یہ جو فلاں فلاں نعمت عطا کی تھی تم نے اس پر ادائیگی شکر کا حق ادا کیا یا نہیں؟

بَابِ إِذَا رَأَى الضَّيْفُ مُنْكَرًا رَجَعَ

یہ باب ہے کہ جب مہمان کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو واپس چلا جائے

3359- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ صَنَعْتُ طَعَامًا فَدَعَوْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَرَأَى فِي الْبَيْتِ تَصَاوِيرَ فَرَجَعَ
 •• حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے کھانا تیار کیا، میں نے نبی اکرم ﷺ کو دعوت دی، آپ ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے گھر میں تصویریں دیکھیں تو آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔

3360- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْجَزَرِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُمَهَانَ حَدَّثَنَا سَفِينَةُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَجُلًا أَصَافَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلْنَا مَعَهُ فَدَعَا فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى عِصَا دَتِي الْبَابِ فَرَأَى لِرَأْسِي نَاحِيَةَ الْبَيْتِ فَرَجَعَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لِعَلِّي الْحَقُّ فَقُلْتُ لَهُ مَا رَجَعَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ لِي أَنْ أَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّفًا

•• ابو عبد الرحمن سفینہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی دعوت کی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کاش کہ ہم نبی اکرم ﷺ کو بھی بلوا لیتے، آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھا لیتے، لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو بھی بلوایا،

نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ دروازے کے کواڑ پر رکھا، آپ ﷺ نے گھر کے کونے میں ایک پردہ ملاحظہ کیا، تو واپس تشریف لے گئے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ پیچھے جائیں اور ان سے دریافت کریں کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کیوں واپس تشریف لے گئے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ میں کسی ایسے گھر میں جاؤں جسے آراستہ کیا گیا ہو۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ اللَّحْمِ وَالسَّمَنِ

یہ باب گھی اور گوشت ملا کے کھانے کے بیان میں ہے

3361- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَزْهَبِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي الْبَغُفُورِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ وَهُوَ عَلَى مَائِدَتِهِ فَأَوْسَعَ لَهُ عَنْ صَدْرِ الْمَجْلِسِ فَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ فَلَقِمَ لُقْمَةً ثُمَّ تَنَّى بِأُخْرَى ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَا جِدُ طَعْمَ دَسَمٍ مَا هُوَ بِدَسَمِ اللَّحْمِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي خَرَجْتُ إِلَى السُّوقِ أَطْلُبُ السَّمِينَ لَا شَرِيَّةَ فَوَجَدْتُهُ غَالِيًا فَاشْتَرَيْتُ بِدَرَاهِمٍ مِنَ الْمَهْزُولِ وَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِدَرَاهِمٍ سَمًا فَأَرَدْتُ أَنْ يَتَرَدَّدَ عِبَالِي عَظْمًا عَظْمًا فَقَالَ عُمَرُ مَا اجْتَمَعَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ إِلَّا أَكَلَ أَحَدُهُمَا وَتَصَدَّقَ بِالْأُخْرَى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ خُذْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَنْ يَجْتَمِعَا عِنْدِي إِلَّا فَعَلْتُ ذَلِكَ قَالَ مَا كُنْتُ لَا فَعَلْتُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کے ہاں تشریف لائے اس وقت وہ اپنے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے لیے صدر مجلس کی جگہ خالی کر دی اور بولے: (بسم اللہ) آپ شروع کیجیے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور ایک لقمہ لیا پھر انہوں نے دوسرا لقمہ لیا اور بولے: اس میں کوئی ایسی چکنائی کا ذائقہ محسوس ہو رہا ہے جو گوشت کی چکنائی نہیں ہوتی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا، اے امیر المؤمنین! میں بازار گیا تھا تاکہ کوئی موٹا تازہ جانور خریدوں تو مجھے وہ بہت مہنگا مل رہا تھا تو میں نے ایک درہم کے عوض میں کمزور جانور خریدا اور ایک درہم کے عوض میں گھی لے لیا، میں نے یہ سوچا کہ میرے گھر والوں کو ایک ایک ہڈی تولی جائے گی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما بولے: نبی اکرم ﷺ کے پاس (کھانے کی) جب بھی دو چیزیں اکٹھی ہوئیں تو آپ ﷺ نے ہمیشہ ان میں سے ایک کو کھایا اور دوسری کو صدقہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، امیر المؤمنین! آپ اسے لیجیے آئندہ میرے پاس جب بھی دو چیزیں اکٹھی ہوں گی تو میں بھی ایسا ہی کروں گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما بولے: میں تو یہ نہیں کروں گا۔

بَاب مَنْ طَبَخَ فَلْيُكْثِرْ مَائَهُ

یہ باب ہے کہ جو شخص گوشت پکائے اسے شوربہ زیادہ رکھنا چاہئے

3302- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَرَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَزَّازُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا عَمِلْتَ مَرَقَةً فَلْيُكْثِرْ مَائَهَا زَالِمُكَ لِيَجِيرَ إِلَيْكَ مِنْهَا

•• حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب تم نے شوربہ بنانا ہو تو اس میں پانی زیادہ کر دو اور اس میں سے ایک چلو اپنے پڑوسی کو بھی دو۔“

بَاب أَكْلِ الثُّومِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ

یہ باب لہسن، پیاز اور گندنا کھانے کے بیان میں ہے

3303- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُثَيْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عُرْوَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ الْفُطَيْمِيِّ عَنْ مُعَدَّانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْبَغْدَادِيِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَظِيمًا لِحَمَلَةِ اللَّهِ وَأَتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ هَذَا الثُّومُ وَهَذَا الْبَصَلُ وَلَقَدْ كُنْتُ أَرَى الرَّجُلَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوجَدُ رِيحُهُ مِنْهُ لَيُؤْخَذَ بِهِ يَدُهُ حَتَّى يُنْفَخَ بِهِ إِلَى السُّبُوحِ لَمَنْ كَانَ أَكْلُهُمَا لَا بُدَّ فَلْيُغَيِّرْهُمَا طَبَخًا

•• معدان بن ابوطالب مہری بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعے کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر بولے: اے لوگو! تم ان دو درختوں کو کھا لیتے ہو، میں تو ان دونوں کو خبیث سمجھتا ہوں، یہ لہسن اور یہ پیاز، مجھے یاد ہے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں جس شخص سے اس کی بو آتی تھی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیچ کی طرف نکال دیا جاتا تھا، اگر کسی شخص نے انہیں ضرور کھانا ہو تو وہ نکال کر ان کی بو کو ختم کر لے۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جو شخص لہسن یا (کچی) پیاز کھائے ہوئے ہو، تو اس کو چاہئے کہ وہ ہم سے الگ رہے یعنی ہماری مجالس میں نہ آئے یا یہ فرمایا کہ تو اس کو چاہئے کہ وہ (کہیں جانے کے بجائے) اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔“ اور (ایک دن کا واقعہ ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہاڈی لائی گئی جس میں ازھم ترکاری سبزیاں تھیں (یعنی لہسن، پیاز اور گندنا وغیرہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں بو محسوس ہوئی تو اپنے صحابہ میں سے

ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے (کسی خادم سے) فرمایا کہ اس کو اس (فلاں شخص) کے پاس لے جاؤ اور پھر (اس شخص کو) مخاطب کر کے فرمایا کہ اس کو تم کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا کیونکہ میں جس ہستی کے ساتھ سرگوشیاں کرتا ہوں اس کے ساتھ تم سرگوشی نہیں کرتے۔ (بخاری مسلم، مشکوٰۃ الصالحین، جلد چہارم: رقم الحدیث، 133)

ہماری مسجد "میں مفرد لفظ یعنی "مسجد" سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور صیغہ متکلم میں مع الغیر کا استعمال (یعنی میری مسجد کہنے کے بجائے ہماری مسجد کہنا) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اکرام کے پیش نظر ہے لیکن چونکہ اس حکم کی علت اور اس کا سبب میں تمام ہی مساجد بلکہ مجالس خیر جیسے مجلس ذکر وغیرہ، مجلس درس و تدریس اور اولیاء اللہ و علماء دین کی مجالس بھی شامل ہیں اس لئے جو حکم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ لہسن وغیرہ کھا کر اس میں نہ جایا جائے یہی حکم دیگر مساجد و مجالس خیر کا بھی ہوگا اور اگر اس احتمال کو بھی مد نظر رکھا جائے کہ اس ارشاد گرامی میں مفرد لفظ مسجد سے مراد جنس ہے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ مسجد بول کر تمام مساجد مراد لی ہیں) تو پھر اس تاویل کی بھی ضرورت نہیں ہوگی، علاوہ ازیں بعض روایت میں مساجدنا یعنی ہماری مساجد کا لفظ منقول ہے، اس صورت میں تو تمام مساجد کے لئے یہ حکم بالکل صریح ہوگا۔ اولیٰ یقعد فی بیتہ میں حرف او (یعنی یا) اگر راوی کے شک کے اظہار کے لئے ہے تو مراد یہ ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو فلیعزلنا تو اس کو چاہئے کہ وہ ہم سے الگ رہے) فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا کہ فلیعزل مسجدنا (تو اس کو چاہئے کہ ہماری مسجد سے دور رہے) اور یا یہ فرمایا تھا کہ من اکل ثوما و بصل فلیقعد فی بیتہ یعنی جو شخص لہسن یا پیاز کھائے ہوئے ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے، کسی دوسرے کے پاس نہ جائے خواہ مسجد میں خواہ مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ۔ لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ اولیٰ یقعد فی بیتہ میں حرف اور راوی کے شک کے اظہار کے لئے نہ ہو، بلکہ تنويع و تقسیم کے لئے ہو اور اس کا تعلق ماقبل کے فقرہ یعنی فلیعزل مسجدنا سے ہو اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ لہسن پیاز کھا کر مسجد میں آنا مکروہ ہے کہ وہاں ملائکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ موجود رہتے ہیں اور ان چیزوں کو کھا کر عام لوگوں کے ساتھ اختلاط و مجاہست مباح ہے اور یا اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور مطلق اختلاط و مجاہست سے باز رہے کیونکہ یہ زیادہ بہتر ہے۔ "اس ہستی" سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ ہیں مطلب یہ تھا کہ یہ فرشتے میرے پاس آتے رہتے ہیں اور میں ان سے بات چیت کرتا ہوں جب کہ تمہارے ساتھ یہ چیز نہیں ہے اس لئے جو چیز (یعنی لہسن پیاز وغیرہ کھانا) میرے لئے جائز نہیں وہ تمہارے لئے جائز ہے اس ارشاد گرامی میں گویا اس طرف اشارہ ہے کہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے ہم نشین و مصاحب کی طبیعت و عادات اور اس کے حل کی رعایت ملحوظ رکھے اور اس کی جائز خوشی و مرضی کو پورا کرے۔

3364- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ

أَيُّوبَ قَالَتْ صَنَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فِيهِ مِنْ بَعْضِ الْبُقُولِ فَلَمْ يَأْكُلْ وَقَالَ إِنِّي أَكْرَهُ أَنْ

أُوذِيَ صَاحِبِي

حضرت اُمّ ایوب انصاریؓ بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا جس میں سبزی بھی تھی (یعنی لہسن، پیاز وغیرہ تھا) تو نبی اکرم ﷺ نے اسے نہیں کھایا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں اپنے ساتھی (یعنی فرشتے) کو اذیت پہنچاؤں۔

3385- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مِنْهُمْ رِيحَ الْكُرَاثِ فَقَالَ أَلَمْ أَكُنْ نَهَيْتُكُمْ عَنْ أَكْلِ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَذَكَّرُ بِمَا يَتَذَكَّرُ مِنْهُ الْإِنْسَانُ

●● حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے، آپ ﷺ کو ان میں سے مردے کی بو محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت کا پھل کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟ جس چیز سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی اذیت ہوتی ہے۔

3386- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ نَعِيْمٍ عَنِ الْمُسَيَّرَةِ بْنِ نَهْلِكَ عَنْ دُخَيْنِ الْحَجَرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صُحَابِهِ لَا تَأْكُلُوا الْبَصَلَ ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً خَفِيَّةَ النَّبِيِّ

●● حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا: تم لوگ پیاز نہ کھانا پھر آپ ﷺ نے پست آواز میں یہ فرمایا ”کچا“۔

بَابُ أَكْلِ الْجُبْنِ وَالسَّمْنِ

یہ باب پنیر اور گھی کھانے کے بیان میں ہے

3387- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الشَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ قَالَ الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ

●● حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے گھی، پنیر اور جنگلی گدھے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ چیز حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور وہ چیز حرام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش رہا ہے یہ ان میں شامل ہے جس بارے میں

3385 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3386 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3387: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1728

بَابُ الْأَكْلِ الشَّمَارِ

یہ باب پھل کھانے کے بیان میں ہے

3368- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْيَمَنِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ عَرَفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنَبٌ مِنَ الطَّائِفِ
فَدَعَانِي فَقَالَ خُذْ هَذَا الْعُنُقُودَ فَأَبْلِغْهُ أُمَّكَ فَكَتَلَتْهُ قَبْلَ أَنْ أُبْلِغَهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ كِتَابِي قَالَ لِي مَا فَعَلَ الْعُنُقُودُ
هَلْ أَبْلَغْتَهُ أُمَّكَ قُلْتُ لَا فَسَمَانِي عُذْرًا

••• حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں طائف کے انگور پیش کیے گئے، آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا: تم یہ انگور لو اور اسے اپنی والدہ تک پہنچا دو، تو میں نے وہ کچھا والدہ تک پہنچانے سے پہلے ہی اسے کھا لیا، چند دن بعد نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: انگوروں کے کچھے کا کیا ہوا، کیا تم نے اپنی والدہ تک پہنچا دیا تھا؟ میں نے عرض کی: جی نہیں، راوی کہتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے میرا نام دھوکے باز رکھا۔

3369- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّلِيعِيُّ حَدَّثَنَا نُفَيْسُ بْنُ حَاجِبٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ
الزُّهْرِيِّ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِيدِهِ سَفْرُجَةٌ فَقَالَ دُونَكُمَا يَا طَلْحَةُ لَوَئِيهَا
نَجِمُ الْفُرَادِ

••• حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کے دست مبارک میں سفرجل تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اے طلحہ! تم اسے استعمال کیا کرو کیونکہ یہ دل کو مضبوط کرتی ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ مُبَطَّحًا

یہ باب منہ کے بل لیٹ کر کھانے کی ممانعت میں ہے

3370- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَارٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ

أَبِيهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُبَطَّحٌ عَلَى وَجْهِهِ
••• سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے

کہ آدمی جب منہ کے بل لیٹا ہوا اس وقت کچھ کھائے۔

3371- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منقطع ہیں۔

3370- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منقطع ہیں۔

کتاب الاشریہ

یہ کتاب مشروبات کے بیان میں ہے

اللہ کی اطاعت کر کے پینے والوں کا بیان

لَمَّا قُضِيَ طَلُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَائِلَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْكُوا اللَّهَ كَرِهَ مَنْ لَفِيَ قُلُوبُهُ هَلَبُ
بِنَةِ كَهْبَرَةٍ يَأْذِنُ اللَّهُ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝۲۳۹

پھر جب طالوت اپنے لشکروں کو لے کر شہر سے نکلا، تو اس نے کہا: بیشک اللہ تمہیں ایک نہر کے ذریعے آزمائے والا ہے، پس جس نے اس میں سے پانی پیسا وہ میرے (ساتھیوں میں) سے نہیں ہوگا، اور جو اس کو نہیں پیے گا پس وہی میری (جماعت) سے ہوگا مگر جو شخص ایک چلو (کی حد تک) اپنے ہاتھ سے پی لے (اس پر کوئی حرج نہیں)، سو ان میں سے چند لوگوں کے سوا باقی سب نے اس سے پانی پی لیا، پس جب طالوت اور ان کے ایمان والے ساتھی نہر کے پار چلے گئے تو کہنے لگے: آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں سے مقابلے کی طاقت نہیں، جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ (شہید ہو کر یا مرنے کے بعد) اللہ سے ملاقات کا شرف پانے والے ہیں، کہنے لگے: کئی مرتبہ اللہ کے حکم سے تھوڑی سی جماعت (خاصی) بڑی جماعت پر غالب آ جاتی ہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو اپنی معیت سے نوازتا ہے۔

طالوت وقاتلہ سے قتال کرنے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ بیت المقدس سے روانہ ہوئے اس کی تفسیر میں حافظ جلال الدین سیوطی نے یہ حدیثیں بیان کی ہیں۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ اسی ہزار بنو اسرائیل طالوت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے اس زمانہ میں جالوت سب سے زیادہ طاقتور شخص تھا اور اس کی بہت زیادہ ہیبت تھی وہ اپنے لشکر میں سب سے آگے رہتا تھا اور ابھی اس کا لشکر اس تک نہیں پہنچ پاتا تھا کہ وہ دشمن کو شکست دے دیتا تھا جب طالوت کا لشکر روانہ ہوا تو طالوت نے اہل لشکر سے کہا: عنقریب اللہ تمہیں ایک دریا کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کرے گا سو جس نے اس دریا سے (سیر ہو کر) پی لیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا اور جس نے اس سے صرف ایک آدھ چلو کے علاوہ نہ پیا وہ میرے طریقہ پر ہوگا چار ہزار کے سوا باقی سب نفوس نے جالوت کی ہیبت سے اس دریا سے پانی پی لیا اور ان چار ہزار افراد نے ہی اس دریا کو عبور کیا اور باقی ماندہ مہتر ہزار لشکری

دریا عبور نہ کر سکیں جن لوگوں نے دریا سے سیر ہو کر پانی پیا تھا وہ سخت پیاس میں مبتلا ہو گئے اور جنہوں نے چلو بھر کر پانی پیا تھا ان کو پیاس نہیں لگی اور جب طالوت نے اس کے ساتھ مومنوں نے دریا عبور کر لیا اور انہوں نے جالوت کو دیکھا تو انہیں نے کہا آج ہم جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ان میں سے بھی تین ہزار چھ سو اسی نفوس واپس ہو گئے اور طالوت اہل بدر کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ نفوس کے ساتھ باقی رہ گئے۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ جس دریا میں ان کو جہلا کیا گیا تھا وہ فلسطین میں تھا (الدر المنور ج ۱ ص ۳۱۸ مطبوعہ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ ایران)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: طالوت کا لشکر ایک لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ افراد پر مشتمل تھا تین سو تیرہ افراد کے سوا باقی سب نے اس دریا سے پانی پی لیا اور یہ غزوہ بدر میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ افراد تھے۔ طالوت نے ان سب کو واپس کر دیا اور ان کے ساتھ صرف تین سو تیرہ افراد رہ گئے جب طالوت اور ان کے ساتھ مومنوں نے دریا کو عبور کر لیا تو انہوں نے طالوت سے کہا: آج ہم جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اور جو لوگ آخرت اور اللہ سے ملاقات پر یقین رکھتے تھے انہوں نے کہا: کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے قلیل جماعت کثیر جماعت پر غالب آ جاتی ہے اور اللہ میر کرنے والوں کی مدد کرتا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فتح اور نصرت کی دعا کی اور دعا وہ واحد ہتھیار ہے جو صرف مومنوں کے پاس ہے اور کافروں کے پاس نہیں ہے۔ حضرت شمویل (علیہ السلام) نے طالوت کو ایک: رہ دی اور فرمایا: جس شخص کے جسم پر یہ زرہ پوری آ جائے گی وہ اللہ کے حکم سے جالوت کو قتل کر دے گا اور طالوت کے منادی نے ندا کی: جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دوں گا اور اپنا آدھا مال اس کو دے دوں گا (یہ زرہ حضرت داؤد پر پوری آئی تھی) حضرت داؤد کا پورا نام و نسب یہ ہے: داؤد بن ایشا بن حصر بن قانص بن یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت داؤد نے اپنے تو بڑے میں ہاتھ ڈالا تو تین پتھر مل کر ایک پتھر بن گئے، حضرت داؤد نے اس پتھر کو نکال کر اپنی منجیق میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے بندے داؤد کی مدد کرو جب حضرت داؤد نے آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہا تو جن وانس کو چھوڑ کر تمام فرشتوں اور حاملین عرش نے نعرہ تکبیر بلند کیا جب جالوت نے اللہ اکبر کی گونج دار آوازوں کو سنا تو اس نے یہ سمجھا کہ تمام دنیا نے مل کر اس پر حملہ کر دیا ہے زور سے آندھی چلی اور ان پر اندھیرا چھا گیا جالوت خود الٹ کر گر گیا حضرت داؤد نے منجیق میں پتھر ڈال کر اسے چھوڑا تو اس سے تین پتھر نکلے ایک پتھر جالوت کی پیشانی پر لگ کر آ رہا رہو گا اور ہو مقتول ہو کر زمین پر جا گر اور دوسرا پتھر لشکر جالوت کے میمنہ پر جا کر اور ان کو تباہ کر دیا تیسرا پتھر ان کے میسرہ پر گر ا اور ان کو یوں لگا جیسے ان پر پہاڑ آ گرا ہو وہ سب گھبرا پیٹھ موڑ کر بھاگے اور ایک دوسرے کے پاؤں تلے روندے گئے اور کچلے گئے طالوت بنو اسرائیل میں کامیاب اور کامران ہو کر لوٹے۔

اللہ نے ان کو ان کے دشمنوں پر فتح اور نصرت عطا فرمائی طالوت نے حسب وعدہ حضرت داؤد سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور

ان کو نصف سلطنت اور نصف مال عطا کر دیا اور اس کے بعد حافظ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) اور کھول سے ایک طویل قصہ روایت کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس فتح کے بعد بنو اسرائیل حضرت داؤد (علیہ السلام) کو زیادہ پسند کرنے لگے اور وہ چاہتے تھے کہ پورا ملک ان ہی کو دے دیا جائے طالوت کو اس سے حسد ہوا اور اس نے حضرت داؤد کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا لیکن طالوت کی بیٹی جو حضرت داؤد کی اہلیہ تھیں انہوں نے ان کو بروقت سازش سے آگاہ کر دیا طالوت اور اس کے گھر والے مارے گئے اور تمام بنو اسرائیل حضرت داؤد کی زیر سلطنت آ گئے اللہ تعالیٰ نے اس کو زبور عطا کی اور ان کو زورہ بنانے کا عمل سکھایا اور پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے علم کے تابع کر دیا جب حضرت داؤد تسبیح کرتے تو وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ طبری نے بیان کیا ہے کہ طالوت کی حکومت چالیس سال رہی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۱۷۰-۱۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ)

بَابُ الْخَمْرِ مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ

یہ باب ہے کہ شراب ہر برائی کی کنجی ہے

3371- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَانِئٍ عَنْ سَعِيدِ الْجَوْهَرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ جَمِيعًا عَنْ رَاشِدِ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحِمَّانِيِّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ

••• سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: میرے خلیل نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ تلقین کی، تم شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

3372- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مُنِيرُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ نُسَيْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ خَبَّابَ بْنَ الْأَرْتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِيَّاكَ وَالْخَمْرَ فَإِنَّ خَطِيئَتَهَا تَفْرَعُ الْخَطَايَا كَمَا أَنَّ شَجَرَتَهَا تَفْرَعُ الشَّجَرَ

••• حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: شراب سے بچنا کیونکہ اس کا گناہ دوسرے گناہوں کو جنم دیتا ہے جس طرح اس کا درخت دوسرے درخت کو جنم دیتا ہے۔

قرآن مجید سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان

عرب میں شراب پینے کا عام رواج تھا اور شراب اور جہاد دونوں ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ شراب کے نشہ میں انسان کو اپنے پرانے کی تمیز نہیں رہتی تو ایسا شخص کافروں سے جہاد کب کر سکتا ہے نیز وہ شراب کے نشہ میں جوا کھیلنا کرتے تھے اور جیتی ہوئی رقم غریبوں میں تقسیم کرتے تھے اور یہ ظاہر یہ اچھا کام تھا اس لیے صحابہ نے ان دونوں کا حکم معلوم کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگرچہ اس

3371: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3372: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

میں کچھ لوگوں کا فائدہ ہے لیکن ان کا نقصان زیادہ ہے کیونکہ شراب کے نشہ سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور انسان جھوٹ بولتا ہے اور کالم گلوچ کرتا ہے اور جوئے کے ذریعہ دوسروں کا مال کھاتا ہے۔

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ زید بن علی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عمر (شراب) کے متعلق تین آیتیں نازل کی ہیں ایک یہ آیت ہے (شراب پینے سے وقتی جوش اور بیجاں پیدا ہوتا ہے اور جوئے کے ذریعہ آسانی سے جیتی ہوئی رقم حاصل ہو جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں یہ رقم غرباء پر خیرات کر دی جاتی تھی ان فوائد کی بناء لوگوں نے آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر چہ ان میں کچھ فائدہ ہے لیکن ان کا نقصان زیادہ ہے) تب لوگوں نے شراب پینے کے معمول کو جاری رکھا حتیٰ کہ دواؤں میں شراب پی کر نماز پڑھی اور نماز میں بدکلامی کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(آیت) یا ایہا الذین امنوا لا تقرہوا الصلوۃ والنعیم سکری حتی تعلموا ما تقولون . (النساء: ۴۳-۴۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کہہ رہے ہو۔

پھر جو لوگ شراب پیتے تھے وہ نماز کے اوقات میں شراب سے اجتناب کرتے تھے حتیٰ کہ ایک دن ابو القموس نے نشہ کی حالت میں متولین بدر کے لوح اور مرثیہ میں چند اشعار پڑھے جن میں متولین بدر کی تعظیم اور نکیریم کی جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک یہ خبر پہنچی تو آپ غضب میں گھبرائے ہوئے چادر کو کھینچے ہوئے آئے جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ نے اس کو مارنے کے کوئی چیز اٹھائی اس نے کہا: میں اللہ اور اس کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں یہ خدا میں اب کبھی شراب نہیں پیوں گا تب یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) یا ایہا الذین امنوا اما العمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلکم تفلحون . اما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداۃ والبغضاء فی العمر والمیسر وصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فہل النعم منہون . . (المائدہ: ۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! عمر (شراب) جوایتوں کے چڑھاؤں کی جگہ اور بتوں کے پاس فال نکالنے کے تیر محض ناپاک ہیں ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان کا صرف یہ ارادہ ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے سبب سے تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آ بنے والے ہو؟ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے جب یہ آیت سنی تو کہا: ہم باز آئے ہم باز آئے۔

(جامع الایمان ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

اس آیت میں شراب کی حرمت پر دس دلیلیں ہیں:

(۱) شراب کا ذکر جوئے بتوں کے چڑھاؤں کی جگہ اور بتوں کے پاس فال نکالنے کے تیروں کے ساتھ کیا ہے اور یہ سب

حرام ہیں۔

(۲) شراب کو رجس (نجس) فرمایا اور ہر نجس چیز حرام ہے۔

(۳) شراب کو شیطانی کام فرمایا اور شیطانی کام حرام ہیں۔

(۴) شراب پینے سے اجتناب کا حکم دیا لہذا اس سے اجتناب کرنا فرض ہوا اور جس سے اجتناب فرض ہوا اس کا ارتکاب حرام ہے۔

(۵) حصول فلاح کو شراب سے اجتناب پر مطلق فرمایا اس لیے اس سے اجتناب فرض اور اس کا ارتکاب حرام ہوا۔

(۶) شراب کے سبب سے شیطان عداوت پیدا کرتا ہے اور عداوت حرام ہے اور حرام کا سبب بھی حرام ہوتا ہے لہذا شراب حرام ہوئی۔

(۷) شراب کے سبب سے شیطان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔

(۸) شراب کی تاثیر سے شیطان اللہ کے ذکر سے روکتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکنا حرام ہے۔

(۹) شراب کی تاثیر سے شیطان نماز سے روکتا ہے اور نماز سے روکنا حرام ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے استغناء انتہائی مبلغ ممانعت کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم (شراب نوشی سے) باز آنے والے ہو؟

احادیث سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے دنیا میں خمر (شراب) پی وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ زنا کرتے وقت زانی میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا اور خمر پیتے وقت شرابی میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا اور چوری کرتے وقت چور میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۶ مطبوعہ نور محمد ریح المطالع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو عبیدہ حضرت ابو طلحہ اور حضرت ابی بن کعب کو ادھ پکی کھجوروں اور چھوڑاؤں کی شراب پلا رہا تھا کہ ایک آنے والے نے کہا: خمر کو حرام کر دیا گیا تو حضرت ابو طلحہ نے کہا: اے انس! اٹھو اور اس تمام شراب کو اٹھ لے دو۔

حضرت ابو مالک یا حضرت ابو مالک اشعری (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم خمر اور آلات موسیقی کو حلال کہیں گے اور عنقریب کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے: کل آنا۔ اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (زنا، شراب اور آلات موسیقی کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت کے دن بندر اور خنزیر بنادے گا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۷ مطبوعہ نور محمد ریح المطالع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ عمر نے دعا کی کہ اے اللہ! خمر کے

متعلق شافعی حکم بیان فرماتا سورۃ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) یسئلونک عن الخمر والمیسر۔ (البقرہ: ۲۱۹) عمر نے پھر دعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم مسکری (النساء: ۴۳) تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منادی نے ندا کی کہ کوئی شخص نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جائے عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! آخر کے متعلق شافعی حکم نازل فرماتا تو یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) فهل انتم منتھون۔ (المائدہ: ۹۰) حضرت عمر نے کہا: ہم باز آ گئے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ مطبع مجہاتی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شخص نے کسی نشہ آور چیز کو پیاس کی چالیس دن کی نمازیں ناقص ہو جائیں گی اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور اگر اس نے چوتھی بار شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو طیبۃ النہال سے پلائے۔ پوچھا گیا کہ طیبۃ النہال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دوزخیوں کی پیپ۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۱۲ مطبوعہ مطبع مجہاتی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خمر پر لعنت فرمائی ہے اور خمر پینے والے پر پلانے والے پر بیچنے والے پر خریدنے والے پر خمر کو (انگوروں سے) نچوڑنے والے پر اس کو بنانے والے پر خمر کو لادنے والے پر اور جس کے پاس لاد کر لائی جائے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ مطبع مجہاتی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص خمر پئے اس کو کوڑے مارو اگر وہ چوتھی بار پئے تو اس کو قتل کر دو۔ (جامع ترمذی ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں: حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خمر پینے کی بناء پر اسی کوڑے مارنے۔ (المصنف ج ۷ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۹۰ھ)

امام طحاوی روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص خمر پئے اس کو اسی کوڑے مارو۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۹۱ مطبوعہ مطبع مجہاتی پاکستان لاہور ۱۴۰۲ھ)

خمر کی تعریف میں ائمہ مذاہب کا نظریہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

امام مالک امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کے پینے پر حد واجب ہے خواہ قلیل مقدار میں پئے یا کثیر مقدار میں۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۵۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

اور امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے مذہب کے متعلق شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: قرآن مجید نے خمر کو حرام کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر اس کچے شیرے کا نام ہے جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے اس کو دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: (آیت) اریسنی اعصر خمرا (یوسف: ۳۶) میں نے خمر کو نچوڑ رہا ہوں یعنی انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں جو خمر ہو جائیں گے۔ (الموسم ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف خمر حرام قطعی ہے اس کا پینا پلانا بیچنا خریدنا رکھنا سب حرام قطعی ہے خمر کے علاوہ تین مشروب اور حرام ہیں: ایک بازق ہے یعنی انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد ایک تہائی رہ جائے یا جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے دوسرا سکر ہے یعنی تازہ کھجوروں کا کچا شیرہ جب جھاگ چھوڑ دے تیسرا نفع الزبیب ہے یعنی کشمش کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۹۰-۲۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

ان تینوں مشروبات کی حرمت ظنی ہے اور ان کی نجاست حنیفہ ہے جب کہ نشہ آور مقدار میں پیا جائے اور اس سے کم مقدار میں یہ حرام ہیں نہ نجس۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: خمر کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد واجب ہوگی اور باقی تین شرابوں کے پینے سے اس وقت حد واجب ہوگی جب نشہ ہو جائے۔ (بدایہ النورین ص ۳۹۵ مطبوعہ شرکتہ علیہ ملتان)

امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خمر تو بے حد حرام ہے اور باقی نشہ آور مشروب اگر مقدار نشہ میں پہنچ جائیں تو وہ بھی حرام ہیں اور اگر اس سے کم مقدار میں پہنچ جائیں تو وہ حرام نہیں ہیں اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جو مشروب نشہ آور ہو وہ خمر ہو یا کوئی اور مشروب خواہ وہ قلیل مقدار میں پیا جائے یا کثیر مقدار میں وہ بہر حال حرام ہے امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام ابو حنیفہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: خمر (مطلقاً) حرام کی گئی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔ (مسند امام اعظم ص ۲۵۴ مطبوعہ محمد سعید ایڈ سنز کراچی)

امام ابو یوسف نے بھی اس حدیث کو امام ابو حنیفہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ (کتاب الاشریہ ص ۲۲۸)

امام ابن ابی شیبہ۔ ۱ (امام ابو بکر احمد بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ) (المصنف ج ۵ ص ۸ مطبوعہ دار القرآن کراچی)

اور امام دارقطنی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۵۶ مطبوعہ نشر النہ ملتان) امام طبرانی تین مختلف اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: شراب کو بے حد حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار کو۔

(معجم کبیر ج ۱۰ ص ۳۳۹-۳۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ البیہقی نے لکھا ہے کہ بعض سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ (معجم الزوائد ج ۵ ص ۵۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام نسائی نے اس حدیث کو چار مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۹۷ مطبوعہ نشر النہ ملتان)

بَاب مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ

یہ باب ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت میں (جنتی) مشروب نہیں پی سکے گا

3373- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص دنیا میں شراب پی لے وہ آخرت میں (جنتی مشروب) کو نہیں پی سکے گا البتہ وہ توبہ کرے تو (حکم مختلف ہو گا)۔“

3374- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَائِلٍ أَنَّ خَالِدَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت میں (جنتی) مشروب نہیں پی سکے گا۔

بَاب مُدْمِنُ الْخَمْرِ

یہ باب ہے کہ ہمیشہ شراب نوشی کرنے والے شخص کے بارے میں حکم

3375- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَسْبَهَائِيِّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ كَقَابِدٍ وَكَلْبٍ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا شخص بت کی عبادت کرنے والے کی مانند ہے۔“

3376- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُثْبَةَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ حَلْبَسٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ

3373: أخرجه مسلم في "الحج" رقم الحديث: 5192

3374: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3375: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3376: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو دنیا میں شراب پئے وہ آخرت میں شراب نہ پی سکے گا۔ الا یہ کہ توبہ کر لے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شراب پئے اور نشہ میں مست ہو جائے اس کی نماز چالیس روز تک قبول نہ ہوگی اور اگر وہ اس دوران مر گیا تو دوزخ میں جائے گا اور اگر اس نے توبہ کی تو قبول فرمائے گا اور اگر اس نے دوبارہ شراب پی اور نشہ میں مست ہو گیا تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی اور اگر اسی دوران مر گیا تو دوزخ میں جائے گا اور اگر توبہ کر لی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے پھر اگر سہ بارہ اس نے شراب پی لی تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے رذیۃ الخبال ضرور پلائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رذیۃ الخبال کیا چیز ہے؟ فرمایا دوزخیوں کا خون اور پیپ۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پیئیں گے۔ اور اس کا نام تبدیل کر کے دوسرا نام رکھیں گے۔ ان کے سروں پر باجے بچیں گے گانے والیاں گائیں گی تو انہیں اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسائے گا اور انہیں بندر اور سور بنائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس نے شراب اور کوئی نشہ آور چیز استعمال کی تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو دوزخ میں ہوگا۔ اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اگر اس نے پھر دوبارہ توبہ کے بعد شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ کرے گا۔ اور اسی حالت میں فوت ہو گیا تو دوزخ میں داخل ہوگا اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اگر اس نے تیسری بار بھی پی تب بھی خدا کا یہی قانون ہے لیکن اگر اس نے توبہ کر کے چوتھی بار بھی شراب پی تو اللہ کا حق ہے کہ قیامت کے دن روغہ خبال پلائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روغہ خبال کیا ہے؟ فرمایا: دوزخیوں کا خون اور پیپ ہے۔

حضرت ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! جھوٹ نہیں کہا مجھ سے جو انہوں (صحابی) نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ضرور کچھ لوگ ایسے ہوں گے۔ جو زنا، ریشم، شراب اور گانے باجوں کو اپنے لئے حلال کریں گے اور پہاڑ کے دامن میں کچھ لوگ ایسے رہتے ہوں گے کہ جب شام کو اپنا ریوڑ واپس لیکر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی مسکین اپنی ضرورت لیکر آئے تو اس سے کہیں گے کہ کل ہمارے پاس آنا۔ پس راتوں رات اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر ہلاک کر دے گا۔ اور باقی (لوگوں) کو بندر اور خنزیر بنادے گا۔ کہ قیامت تک اسی حال میں رہیں۔

حضرت سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شب معراج جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایلیاء کے مقام پر تھے تو آپ کی خدمت میں شراب اور دودھ کے دو پیالے پیش کیے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب توجہ فرمائی تو دودھ کا پیالا لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض گزار ہوئے کہ سب تعریفیں اس خدا کیلئے جس نے فطرت کی جانب آپ کو ہدایت فرمائی۔ اگر آپ شراب کا پیالا پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اس کی پٹائی کرو۔ چنانچہ ہم میں سے بعض نے جوتیوں سے اس کی پٹائی کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب زبان سے اس کو تسمیہ کرو اور عار دلاؤ۔ چنانچہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہنا شروع کیا کہ تو نے اللہ کی مخالفت سے اجتناب نہیں کیا تو خدا سے نہیں ڈرا اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ترک کرنے یا اس حالت میں آپ کے سامنے آنے سے بھی نہیں شرماتا۔ اور پھر جب بعض لوگوں نے یہ کہا اللہ تعالیٰ تجھ کو (دنیا و آخرت دونوں جگہ یا آخرت میں) ذلیل و رسوا کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح نہ کہو اور اس پر شیطان کے غالب ہو جانے میں مدد نہ کرو بلکہ یوں کہو کہ اے اللہ! اس گناہ کو مٹا کر اس کو بخشش دے اور اس کو طاعت و نیکی کی توفیق عطا فرما کر اس پر رحم کر یا اس کو دنیا میں بخشش دے اور عاقبت میں اس پر اپنا رحم فرما۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت فرمائی شراب نہ پھونکنے والا، نہ پھونکانے والا اور جس کے لیے نہ پھونکا جائے اور اٹھا کر لے جانے والا اور جس کے لیے اٹھائی جائے اور فروخت کرنے والا اور جس کے لیے فروخت کیا جائے اور پلانے والے اور جس کے لیے پلائی جائے۔ اسی قسم کے دس افراد شمار کیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زنا کرے یا شراب پیے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان اس طرح کھینچ لیتا ہے جس طرح آدمی سر سے قمیص کھینچ لے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔ شرابی اور اپنے قریبی رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا اور جو شرابی بغیر توبہ کیے مر جائے۔ اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ پلائے گا جو دوزخ میں بدکار عورتوں کی بری جگہ سے اس قدر نکلے گی کہ ایک نہر بن جائے گی۔ دوزخیوں کو ان کی شرم گاہ کی بدبو عذاب پر عذاب ہوگی وہ سخت بدبو گندی پیپ جو بدکار عورتوں کی شرم گاہ سے نکلے گی اس شرابی کو بھی پنی پڑے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرابی اگر بغیر توبہ کیے مر جائے تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح ہوگا۔ جیسے کوئی بت پوجنے والا ہوتا ہے۔

حضرت نعمان بن ابوعیاش فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا گیا ہم نے ان سے پوچھا سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ انہوں نے فرمایا: شراب۔ پس انہ

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کو لئے رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسریوں اور گانے بجانے کے سامان اور شراب اور ان بتوں کو ختم کر دوں جو زمانہ جاہلیت میں پوجے جاتے تھے۔ اور مجھے اپنے رب عزوجل کی عزت کی قسم ہے کہ جو شخص ایک گھونٹ بھی شراب کا

پئے گا اس کو اس کے بدلے میں عذاب جہنم سے کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص مدہوش ہو جائے تو اسے کوڑے لگاؤ جب کوئی نشہ کرے تو اسے کوڑے لگاؤ پھر جب نشہ کرے تو اسے کوڑے لگاؤ پھر جب نشہ کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اگر پھر نشہ کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔ یعنی یہ بات آپ نے چوتھی مرتبہ فرمائی۔

عبدالرحمن بن حارث نے اپنے باپ دادا کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: شراب سے بچو۔ کیونکہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ پہلے زمانے میں ایک عابد شخص تھا۔ اسے ایک بدکار عورت نے اپنے دام فریب میں گرفتار کرنا چاہا اور ایک لونڈی کو اس شخص کے پاس اس بہانے سے بھیج دیا کہ میں تجھے گواہی دینے کیلئے بلارہی ہوں۔ وہ شخص اس لونڈی کے ساتھ چلا آیا۔ اس لونڈی نے جب وہ شخص اندر چلا گیا مکان کے باہر دروازہ بند کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک عورت کے پاس پہنچ گیا۔ جو نہایت حسین و جمیل تھی۔ اور اس عورت کے پاس ایک لڑکا تھا۔ شراب کا ایک برتن تھا۔ اس عورت نے کہا خدا کی قسم! میں نے آپ کو گواہی کیلئے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تو مجھ سے زنا کرے۔ یا اس شراب میں سے ایک گلاس پئے۔ یا اس لڑکے کو قتل کر ڈالے۔ وہ شخص بولا! مجھے اس شراب کا ایک گلاس پلاؤ۔ اس عورت نے ایک گلاس اسے پلا دیا۔ جب اسے مزہ آیا تو وہ بولا اور دو پھر وہاں سے نہ ہٹا جب تک کہ اس عورت سے زنا نہ کیا اور اس لڑکے کو ناحق قتل نہیں کیا۔ لہذا تم شراب سے بچو۔ کیونکہ اللہ کی قسم! شراب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: احسان جتلانے والا، والدین کا نافرمان اور شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی زانی زنا کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا اور کوئی شرابی شراب پیتے وقت مؤمن نہیں ہوتا۔ اور کوئی چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی ڈاکہ ڈالنے والا ایسا ہے کہ لوگ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں گے جبکہ وہ ڈاکہ ڈال رہا اور وہ مؤمن۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی نشہ کرے تو اسے کوڑے مارو پھر اگر نشہ کرے تو اسے (دوسری بار) کوڑے مارو۔ پھر اگر (تیسری بار) نشہ کرے تو پھر اسے کوڑے مارو۔ پھر فرمایا: اگر چوتھی (بار) ایسا کرے تو حکم فرمایا اس کی گردن اڑا دو۔

ضحاک کہتے ہیں جو شخص شراب پیتا مر گیا اس کے چہرہ میں گرم پانی ڈالا جائے حتیٰ کہ وہ دنیا سے جدا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت، مردار اور اس کی قیمت، خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہود پر تین

بارعنت فرمائی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا تو انہوں نے اسے بیچنا شروع کر دیا اور اس کی قیمت کو کھایا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام فرماتا ہے اور ان پر اس کی قیمت بھی حرام ہوتی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے شراب فروخت کی گویا اس نے خنزیروں کے ٹکڑے کیے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس امت سے ایک قوم رات کو کھانے پینے اور لہو و لعب میں بسر کرے گی۔ تو وہ صبح کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں کر دی جائے گی۔ اور انہیں زمین میں دھنسا کر پتھر پھینکے جائیں گے۔ حتیٰ کہ لوگ صبح کو کہیں گے کہ آج رات بن فلاں کو زمین میں دھنسا دیا گیا ہے۔ اور فلاں گھر کو آج رات زمین میں دھنسا دیا گیا اور ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش کی گئی۔ جس طرح قوم لوط پر ان کے قبیلوں اور گھروں پر پتھر برسائے گئے۔ اور جس ہوا (طوفان) نے قوم عاد کو ان کے قبائل میں اور ان کے گھروں میں شراب پینے، ریشم پہننے، گانے بجانے والی لڑکیاں اور سود کھانے اور قطع رحمی کی وجہ سے ہلاک ہو گیا اس طرح کا طوفان ان پر بھیجا گیا۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت پندرہ (بری) باتوں کو اپنائے گی۔ تو مصائب میں گھر جائے گی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مال غنیمت ذاتی مال بن جائے گا۔ امانت مال غنیمت شمار ہونے لگے گی۔ آدمی اپنی بیوی کی بات مانے گا۔ اور ماں کی نافرمانی کرے گا۔ دوستوں سے بھلائی اور باپ سے برا سلوک کرے گا۔ مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی۔ ذلیل قسم کے لوگ حکمران بن جائیں گے۔ انسان کی شرارت کے خوف سے اس کی عزت کی جائے گی۔ شراب پی جائے گی۔ ریشم پہنا جائے گا۔ گانے بجانے والی لڑکیاں اور گانے کا سامان (گھروں میں) رکھا جائے گا اس امت کے پہلے افراد پر بعد والے لعن طعن کریں گے۔ اس وقت لوگوں کی سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے یا چہروں کے مسخ ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ چار بندوں کو جنت میں داخل کرے اور نہ ہی ان کو اس کی نعمتوں کا مزہ چکھنے دے۔ شرابی، سودخور، ناحق یتیم کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شرابی، والدین کا نافرمان اور عطاء پر احسان جملانے والا جنت الفردوس میں داخل نہیں ہوں گے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ فرماتے ہیں کہ جب شراب پی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان ستونوں کو پوجا جائے گا اس وقت کیا حالت ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تین بندوں پر جنت حرام کر دی ہے۔ شرابی اور والدین کا نافرمان اور دیوث پر، دیوث وہ آدمی ہے جس کے گھر والی کے پاس کوئی غیر مرد ٹھہرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کی ہوا پانچ سو سال کی مسافت سے آئے گی لیکن اپنے محل پر احسان جتلانے والا اور والدین کا نافرمان اور شرابی اس ہوا کو نہیں پائیں گے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ہمیشہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ دیوث اور "الرجل من النساء" اور شرابی۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرابی تو ہم پہچان لیا۔ دیوث کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: جس کے گھر والوں کے پاس کوئی غیر آدمی آتا ہو اور وہ اس کی پراہ نہ کرے۔ ہم نے عرض کیا۔ الرجل من النساء کیا ہے فرمایا: وہ عورت جو مردوں والا حلیہ بنائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شراب تمام گناہوں کو جمع کرنے والی ہے۔ اور عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں اور دنیا کی محبت تمام برائیوں کی اصل ہے۔

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابو بکر و عمر اور دیگر لوگ بیٹھے تھے۔ تو سب سے بڑے گناہوں کا ذکر شروع ہو گیا (کہ بڑا گناہ کونسا ہے) تو ان میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا۔ تو انہوں نے مجھے عبد اللہ بن عمرو کے پاس بھیجا کہ میں ان سے پوچھوں؟ تو انہوں نے بتایا کہ شراب پینا بڑے گناہوں میں سے ہے۔ میں نے انہیں آکر خبر دی لیکن وہ تعداد میں زیادہ لوگ تھے۔ وہ ان کے گھر حاضر ہوئے آپ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ اس نے ایک آدمی کو پکڑا اور اس کو اختیار دیا کہ شراب پئے گا یا کسی جان کو قتل کرے گا یا زنا کرے گا یا خنزیر کا گوشت کھائے گا۔ یا اس کو قتل کر دے ان میں سے کونسا کام وہ کرے گا۔ اس نے شراب کو اختیار کیا جب اس نے شراب پی (تو بادشاہ) جو اس سے چاہتا تھا وہ ان کاموں میں سے کسی ایک کام سے بھی باز نہ آیا۔ یعنی شراب پینے کی وجہ سے اس نے سارے برے کام کر ڈالے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا۔ تو فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! کیا تو اس میں خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ اور ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری حمد کے ساتھ اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ (البقرہ: ۳۰) فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم اولاد آدم سے زیادہ تیری عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم فرشتوں میں سے دو فرشتے لے آؤ۔ ہم دیکھتے ہیں وہ کیا عمل کرتے ہیں۔ فرشتوں نے عرض کیا ہمارے وہ دو فرشتے ہاروت و ماروت ہیں۔ پس انہیں زمین پر اتارا گیا اور انسان میں سے حسین و جمیل زہراء نامی ایک عورت ان کے سامنے حاضر ہوئی۔ تو ان دونوں نے اس سے برے کام کی خواہش کی۔ تو اس نے انکار کیا اور کہا واللہ! تم دونوں شرکیہ کلمے کہو۔ ان دونوں نے کہا کہ واللہ! ہم کبھی شرک نہیں کریں گے۔ وہ عورت چلی گئی پھر دوبارہ ایک بچہ اٹھائے ہوئی آئی۔ پھر فرشتوں نے اپنی خواہش پوری کرنے کا کہا تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ تم اس بچے کو قتل کر دو انہوں نے کہا واللہ! ہم ہرگز اس کو قتل نہیں کریں گے۔ پھر وہ عورت چلی گئی اور دوبارہ ایک شراب کا پیالہ اٹھالائی۔ فرشتوں نے پھر برے کام کی خواہش کی لیکن اس نے انکار کرتے

ہوئے کہا واللہ! اگر تم شراب پی لو گے (تو تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی) انہوں نے شراب پی تو انہیں نشہ آ گیا تو انہوں نے عورت سے خواہش بھی پوری کر لی اور اس بچے کو قتل بھی کر ڈالا جب انہیں نشہ سے افادہ ہوا تو عورت نے کہا واللہ! تم نے نشہ کی وجہ سے ایک بھی نہیں چھوڑا۔ جس کا پہلے تم نے انکار کیا تھا پھر انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب میں ایک کو قبول کرنے کا اختیار دیا گیا تو انہوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کیا۔

حضرت عبد بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب شراب حرام کی گئی ہے تو بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعض کی طرف چلے کہ اور انہوں نے کہا شراب حرام کی گئی ہے اور برابری کو شرک قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے شراب پی تو ایمان کا نور اس کی ناف سے نکل جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے شراب پی تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پلائے گا۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یاسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن کے قریب فرشتے نہیں جاتے۔ مردار کا فر کی لاش پر، زعفران ملی خوشبو میں لتھڑے ہوئے شخص کے پاس اور جنبی کے پاس۔ الایہ کہ وہ جنبی وضو کرے کم از کم۔ (غسل میں اگر دیر ہو تو بغیر وضو کے جنبی کو نہیں رہنا چاہیے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے شراب کو چھوڑا حالانکہ وہ اس کے پینے پر قادر تھا تو میں ضرور اس کو اس کے پاک دربار سے پلاؤں گا۔ اور جس شخص نے ریشم کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کے پہننے پر قادر تھا تو میں ضرور اس کو اس کے پاک دربار سے پہناؤں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے شراب پلائے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے (شراب) دنیا میں چھوڑ دے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں ریشم کا لباس پہنائے تو اسے چاہیے کہ وہ ریشمی لباس دنیا میں پہننا چھوڑ دے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ایک گھونٹ شراب پی تو اللہ تعالیٰ تین دن تک نہ نفل قبول کرتا ہے اور نہ ہی فرض اور جس شخص نے ایک پیالہ شراب پیا تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ شرابی کو ضرور نہر خبال سے پلائے گا عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہر خبال کیا ہے؟ فرمایا: دوزخیوں کی پیپ ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس امت میں خسف (زمین میں دھنسا) مسخ (چہروں کا بدلنا) اور قذف (پتھروں کی بارش) ہوگی۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گانے والی عورتیں اور گانے والا سامان ظاہر ہوگا اور شراب پی

جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ شراب پیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر اس (شراب) کو پینا جنت میں کر دیا ہے اور جو میرا امتی اس حال میں فوت ہوا کہ وہ سونا پہنتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جنت میں اس کا لباس حرام کر دیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نشہ کی حالت میں دنیا سے جدا ہوا، نشہ کی حالت میں قبر میں داخل ہوا اور نشہ کی حالت میں اسے قبر سے نکالا جائے گا۔ پھر اسے آگ کی طرف حکم دیا جائے گا۔ جو کہ نشہ کا ایک پہاڑ ہوگی اسے کہا جائے گا اس میں نشہ کی ایک نہر ہے جس میں قح اور خون بہتا ہوگا تو زمین آسمان کی موجودگی تک وہ (قح اور خون) ان کا کھانا پینا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے نشہ کی وجہ سے ایک مرتبہ نماز چھوڑ دی یا اس دنیا یا جو کچھ اس دنیا میں ہے سب اس سے سلب (چھین) لیا گیا اور جس نے چار مرتبہ نشہ کی وجہ سے نماز چھوڑی تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ کہ وہ اس کو طینہ خبال پلائے عرض کیا گیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہ طینہ خبال کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخیوں کا پسینہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت پانچ چیزوں کو جائز سمجھے گی تو ان میں ہلاکتیں ہوں گی جب ایک دوسرے پر لعنت ظاہر کی جائے گی۔ اور شرابیوں پی جائیں گیں، ریشم پہنے جائیں گے، بڑکے گائیں گیں۔ مرد مردوں پر اور عورتیں عورتوں پر جھکیں گیں۔ یعنی ہم جنس پرستی کریں گے۔

جس شراب پئے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح نہ کرو اور اگر وہ شرابی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت نہ کرو۔ (خطبات، ج ۲، ص ۱۰۹، از سلطان الواعظین علیہ الرحمہ)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان کی چار خصلتیں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو جعفر طیار کی چار خصلتیں پسند ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا انہوں نے عرض کیا (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) (۱) میں نے شراب کبھی نہیں پی یعنی حکمِ حرمت سے پہلے بھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ اس سے عقل زائل ہوتی ہے اور میں چاہتا تھا کہ عقل اور بھی تیز ہو۔

(۲) دوسری خصلت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی میں نے کبھی کسی بت کی پوجا نہیں کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ پتھر ہے نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر۔

(۳) تیسری خصلت یہ ہے کہ میں کبھی بھی زنا میں مبتلا نہ ہوا کہ اس کو بے غیرتی سمجھتا تھا۔

(۴) چوتھی خصلت یہ ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کیونکہ میں اس کو کینہ پن خیال کرتا تھا۔

(تفسیر روح البیان، البقرہ ۲۱۹، از علامہ اسماعیل متقی علیہ الرحمہ) (۲) خزائن العرفان، البقرہ ۲۱۹، از صدر الاقا ضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ) حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر شراب کا ایک قطرہ کنوئیں میں گر جائے پھر اس جگہ منارہ بنایا جائے تو میں اس پر اذان نہ کہوں گا۔

اور اگر دریا میں شراب کا قطرہ پڑے پھر دریا خشک ہو اور وہاں گھاس پیدا ہو اس میں اپنے جانوروں کو کبھی بھی نہ چراؤں۔

(تفسیر روح البیان، البقرہ ۲۱۹، از علامہ اسماعیل متقی علیہ الرحمہ) (۲) خزائن العرفان، البقرہ ۲۱۹، از صدر الاقا ضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ) سبحان اللہ! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شراب کو کس قدر نفرت تھی۔ اور کتنے اعلیٰ تقویٰ پر فائز تھے۔

روض الافکار میں کسی نیک بخت کا بیان ہے کہ میں نے چاندی رات میں دس آدمیوں کو شراب پیتے ہوئے دیکھا جب وہ چلتے چلے مسجد کے قریب پہنچے تو کہنے لگے آئیں نماز ادا کریں۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر اپنی دائیں طرف والوں سے کہا قریب ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نہ فرمائے۔

بائیں طرف والوں سے مخاطب ہوا جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر راضی نہ ہو پھر نماز کی نیت باندھ کر نماز ادا کرنے لگے۔ بعد ازاں فتح یہ آیت تلاوت کی گئی۔

تم فرما۔ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے۔ تو وہ کون سا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچالے گا۔

تو تم کیا کر سکو گے۔ پھر وہ نیک بخت کہنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ زمین پھٹ گئی اور وہ زمین کے اندر دھنس گئے یہاں تک کہ ان کا نشان تک باقی نہ رہا۔ (زنیت المحافل، ترجمہ زمزمہ المجالس ج ۲، ص ۱۶۷، شبیر برادرز، لاہور)

باب مَا يَكُونُ مِنْهُ الْخَمْرُ

یہ باب ہے کہ شراب کس چیز سے بنتی ہے؟

3378- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التَّمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو كَثِيرٍ السُّحَيْمِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ وَالْعِنْبَةِ ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”شراب ان دو درختوں سے بنتی ہے انگور اور کھجور۔“

3379- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ خَالِدَ بْنَ كَثِيرٍ الْهَمْدَانِيَّ

3378: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5113 ورقم الحديث: 5114 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3678 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث:

1075 أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 5588 ورقم الحديث: 5589

3379: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3678 ورقم الحديث: 3677 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1072 ورقم الحديث: 1073

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سُرَيْجٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَهُ أَنَّ الشَّعْبِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الْيَحْنَطَةِ عَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيرِ عَمْرًا وَمِنَ الزَّبِيبِ عَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ عَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ عَمْرًا

•• حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”گندم سے شراب بنتی ہے، جو سے شراب بنتی، کشمش سے شراب بنتی ہے، کھجور سے شراب بنتی ہے اور شہد سے شراب بنتی ہے۔“

بَابُ لَعْنَتِ الْخَمْرِ عَلَى عَشْرَةِ أَوْجِهٍ

یہ باب ہے کہ شراب پر دس وجہ سے لعنت کی گئی ہے

3380- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْغَالِقِيُّ وَأَبِي طُعْمَةَ مَوْلَاهُمَا أَنَّهُمَا سَمِعَا ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنَتِ الْخَمْرُ عَلَى عَشْرَةِ أَوْجِهٍ بَعْنِهَا وَعَاصِرُهَا وَمُعْتَصِرُهَا وَبَائِعُهَا وَمُبْتَاعُهَا وَحَامِلُهَا وَالْمَحْمُولَةُ إِلَيْهِ وَآكِلُ ثَمَرِهَا وَشَارِبُهَا وَسَاقِيهَا

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”شراب کے وجود پر اسے نچوڑنے والے پر، اسے نچروانے والے پر، اسے فروخت کرنے والے پر، اسے خریدنے والے پر، اسے اٹھانے والے پر، جس کے لیے اٹھا کر لے جانی جا رہی ہو اس پر، جس نے اس کی قیمت کھائی اس پر جو اسے پیے یا اس پر جس نے اسے پلایا اس پر، ان سب پر لعنت کی گئی ہے۔“

3381- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ شَيْبٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَوْ حَدَّثَنِي أَنَسٌ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةَ عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَالْمَعْصُورَةَ لَهُ وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ لَهُ وَبَائِعَهَا وَالْمَبْيُوعَةَ لَهُ وَسَاقِيَهَا وَالْمُسْتَقَاةَ لَهُ حَتَّى عَدَّ عَشْرَةَ مِنْ هَذَا الضَّرْبِ

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے شراب کے بارے میں دس چیزوں پر لعنت کی ہے اسے بنانے والے پر، اسے بنوانے والے پر، جس کے لیے اسے بنایا گیا ہے اس پر، اسے اٹھانے والے پر، جس کی طرف اٹھا کر اسے لایا گیا ہے اس پر، اسے فروخت کرنے والے پر، اسے پلانے والے پر اور جسے وہ پلائی گئی ہے اس پر (راوی کہتے ہیں: یہاں تک کہ انہوں

نے اس طرح کی دس قسموں کا تذکرہ کیا۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

یہ باب شراب کی تجارت کرنے میں ہے

3382- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الْوَيْتِ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب سورہ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے اور آپ نے شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا۔

3383- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ سُمْرَةَ بَاَعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتِلَ اللَّهُ سُمْرَةَ أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ حَرَمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّعُومُ فَجَمَلُوهَا فَبَاَعُوهَا

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا نے شراب فروخت کی ہے تو وہ بولے: اللہ تعالیٰ سمرہ کو برباد کرے کیا اسے یہ پتہ نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے کہ جب ان پر چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے اسے بچھلادیا اور اسے فروخت کیا۔

شراب کے مال مقوم نہ ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہمارے پاس یتیم کی شراب رکھی ہوئی تھی (یعنی ہمارے گھر میں ایک یتیم رہا کرتا تھا جو ہماری پرورش میں تھا اس کی ملکیت میں جہاں اور بہت سا مال و اسباب تھا وہیں شراب بھی تھی کیونکہ اس زمانہ میں شراب مباح تھی) چنانچہ سورت مائدہ کی وہ آیت (أَنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، المائدہ: 90) نازل ہوئی (جس میں شراب کی حرمت کا بیان ہے جو باب حد الخمر کے ابتداء میں نقل کی جا چکی ہے) تو میں نے اس یتیم کی شراب کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور عرض کیا کہ وہ ایک یتیم کا مال ہے (اور چونکہ یتیم کا مال ضائع نہیں کرنا چاہئے اس لئے اب کیا حکم ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کو پھینک

3382: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 459، رقم الحديث: 2084، رقم الحديث: 2228، رقم الحديث: 4540، رقم الحديث: 4541، رقم الحديث:

4542: رقم الحديث: 4543، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4022، رقم الحديث: 4023، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3490، رقم الحديث:

3491: أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 4679

3383: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2223، رقم الحديث: 3457، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4026، رقم الحديث: 4027

دور۔ (ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث، 794)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد کے ذریعہ واضح فرمایا کہ شراب متعوم مال نہیں ہے نہ صرف یہ کہ اس سے کوئی نفع حاصل کرنا کسی بھی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے بلکہ ہمیں اس کی اہانت کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا اس صورت میں اس شراب کو پھینک دینا ہی ضروری ہے۔ اور حضرت انس حضرت ابوطلمحہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں (یعنی ابوطلمحہ نے) عرض کیا کہ "یا نبی اللہ! میں نے ان قییموں کے لئے شراب خریدی تھی جو میری پرورش میں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شراب کو پھینک دو اور اس کے برتن کو توڑ ڈالو۔" ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت ابوطلمحہ نے شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے اپنے زیر پرورش قییموں کے لئے جو شراب خریدی تھی اس کے بارے میں پوچھا کہ اب شراب حرام ہوگئی ہے میں اس شراب کا کیا کروں؟ آیا اس کو پھینک دوں یا رہنے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اس کو بہاؤ ڈالو۔ اس کے ساتھ ہی اس کے برتن کو توڑ ڈالنے کا حکم اس لئے دیا کہ شراب کی نجاست اس میں سرایت کرگئی تھی اور اس کا پاک کرنا اب ممکن نہیں رہا تھا۔ یا یہ کہ آپ نے شراب کی ممانعت میں شدت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ حکم دیا کہ جس برتن میں وہ شراب رکھی ہے اس کو بھی توڑ ڈالو، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شراب کا سرکہ بنالینے سے جو منع فرمایا اس کا تعلق بھی یا تو زجر و تنبیہ سے ہے یا یہ ممانعت "نہی تنزیہی" کے طور پر ہے۔

بَابُ الْخَمْرِ يُسْمُونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا

یہ باب ہے کہ شراب کو کوئی دوسرا نام دینا

3384- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَبْدِ الْقَدُوسِ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامُ حَتَّى تَشْرَبَ فِيهَا طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسْمُونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا

﴿﴾ حضرت ابوامامہ باہلیؓ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"رات اور دن کے ختم ہونے سے پہلے (یعنی قیامت آنے سے پہلے) میری امت کا ایک گروہ شراب پینا شروع کر دے گا اور وہ اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔"

3385- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ الْعَبْسِيُّ عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيَى الْعَبْسِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَفْصٍ عَنْ ابْنِ مَجْمُوزٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ التَّمِطِ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ بِاسْمٍ يُسْمُونَهَا آيَاهُ

3384: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3385: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

• حضرت عمارہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "میری امت کے کچھ لوگ شراب کو دوسرے ناموں سے پئیں گے جو انہوں نے مقرر کیا ہوگا۔"

بَابُ كُلِّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

یہ باب ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے

3386- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ تَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا پتہ چلا ہے ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کر دے وہ حرام ہے۔

3387- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ الدِّمَارِيُّ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

• سالم بن عبد اللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

3388- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ هَانِئٍ عَنْ ثَسْرُوقِ بْنِ مِسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ قَالَ ابْنُ مَاجَةَ هَذَا حَدِيثُ الْمِصْرِيِّينَ

• حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

• امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ روایت اہل مصر کی نقل کردہ ہے۔

3389- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ عَنْ بَعْثِ بْنِ شَدَّادٍ بْنِ أَوْسٍ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ مُسْكِرٍ

3388: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 242، رقم الحدیث: 5558، رقم الحدیث: 5586، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5179، رقم الحدیث:

5180، رقم الحدیث: 5181، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3882، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1063، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم

الحدیث: 3386، رقم الحدیث: 5807، رقم الحدیث: 5808، رقم الحدیث: 5809، رقم الحدیث: 5810

3387: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3388: أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3486

3389: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حَرَامٌ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَهَذَا حَدِيثُ الرَّاقِشِيِّ

» حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”ہر نشہ آور چیز ہر مومن کے لیے حرام ہے۔“

یہ روایت ”رقہ“ کے رہنے والوں نے نقل کی ہے۔

3390- حَدَّثَنَا سَهْلٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُلْقَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ

» حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔“

3391- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

» حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔“

شرح: نہایت میں لکھا ہے کہ ”مفتر“ اس چیز کو کہتے ہیں جس کو پینے سے قلب و دماغ میں گرمی سرایت کر جائے اور ان اعضاء ریسہ میں فتور یعنی ضعف و اضمحلال پیدا ہو جائے چنانچہ ”افتراء الرجل“ کسی شخص کے بارے میں اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ اس کی پلکیں کمزور ہو جاتی ہیں اور گوشہ چشم ضعیف ہو جاتا ہے جیسے جو شخص بہت بوڑھا ہو جاتا ہے اس کی پلکیں کمزور ہو جاتی ہیں یا ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے آنکھیں چندھیائی سی رہتی ہیں۔ اس ارشاد گرامی سے بیخ (خراسانی اجوائن یا بھنگ) اور دوسری مغیرات اور مفتر چیزوں کی حرمت پر استدلال کی جاتا ہے۔

بَاب مَا اسْكُرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ

یہ باب ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے

3392- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى زَكْرِيَّا بْنُ مَنظُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ

3390: أخرجه الترمذی فی ”الجامع“ رقم الحدیث: 1864 أخرجه النسائی فی ”السنن“ رقم الحدیث: 5683 ورقم الحدیث: 5717

3391: أخرجه البخاری فی ”الصحيح“ رقم الحدیث: 3838 ورقم الحدیث: 4343 ورقم الحدیث: 4344 ورقم الحدیث: 4345 ورقم الحدیث: 6124 ورقم الحدیث:

7172 أخرجه مسلم فی ”الصحيح“ رقم الحدیث: 4581 ورقم الحدیث: 5182 ورقم الحدیث: 5183 ورقم الحدیث: 5184 أخرجه ابوداؤد فی ”السنن“ رقم الحدیث:

4356 أخرجه النسائی فی ”السنن“ رقم الحدیث: 5611

3392: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کُلْ مُسْکِرٍ حَرَامٌ وَمَا اسْکَرٌ کَثِیرٌ فَقَلِیلُهُ حَرَامٌ
•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔“

3393- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ بَكْرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اسْکَرٌ کَثِیرٌ فَقَلِیلُهُ حَرَامٌ
•• حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

”جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کر دے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔“

3394- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ
شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اسْکَرٌ کَثِیرٌ فَقَلِیلُهُ حَرَامٌ
•• عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کر دے اس چیز کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔“

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر مثلاً شراب کی کوئی ایسی قسم ہے جس کی زیادہ مقدار نشہ لاتی ہے، کم مقدار نشہ نہیں لاتی تو یہ نہیں ہے کہ اس کو کم مقدار میں پینا جائز ہوگا بلکہ اس کی کم مقدار بھی حرام ہوگی کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ پہلے جس چیز کی کم مقدار کو اختیار کرتا ہے وہی کم مقدار اس کو زیادہ مقدار تک پہنچا دیتی ہے لہذا اس کم مقدار سے بھی اجتناب کرنا ضروری ہوگا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْخَلِيطَيْنِ

یہ باب دو چیزیں ملا کر (نبیذ تیار کرنے کی ممانعت) میں ہے

3395- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُنْبَذَ التَّمْرُ وَالزُّبَيْبُ جَمِيعًا وَنَهَى أَنْ يُنْبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطْبُ جَمِيعًا قَالَ اللَّيْثُ بْنُ
سَعْدٍ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ الْمَكِّيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ
•• حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کھجور اور کشمش کو ملا کر ان

3393: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3681 أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1865

3394: أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 5623

3395: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5117 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3703 أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1876 أخرجه الترمذی فی

"السنن" رقم الحديث: 5571 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5119 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 5577

کی نبیذ تیار کی جائے آپ ﷺ نے اس بات سے بھی منع کیا ہے کچی اور پکی کھجوروں کو ملا کر ان کی نبیذ تیار کی جائے۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3396- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَغَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْذُرُوا التَّمْرَ وَالْبُسْرَ جَمِيعًا وَابْذُرُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلَى حَدِّهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کچی اور پکی کھجوریں ملا کر ان کی نبیذ تیار نہ کرو بلکہ ان میں سے ہر ایک کی الگ سے نبیذ تیار کرو۔“

3397- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ الرُّطْبِ وَالزَّهْوِ وَلَا بَيْنَ الزَّيْتِ وَالنَّيْذِ وَابْذُرُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلَى حَدِّهِ

عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے
پکی اور کچی کھجوروں یا کشمش اور کھجور کو ملا کر نبیذ تیار نہ کرو ان میں سے ہر ایک کی الگ سے نبیذ تیار کرو۔

بَابُ صِفَةِ النَّيْذِ وَشُرْبِهِ

یہ باب نبیذ کی کیفیت اور اسے پینے کے حکم میں ہے

3398- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنُ أَبِي الشَّوَّازِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ حَدَّثَنَا بَنَانَةُ بِنْتُ يَزِيدَ الْعَشِيمِيَّةُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَبْذِلُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَايَ فَنَأْخُذُ قُبْضَةً مِّنْ تَمْرٍ أَوْ قُبْضَةً مِّنْ زَيْتٍ لَّنَطْرَحَهَا فِيهِ ثُمَّ نَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ فَنَبْذِلُهُ غَدُوَّةً فَيَشْرَبُهُ عَشِيَّةً وَنَبْذِلُهُ عَشِيَّةً فَيَشْرَبُهُ غَدُوَّةً وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ نَهَارًا فَيَشْرَبُهُ لَيْلًا أَوْ لَيْلًا فَيَشْرَبُهُ نَهَارًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ ایک مشکیزے میں نبی اکرم ﷺ کے لیے نبیذ تیار کرتے تھے، ہم مٹھی بھر کھجوریں یا مٹھی بھر کشمش لے کر اسے اس مشکیزے میں ڈال دیتے تھے پھر اس میں پانی ڈال دیتے تھے، ہم نے دن کے ابتدائی حصے میں نبیذ تیار کی ہوتی تو نبی اکرم ﷺ رات کے وقت اسے نوش کر لیتے تھے، اگر ہم نے رات کے وقت نبیذ تیار کی ہوتی تو

3396: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5131

3397: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 5682 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5125 ورقم الحديث: 5127 ورقم الحديث: 5129 أخرجه ابوداؤد في

"السنن" رقم الحديث: 3704 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 5568 ورقم الحديث: 5578 ورقم الحديث: 5582 ورقم الحديث: 5583

3398: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

آپ ﷺ اسے دن کے ابتدائی حصے میں نوش کر لیتے تھے۔
ابو معاویہ ثانی رادی نے کچھ الفاظ مختلف نقل کیے ہیں۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مشک میں نمید بنایا کرتے تھے جس کو اوپر سے (باندھ کر) بند کر دیا جاتا تھا اور ان کے نیچے کے حصے میں بھی اس کا دہانہ تھا، ہم اس مشک میں کھجور وغیرہ صبح کے وقت ڈال دیتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اس کو پیتے اور اگر اس میں کھجور وغیرہ رات میں ڈالتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو صبح کے وقت پیتے تھے۔ (مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم، رقم الحدیث: 223)

عزلاء "اصل میں توشہ دان کے دہانہ کو کہتے ہیں، لیکن یہاں مشک کا دہانہ مراد ہے جو اس کے نیچے کی طرف ہو، حاصل یہ کہ اس مشک کے اوپر کی جانب تو منہ تھا ہی، لیکن اس کے نیچے کے حصے میں بھی ایک دہانہ تھا اس کے اوپر کے منہ کو تو باندھ دیا جاتا تھا اور اس کے نیچے کے منہ سے نکال کر پیا جاتا تھا، نمید بنانے کے لئے کھجوروں کو ایک دن اور ایک رات سے زائد تک، حتیٰ کہ تین دن و تین رات تک بھگوئے رکھنے کا ذکر ہے ان کا تعلق جائزے کے موسم سے ہوگا۔

3399- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ صَبِيحٍ عَنْ أَبِي إِسْرَآئِيلَ عَنْ أَبِي عُمَرَ الْبَهْرَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَشْرَبُهُ يَوْمَهُ ذَلِكَ وَالْغَدَ وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ فَإِنْ بَقِيَ مِنْهُ شَيْءٌ أَهْرَاقَهُ أَوْ أَمَرَّ بِهِ فَأَهْرِيقَ

«» حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے لیے جو نمید تیار کی جاتی تھی آپ ﷺ اس دن میں اسے پی لیتے تھے اور اگلے دن پی لیتے تھے اور تیسرے دن بھی پی لیتے پھر اگر اس میں سے کچھ باقی رہ جاتا تو آپ ﷺ اسے بہا دیتے تھے یا آپ ﷺ حکم دیتے تھے تو اسے بہا دیا جاتا۔

شرح

اس کا مطلب یہ ہے کہ تیسرے دن عصر کے وقت تک پینے کے بعد جو نمید بچ جاتی وہ چونکہ تلچٹ رہ جاتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خود نہیں پیتے تھے بلکہ خادم کو پینے کے لئے دے دیتے تھے۔ اور اگر اس میں نشہ کا اثر آ جاتا تو پھر خادم کو بھی پینے کے لئے نہیں دیتے تھے بلکہ پھینکوا دیتے تھے۔ مظہر کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مالک و آقا کے لئے جائز ہے کہ وہ خود اوپر کا کھانا کھائے اور نیچے کا کھانا غلام و خادم کو کھلائے۔

3400- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَاقَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ

3399: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5194، ورقم الحديث: 5195، ورقم الحديث: 5196، ورقم الحديث: 5197، ورقم الحديث: 5198، أخرجه ابوداؤد في

"السنن" رقم الحديث: 3713، أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 5753، ورقم الحديث: 5754، ورقم الحديث: 5755

3400: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5173، أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 5629

عَبْدُ اللَّهِ قَالَ كَانَ يُبَدِّلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْرِقٍ مِنْ حَبَّارَةٍ

» حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے لیے پتھر سے بنے ہوئے پیالے میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو چیزیں پیا کرتے تھے ان میں ایک نقیع اور نبیذ بھی ہے۔ یہ دونوں چیزیں شربت کی قسم سے ہوتی ہیں ان میں سے نقیع کو بنانے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انگور یا کھجوروں کو پانی میں محض بھگو دیا جاتا ہے اس کو جوش نہیں دیا جاتا، اس طرح انگور یا کھجوروں کی مٹھاس اس پانی میں آ جاتی ہے اور ایک عمدہ قسم کا شربت بن جاتا ہے اور یہ شربت بہت مزیدار بھی ہوتا ہے اور بدن کو فائدہ بھی پہنچاتا ہے، چنانچہ خرما کا نقیع معدہ کے نظام کو درست کرتا ہے اور کھانے کو جلد ہضم کرتا ہے جب کہ انگور کا نقیع جسم کی زائد حرارت کو دفع کرنے کی خاصیت رکھتا ہے۔

نبیذ بھی اسی طرح بنتا ہے فرق محض یہ ہوتا ہے کہ نبیذ کی صورت میں انگور یا کھجوروں کو پانی میں بھگو کر کچھ عرصہ تک کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ اس میں کچھ ہلکی سی تیزی اور تغیر پیدا ہو جائے، لیکن اتنی تیزی یا اتنا زیادہ تغیر نہیں جو نشہ آور ہو جانے کی حد تک پہنچ جائے کیونکہ جس نبیذ میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے اس کا پینا قطعاً حرام ہے اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نبیذ کو ہرگز نہیں پیتے تھے جس پر تین دن سے زائد کا عرصہ گزر جاتا تھا، جیسا کہ آگے آئے گا، نقیع کی طرح نبیذ بھی ایک فائدہ مند مشروب ہے یہ جسم کی طاقت و قوت میں اضافہ کرتا ہے اور عام صحت کی محافظت کرتا ہے۔ واضح رہے کہ نبیذ انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی بنتی ہے، چنانچہ نہایت یہ میں لکھا ہے کہ نبیذ کھجور سے بھی بنتی ہے اور انگور سے بھی، شہد سے بھی بنتی ہے اور گیہوں اور جو وغیرہ سے بھی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَبِيذِ الْأَوْعِيَةِ

یہ باب مخصوص برتنوں میں نبیذ تیار کرنے کی ممانعت میں ہے

3401- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ وَحَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَدَّلَ فِي الْفَقِيرِ وَالْمَرْفَتِ وَالذَّبَاءِ وَالْحَتْمَةِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

» حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ فقیر، مرفت، ذبأ اور حتمہ میں نبیذ تیار کی جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

شرح

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

3401: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کہ (ایسا زمانہ آنے والا ہے جب) میری امت کے بعض لوگ پیئیں گے اور اس کا نام شراب کے بجائے کچھ اور رکھیں گے۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح، جلد چہارم، رقم الحدیث، 228)

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے ذہن میں کچی اور فساد ہو گا وہ شراب پینے کے سلسلے میں مختلف حیلے بہانے کریں گے، خاص طور پر نام کو بڑا پردہ بنائیں گے، مثلاً فیض یا مباح شربت جیسے ماء العسل وغیرہ کو نشہ آور بنا کر پیئیں گے اور یہ گمان کریں گے کہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نہ اس کو انگور کے ذریعہ بنایا گیا ہے اور نہ کھجور کے ذریعہ، حالانکہ ان کا اس طرح گمان کرنا ان کے حق میں ان مشروبات کے مباح و حلال ہونے کے لئے کارگر نہیں ہوتا بلکہ حقیقت میں وہ شراب پینے والے شمار ہوں گے اور ان کی ان کو مزاملے کی کیوں کہ اصل حکم یہ ہے کہ ہر نشہ آور شراب حرام ہے خواہ وہ کسی بھی چیز سے بنی ہو۔

ایک صورت یہ بھی ہوگی کہ وہ شراب ہی پیئیں گے لیکن اپنی طرف سے اس کا کوئی دوسرا نام رکھ لیں گے اس کو شراب نہیں کہیں گے تاکہ لوگ شراب پینے کا الزام عائد نہ کریں، لیکن حقیقت میں نام کی یہ تبدیلی ان کے حق میں قطعاً کارگر نہیں ہوگی اصل میں اعتبار تو کسی کا ہے نہ کہ اسم کا۔

3402- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنَّبَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنْبَذَ فِي الْمُرَقَّتِ وَالْقَرَعِ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مرقت اور قرع میں نبید تیار کی جائے۔

3403- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ الْمُثَنَّبِيِّ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي الْمُثَنَّبِيِّ عَنِ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرْبِ فِي الْحَتَمِ وَالذَّبَاءِ وَالنَّقِيرِ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ حاتم دباء اور نقیر میں کچھ پیا جائے۔

3404- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عَبْدِ الْمُعْظِمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُرَقَّتِ وَالْحَتَمِ

•• حضرت عبدالرحمن بن یحمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دباء اور حاتم (مخصوص قسم کے برتن) استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

3402: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5158

3403: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5154 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 5649

3404: أخرجه الترمذی في "الجامع" رقم الحديث: 781 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 5644

باب مَا رُخِصَ فِيهِ مِنْ ذَلِكَ

یہ باب اس بارے میں اجازت کے بیان میں ہے

3405- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ يَمَانَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ عَنْ شَرِيكَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيَّمَةَ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَوْعِيَةِ فَأَتَيْتُهَا فِيهِ وَاجْتَبَيْتُهَا كُلَّ مُسْكِرٍ

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں نے تمہیں مخصوص برتنوں سے منع کیا تھا اب تم ان میں نبیذ تیار کر لو تم ہر نشہ آور چیز (استعمال کرنے سے) بچنا۔

3406- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ هَانِئٍ عَنْ مَسْرُوقِ بْنِ الْأَجْدَعِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ نَبِيذِ الْأَوْعِيَةِ إِلَّا وَإِنْ وَغَاءَ لَا يُحَرِّمُ شَيْئًا كُلَّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”میں نے تمہیں مخصوص برتنوں میں نبیذ تیار کرنے سے منع کیا تھا یا درکھنا! برتن کسی چیز کو حرام نہیں کرتے ہیں ویسے ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔“

باب نَبِيذِ الْجَرِّ

یہ باب گھڑے میں نبیذ تیار کرنے کے بیان میں ہے

3407- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنِي رُمَيْثَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَعْجِزُ أَحَدًا كُنَّ أَنْ تَتَّخِذَ كُلَّ عَامٍ مِنْ جِلْدٍ أَضْحَيْتَهَا بِقَاءِ ثُمَّ قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنْبَذَ فِي الْجَرِّ وَفِي كَذَا وَفِي كَذَا إِلَّا الْخَلَّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے (خواتین سے فرمایا) تم لوگ یہ بھی نہیں کر سکتیں کہ سال میں ایک مرتبہ قربانی کے جانور کی کھال سے مشکیزہ بنالو، پھر انہوں نے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے گھڑے میں نبیذ تیار کرنے سے اور فلاں اور فلاں برتن میں نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے البتہ ان میں سرکہ تیار کیا جاسکتا ہے۔

3405: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2258 ورقم الحديث: 5806 ورقم الحديث: 5176 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1054 ورقم الحديث:

1510 ورقم الحديث: 1869 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 5894

3407: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروالوں سے سالن مانگا، گھروالوں نے کہا کہ ہمارے پاس سالن نہیں ہے البتہ سرکہ ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ منگوایا اور اس کے ساتھ روٹی کھانے لگے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ سرکہ بہترین ہے سرکہ بہترین سالن ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم، رقم الحدیث: 119)

سرکہ بہترین سالن ہے "یہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا کہ سرکہ کی زیادہ سے زیادہ تعریف ہو، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا اور اپنے نفس کو لذیذ چیزوں سے باز رکھنا اچھی بات ہے۔ حدیث سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں سالن سے روٹی نہیں کھاؤں گا اور پھر سرکہ سے روٹی کھالے تو وہ حادث (یعنی قسم کو توڑنے والا) ہوگا کیونکہ سرکہ کا سالن ہونا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ سرکہ انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا سالن ہے اور طبی طور پر سرکہ کے جو منافع و فوائد ہیں، وہ بہت زیادہ ہیں، جن کی تصدیق طبی کتابوں اور اطباء کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔

3408- حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْخَطِيمِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي

كَبِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَدَّ فِي الْجَوَارِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مکے میں نبیذ تیار کی جائے۔

3409- حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ صَدَقَةَ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَاكِدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ

اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْدِ جَرِيَشٍ فَقَالَ اضْرِبْ بِهَذَا الْحَايِطِ فَإِنَّ هَذَا شَرَابٌ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے سامنے مکے میں بنی ہوئی نبیذ لائی گئی جس میں جوش آچکا تھا

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے اس دیوار پر پھینک دو کیونکہ یہ اس شخص کا مشروب ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہ رکھتا

ہو۔

بَابُ تَخْمِيرِ الْإِنَاءِ

یہ باب برتن کو ڈھانپ دینے کے بیان میں ہے

3410- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

3408: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 5851

3409: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3716 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 5828 ورقم الحديث: 5720

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ غَطُّوا الْاِنَاءَ وَارْكُوا السِّقَاءَ وَاطْفِئُوا السِّرَاجَ وَاغْلِقُوا الْبَابَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ اِنَاءً فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدَكُمْ اِلَّا اَنْ يَعْزُضَ عَلٰى اِنَائِهِ غَوْدًا وَيَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ فَاِنَّ الْفَوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

” (رات کو سوتے وقت) برتن ڈھاپن دو مشکیزے کا منہ بند کر دو اور چراغ بجھا دو اور دروازہ بند کر دو کیونکہ شیطان بند مشکیزے کو کھول نہیں سکتا اور بند دروازے کو کھول نہیں سکتا۔ برتن سے چیز نہیں ہٹا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی چیز نہیں ملتی برتن پر رکھنے کے لیے صرف لکڑی ملتی ہے تو وہ اللہ کا نام لے کر وہی اس پر رکھ دے۔ کیونکہ چوہا بعض اوقات کسی گھر کو گھر والوں سمیت آگ لگا دیتا ہے۔“

3411- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ بَيَانَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَغْطِيَةِ الْاِنَاءِ وَارِكَاءِ السِّقَاءِ وَاطْفَاءِ الْاِنَاءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں برتن ڈھاپنے، مشکیزے کا منہ کرنے اور برتنوں کو الٹا کر کے رکھنے کا حکم دیا تھا۔

3412- حَدَّثَنَا عِصْمَةُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ حَدَّثَنَا حَرِيشُ بْنُ خَرِيبٍ اَنَّنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَضَعُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اِنْيَةٍ مِنَ اللَّيْلِ مُعَمَّرَةً اِنَاءً لَطْهَوْرِهِ وَاِنَاءً لِسَوَاكِهِ وَاِنَاءً لَشَرَابِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نبی اکرم ﷺ کے لیے رات کے وقت رات کے لئے تین برتن ڈھاپ کر رکھا کرتی تھی۔ ایک برتن آپ کے وضو کے لیے تھا اور ایک آپ کی سواک کے لیے تھے اور ایک آپ ﷺ کے پینے کے لیے تھا۔

بَابُ الشُّرْبِ فِي اِنْيَةِ الْفِضَّةِ

یہ باب چاندی کے برتن میں کچھ پینے کے بیان میں ہے

3413- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنَّنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا اخْبَرَتْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِي

3410: اخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5214

3411: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3413: اخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5834 اخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5353 رقم الحديث: 5354 رقم الحديث: 5355

يَشْرَبُ فِي إِنَاءٍ الْفِضَةِ إِنَّمَا يُجْرُجُرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ

•• سیدہ ام سلمہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں جو شخص چاندی کے برتن میں کچھ پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈالتا ہے۔

3414- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرْبِ فِي إِيَّةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَةِ وَقَالَ هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ

•• حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے چاندی کے برتن میں پینے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ (اُن کفار) کے لیے دنیا میں ہے اور تم لوگوں کے لیے آخرت میں ہوں گے۔

3415- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ تَالِيعٍ عَنْ أُمِّ رَآةِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ فِي إِنَاءٍ فِضَةٍ فَكَأَنَّمَا يُجْرُجُرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں۔
”جو شخص چاندی کے برتن میں کچھ پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“

شرح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتن میں کوئی چیز پیتا ہے تو اس کا یہ پیتا اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرے گا کہ اس کے پیٹ میں دوزخ کی آگ کو غٹ غٹ اتارے گا (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص چاندی اور سونے کے برتن میں کھاتا اور پیتا ہے اس کا حشر بھی یہی ہو گا۔ (بکوة الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 206)

تمام علماء اور ائمہ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لئے چاندی اور سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے اسی طرح ان کے برتنوں میں پانی بھر کر وضو کرنے یا ان میں عطر رکھ کر ان سے عطر لگانے اور یا ان میں حقہ رکھ کر حقہ پینے وغیرہ جیسے کاموں میں استعمال کرنا بھی حرام ہے اگر کسی چاندی یا سونے کے برتن میں کھانے پینے کی چیز رکھی ہو تو اس کو پہلے اس میں سے نکال کر کسی دوسرے برتن میں رکھ لیا جائے اور پھر اس کو کھایا جائے، اسی طرح تیل یا عطر وغیرہ ہو تو پہلے اس تیل یا عطر کو بائیں ہاتھ کی

3414: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5428، ورقم الحدیث: 5432، ورقم الحدیث: 5433، ورقم الحدیث: 5831، ورقم الحدیث: 5837، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5363، ورقم الحدیث: 5364، ورقم الحدیث: 5365، ورقم الحدیث: 5366، ورقم الحدیث: 5367، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:

3723، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1878، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5216، أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3590

3415: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

ہتھیلی پر نکال لیا جائے اور پھر اس کو دائیں ہاتھ سے لگایا جائے اور اگر یہ صورت اختیار کی گئی کہ اس تیل یا عطر وغیرہ کو اس چاندی یا سونے کے برتن میں سے کسی ہاتھ کی ہتھیلی پر نکالا گیا اور پھر اسی ہتھیلی سے لگایا گیا تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ مفضض برتن میں پانی پینا جائز ہے بشرطیکہ منہ لگانے کی جگہ چاندی نہ ہو، اسی طرح سونے یا چاندی کے مضمب پیالہ میں بھی پانی پینا جائز ہے کیوں کہ پیالہ پر ضباب کا ہونا (یعنی اس پر سونے پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہونا) اس پیالہ کی مطلوبی کے لئے ہونا ہے نہ زینت و آرائش کے مقصد سے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں پئے گا یا کسی ایسے برتن میں پئے گا (جو اگرچہ کلیہ سونے یا چاندی کا نہ ہو مگر) اس میں سونے یا چاندی کا کچھ حصہ ہو تو اس کا یہ پینا اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرے گا کہ اس کے پیٹ میں دوزخ کی آگ کو غٹ غٹ اٹارے گا۔"

(دارقطنی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 220)

اس میں سونے یا چاندی کا کچھ حصہ ہو۔ "کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سونے یا چاندی کی کیلیں وغیرہ لگی ہوئی ہوں۔ اور طبی نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر وہ کیلیں وغیرہ چھوٹی چھوٹی ہوں اور اتنی ہی مقدار و تعداد میں استعمال کی گئی ہوں جو ضرورت و حاجت کے بقدر ہوں تو وہ حرام و مکروہ کے حکم میں داخل نہیں ہوں گی، لیکن اگر زیادہ مقدار و تعداد میں بھی ہوں اور بڑی بڑی یا چوڑی ہوں تو پھر وہ حرام کے حکم میں ہوں گی، لیکن جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سلسلے میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس برتن میں سونے یا چاندی کی کیلیں وغیرہ لگی ہوئی ہوں اس میں پانی پینا جائز ہے بشرطیکہ جس جگہ منہ لگا کر پیا جائے وہاں سونا یا چاندی نہ ہو۔"

بَابُ الشَّرْبِ بِثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ

یہ باب پانی کو تین سانسوں میں پینے کے بیان میں ہے

3416- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا

» ثمامہ بن عبد اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں وہ برتن میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ بھی برتن میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔

3417- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا رِشْدِيُّ بْنُ كُرَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ فَتَنَفَّسَ فِيهِ مَرَّتَيْنِ

3416: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 5631 أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5254 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1884 م

3417: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1886

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کوئی مشروب پیا۔ آپ ﷺ نے اُس میں دو مرتبہ

سانس لی۔

شرح

تین مرتبہ سانس لیتے تھے "یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی تین سانس میں پیتے تھے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اکثر کے اعتبار سے بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر اسی طرح پانی پیتے تھے اور بعض روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو سانس میں بھی پینے کا ذکر آیا ہے بہر حال تین یا دو سانس میں پینے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ برتن کو منہ سے جدا کر لیتے تھے۔

بَابُ اخْتِنَاتِ الْأَسْقِيَةِ

یہ باب مشکیزے کا منہ دہرا کر کے اس سے پینے کے بیان میں ہے

3418- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاتِ الْأَسْقِيَةِ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ أَلْوَاهِيهَا

• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مشکیزے کا منہ دہرا کر کے اُسے منہ لگا کر پینے سے منع

کیا ہے۔

شرح

مشک یا اس جیسی دوسری چیزوں (جیسے ہینڈ پمپ یا گھڑے وغیرہ) کے دہانہ (منہ) سے پانی پینے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس طریقہ سے اول تو پانی ضرورت سے زائد صرف ہوتا ہے، دوسرے وہ پانی کپڑوں وغیرہ پر گر کر ان کو خراب کرتا ہے تیسرے یہ کہ اس طرح پانی پینا کہ زیادہ مقدار میں دفعتاً پیٹ میں جائے معدہ کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اور چوتھے یہ کہ پانی پینے کا جو مسنون طریقہ ہے اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کا منہ موڑنے یعنی اس کا منہ موڑ کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ اور راوی نے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ مشک کا منہ موڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس مشک کا سرا (یعنی منہ) الٹ دیا جائے اور پھر اس سے پانی پیا جائے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم، رقم الحدیث: 200)

اس ممانعت کی وجہ سے بھی وہی ہے کہ جو اوپر ذکر کی گئی، مشک کا منہ موڑ کر پانی پینے کی صورت میں ایک خدشہ یہ بھی ہو سکتا ہے

3418: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5625، رقم الحدیث: 5626، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5239، رقم الحدیث: 5240، أخرجه ابوداؤد فی

"السنن" رقم الحدیث: 3720، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1890

کتاب الاطعمہ

کہ اس مشک میں کوئی کیزا پھنکا ہو، یا کوئی زہریلا جانور اندر بیٹھا ہو اور وہ یکبارگی منہ کے اندر چلا جائے اور کوئی ضرر نہ پہنچائے۔ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پانی پیا ہے، یہ روایت دوسری لعل میں آئے گی اس سے مشک کے منہ سے پانی پینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جن روایتوں سے ممانعت ثابت ہوتی ہے ان کا تعلق بڑی مشک سے ہے جن کا منہ زیادہ فراخ ہوتا ہے اور جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا تعلق ہے تو وہ چھوٹی مشک پر محمول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسی مشک کے منہ سے پانی پیا ہوگا جو چھوٹی ہوگی اور اس کا دہانہ تنگ ہوگا، بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ممانعت کا تعلق دوام اور عادت سے ہے یعنی مشک کے منہ سے پانی پینے کی عادت نہ ڈالنی چاہئے، کیونکہ اس کی وجہ سے مشک کے منہ سے رفتہ رفتہ بد بو پیدا ہونے لگے گی اور اگر گاؤں گاؤں مشک کے منہ سے پانی پی لیا جائے تو یہ ممنوع نہیں ہوگا یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اباحت کا تعلق ضرورت و احتیاج سے ہے کہ اگر فرض کیجئے پانی پینے کی ضرورت ہو اور اس وقت کوئی ایسا برتن موجود نہ ہو جس میں پانی انڈیل کر پیا جاسکتا ہو تو پھر اس صورت میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ مشک یا گھڑے کے منہ سے پانی پی لیا جائے، ہاں بغیر ضرورت و احتیاج کے اس طرح پانی پینا ممنوع ہوگا کیونکہ اس طریقہ سے پانی پینے میں مذکورہ بالا معضرات کا خدشہ ہو سکتا ہے خاص طور پر مشک کے اندر کسی زہریلے جانور کی موجودگی کے خطرہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے (مشک کے) دہانہ سے پانی پیا، تو اس کے اندر سے ایک سانپ نکل آیا۔ اور آخر میں ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ اس طرح پانی پینا پہلے مباح تھا مگر بعد میں اس ممانعت کے ذریعہ اس اباحت کو منسوخ قرار دے دیا گیا۔

3419- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا زُعَمَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اخْتِثَابِ الْأَسْقِيَةِ وَإِنْ رَجُلًا بَعْدَ مَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ إِلَى سِقَاءٍ فَاخْتِثَبَهُ فَعَوَّجَتْ عَلَيْهِ مِنْهُ حَبَّةٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مشکیزے کا منہ دوہرا کر کے پینے سے منع کیا ہے، نبی اکرم ﷺ کی اس بات سے منع کر دینے کے بعد ایک شخص رات کے وقت اٹھا اس نے مشکیزے کے پاس جا کر اس کا منہ دوہرا کر کے اسے پیا تو مشکیزے میں سے ایک سانپ نکل آیا۔

بَابُ الشَّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ

یہ باب مشکیزے کے منہ سے پینے کے بیان میں ہے

3420- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هَلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي

3419: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

مَرْبُوفًا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ لَبِي السَّقَاءِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے پینے سے منع کیا ہے۔

3421- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُشْرَبَ مِنْ قِمِ السَّقَاءِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مشکیزے کے منہ سے پیا جائے۔

بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا

یہ باب کھڑے ہو کر پینے کے بیان میں ہے

3422- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَقَيْتُ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ قَائِمًا فَلَمْ تَكُنْ ذَلِكَ لِعَكْرِمَةَ فَحَلَفَ بِاللَّهِ مَا فَعَلَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو آب زم زم دیا تو آپ ﷺ نے اُسے کھڑے ہو کر پیا۔

راوی کہتے ہیں میں نے یہ روایت عکرمہ کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایس نہیں کیا ہوگا۔

وضو کے پانی اور آب زم زم کو کھڑے ہو کر پینے کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) انہوں نے ظہر کی نماز پڑھنی اور پھر لوگوں کے معاملات و مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے کوفہ کی ایک بلند و کشادہ جگہ پر اپنی مجلس قائم کی (اور وہاں لوگوں کے جھگڑوں اور معاملوں کو سن کر فیصلہ کرتے رہے) یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا جب (وضو کے لئے) پانی لایا گیا تو انہوں نے (اپنی پیاس بجھانے کے لئے وضو سے پہلے اس پانی میں سے) پیا اور پھر انہوں نے (وضو کے لئے) اپنا منہ اور اپنے ہاتھ دھوئے اور راوی نے یہ ذکر کیا کہ (انہوں نے) اپنا سر کا مسح اور اپنے پاؤں (دھوئے) اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور وضو کا بچا ہوا پانی اس حالت میں پیا کہ وہ کھڑے ہوئے تھے اور پھر فرمایا کہ بعض لوگ کھڑے ہو کر پینے کو کراہت پر محمول کرتے ہیں یعنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کھڑے

3420: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5627، رقم الحديث: 5628

3421: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5629، أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحديث: 3420

3422: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1037، رقم الحديث: 5617، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5248، رقم الحديث: 5249، رقم الحديث:

5250، رقم الحديث: 5251، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1082، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 2964، رقم الحديث: 2965

ہو کر پانی پینا مکروہ ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ (ابھی) میں نے کیا۔

(بخاری، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 204)

اور راوی نے یہ ذکر کیا الخ "کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اوپر کے (یعنی پہلے) راوی نے جہاں ہاتھ اور منہ دھونے کا ذکر کیا تھا وہیں سر اور پیروں کے بارے میں بھی ذکر کیا تھا لیکن جب نیچے کے (یعنی بعد کے) راوی نے حدیث نقل کی تو وہ پہلے راوی کے قول کی تفصیل بھول گیا اور اسے یاد نہیں رہا کہ پہلے راوی نے یہ کہا تھا (کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سر کا مسح کیا اور اپنے پیروں کو دھویا جیسا کہ بظاہر یہی واضح ہوتا ہے یا یہ کہ پہلے راوی نے یہ بیان کیا تھا کہ انہوں نے اپنے سر کا بھی مسح کیا اور پیروں کا بھی مسح کیا جیسا کہ اسی واقعہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ایک روایت میں یہی ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ پیروں کے مسح سے مراد پیروں کو ہلکے طور پر دھونا ہے اور یا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت موزے پہن رکھے ہوں گے، اس لئے انہوں نے پیروں پر مسح کیا۔ اس حالت میں پیا کہ وہ کھڑے ہوئے تھے "یہ جملہ دراصل تاکید کے طور پر ہے تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ کھڑے ہونے کے بعد پھر بیٹھ کر انہوں نے پانی پیا ہو گا چنانچہ اس بات کو مکرر واضح کیا گیا کہ انہوں نے اسی طرح کھڑے کھڑے وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ واضح رہے کہ احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بیان کی گئی ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ کا عمل اس کے برخلاف بھی ثابت ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پہلے گزر رہی چکا ہے۔

اور مواہب لدنیہ میں حضرت جابر بن مطعم سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہو کر پانی پی رہے تھے اسی طرح حضرت امام مالک نے بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں جو اس طرح کا تضاد و تعارض واقع ہوا ہے اس کو دور کرنے کے لئے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس بارے میں جو ممانعت منقول ہے وہ اصل میں نہیں تنزیہ کے طور پر ہے، یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو ایک عادت و معمول بنالیں (ویسے گاہ بگاہ یا کسی عذر کی بنا پر کھڑے ہو کر پانی پی لینے میں کوئی مضائقہ) اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھڑے ہو کر پانی پیا اس کا مقصد محض اس جواز کو بیان کرنا تھا علاوہ ازیں آپ زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے بلکہ ان کو تو کھڑے ہی ہو کر پینا مستحب ہے، چنانچہ بعض فقہی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا جائے البتہ اور پانی کھڑے ہو کر نہ پیا جائے۔

3423 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَا سَفِيَّانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

أَبِي عَمْرٍة عَنْ جَدِّهِ لَهُ يُقَالُ لَهَا كَبْشَةُ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْهَا وَهُوَ قَائِمٌ فَقَطَعَتْ فَمِ الْقِرْبَةِ تَبَغَّى بَرَكَةً مَوْضِعَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ کہوہ انصاریہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ اُن کے ہاں تشریف لائے وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس میں سے کھڑے ہو کر پیا تو اُس خاتون نے اُس مشکیزے کا منہ کاٹ دیا۔ وہ خاتون نبی اکرم ﷺ کے استعمال کی جگہ کی برکت حاصل کرنا چاہتی تھی۔

3424- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشَّرْبِ قَائِمًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا ہے۔

بَاب إِذَا شَرِبَ أُعْطِيَ الْيَمَنَ فَالْأَيْمَنَ

یہ باب ہے کہ پینے کے بعد پہلے دائیں طرف والوں کو دینا

3425- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بَلْبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ وَعَنْ بَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ أُعْطِيَ الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ الْيَمَنُ فَالْأَيْمَنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا جس میں پانی ملا یا گیا تھا۔ آپ ﷺ کے دائیں طرف ایک دیہاتی موجود تھا اور بائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے پیا پھر آپ ﷺ نے وہ دیہاتی کو دیا اور ارشاد فرمایا: دائیں طرف والوں کا حق پہلے ہے۔

3426- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْبَنٍ وَعَنْ يَمِينِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَنْ بَسَارِهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَيْنَ عَبَّاسٍ أَتَاذُنُ لِي أَنْ أَسْقِيَ خَالِدًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا أَحَبُّ أَنْ أُورَثَ بِسُورِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَفْسِي أَحَدًا فَآخَذَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَشَرِبَ وَشَرِبَ خَالِدٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا، آپ ﷺ کے دائیں طرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جبکہ بائیں طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ موجود تھے، نبی اکرم ﷺ

3424: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5243 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1879

3425: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 5618 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5257 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3726 أخرجه الترمذي في

"الجامع" رقم الحديث: 1893

3426: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا، کیا مجھے تم اس بات کی اجازت دو گے کہ میں خالد کو پہلے پینے کے لیے دوں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بچائے ہوئے کے بارے میں میں کسی دوسرے کے لیے ایثار کروں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے حاصل کر کے پہلے پیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بعد میں پیا۔

شرح

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں ایک سے زائد لوگ موجود ہوں اور ان کو کوئی چیز دینی ہو تو دائیں طرف کا شخص اس بات کا اولیٰ اور زیادہ حق دار ہے کہ دینے کی ابتداء اسی سے کی جائے ہاں اگر کسی مصلحت کا یہ تقاضا ہو کہ پہلے اس شخص کو دیا جائے جو بائیں طرف ہے تو دائیں طرف والے سے اس کی اجازت لینی چاہئے، اگر وہ اجازت دے دے تب بائیں طرف والے کو دیا جائے۔ رہی یہ بات کہ اس موقع پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اجازت مانگی لیکن پچھلی حدیث میں جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی سے اجازت نہیں مانگی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف جو بڑی عمروالے لوگ بیٹھے تھے ان کا تعلق قریش سے تھا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار تھے۔

لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ اگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اجازت لے کر ان لوگوں کو دے جائے تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کوئی ناگواری بھی نہ ہوگی اور ان بڑی عمروالے لوگوں کی تالیف قلوب بھی ہو جائے گی جب کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پختہ تعلق تھا اور محبت و اخلاص راسخ تھا ان کی تالیف قلب کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

دوسری طرف اس دیہاتی کے بارے میں بھی یہ خیال تھا کہ اگر اس سے اجازت لے کر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا گیا تو شاید وہ اس بات کو اپنی حق تلفی سمجھتے ہوئے کسی وحشت و بیگانگی کا شکار ہو جائے، کیونکہ وہ دنیا نیا حلقہ بگوش اسلام ہوا تھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تالیف قلب اسی میں دیکھی کہ اس سے اجازت نہ لی جائے۔

فقہاء اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ طاعات یعنی امور اور عبادات میں ایثار جائز نہیں ہے۔ یہ تو فقہاء کا قول ہے لیکن اس مسئلہ کا زیادہ واضح پہلو یہ ہے کہ اگر ایثار واجبات میں ہو تو حرام ہے اور اگر فضائل و مستحبات میں ہو تو مکروہ ہے، اس کو اور واضح طور پر یوں سمجھا جاسکتا ہے، مثلاً ایک شخص کے پاس صرف اتنا پانی ہے جس سے وہ خود وضو کر سکے لیکن اس نے وہ پانی کسی دوسرے شخص کو دے دیا اور خود تیمم کر کے نماز پڑھی یا اس کے پاس محض اتنا کپڑا تھا جو اس کی ستر پوشی کے بقدر تھا لیکن اس نے وہ کپڑا کسی دوسرے شخص کو دے دیا اور خود ننگے بدن نماز پڑھی، اسی طرح کا ایثار جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے، یہ تو واجبات میں ایثار کی صورت تھی، فضائل و مستحبات میں ایثار کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص باجماعت نماز پڑھنے کے لئے پہلی صف میں امام کے قریب بیٹھا تھا لیکن اس نے وہ جگہ کسی دوسرے شخص کو دے دی اور خود پچھلی صف میں آ کر نماز پڑھی اس طرح کا ایثار اچھا نہیں ہے بلکہ مکروہ

ہے، طاعات کے برعکس دنیاوی امور میں ایسا ایک محمود و مستحسن عمل ہے، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض صوفیاء کے بارے میں یہ منقول ہے کہ انہوں نے بعض مواقع پر طاعات میں ایسا کی صورتیں اختیار کیں تو غالباً انہوں نے ایسا غلبہ حال کے سبب کیا ہوگا۔

بَابُ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ

یہ باب ہے کہ پینے کے برتن میں سانس لینا

3427- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي ذَهَابٍ عَنْ عَمْرِوَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبْتَ أَخَذْتُكُمْ فَلَا يَنْتَفِسُ فِي الْإِنَاءِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَنْفَخِ الْإِنَاءَ ثُمَّ لِيَعْدَ إِنْ كَانَ يُرِيدُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب کوئی شخص پئے تو برتن میں سانس ہرگز نہ لے، اگر اس نے دوبارہ پینا ہو تو برتن کو ذرا پرے کرے پھر اگر وہ چاہے تو دوبارہ پی لے۔“

3428- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ

•• حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (کچھ پیتے ہوئے) برتن میں سانس لینے سے منع کیا

ہے۔

بَابُ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

یہ باب ہے کہ پینے کی چیز میں پھونک مارنا

3429- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلْفٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْفَخَ فِي الْإِنَاءِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ برتن میں پھونک

ماری جائے۔

3430- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْفَخُ فِي الشَّرَابِ

3427 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مشروب میں پھونک نہیں مارتے تھے۔

بَابُ الشَّرْبِ بِالْأَكْرَعِ وَالْكَرْعِ

یہ باب ہے کہ ہاتھ کے ذریعے پینا یا منہ ڈال کر پینا

3431- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَمْعِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلَّمَ أَنَّ نَشْرَبَ عَلَى بَطُونِنَا وَهُوَ الْكَرْعُ وَنَهَانَا أَنْ نَعْتَرِفَ بِالْيَدِ الْوَاحِدَةِ وَقَالَ لَا يَلْغُ أَحَدُكُمْ كَمَا يَلْغُ يُحَرِّكُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ إِنَاءً مُخَمَّرًا وَمَنْ شَرِبَ بِيَدِهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى إِنَاءٍ يُرِيدُ التَّوَاضُّعَ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِعَدَدِ أَصَابِعِهِ حَسَنَاتٍ وَهُوَ إِنَاءٌ عَيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِذْ طَرَحَ الْقَدَحَ فَقَالَ أَفْ هَذَا مَعَ الدُّنْيَا

• عاصم بن محمد اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم پیٹ کے بل ہو کر پیئیں یہی "کرع" ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ ہم ایک ہاتھ کے ذریعے چلو میں لے کر پیئیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص برتن میں اس طرح منہ نہ ڈالے جس طرح کتا منہ ڈالتا ہے اور کوئی بھی شخص ایک ہاتھ کے ذریعے نہ پئے جس طرح وہ لوگ پیتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور رات کے وقت برتن سے پینے والا اس وقت تک نہ پئے جب تک اس برتن کو حرکت نہ دے البتہ اگر برتن ڈھانپ کر رکھا ہوا ہو تو حکم مختلف ہے، اور جو شخص اپنے ہاتھ کے ذریعے پیتا ہے حالانکہ وہ برتن کے ذریعے پینے کی قدرت رکھتا ہو اور وہ شخص تواضع کے طور پر ہاتھ سے پئے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کی انگلیوں کی تعداد میں اس کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے (ہاتھ کے ذریعے پینا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ ہے۔

جب انہوں نے پیالہ الگ رکھ دیا اور بولے تھے، افسوس ہے یہ دنیا کے ساتھ ہے (یعنی دنیاوی آرائش و زیبائش کا حصہ ہے)

3432- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يُعْوَلُ السَّمَاءَ فِي حَائِطِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِي شَيْءٍ فَاسْقِنَا وَلَا تَكْرَعْنَا قَالَ عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَيْءٍ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْنَا مَعَهُ إِلَى الْعَرِيشِ فَحَلَبَ لَهُ شَاةً عَلَى مَاءٍ بَاتَ فِي شَيْءٍ فَشَرِبَ ثُمَّ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ بِصَاحِبِهِ الَّذِي مَعَهُ

3431: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3432: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحديث: 5813 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3724

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے جو اپنے باغ میں کھجوریں لٹکانے کے لئے درختوں پر چڑھ چکا تھا۔ اس نے دریافت کیا: اگر تمہارے پاس ایسا پانی موجود ہو جو رات سے ہی مشکیزے میں موجود ہو تو

میں پیے گا۔ لہذا وہ نہ ہم اس جگہ پر آئے پانی میں سے پی لیتے ہیں۔

اس نے عرض کی: میرے پاس ایسا پانی موجود ہے جو رات سے ہی مشکیزے میں ہے۔ پھر وہ صاحب گھر کے ان کے ساتھ ہی ہم جی بھر کے پیچھے آ گئے۔

ان صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے لیے بکری کا دودھ دودھ کرا لیا۔ اس پانی میں ملایا جو رات سے مشکیزے میں موجود تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔

پھر ان صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود صاحب کے لیے بھی ایسا ہی کیا۔

3433- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ عَنْ كَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَزَّلَنَا عَلَى بَرْكَةٍ لَجَعَلْنَا لَكَرْعٍ لَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْرَهُوا وَلَكِنْ اغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ ثُمَّ اشْرَبُوا لَهَا فَإِنَّهُ لَيْسَ إِنْاءٌ أَطْيَبَ مِنَ الْيَدِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ایک تالاب کے پاس سے گزرے، ہم نے منہ لگا کر اس میں سے پینا شروع کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ منہ لگا کر نہ پیا بلکہ اپنے ہاتھوں میں پو کیونکہ ہاتھ سے پاکیزہ برتن اور کوئی نہیں ہے۔

بَابُ سَاقِي الْقَوْمِ اخْرَهُمْ شُرْبًا

یہ باب ہے کہ لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں خود پئے گا

3434- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَادَةَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاقِي الْقَوْمِ اخْرَهُمْ شُرْبًا

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں خود پئے گا۔"

بَابُ الشُّرْبِ لِي الزُّجَاجِ

یہ باب شیشے میں پینے کے بیان میں ہے

3435- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مِسْنَانَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا مَنْدَلُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ
الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِنْ قَوَارِيرَ
يَشْرَبُ فِيهِ

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا شیشے کا بنا ہوا ایک پیالہ تھا جس میں آپ ﷺ پیا
کرتے تھے۔

کتاب الطب

یہ کتاب طب کے بیان میں ہے

طب کے معنی و مفہوم کا بیان

طب "عام طور پر طاء کے زیر کے ساتھ مستعمل ہے، لیکن سیوطی کہتے ہیں کہ یہ لفظ طاء کے زیر، زیر اور پیش تینوں کے ساتھ منقول ہے، اس کے معنی ہیں "علاج کرنا، دوا کرنا۔" بعض مواقع پر اس لفظ کو طاء کے زیر کے ساتھ "سحر" کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہم اسی اعتبار سے "مطبوب" اس شخص کو کہتے ہیں جس پر سحر (جادو) کیا گیا ہو۔ طب کا تعلق جسم (ظاہر) سے بھی ہوتا ہے اور نفس (باطن) سے بھی، چنانچہ حفظانِ صحت اور دفعِ مرض کے ذریعہ بدن کے علاج معالجہ کو جسمانی طب کہتے ہیں اور باطنی ہلاکت و تباہی تک پہنچانے والے افکار و اعمال اور بری عادات و اطوار کے ترک و ازالہ کے ذریعہ نفس کا علاج کرنے کو طب نفسانی کہتے ہیں، جس طرح طب کی دو قسمیں ہیں، اسی طرح دوا کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو جسمانی اور طبعی، خواہ وہ مفردات کی شکل میں ہو یا مرکبات کی شکل میں (جیسا کہ ظاہری دوائیں ہوتی ہیں) اور دوسری قسم روحانی و لسانی ہے، جو قرآن کریم اور قرآن کریم کے حکم میں شامل دوسری چیزوں کی صورت میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لوگوں کے علاج و اصلاح کے لئے ظاہری و طبعی دواؤں کو بھی اختیار فرماتے تھے اور باطنی و روحانی معالجہ کو بھی۔

"قرہ" اصل میں "رقیہ" کی جمع ہے جس کے معنی افسون کے ہیں ہماری زبان میں اس کو منتر اور روزمرہ کی بول چال میں جھاڑ پھونک بھی کہا جاتا ہے، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآنی آیات، منقول دعاؤں اور اسماء الہی کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے ان کے علاوہ ایسے منتروں کے ذریعہ بھی جائز ہے جن کے الفاظ و کلمات کے معنی معلوم ہوں اور وہ دین و شریعت کے مخالف نہ ہوں جن منتروں کے الفاظ و کلمات ایسے ہوں کہ ان کے معنی معلوم نہ ہوں یا ان کے الفاظ و کلمات دین و شریعت کی تعلیمات و احکام کے برخلاف ہوں ان کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا قطعاً جائز نہیں ہے اسی طرح وہ اہل عزائم و نکشیر جو علم نجوم و رمل کی مدد لے کر عملیات کرتے ہیں اور حفظِ ساعات و تعینِ اوقات جیسی چیزوں کو اختیار کرتے ہیں ان کا یہ طریقہ بھی اہل دیانت و تقویٰ کے نزدیک مکروہ و حرام ہے۔

بَاب مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً

یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے اس کی شفاء بھی نازل کی ہے

3436 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ قَالَ شَهِدْتُ الْأَعْرَابَ يَسْأَلُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَيْنَا حَرَجٌ فِي كَذَا أَعْلَيْنَا حَرَجٌ فِي كَذَا فَقَالَ لَهُمْ عِبَادَ اللَّهِ وَضَعَ اللَّهُ الْحَرَجَ إِلَّا مَنْ اقْتَرَضَ مِنْ عَرَضِ أَخِيهِ شَيْئًا فَذَلِكَ الَّذِي حَرَجَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ عَلَيْنَا جُنَاحٌ أَنْ لَا تَتَدَاوَى قَالَ تَدَاوَوْا عِبَادَ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ مُبْحَثَانَهُ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ مَعَهُ شِفَاءً إِلَّا الْهَرَمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا خَيْرٌ مَا أُعْطِيَ الْعَبْدُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ

•• حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں اُس وقت وہاں موجود تھا جب کچھ دیہاتیوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوالات کیے کہ اگر ہم فلاں کام کر لیں تو کیا ہم پر کوئی حرج ہوگا۔ کیا ہم فلاں کام کر لیں تو ہم پر حرج ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا: اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے حرج کو اٹھالیا ہے ماسوائے اُس شخص کے جو اپنے کسی بھائی کی عزت کو پامال کرے تو یہ گناہ کا کام ہے۔

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر ہم دوائی استعمال نہیں کرتے تو کیا ہم پر کوئی گناہ ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم دوا استعمال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے۔ صرف بڑھاپے کا حکم مختلف ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! انسان کو جو چیز دی جائے اُس میں سب سے بہترین چیز کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھے اخلاق۔

3437 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي خِزَامَةَ عَنْ أَبِي خِزَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أَدْوِيَةً تَدَاوَى بِهَا وَرَقَى نَسْتَرْقِي بِهَا وَتُقَى نَتَفِيهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدْرِ اللَّهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ قَدْرِ اللَّهِ

•• حضرت ابو خزیمہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا ہم جو دوائی استعمال کرتے ہیں یا جو دم کرتے ہیں یا جو احتیاطی تدابیر کرتے ہیں۔ اُن کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سے کسی چیز کو لوٹا دیتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں شامل ہیں۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بیماری کی دوا ہے، لہذا جب وہ بیماری کے

موانع ہو جاتی ہے تو بیمار اللہ کے حکم یعنی اس کی مشیت و ارادہ سے اچھا ہو جاتی ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 444)
 اللہ کے حکم کی قید اس لئے لگائی گئی ہے تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ مرض سے شفا یابی کا اصل میں تعلق دوا سے ہے اور مریض کو صحت بخشنے میں علاج و معالجہ حقیقی اور مستقل بالذات مؤثر ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل میں شفا یابی تو محض اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ پر موقوف ہے، دوا اور علاج و معالجہ محض ایک ظاہری ذریعہ اور وسیلہ ہے، کسی بھی مرض پر کوئی دوا اسی وقت اثر انداز ہوتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔

چنانچہ روایت حمیدی میں اس کی تفصیل یوں منقول ہے کہ ایسا کوئی بھی مرض نہیں ہے جس کا علاج نہ ہو چنانچہ جب کوئی شخص بیمار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جس کے ساتھ ایک پردہ ہوتا ہے وہ فرشتہ اس پردہ کو بیمار کے مرض اور دوا کے درمیان حائل کر دیتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیمار جو بھی دوا استعمال کرتا ہے وہ مرض کو نہیں لگتی اور شفا حاصل نہیں ہوتی یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہوتی ہے کہ بیمار اچھا ہو جائے تو وہ فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ مرض اور دوا کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا جائے اس کے بعد بیمار جب دوا پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دوا کے ذریعہ اس کو شفا دیدیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی مرض لاحق ہو جائے تو اس کا علاج کرنا اور دوا مستحب ہے، چنانچہ صحابہ کرام اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ نیز اس سے ان حضرات کے نظریہ کی بھی تردید ہوتی ہے جو علاج معالجہ اور دوا کی افادیت و ضرورت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز کی طرح مرض بھی قضا و قدر کے زیر اثر ہے اس لئے کسی بیمار کا علاج کرنا لا حاصل ہے۔

جمہور علماء جو علاج و معالجہ کے قائل ہیں کی دلیل مذکورہ احادیث ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ بیشک امراض کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن امراض کے ازالہ کے ذریعہ پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جس طرح مرض و بیماری قضا و قدر کے تابع ہے اسی طرح علاج و معالجہ کرنا بھی تقدیر الہی ہی سے ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسا کہ ہر انسان کی موت کا وقت بالکل اٹل ہے جس کی موت جس صورت میں لکھی جا چکی ہے اسی صورت میں آ کر رہے گی۔ لیکن اس کے باوجود اپنی حفاظت و سلامتی کے ذریعہ اختیار کرنا اور اپنی جان کو کسی حادثہ یا دشمن کے حملہ سے محفوظ رہنے کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یا میدان جنگ میں دشمنان دین کو قتل کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

حاصل یہ کہ جان و صحت کی حفاظت و سلامتی کے لئے دوا وغیرہ جیسے اسباب ذرائع اختیار کرنا نہ تو حکم الہی کے خلاف ہے اور نہ توکل کے منافع ہے جیسا کہ کھانے کے ذریعہ بھوک کو دفع کرنا توکل کے منافی نہیں ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر توکل کرنے والا کون انسان ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید التوکلین تھے، لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم علاج بھی کرتے تھے اور بیماری کو دور کرنے کے ذرائع اختیار فرماتے تھے۔

3438- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ

أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً

• • • حضرت عبداللہ جوینی اکرم علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے اس کے لیے درابھی نازل کی ہے۔

3439 - حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَسْرُورٍ قَالَ لَا حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَسْرُورٍ عَنْ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا عَطَاءُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً

• • • حضرت ابو ہریرہ و روایت کرتے ہیں نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے اُس کی شفا بھی نازل کی ہے۔"

بَابُ الْمَرِيضِ يَشْتَهِي الشَّيْءَ

یہ باب ہے کہ مریض کا کسی چیز کی خواہش محسوس کرنا

3440 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَكِينٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَا تَشْتَهِي فَقَالَ أَشْتَهِي خُبْزَ بَرٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ خُبْزُ بَرٍّ فَلْيَبْعْ إِلَى أَخِيهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَشْتَهَى مَرِيضٌ أَحَدَكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ

• • • حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم علیہ السلام ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، آپ علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا: تمہیں کس چیز کی خواہش ہو رہی ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے گندم کی روٹی کی خواہش ہو رہی ہے، نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس گندم کی روٹی ہو وہ اپنے بھائی کو بھجوا دے، پھر نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تمہارا کوئی مریض کسی چیز کی خواہش محسوس کرے تو تم اسے کھلا دو۔

3441 - حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْهَمَّانِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ أَتَشْتَهِي شَيْئًا قَالَ أَشْتَهِي كَعُكًا قَالَ نَعَمْ فَطَلَبُوا لَهُ

• • • حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم علیہ السلام ایک بیمار کی عیادت کے لیے اُس کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے دریافت کیا: کیا تمہیں کسی چیز کی طلب ہو رہی ہے۔ اُس نے عرض کی: مجھے نرم روٹی کی طلب ہو رہی ہے۔ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے تو لوگوں نے اُس کے لیے وہ تلاش کی۔

بَابُ الْحِمِّیَّةِ

یہ باب پرہیز کے بیان میں ہے

3442- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَعْصُوعَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ أُمِّ الْمُغْدِيرِ بِنْتِ قَيْسِ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ فَعَلَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَلِيٌّ نَافِةٌ مِنْ مَرْضَى وَلَنَا دَوَالِي مُعَلَّقَةٌ وَحَمَانُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهَا لِقَاوَلٍ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَا عَلِيُّ إِنَّكَ نَافِةٌ قَالَتْ فَصَنَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِلْقًا وَخَمِيرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مِنْ هَذَا فَاصْبِ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ لَكَ

• سیدہ ام منذر بنت قیس بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی بن ابوطالب بھی تھے۔ حضرت علی کچھ عرصہ پہلے بیماری سے صحت پاک ہوئے تھے۔ ہمارے ہاں کھجوروں کے خوشے لٹک رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان میں سے کھانا شروع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں کھانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اے علی! تم رک جاؤ کیونکہ تم ابھی بیماری سے صحت یاب ہوئے ہو۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے چندر اور جو تیار کیے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی! اس میں سے کھاؤ کیونکہ یہ تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔

3443- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ صَيْفِيٍّ مِنْ وَلَدِ صُهَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ صُهَيْبٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ خُبْزٌ وَتَمْرٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذْنُ فُكُلٍ فَأَخَذْتُ أَكُلُ مِنَ التَّمْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْكُلُ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ قَالَ فَقُلْتُ إِنِّي أَمْضِعُ مِنْ نَاحِيَةِ أُخْرَى فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

• حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور کھجوریں رکھی ہوئی تھیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگے ہو اور کھانا شروع کرو! تو میں نے کھجوریں کھانا شروع کر دیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں آشوب چشم کی شکایت ہے اور پھر بھی تم کھجوریں کھا رہے ہو؟ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں

دوسری طرف چار باہوں، نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے۔

بَاب لَا تُكْرَهُوا الْمَرِيضَ عَلَى الطَّعَامِ

یہ باب ہے کہ بیمار کو کوئی چیز کھانے پر مجبور نہ کرو

3444- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَكْرُبُ بْنُ يُونُسَ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ بْنِ رَبَاحٍ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْرَهُوا مَرَضَكُمْ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَإِنَّ اللَّهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بیماروں کو کھانے یا پینے کے لیے مجبور نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ انہیں کھلاتا اور اسے پلاتا ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ مریض کسی چیز کے کھانے پینے پر راضی نہ ہو تو اس کو وہ چیز زبردستی نہ کھلاؤ پلاؤ اور وہ چیز خواہ از قسم طعام ہو یا از قسم دوا۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے جو جسم انسان کو طاقت بخشی ہے اور اصل طاقت کا حاصل ہونا کھانے پینے پر منحصر نہیں ہے بلکہ قدرت الہی پر موقوف ہے۔ لہذا نفس کے کسی چیز میں مبتلا و مشغول ہونے کی وجہ سے اگر طبیعت کھانے پینے پر آمادہ نہ ہو تو کھانے پینے کے معاملہ میں زبردستی نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ طبیعت و خواہش کے علی الرغم کھانا پینا فائدہ مند ہونے کی بجائے نقصان دہ ہو جاتا ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جسم و جان کی بقا کے لئے نظام قدرت و عادت انسانی کے تحت کوئی نہ کوئی ظاہری سبب ذریعہ ہونا چاہئے تو اس مقصد کے لئے وہ رطوبت بدن کافی ہوتی ہے جس کو نقدان غذا کی صورت میں حرارت غریزی تحلیل کر کے بقاء جسم و جان کا ذریعہ بنادیتی ہے۔

بَاب التَّلْبِينَةِ

یہ باب تلبینہ (حریرہ) کے بیان میں ہے

3445- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بَرَكَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ أَهْلَهُ الْوَعْلُ أَمَرَ بِالْحَسَاءِ قَالَتْ وَكَانَ يَقُولُ إِنَّهُ لَيَرْتُو فَوَادَ الْحَزِينِ وَيَسْرُو عَنْ فَوَادِ السَّقِيمِ كَمَا تَسْرُو إِخْدَاكُنَّ الْوَسَخَ عَنْ وَجْهَهَا بِالْمَاءِ

3444: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2848

3445: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2839

”لیکن فحش کے دل کو طاقت دیتا ہے اور بیمار کے دل سے غم کو دور کرتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح کوئی عورت پانی کے ذریعے اپنے چہرے سے میل کو دور کرتی ہے۔“

3446- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي النَّخِيبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَيْمَنَ بْنِ نَابِلٍ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهَا كُنْثَمٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْبَغِيزِ النَّافِعِ التَّلْبِينَةِ يَعْنِي الْحَسَاءَ قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ لَمْ تَزَلِ الْبُرْمَةُ عَلَى النَّارِ حَتَّى يَنْتَهِيَ أَحَدٌ طَرَفِيهِ يَعْنِي يَمْرَأًا أَوْ يَمُوتُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم ناگوار لیکن فائدہ بخش چیز تلبینہ استعمال کرو، نبی اکرم ﷺ کی مراد حریرہ تھی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ازواج میں سے کوئی بھی بیمار ہو جاتی تو ہنڈیا آگ پر موجود رہتی تھی، یہاں تک کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز ہو جاتی (راوی کہتے ہیں یعنی یا وہ بیمار تندرست ہو جاتا یا اس کا انتقال ہو جاتا)

شرح

تلبینہ اس حریرے کو کہتے ہیں، جو آٹے اور دودھ سے بنایا جاتا ہے کبھی اس میں شہد بھی ملا دیتے ہیں، چونکہ اس حریرہ کا خاص جز دودھ ہوتا ہے اور دودھ کی طرح سفید بھی ہوتا ہے اس لئے اس کو تلبینہ کہتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (ایک دن) ایک درزی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تیار کئے ہوئے کھانے پر مدعو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میں بھی گیا اس نے جو کی روٹی اور شوربالا کر (دستر خوان پر) رکھا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا، چنانچہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کو کدو چونکہ بہت مرغوب تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے کناروں میں کدو کو تلاش کر کے کھاتے تھے، اسی لئے اس دن کے بعد سے میں کدو کو بہت پسند کرتا ہوں) کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 116)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس دعوت میں جانا یا تو اس بنا پر تھا، کہ ان کو بھی مدعو کیا گیا ہو گا یا وہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور کسی بھی دعوت میں خادم کے ساتھ ہونے کی اجازت راعی کی طرف سے عام طور پر ہوتی ہے، اس لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس دعوت میں شریک ہوئے۔

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اگر دسترخوان پر کسی پیالے یا برتن میں کھانے کی مختلف چیزیں ایک ساتھ ہوں تو اس پیالے یا برتن کے دوسرے کنارہ تک ہاتھ بڑھانا جائز ہے، اس صورت میں محض اپنے سامنے کے کنارے تک اپنے ہاتھ محدود

رکھنا ضروری نہیں ہوگا، بشرطیکہ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ اس کو ناپسند کریں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ غرباء اور دست کاروں کی دعوت قبول کرنا چاہئے اور وہ دسترخوان پر کھانے کی جو بھی چیز لا کر رکھیں اس کو برضا و رغبت کھانا چاہئے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کھانے کے وقت اپنا خادم ساتھ ہو تو اس کو اپنے ساتھ ہی کھانا کھلانا چاہئے، یہ خالص دنیا داروں کا طریقہ ہے کہ خود تو الگ بیٹھ کر کھائیں اور خادم کو دوسری جگہ بٹھا کر کھلائیں۔

اور چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ کدو کو اپنی پسندیدہ غذا قرار دینا مسنون ہے اور اس طرح ہر اس چیز کو پسند و مرغوب رکھنا مسنون ہے، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ و مرغوب رکھتے تھے۔

بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ

یہ باب کلونجی کے بیان میں ہے

3447- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْمِصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمَعِيذُ بْنُ الْمُسَبِّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ وَالسَّامَ الْمَوْتُ وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ الشُّونِيزُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سیاہ دانے میں سام کے علاوہ ہر بیماری کی شفا ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) سام سے مراد موت ہے اور سیاہ دانے سے مراد کلونجی ہے۔

شرح

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اگرچہ حدیث کے مفہوم میں عمومیت ہے کہ کلونجی کو ہر بیماری کو دوا فرمایا گیا لیکن یہ کلونجی خاص طور پر انہی امراض میں فائدہ مند ہے۔ جو رطوبت اور بلغم میں پیدا ہوتے ہیں کیونکہ کلونجی ماہ یا بس و خشک و گرم ہوتی ہے اس لئے یہ ان امراض کو دفع کرتی ہے جو اس کی ضد ہیں، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم عمومیت پر ہی معمول ہے یعنی کلونجی ہر بیماری میں فائدہ مند ہے بایں طور کہ اگر اس کو کسی بھی دوا میں خاص مقدار و ترکیب کے ساتھ شامل کیا جائے تو اس کے صحت بخش اثرات ظاہر ہوتے ہیں کرمانی نے کہا کہ حدیث کا مفہوم عام ہے کیونکہ حدیث میں استثناء صرف موت کا کیا گیا ہے۔

سفر السعادة کے منصف نے لکھا ہے کہ اکابر و مشائخ کی ایک جماعت کا معمول تھا کہ وہ اپنے تمام امراض میں کلونجی کو بطور دوا استعمال کرتے تھے اور ان کے حسن اعتقاد کی برکت سے ان کے امراض دور ہو جایا کرتے تھے۔

3448- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ فَإِنَّ فِيهَا شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ

••• سالم بن عبد اللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم کلونی استعمال کرو کیونکہ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔

3449- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ أَنبَاَنَا إِسْرَافِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبَجَرَ فَمَرَّضَ فِي الطَّرِيقِ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ لَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ وَقَالَ لَنَا عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ فَعَلُّوْا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَاسْتَحَقُّوْهَا ثُمَّ اقْطُرُوْهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطْرَاتٍ زَيْتٍ فِي هَذَا الْجَانِبِ وَفِي هَذَا الْجَانِبِ فَإِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُمْ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ هَذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ السَّامُ قُلْتُ وَمَا السَّامُ قَالَ الْمَوْتُ

••• خالد بن سعد بیان کرتے ہیں میں روانہ ہوا۔ میرے ساتھ غالب بن ابجر بھی تھے۔ وہ راستے میں بیمار ہو گئے۔ ہم مدینہ منورہ آئے تو وہ بیمار ہی تھے۔

ابن ابوعتیق اُن کی عیادت کرنے کے لئے آئے۔ انہوں نے ہمیں کہا: تم لوگ کلونی استعمال کرو تم اُس کے پانچ یا سات دانے لو۔ اُن کا سلف بنالو پھر اس کی ناک میں اس طرف اور اس طرف زیتون کے تیل کے کچھ قطرے ڈالو۔ کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو یہ حدیث سنائی تھی۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے سیاہ دانے میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے۔ میں نے دریافت کیا: سام سے مراد کیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: موت۔

بَابُ الْعَسَلِ

یہ باب شہد کے بیان میں ہے

3450- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِدَاشٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَكْرِيَاءَ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَاشِمِيُّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعَقَ الْعَسَلَ ثَلَاثَ عَدَوَاتٍ كُلَّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيمٌ مِنَ الْبَلَاءِ

3448: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3449: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5687

3450: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص ہر مہینے میں تین دن شہد چاہتا ہے اسے کوئی بڑی بیماری لاحق نہیں ہوتی۔"

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میرے بھائی کا پیٹ چل رہا ہے یعنی اس کو دست پر دست آرہے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو شہد پلا دو، اس شخص نے (جا کر) اپنے بھائی کو شہد پلایا (کچھ دیر کے بعد) پھر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے شہد پلا دیا تھا لیکن شہد نے اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا کہ اس کے پیٹ چلنے میں اور زیادتی کر دی ہے (یعنی شہد پلانے کے بعد سے دستوں میں پہلے سے بھی زیادتی ہو گئی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو تین مرتبہ یہی حکم دیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی فرماتے کہ اس کو شہد پلا دو اور وہ شخص شہد پلاتا رہا، پھر آ کر کہتا کہ میں نے شہد پلا دیا مگر دستوں میں پہلے سے بھی زیادتی ہو گئی ہے) یہاں تک کہ وہ جب چوتھی مرتبہ آیا (اور کہنے لگا کہ اس کے دستوں میں زیادتی ہو گئی ہے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی فرمایا کہ اس کو شہد پلا دو، اس نے عرض کیا کہ میں نے شہد پلا دیا ہے، مگر شہد نے اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا کہ اس کے پیٹ چلنے میں اور زیادتی کر دی ہے، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توجیح فرمایا ہے مگر تمہارے بھائی کا پیٹ ہی جھوٹا ہے۔" آخر کار اس شخص نے اپنے بھائی کو پھر شہد (خالص یا پانی میں ملا کر پلایا) تو وہ اچھا ہو گیا۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 450)

کسی بیماری کی صورت میں شہد استعمال کرنے کا ایک خاص طریقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں منقول ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی سے کہے کہ وہ اپنے مہر میں سے کچھ مال دے اور پھر اس مال کے ذریعہ شہد خریدے اور شہد کو بارش کے پانی میں ملا کر پی لے انشاء اللہ بابرکت شفا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے توجیح فرمایا ہے۔

ان الفاظ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ (فَبِهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ، النحل: 69) کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ بتا دیا تھا کہ اگر وہ مریض شہد پئے گا تو اس کے پیٹ میں آرام ہو جائے گا اور دست بند ہو جائیں گے اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ شہد پینے سے اس کو فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات غیر صحیح نہیں ہو سکتی لہذا مریض کو شہد پلائے جاوے گا اس کو یقیناً فائدہ ہوگا۔

پھر آپ نے "تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے" کے ذریعہ گویا صحت یابی میں تاخیر ہونے کی علت بیان فرمائی کہ تمہارے بھائی کے پیٹ میں کوئی سخت مادہ جمع ہو رہا ہے اس کی وجہ سے شہد کی دی ہوئی مقدار کارگر نہیں ہو رہی ہے جب تک وہ مادہ باہر نہیں آ جائے گا تب تک اسے آرام نہیں آئے گا یا یہ کہ پیٹ خطا کر رہا ہے، یعنی ٹھیک طرح سے کام نہیں کر رہا ہے اور ابھی شفا کو قبول نہیں کر رہا ہے جب وہ ٹھیک کام کرنے لگے گا اور شفا قبول کرے گا تو دست بند ہو جائیں گے۔

داخ رہے کہ اہل عرب اپنے کلام میں اکثر لفظ کذب یعنی جھوٹ کو خطا کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ جب انہیں کہتا ہوتا ہے کہ فلاں شخص کے کان نے خطا کی یعنی اس نے جو بات سنی ہے اس کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے تو وہ یوں کہتے ہیں۔ کذب سمعہ یعنی اس کے کان نے جھوٹ کہا۔

طب نبوی اور موجودہ طب کا بیان

اس موقع پر یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ اگرچہ علماء نے حتی الامکان طب نبوی علیہ السلام اور مروجہ طب میں مطابقت و موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں فرق ضرور موجود ہے۔

اسی لئے صاحب سفر السعاده نے لکھا ہے کہ طب نبوی (ظاہری طور پر) طباء کے قواعد و اصول کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتی کیونکہ طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدر روحی الہی، قلب نبوت اور کمال عقل ہے ظاہر ہے کہ جو طب وحی الہی کے ذریعہ حاصل ہوئی ہو یا جو علاج معالجہ قلب نبوت اور کمال عقل کا بتایا ہوا اس کا کامیاب ہونا اور اس کے ذریعے شفا پانا درجہ یقین کا حامل ہے اس کے برخلاف اطباء و حکماء کی جو طب ہے اور ان کے اصول و قواعد کے مطابق جو علاج معالجہ ہوتا ہے اس کا کلیہ کامیاب اور افادیت بخش ہونا یقینی درجہ کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اس میں غلطی و خطا ہونے کا بھی گمان ہے کیونکہ اس طب کی بنیاد انسانی ذہن و تجربہ پر ہے اس اعتبار سے یہ طب اس طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو ہی نہیں سکتی جس کی بنیاد وحی الہی، قلب نبوت اور کمال عقل ہے۔ طب نبوی اور مروجہ طب کے درمیان یہی فرق ہے جو بعض مواقع پر کچھ لوگوں کو شک شبہ اور الجھن میں ڈال دیتا ہے چنانچہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرض کا ایسا علاج تجویز فرمایا ہے جو فن طب کے اصول و قواعد کے خلاف ہے تو وہ مختلف قسم کے اعتراض کرتے ہیں حالانکہ انہیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہئے کہ وہ جس طب کے اصول و قواعد کی بات کرتے ہیں وہ چونکہ انسان کے اپنے ذہن اور اپنی عقل و تدبیر کی پیداوار ہے اس لئے اس میں غلطی و خطا کا ہونا اور حقیقت حال تک نہ پہنچنا عین ممکن ہے جب کہ طب نبوی کا مصدر روحی الہی اور قلب نبوت ہے جس میں کسی خطا کا امکان ہی نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرض کا جو بھی علاج تجویز فرمایا ہے اس کے بارے میں تو ہو سکتا ہے کہ ہمارا ناقص علم اور ذہن اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ علاج مرض کے مطابق نہ ہو مثال کے طور پر یہاں حدیث میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کے متعلق بعض اطباء سخت حیرانی اور الجھن میں مبتلا ہوئے ہیں۔

کیونکہ شہدائے خواص کے اعتبار سے سہل اور پیٹ جاری کرنے والا ہے لہذا دستوں کے روکنے کے لئے شہد پلانے کا حکم نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر اطباء کے اصول و قواعد کے بالکل خلاف ہے بناء بریں وہ اطباء کہتے ہیں کہ ہر مرتبہ شہد پلانے کے بعد دستوں میں زیادتی کا ہونا اسی وجہ سے تھا کہ شہد اسہال پیدا کرتا ہے؟ اس بارے میں ایک بات تو یہی کہی جاسکتی ہے کہ یہ ایک بالکل مخصوص نوعیت کا معاملہ تھا جس میں دوا کی تاثیر سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز سے وہی شہد اس کے حق میں شفا یابی کا ذریعہ بن گیا اور وہ اچھا ہو گیا، یہ بات اگرچہ حسن اعتقاد کے نقطہ نظر سے ایک اچھی تعبیر و ترجمانی ہے جو اہل ایمان کو مطمئن کر سکتی ہے اور پھر وہ بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ محض اس واقعہ پر قیاس کر کے طب نبوی صلی اللہ علیہ

وسلم کو مروج طب کے اصول و قواعد کے متضاد قرار نہیں دیا جاسکتا۔

لیکن اس کے علاوہ اگر فنی نقطہ نظر سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تجویز کردہ اس علاج پر پوری تحقیق اور گہری نظر کے ساتھ غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مریض کو شہد پلانے کا حکم دینا اطباء کے اصول و قواعد کے خلاف نہیں تھا۔ کیونکہ دستوں کا آنا جس طرح بد ہضمی کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح وہ فاسد مادہ بھی دست جاری ہونے کا سبب بنتا ہے جو جمع ہو جاتا ہے۔ لہذا جو دست معدے میں جمع ہونے والے فاسد مادہ کی وجہ سے آتے ہیں ان کو بند کرنا اور اس مادے کو باہر نکالنا ضروری ہوتا ہے اور اس کا بہترین علاج شہد ہے۔ خصوصاً شہد کو گرم پانی میں ملا کر پلانا بہت مفید ہے کہ وہ مادہ کو دفع کرتا ہے اور خارج بھی کر دیتا ہے پس وہ شخص جو بد ہضمی کا شکار تھا اور اس کے معدے میں فاسد مادہ بھی جمع ہو گیا تھا اس کے لئے بہترین علاج یہی تھا کہ شہد پلا کر اس کے معدے میں جمع ہو جانے والا فاسد مادہ نکالا جائے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شہد پلانے کا حکم دیتے رہے یہاں تک کہ جب اس کا معدہ فاسد مادے سے بالکل صاف ہو گیا تو وہ اچھا ہو گیا، اس سلسلے میں یہ بات بطور خاص ذہن میں رکھنے کی ہے کہ علاج معالجہ میں حسن اعتقاد اور معالج کی تشخیص و تجویز پر مکمل اعتبار و بھروسہ بنیادی چیز ہے، چنانچہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے معالج کے بارے میں بھی کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس سے حسن اعتقاد نہیں ہوتا تو اس کا مزاج معالج کے اس علاج کو قبول نہیں کرتا اور شفا یابی سے محروم رہتا ہے خواہ وہ معالج کتنے ہی اونچے درجے کا کیوں نہ ہو اس کے برخلاف اگر وہ شخص پورے یقین و اعتقاد کے ساتھ کوئی انتہائی معمولی درجہ کا بھی علاج کرتا ہے تو وہ علاج اس کے لئے فائدہ مند ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنا علاج کرے جس کی کامیابی یقینی ہے اور اس کو اس علاج سے فائدہ نہ ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اس کے ایمان میں کھوٹ ہے اور اس کو یقین و اعتقاد کی نعمت حاصل نہیں ہے۔

لہذا جو شخص اپنے کسی مرض کا علاج طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کرنے کا خواہش مند ہو تو اس کو اپنا یقین کامل اور اپنا اعتقاد مضبوط کرنا چاہئے اور پھر صدق نیت و اخلاص عمل کے ساتھ اس علاج کو اختیار کرنا چاہئے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں، امراض باطنی و روحانی اور فساد و ذہن کے لئے شفاء کامل کا درجہ رکھتا ہے۔ لہذا جو شخص قرآن کریم کو اخلاص و خلوص کے جذبہ سے سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اس کی تعلیمات پر یقین و اعتقاد کے ساتھ عمل کرتا ہے۔

اس کے قلب و روح کو یقیناً جلا و شفا حاصل ہوتی ہے، اس کے برخلاف جو شخص عدم اخلاص و قبول اور بے یقینی و بے اعتمادی کے ساتھ قرآن کریم کو سیکھتا پڑھتا ہے تو اس کے باطن میں اور زیادہ برائی اور اس کے قلوب میں اور زیادہ فساد پیدا ہوتا ہے۔ اسی بناء پر بعض حضرات نے حدیث کے الفاظ کذب بطن احیک (تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) کو مریض کے عدم صدق نیت اور عدم خلوص اعتقاد پر بھی محمول کیا ہے یعنی ان حضرات کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی کے ذریعہ گویا یہ واضح کیا کہ تمہارے بھائی نے چونکہ شہد کو یقین و اعتقاد اور اخلاص و قبول کے ساتھ نہیں پیا ہے، اس لئے فائدہ ہونے کے بجائے اس مرض میں زیادتی ہو گئی ہے۔ (سفر السعادہ)

3451- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ يَكْرُ بْنُ عَمَلٍ حَدَّثَنَا هَمْرُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَمْرَةَ الْعَطَّارُ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أُمِّدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَسَلٌ فَكَسَمَ بَيْنَنَا لَعْنَةً لَعْنَةً فَأَخَذْتُ لُعْنَتِي ثُمَّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَاكَ إِذَا أُعْرِيَ قَالَ نَعَمْ

●● حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شہد تحفے کے طور پر پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے ایک ایک گھونٹ ہمیں عطا کیا، میں نے اپنا حصہ لیا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں دوسری مرتبہ بھی لینا چاہتا ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔

3452- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالشِّفَالَيْنِ الْعَسَلِ وَالْقُرْآنِ

●● حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم پر لازم ہے کہ شفاء دینے والی دو چیزیں استعمال کرو، شہد اور قرآن۔“

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ وہ پہاڑوں میں، اور درختوں میں اور اونچے چھپروں میں گھر بنائے۔ پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس، پھر اپنے رب کے بنائے ہوئے آسان راستوں پر چلتی رہ، ان کے پیٹوں سے رنگ برنگ کے مشروب نکلتے ہیں، اس مشروب (شہد) میں لوگوں کے لیے شفا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے ضرور نشانی ہے۔ (النحل: ۶۸، ۶۹)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اس نے انسان کے لیے موشیوں میں سے دودھ نکالا، پھر اس نے یہ بتایا کہ اس نے کھجوروں اور انگوروں سے سکر اور رزق حسن مہیا کیا اور حیوانات نباتات میں اپنی خلقت کے عجائب اور غرائب سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا اور ان آیات میں شہد کی مکھی کے شہد نکالنے سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا۔ یہ حیوانات سے بھی استدلال ہے اور نباتات سے بھی، کیونکہ شہد کی مکھی پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے۔

یہاں شہد کی مکھی کا ذکر ایک مثال کے طور پر ہے، ورنہ جانور کا نور کا نور آئندہ بچہ جو اپنی ماں کے تھنوں کو چوستا ہے، اس کو کوئی خارجی چیز آ کر یہ نہیں سکھاتی، اللہ ہی اس کے دل میں یہ ڈالتا ہے، اسی طرح جانور جو باقی فطری عمل کرتے ہیں، وہ اللہ ہی ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اور ان کو سکھاتا ہے۔ اسی طرح انسانوں کو کسی اچھے کام کا طریقہ اور حسن عمل کی تدبیر سوجھتی ہے تو یہ بھی اللہ ہی ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

شہد کی مکھی کی دو اقسام کا بیان

اور ہم نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ ڈالا کہ وہ پہاڑوں اور درختوں میں اور اونچے چھپروں میں گھر بنائے۔
شہد کی مکھیوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جو پہاڑوں اور جنگلوں میں گھر بناتی ہے، اور لوگ اس کی دیکھ بھال اور حفاظت نہیں کرتے، اور دوسری قسم وہ ہے جس کی لوگ دیکھ بھال اور حفاظت کرتے ہیں، اور یہ وہ ہے جو چھپروں میں گھر بناتی ہے۔ من البہال و من الشجر سے پہلی قسم مراد ہے اور مملہ رشون سے دوسری قسم مراد ہے۔

اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ بعض پہاڑوں اور بعض درختوں میں گھر بنائے، اسی طرح یہ مراد ہے کہ بعض چھپروں میں گھر بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے جو شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ وہ پہاڑوں اور جنگلوں اور چھپروں میں گھر بنائے، اس کی تفسیر میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا حیوانوں میں عقل ہوتی ہے اور ان کی طرف احکام متوجہ ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انہیں کسی چیز کا حکم دیتا ہے اور کسی چیز سے منع فرماتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اس کو حکم دیا ہے کہ وہ گھر بنائے۔ یا ان میں عقل نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طہائع اور فطرتوں میں یہ چیز رکھ دی ہے کہ وہ اس قسم کے افعال کرتے ہیں۔ مثلاً چڑیا ایک ایک تنکا اکٹھا کر کے اپنا گھونسلہ بناتی ہے، جنگلوں میں بعض پرندے دو تین منزلہ گھونسلہ بناتے ہیں، جبکہ عام آدمی اپنے ہاتھوں سے تنکے اکٹھا کر ایسا دو منزلہ گھونسلہ بنانا چاہے تو اس کے لیے مشکل ہوگا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی طبیعت میں یہ ودیعت کر دیا ہے کہ وہ ایسا عجیب و غریب گھر بنا لیتی ہے۔

شہد کی مکھی کے عجیب و غریب افعال کا بیان

اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے نفس اور اس کی طبیعت میں ایسی چیز رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ ایسا عجیب و غریب گھر بناتی ہے کہ عقل والے ایسا گھر بنانے سے عاجز ہیں اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ شہد کی مکھی جو گھر بناتی ہے وہ مسدس ہوتا ہے اور اس کے تمام اضلاع مساوی ہوتے ہیں اور عقل والے انسان بھی بغیر پرکار اور اسکیل کے ایسا مسدس نہیں بنا سکتے۔

۲۔ علم ہندسہ میں یہ ثابت ہے کہ اگر مسدس کے علاوہ اور کسی شکل کے گھر بنائے جائیں تو ان گھروں کے درمیان ضرور کچھ نہ کچھ خالی جگہ رہ جائے گی لیکن جب مسدس شکل پر گھر بنائے جائیں تو ان کے درمیان کوئی خالی جگہ نہیں بچے گی، پس اس انتہائی خورد حیوان کا اس حکمت کے مطابق گھر بنانا، بہت عجیب و غریب امر ہے۔

۳۔ شہد کی مکھیوں میں ایک مکھی ملکہ ہوتی ہے اور اس کا جسم دوسری مکھیوں سے بڑا ہوتا ہے، اور باقی مکھیوں پر اس کی حکومت ہوتی ہے، اور تمام مکھیاں اس کی اطاعت کرتی ہیں اور جب وہ سب ملکر اڑتی ہیں تو سب اس کو اپنے اوپر اٹھا لیتی ہیں۔

۴۔ جب شہد کی مکھیاں اپنے چھتے سے روانہ ہوتی ہیں تو موسیقی سے مشابہ آوازیں نکالتی ہوئی روانہ ہوتی ہیں اور ان ہی آوازوں کے واسطے سے دوبارہ اپنے چھتے کی طرف لوٹ آتی ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے درختوں کے چوں پر شہنم پڑتی ہے اور پتوں اور کلیوں پر شہنم کے ہار یک ہار یک ذرات ہوتے ہیں اور شہد کی مکھی درخت کے چوں سے ان ہار یک ذرات کو کھالیتی ہے اور جب وہ سیر ہو جاتی ہے تو دوبارہ ان ذرات کو جن کو کھالیتی ہے واپس اپنے گھر (مچھتے) میں جا کر ان ذرات کو اگل دیتی ہے تاکہ آئندہ کے لیے اپنی غذا کا ذخیرہ رکھے۔

۶۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہد کی مکھی چوں، کلیوں، پھلوں اور پھولوں سے رس چوس لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے پیٹ میں جمع کیے ہوئے رس کو شہد بنادیتا ہے، شہد کی مکھی اپنی غذا کو ذخیرہ کرنے کے لیے اس شہد کو اگل دیتی ہے اور یہی وہ شہد ہے جس کو ہم کھاتے ہیں۔ امام رازی نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور زیادہ صحیح قرین قیاس دوسرا قول ہے۔

علاج کرنے اور دوا استعمال کرنے کے متعلق احادیث کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں بیماریوں کا علاج کرنے اور دوا پینے کے جواز کی دلیل ہے۔ بعض صوفی علاج کرنے اور دوا پینے سے منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں بنتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی تمام بیماریوں اور تمام بلاؤں پر راضی نہ ہو، وہ کہتے ہیں کہ دوا اور علاج کرنا جائز نہیں ہے، لیکن ان کا یہ قول مردود ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں شہد کو لوگوں کے لیے شفا فرمایا ہے اور اس کا شفا ہونا تب ہی ثابت ہوگا جب کسی بیماری میں اس کو استعمال کیا جائے۔ نیز ان لوگوں کو چاہیے کہ پھر دعا بھی نہ کیا کریں، حالانکہ قرآن مجید اور احادیث میں دعا کرنے کی ترغیب ہے، اور علاج کرنے کے متعلق بھی بہت احادیث ہیں۔

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر بیماری کی دوا ہے، پس جب دوا صحیح ہو تو (مریض) اللہ عزوجل کے حکم سے شفا پا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۰۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۵۶۶)

عمر بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے خود پینے ہوئے شخص کی عیادت کی، پھر فرمایا میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تم تم پچھنے لگو الو کیونکہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس میں شفا ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۰۵، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۸۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۶۸۳)

عاصم بن عمرو بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ ہمارے گھر آئے اور ہمارے گھر میں ایک آدمی کو زخم سے تکلیف تھی، حضرت جابر نے پوچھا تم کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا مجھ کو ایک زخم سے بہت تکلیف ہے، حضرت جابر نے کہا ایک فصد لگانے والے لڑکے کو بلاؤ، اس شخص نے کہا اے ابو عبد اللہ! آپ فصد لگانے والے کو کیوں بلا رہے ہیں؟ حضرت جابر نے فرمایا میں اس زخم پر فصد لگوانا چاہتا ہوں، اس نے کہا پھر میرے زخم پر کھیاں بیٹھیں گی یا میرے زخم پر کپڑا لگے گا جس سے مجھے تکلیف ہوگی، جب حضرت جابر نے دیکھا کہ یہ شخص فصد لگوانے سے گھبرار رہا ہے تو انہوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرمایا ہے: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی دوا میں خیر ہے تو فصد لگوانے میں ہے یا شہد کے ایک گھونٹ میں ہے یا لوہے کی آگ سے گرم کر کے داغ لگوانے میں ہے، آپ نے فرمایا میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا، پھر ایک فصد لگانے والا آیا اور اس کی فصد لگائی

اس سے اس کی تکلیف ختم ہوگئی۔ (صحیح مسلم، باب السلام: ۷۱، رقم السلسلہ: ۲۲۰۵)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فصد لگوانے کی اجازت طلب کی، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابو طیبہ کو فصد لگانے کا حکم دیا، حضرت جابر نے بتایا کہ حضرت ابو طیبہ حضرت ام سلمہ کے رضائی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۰۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۰۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۸۰)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابی بن کعب کے پاس ایک طبیب بھیجا انہوں نے ان کی ایک رگ کاٹ کر داغ دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۹۳)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ کے بازو کی ایک رگ میں تیر لگا تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے مبارک ہاتھ سے تیر کے پھل کے ساتھ اس کو داغا، ان کا ہاتھ سوچ گیا تو آپ نے اس کو دوبارہ داغا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۸)

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۹)

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ جب ان کے پاس بخار میں مبتلا کوئی عورت لائی جاتی تو وہ پانی منگوا کر اس کے گریبان میں ڈالتیں اور بیان کرتیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرو اور فرمایا ہے یہ جہنم کے جوش سے ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۲۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۷۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۰۹)

حضرت عکاشہ بن محسن کی بہن ام قیس بنت محسن بیان کرتی ہیں میں اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے آپ پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگا کر اس پر بہا دیا، پھر میں اپنے ایک اور بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں گئی، جس کا میں نے گلا دبا دیا تھا، (تالو کی بیماری کی وجہ سے) آپ نے فرمایا تم اپنے بچے کا حلق کیوں دباتے ہو؟ تم اس عود ہندی کو لازم رکھو، اس میں سات چیزوں سے شفا ہے۔ ان میں سے نمونہ بھی ہے، تالو کی بیماری میں ناک سے دوا ڈالی جائے اور نمونہ میں منہ سے دوا ڈالی جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۳)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۴۷)

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست لگ گئے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ، اس نے اس کو شہد پلایا، پھر آ کر کہا میں نے اس کو شہد پلایا تھا اس کے دست بڑھ گئے، آپ نے تین بار اس سے یہی فرمایا، جب وہ چوتھی بار آیا تو آپ نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ، اس نے کہا میں نے اس کو شہد پلایا تھا، مگر اس کے دست اور بڑھ گئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کا قول سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس نے پھر اپنے بھائی کو شہد پلایا اور اس کے بھائی کو شفا ہوگئی۔

علاج کے مستحب ہونے کا بیان

ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علاج کرنا مستحب ہے۔ جمہور فقہاء حنفیہ میں اور متاخرین کا یہی نظریہ ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان احادیث میں ان عالی صوفیوں کا رد ہے جو دوا لینے اور علاج کرنے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیر سے ہے، اس لیے دوا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جمہور علماء کی دلیل یہ احادیث ہیں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوا اور علاج بھی اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدر سے ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور کفار سے لڑنے کا حکم دیا ہے اور اپنی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے، حالانکہ موت اپنے وقت مقرر سے موخر نہیں ہو سکتی اور تقدیر کے معین وقت سے پہلے کوئی چیز نہیں مل سکتی، سو جس طرح دعا کرنا، کفار سے قتال کرنا اور اپنی حفاظت کرنا تقدیر کے خلاف نہیں ہے، اسی طرح دوا لینا اور علاج کرنا بھی تقدیر کے خلاف نہیں ہے۔

ذیابیطیس کے مریض کے لیے شہد کا شفا نہ ہونا

علامہ مازری نے کہا کہ امام مسلم نے طب اور علاج کے متعلق بہ کثرت احادیث ذکر کی ہیں، بعض ملحدین ان احادیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ شہد سے اسہال ہوتا ہے، پھر اسہال میں شہد کیسے مفید ہو سکتا ہے؟ نیز اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ بخار والے شخص کے لیے ٹھنڈا پانی استعمال کرنا نقصان دہ ہے، اسی طرح نمونہ میں قسط ہدنی کا استعمال کرنا بھی حرج کا باعث ہے، اور مضرب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہر مزاج اور ہر علاقہ کے لوگوں کے لیے یہ دوائیں تجویز نہیں کیں اور مرض کی ہر کیفیت میں یہ دوائیں تجویز نہیں کیں، بعض مزاج کے لوگوں اور خصوصاً اہل عرب کے لیے ان دواؤں کو تجویز فرمایا ہے، آج کل جدید میڈیکل سائنس کے ماہرین بھی اس پر متفق ہیں کہ جب بخار بہت تیز ہو جائے تو مریض پر برف کا مساج کرنا چاہیے، اس لیے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بخار کے لیے ٹھنڈے پانی سے غسل کو تجویز فرمایا ہر بخار کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ علاج صفراوی بخار کے لیے ہے، علیٰ حد القیاس آپ نے دوسری بیماریوں کے لیے جو علاج تجویز فرمائے ہیں وہ بھی مرض کی خاص کیفیت، مریض کی عمر، مزاج اور عرب کی مخصوص آب و ہوا کے اعتبار سے ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کلونچی کے متعلق فرمایا ہے اس میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفا ہے اس کا شفا بخش ہونا بھی ٹھنڈے مزاج کے لوگوں کے لیے ہے، کلونچی بند ریاح کو کھولتی ہے، پیٹ کے کیڑوں کو مارتی ہے، زکام میں نافع ہے، حیض کو جاری کرتی ہے، خارش میں مفید ہے، بلغمی اور ام کو شفا دیتی ہے، پیشاب کو کنٹرول کرتی ہے، موٹاپا دور کرتی ہے اور میرا تجربہ ہے کہ کلونچی خون میں شکر کو کم کرتی ہے۔

قرآن مجید میں شہد کو شفا فرمایا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی شہد کو شفا فرمایا ہے لیکن اس کا شفا ہونا بھی ہر شخص کے اعتبار سے نہیں ہے ذیابیطیس کے مریض کو شہد استعمال نہیں کرنا چاہیے اس مرض میں شہد نقصان دہ ہے۔

صوفیا کے نزدیک علاج کرنا رخصت ہے اور علاج کو ترک کرنا عزیمت ہے:

اصل میں شریعت نے جس کام کو کرنے کا حکم دیا ہے اس کو کرنا عزیمت ہے اور کسی عذر کی بنا پر اس میں جو تخفیف کی جائے اس پر عمل کرنا رخصت ہے، مثلاً وطن میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھنا عزیمت ہے، اور سفر میں دو رکعت نماز پڑھنا رخصت ہے۔

مشہور صوفی محمد بن علی الشہر بابی طالب کی متوفی ۳۸۶ھ لکھتے ہیں: دوا استعمال کرنا تو کل کے منافی نہیں ہے کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے علاج کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ طرف سے علاج کرنے کی حکمت کی خبر دی ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر بیماری کی دوا ہے، جس نے اس دوا کو جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہیں جانا اس نے نہیں جانا، ما سموت کے، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے اللہ کے بندو، دوا کیا کرو، آپ سے دوا اور دم کرنے کے متعلق سوال کیا گیا آیا یہ تقدیر کو ٹال دیتی ہے تو آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر سے ہیں، اور حدیث مشہور ہے جب بھی فرشتوں کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا اپنی امت کو فصد لگوانے کا حکم دیجیے، اور ایک حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ سترہ یا انیس یا اکیس دن بعد فصد لگواؤ، اور حضرت عمر نے دھوپ سے گرم پانی کے متعلق فرمایا کہ یہ برص پیدا کرتا ہے۔

دوا کرنا رخص ہے اور دوا نہ کرنا عزیمت ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح بندہ کے عزیمت پر عمل سے محبت کرتا ہے اسی طرح اس کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنے سے بھی محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج: ۷۸) اور تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور بعض اوقات دوا کرنے میں دو وجہ سے فضیلت ہے، ایک اس لیے کہ دوا کرنے والا اتباع سنت کی نیت کرے اور دوسرے اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنے کی نیت اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شریعت کے جو آسان احکام لے کر آئے ہیں ان پر عمل کرے، اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک سے زیادہ صحابہ کو دوا اور پرہیز کا حکم دیا، بعض لوگوں کو فصد لگوائی اور بعض لوگوں کو گرم لوہے سے داغ لگوایا، حضرت علی کی آنکھوں میں تکلیف تھی تو ان سے فرمایا تم تازہ کھجوریں نہ کھاؤ۔ (یہ حدیث صہیب کے متعلق ہے، ہم عنقریب اس کا ذکر کریں گے) اور بہت احادیث میں ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بچھو کے ڈنک کی دوا لگائی، روایت ہے کہ وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کے سر میں درد ہو جاتا، تو آپ سر پر مہندی لگاتے، اور حدیث میں ہے کہ جب آپ کے چھالا ہو جاتا تو آپ اس پر مہندی لگاتے حالانکہ آپ سب سے زیادہ توکل کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ قوی تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس لیے علاج کیا تھا کہ امت کے لیے علاج کرنا سنت ہو جائے، تو ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ ہم آپ کی سنت سے اعراض نہیں کرتے اور آپ کے خلاف عمل کرنے کو ہر قرار نہیں دیتے، جبکہ آپ نے ہماری خاطر علاج کیا تا کہ آپ کا یہ فعل بے مقصد نہ ہو، اور آپ کی سنت سے اعراض کو توکل کا نام دینا شرع میں طعن کا موجب ہے، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ظاہری سیرت اس لیے تھی کہ اس کی اتباع کی جائے اور اسی سلسلہ میں یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سخت گرمی کے سفر میں روزہ رکھا، اور سر پر پانی ڈالا اور درخت کا سایہ طلب کیا، تا کہ روزہ دار کے لیے سر پر پانی ڈالنے کی رخصت سنت ہو جائے، آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہے اور ان

پر روزہ سخت دشوار ہو رہا ہے، آپ نے ایک پیالہ میں پانی منگایا اور پی لیا، پھر لوگوں نے بھی روزہ افطار کر لیا، اور آپ نے اپنا حال لوگوں کی وجہ سے ترک کر دیا، پھر آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگوں نے روزہ افطار نہیں کیا، آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں۔

اور علاج کرنے کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ بیماری سے جلد تندرست ہو جائیں تاکہ اپنے مولیٰ کے احکام کی اطاعت کے لیے جلد حاضر ہو جائیں اور اس کی عبادت میں جلد مشغول ہو جائیں یعنی بیماری کی وجہ سے جن عبادات کو ترک کرنے کی رخصت ہے اس رخصت کو ترک کر کے جلد عزیمت کی طرف لوٹ آئیں۔

ہمارے بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے، ان کے پاس بنو اسرائیل آئے، انہوں نے ان کے مرض کو پہچان لیا اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آپ فلاں چیز سے علاج کر لیں تو آپ تندرست ہو جائیں گے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں کوئی دوا نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بغیر کسی دوا کے شفا دے، پھر مرض نے طول کھینچا، انہوں نے پھر کہا اس مرض کی فلاں دوا مشہور اور مجرب ہے، اگر آپ وہ دوا پی لیں تو تندرست ہو جائیں گے، حضرت موسیٰؑ نے کہا میں دوا نہیں کروں گا، ان کی بیماری اسی طرح جاری رہی، پھر اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہیں اس وقت تک صحت نہیں دوں گا جب تم اس دوا سے علاج نہیں کرو گے جو انہوں نے تمہیں بتائی ہے، تب حضرت موسیٰؑ نے بنو اسرائیل سے فرمایا، تم نے مجھ سے جس دوا کا ذکر کیا تھا وہ دوا مجھے لا کر دو، انہوں نے وہ دوا لا کر دی، حضرت موسیٰؑ نے اس دوا سے علاج کیا اور تندرست ہو گئے، پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنے دل میں توجہ کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی تم نے مجھ پر اپنے توکل کی وجہ سے میری اس حکمت کو باطل کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ میں نے جڑی بوٹیوں میں چیزوں کی منفعت رکھی ہے، بعض روایات میں ہے کہ ایک نبی نے اللہ سے اس بیماری کی شکایت کی جس میں وہ مبتلا تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اٹھ کھاؤ، اور ایک اور روایت میں ہے کہ ایک نبی نے اللہ سے ضعف کی شکایت کی تو ان سے فرمایا کہ وہ گوشت کو دودھ کے ساتھ کھائیں، کیونکہ ان دونوں چیزوں میں طاقت ہے اور وہ بن بن منہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک بادشاہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا، اور وہ بہت نیک سیرت بادشاہ تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ضعیف (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ وہ زینون کا عرق پیے، اور ہم نے ایک اس سے بھی عجیب چیز روایت کی ہے کہ ایک قوم نے اپنے نبی سے شکایت کی کہ اس کی اولاد بد صورت پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ ان سے کہو جب ان کی عورتیں حاملہ ہوں تو ان کو یہی دانہ کھلائیں پھر ان کے بچے خوب صورت پیدا ہوں گے، پھر وہ حاملہ عورتوں کو یہی دانہ اور نفاس والی عورتوں کو تازہ کھجوریں کھلاتے تھے اور یہ عمل حمل کے تیسرے یا چوتھے مہینے میں ہوتا تھا۔

بہر حال قوی لوگوں کے لیے دوا کرنا افضل ہے اور یہ عزائم دین میں سے ہے اور یہ صدیقین میں سے اولوا العزم لوگوں کا طریقہ ہے کیونکہ دین میں دو طریقے ہیں ایک طریقہ یہ ہے کہ دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو اور عزیمت کو اختیار کرے اور دوسرا توسع اور رخصت کا طریقہ ہے، سو جو شخص قوی ہو وہ زیادہ سخت راستہ پر چلے جو اقرب اور علی ہے اور مقربین کا راستہ ہے اور یہی لوگ سابقین ہیں اور جو شخص کمزور وہ آسان اوہل راستہ پر چلے اور یہ متوسط طریقہ ہے لیکن یہ منزل سے زیادہ دور ہے اور یہ لوگ بھی اصحاب الیمین اور درمیانہ درجہ کے اور معتدل لوگ ہیں اور مؤمنین میں قوی بھی ہوتے ہیں اور ضعیف بھی ہوتے ہیں اور نرم بھی

ہوتے ہیں اور سخت بھی ہوتے ہیں۔ (توت القلوب ج ۲ ص ۳۶-۳۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

سب سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خود قرآن عظیم نے علاج کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ . (البقرہ: ۱۹۵) اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

جس حاملہ عورت کے پیٹ میں بچہ آڑا ہو، وہ معروف طبی طریقہ سے پیدا نہیں ہو سکتا اس کے لیے اس عورت کے پیٹ کا آپریشن کرنا ناگزیر ہے اگر اس کے پیٹ کی سرجری نہ کی جائے تو عورت اور بچہ دونوں مرجائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا . (النساء: ۲۹) اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اور صورت مذکورہ میں سرجی کے ذریعہ علاج نہ کرنے سے عورت اور بچہ دونوں مرجائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی جانوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے سو اس صورت میں علاج نہ کرنا حرام ہوا اور حرام کی ضد فرض ہوتی ہے لہذا ایسی تمام صورتوں میں جن میں علاج نہ کرنے سے موت کا اور جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو ان تمام صورتوں میں علاج کرنا فرض ہے، ہم ایسی چند اور مثالیں پیش کرتے ہیں:

ایک عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوا اگر اس کے پیٹ کی سرجری کر کے زندہ بچہ کو مردہ عورت کے پیٹ سے نکالا جائے تو وہ بچہ مرجائے گا اور اگر اس عورت کو یونہی دفن کر دیا گیا تو اس بچہ کو زندہ درگور کرنا لازم آئے گا۔ لہذا اس صورت میں سرجری کے ذریعہ اس بچہ کو مردہ عورت کے پیٹ سے نکالنا فرض ہے۔

ایک شخص بلڈ کیٹسر کا مریض ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ اس کے جسم کے پورے خون کو تبدیل کر دیا جائے ورنہ وہ شخص مرجائے گا لہذا اس صورت میں بھی انتقال خون کے ذریعہ علاج کرنا فرض ہے۔

ایک شخص کا جگر فیل ہو گیا اس نے خون بنانا بند کر دیا اب اس کو زندہ رکھنے کے لیے انتقال خون کے ذریعہ اس کے جسم میں نیا خون پہنچانا ضروری ہے بلکہ فرض ہے ورنہ وہ شخص مرجائے گا۔

ایک شخص شوگر کا مریض ہے اس کا پیر زخمی ہے اس میں زہر پھیل گیا ہے، اگر سرجری کے ذریعہ اس کا پیر کاٹ کر الگ نہ کیا گیا تو یہ زہر پورے جسم میں پھیل جائے گا اور اس کی موت واقع ہو جائے گی اس صورت میں اس کی جان بچانے کے لیے سرجری کے ذریعہ اس کا علاج کرنا ضروری ہے۔

ایک شخص کو برین ہیمرج ہو گیا یعنی اس کے دماغ کی شریان پھٹ گئی اگر سرجری کے ذریعہ اس کا بروقت علاج نہ کیا گیا تو اس کی موت واقع ہو جائے گی اس صورت میں بھی سرجری کے ذریعہ اس کا علاج کرنا فرض ہے۔

دہشت گردی کی کارروائی کے نتیجے میں اچانک ایک شخص کے سینہ اور پیٹ میں کئی گولیاں لگ گئیں اگر بروقت کارروائی کر کے سرجری کے ذریعہ اس کے جسم سے گولیاں نہ نکالی گئیں تو اس کی موت واقع ہو جائے گی، اس صورت میں بھی سرجری کے ذریعہ اس کا

علاج کرانا فرض ہے۔

کسی بڑے حادثہ میں ایک شخص بری طرح زخمی ہو گیا اور اس کے جسم سے بہت زیادہ خون نکل گیا حتیٰ کہ وہ موت کے قریب آ پہنچا اگر بروقت اس کے جسم میں خون نہ پہنچایا گیا تو وہ مر جائے گا، اس صورت میں بھی انتقال خون کے ذریعہ اس کا علاج کرانا فرض ہے۔

بعض دفعہ اچانک ہائی بلڈ پریشر بڑھ جانے کی وجہ سے ایک آدمی کے جسم کے کسی عضو پر فالج گر جاتا ہے، اس صورت میں مرنے کا خطرہ اگرچہ نہ ہو لیکن ہلاکت میں مبتلا ہونے کا یقینی خطرہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

شوگر، ہائی بلڈ پریشر یہ ایسی بیماریاں ہیں کہ اگر ان کا باقاعدگی سے علاج اور پرہیز نہ کیا گیا تو فالج، برین ہیمرج، ہارٹ ایک، گردے ٹیل ہو جانے، جگر ٹیل ہو جانے، کسی عضو کے ناکارہ ہونے اور کینسر وغیرہ کا خطرہ لگا رہتا ہے اور ان بیماریوں کا علاج نہ کرنا اپنے آپ کو ہلاک میں مبتلا کرنا ہے۔

شدید کالی کھانسی، نمونیہ، چیچک، تپ دق، گردن توڑ بخار وغیرہ یہ ایسی بیماریاں ہیں کہ اگر ان کا بروقت علاج نہ کرایا جائے تو انسان مرتا تو نہیں لیکن اس کی زندگی مردے سے بدتر ہو جاتی ہے، اور یہی اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنا ہے۔ لہذا ان صورتوں میں بھی علاج کرنا ضروری ہے۔

۵

اور یہ تو ایک واضح اور بدیہی بات ہے کہ بیماری کے دوران شدید بیماری میں انسان اپنے روزمرہ کے معمول کے کام انجام نہیں دے پاتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت بھی عذر کی وجہ سے نہیں کر سکتا اور عبادات سے بھی قاصر رہتا ہے اگر وہ مزدور ہے یا روز مرہ کی اجرت پر کام کرتا ہے تو اگر وہ علاج نہیں کرے گا تو کام پر نہیں جاسکے گا، اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادات میں خلل واقع ہو گا بلکہ روٹیوں کے بھی لالے پڑ جائیں گے وہ اہل و عیال کی کفالت نہیں کر سکے گا، اور اس کے اہل و عیال پر بھیک مانگنے کی نوبت آ جائے گی ہمارے معاشرہ میں قرض بھی اسی کو دیا جاتا ہے جس سے رقم واپس ملنے کی امید ہو اندریں حالت یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ علاج نہ کرنا افضل ہے اور عزیمت ہے اور یہ ایمان کا درجہ ہے اور ہمت والے مومنوں کا کام ہے اور علاج کرنا رخصت ہے اور یہ ضعیف مسلمانوں کا شعار ہے اور یہ منزل سے زیادہ دور ہے۔

ان صوفیوں نے توکل کا معنی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسباب کو ترک کرنا توکل ہے، حالانکہ توکل کا معنی یہ ہے کہ کسی مطلوب کے اسباب کو حاصل کر کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اونٹنی کو باندھو اور توکل کرو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۷، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۹۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۵۶۸۷، حافظ زہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے، المستدرک ج ۳ ص ۶۲۳، مسند اشہاب رقم الحدیث: ۶۳۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۱، مجمع

ترک علاج کو افضل کہنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

جو صوفیا علاج نہ کرنے کو افضل اور عزیمت کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمران بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری امت سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، صحابہ نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو گرم لوہے سے داغ لگواتے ہوں گے اور نہ دم کرواتے ہوں گے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے، عکاشہ نے کھڑے ہو کر کہا: آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے، آپ نے فرمایا تم ان میں سے ہو، پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا نبی اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے، آپ نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت کر چکا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۰۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۸۱۹، المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۶)

امام ابو عبد اللہ مازری نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ علاج کرنا مکروہ ہے اور جمہور علماء کا قول اس کے خلاف ہے، کیونکہ بکثرت احادیث میں مذکور ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دواؤں کے فوائد بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً کلونجی اور قسط ہندی کے فوائد فرمائے ہیں، اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بھی علاج فرمایا ہے، اور دوسروں کا بھی علاج فرمایا ہے، اس لیے یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دوائیں اپنی طبی خواص کی بنا پر شفا دیتی ہیں اور دوا سے علاج کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید نہیں رکھتے بلکہ دوا کی تاثیر پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے، جو حالت صحت میں دواؤں سے علاج کرتے ہیں، کیونکہ جس شخص کو کوئی بیماری نہ ہو اس کے لیے گلے میں تعویذ ڈالنا مکروہ ہے، اور جو شخص کسی بیماری میں تعویذ لگائے تو یہ جائز ہے اور دم کروانا، اور گرم لوہے سے داغ لگوانا طب کی اقسام سے ہے اور طب یعنی علاج کرنا توکل کے منافی نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور سلف صالحین نے علاج کرایا ہے اور ہر یقینی سبب مثلاً غذا حاصل کرنے کے لیے کھانا اور پینا توکل کے منافی نہیں ہے، اسی وجہ سے متکلمین نے علاج کرانے سے منع نہیں کیا، اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی حاصل کرنے کے لیے کسب معاشی سے منع نہیں کیا اور اس کو توکل کے منافی قرار نہیں دیا، اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے علاج کرنے اور گرم لوہے سے داغ لگوانے کو جائز قرار دیا ہے۔ (اکمال الصلح ج ۱ ص ۶۰۳، ملخصا مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے داغ لگانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ لوگ گرم لوہے سے داغ لگوانے کو بہت اہم اور تیر بہدف علاج سمجھتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ داغ لگوانے سے بیماری جڑ سے اکھڑ جاتی ہے اور اگر کسی عضو کے اوپر گرم لوہے سے داغ نہ لگوا یا گیا تو وہ عضو ضائع اور ہلاک ہو جائے گا، سو آپ نے اس عقیدہ کے ساتھ ان کو داغ لگوانے سے منع فرمایا اور جب اس کو محض شفا کا سبب قرار دیا جائے اور اس کو شفا کی قطعی علت نہ سمجھا جائے تو اس طور پر اس کو علاج کے لیے جائز قرار دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی بیماری سے شفا دیتا ہے اور مرض سے بری کرتا ہے۔ اور لوگ اس معاملہ میں بہت شکوک میں مبتلا ہوتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ

اگر وہ دوا پی لیتا تو نہ مرنے اور اگر وہ اپنے شہر میں قیام کرتا تو قتل نہ کیا جاتا اور یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اس لیے منع کیا گیا ہے کہ بعض لوگ مرض پیدا ہونے سے پہلے اس کے علاج کے لیے داغ لگوانا شروع کر دیتے ہیں اور یہ مکروہ فعل ہے ضرورت کے وقت داغ لگوانے کو مشروع کیا گیا ہے ورم کروانے کے جواز کے متعلق بہت احادیث ہیں اور اس حدیث میں ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب اللہ تعالیٰ کے اسماء، اس کی صفات اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کے بغیر اور الفاظ کے ساتھ دم کرایا جائے یا جس کا عقیدہ ہو کہ دم کرانے سے لاعمالہ قائدہ ہوگا اور وہ اسی دم کرانے پر توکل کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کرے۔

(مارحۃ الاحوذی ج ۵ ص ۱۹۹، ۲۰۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ علی بن خلف بن عبد المالك المعروف بابن بطلال المالکی الاندلسی التتونی ۴۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ گرم لوہے سے داغ لگوانا اور فصد لگوانا مباح ہے اور ان دونوں میں شفاء ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی امت کو اس چیز کی رہنمائی فرمائیں گے جس میں ان کے لیے شفاء ہوگی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں خود گرم لوہے سے داغ لگواؤں جبکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی امت کے کئی افراد کا گرم لوہے سے داغ لگوا کر علاج کرایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گرم لوہے سے داغ لگوانے سے اپنے جسم کو آگ کی حرارت سے تکلیف پہنچانا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بکثرت آگ کے عذاب سے پناہ طلب کیا کرتے تھے آپ گرم لوہے سے داغ لگواتے تو آپ اسی درد کے حصول میں عجلت کرتے جس سے آپ اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیا شریعت میں اس کی کوئی اور مثال ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک چیز کو امت کے لیے مباح کیا ہو اور خود اس کو خصوصیت کے ساتھ نہ کیا ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ کیوں نہیں! نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اصحاب کے لیے دسترخوان پر رکھی ہوئی گوہ کے کھانے کو مباح کر دیا اور خود تناول نہیں فرمایا، اور یہ ارشاد فرمایا یہ میرے علاقہ کی زمین کا جانور نہیں ہے، مجھے اس سے گھن آتی ہے، اسی طرح نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کچی پیاز اور کچا لہسن نہیں کھایا اور فرمایا اس سے بدبو آتی ہے اور امت کے لیے اس کا کھانا مباح کر دیا، اور فرمایا میں اس سے سرگوشی میں بات کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی میں بات نہیں کرتے اور ایک مرتبہ فرمایا میرے پاس اللہ کی بارگاہ سے (فرشتے) آتے ہیں، اسی طرح آپ نے امت کے لیے داغ لگوانے کو مباح کر دیا اور خود داغ لگوانے کو پسند نہیں فرمایا۔

آپ نے فرمایا وہ لوگ نہ بدشگونی کرتے ہوں گے اور نہ دم کراتے ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کوئی ایسا کام نہیں کرتے ہوں گے جس میں ان کا یہ اعتقاد ہو کہ اس کام کے بعد شفا حاصل ہوگی خواہ اللہ کا اذن نہ ہو، اگرچہ وہ شفا داغ لگوانے یا دم کرانے کے سبب سے حاصل ہوئی ہو اور بدشگونی نہ کرتے ہوں گے کا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی کام کو جارہے تھے اور کسی بدشگونی سے یہ ظاہر ہوا کہ اس کام پر نہیں جانا چاہیے ورنہ نقصان ہوگا اور یہ نقصان لازماً ہوگا خواہ اللہ کا حکم نہ ہو، تو وہ اس بدشگونی کی پروا نہیں کریں گے اور اپنے کام پر چلے جائیں گے۔

اور اس حدیث میں ہے نہ وہ دم کراتے ہوں گے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسا دم نہیں کراتیں گے جیسا دم زمانہ جاہلیت میں کرایا جاتا تھا، اور یہ وہ دم ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء، اس کی صفات اور اس کی کتاب کے کلمات کے غیر پر مشتمل ہو، اور یہ ایک قسم کا جاہلوں کا دم ہے اور اللہ کی کتاب کے کلمات اور اس کی صفات اور اس کے اسماء پر مشتمل دم کرنا جائز ہے، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس قسم کا دم کیا ہے اور اس طرح کے دم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس طرح کے دم کرنے سے انسان توکل سے خارج نہیں ہوگا اور وہ شہادۃ کے حصول میں صرف اللہ کی رضا کا قصد کرتا ہے۔

اور آپ نے فرمایا وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، امام طبری نے کہا ہے کہ لوگوں کا توکل کی تعریف میں اختلاف ہے ایک جماعت نے یہ کہا کہ جب انسان کے دل میں اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہ ہو تو یہ توکل ہے اور وہ پھاڑنے والے بندوں اور کافروں سے بالکل نہ ڈرے حتیٰ کہ وہ رزق کے لیے جدوجہد بھی نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا ضامن ہے اور طلب معاش میں مشغول ہونے سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں خلل آتا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سب سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ہر مشقت سے اس کی کفایت کرتا ہے اور جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے، اور حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے رزق سے بھاگے تو وہ رزق اس کو اس طرح پائے گا جس طرح موت اس کو پالیتی ہے۔

اور ایک دوسری جماعت نے یہ کہا کہ توکل کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کاموں میں اللہ پر اعتماد کیا جائے، اور اس کے امر کو تسلیم کیا جائے اور یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے مقدر کیا ہے وہ ہونے والا ہے اور وہ اللہ کے رسول کی سنت کی اتباع کرے اور اللہ کے رسول کی سنتوں میں سے ہے، کھانا، پینا، اور لباس پہننا یہ انسان کے لیے ناگزیر ہیں ان کاموں کے حصول کے لیے سعی اور جدوجہد کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ . (الانعام: ۸۰)

اور ہم نے ان (نبیوں) کو ایسے جسم والا نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔

اور آپ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ آپ دشمنوں سے حفاظت کرتے تھے، جیسا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ احد کے دن دو روز ہیں پہنیں اور سر پر خود پہنا جس سے آپ دشمنوں کے حملے سے محفوظ رہتے تھے اور آپ نے گھائوں کے منہ پر تیر اندازوں کو بٹھایا تا کہ جو آپ کی طرف آنے کا ارادہ کرے وہ اس کو وہاں سے بھاگیں، اسی طرح نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے مدینہ کے گرد خندق کھودی، حالانکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے رب عزوجل پر جتنا اعتماد اور توکل تھا دوسرا کوئی شخص اس کے پاسنگ کو بھی پہنچ سکتا۔ (مزید یہ کہ آپ نے خود متعدد بیماریوں میں اپنا علاج کیا اور آپ ازواج مطہرات کو ایک سال کا غلہ فراہم کر دیتے تھے، حالانکہ آپ سید المتوکلین ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ بیماری کا علاج کرنا اور مستقبل کے تحفظ کے لیے اسباب فراہم کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ توکل کے عین مطابق ہے) پھر آپ کے اصحاب کے متعلق

سب کو معلوم ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ کے خوف سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی تاکہ وہ اپنے دین کو اور اپنی جانوں اور مالوں کو مشرکین کے فتنوں اور ان کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رکھ سکیں، انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ اللہ پر توکل کر کے وہیں بیٹھے رہتے۔

ایک شخص نے حسن بھری سے کہا عامر بن عبد اللہ شام کے راستے میں پانی کی طرف جا رہے تھے، ناگاہ ان کے اور پانی کے درمیان ایک شیر حائل ہو گیا، عامر نے شیر کی پروا نہیں کی اور پانی پر پہنچے اور پانی پی لیا، ان سے کہا گیا کہ تم نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا تھا، انہوں نے کہا شیر مجھے بھاڑ کھاتا تو اس سے بہتر تھا کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں۔ حسن بھری نے کہا حضرت موسیٰ عامر سے بہت بہتر تھے اور وہ دشمنوں کے خوف سے مصر سے مدین کی طرف چلے گئے تھے، قرآن مجید میں ہے:

وجاء رجل من اقصى المدينة يسعى، قال موسى ان الملا ياتمرون بك ليقتلوك فاخرج انى لك من الناصحين . فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجنى من القوم الظالمين . (القصص: ۲۱، ۲۰) اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص نے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے موسیٰ! بیشک (فرعون کے) درباری آپ کو قتل کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں، سو آپ (اس شہر سے) نکل جائیں بیشک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ سو موسیٰ اس شہر سے خوف زدہ ہو کر نکلے اور یہ دعا کی کہ اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے بچالے۔

اور جب حضرت موسیٰ نے ایک قبلی کو قتل کر دیا تھا اس کے بعد حضرت موسیٰ کی کیفیت کا ذکر فرمایا:

فاصبح في المدينة خائفا يترقب . (القصص: ۱۸) تو موسیٰ نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی وہ یہ انتظار کر رہے تھے (کہ اب کیا ہوگا)

اور جب فرعون کے جادو گروں سے مقابلہ ہوا اور جادو گروں نے رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں جو سانپوں کی طرح دوڑنے لگیں اس موقع پر حضرت موسیٰ کی جو کیفیت تھی اس کا ذکر فرمایا:

فارجس في نفسه خيفة موسى . قلنا لا تخف انك انت الاعلى . (سورہ موسیٰ: ۶۷، ۶۸) سو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا آپ مت ڈریے بیشک آپ ہی سرخرو ہوں گے۔

انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے دلوں میں جو کیفیات پیدا کی ہیں جو شخص ان کیفیات کے خلاف اپنے دل کی کیفیت بتاتا ہے وہ جھوٹا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے دلوں میں یہ کیفیت پیدا کی ہے وہ ضرور رسیاں چیزوں کو دیکھ کر ان کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی کمائی سے پاک چیزوں کو خرچ کریں، اور جو شخص بھوک سے اضطراب کی حالت میں ہو اس کے متعلق فرمایا:

فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه . (البقرہ: ۱۷۳) سو جو شخص (بھوک سے) بے تاب ہو جائے درآنحالیکہ وہ نہ تا فرمانی کرنے والا ہو، نہ حد سے بڑھنے والا، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

پس جس شخص کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملے اور وہ بھوک سے بہ تپ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دی ہے کہ جن چیزوں کا کھانا اس پر حرام کر دیا گیا ہے اس حالت میں وہ ان چیزوں کو بقدر ضرورت کھالے، اور اس کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اللہ پر توکل کر کے بیٹھا رہے، اور اس انتظار میں بیٹھا رہے کہ اس پر آسمان سے کھانا نازل ہوگا اور اگر اس حالت میں اس نے کھانے پینے کی چیزوں کے حصول کے لیے جدوجہد نہیں کی حتیٰ کہ وہ مر گیا تو وہ اپنی جان کا قاتل قرار دیا جائے گا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھوک کی شدت میں کھانے پینے کی چیزیں تلاش کرتے تھے اور آپ پر کبھی آسمان سے کھانا نازل نہیں ہوا حالانکہ آپ افضل البشر تھے (بلکہ افضل المخلوق تھے) اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کی کثرت کر دی تو آپ ایک سال کی غذا کو ذخیرہ کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک شخص اونٹ لے کر آیا اور پوچھا یا رسول اللہ میں اس کا باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو باندھ کر توکل کرو۔ اور رہا یہ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے: میزبانی امت میں سے ستر ہزار نفر بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دم کراتے ہوں گے نہ شگونی لیتے ہوں گے اور نہ گرم لوہے سے داغ لگوا کر علاج کرتے ہوں گے، اور اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے، اس حدیث سے صوفیا کا ترک اسباب اور ترک علاج پر استدلال کرنا ان کی بے خبری اور نا سمجھی ہے، اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ اس اعتقاد سے داغ نہیں لگواتے ہوں گے کہ اللہ ان کے اذن کے بغیر داغ لگوانے سے شفا اور تندرستی حاصل ہو جاتی ہے اور جس نے اس اعتقاد سے داغ لگوا یا کہ اس علاج کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے گا اور جب اس کو شفا ہو گئی تو اس نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے ہی شفا دی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر صحیح توکل کرنے والا متوکل ہے اور جنت میں داخل ہونے میں کوئی بھی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سبقت نہیں کر سکتا اور آپ نے فرمایا بھی ہے میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکناؤں گا، مجھ سے پوچھا جائے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (جنت کا) خازن کہے گا مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں، نیز نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو گرم لوہے سے داغ لگوا یا، اور حضرت ابوامامہ نے حضرت اسعد بن زرارہ کے گرم لوہے سے داغ لگایا اور حضرت سعد بن معاذ نے جنگ خندق کے دن اپنے زخم پر داغ لگوا یا اور جنگ احد کے دن حضرت ابی بن کعب کے بازو کی ایک رگ پر تیر لگائیں انہوں نے اس زخم پر گرم لوہے سے داغ لگوا یا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں حضرت ابو طلحہ نے داغ لگوا یا اور جریر بن عبد اللہ نے کہا کہ حضرت مر بن خطاب نے میرے سامنے قسم کھائی کہ وہ ضرور داغ لگوائیں گے اور حضرت خباب بن ارت نے اپنے پیٹ پر سات مرتبہ داغ لگوا یا اور حضرت ابن عمر نے لقوہ کی وجہ سے داغ لگوا یا (لقوہ کا معنی ہے چہرے پر قلعہ ہو جس کی وجہ سے باجھ یا جڑا ٹیڑھا ہو جائے) اسی طرح حضرت معاویہ نے بھی لقوہ کی وجہ سے داغ لگوا یا، یہ تمام آثار امام طبری نے اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کیے ہیں۔

امام طبری نے کہا اب ظاہر ہو گیا کہ حدیث کا معنی وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے ورنہ توکل کی صحیح تعریف یہ ہے کہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو اور کسی بھی مقصود میں اپنی وسعت کے مطابق سعی اور کوشش اور انتہائی جدوجہد کر کے اس کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے خواہ اس کا وہ مقصود جتنی ہو یا دنیاوی، اور صوفیاء نے جو توکل کی تعریف کی ہے وہ غلط ہے ان کی تعریف یہ ہے کہ درندوں سے

نہ دارنا اور ان کو دیکھ کر نہ بھاگن اور دشمنوں سے بچنے کے لیے حفاظت کا انتظام نہ کرنا، اور روزی حاصل کرنے کے لیے کسب معاش نہ کرنا، اور بیماریوں کا علاج نہ کرنا، کیونکہ ایسا کرنا قرآن اور حدیث سے جہالت کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو احکام دیے ہیں ان کے مخالف ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی امت کو جو احکام دیے ہیں ان کے بھی مخالف ہے اور صحابہ کرام، فقہاء تابعین، اور ائمہ مجتہدین کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔

(شرح معجم القاری لابن بطال ج ۹ ص ۲۰۸-۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ الرشیدیہ، ۱۴۲۰ھ)

خاصی میاض، علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ سیوطی نے اس مسئلہ پر بحث کر کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ علاج کو ترک کر کے اللہ پر توکل کیا جائے اور علاج کرنا خلاف ولی یا مکروہ تنزیہی ہے، ہر چند کہ یہ بہت قد آور علماء ہیں لیکن ان کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بھی علاج کیا ہے اور اپنے اصحاب کا بھی علاج کرایا ہے اور بالعموم مسلمانوں کو علان کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ خلاف اولی اور خلاف افضل کام کا حکم نہیں دیتے، آپ سید التوکلین ہیں اور جب آپ نے علاج کیا ہے تو علاج کرنا توکل کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے، علامہ ابن بطال نے جو توکل پر نفیس بحث فرمائی ہے اس سے یہ مسئلہ بہت واضح ہو جاتا ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس مسئلہ میں صحیح موقف اختیار کیا ہے وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ بلا ضرورت دم کروانا اور داغ لگوانا خلاف افضل ہے اور جب ضرورت ہو تو جائز ہے نیز تفصیل سے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے وہ دم نہیں کرواتے ہوں گے یعنی زمانہ جاہلیت میں جن الفاظ کے ساتھ دم کرایا جاتا تھا ان الفاظ کے ساتھ دم نہیں کرواتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بھی دم فرمایا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے، لہذا اس کے ساتھ دم کرنا کرنا توکل سے خارج نہیں ہے، اور آپ نے فرمایا ہے وہ بدھگونی پر عمل نہیں کرتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں پرندوں سے شگون لیا جاتا تھا کہ اگر پرندہ آدی کے دائیں جانب پرواز کرے تو اس کے سفر میں کامیابی ہے و اگر بائیں جانب پرواز کرے تو ناکامی ہے، اور نیک قال لینا جائز ہے، اور فرمایا وہ داغ نہیں لگواتے تھے، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ یہ اعتقاد نہیں کرتے تھے کہ شفا اسی سے حاصل ہوگی جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کفار کا عقیدہ تھا اور آپ نے فرمایا وہ اپنے رب پر بھی توکل کرتے تھے اس کا معنی یہ ہے کہ مسببات اور اسباب کو مرتب کر کے نتیجہ کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

(عمدة القاری ج ۲۱ ص ۲۲۲، ۲۲۵، مطبوعہ دارۃ الطباعة الخیر، مصر ۱۳۳۸ھ)

صوفیاء اور علاج کو مکروہ کہنے والوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے گرم لوہے سے داغ لگوایا دم کروایا تو وہ توکل سے بری ہو گیا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۵، مستدرک الحدیث: ۷۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۸ ص ۷۰، مستدرک ج ۴ ص ۲۳۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۸۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۸۷، المسند رک ج ۴ ص ۴۱۵، شرح السنن رقم الحدیث: ۲۲۲۱، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۵۰۷)

اس حدیث کا بھی وہی محمل ہے جو ہم اس سے پہلی حدیث کا محمل بیان کر چکے ہیں مزید تفصیل یہ ہے:

علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں: جو شخص داغ لگوانے اور دم کروانے پر ہی شفا کو موثر جانے اور اسی پر اعتماد کرے وہ توکل سے بری ہو گیا اور جو ان چیزوں کو سبب قرار دے اور حصول شفا میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے وہ توکل سے بری نہیں ہوا بلکہ وہ اللہ پر توکل کرنے والا ہے۔ علامہ ابن قتیبہ نے کہا داغ لگوانے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ وہ صحت کے زمانہ میں داغ لگوائے تاکہ آئندہ بیمار نہ ہو۔ یہ حدیث اسی پر محمول ہے کیونکہ وہ گرم لوہے سے داغ لگوا کر یہ چاہتا ہے کہ وہ آئندہ بیمار نہ ہو اور اس طرح وہ تقدیر ٹال رہا ہے اور کوئی تقدیر کوٹالنے والا نہیں ہے اور اس کی دوسری قسم وہ ہے کہ انسان کے کسی عضو میں زخم ہو جائے یا کوئی اور بیماری ہو جائے تو وہ اس کے علاج کے لیے اس پر گرم لوہے سے داغ لگوائے اور یہی صورت ہے جس کے لیے علاج کرنا مشروع ہے۔ (فیض القدیر ج ۱۰، ص ۵۶۹۳، مطبوعہ مکتبۃ زکریا مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علاج کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث سے مزید دلائل کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ إِذْيَ مِنْ رَاسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نَسْكَ . (البقرہ: ۱۹۶) پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (مثلاً جوئیں ہوں) تو اس پر (بال منڈوانے کا) فدیہ روزے میں یا خیرات ہے یا قربانی ہے۔

حج کرنے والے کے لیے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوانا جائز نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ بیماری کی حالت میں اس کو بھی سر منڈوانے کی اجازت دے رہا ہے، اور جس شخص کے سر میں جوئیں ہوں اس کا بھی علاج ہے کہ اس کا سر موٹا دیا جائے اور یہ علاج کے مشروع ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

حضرت کعب بن عجرہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے، ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ حدیبیہ میں تھے اور ہم محرم تھے، اور مشرکین نے ہم کو آگے بڑھنے سے روکا ہوا تھا، اور میرے بہت لمبے بال تھے، اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس سے گزرے اور فرمایا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا پس اپنا سر منڈا لو اور یہ آیت نازل ہوگئی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۵۸)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت کعب بن عجرہ کو سر منڈوانے کا حکم دیا، دوسرے لفظوں میں آپ نے ان کو علاج کرانے کا حکم دیا، اور صراحتاً بھی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے علاج کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے اصحاب اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جس طرح ان کے سر پر پرندے ہوں، میں سلام کر کے بیٹھ گیا پھر ادھر ادھر سے اعرابی آگئے، انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آیا ہم علاج کریں؟ آپ نے فرمایا دوا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں رکھی مگر اس کی دوا بھی رکھی ہے، سو

ایک بیماری کے وہ بڑھا پا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۵۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۲۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۳۶)

اس حدیث میں بھی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دوا اور علاج کرنے کا حکم دیا ہے، واراہی متعددا حدیث ہیں جن میں سے کچھ ہم اس سے پہلے صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کام فی نفسہ مکروہ تنزیہی ہو اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیان جواز کے لیے اس کام کو کیا ہو، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی مکروہ تنزیہی یا خلاف افضل کام کا حکم دیا ہو، اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے کسی غیر افضل یا مکروہ تنزیہی کام کا حکم دیا ہو اور آپ نے چونکہ دوا کرنے اور دم کرانے کا حکم دیا ہے اس لیے ان احکام کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ یہ کام مستحب ہوں، بلکہ بعض صورتوں میں علاج کرانا فرض اور واجب ہوتا ہے جیسا کہ ہم صوفیا کے کلام پر تبصرہ میں بیان کر چکے ہیں، لہذا جن صوفیاء اور بعض علماء نے علاج کرانے اور دم کرانے کو غیر افضل یا مکروہ تنزیہی کہا ہے ان کا یہ قول اصول شرع سے ناواقفیت پر مبنی ہے اور غلط ہے۔

اس مسئلہ میں مزید احادیث یہ ہیں: حضرت ابو درداء بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا (دونوں) کو نازل کیا ہے اور ہر بیماری کی دوا بنائی ہے سو تم دوا کرو اور حرام کے ساتھ دوا نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۷۴)

یہ حدیث حالت اختیار پر محمول ہے یعنی جب کسی مرض کی حلال اور حرام دونوں دوائیں موجود ہوں تو حرام دوا کے ساتھ علاج نہ کیا جائے لیکن جب کسی مسلم طبیب کے علم میں حرام دوا کے علاوہ اور کوئی حلال دوا نہ ہو اور مرض کی وجہ سے جان کا خطرہ یا ناقابل برداشت تکلیف کا خطرہ ہو تو اس طرح کی حالت اضطرار میں حرام دوا کے ساتھ بھی علاج جائز ہے اور جان بچانے کے لیے واجب ہے۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ناک میں دوا چڑھائی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۷)

حضرت سہل بن سعد سے غزوہ احد کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے کے زخم کے متعلق سوال کیا گیا اس دن آپ کا سامنے کا ٹپلا دانت بھی شہید ہو گیا تھا (یعنی تھوڑا سا ٹوٹ گیا تھا) اور آپ کا خود آپ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا، حضرت سیدتنا فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے چہرے سے خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی بن ابی طالب ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے، جب حضرت سیدتنا فاطمہ نے یہ دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون زیادہ بہہ رہا ہے، تو انہوں نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلایا اور جب وہ راکھ ہو گیا تو اس راکھ کو زخم میں بھر دیا پھر خون رک گیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۰، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۳۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۸۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۶۳)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے لقوہ کی وجہ سے گرم لوہے سے داغ لگوا یا اور بچھو کے کانٹے کی وجہ سے دم کرایا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۸۰۷)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے نمویہ کی وجہ سے گرم لوہے سے داغ لگوا یا اور اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زندہ تھے، میرے پاس ابو طلحہ، حضرت انس بن النضر اور حضرت زید بن ثابت آئے حضرت طلحہ نے مجھے داغ لگایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۲۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۶)

حضرت سلمہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت کرتی تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ جب بھی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کوئی زخم آتا یا کوئی پھالا ہوتا تو آپ مجھے اس پر مہندی لگانے کا حکم دیتے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۰۳) حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اشد کا سرمہ لگایا کرو کیونکہ وہ نظر تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال اگاتا ہے اور ان کا گمان تھا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سرمہ دانی تھی اور آپ ہر رات تین بار ایک آنکھ میں اور تین بار دوسری آنکھ میں سرمہ لگاتے تھے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۵۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۷۸)

حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زیون کے تیل اور درس (ایک جڑی بوٹی) کی نمونہ میں تعریف کرتے تھے، قتادہ کہتے ہیں کہ جس جانب درد ہو اس جانب زیون کے تیل کی مالش کی جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۶۷) حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم نمونہ میں قسط بحری (سمندری کوٹھ، ایک دوا) اور زیون کے تیل سے علاج کریں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۶۸) حضرت عوف بن مالک اشجعی بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے ہم نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا تم جو کچھ پڑھ کر دم کرتے وہ مجھے سناؤ، جب تک اس میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۲۰۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۶)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دم کرنے سے منع فرمایا، پھر آل عمرو بن حزم آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس کچھ کلمات تھے جن کو پڑھ کر ہم بچھو کے کانے پر دم کرتے تھے اور آپ نے دم کرنے سے منع فرمایا دیا ہے، آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ تم کیا پڑھ کر دم کرتے تھے، انہوں نے پڑھ کر سنایا، آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو وہ اس کو نفع پہنچائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۵)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک لڑکی کے متعلق فرمایا جس کے چہرے پر کسی چیز کا نشان پڑ گیا تھا اور وہ لڑکی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ حضرت ام سلمہ کے گھر میں تھی آپ نے فرمایا اس کو نظر لگ گئی ہے اس پر دم کراؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۷)

ابو خزاعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ ہم کچھ کلمات کو پڑھ کر دم کرتے ہیں اور دواؤں سے علاج کرتے ہیں اور ہم بعض چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں آیا یہ چیزیں اللہ کی تقدیر سے کسی چیز کو ٹال سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ چیزیں بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۳۷، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۱)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دوا سے علاج کرنے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے کلمات پڑھ کر دم کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی مکروہ تزہی یا خلاف افضل کام کا حکم نہیں دیتے تھے۔ آپ نے جن کاموں کا حکم دیا

ہے ان کا کم سے کم درجہ فضیلت اور استحاب ہے، اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چونکہ خود بھی دوا سے علاج کیا ہے ورنہ کیا ہے اس لیے ان کاموں کا افضل اور مستحب ہونا اور بھی سوکھ ہو جاتا ہے ورنہ بعض صوفیاء اور بعض علماء کا یہ کہنا قطعاً غلط اور باطل ہے کہ علاج نہ کرنا افضل ہے اور علاج کرنا اگرچہ جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی اور خلاف افضل ہے۔

قرآن مجید اور احادیث سے پرہیز کے ثبوت پر دلائل کا بیان

علاج معالجہ کی بحث میں ایک اہم مسئلہ پرہیز کرنا ہے، ہم نے اکثر ذیابیطیس کے مریضوں کو مٹھائی، چاول اور پیٹھے پھل کھاتے ہوئے دیکھا ہے، اگر ان کو منع کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی نعمتیں ہیں اور ہم اللہ کی نعمتوں کو چھوڑ نہیں سکتے یہ کفران نعمت ہے، اور کئی لوگوں کو فخر سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: صاحب ہم پرہیز نہیں کرتے، پھر ہم نے ان ہی لوگوں کو اس بد پرہیزی کے نتیجے میں کئی مہلک امراض میں مبتلا دیکھا، کسی کی بینائی چلی گئی، کسی کے جگر میں کینسر ہو گیا، اور کسی کے پیرسوج گئے، کسی کو ایسا زخم ہو گیا جس کے نتیجے میں اس کا پیر کاٹ دیا گیا، کسی کی ٹانگ کاٹ دی گئی، اور کسی کی شریانیں بند ہو گئیں۔ اسی طرح ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں کو دیکھا جو بد پرہیزی کرتے تھے، کسی کے عضو پر فالج گر گیا اور کسی کے دماغ کی رگ پھٹ گئی، کسی کی بینائی متاثر ہو گئی، غرض بد پرہیزی کے نتیجے میں لوگ زیادہ مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لیے دوا کے ساتھ پرہیز بھی بہت ضروری ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں پرہیز کے متعلق بھی ہدایات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَان كُنْتُمْ مَرْضٰی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ اَوْ لَسْتُمْ اِلٰی نِسَاۗءٍ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءَ

لَتَيَمَّمُوا صَعِدًا طَيِّبًا . (النساء: ۴۳، المائدہ: ۶)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی قضاے حاجت کر کے آیا ہو، یا تم نے اپنی عورتوں سے مجامعت کی ہو، پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بیمار آدمی کو جسے پانی کے استعمال سے ضرر ہوتا ہے اس کو غسل اور وضو کے بجائے تیمم کرنے کا حکم دیا ہے اور تیمم کا حکم دینا پانی کے استعمال سے منع کرنے کو مستلزم ہے اور جس بیمار کو وضو یا غسل سے ضرر ہوتا ہو اس کو تیمم کا حکم دینا یہی پرہیز کرنے کا حکم ہے۔

حضرت عمرو بن العاص نے ایک مرتبہ سردی کی شدت کی وجہ سے پانی کا پرہیز کیا اور غسل کی بجائے تیمم کر لیا۔

حضرت عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل کی ایک سردرات مجھے احتلام ہو گیا، مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا، میں نے تیمم کیا، پھر میں نے اپنے اصحاب کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، انہوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے مجھ سے فرمایا اے عمرو! تم نے حالت جنابت میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی ہے، میں نے آپ کو وہ سب بتایا جس کی وجہ سے میں نے غسل نہیں کیا تھا اور کہا میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا . (النساء: ۲۹)

اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔

تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۳۳)

امام بخاری نے کتاب التیمم میں اس حدیث کا اختصار سے ذکر کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک زخمی شخص نے پانی سے پرہیز نہیں کیا اور وہ فوت ہو گیا تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس پر افسوس فرمایا۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں گئے ہم میں سے ایک شخص کو پتھر آ کر لگا اور وہ زخمی ہو گیا، پھر اس کو احتلام ہو گیا، تو اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا آیا اس کے لیے تیمم کرنے کی رخصت ہے؟ اصحاب نے کہا ہم تمہارے لیے رخصت کی گنجائش نہیں پاتے، جبکہ تم پانی استعمال کرنے پر قادر ہو، اس نے غسل کیا اور وہ مر گیا، جب ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے تو ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر سنائی، آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے تو اس شخص کو قتل کر دیا اللہ ان کو قتل کرے، جب تم کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تم نے پوچھا کیوں نہیں؟ لاعلمی کا حل تو صرف سوال کرنا ہے اس کے لیے تیمم کرنا کافی تھا یا پھر اپنے زخم پر پٹی باندھ کر اس پر گیتا ہاتھ پھیرنا اور باقی جسم کو دھو ڈالتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۷۲)

اس حدیث سے یہ واضح ہو یا کہ مریض کے لیے پرہیز کرنا ضروری ہے اور بعض اوقات بد پرہیزی کا نتیجہ موت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان لوگوں کی مہم کی جنہوں نے فتویٰ دینے میں سختی کی اور معذور کے حال کی رعایت نہیں کی رخصت کی جگہ عزیمت پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اس حدیث میں ان صوفیاء کے لیے عبرت کا مقام ہے جو کہتے ہیں بیمار کے لیے علاج کی رخصت پر عمل کرنا خلاف افضل ہے اور مکروہ تنزیہی ہے، اس شخص کے اصحاب نے بھی ان ہی کی طرح اس معذور شخص کو عزیمت پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا جس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان لوگوں کی مذمت کی، اور اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ جس شخص کو پانی سے ضرر ہو وہ پانی سے پرہیز کرے اور یہ حدیث پرہیز کے ثبوت میں بہت واضح دلیل ہے۔

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بھی پرہیز کی ہدایت دی ہے اور بد پرہیزی سے منع فرمایا ہے: حضرت صہیب بیان کرتے ہیں کہ میں ہجرت کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچا اس وقت آپ چھوارے کھا رہے تھے میں نے بھی چھوارے کھانے شروع کر دیے اس وقت میری آنکھیں دکھ رہی تھیں، آپ نے فرمایا تمہاری آنکھ دکھ رہی ہیں اور تم چھوارے کھا رہے ہو۔ (الحدیث) (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۳۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۳۰۴، مسند احمد ج ۴ ص ۶۱، المسند رقم الحدیث: ۳۳۳۳)

امام احمد بن ابوبکر بصری متوفی ۸۴۰ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(زوائد ابن ماجہ ص ۴۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ سید محمد بن حسین الزبیدی متوفی ۱۴۰۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے شرح الشماکل میں لکھا ہے کہ جو مریض کمزور ہو اس کے لیے سب سے نفع بخش چیز یہ ہے کہ وہ پرہیز کرے۔ بعض اوقات انسان کی رغبت و میلان اس چیز کو کھانے کی طرف ہوتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے اور اس حدیث میں پرہیز کی

طرف اشارہ ہے اور یہ کہ آنکھ کی تکلیف میں چھوڑے نقصان دہ ہوتے ہیں۔

(اتحاد السادة السعیدین ج ۵ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے: حضرت ام المہدیٰ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی بھی تھے اور ہمارے پاس ادھ پکی (گدڑی) کھجوروں کا ایک خوشہ تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کھجوروں کو کھانے لگے، حضرت علی بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے، تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی سے فرمایا: ٹھہرو، ٹھہرو یا علی، تم کمزور ہو، پھر حضرت علی بیٹھے رہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھاتے رہے، حضرت ام المہدیٰ نے کہا پھر میں ان کے لیے چقندر اور جولائی، پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے علی اس میں سے کھاؤ، یہ تمہارے مزاج کے موافق ہے۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۸۵۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۷، مسند احمد ج ۶ ص ۶۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۲۲، المسند رک ج ۲ ص ۲۰۷)
اس حدیث میں پرہیز کے مشروع ہونے پر واضح دلالت ہے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت قتادہ بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص استسقاء کے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۹، المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۱۷، المسند رک ج ۲ ص ۲۰۷)
ان تمام احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بیمار شخص کو ان چیزوں سے پرہیز کرانا ضروری ہے جو اس کی صحت کے لیے مضر ہیں، ہم اس جان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہم اس بدن کے مالک ہیں ہمارے پاس یہ جسم اور جان اللہ کی امانت ہے۔ ہمارے لیے اس جسم جو ضائع کرنا یا نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے اس لیے ذیابیطیس کے مریض کو میٹھی اور نشاستہ دار چیزوں سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کو نمکین اور چکنائی والی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور جس کے معدہ میں السر ہو اس کو بڑے گوشت، تیز مصالحہ جات اور ترش چیزوں سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور جس کو یرقان ہو اس کو چکنائی اور گائے کے گوشت سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور جس کو عارضہ قلب ہو اس کو اٹھائے، گائے کے گوشت اور چکنائی سے پرہیز کرانا ضروری ہے اسی طرح جس کے مسوڑوں پر درم ہو اس کو بھی گائے کے گوشت سے پرہیز کرانا ضروری ہے۔ اور تمام مہلک بیماریوں میں بسیار خوری سے پرہیز کرنا اشد ضروری ہے۔

بَابُ الْكَمَاةِ وَالْعَجْوَةِ

یہ باب کھینی اور عجوہ کے بیان میں ہے

3453 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ

عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُمَاةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَا وَهَا
شِفَاءً لِلْعَيْنِ وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ الْجَنَّةِ

== حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کھنسی (کھنسی) بنی اسرائیل پر نازل ہونے والے (من کا حصہ ہے، اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے اور عجوہ جنت میں سے ہے اور یہ جنوں کے لیے شفاء ہے۔

شرح

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھنسی من کی ایک قسم ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کھنسی اس من میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 120)

کماۃ "کاف کے زیر میم کے جزم اور ہمزہ کے زیر کے ساتھ۔ رحمت کے وزن پر ہے، کماۃ، کھنسی کو کہتے ہیں، جواز قسم بناتات چربی کی مانند ایک چیز ہوتی ہے اور اکثر برسات میں از خود پیدا ہو جاتی ہے، عربی میں اس کو حشم الارض (زمین کی چربی) بھی کہتے ہیں اور ہمارے یہاں اس کو عام طور پر سانپ کی چھتری کہا جاتا ہے۔ کھنسی حلال ہے اور بہت لوگ اس کو تل کر کھاتے بھی ہیں اگرچہ بعض مقامات پر اس کو کھانا طبعی طور پر مکروہ سمجھا جاتا ہے کیوں کہ وہاں اس کو کھانے کی عادت نہیں ہوتی۔ "کھنسی من کی ایک قسم ہے" کا مطلب یہ نہیں ہے، کھنسی اصل میں وہ من ہے جو اس آیت کریمہ (وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَىٰ بِالْبَقَرَةِ: 57) (اور ہم نے بنی اسرائیل پر من و سلوی اتارا) کے مطابق حضرت موسیٰ علی السلام کی قوم بنی اسرائیل پر اترتا تھا، کیونکہ من تو ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی جو آسمان سے اترتی تھی اور یہ کھنسی زمین سے اگتی ہے، بلکہ "کھنسی، من کی ایک قسم ہے) کہ جس طرح من اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت تھی، جو بلا محنت و مشقت آسمان سے نازل ہوتی تھی اس طرح کھنسی بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جو بلا محنت و مشقت زمین سے پیدا ہوتی ہیں، یا یہ مراد ہے کہ کھنسی اپنے منافع و فوائد کے لحاظ سے من کے مشابہ ہے۔

اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے "بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا پانی آنکھ کے لئے اس صورت میں شفاء کا حکم رکھتا ہے جب کہ اس کو دوسری دواؤں (جیسے سرمہ یا طوطیا وغیرہ) میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ فقط کھنسی کا پانی بھی آنکھ کے لئے فائدہ ہے اور حدیث کے مطلق مفہوم کی بناء پر یہی بات زیادہ صحیح ہے، بعض علماء نے اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کی بصارت جاتی رہی تھی اس نے کھنسی کا پانی لگایا تو اس کی بصارت درست ہو گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے تین یا پانچ کھنسیاں لے کر ان کو نچوڑا اور ان کا پانی ایک شیشی میں رکھا، ایک چھو کری نے اس کو آنکھوں سے لگایا تو وہ اچھی ہو گئی

ابن عمر عن ابي بن ابي نصره عن ابي سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله
••• یہ روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی "قول ہے۔

3454 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُثَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَرَ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ
خُرَيْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ بْنَ عُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ يَقُولُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْكُمَاةَ مِنَ
النَّارِ أَلْدَى أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّ إِسْرَائِيلَ وَمَاوِيَا شِفَاءَ الْعَيْنِ

••• حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"بے شک کھنسی 'من' کا حصہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔"

کھنسی کے خواص کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کئی حضرات نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ! کھنسی زمین کی چیچک ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں) بلکہ کھنسی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی
آنکھ کے لئے شفا ہے اور بجمہ (جو کھجور کی سب سے نفیس اور عمدہ قسم ہے) جنت کی کھجور ہے اور اس میں زہر سے شفا کی خاصیت ہے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر) میں نے تین یا پانچ یا سات کھنسیاں
لیں اور ان کو نچوڑ لیا (یعنی کوٹ کر ان کا عرق نکال لیا) اور اس پانی (عرق) کو ایک شیشی میں بھر کر رکھ لیا پھر میں نے اس پانی کو اپنی
ایک چندھی لوٹھی کی آنکھوں میں ڈالنے لگا تو وہ اچھی ہو گئی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن
ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد چہارم، رقم الحدیث: 498)

کھنسی زمین کی چیچک ہے۔ "کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح چیچک کے دانے دراصل جسم میں پیدا ہو جانے والے ناقص
فضلات ہوتے ہیں جو جلد میں سے باہر نکل آتے ہیں، اسی طرح یہ کھنسی بھی زمین کا فضلیہ ہے۔ جو زمین سے باہر نکل آتی
ہے۔ صحابہ نے یہ بات گویا کھنسی کی مذمت کے طور پر کہی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خیال کو رد کرنے کے لئے کھنسی
کی فضیلت و تعریف اور اس کی منفعت بیان فرمائی کہ کھنسی من کی قسم سے ہے یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو
اس نے اپنے بندوں کو بطور احسان عطا فرمائی ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے نہ زمین کو کھودنے بونے کی مشقت کرنا پڑتی ہے اور نہ
پانی دینے کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے بلکہ یہ خود بخود زمین کے اندر سے پیدا ہوتی ہے اور بہت سے لوگوں کے کھانے اور پیٹ
بھرنے کی ضرورت پوری کرتی ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کے ذریعہ کھنسی کو اس من کے ساتھ مشابہت دی جو حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر اتری تھی، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر ان کی محنت و

3454: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 4478، رقم الحدیث: 4639، رقم الحدیث: 5708، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5310، رقم الحدیث:

5311، رقم الحدیث: 5314، رقم الحدیث: 5315، رقم الحدیث: 5318، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 2067

مشقت کے بغیر من اترتی تھی اسی طرح یہ کھنسی بھی گرم ریزی کی محنت و مشقت کے بغیر زمین سے نکلتی ہے یہ قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ایک روایت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ الکماۃ من المن والمن من الجود یعنی کھنسی من کی قسم سے ہے اور من جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ "اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔" کے بارے میں نووی لکھتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک محض کھنسی کا پانی آنکھ کو شفا بخشتا ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس کا پانی اس صورت میں شفا دیتا ہے جب کہ اس میں آنکھ کے امراض کے مطابق دوسری دوائیں بھی ملائی جائیں۔

اور بعضوں کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر آنکھ کو گرمی سے ٹھنڈک پہنچانا مقصود ہو (یعنی آنکھ گرمی کی وجہ سے دکھتی ہو) تو صرف اس کا پانی ہی مفید ہے ورنہ دوسری صورتوں میں اس کے پانی کو دوسری دواؤں میں ملا کر آنکھ میں ڈالنا مفید ہوگا۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ہر صورت میں کہ آنکھ خواہ گرمی کی وجہ سے دکھتی ہو یا کسی اور وجہ سے محض اس کا پانی شفا بخش ہے، چنانچہ بعض مشائخ کے بارے میں منقول ہے کہ اس کی بنیائی بالکل جاتی رہی تھی اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل اعتقاد رکھتے ہوئے اور اس کو تبرک جانتے ہوئے اپنی آنکھوں میں محض کھنسی کا پانی ڈالنا شروع کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حسن اعتقاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی برکت کی بناء پر ان کی آنکھوں کو شفا کا مل عطا فرمائی۔

3455- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا مَطَرُ الْوَرَّاقِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا الْكُمَاةَ فَقَالُوا هُوَ جُدْرِي الْأَرْضِ لَنُيَمِّيَ الْحَدِيثُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْكُمَاةُ مِنَ الْمَنِّ وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِّنَ السَّعَةِ
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ کر بات چیت کر رہے تھے، ہم نے کھنسی کا ذکر کیا تو لوگوں نے کہا: یہ زمین کا فضلہ ہے۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: کھنسی من کا حصہ ہے۔ عجوہ جنت میں سے ہے اور زہر کے لیے شفا ہے۔

شرح

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "جو شخص صبح کے وقت (کوئی اور چیز کھانے سے پہلے) سات عجوہ کھجوریں کھائے گا اس کو اس دن کوئی زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم، رقم الحدیث، 126)

"عجوہ" مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک قسم ہے جو صبحانی سے بڑی اور مائل بہ سیاحی ہوتی ہے، یہ قسم مدینہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کھجور کا اصل درخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ "زہر" سے مراد وہی زہر ہے جو مشہور ہے (یعنی وہ چیز جس کو کھانے سے آدمی مر جاتا ہے) یا سانپ، کچھو اور ان جیسے دوسرے زہریلے جانوروں کا زہر بھی مراد ہو

یہ بات دوسری چیزوں (جزی بوٹیوں وغیرہ) میں مختلف اقسام کی خاصیتیں رکھی ہیں اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہوگئی کہ کھجور میں یہ خاصیت ہے، یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس کھجور میں یہ خاصیت ہے۔ جہاں تک سات کے عدد کی تخصیص کا سوال ہے تو اس کی وجہ شارع کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، بلکہ اس کا علم توفیقی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت پر موقوف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہی کا عدد فرمایا اور سننے والوں نے اسی کو نقل کیا، نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تخصیص کی وجہ سے بیان فرمائی اور نہ سننے والوں نے دریافت کیا جیسا کہ رکعات وغیرہ کے اعداد کا مسئلہ ہے۔

3456 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا الْمُشْتَمِلُ بْنُ إِيَّاسٍ الْمُزَنِيُّ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ عَمْرٍو الْمُزَنِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْقَجْوَةُ وَالصَّخْرَةُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَفِظْتُ الصَّخْرَةَ مِنْ لِيهِ

•• حضرت رافع بن عمرو مزیؓ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”عجوة اور صخرہ جنت میں سے ہیں۔“

عبد الرحمن نامی راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد کی زبانی لفظ صخرہ سن کر یاد کیا ہے۔
(یہاں صخرہ سے مراد وہ چٹان ہے جس کے پاس مسجد انصی موجود ہے)

بَابُ السَّنَا وَالسَّنَوَاتِ

یہ باب سنائی اور شہد کے بیان میں ہے

3457 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ يُونُسَ بْنِ سَرْجٍ الْفَرَبَابِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ بَكْرِ السَّكْسَكِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي عُبَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُبَيٍّ بْنِ أُمِّ حَرَامٍ وَكَانَ قَدْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَتَيْنِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِالسَّنَى وَالسَّنَوَاتِ فَإِنَّ فِيهِمَا شِفَاءٌ مِمَّنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا السَّامُ قَالَ الْمَوْتُ قَالَ عَمْرُو قَالَ ابْنُ أَبِي عُبَلَةَ السَّنَوَاتُ الشَّبِثُ وَ قَالَ آخَرُونَ بَلْ هُوَ الْعَسَلُ الَّذِي يَكُونُ فِي زِقَاقِ السَّمْنِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّاعِرِ هُمُ السَّمْنُ بِالسَّنَوَاتِ لَا أَلَسَ فِيهِمْ وَهُمْ يَمْنَعُونَ جَارَهُمْ أَنْ يَقْرَدَا

•• سیدہ امہ حرامؓ کے صاحبزادے ابوالابی بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں دونوں قبلوں کی

طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، تم لوگ سنا کی اور شہد استعمال کرو کیونکہ ان دونوں میں "سام" کے علاوہ ہر بیماری کے لیے شفاء ہے، عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! لفظ "سام" سے مراد کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "موت"۔

عمر دہائی راوی نے ابن ابی صبلہ کا قول نقل کیا ہے، سنوت سے مراد ساگ ہے جبکہ دیگر حضرات نے یہ بات بیان کی ہے، اس سے مراد وہ شہد ہے جو گھٹی والی کچی میں رکھا جاتا ہے، جس کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے۔
"وہ شہد کے ساتھ گھٹی کی طرح ہیں جس میں کوئی خیانت نہیں ہے اور وہ پڑوسی کے ساتھ دھوکہ ہونے میں رکاوٹ بنتے ہیں"۔

شہد کی اہمیت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے تو وہ کسی بڑی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد چہارم، رقم الحدیث، 499)
مطلب یہ ہے کہ شہد کی برکت و خاصیت ہے بڑی مصیبت و بلا تک دفع ہو جاتی ہے خواہ وہ کسی سخت بیماری کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں چہ جائیکہ کوئی چھوٹی مصیبت و بلا ہو۔

سفر السعاده کے مصنف نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ایک پیالہ میں شہد کو پانی میں ملا کر گھونٹ گھونٹ نوش فرماتے تھے، علماء نے لکھا ہے کہ شہد کو پانی میں ملا کر پینے سے حفظانِ صحت و نعمت حاصل ہوتی ہے جس کی معرفت کی راہ عارفین ہی جان سکتے ہیں چنانچہ شہد کے جو بیشمار فوائد و خواص ہیں ان کی بناء پر ارباب طب و تحقیق کا یہ فیصلہ ہے کہ شہد بلا شہد ایک ایسی نعمت الہی ہے جس کا کوئی بدلہ نہیں ہو سکتا، جالینوس کا کہنا ہے کہ خالص طور پر بیماریوں کے لئے شہد بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

اطباء لکھتے ہیں کہ نہار منہ شہد کو پینا یا چائے پیغم کو چھانٹنا ہے۔ معدے کو صاف کرتا ہے لزوجت اور فضلات کو دور کرتا ہے، معدے کو اعتدال کے ساتھ گرمی پہنچاتا ہے اور سردوں کو کھولتا ہے، علاوہ ازیں یہ جلندر، استرخام اور ہر قسم کے ریاح کو زائل کرتا ہے، پیشاب، حیض اور دودھ کو جاری کرتا ہے مثانہ و گردہ کی پتھری کو توڑتا ہے اور رطوبت ردیہ کو دفع کرتا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ شِفَاءً

یہ باب ہے کہ نماز شفاء ہے

3458 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا السَّرِيُّ بْنُ مَسْكِينٍ حَدَّثَنَا ذَوَادُ بْنُ عُثْبَةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ هَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ جَلَسْتُ فَانْتَفَتَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اشْكَمْتُ دَرْدُ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُمْ فَصَلِّ فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ شِفَاءً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جلدی تشریف لے گئے تو میں بھی جلدی آگیا، میں نے نماز دوائی پھر میں بیٹھ گیا، نبی اکرم ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا: کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اٹھو اور نماز ادا کرو کیونکہ نماز میں شفاء ہے۔

3458 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرِ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ذُوَادُ بْنُ عُثْبَةَ لَدَتْكَ

نَحْوًا وَقَالَ فِيهِ أَشْكَمْتُ دَرْدَ يَغْنَى تَشْتَكِي بِطَنِكَ بِالْفَارِسِيَّةِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَ بِهِ رَجُلٌ لَأَهْلِهِ فَاسْتَعْدُوا عَلَيْهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں الفاظ کچھ مختلف ہیں، جس کے الفاظ فارسی کے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ کیا تمہارے پیٹ میں تکلیف ہے؟ امام ابن ماجہ کہتے ہیں: ایک شخص نے اپنے گہر والوں کو یہ روایت سنائی تو انہوں نے اس پر حملہ کر دیا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ

یہ باب ناپاک چیزوں سے دوائی کی ممانعت کے بیان میں ہے

3459 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي اسْحَقَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ يَعْنِي الشَّمَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خبیث دوائی سے منع کیا ہے۔ (راوی کہتے ہیں: اس سے مراد زہر ہے۔)

شرح

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دوا استعمال کرنے سے منع فرمایا جو نجس و ناپاک یا حرام ہو یا "خبیث" سے وہ دوا مراد ہے جو بد مزہ اور بد بودار ہو کہ جس کے استعمال سے طبیعت نفرت کرتی ہے، چنانچہ ایسی دوا بھی بہتر نہیں سمجھی جاتی کیونکہ جس دوا کو طبیعت قبول نہیں کرتی اس کی افادیت کم ہو جاتی ہے اس اعتبار سے حدیث میں مذکورہ نفرت کا تعلق نبی تنزیہی سے ہوگا۔

حَرَامُ حِزْرٍ سَے دَوَائِی کی مَمَانَعَت کا بَیَان

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بیماری بھی اتاری ہے اور

دوا بھی اور ہر بیماری کے لئے دوا بھی اور ہر بیماری کے لئے دوا مقرر کی ہے لہذا تم دوا سے بیماری کا علاج کرو، لیکن حرام چیز سے دوا

علاج نہ کرو۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ البیان، جلد چہارم، رقم الحدیث، 469)

حرام چیز سے مراد وہ شراب، خنزیر اور ان جیسی وہ چیزیں ہیں جن کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ "(علاج معالجہ کے طور پر مطلق کسی

بھی حرام چیز اور خاص طور پر شراب کو اختیار کرنے کی حرمت و کراہت کے سلسلے میں متعدد احادیث منقول ہیں۔ جن سے تمام چیزوں کے ذریعہ علاج معالجہ کرنے کی ممانعت ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال قطعاً حاصل رہے گا۔ کیونکہ ان کے ذریعہ حصول شفا ممکن نہیں، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا ان چیزوں میں نہیں رکھی جن کو تمہارے لئے حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح منقول ہے کہ ایک صحابی حضرت طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب بنانے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جب انہوں نے کہا کہ میں دوا کے طور پر شراب استعمال کرنے کے لئے بناتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب دوا نہیں ہے بلکہ وہ درد و مرض ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آیت (من قداوی بالخمیر فلا شفاء اللہ)۔ یعنی جو شخص شراب کے ذریعہ علاج معالجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شفاء نہیں دے گا۔ تاہم بعض فقہی روایت میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ اگر کسی مرض کے بارے میں قابل اعتماد اور حاذق اطباء معالجین کا اس پر اتفاق ہو کہ اس کا علاج شراب کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے تو اس مرض میں شراب کے بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے لیکن یہ بات بجائے خود تقریباً ناممکن ہوگی کیونکہ اول تو قابل اعتماد اور حاذق اطباء کا پایا جانا اور دوسرے ان اطباء کا اس بات پر اتفاق کر لینا کہ اس مرض کا علاج صرف شراب پر منحصر ہے کچھ آسان نہیں ہے۔

اکثر علماء نے شراب کو دوا کے طور پر بھی استعمال کرنے سے منع کیا ہے جب کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر حاذق طبیب و معالج کے کہنے کے مطابق شراب ہی کسی مرض کا واحد علاج ہو یعنی معالج یہ کہے کہ اس مرض کی بس شراب ہی دوا ہے اور کوئی دوا نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا استعمال مباح ہوگا، اسی طرح اگر حلق میں کوئی لقمہ وغیرہ اٹک اور اس کی وجہ سے جان کی ہلاکت کا خوف ہو نیز اس وقت پانی یا ایسی اور کوئی چیز موجود نہ ہو جس سے وہ لقمہ وغیرہ حلق سے اتر جائے تو اس صورت میں تمام علماء کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ صرف اتنی شراب پی لینا حلال ہے جس سے وہ لقمہ وغیرہ حلق سے نیچے چلا جائے۔ کسی حرام چیز میں اللہ نے شفا نہیں رکھی ہے، پچھلے باب کے ابتدا میں بتایا گیا تھا کہ شراب کی حرمت دفعۃً نازل ہونے کی بجائے بتدریج نازل ہوئی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں جو پہلی آیت نازل ہوئی ہے وہ بھی اس موقع پر نفل کی گئی ہے اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ (ومنافع للناس) یعنی اس شراب میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں۔ "وہ فائدے کیا ہیں، اس بارے میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن بعض مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ "فائدے" سے مراد انسانی بدن کی صحت ہے کہ شراب انسان کی جسم کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے یا اس کے ذریعہ کسی مرض سے نجات مل سکتی ہے۔ اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ "اللہ تعالیٰ نے کسی حرام چیز میں شفا نہیں رکھی ہے۔"

3460- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ بِتَحْسَاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص زہری کر خودکشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اسے چاٹتا رہے گا۔"

باب دَوَاءِ الْمَشِي

یہ باب ہے کہ دست لانے والی دوائی استعمال کرنا

3461- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ زُرَّعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مَوْلَى لِمَعْمَرٍ التَّمِيمِيِّ عَنْ مَعْمَرٍ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاذَا كُنْتُ تَسْتَمِشِينَ قُلْتُ بِالشُّبْرَمِ قَالَ حَارٌّ جَارٌّ ثُمَّ اسْتَمَشَيْتُ بِالسَّنَى فَقَالَ لَوْ كَانَ شَيْءٌ يَشْفِي مِنَ الْمَوْتِ كَانَ السَّنَى وَالسَّنَى شِفَاءً مِنَ الْمَوْتِ

سیدہ اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا: تم کون سی دست آور دوائی استعمال کرتی ہو میں نے جواب دیا: شبرم۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ تو گرم ہوتا ہے پھر میں نے اس کے لیے سناکی کو استعمال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی چیز موت سے شفا دے سکتی تو وہ سناکی ہوتی۔ سناکی موت کے لیے شفا ہے۔

شرح

شبرم "ایک گھاس ہے جو دست آور ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ "شبرم" سے اس گھاس کے دانے مراد ہیں دو مسور کے برابر ہوتے ہیں اور اسہال کے لئے ان دانوں کو پانی میں جوش دے کر اس کو پیا جاتا ہے دونوں لفظ "حار" "حار" کے برابر اور راہ کی تشدید کے ساتھ ہیں۔

بہر صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کے ذریعہ گویا یہ واضح فرمایا کہ شبرم نہایت گرم ہے اور دست لانے کے لئے اس کو استعمال کرنا مناسب نہیں ہے چنانچہ اطباء لکھتے ہیں کہ شبرم حار درجہ چار ہے اور چونکہ اس کا استعمال بہت زیادہ دست لاتا ہے اس لئے اس میں احتیاط شرط ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ کے ذریعہ سناہ کی فضیلت و تعریف کو بطور مبالغہ بیان فرمایا گیا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ سناہ اور خاص طور پر سناہ کی (جو زیادہ بہتر ہے) بڑی عجیب و غریب دوا ہے جس کے فوائد مشہور ہیں اور اطباء اس کو اکثر امراض میں شفا کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اس میں کسی ضرر و نقصان کا خوف نہیں ہوتا یہ باعتدال ہے اور حار درجہ ایک ہے، صفر، سودا اور بلغم کے اسہال و تنقیہ کے لئے بہترین چیز ہے اور جرم قلب کو بہت زیادہ طاقت و قوت بخشتی ہے، نیز اس کی جملہ خاصیتوں میں سے ایک بڑی خاصیت یہ بھی ہے کہ واسواس سوداوی کے لئے فائدہ مند ہے۔

بَاب دَوَاءِ الْعُذْرَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْعَمَزِ

یہ باب گلے میں درد کی دوائی اور اسے دبانے کی ممانعت میں ہے

3462- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَحْصَنٍ قَالَتْ دَخَلْتُ بِأَبْنِ لُحَى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَغْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ عَلَامَ تَذْعُرْنَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذَا الْعَلَاقِ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعَوْدِ الْهِنْدِيُّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ يُسْعَطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلْدُ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ

••• سیدہ ام قیس بنت محسن بیان کرتی ہیں میں اپنے بیٹے کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے اُس کے گلے میں درم کی وجہ سے اُس کی گردن کو ملا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بچوں کی گردنیں اس طرح کیوں ملے ہو؟ تم لوگ عود ہندی استعمال کرو۔ اس میں سات بیماریوں کی شفاء ہے۔ گلے میں تکلیف کے لیے اُس کے قطرے ڈالے جاتے ہیں اور نمونیہ میں اسے منہ میں ڈالا جاتا ہے۔

3462 م- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَنَّ يُونُسَ عَنِ ابْنِ

شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَحْصَنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَحْوِيهِ قَالَ يُونُسُ أَغْلَقْتُ بَعِيْنِي عَمَزْتُ

••• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

شرح

عذره "ایک بیماری ہے جو شیرخوار بچے کو ہو جایا کرتی ہے اس کا سبب خون کا بیجان ہونا ہے عام طور پر مائیں یا دایاں اس کو دفع کرنے کے لئے بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر اس کو ذبانی ہیں جن سے سیاہ خون نکلتا ہے اور بچے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ علاج سے منع فرمایا اور دفعیہ مرض کے لئے قسط کو بطور دوا تجویز فرمایا اس مرض میں قسط کو استعمال کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کو پانی میں حل کر کے ناک میں پٹکایا جائے جس کو "سحولا" کہتے ہیں یہ محلول ناک کے ذریعہ عذره پر پہنچ کر اس کو دور کر دے گا۔ واضح رہے کہ عذره کے علاج کے لئے قسط کی تجویز بعض اطباء کے نزدیک حیرانی کا باعث ہے کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق قسط چونکہ گرم ہے اور عذره بھی گرمی کی وجہ سے ہوتا ہے خاص طور پر حجاز میں کہ جہاں کی آب و ہوا گرم ہے اس لئے اس بیماری کو قسط سے کیونکر فائدہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذره کا مادہ اصل میں وہ خون ہوتا ہے جس پر بلغم کا غلبہ ہوتا ہے گویا عذره خون اور بلغم دونوں سے ملکر بنتا ہے لیکن بلغم زیادہ ہوتا ہے اور خون کم لہذا بلغم کی رطوبت کو قسط کی گرمی جذب کر

3462: اخرج البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5692 ورقم الحديث: 5712 ورقم الحديث: 5715 ورقم الحديث: 5718 اخرج مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث:

5726 ورقم الحديث: 5727 اخرج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3871

یعنی ہے ایسا اوقات دوا کا فائدہ ہالفاصیت بھی ہوتا ہے اس اعتبار سے مذرہ میں قسط کا استعمال باعث حیرت نہیں ہونا چاہئے، علاوہ
ازیں ایک جواب یہ بھی ہے کہ مذرہ کا علاج قسط کے ذریعہ کرنا اعجاز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کرشمہ ہے جس میں عقل کی کوئی دخل
نہیں ہے۔

باب دَوَاءِ عِرْقِ النِّسَاءِ

یہ باب عرق النساء کی دوائی کے بیان میں ہے

3483- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَرَاشِدُ بْنُ مَعْيَدٍ الرَّمْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ
عَمَّانٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سُوَيْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
يَفَاءُ عِرْقُ النِّسَاءِ شَاةٍ أَعْرَابِيَّةٍ تَذَابُ ثُمَّ تُجْزَأُ ثَلَاثَةُ أَجْزَاءٍ ثُمَّ يُشْرَبُ عَلَى الرِّيقِ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُزْءٌ
••• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
”عرق النساء کی دوا عربی بھیڑ کی چٹی میں ہے جسے پگھلا دیا جائے اور پھر تین حصے کیے جائیں اور پھر نہار منہ (خالی
پیٹ) روزانہ ایک حصہ پیا جائے۔“

باب دَوَاءِ الْجِرَاحَةِ

یہ باب زخم کی دوا کے بیان میں ہے

3484- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ جُرِّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَكُسِرَتْ رِجْلُهُ وَهَشِمَتْ
الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْهُ وَعَلَى يَسْكِبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ
الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ قِطْعَةً خَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا حَتَّى إِذَا صَارَ رَمَادًا الزَّمَمَتْهُ الْجُرُوحُ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمَ
••• حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ اُحد کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے۔ آپ کے
سامنے کے دانتوں نقصان پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر موجود خود نوٹ گیا۔
تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہتے ہوئے خون کو دھونا شروع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر ڈھال کے ذریعے پانی بہا
رہے تھے۔

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی سے دھونے کے نتیجے میں خون زیادہ نکل رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اسے

3483: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3484: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 2911، رقم الحدیث: 4075، رقم الحدیث: 5722، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 4618

جلایا اور جب وہ راکھ بن گیا تو انہوں نے اسے زخم پر رکھ دیا تو خون رُک گیا۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے بدن کے کسی حصہ (کے درد) کی شکایت کرتا، یا (اس کے جسم کے کسی عضو پر) پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ کر کے یہ دعا فرماتے اللہ کے نام سے میں برکت حاصل کرتا ہوں، یہ مٹی ہمارے بعض آدمیوں کے لعاب وہن سے آلودہ ہے (یہ ہم اس لئے کہتے ہیں تاکہ) ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارا بیمار تندرست ہو جائے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث، 10)

منقول ہے کہ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعاب مبارک اپنی انگلی پر لگاتے اور اسے مٹی پر رکھتے پھر اس خاک آلودہ انگلی کو درد کی جگہ رکھ کر اس عضو پر پھیرتے جاتے تھے اور مذکورہ بالا دعا یعنی بسم اللہ الخ پڑھتے رہتے۔ پھوڑوں اور زخموں کے علاج کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ اور یہ دعا درحقیقت رموز الہی میں سے ایک رمز ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جانتے تھے ہماری عقلیں اس رمز کی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے ازراہ احتمال کے لکھا ہے کہ طبی نقطہ نظر سے یہ بات ثابت ہے کہ تبدیلی مزاج کے سلسلہ میں لعاب وہن بہت موثر ہوتا ہے اسی طرح مزاج کو اپنی حالت پر برقرار رکھنے کے لئے دُمن کی مٹی بہت تاثیر رکھتی ہے یہاں تک کہ حکماء لکھتے ہیں کہ مسافر کو چاہئے کہ وہ اپنے ساتھ اپنے وطن کی کچھ خاک ضرور رکھے اور تھوڑی سی خاک پانی کے برتن میں ڈال دے اور اسی برتن سے دوران سفر پیتا رہے تاکہ اس کی وجہ سے مزاج کی تبدیلی سے محفوظ رہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی بناء پر یہ طریقہ اختیار فرماتے ہوں۔

دوسرے شارحین نے بھی اس کی توجیہات بیان کی ہیں مگر وہ سب احتمال ہی کے درجہ میں ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ اللہ کا بھید ہے جس کی حقیقت تک ہماری عقلوں کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ اشرف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث رقیہ یعنی منتر کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے بشرطیکہ اس منتر میں کفر کی آمیزش نہ ہو جیسے سحر یا کلمہ کفر و شرک وغیرہ۔ نیز اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ منتر خواہ کسی بھی زبان کا ہو، ہندی و اردو کا ہو یا عربی و فارسی اور ترکی وغیرہ کا، اس کا پڑھنا اس وقت تک درست نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے معنی معلوم نہ ہو جائیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں الفاظ کفر ہوں۔ ہاں حدیث میں ایک منتر بسم اللہ شیعہ قرنیہ الخ پچھو کے کانٹے کے لئے منقول ہے اگرچہ اس کے معنی معلوم نہیں ہیں مگر اس کا پڑھنا جائز ہے۔

3465 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الْمُهِمَنِ بْنِ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلٍ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ إِنِّي لَا عَرِفْتُ يَوْمَ أُحُدٍ مَنْ جَرَحَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يُرْقِي الْكَلِمَ مِنْ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُدَاوِيهِ وَمَنْ يَحْمِلُ الْمَاءَ فِي الْمِجَنِّ وَبِمَا

ذاریہ الکلم حتی رقاً قال اما من كان يحمل الماء في المعجن فعلى واما من كان يداوى الكلم ففاطمة
اخترت له حين لم يرقاً قطعة حصير خلقي فوضعت رماده عليه رقاً الكلم

عبدالحسین بن عباس اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے، غزوہ احد کے دن کس نے نبی اکرم ﷺ کے چہرے کو زخمی کیا تھا اور کس نے نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک سے زخم کو صاف کیا تھا اور دوا لگائی تھی اور کون پانی بھر کر لایا تھا؟ اور زخم پر کون سی چیز دوا کے طور پر لگائی گئی تھی۔ ڈھال میں پانی لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ زخم پر دوائی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے لگائی تھی۔ جب زخم سے خون بہتا بند نہیں ہوا تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا تھا اور اس کی راکھ اس پر رکھ دی تھی تو اس کے نتیجے میں خون بہتا بند ہو گیا تھا۔

بَاب مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يَعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ

یہ باب ہے کہ جو شخص طبیب کے طور پر علاج کرے اور اس کا طبیب ہونا معروف نہ ہو

3466- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَرَاشِدُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّمْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يَعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ قَبِلَ ذَلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ

عمر بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص طبیب بن کر علاج کرے اور اس سے پہلے اس کا طبیب ہونا معروف نہ ہو تو وہ (نقصان کا) ضامن ہوگا۔

بَاب دَوَاءِ ذَاتِ الْجَنْبِ

یہ باب نمونیہ کی دوائی کے بیان میں ہے

3467- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ نَعَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ رُزًّا وَقُسْطًا وَزَيْتًا يُلْدَبُ بِهِ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے نمونیہ کے لیے رز اور قسط اور زیتون کا تیل تجویز کیا ہے جسے منہ میں چٹکایا جاتا ہے۔

شرح

درس "ایک قسم کی گھاس کو کہتے ہیں جس کا رنگ زرد مائل بہ سرخ ہوتا ہے اور اس کے ریشے زعفران کی مانند ہوتے ہیں اور زعفران ہی کی طرح یہ گھاس بھی رنگنے کے کام آتی ہے ویسے اطباء نے مختلف بیماریوں کے لئے اس کے بہت فوائد بیان کئے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذات الجنب کے علاج کے لئے ان دونوں چیزوں کا استعمال بطریق لدود یعنی منہ میں پکانے کے ذریعہ ہوگا۔

3468- حَدَّثَنَا أَبُو طَاهِرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرِّحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَنَّ أَبَا نُوَيْسٍ
وَأَبْنَ سَمْعَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَخْصَنٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْعُودِ الْهِنْدِيِّ يَعْنِي بِهِ الْكُنُتُ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ قَالَ
ابْنُ سَمْعَانَ فِي الْحَدِيثِ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ سَبْعَةِ آذَوَاءٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ

سیدہ ام قیس بنت محسن غنی بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگوں پر عود ہندی استعمال کرنا لازم ہے۔

(راوی کہتے ہیں اس سے مراد قسط ہے) کیونکہ اس میں سات قسم کی بیماریوں کی شفاء ہے جس میں سے ایک نمونیہ ہے۔ ابن سمعان نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: بے شک اس میں سات بیماریوں کی شفاء ہے جن میں سے ایک نمونیہ ہے۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جن چیزوں کو تم دوا علاج کے طور پر اختیار کرتے ہو ان میں بہترین چیز سیگی کھجوانا اور بحری قسط کا استعمال کرنا ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 452) قسط "ایک جڑ کا نام ہے جس کو "کوٹ" بھی کہتے ہیں اور دوا کے کام میں آتی ہے اطباء نے اس کے بہت فوائد لکھے ہیں مثلاً نفاس والی عورتیں اس کی دھونی لیں تو رکاوٹ ختم ہو جائے گی جیسے حیض اور پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ یہ مسموم جراثیم کو دور کرتی ہے۔ دماغ کو قوت بخشتی ہے اعضاء رئیسہ باہ اور جگر کو طاقتور بناتی ہے اور قوت مردی میں تحریک پیدا کر دیتی ہے۔ ریاح کو تحلیل کرتی ہے، دماغی بیماریوں جیسے فالج لقوہ اور ریشہ کے لئے مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑے باہر نکالتی ہے۔ چوتھے دن کے بخار کے لئے بھی فائدہ مند ہے اس کا لپ کرنے سے چھائیاں اور چھپ جاتی رہتی ہے، زکام کی حالت میں اس کی دھونی لینا ایک بہترین علاج ہے اس کی دھونی سے سردی کے اثرات بھی جاتے رہتے ہیں۔

غرض کہ طب کے کتابوں میں اس کے بہت زیادہ فوائد لکھے ہیں اسی لئے اس کو "سب سے بہتر دوا" فرمایا گیا ہے۔ واضح رہے کہ "قسط" دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو قسط بحری جس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور دوسری کو قسط ہندی کہا جاتا ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے دونوں کی خاصیت گرم و خشک ہے لیکن بحری قسط ہندی قسط سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ اس میں گرمی کم ہوتی ہے۔

خون کے حلق کی بیماری کے علاج کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے بچوں کے حلق کی بیماری کو ہاتھ یا پیر سے ان کو اذیت نہ پہنچاؤ بلکہ تمہیں قسط کا استعمال کرنا چاہئے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 453)

بذرا "ایک بیماری ہے جو شیر خوار بچے کو ہو جایا کرتی ہے اس کا سبب خون کا ہیجان ہوتا ہے عام طور پر مائیں یا دایاں اس کو دفع کرنے کے لئے بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر اس کو دباتی ہیں جن سے سیاہ خون نکلتا ہے اور بچے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

پانچ نچا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ علاج سے منع فرمایا اور دفعیہ مرض کے لئے قسط کو بطور دوا تجویز فرمایا اس مرض میں قسط استعمال کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کو پانی میں حل کر کے ناک میں ٹپکایا جائے جس کو "سحولا" کہتے ہیں یہ محلول ناک کے ذریعہ عذرہ پر پہنچ کر اس کو دور کر دے گا۔ واضح رہے کہ عذرہ کے علاج کے لئے قسط کی تجویز بعض اطباء کے نزدیک حیرانی کا باعث ہے کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق قسط چونکہ گرم ہے اور عذرہ بھی گرمی کی وجہ سے ہوتا ہے خاص طور پر حجاز میں کہ جہاں کی آب و ہوا گرم ہے اس لئے اس بیماری کو قسط سے کیونکر فائدہ ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عذرہ کا مادہ اصل میں وہ خون ہوتا ہے جس پر بلغم کا غلبہ ہوتا ہے گویا عذرہ خون اور بلغم دونوں سے ملکر بنتا ہے لیکن بلغم زیادہ ہوتا ہے اور خون کم لہذا بلغم کی رطوبت کو قسط کی گرمی جذب کر لیتی ہے! بسا اوقات دوا کا فائدہ بالخاصیت بھی ہوتا ہے اس اعتبار سے عذرہ میں قسط کا استعمال باعث حیرت نہیں ہونا چاہئے، علاوہ ازیں ایک جواب یہ بھی ہے کہ عذرہ کا علاج قسط کے ذریعہ کرنا اعجاز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کرشمہ ہے جس میں عقل کی کوئی دخل نہیں ہے۔

بَابُ الْحُمَى

یہ باب بخار کے بیان میں ہے

3469- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ذُكِرَتِ الْحُمَى عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا قَسْبَهَا فَإِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ حَبَّتِ الْحَدِيدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخار کا ذکر کیا گیا تو ایک شخص نے اسے برا بھلا کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسے برا نہ کہو! کیونکہ وہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔

3470- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ

3469: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3470: افروجا الرزندی فی "الجامع" رقم الحدیث: 288

عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ عَادَ مَرِيضًا وَمَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ وَغْلٍ كَانَ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَشِّرْ فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ هِيَ نَارِي أُسْلِفُهَا عَلَى عَبْدِي الْمُؤْمِنِينَ فِي الدُّنْيَا لَتَكُونَ حَقْلُهُ مِنَ النَّارِ فِي الْآخِرَةِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک بیمار کی عیادت کی۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اُس شخص کو بخار تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرماتا ہے یہ میری آگ ہے جسے میں اپنے مومن بندے پر دنیا میں مسلط کرتا ہوں تاکہ یہ آخرت میں جہنم کی آگ کی جگہ ہو جائے۔

بخار سے بچنے کیلئے دعا کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو سکھایا کرتے تھے کہ وہ (یعنی بیمار لوگ) بخار بلکہ ہر درد (سے شفا) کے لئے اس طرح دعا کیا کریں دعا (بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار) یعنی میں برکت چاہتا ہوں اللہ بزرگ و برتر کے نام سے اور پناہ چاہتا ہوں اللہ بزرگ و برتر کی، ہر رگ جوش مارنے والی کی برائی (یعنی تکلیف) سے اور آگ کی برائی سے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ ہم اس حدیث کو ابراہیم ابن اسماعیل کے علاوہ اور کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں جانتے اور وہ (یعنی ابراہیم) روایت حدیث کے بارہ میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث، 33)

ہر رگ جوش مارنے والی "سے مراد وہ خون ہے جو رگ میں جوش مارتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس خون سے پناہ چاہے جو رگ میں جوش مارتا ہے کیونکہ جب خون غالب آ جاتا ہے تو تکلیف پہنچاتا ہے بایں طور کہ اس سے بخار اور دوسرے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ حدیث ابن شیبہ، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا، ابن سنی اور حاکم نے روایت کی ہے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں اس کی صحت کی تصدیق کی ہے۔

بیمار کی عیادت کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک) مسلمان کے (دوسرے) مسلمان پر چھ حق ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا (۱) جب تم مسلمان سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو (۲) جب تمہیں کوئی (اپنی مدد کے لئے یا ضیافت کی خاطر) بلائے تو اسے قبول کرو۔ (۳) جب تم سے کوئی خیر خواہی چاہے تو اس کے حق میں خیر خواہی کرو (۴) جب کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو (یرحمک اللہ کہہ کر) اس کا جواب دو (۵) جب کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو (۶) جب کوئی مر جائے تو (نماز جنازہ اور دفن کرنے کے لئے) اس کے ساتھ جاؤ۔

واذا مرض الخ کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لئے جانا چاہئے اور اس کی مزاج پر سی کرنی چاہئے اگرچہ عیادت اور مزاج پر سی ایک ہی مرتبہ کیوں نہ کی جائے۔ اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعض اوقات میں بیمار کی عیادت نہ کی جائے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اس حدیث میں اسلام کے چھ حقوق بتائے گئے ہیں جب کہ گزشتہ حدیث میں حقوق کی تعداد پانچ بیان کی گئی تھی، گویا اس حدیث میں "خیر خواہی" کا مزید ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس بارہ میں یہ بات جان لینی چاہئے کہ احادیث میں حقوق کی جو تعداد ذکر کی گئی ہے وہ حصر کے طور پر نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر بہت زیادہ حقوق ہیں جن کو بدرجہ مختلف احادیث میں تھوڑا تھوڑا کر کے بیان کیا گیا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ احکام بذریعہ وحی آپ کے پاس اسی طرح بدرجہ نازل ہوئے ہوں گے یعنی پہلے تو پانچ حقوق کا حکم نازل کیا گیا ہو پھر چھ حقوق کے احکام نازل کئے گئے۔

بَابُ الْحُمَى مِنْ قَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرَدُوهَا بِالْمَاءِ

یہ باب ہے کہ بخار کا تعلق جہنم کی تپش سے ہے تو تم اسے پانی کے ذریعے ٹھنڈا کرو

3471- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمَى مِنْ قَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرَدُوهَا بِالْمَاءِ

سیدہ عائشہ صدیقہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں بخار جہنم کی تپش کا حصہ ہے۔ تم پانی کے ذریعے اسے ٹھنڈا

کرو۔

3472- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ شِدَّةَ الْحُمَى مِنْ قَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرَدُوهَا بِالْمَاءِ

حضرت عبداللہ بن عمر نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں بخار کی شدت جہنم کی تپش کا حصہ ہے تم پانی کے

ذریعے اسے ٹھنڈا کرو۔

3473- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُضْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا إِسْرَآئِيلُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ

مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحُمَى مِنْ

قَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرَدُوهَا بِالْمَاءِ فَدَخَلَ عَلَى ابْنِ لَعْمَارٍ فَقَالَ اكْشِفِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ إِلَهُ النَّاسِ

3471: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5719

3472: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5718

3473: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3282، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5723، أخرجه الترمذی فی

"المجامع" رقم الحديث: 2872

•• حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: بخار جہنم کی تپش کا حصہ ہے تم پانی کے ذریعے اسے ٹھنڈا کرو۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے یہ پڑھا: "تو تکلیف کو دور کر دے اے لوگوں کے پروردگار! اے لوگوں کے معبود!"

3474- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ قَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْدَلِبِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا كَانَتْ تُؤْتِي بِالْمَرَأَةِ الْمَوْعُو كَةَ فَتَدْعُو بِالْمَاءِ فَتَضْبُهُ فِي جَنْبِهَا وَتَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ وَقَالَ إِنَّهَا مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

•• سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ اُن کے پاس بخار میں مبتلا کوئی عورت لائی جاتی تو وہ پانی منگوا کر اُس عورت کے گریبان پر چھڑکتی تھیں اور یہ فرمایا کرتی تھیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "اسے پانی کے ذریعے ٹھنڈا کرو آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: یہ جہنم کی تپش کا حصہ ہے۔"

3475- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمَّى كَبِيرٌ مِّنْ كَبِيرِ جَهَنَّمَ فَتَشْوُهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "بخار جہنم کی ایک بھٹی ہے تو تم ٹھنڈے پانی کے ذریعے اسے اپنے آپ سے دور کرو۔"

شرح

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ارشاد گرامی کا مقصد بخار کی حرارت کو دوزخ کی آگ سے مشابہت دینا ہے یعنی بخار دوزخ کی آگ کی تپش کا نمونہ ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ حقیقی معنی پر محمول ہیں جیسا کہ باب مواقیت میں یہ روایت گزری ہے کہ موسم گرما کی تپش و حرارت اصل میں دوزخ کی بھاپ کا اثر ہے، لہذا ہو سکتا ہے کہ بخار کی حرارت و جلن بھی دوزخ کی بھاپ کا اثر ہو۔ اس حدیث کے اصل مخاطب اہل حجاز ہیں کیونکہ مکہ اور مدینہ کے رہنے والے کو عام طور پر سورج کی شدید تمازت، گرم آب و ہوا اور دھوپ میں ان کی محنت مشقت کرنے اور ان کے مزاج کی تیزی و گرمی کی وجہ سے بخار ہو جایا کرتا تھا۔

چنانچہ جو بخار آفتاب کی حرارت و تمازت، کوئی گرم دوا وغیرہ کھانے دھوپ و تپش میں زیادہ چلنے پھرنے اور حرکت کرنے اور آب و ہوا کے دباؤ کی وجہ سے ہو اس کا بہترین علاج پانی ہے کہ ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگایا جائے یا یہ ٹھنڈا پانی اپنے بدن پر بہایا

3474: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5724 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5721 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث:

2074

3475: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جائے، یا بخار کو پانی سے ٹھنڈا کیا جائے کہ اس طرح کے بخار میں ٹھنڈی دوائیں پانی میں مخلوط کر کے استعمال کی جائیں اور بعض حضرات کے مطابق اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ جس شخص کو بخار ہو وہ پیاسوں کو اللہ واسطے ٹھنڈا پانی پلائے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے بخار کو دور کر دے گا۔

بَابُ الْحِجَامَةِ

یہ باب پچھنے لگوانے کے بیان میں ہے

3476- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اسْوَدُ بْنُ غَامِرٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدَاوُونَ بِهِ خَيْرٌ

فَالْحِجَامَةُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم لوگ جو طریقہ علاج استعمال کرتے ہوئے ان میں سے اگر کسی میں بھلائی ہے تو وہ پچھنے لگوانا ہے۔

3477- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ

أَبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مَرِئْتُ كَلِيلَةَ أُسْرَى بِي بِمَلَأَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا كُلُّهُمْ يَقُولُ لِي عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ بِالْحِجَامَةِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: معراج کی رات میں فرشتوں کے جس بھی گروہ کے پاس سے گزرا ان سب نے مجھے یہی کہا: اے حضرت محمد ﷺ! آپ پچھنے لگوانے (کا طریقہ علاج) ضرور اختیار کریں۔

3478- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ

أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعَمَ الْعَبْدُ الْحَجَامُ يَذْهَبُ بِالدَّمِ وَيُخَفِّفُ الصُّلْبَ وَيَجْلُو

الْبَصَرُ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: پچھنے لگانے والا اچھا آدمی ہے جو (فاسد) خون نکال دیتا ہے۔ پشت کو ہلکا کر دیتا ہے اور بینائی کو تیز کرتا ہے۔

3479- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

3476: أَخْرَجَ ابْنُ دَاوُدَ فِي "السنن" رقم الحديث: 3857

3477: أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ فِي "الجامع" رقم الحديث: 2853، وَرَقْمُ الْحَدِيثِ: 2847، وَرَقْمُ الْحَدِيثِ: 2848

3479: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَرَزْتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بَنِي إِسْمَاعِيلَ إِلَّا قَالُوا يَا مُحَمَّدُ مَرَأَتُكَ بِالْحِجَامَةِ

» حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”معراج کی رات میں فرشتوں کے جس بھی گروہ کے پاس سے گزرا انہوں نے یہی کہا، اے حضرت محمد ﷺ! آپ ﷺ اپنی امت کو چھنے لگوانے کا حکم دیجیے۔“

شرح

چھنے کی یہ اہمیت و فضیلت اس بنا پر ہے کہ فساد خون کی وجہ سے بہت زیادہ امراض پیدا ہوتے ہیں جن کو امراض دموی کہتے ہیں، امراض دموی کا سب سے بڑا علاج خون نکلوانا ہے، نیز خون نکلوانے کے دوسرے طریقوں کی بہ نسبت چھنے کو زیادہ پسند اس لئے بھی کیا گیا ہے کہ وہ خون کو نواچی جلد سے خارج کرتا ہے چنانچہ تمام اطباء اس کے قائل ہیں کہ گرم آب دہوا میں رہنے والوں کو فصد کے مقابلہ پر چھنے لگوانا زیادہ مفید رہتا ہے کیونکہ ان لوگوں کا خون رقیق اور پختہ ہوتا ہے جو سطح بدن پر آ جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس خون کو چھنے ہی کے ذریعہ سے نکالا جاسکتا ہے۔ نہ کہ فصد کے ذریعہ۔ ”امت“ سے مراد اہل عرب ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے یا ”امت“ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم و وطن کے لوگ مراد ہو سکتے ہیں، نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ”یہاں“ ”امت“ کا عام مفہوم مراد ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت میں سے ہر وہ شخص مراد ہے جس کو خون نکلوانے کی ضرورت لاحق ہو۔

3480- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْبَصْرِيُّ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِجَامَةِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا طَيْبَةَ أَنْ يَحْجِمَهَا وَقَالَ خَسِبْتُ أَنْهُ كَانَ أَخَاهَا مِنَ الرِّضَاعَةِ أَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْجِمْ

» حضرت جابر رضی اللہ عنہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے چھنے لگوانے کی اجازت مانگی تو نبی اکرم ﷺ نے ابوطیبہ کو یہ حکم دیا کہ وہ انہیں چھنے لگا دے۔
راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے وہ صاحب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضائی بھائی تھے یا پھر وہ نابالغ لڑکا تھا۔

بَابُ مَوْضِعِ الْحِجَامَةِ

یہ باب چھنے لگوانے کی جگہ کے بیان میں ہے

3481- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عُلْقَمَةُ بْنُ أَبِي

3480: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5783 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 414

3481: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 1836 ورقم الحديث: 5688 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2878 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث:

قُلْتُ فَلَا سَمْعُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ بُعَيْنَةَ يَقُولُ اخْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْيِي جَمَلٍ وَهُوَ مُخْرِمٌ وَسَطٌ رَأَيْتُهُ

•• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لہجی جمل کے مقام پر سر کے درمیان میں پچھنے لگوائے تھے آپ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے۔

3482- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ مَعْيَدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ الْإِسْكَافِ عَنِ الْأَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ عَنْ عَلِيٍّ

بْنِ تَرْزَبِيلٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِجَامَةٍ الْأَخْذَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ

•• حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام اور مقامات پر پچھنے لگانے کا حکم لے کر نازل ہوئے، ایک گردن کی مخصوص رگ اور ایک کندھوں کے درمیان مخصوص جگہ۔

3483- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي الْخَصِيبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ فِي الْأَخْذَعَيْنِ وَعَلَى الْكَاهِلِ

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گردن کی مخصوص رگ اور کندھوں کے درمیان مخصوص جگہ پر پچھنے لگوائے ہیں۔

3484- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمَصِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْبَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

كَيْسَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْتَجِمُ عَلَى هَامَتِهِ وَبَيْنَ كَتِفَيْهِ وَيَقُولُ مَنْ

أَفْرَأَى مِنْهُ هَذِهِ الدِّمَاءُ فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ لَا يَتَدَاوَى بِشَيْءٍ لِشَيْءٍ

•• حضرت ابو کھوفہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سر اور کندھوں کے درمیان پچھنے لگوائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہاں سے اس خون کو بہا دے گا تو اسے اس حوالے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، اگر وہ کسی بھی چیز کے لیے کوئی

بھی چیز دوا کے طور پر استعمال نہ کرے۔

3485- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ قَرِيبِهِ عَلَى جَذْعٍ فَأَنْفَكَتْ قَدَمُهُ قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ

عَلَيْهَا مِنْ وَثْءٍ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے گھوڑے سے کھجور کے ایک تنے پر گرے تو آپ ﷺ کے

3486- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3487- أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3888 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 2851

3488- أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3858

3489- أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3882

پاؤں مبارک میں موج آگئی، کچھ نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس موج کی وجہ سے کچھ لگوائے تھے۔

باب فی آیِ الْآیَامِ یُحْتَجَمُ

یہ باب ہے کہ کون سے دنوں میں کچھ لگوائے جائیں؟

3486- حَدَّثَنَا سُورِيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَطَرٍ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ النَّهَّاسِ ابْنِ قُهِمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَرَادَ الْحِجَامَةَ فَلْيَتَحَرَّ سَبْعَةَ عَشَرَ أَوْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ أَوْ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَلَا يَتَّبِعْ بِأَحَدٍ كُمُ الدَّمِ فَيَقْتُلَهُ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کچھ لگوانے کا ارادہ کرے وہ سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ کو لگوانے کی کوشش کرے ایسا نہ ہو کہ کسی شخص کا خون جوش مار کر اسے قتل کر دے۔

3487- حَدَّثَنَا سُورِيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَطَرٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُعَادَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ يَا نَافِعُ قَدْ تَبَيَّنَ بِي الدَّمُ فَالْتِمِسْ لِي حِجَامًا وَاجْعَلْهُ رَلِيْقًا إِنْ اسْتَطَعْتَ وَلَا تَجْعَلْهُ شَيْئًا كَبِيرًا وَلَا صَغِيرًا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحِجَامَةُ عَلَى الرَّبِيِّ أَمْثَلُ وَفِيهِ شِفَاءٌ وَبَرَكَاتٌ وَتَزِيدُ فِي الْعَقْلِ وَفِي الْيَحْفَظِ فَاجْتَبِعُوا عَلَى بَرَكَاتِ اللَّهِ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَاجْتَبِئُوا الْحِجَامَةَ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ وَالْجُمُعَةِ وَالسَّبْتِ وَيَوْمَ الْأَحَدِ تَحَرَّيَا وَاجْتَبِئُوا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْثَلَاثَاءِ فَإِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِي عَافَى اللَّهُ فِيهِ أَيُّوبَ مِنَ الْبَلَاءِ وَضَرَبَهُ بِالْبَلَاءِ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَبْدُو جُلْدًا وَلَا بَرَصٌ إِلَّا يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ أَوْ لَيْلَةَ الْأَرْبَعَاءِ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام نافع سے کہا: اے نافع! میرے خون میں گردش تیز ہو رہی ہے اس لیے کوئی کچھ لگانے والا تلاش کرو اور کسی نرم دل شخص کو تلاش کرنا، اگر یہ تم سے ہو سکے نہ تو بڑی عمر کا شخص لانا اور نہ ہی بالکل چھوٹا بچہ لے آنا، کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، خالی پیٹ کچھ لگوانا زیادہ بہتر ہے اس میں شفاء اور برکت ہوتی ہے، اس کے نتیجے میں یادداشت اور عقل میں اضافہ ہوتا ہے، تو تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی برکت کے ساتھ جمعرات کے دن کچھ لگواؤ، تم لوگ بدھ، جمعہ اور ہفتہ، اتوار کے دن کچھ لگوانے سے اجتناب کرو، تم لوگ پیر اور منگل کے دن کچھ لگواؤ، کیونکہ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری سے نجات عطاء کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن ان پر بیماری مسلط کی تھی، بے شک کوڑھ اور برص، بدھ کے دن یا بدھ کی رات ہی شروع ہوتے ہیں۔

3486: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3487: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3488- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَمْعِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِصْمَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ يَا نَافِعُ تَبَيَّغَ بِي اللَّحْمُ فَأَتَيْتُ بِحَبَّامٍ وَاجْعَلْهُ شَابًا وَلَا تَجْعَلْهُ شَيْخًا وَلَا صَبِيًّا قَالَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَبَامَةُ عَلَى الرِّيقِ امْتَلُ وَهِيَ تَزِيدُ فِي الْعَقْلِ وَتَزِيدُ فِي الْحَفِظِ وَتَزِيدُ الْحَافِظَ حِفْظًا لَمَنْ كَانَ مُحْتَاجًا فَيَوْمَ الْخَمِيسِ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَاجْتَنِبُوا الْحَبَامَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْآحِدِ وَاجْتَنِبُوا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْلَاءِ وَاجْتَنِبُوا الْحَبَامَةَ يَوْمَ الْارْبَعَاءِ فَإِنَّهُ الْيَوْمَ الَّذِي أُصِيبَ فِيهِ أَيُّوبُ بِالْبَلَاءِ وَمَا يَتَذَوُّ جُدَامٌ وَلَا بَرَصٌ إِلَّا فِي يَوْمِ الْارْبَعَاءِ أَوْ لَيْلَةِ الْارْبَعَاءِ

•• نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے نافع! میرے خون میں گردش تیز ہو رہی ہے تو تم میرے پاس کسی حجام کو لے کر آؤ اور تم کسی بوڑھے یا بچے کو نہ لے کر آنا، راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، خالی پیٹ کھینچے لگوانا زیادہ مناسب ہے، یہ عقل میں اضافہ کرتا ہے، یہ یادداشت میں اضافہ کرتا ہے، یاد رکھنے والے کی یاد رکھی ہوئی چیزوں میں اضافہ کرتا ہے، تو جس شخص نے کھینچے لگوانے ہوں وہ اللہ کا نام لے کر جمعرات کے دن لگوائے، جمعہ کے دن، ہفتے کے دن اور اتوار کے دن کھینچے لگوانے سے بچو، پیر اور منگل کے دن کھینچے لگوانا لو، بدھ کے دن کھینچے لگوانے سے بچو، کیونکہ یہ وہ دن ہے جس دن حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری میں مبتلا کیا گیا، اور کوڑھ اور مہلہمہری بدھ کے دن یا بدھ کی رات ہی شروع ہوتے ہیں۔

شرح

حضرت زہری تابعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق ارسال نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہفتہ کے دن یا بدھ کے دن سینگلی کھنچوائے اور پھر اس کو کوڑھ کی بیماری لگ جائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (ابوداؤد، احمد) ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حدیث (ایک روایت میں) سند بیان کی گئی ہے، یعنی وہ روایت راویوں کے اعتبار سے متصل ہے اور وہ اسناد صحیح نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 481)

اگرچہ اس دوسری روایت سند کو صحیح نہیں کہا گیا ہے لیکن اس کے ذریعہ اس مرسل حدیث کو تقویت و تائید حاصل ہوتی ہے اور دیے بھی مرسل حدیث حنفیہ اور دیگر اصحاب جرح تعدیل کے نزدیک حجت (یعنی قابل عمل ہوتی ہے)۔

بَابُ الْكَيِّ

باب داغ لگانے کے بیان میں ہے

3489- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُثَيْبَةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَقَّارِ بْنِ الْمُغِيرَةِ

عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اِكْتَوَىٰ أَوْ اسْتَوَىٰ فَقَدْ بَرَىٰ مِنَ التَّوَكُّلِ
 عمار بن مغیرہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں جو شخص داغ لگوانے یا منتر پڑھوانے
 وہ توکل سے لا تعلق ہو گیا۔

3490- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَالِحٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنصُورٍ وَيُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
 قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَلْبِيِّ فَاسْتَوَيْتُ لَمَّا أَفْلَحْتُ وَلَا أَتَجَنَّبُ
 حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے داغ لگوانے سے منع کیا ہے لیکن میں نے داغ
 لگوانے کے علاج کر دیا تو نہ مجھے فلاح نصیب ہوئی اور نہ ہی میں کامیاب ہوا۔

3491- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُبَاعٍ حَدَّثَنَا سَالِمُ الْأَفْطَسُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ
 عَبَّاسٍ قَالَ الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثِ شُرُوبٍ عَسَلٍ وَشَرْطَةِ مَحْجَمٍ وَكَيْيَةِ بَنَارٍ وَأَنْهَى أُمِّي عَنِ الْكَلْبِيِّ رَفَعَهُ
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: شفا تین چیزوں میں ہے شہد پینے میں پچھنے لگوانے میں اور آگ
 کے ذریعے داغ لگوانے میں۔ (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے منع کرتا ہوں۔ (حضرت ابن
 عباس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت مرفوع حدیث کے طور پر نقل کی ہے)۔

شرح

محجم: میم کے زیر اور جیم کے زیر کے ساتھ سیگی کو کہتے ہیں، لیکن یہاں اس لفظ سے مراد نشتر یا استرا ہے جس سے پچھنے دیے
 جاتے ہیں۔ شرطہ شین کے زیر کے ساتھ، پچھنے لگاؤ کے لئے کو پچھنے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ رگ سے خون نکالا جاتا ہے لہذا فی
 شرطہ محجم کا ترجمہ یہ ہوگا کہ نشتر یا استرے کے ذریعہ پچھنے لگانے میں (شفا ہے)۔

سفر السعادة کے مصنف کے مطابق علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث میں تمام مادی (جسمانی) امراض کے علاج معالجہ کی طرف
 راہنمائی و اشارہ ہے کیونکہ مادی امراض یا تو دموی ہوتے ہیں یا صفراوی یا بلغمی ہوتے ہیں یا سوداوی چنانچہ اگر کوئی مرض دموی یعنی
 فساد خون کی بنا پر ہوتا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو جسم سے باہر نکال دیا جائے جس کی صورت پچھنے لگوانا ہے اور باقی تینوں
 صورتوں میں مرض کا بہترین علاج اسہال ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے ذریعہ اس طرف متوجہ کیا کہ اسہال کے لئے شہد
 ایک بہترین اور معتدل دوا کا کام دیتا ہے نیز آگ سے داغنے کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا کہ اگر مرض کی نوعیت ایسی ہو کہ طیب و
 معالج اس کے علاج سے عجز ہو جائیں تو پھر آگ سے داغا جائے کیونکہ یہ جب کوئی مغلظ باغی ہو جاتی ہے اور اس کا مادہ منقطع نہیں
 ہوتا تو اس کے انقطاع کا واحد ذریعہ اس کو داغ دینا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ آخر الدوا کی یعنی آخری دوا داغنا ہے۔

یعنی یہ بات کہ داغنا جب ایک علاج ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کیوں فرمائی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل

3490: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3491: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5000 ورقم الحديث: 5001

عرب داغنے کو اتنی زیادہ اہمیت دیتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ مادہ مرض کا باعث ہے اس کے دفعہ کے لئے داغنا یقینی ہے۔ چنانچہ ان کے یہاں یہ مشہور تھا کہ اثر الدوا لکی۔ ظاہر ہے کہ یہ بات اسلامی عقیدے کے سراسر خلاف ہے کیونکہ کوئی بھی علاج خواہ وہ کنزی بحرب کیوں نہ ہو یقین کا درجہ نہیں رکھ سکتا، صرف ظاہری سبب اور ذریعہ ہی سمجھا جاسکتا ہے یعنی شفا تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم پر موقوف ہے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فاسد عقیدے کی تردید اور لوگوں کو شرک خفی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے اس کی ممانعت فرمائی اور یہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے ورنہ اگر کوئی شخص داغنے کو مرض کے دفعیہ کا ایک ظاہری سبب و ذریعہ سمجھتے ہوئے اس کو بطور علاج اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید رکھے جائز ہے، بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ داغنے کی ممانعت کا تعلق خطرہ اور تردد کی صورت سے ہے یعنی اگر ایسی صورت ہو کہ داغنے سے فائدہ ہے کے جزم کی بجائے نقصان اور ہلاکت جان کا خوف اور خطرہ ہو تو پھر داغنا نہ چاہئے۔

اس مسئلہ میں بعض شارحین حدیث نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ داغنے کے سلسلہ میں مختلف احادیث منقول ہیں بعض احادیث تو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور بعض نہی کو ثابت کرتی ہیں جیسے مذکورہ بالا احادیث اور دوسری احادیث اسی طرح بعض احادیث میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں داغنے کو پسند نہیں کرتا اور بعض احادیث میں داغنے کو اختیار نہ کرنے پر مدح و تعریف کی گئی ہے اس طرح ان احادیث کے باہمی تعارض و تضاد کو دور کرنے اور ان میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء نے یہ لکھا ہے کہ جن احادیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داغنا تو یہ اصولی طور پر داغنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور جن احادیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے وہ اس جواز کے منافی نہیں ہے کیونکہ عدم پسندیدگی عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا۔

چنانچہ ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو پسند نہیں فرماتے تھے لیکن دوسروں کے لئے اس کی ممانعت بھی نہیں فرماتے تھے، اسی طرح جن احادیث میں داغنے کو اختیار نہ کرنے پر مدح و تعریف منقول ہے وہ بھی عدم جواز پر دلالت نہیں کرتیں کیونکہ مدح و تعریف کا مقصد صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ داغنے کو اختیار نہ کرنا محض اولیٰ اور افضل ہے نہ کہ ضروری ہے البتہ جن احادیث میں داغنے کی ممانعت صراحت کے ساتھ منقول ہے تو وہ ممانعت دراصل اس صورت پر محمول ہے جب کہ داغنے کو اختیار کرنا یا تو سبب مرض کے بغیر ہو یا مرض کے دفعیہ کے لئے اس کی واقعی حاجت نہ ہو بلکہ وہ مرض دوسرے علاج معالجہ سے دفع ہو سکتا ہے۔

نیز جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے یہ ممانعت اس بات پر بھی محمول ہے کہ یہ ممانعت داغنے دراصل داغنے کے بارے میں مذکورہ بالا فاسد عقیدے اور شرک خفی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے ہے اور اگر اس طرح کا فاسد عقیدہ نہ رکھا جائے تو یہ ممانعت نہیں ہوگی بعض حضرات کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کے بارے میں داغنے کا حکم دینا (جیسا کہ آگے آ رہا ہے) اس بنا پر تھا کہ ان صحابہ کے زخم بہت خراب ہو گئے تھے اور بعض عضو کے کٹ جانے کی وجہ سے اخراج خون میں کمی نہیں ہو رہی تھی، نیز آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ داغنے کے صحت یقینی ہے حاصل یہ کہ کسی عضو کو داغنا یا جلانا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی واقعی ضرورت پیش آجائے اور طبیب خازق یہ کہے کہ اس مرض کا آخری علاج داغنا ہی ہے تو پھر داغنا جائز ہوگا۔

بَاب مِّنَ الْاُكْتُوٰی

یہ باب ہے کہ جو شخص داغ لگوائے

3492- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

و حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَّارَةَ الْأَنْصَارِيُّ سَمِعَهُ عَمِّي يَخْبِي وَمَا أَذْرَكْتُ رَجُلًا مِّنَّا بِهِ شَيْئًا يُحَدِّثُ النَّاسَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ زُرَّارَةَ وَهُوَ جَدُّ مُحَمَّدٍ مِّنْ قَبْلِ أُمِّهِ إِنَّهُ أَخَذَهُ وَجَعَ فِي خَلْقِهِ يُقَالُ لَهُ الذَّبْحَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْفَنُ أَرَأَيْتَ لَأَبْلِيسَ فِي أَبِي أَمَامَةَ غُدْرًا فَكَوَاهُ بِيَدِهِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءٌ لِلْيَهُودِ يَقُولُونَ أَفَلَا دَفَعَ عَنْ صَاحِبِهِ وَمَا أَمْلَكَ لَهُ وَلَا لِنَفْسِي شَيْئًا

••• محمد بن عبد الرحمن اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں (وہ اپنے چچا کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے خاندان میں ان جیسا کوئی شخص نہیں پایا) انہوں نے لوگوں کو حدیث سنائی تھی، حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جو (محمد بن عبد الرحمن نامی راوی کے نانا ہیں) ان کو گلے میں تکلیف ہوئی جسے ”دبھ“ کہا جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ابوامامہ کا علاج کروانے کی پوری کوشش کروں گا، پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے انہیں داغ لگایا تو ان کا انتقال ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ یہودیوں کے لیے بری موت ہے وہ یہ کہیں گے، انہوں نے اپنے ساتھی کو بچایا کیوں نہیں؟ حالانکہ میں اپنے اس ساتھی اور اپنے لیے کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوں۔

3493- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِيسِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ

قَالَ مَرِضَ أَبِي بَنٍ كَعْبٍ مَّرَضًا فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَبِيبًا فَكَوَاهُ عَلَى أَكْحَلِهِ

••• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی طرف ایک طبیب بھجوایا جس نے ان کی مخصوص رگ پر داغ لگایا۔

3494- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي الْخَصِيبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَى سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فِي أَكْحَلِهِ مَرَّتَيْنِ

••• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کی بازو کی رگ پر دو مرتبہ داغ لگایا تھا۔

3492 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3493: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5709، و رقم الحديث: 5710، أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 3864

3494 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جانوروں کو داغنے کی ممانعت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک گدھا گزرا جس پر داغ رہا کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو دیکھ کر) فرمایا کہ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اس کو داغنا ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ الصالحین، جلد چہارم، رقم الحديث، 16)

اگر یہاں یہ سوال پیدا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گدھے کے منہ پر داغ دینے والے پر لعنت فرمائی حالانکہ مسلمانوں پر لعنت کرنے سے منع کیا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہو سکتا ہے کہ داغنے والا مسلمان نہ رہا ہو یا منافقین میں سے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لعنت کرنا بددعا کے طور پر نہ ہو بلکہ "اخبار بالغیب" کے طور پر ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کے ذریعہ گویا یہ خبر دی کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں لعنت کا مستوجب قرار پا گیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ کسی بھی جاندار کے منہ پر داغ دینا متفقہ طور پر تمام علماء کے نزدیک ممنوع ہے، خواہ آدمی ہو یا کوئی بھی جانور و حیوان! جانور کے منہ کے علاوہ اس کے جسم کے کسی اور حصہ پر داغ دینے کا مسئلہ یہ ہے کہ اختیار و تعین کے مقصد سے زکوٰۃ اور جزیہ کے جانوروں کو داغنے کو تو بعض علماء نے مستحب کہا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کو داغنا بھی محض جائز ہے۔

جہاں تک آدمیوں پر داغ دینے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہ کے مختلف اخبار و آثار تو لا اور فعلا منقول ہیں۔ بعض اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ کوئی اچھا فعل نہیں ہے، بعض اقوال بدع ترک پر دلالت کرتے ہیں اور بعض اقوال صریح ممانعت کو ثابت کرتے ہیں، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل جواز پر دلالت کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا جس نے ان کی فصد کھولی اور داغ، نیز حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر داغ دینے کی اجازت دی، بلکہ جب ورم ہوا تو ان پر اور داغ دیا گیا، نیز حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر داغ دیا جانا بھی منقول ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جن اقوال میں انسانی جسم کو داغنے کی ممانعت مذکور ہے ان کا تعلق قصد ابلا ضرورت و امتیاج داغنے سے ہے، ہاں اگر کسی مرض وغیرہ کے سلسلے میں داغ دینے کی ضرورت ہو تو جائز ہے۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ (علاج کی نیت سے) انسانی جسم کے کسی حصہ کو داغنا، اسباب و ہمیہ میں سے ہے کہ اس کو اختیار کرنا جذبہ توکل و اعتماد علی اللہ کے اعتبار سے مناسب نہیں ہے جب کہ دوسرے علاج اسباب ظنیہ میں سے ہونے کی وجہ سے توکل کے قطعاً منافی نہیں ہیں، ہاں اگر اس بات کا ظن غالب ہو کہ داغنا، مرض کے دفعیہ کے لئے ایک سودمند علاج ہوگا تو اس صورت میں اس کو اختیار کرنا غیر مناسب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اہل فتویٰ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ داغنا بذاتہ مکروہ تحریمی ہے مگر ظن غالب حاصل ہونے کی صورت میں بایں طور کہ طبیب حاذق یہ کہہ دے کہ مرض کے دفعیہ کا انحصار صرف داغنے پر ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا علاج نہیں ہے تو داغنا مکروہ تحریمی نہیں ہوگا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ داغنے کی ممانعت اس بنیاد پر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اس بات کا پختہ عقیدہ رکھتے تھے کہ داغنا مرض کے دفعیہ

کے لئے ایک قطعی اور یقینی علاج ہے۔

داغنے کی اباحت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں (ایک دن) صبح کے وقت عبداللہ بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگا دیں، چنانچہ اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں داغنے کا آلہ تھا جس کے ذریعہ زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ رہے تھے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 17)

عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں کی طرف سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے "یعنی ماں کی طرف سے حقیقی بھائی تھے اور باپ کی طرف سے سوتیلے بھائی تھے اور ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کے دوسرے خاوند تھے جن سے عبداللہ پیدا ہوئے تھے کھجور چبا کر اس کا لعاب بچے کے تالو میں لگانا سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان اونٹوں کو داغنا کسی خلجان کا باعث نہیں بننا چاہئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں پر داغ دے رہے تھے اور داغنے کی جو ممانعت منقول ہے اس کا تعلق خاص طور پر منہ سے ہے، یا بلا ضرورت داغنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جب کہ زکوٰۃ کے اونٹوں کو اس ضرورت کے تحت داغنا جاری رہا تھا کہ ان کے اور دوسرے اونٹوں کے درمیان فرق و امتیاز کیا جاسکے۔

بَابُ الْكُحْلِ بِالْإِثْمِدِ

یہ باب اشد سرمد لگانے کے بیان میں ہے

3495- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

«» سالم بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم پر اشد استعمال کرنا لازم ہے کیونکہ یہ بینائی کو روشن کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔

3496- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

«» حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، تم پر لازم ہے تم سوتے

3495: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3496: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

وقت اشہ استعمال کرو کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔

3497- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ حُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ أَكْحَالِكُمْ الْإِثْمُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم لوگ جو سرمہ استعمال کرتے ہو اس میں سب سے بہتر اشہ ہے جو بینائی کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔

اشہ سرمہ لگانے کی اہمیت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم سفید کپڑے پہنو اس لئے کہ تمہارے لئے بہترین کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو سفید کپڑوں میں کفناؤ، نیز تمہارے لئے بہترین سرمہ "اشہ" ہے کیونکہ وہ تمہاری پلکوں کے بال اگاتا ہے اور آنکھ کی بینائی کو بڑھاتا ہے ابوداؤد ترمذی نے اس روایت کو لفظ "موتا کم" تک نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث: 116)

مردوں کو سفید کپڑے میں کفنانے کا حکم استحباب کے طور پر ہے چنانچہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ کفن کا کپڑا اگر سفید ہو تو اولیٰ بہتر ہے ورنہ تو مردوں کے کفن کے لئے برد (یعنی دھاری دار کپڑا) اور کتان کے کپڑے اور عورتوں کے کفن کے لئے ریشمی، زعفرانی اور سرخ رنگ کے کپڑے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ مرد ہو یا عورت اس کے لئے اس کی زندگی میں جن کپڑوں کا استعمال جائز ہے مرنے کے بعد انہیں کپڑوں کا کفن دینا بھی جائز ہے۔ "اشہ" اسی سرمہ کو کہتے ہیں جو عام طور پر ہمارے یہاں استعمال ہوتا ہے، اس سرمہ کے استعمال کے بارہ میں یہ افضل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے پیش نظر اسے سوتے وقت لگایا جائے پھر یہ کہ سوتے وقت سرمہ لگانا اپنے فوائد کے اعتبار سے بہت زیادہ تاثیر رکھتا ہے۔

بَابُ مَنْ اُكْتَحَلَ وَتَرَا

یہ باب ہے کہ جو شخص طاق تعداد میں سرمہ لگائے

3498- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ الْحَمِيرِ عَنْ أَبِي سَعْدٍ الْخَيْرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُكْتَحَلَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جس شخص نے سرمہ لگانا ہو وہ طاق تعداد میں لگائے، جو شخص ایسا کرے گا تو وہ اچھا کرے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا

تو اس پر کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

3499- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ عُبَادِ بْنِ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكْحَلَةٌ يَكْتَحِيلُ مِنْهَا ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ

۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے آپ ہر آنکھ میں تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصفہانی سرمہ (برابر) لگایا کرو، کیونکہ وہ سرمہ بینائی کو روشن کرتا ہے اور بالوں یعنی پلکوں کو اگاتا ہے جو آنکھوں کی زیبائی و حفاظت کی ضامن ہوتی ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لمبی سرمہ دانی تھی، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ رات میں تین بار اس آنکھ میں اور تین بار اس آنکھ میں سرمہ لگاتے تھے (یعنی مسلسل تین سلائی دانیوں میں آنکھ میں اور تین سلائی دانیوں میں آنکھ میں لگاتے تھے)۔ (ترمذی، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم، رقم الحدیث، 399)

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ "اثمد" مطلق سرمہ کو کہا جاتا ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ "اثمد" ایک مخصوص قسم کے سرمہ کو کہا جاتا ہے اور بعض حضرات کے قول کے مطابق وہ مخصوص قسم اصفہانی سرمہ ہے جو آنکھ سے بہنے والے پانی کو روکتا ہے، آنکھ کے اندر اگر زخم پیدا ہو جاتے ہیں اور یا سوزش ہوتی ہے تو اس کو دفع کرتا ہے اور آنکھ کی رگوں کو جو روشنی کا ذریعہ ہیں طاقت دیتا ہے خاص طور پر بڑی عمر والوں اور بچوں کے حق میں زیادہ فائدہ مند رہتا ہے۔ ایک روایت میں بالاثمد کے بجائے بالاثمد المروح کے الفاظ ہیں یعنی وہ سرمہ جس میں خالص مشک مخلوط ہو۔ "روزانہ رات میں" سے ہر روز رات میں سونے سے پہلے "مراد" ہے جیسا کہ ایک روایت میں وعند النوم کے الفاظ منقول بھی ہیں، رات میں سونے سے پہلے سرمہ لگانے میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ سرمہ کے اجراء آنکھوں میں زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں اور اس کے اثرات آنکھ کے اندرونی پردوں اور جھیلوں تک اچھی طرح سرایت کرتے ہیں۔

بَابُ النَّهْيِ أَنْ يَتَدَاوَى بِالْخَمْرِ

یہ باب شراب کو دوا کے طور پر استعمال کرنے کی ممانعت میں ہے

3500- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أُنْبَأَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عُلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ طَارِقِ بْنِ سُوَيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ بَارِضَنَا أَعْنَابًا نَعْتَصِرُهَا فَتَشْرَبُ مِنْهَا قَالَ لَا فَرَأَيْتَهُ قُلْتُ إِنَّا نَسْتَشْفِي بِهِ لِلْمَرِيضِ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِشِفَاءٍ وَلَكِنَّهُ دَاءٌ

۞ حضرت طارق بن سويد حضری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے علاقے میں انگور

ہوتے ہیں، کیا ہم اس کا رس نہ چڑھ کر اس کو پی لیا کریں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، میں نے آپ ﷺ سے دوبارہ اس بارے میں دریافت کرتے ہوئے عرض کی: ہم اس کے ذریعے بیماروں کا علاج کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ شفاء نہیں ہے بلکہ یہ بیماری ہے۔

بَابِ الْإِسْتِشْفَاءِ بِالْقُرْآنِ

یہ باب قرآن کے ذریعے شفاء حاصل کرنے میں ہے

3501- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَائِمٍ حَدَّثَنَا سَعَادُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الدَّوَاءُ الْقُرْآنُ

•• حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”سب سے بہترین دواء قرآن ہے۔“

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو مومنین کے شفا اور رحمت ہے، اور ظالموں کے لیے سوا نقصان کے اور کچھ زیادتی نہیں ہوتی۔ (بنی اسرائیل: ۸۲)

قرآن مجید کا روحانی امراض کے لیے شفا ہونا:

قرآن مجید روحانی امراض کے لیے بھی شفا ہے اور جسمانی امراض کے لیے بھی شفا ہے۔ قرآن مجید کا روحانی امراض کے لیے شفا ہونا اس طور پر ہے کہ روحانی امراض یا تو عقائد فاسدہ ہیں یا اعمال فاسدہ ہیں، عقائد فاسدہ میں سے دہریت کا عقیدہ ہے کہ اس جہان کا کوئی پیدا کرنے والا نہ ہو، اور شرک کا عقیدہ ہے کہ اس جہان کے بہت پیدا کرنے والے ہوں، اور بت پرستی کا عقیدہ ہے اور انکار نبوت کا عقیدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ماننے کا عقیدہ ہے یہ تمام عقائد خراب اور فاسد ہیں اور قرآن مجید میں ان کے خلاف قوی دلائل قائم کیے ہیں جس سے شرک اور بت پرستی کی بیخ کنی ہو جاتی ہے، اسی طرح خراب اور فاسد اعمال ہیں۔ مثلاً زنا کرنا، عمل قوم لوط کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، قرآن مجید نے ایسے تمام کاموں کی خرابی اور قباحیت بیان کی، ان کاموں پر دنیا اور آخرت کا خسارہ بیان کیا اور ان کے مقابلہ میں نیک کاموں کی دنیا اور آخرت میں فضیلت بیان کی ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں میں غیر اخلاقی کاموں کی عادت اور ان سے محبت ہے، جیسے تکبر، حسد، حرص، بخل، اور ظلم وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان اخلاقی عیوب کی برائی کو واضح کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں تواضع، لوگوں کی بھلائی چاہنا، قناعت، سخاوت اور عدل وغیرہ کی دنیا اور آخرت میں فضیلت بیان فرمائی ہے، اور اس طرح وعظ اور نصیحت فرمائی ہے اور دلوں میں اس طرح خوف خدا بٹھایا ہے جس سے دلوں پر جو

معصیت کا نیک جزا ہوا ہے وہ محل کر صاف ہو جاتا ہے اور گناہوں سے محبت جاتی رہتی ہے، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کے دل میں نورانیت ہے اس کا معیار یہ ہے کہ جس انسان کے دل میں نیک کام کرنے کے خیال آئیں اور برے کاموں سے اس کا دل متنفر ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں نورانیت ہے اور اس کا دل اور دماغ صحت مند ہے اور بیمار نہیں ہے اور اس میں روحانی امراض نہیں ہیں۔

قرآن مجید کا جسمانی امراض کے لیے شفا ہونا

جسمانی امراض کے لیے قرآن مجید کے شفا ہونے پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں: حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعض اصحاب عرب کے کسی قبیلہ میں گئے، اس قبیلہ کے لوگوں نے ان کی ضیافت نہیں کی، اسی دوران اس قبیلہ کے سردار کو بچھونے ڈنک مار دیا، ان لوگوں نے ان صحابہ سے کہا کیا تم لوگوں میں سے کسی کے پاس روا ہے یا کوئی دم کرنے والا ہے؟ صحابہ نے کہا تم لوگوں نے ہماری ضیافت نہیں کی تھی، ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک کہ تم اس کی اجرت نہیں دو گے، تو انہوں نے صحابہ کے لیے بکریوں کا ایک ریوڑ طے کیا، پھر (ایک صحابی نے) سورۃ فاتحہ پڑھ رک دم کیا اور اس پر اپنے تھوک کی پھینکیں ڈالیں وہ تندرست ہو گیا پھر وہ (طے شدہ) بکریاں لے آئے، صحابہ نے کہا ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے جب تک کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھ نہ لیں، انہوں نے آپ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے ان بکریوں کو لے لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ دوسری روایت رقم الحدیث: ۵۷۳۷ میں یہ الفاظ ہیں: صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے کتاب اللہ کی اجرت لی ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۶، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۹۰۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۵۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۱)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح قبض کر لی گئی تھی اس مرض میں آپ اپنے اوپر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرماتے تھے، اور جب آپ زیادہ بیماری ہو گئے تو میں پڑھ کر دم کرتی تھی، اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو، ابن شہاب نے کہا آپ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم فرماتے پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۵۱، سوط امام مالک رقم الحدیث: ۵۸۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۰۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۲۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۶۳)

نشرہ اور مریضوں پر دم کرنے کا حکم

نشرہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کو لکھا جائے یا قرآن کریم کی کوئی آیت لکھی جائے پھر اس کو پانی سے دھویا جائے، پھر وہ دھوون مریض کو پلایا جائے یا مریض کے جسم پر لگایا جائے، سعید بن مسیب نے اس کو جائز کہا اور مجاہد اس کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حضرت عائشہ معوذتین کو پانی پر پڑھتیں پھر مریض پر وہ پانی انڈیل دیتیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نثرہ کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا یہ عمل شیطان سے ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۸)

حافظ ابن عبد البر نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ اگر ایسی چیز کو پڑھ کر دم کیا جائے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خارج ہو اور اس میں غیر شرعی کلمات ہوں تو پھر وہ عمل شیطانیان سے ہے۔

حضرت عوف بن مالک انجلی بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا تم جو دم کرتے وہ مجھ پر پیش کرو، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۰۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۶)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں دم کرنے سے منع فرمادیا پھر عمرو بن حزم کی آل کے لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! ہمیں ایک دم آتا ہے جس سے ہم بچھو کے ڈنک کا علاج کرتے تھے، اور اب آپ نے دم کرنے سے منع فرمادیا ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنے دم پر مجھ پر پیش کرو، پھر آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔

تعویذ لٹکانے کا حکم

امام مالک نے کہا جب تعویذ لٹکانے سے یہ ارادہ نہ ہو کہ اس سے نظر نہیں لگے گی یا کوئی بیماری نہیں ہوگی تو تعویذ لٹکانا جائز ہے، کسی بھی تندرست آدمی کے گلے میں تعویذ لٹکانا جائز نہیں ہے، اور کسی مصیبت کے نازل ہونے کے بعد گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، جبکہ اس تعویذ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے ہوئے ہوں اور اس توقع پر تعویذ لٹکایا جائے کہ اس سے مصیبت ٹل جائے گی اور شفا حاصل ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جاتا ہو تو وہ یہ کہے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبه وسوء عقابه ومن شر الشیاطین وان یحضرین۔ میں اللہ کے غضب اور اس کی بری سزا سے اور شیاطین کے شر سے اور ان کے حاضر ہونے سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو اپنے سمجھ دار بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نا سمجھ بچوں کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۸۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱، کتاب الدعاء للقرطبی رقم الحدیث: ۱۰۸۶)

المسند رک ج ۱ ص ۵۲۸، کتاب الاسماء والصفات ج ۱ ص ۳۰۴

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے گلے میں کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کیا جائے گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۲) اور حضرت ابن مسعود نے اپنی ام ولد کے گلے میں ایک تعویذ لٹکا ہوا دیکھا تو سختی سے پکڑ کر اس کو کھینچا اور کاٹ دیا اور کہا ابن مسعود کی آل شرک سے مستغنی ہے اور کہا تعویذ، دم اور تولہ شرک ہیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۶)

(۲۸۸۹) ان سے پوچھا تو کہ کیا ہے انہوں نے کہا عورت کا اپنے خاوند کی محبت حاصل کرنے کے لیے دم کرائے، ان تمام کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسے دم اور تعویذ پر محمول ہیں جو زمانہ جاہلیت میں کیے جاتے تھے اور ان کا اعتقاد ہوتا تھا کہ یہ ان کو بچالیں گے اور بلا اور مصیبت کو ان سے دور کر دیں گے، اور حضرت ابن مسعود نے اس تعویذ پر رد کیا ہے جس میں قرآن کریم کے الفاظ نہ ہوں اور ■ کا ہنوں اور جادو گروں کے الفاظ سے ماخوذ ہوں، کیونکہ قرآن مجید سے شفا حاصل کرنا خواہ اس کے گلے میں لٹکایا جائے یا نہ لٹکایا جائے شرک نہیں ہے۔ اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو فرمایا ہے جس نے کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کر دیا جائے گا تو جس نے قرآن مجید کو اپنے گلے میں لٹکایا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور اس کو کسی اور کے سپرد نہیں کرے گا کیونکہ قرآن سے شفا حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ پر توکل ہوتا ہے اور اسی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔

(المجامع الاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۸۸-۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ظالموں کے لیے قرآن مجید کا مزید گمراہی کا سبب ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالموں کے لیے سوائے نقصان کے اور کچھ زیادتی نہیں ہوتی۔ چونکہ مرض کا زائل کرنا اس پر موقوف ہے کہ انسان صحت اور تندرستی کے اسباب کو حاصل کرے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے شفا کا اور پھر رحمت کا ذکر فرمایا اور یہ بتایا کہ شفا اور رحمت کا قوی سبب قرآن مجید ہے، پھر فرمایا کہ قرآن مجید صرف مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے اور کافروں اور ظالموں کے لیے قرآن مجید مزید گمراہی اور نقصان کا سبب ہے، کیونکہ جب مشرکین قرآن مجید سنتے ہیں تو ان کے غیظ و غضب اور کینہ اور حسد میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے ہیں اور شر اور فساد کی کارروائیاں کرتے ہیں، اور یوں ان کی گمراہی اور دین اور دنیا کے خسارہ میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

بَابُ الْحِنَاءِ

یہ باب مہندی استعمال کرنے کے بیان میں ہے

3502- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا فَاذِلُّ مَوْلَى عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ حَدَّثَنِي مَوْلَايَ عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي جَلَّتِي سَلَمَى أُمُّ رَافِعٍ مَوْلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ لَا يُصِيبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرْحَةٌ وَلَا شَوْكَةٌ إِلَّا وَضَعَ عَلَيْهِ الْحِنَاءَ

سیدہ ام رافع سلمہ رضی اللہ عنہا جو نبی اکرم ﷺ کی کنیز ہیں وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی زخم لگ جاتا یا کانٹا چھ جاتا تو آپ ﷺ اس پر مہندی لگالیا کرتے تھے۔

شرح

حضرت سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں کہتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی شخص نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے سر کی (ایسی) بیماری کی شکایت کرتا (جس کا تعلق خون کی زیادتی و دباؤ سے ہوتا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کھجری ہوئی سینگی کچاؤ اور جو شخص پاؤں کے درد کی شکایت کرتا یعنی ایسا درد جو گرمی حرارت کی بنا پر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ پیروں پر مہندی لگا لو۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 471)

دیئے تو یہ حدیث مطلق ہے کہ اس کے حکم میں مرد و عورت، دونوں شامل ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ مرد صرف ٹکڑوں پر مہندی لگنے پر اکتفا کرے۔ اور ناخنوں پر لگانے سے اجتناب کرے تاکہ عورتوں کی مشابہت سے حتی الامکان اختراز ہوتا چاہئے۔

مہندی اور دوسرے لگانے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جن چیزوں کے ذریعہ بڑھاپے یعنی بالوں کی سفیدی کو تھیل کیا جاسکتا ہے ان میں سب سے بہتر مہندی اور دوسرہ ہے۔“

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 380)

”کتم“ اور بعض حضرات کے قول کے مطابق کتم ایک گھاس کا نام ہے جو دوسرے کے ساتھ ملا کر بالوں پر خضاب کرنے کے کام میں لائی جاتی ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ کتم اصل میں دوسرے ہی کو کہتے ہیں بہر حال حدیث کے مفہوم کے بارے میں یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا یہ مراد ہے کہ مہندی اور دوسرے دونوں کو ملا کر خضاب کیا جائے یا مراد ہے کہ صرف مہندی یا صرف دوسرے کا خضاب کیا جائے؟ چنانچہ نہا یہ کہ قول کے مطابق بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں صرف کتم، یا صرف مہندی کا خضاب کرنا مراد ہے کیونکہ اگر کتم کو مہندی کے ساتھ ملایا جائے تو اس سے خضاب، سیاہ ہو جاتا ہے اور صحیح روایات میں سیاہ خضاب کی ممانعت مذکور ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ یہ اصل میں۔ ”بالحناء والکتم“ ہے (یعنی حرف واؤ کے بجائے او ہے) جس کا مطلب ہے کہ خضاب کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہئے مہندی کا خضاب کرے اور چاہئے کتم کا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طریق و اسانید سے منقول ہے اور سب نے بالحناء والکتم ہی نقل کیا ہے اگرچہ اس سے مذکورہ مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ حرف ”و“ مفہوم کے اعتبار سے حرف او کے معنی میں ہو سکتا ہے۔

بعض حواشی میں یہ لکھا ہے کہ صرف مہندی کا خضاب سرخ رنگ کا ہوتا ہے اور صرف کتم کا خضاب سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ بعض حضرات کے قول سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ خالص کتم کا خضاب سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور اگر کتم کو مہندی کے ساتھ ملا کر خضاب کیا جائے تو سرخ مائل بہ سیاہی رنگت پیدا ہو جاتی ہے اس صورت میں اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں کتم اور مہندی دونوں کا مرکب خضاب مراد ہے تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوگا۔

ملا علی قاری نے یہ لکھا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ کتم اور مہندی کے مرکب خضاب کی مختلف نوعیت ہوتی ہے اگر کتم کا جزء غالب ہو یا کتم اور مہندی دونوں برابر ہوں تو خضاب سیاہ ہوتا ہے اور اگر مہندی کا حصہ غالب ہو تو خضاب سرخ ہوتا ہے۔

عورتوں کیلئے مہندی لگانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنث مردوں پر لعنت فرمائی ہے اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عنثوں کو اپنے کو اپنے گھروں سے نکال باہر کرو۔" (بخاری، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 357)

عنث یا عنث (زیادہ صحیح عنث ہی ہے) کی اصل "عنث" ہے جس کے لغوی معنی نرمی اور شکستگی کے ہیں۔ عنث اس مرد کو کہتے ہیں جو عورتوں کا سالباس پہنے، عورتوں کی طرح ہاتھ پیروں کو مہندی کے ذریعہ رنگین کرے اور بات چیت میں عورتوں کا لب و لہجہ اختیار کرے اور اسی طرح جملہ حرکات و سکنات میں عورتوں کا انداز اپنائے، ایسے مرد کو ہماری بول چال میں اجڑا یا زانا بھی کہا جاتا ہے۔ عنث دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو خلقی کہ ان کے اعضاء جسم اور انداز میں خلقی اور جبلی طور پر عورتوں کی سی نرمی و چلک ہوتی ہے، گویا ان میں قدرتی طور پر عورتوں کے اوصاف و عادات ہوتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ بعض مرد اگرچہ اپنے اعضاء جسم اور خلقت و جبلت کے اعتبار سے مکمل مرد ہوتے ہیں مگر جان بوجھ کر اپنے کو عورت بنانا چاہتے ہیں چنانچہ وہ بات چیت کے انداز اور رہن سہن کے طور طریقوں میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنے فوطے اور عضو تناسل کو اکرنا مرد بھی بن جاتے ہیں، عنثوں کی اسی قسم کے حق میں لعنت و مذمت فرمائی گئی ہے، اس کے برخلاف پہلی قسم اس لعنت سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ تو معذوری کی شکل ہے اس میں اپنے قصد و اختیار کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اسی طرح عورتوں پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے جو اپنے آپ کو وضع قطع، رہن سہن اور لباس وغیرہ میں مردوں کے مشابہ بناتی ہیں۔

شرعہ الاسلام کی شرح میں لکھا ہے کہ مہندی لگانا عورتوں کے لئے مسنون ہے اور مردوں کے لئے بلاعذر لگانا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہے۔ اس قول سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے مہندی سے بالکل عاری رہنا مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں اس کی مردوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

خضاب لگانے میں حذر و اباحت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی اور عیسائی خضاب نہیں لگاتے لہذا تم ان کے خلاف کرو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 352)

مطلب یہ ہے کہ تم لوگ خضاب لگا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی مخالفت کو ظاہر کرو۔ واضح رہے کہ "خضاب" سے مراد وہ خضاب ہے جو سیاہ نہ ہو کیونکہ سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے، اس کی تفصیلی بحث آگے آئے گی، جہاں تک صحابہ وغیرہ کا تعلق ہے تو وہ مہندی کا سرخ خضاب کرتے اور کبھی کبھی زرد خضاب بھی کر لیا کرتے تھے چنانچہ مہندی کا خضاب لگانے کے بارے میں متعدد احادیث منقول ہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ مہندی کا خضاب مؤمن ہونے کی ایک علامت ہے، تمام علماء کے نزدیک مہندی کا خضاب لگانا جائز ہے، بلکہ بعض فقہاء نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے اس کو مستحب بھی کہا ہے اور اس کے فضائل میں وہ احادیث بھی

نقل کرتے ہیں اگرچہ ان احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

جمع البخاری میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں خضاب کرنے کا حکم ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جن کے بال کھجڑی یعنی کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہوں، بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں اور سیاہ بالوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہ گیا ہو، جیسا کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بال تھے، جن کے متعلق اگلی حدیث میں ذکر آ رہا ہے، اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ خضاب کے مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اور اس اختلاف کی بنیاد احوال کے مختلف ہونے پر ہے۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس حکم کا تعلق اس مسلم شہر و علاقہ کے لوگوں سے ہے جہاں خضاب لگانے کا عام دستور ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے شہر کے لوگوں کے تعامل و عادت سے اپنے آپ کو الگ رکھے گا تو غیر مناسب شہرت کا حامل ہوگا جو مکروہ ہے اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے بالوں کی سفیدی اس کے باوقار و پاکیزہ بڑھاپے کی علامت اس کے چہرے مہرے کی نورانیت اور خوشنمائی کا سبب ہو بلکہ، خضاب کرنے سے اس کی شخصیت کا وقار پھیکا پڑ جاتا ہو تو اس کے حق میں خضاب نہ کرنا ہی زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے اس کے برخلاف جس شخص کے بالوں کی سفیدی اس کے بدنما اور بے وقت بڑھاپے کی غماز ہو جس کی وجہ سے اس کی شخصیت کی دل کشی مجروح ہوتی ہو تو اس کو اپنا یہ عیب چھپانا اور خضاب لگانا زیادہ بہتر و مناسب ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد) ابو قحافہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا اور اسی دن انہوں نے اسلام قبول کیا ان کے سر اور داڑھی کے بال گویا ثغامہ تھے یعنی بالکل سفید تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ان بالوں کی سفیدی کو کسی چیز کے ذریعہ بدل ڈالو لیکن سیاہ رنگ سے اجتناب کرنا یعنی سیاہ خضاب استعمال نہ کرنا۔

(مسلم، مکتوۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 353)

ثغامہ "ایک قسم کی گھاس کو کہتے ہیں جس کے شگوفے اور پھل سفید ہوتے ہیں اس گھاس کو فارسی میں ورمغہ کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب مکروہ حرام ہے اور مطالب المؤمنین میں علماء کا یہ قول لکھا ہے کہ اگر کوئی غازی و مجاہد و دشمنان دین کی نظر میں اپنی ہیبت قائم کرنے کے لئے سیاہ خضاب کرے تو جائز ہے اور جو شخص اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے زینت و آرائش کی خاطر اور عورت کی نظر میں دل کش بننے کے لئے سیاہ خضاب کرے تو یہ اکثر علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مہندی اور وسہ (نیل کے پتے) کا خضاب کرتے تھے اور اسی خضاب کی وجہ سے ان کے بالوں کا رنگ سیاہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ سرخ مائل بہ سیاہی ہوتا تھا، اسی طرح اس سلسلے میں بعض دوسرے صحابہ کے متعلق جو روایات نقل کی جاتی ہیں وہ بھی اسی پر محمول ہیں۔ حاصل یہ کہ مہندی کا خضاب بالاتفاق جائز ہے۔

باب ابوالاہل

یہ باب اونٹوں کے پیشاب کے بیان میں ہے

3503 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهَنَّمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَاسًا مِنْ غُرَبَاءِ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَوَوْا الْمَدِينَةَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ خَرَجْتُمْ إِلَى دُوْدٍ لَنَا فَشَرِبْتُمْ مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَفَعَلُوا

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عربینہ قبیلے کے کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مدینہ منورہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ہمارے اونٹوں کے پاس چلے جاؤ اور ان کا دودھ اور ان کا (پیشاب پیو تو یہ ٹھیک رہے گا) تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

حلال جانوروں کے پیشاب کے نجس ہونے کا بیان

حنفی فقہاء بھی پیشاب کو نجس تو قرار دیتے ہیں مگر ضرورت کے وقت اس کا استعمال جائز قرار دیتے ہیں۔ کیا اضطرار کی حالت مراد ہے؟ اگر ہاں تو ہم جانتے ہیں کہ حدیث کے مطابق سارے مدینے میں یہ بیماری پھیلی تھی تو باقی لوگوں نے جس طرح علاج کیا ہوگا ان لوگوں کا علاج بھی اسی طریقے کے مطابق ہونا چاہیے تھا؟ اور اگر ان لوگوں کے لیے حلال طریقہ علاج موجود نہیں تھا اور ان کے لیے اضطرار کی حالت پیدا ہو گئی تھی تو باقی مدینہ کے لوگوں کے لیے کیا اضطرار کی حالت نہیں تھی؟ کیوں کہ اضطرار کی حالت اس وقت پیدا ہوگی جب حلال طریقہ علاج موجود نہ ہو۔ تو باقی مدینہ کے لوگوں نے اس بیماری کا علاج کیسے کیا تھا؟

شمس اللائمہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں کہ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت بیان کی ہے اس میں اونٹنیوں کے دودھ پینے کا ذکر ہے پیشاب پینے کا نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس کا ذکر حمید کی روایت میں بھی ہے (یاد رہے کہ ہم نے مسلم کی جو روایات لکھیں ہیں ان میں سب سے پہلی روایت کے سب سے آخری راوی جنہوں نے یہ روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی وہ حمید ہی ہیں۔

مگر اس روایت میں پیشاب پینے کا ذکر بھی ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ علامہ سرخسی حنفی کوئی روایت اس واقعے سے متعلق ایسی بھی جانتے تھے جس میں صرف دودھ پینے کا ذکر تھا پیشاب پینے کا نہیں تھا۔ حمید کی وہ روایت کہاں گئی؟ کیوں کہ اگر صرف دودھ سے علاج مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ مگر حمید کی بیان کردہ مسلم کی روایت کے حضرت انس کے بعد سب سے پہلے راوی تو خود حمید ہی ہیں تو کیا انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو قسم کی روایات بیان کیں تھیں ایک میں صرف دودھ پینے کا تذکرہ تھا اور ایک میں دودھ اور پیشاب دونوں کا۔

حمید کی روایت میں کہیں صرف دودھ سے علاج کرنا بیان کرتے ہیں اور کہیں دودھ اور پیشاب دونوں سے علاج کرنا بیان کرتے ہیں۔

علامہ سرخسی حنفی اسی بنیاد پر کہ روایات میں دو احتمال ہیں کہیں دودھ اور کہیں دودھ اور پیشاب پینے کا۔ اس بات کو صحیح نہیں گردانتے کہ پیشاب پاک ہے بلکہ کہتے ہیں کہ انہیں دو احتمالات کی وجہ سے پیشاب کی طہارت پر حجت نہیں ہے۔
کیا علامہ سرخسی حنفی کی یہ بات قرین قیاس نہیں ہو سکتی؟

علامہ ہدرا الدین عینی حنفی نے لکھا کہ اس معاملے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرنا زیادہ بہتر ہے کہ جس میں پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے کیوں کہ اس عذاب قبر کا خطرہ ہے اور اس حدیث کا تقاضہ ہے کہ ہر قسم کے پیشاب سے اجتناب کیا جائے، یعنی علامہ عینی کے نزدیک پیشاب پینے کی احادیث سے بہتر ہے کہ پیشاب سے بچنے کی حدیث سے استدلال کیا جائے اور ہر قسم کے پیشاب سے بچا جائے۔ کیا علامہ عینی کی یہ بات زیادہ قرین قیاس نہیں ہو سکتی اگر نہیں تو کیوں؟
یہی علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرام چیزوں سے علاج کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جب یہ بات معلوم ہے کہ جانوروں کے پیشاب نجس ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات نجس ہیں اور ہمارے فقہاء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلانا علاج کی ضرورت سے تھا۔ اور ہمارے نزدیک خمر (انگور کی شراب) اور دیگر نشہ آور چیزوں کے سوا ہر نجس چیز سے علاج کرنا جائز ہے۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ ہر انسان کا علاج اس کی عادات کے مطابق کرنا چاہیے کیوں کہ وہ لوگ تنوار اور جنگلی تھے ان کی عادت تھی کہ وہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پی لیتے تھے اور وہ جنگلوں میں رہنے والے تھے جب وہ شہر میں آئے تو نامناسب آب و ہوا کی وجہ سے بیمار پڑ گئے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مانوس اور مزاج کے مطابق غذا کی ہدایت کی۔ (علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلیفہ دستانی ابی مالکی۔ اکمال اکمال العلم)

پیشاب سے بچنے کا حکم اور ائمہ کرام کی تصریحات کا بیان

صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا:

"ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور انہیں کسی بڑی چیز کی بنا پر عذاب نہیں ہو رہا، یا یہ فرمایا: پھر فرمایا: کیوں نہیں، ان میں سے ایک شخص تو پیشاب سے بچتا نہیں تھا، اور دوسرا شخص چٹلی اور غیب کرتا تھا۔"

اور صحیح مسلم میں بھی یہی حدیث وارد ہے، اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اور دوسرا شخص پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔"

میرا سوال یہ ہے کہ حدیث میں استنار اور تنزہ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس میں کیا فرق ہے، اور دونوں روایتوں میں موافقت کیسے دی جا سکتی ہے؟

یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو دو انسانوں کو ان کی قبر میں عذاب دیے جانے کی آواز سنی تو نبی صلی

اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور انہیں عذاب کسی بڑی چیز کی بنا پر نہیں ہو رہا، پھر فرمایا: کیوں نہیں، ان میں سے ایک شخص تو اپنے پیشاب سے بچتا نہیں تھا، اور دوسرا چٹلی اور غیب کرتا تھا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک سبز ٹہنی منگوائی اور اسے دو ٹکڑے کر کے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔

کسی نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوگی یا ان کے خشک ہونے تک ان پر تخفیف کی جائیگی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: (216) صحیح مسلم رقم الحدیث: (292)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۷۰۸ ہجری لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرنا بہتر ہے پیشاب (کی چھینٹوں) سے اجتناب کرو کیوں کہ عموماً عذاب قبر پیشاب کے سبب سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ اور امام ابن خزیمہ اور دیگر ائمہ حدیث نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس حدیث کی وعید کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر قسم کے پیشاب سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ (علامہ بدرالدین عینی حنفی، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ المطابع الممیر یہ مصر)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ لا یستنزہ عن البول او من البول اور نسائی کی روایت میں ہے: لا یستبرئ من بولہ

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "لا یستبرئ من بولہ" اس میں تین روایات ہیں: "یستبرئ" "دواء کے ساتھ اور" "یستنزہ" "زاء اور ہاء کے ساتھ اور" "یستبرئ" "باء اور حمزہ کے ساتھ، یہ سب روایات صحیح ہیں اور ان کا معنی یہ ہے کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے اجتناب اور احتراز نہیں کرتا تھا۔ (شرح مسئلہ للنووی (3/281)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

قولہ: "لا یستبرئ" اکثر روایات میں ایسا ہی ہے، اور ابن عساکر کی روایت میں "یستبرئ" کے لفظ ہیں، اور مسلم اور ابو داؤد کی اعش سے مروی روایت میں "یستنزہ" کے لفظ ہیں۔

اکثر روایات کی بنا پر "یستبرئ" کا معنی یہ ہوگا کہ: اپنے اور پیشاب کے درمیان آڑ نہیں کرتا تھا یعنی وہ اس کے چھینٹوں حفاظت نہیں کرتا تھا، تو لا یستنزہ والی روایت کے موافق ہو جائیگا کیونکہ تنزہ ابعاد کو کہا جاتا ہے۔

اور ابو نعیم کی المستخرج میں وکیع عن الاعش کے طریق سے روایت میں ہے کہ: "لا یتوقع" اور یہ تفسیر ہے کہ اس سے کیا مراد ہے، اور بعض علماء نے اسے اپنے ظاہر پر ہی رکھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ نہیں چھپاتا تھا۔

یاد "الاستبراء" والی روایت تو بچاؤ کے اعتبار سے زیادہ بلیغ ہے۔

ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ: اگر استبراء کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ صرف شرمگاہ تنگی کرنا ہی مذکورہ عذاب کا سبب ہے، اور حدیث کا سیاق و سباق اس کی دلیل ہے کہ عذاب قبر کا باعث تو خاص پیشاب تھا، اس کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے ابن

ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث کو صحیح کہا ہے کہ طہر کا اکثر عذاب پیشاب سے ہے "یعنی پیشاب سے نہ بچنا مذاب طہر کا باعث ہے، وہ کہتے ہیں: اس کی تائید حدیث میں "من" کے الفاظ سے ہوتی ہے، جب اس کی اضافت بول کی طرف ہوئی تو استنار کی نسبت جو معدوم تھی بول کی طرف ہے وہ عذاب کا سبب ہے۔

دوسرے معنوں میں اس طرح کہ: عذاب کا ابتدائی سبب پیشاب ہے، اور اگر اسے صرف شرمگاہ بجلی کرنے پر ہی محمول کر لیا جائے تو یہ معنی زائل ہو جائیگا، تو اسے مجاز پر محمول کرنا متعین ہو گیا تا کہ سب احادیث کے الفاظ ایک معنی پر جمع ہو جائیں، کیونکہ اس کا مخرج ایک ہی ہے، اور اس کی تائید مسند احمد کی ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث سے ہوتی ہے جو کہ ابن ماجہ میں بھی ہے۔
"ان میں سے ایک کو پیشاب کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

اور طبرانی میں بھی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس جیسی ہی حدیث ملتی ہے۔ (فہم الباری (۱/ 318) منعی کہتے ہیں۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ ان میں سے ایک کے عذاب کا سبب یہ تھا کہ: "اس لیے کہ وہ پیشاب سے اجتناب اور بچاؤ اختیار نہیں کرتا تھا" یا اس لیے کہ وہ اپنے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا یعنی وہ اپنے اور اپنے پیشاب کے مابین آڑ نہیں کرتا تھا تا کہ چھینٹے پڑنے سے بچ سکے، یا اس لیے کہ وہ بچتا نہیں تھا، یہ سب الفاظ روایات میں وارد ہیں، اور سب کے سب پیشاب سے بچنے اور اس کے چھینٹوں کے پڑنے کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔ (بل السلام ج 1، ص 119-120) خلاصہ یہ ہوا کہ صحیح روایات کے الفاظ یہ ہیں۔

"لا یستر" اور "لا یستبرء" اور "لا ینتزه" یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ آئمہ کرام کی کلام بیان ہو چکی ہے، اور اس میں اختلاف اصل کلمہ اور اس کے لغوی اشتقاق میں ہے لہذا کلمہ "لا یستر" استنار سے ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے اور اپنے پیشاب کے مابین آڑ نہیں کرتا تھا۔

اور "لا یستبرء" استبراء سے ہے جو کہ صفائی اور حفاظت کے معنی ہے، اور "لا ینتزه" کا لفظ تنزه سے ہے اور اس کا معنی ابعاد اور دوری ہے۔

بَابُ يَقَعُ الذُّبَابُ فِي الْإِنَاءِ

یہ باب ہے کہ جب کوئی مکھی کسی برتن میں گر جائے

3504 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ ابْنِ أَبِي ذُنُبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي أَحَدِ جَنَاحِي الذُّبَابِ سُمٌّ وَفِي الْآخَرِ شِفَاءٌ فَإِذَا وَقَعَ فِي الطَّعَامِ فَاْمَقْلُوهُ فِيهِ فَإِنَّهُ يَقْدِمُ السُّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ

• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

کھسی کے ایک پڑ میں زہر ہے اور دوسرے میں شفا ہے تو جب وہ کھانے میں گرتی ہے تو تم اُسے اُس میں ڈبو دو کیونکہ وہ زہر والے پڑ کو آگے رکھتی ہے اور شفا والے کو پیچھے رکھتی ہے۔

3505- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَقَعَ الذُّهَابُ فِي شَرَابِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ فِيهِ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ فَإِنَّ لِي أَحَدَ جَنَاحَيْهِ ذَا آءٍ وَلِي الْأُخْرَى شِفَاءً

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

جب کھسی تمہارے مشروب میں گر جائے تو آدنی کو چاہیے کہ وہ اُسے اُس میں ڈبو دے پھر اُسے نکال دے کیونکہ اُس کے ایک پڑ میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔

بَابُ الْعَيْنِ

یہ باب نظر لگ جانے کے بیان میں ہے

3506- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَعْمَانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حِمْصٍ عَنْ أُمِّهِ بْنِ هِنْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَيْنُ حَقٌّ

• عامر بن ربیعہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: نظر لگنا حق ہے۔

نظر بد اور اس کے دم کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک کے ذریعہ نظر بد، دنگ اور نملہ کا علاج کرنے کی اجازت دی ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 456)

افسوس "سے مراد وہ جھاڑ پھونک ہے، جس میں حصول شفا کے لئے منقول دعائیں اور قرآنی آیات پڑھی جاتی ہیں، "نظر بد" ایک حقیقت ہے جس کو بعض حضرات نے "زہر" سے تعبیر کیا ہے ان حضرات کا کہنا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پھو کے ڈنک اور سانپ کے منہ میں زہر رکھا ہے اسی طرح بعض آدمیوں کی آنکھوں میں بھی زہر رکھا ہے کہ ان کی نظر جس چیز کو بھی لگ جاتی ہے خواہ وہ انسان ہو یا مال و اسباب، زمین جائیداد ہو یا کھیتی و باغات اور جانور ہو، اس کو کھا جاتی ہے۔ چنانچہ نظر بد کے دافعہ کے لئے دعا و تعویذ اور جھاڑ پھونک نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لئے مختلف دعائیں بھی ارشاد

3507: أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ فِي "الصَّحِيحِ" رَقْمَ الْحَدِيثِ: 3320 وَرَقْمَ الْحَدِيثِ: 5782

3508: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

زبان ہیں۔ "ایک" سے مراد ہر یلہ ڈنک ہے جیسے پھوکا ڈنک، سانپ کا ڈنکا بھی اسی کے حکم میں ہے اگر کسی شخص کو پھوڑا ڈنک مار دے تو اس کا زہر اتارنے کا بہترین ذریعہ جھاڑ پھونک ہے۔ "نملہ" اصل میں چوٹی کو کہتے ہیں لیکن یہاں وہ پھوڑا یا سانپ اس لئے اس کا زہر اتار دے کہ پہلو میں ہو جایا کرتا ہے، کبھی یہ پھوڑا چھوٹی چھوٹی پھنسیوں کی صورت میں بھی ہوتا ہے جو پھل کے اوپر نکل آتی مراد ہے جو آدمی کے پہلو میں آدی کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے چوٹیاں رینگ رہی ہوں اور غالباً اسی مناسبت سے اس پھوڑے کو نملہ کہا ہے۔ نملہ پھوڑے میں آدمی کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے چوٹیاں رینگ رہی ہوں اور غالباً اسی مناسبت سے اس پھوڑے کو نملہ کہا گیا ہے اور اگر نملہ چھوٹی چھوٹی پھنسیوں کی صورت میں ہو تو اس میں وجہ مشابہت یہ ہوگی کہ وہ پھنسیاں چوٹیوں کی طرح پھیلی اور بھری ہوتی ہیں۔ واضح رہے کہ جھاڑ پھونک کے ذریعہ ہر مرض کا علاج کرنا جائز ہے، اس صورت میں خاص طور پر ان تین چیزوں کا ذکر محض اس لئے کیا گیا ہے کہ دوسرے امراض کی نسبت ان تینوں میں جھاڑ پھونک کا اثر زیادہ اچھا ہوتا ہے اسی طرح جس روایت میں بطور حصر یہ فرمایا گیا ہے کہ جھاڑ پھونک صرف ان تین چیزوں میں جائز ہے اس کی تاویل بھی یہی ہوگی علاوہ ازیں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب جن الفاظ و کلمات کے ذریعہ جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے ان سے اجتناب کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں مسلمانوں کو جھاڑ پھونک کرنے سے منع فرمادیا تھا پھر جب ان تینوں چیزوں میں جھاڑ پھونک کی اہمیت اور لوگوں کو اس سے حاصل ہونے والے فائدے کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین چیزوں میں منتر پڑھ کر پھونکنے کی اجازت دیدی بشرطیکہ اس منتر میں شرکانہ الفاظ و کلمات استعمال نہ ہوں یہاں تک کہ بعد میں اس اجازت کو عام کر دیا گیا کہ کسی بھی مرض میں منقول دعاؤں اور قرآنی آیات کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی جاسکتی ہے۔

نملہ کے منتر کا بیان

حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک دن) میں ام المؤمنین حضرت حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور مجھ کو (دیکھ کر) فرمایا کہ کیا تم ان کو (یعنی حصہ کو) نملہ کا منتر نہیں سکھا دیتیں جس طرح کہ تم نے ان کو لکھنا سکھایا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح، جلد چہارم، رقم الحدیث، 491)

شفاء بنت عبد اللہ بن شمس کی بیٹی اور قریشی عدوی ہیں ان کا اصلی نام لیلی تھا اور شفاء لقب تھا جو اتنا مشہور ہوا کہ اصل نام پر غالب آ گیا، انہوں نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا اونچے درجہ کی عاقلہ فاضلہ عورتوں میں سے تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو قیلولہ کے لئے ان کے یہاں تشریف لے جاتے اور وہاں آرام فرماتے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بستر اور لنگی کا انتظام کر رکھا تھا تا کہ آرام کے وقت یہ دونوں چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ "نملہ" کے بارے میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ ان پھنسیوں کو نملہ کہتے ہیں جو پسلیوں پر نکلتی ہیں اور بہت تکلیف پہنچاتی ہیں، جو شخص ان پھنسیوں میں مبتلا ہوتا ہے، اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان پھنسیوں کی جگہ چوٹیاں رینگ رہی ہوں اور لگتا گبا اسی مناسبت سے ان پھنسیوں کو نملہ چوٹی کہا جاتا ہے۔

حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں ان نملہ کے دفعیہ کے لئے منتر پڑھ کر جھاڑ پھونک کرتی تھیں، جب انہوں نے اسلام

قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے اور یہ بھی وہاں پہنچیں تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے زمانہ جاہلیت میں نملہ کے دفعیہ کے لئے ایک منتر پڑھا کرتی تھیں، اب چاہتی ہوں کہ وہ منتر پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناؤں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں حکم دیں کہ اس منتر کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منتر کو سن کر اس کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنے کی اجازت دیدی اور پھر فرمایا کہ یہ منتر حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی سکھا دو۔ "رقیہ نملہ" سے مراد وہ چند کلمات ہیں جو عرب کی عورتوں میں مشہور تھے، جن کو وہ رقیہ نملہ کہتی تھیں ورنہ نملہ کا جو منتر حقیقی منتر تھا وہ تو دراصل خرافات کا مجموعہ تھا جس کو پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تھا ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس منتر کے سکھانے کا حکم کیوں فرماتے وہ مشہور کلمات جن کو عرب کو عورتیں رقیہ نملہ کہتی تھیں یہ ہیں الغروس تستعل وتختضب وتکعل وکل شیء تفتعل غیر انہا والا نقصی الرجل یعنی دلہن کو چاہئے کہ مانگ چوٹی اور زیب و زینت کرے، ہاتھ پاؤں رنگے، سرمہ لگائے بر بات کرے مگر مرد کی نافرمانی نہ کرے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاء سے یہ فرمانا کہ حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نملہ کا منتر سکھا دو حقیقت میں تعریض کے طور پر تھا اور اس کا ایک خاص پس منظر تھا اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک راز کی بات سنائی تھی، لیکن حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو فاش کر دیا اس کا ذکر قرآن کریم کی سورت تحریم میں بھی کیا گیا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاء سے مذکورہ ارشاد فرما کر گویا حضرت حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیحت کی اور ان کو متنبہ کیا کہ تم نے میرے بتائے ہوئے راز کو ظاہر کر کے شوہر کی نافرمانی کی ہے جو نہ صرف تمہارے مقام و مرتبہ کے منافی بات ہے بلکہ وفا شعار عورت کی اس خصوصیت کے بھی منافی ہے کہ وہ شوہر کی نافرمانی کرنا گوارا نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کی ممانعت منقول ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تعلم الکتابۃ اس کے برخلاف اس حدیث میں اس کا جواز ثابت ہوتا ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق اس وقت سے ہو جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت ارشاد نہیں فرمائی تھی گویا ممانعت والی حدیث بعد کی ہے اور یہاں جو حدیث نقل کی گئی ہے وہ پہلے کی ہے۔

بعض حضرات اس بارے میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی ایک خاص حیثیت تھی اس بنا پر بعض احکام و فضائل میں بھی ان کو مخصوص رکھا گیا ہے لہذا ممانعت کا تعلق اور تمام عورتوں سے ہے کہ ان کا اس فتنہ و برائی میں مبتلا ہو جانا ممکن ہے جو مذکورہ ممانعت کی بنیاد ہے۔ جب کہ ازواج مطہرات کے بارے میں اس طرح کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے اس لئے ان کو لکھنا سیکھنے کی اجازت تھی۔ خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا مکروہ ہے۔

اور ملا علی قاری نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ اس وقت یعنی زمانہ رسالت میں عورتوں کو لکھنا سکھانا جائز ہو لیکن فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جانے کے خوف کے سبب سے بعد کی عورتوں کے لئے جائز نہ ہو بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ لکھنا سکھانے کا مذکورہ حکم صرف حضرت حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے تھا دوسری عورتوں کے لئے نہیں۔

۳۵۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ مُضَارِبِ بْنِ حَزْنٍ عَنْ
نَبِيِّ مُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَيْنُ حَقٌّ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"نظر لکنا حق ہے۔"

شرح

نظر حق ہے "کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والے کی نظر میں کسی چیز کا کھب جانا اور اچھا لگنا خواہ وہ چیز جاندار یعنی انسان و حیوان ہو، یا غیر جاندار جیسے مال و اسباب ہو اور پھر اس چیز پر دیکھنے والے کی نظر کا اثر انداز ہو جانا ایک ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے جو تقدیر الہی سے متعلق ہے، چنانچہ حق تعالیٰ نے سحر و جادو کی طرح بعضوں کی نظر میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ جس چیز کو لگ جاتی ہے اس کی ہلاکت و تباہی اور نقصان کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر تقدیر الہی برسبت لے جانے والی کوئی چیز ہوتی کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا مرکز اور منبع، تقدیر الہی ہے کہ بڑی سے بڑی طاقت کا اثر و نفوذ بھی تقدیر الہی سے وابستہ ہے اور چھوٹے سے چھوٹے تک کی حرکت و سکون بھی تقدیر الہی کے بغیر ممکن نہیں، گویا کوئی چیز بھی تقدیر کے دائرہ سے باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اگر بالفرض کوئی چیز ایسی طاقت رکھ سکتی کہ وہ تقدیر کے دائرہ کو توڑ کر نکل جائے تو وہ نظر بد ہوتی کہ وہ تقدیر کو بھی پلٹ دیتی اور اس پر غالب آ جاتی، گویا یہ بات اشیاء میں تاثیر نظر کی شدت اور اس کے سرعت نفوذ کو زیادہ سے زیادہ کے ساتھ بیان کرنے کے لئے فرمائی گئی ہے۔ اور جب تم سے دھونے کا مطالبہ کیا جائے۔

اس وقت عرب میں یہ دستور تھا کہ جس شخص کو نظر لگتی تھی اس کے ہاتھ پاؤں اور زیر ناف حصے کو دھو کر وہ پانی اس شخص پر ڈالتے تھے جس کو نظر لگتی تھی اور اس چیز کو شفا کا ذریعہ سمجھتے تھے اس کا سب سے ادنیٰ فائدہ یہ ہوتا تھا کہ اس ذریعہ سے مریض کا وہم دور ہو جاتا تھا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی اور فرمایا کہ اگر تمہاری نظر کسی کو لگ جائے اور تم سے تمہارے اعضاء دھو کر مریض پر ڈالنے کا مطالبہ کیا جائے۔

واضح رہے کہ جمہور علماء اہل حق کا مسلک تو یہی ہے کہ جاندار خواہ وہ انسان ہو یا حیوان اور اموال میں جائیداد وغیرہ میں نظر کی تاثیر یعنی نظر لگنے سے نقصان پہنچنا ثابت ہے جب کہ بعض لوگ جیسے معتزلہ وغیرہ اس کے منکر ہیں جیسا کہ وہ اموال وغیرہ میں دوا اور صدقہ و خیرات کی تاثیر کے قائل نہیں ہیں ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جس چیز کا وقوع پذیر ہونا مقدر میں لکھ دیا گیا ہو اس میں کسی اور چیز کا دخل نہیں ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ تقدیر کے لکھے کو کوئی چیز متغیر نہیں کر سکتی۔ لیکن وہ لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے کہ تقدیر عالم اسباب کے ساتھ کوئی تضاد و منافات نہیں رکھتی، چنانچہ نظر کی تاثیر اور سمیت اس بناء پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اس طرح کی خاصیت رکھ دی ہے کہ وہ ہلاکت و نقصان کا سبب بن جائے علاوہ ازیں علماء اہل حق کے مسلک کی دلیل کے یہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم "العين الحق" ہے کہ جب شارع علیہ السلام نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ نظر کی تاثیر برحق ہے تو اس کا

اعتقاد رکھنا واجب اور ضروری ہے۔

رمی بات یہ کہ نظر لگنے کی کیفیت و صورت کیا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے نظر زدہ کو نقصان و ضرر کیسے پہنچتا ہے تو اس سلسلے میں علماء نے مفصل بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اس سلسلے میں بعض ایسے لوگوں نے جن کی نظر عام طور پر کسی نہ کسی کو لگتی رہتی ہے بیان کیا کہ جب ہمیں کوئی چیز اچھی لگتی ہے اور ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری آنکھوں سے حرارت نکل رہی ہو، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ نظر لگانے والے کی آنکھ سے ایک خاص قسم کی حرارت سمیٹ لگتی ہے جو ہوا میں مخلوط ہو جاتی ہے۔

اور وہ ہوا پھر نظر زدہ تک پہنچتی ہے تو اس کے نقصان و ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے جیسا کہ بعض قدیم محققین کے مطابق اس سانپ کی زہر کی کیفیت ہوتی ہے جو محض اپنی نظر کے ذریعہ زہر کو منتقل کرتا ہے کہ اس کی نظر جس پر بھی پڑ جاتی ہے اس تک اس کا اثر پہنچ جاتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ دکھائی نہ دینے والی کوئی شے نظر لگانے والے کی نظر سے تیر کی طرح روانہ ہوتی ہے اور اگر کوئی ایسی چیز درمیان میں نہ ہوتی ہے جیسے حرز و تعویذ اور دوا وغیرہ تو وہ شے نظر زدہ تک نہیں پہنچتی اور اس میں اثر و نفوذ نہیں کرتی بلکہ اگر وہ حرز و تعویذ قوی و مضبوط قسم کا ہوتا ہے تو وہ شے نظر لگانے والے ہی کی طرف پلٹ آتی ہے جیسا کہ اگر مقابل کے پاس سخت و مضبوط سپر ہوتا ہے تو تیر مارنے والے کا تیر سپر سے ٹکرا کر الٹا مارنے والے کو آ کر لگتا ہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ نے جس طرح بعض لوگوں کی نظر میں مذکورہ خاصیت و تاثیر پیدا کی ہے اسی طرح نفوس کاملہ یعنی اہل اللہ اور کاملین کو بھی اس نظر بد کے دفعیہ کی قوت اور اس میں تصرف کی طاقت عطا فرمادی ہے تاکہ وہ عوام کو دعا و تعویذ کے ذریعہ نظر بد کے اثرات سے محفوظ رکھنے میں مدد دیں۔

3508- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ فَإِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، بے شک نظر لگانا حق ہے۔

3509- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَنْفٍ قَالَ مَرَّ عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ بِسَهْلٍ بْنِ حَنْفٍ وَهُوَ يَفْغِشُ فَقَالَ لَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُعْتَابَةٍ فَمَا لَبْتَ أَنْ لَبَطَ بِهِ فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ أَذْرِكَ سَهْلًا صَرِيحًا قَالَ مَنْ تَتَّبِعُونَ بِهِ قَالُوا عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ قَالَ عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ إِذَا رَأَى أَحَدَكُمْ مِنْ أَخِيهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيَدْعُ لَهُ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَأَمَرَ عَامِرًا أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَرُكْبَتَيْهِ وَدَاخِلَةَ إِزَارِهِ وَأَمْرَهُ أَنْ يَصُبَّ عَلَيْهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَأَمْرَهُ أَنْ يَكْفَأَ الْإِنَاءَ مِنْ خَلْفِهِ

3508: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3509: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

• ابو امامہ بن سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ عامر بن ربیعہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ اس وقت غسل کر رہے تھے تو عامر بن ربیعہ نے کہا: میں نے آج تک ایسا خوبصورت جسم نہیں دیکھا، کسی پردہ دار لڑکی کا جسم بھی اتنا خوبصورت نہیں ہوتا، تھوڑی سی دیر میں سہل بن حنیف گر گئے، انہیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی، آپ ﷺ سہل کو بچائیے یہ مرنے والے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم اس حوالے سے کس پر الزام لگاتے ہو، لوگوں نے بتایا: عامر بن ربیعہ پر، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم اپنے بھائی کو کس بنیاد پر قتل کرنا چاہتے ہو، جب کوئی شخص اپنے بھائی میں کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے اچھی لگے تو اسے اس بھائی کے لیے برکت کی دعا کرنی چاہئے، پھر نبی اکرم ﷺ نے پانی منگوایا، آپ ﷺ نے عامر کو حکم دیا کہ وہ وضو کریں، انہوں نے اپنا چہرہ اور دونوں بازو کہنچوں تک دھوئے، گھٹنے دھوئے، تہبند کے اندر کے حصے کو دھویا، پھر نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت وہ پانی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا گیا۔

سفیان ثانی راوی نے زہری کا یہ بیان نقل کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ان صاحب کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی پشت کی طرف اس برتن کو انڈیلیں۔

بَاب مَنِ اسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ

یہ باب ہے کہ جو شخص نظر لگنے کا دم کروائے

نظر کا دم کروانے کا بیان

3510- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ قَالَ قَالَتْ أَسْمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ نَبِيَّ جَعَفَرٍ نَصِيَّهُمُ لِّلْعَيْنِ فَاسْتَرْقَى لَهُمْ قَالَ نَعَمْ فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ مَّابِقَ الْقَدَرِ مَبْقَعُهُ الْعَيْنُ

• حضرت عبید بن رفاعہ زرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! حضرت جعفر کے بچوں کو نظر لگ جاتی ہے تو میں ان پر دم کر دیا کروں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے نکال سکتی تو نظر لگتا اس سے آگے نکل جاتا ہے۔

3511- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَادٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَيْنِ الْجَانِ ثُمَّ أَعْيَنَ الْإِنْسَ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَاتَانِ أَخَذَهُمَا وَتَرَكَ مَا سِوَى ذَلِكَ

• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جن کی نظر لگنے اور انسان کی نظر لگنے سے پناہ مانگا کرتے

تھے جب معوذتین نازل ہو گئی تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں پڑھنا شروع کر دیا اور اس کے علاوہ (باقی دعاؤں) کو ترک کر دیا۔

3512 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي التَّحِصِبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ وَمُسْقَرٍ عَنْ مَعْبُدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ شَدَّادٍ عَنْ غَائِثَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَسْتَرْفِيَ مِنَ الْعَيْنِ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ نظر لگنے کا دم کر والیں۔

غیر شرکیہ کلمات والے منتر کے ذریعے دم کرنے کا بیان

حضرت عوف بن مالک انجھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کے ذریعہ منتر پڑھا کرتے تھے (جب اسلام کا زمانہ آیا تو) ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان منتروں کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان منتروں کو پڑھ کر مجھ کو سناؤ جب تک ان میں شرک نہ ہو، ان میں کوئی حرج نہیں دیکھتا۔ " (مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 460)

جب تک ان میں شرک نہ ہو " کا مطلب یہ ہے کہ جس منتر و افسوں میں جن و شیاطین کے اسماء اور ان سے استعانت نہ ہو اور ان کے مفہوم و معنی ایسے نہ ہوں جن سے کفر لازم آتا ہے تو ان کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ ایسے الفاظ و کلمات پر مشتمل منتر و افسوں کے ذریعہ جھاڑ پھونک جائز نہیں ہے۔ جن کے مفہوم و معانی معلوم نہ ہوں البتہ بعض ایسے منتر جن کے الفاظ و کلمات صحیح روایت میں شارع سے منقول ہیں اور ان کے مفہوم و معانی معلوم نہیں ہیں ان کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح شیطان ازل ہی سے انسانی عداوت میں مبتلا ہے اسی طرح جنات بھی بالطبع انسان کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور اس اعتبار سے جنات و شیاطین آپس میں ایک دوسرے کے دوست و رفیق ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی انسان پر جنات کا سایہ و اثر ہوتا ہے اور اس سایہ و اثر کو دور کرنے کے لئے ایسے منتر و افسوں پڑھے جاتے ہیں جن میں شیاطین کے نام اور ان سے استعانت ہوتی ہے تو جنات اس منتر و افسوں کو قبول کر کے اس انسان کا پیچھا چھوڑ دیتے ہیں اسی طرح بعض اوقات مارگزیدہ (سانپ کا ڈسا ہوا) شخص اصل میں جنات کے زیر اثر ہوتا ہے، بایں طور پر کہ کوئی شریر جن سانپ کی صورت اختیار کر کے کسی انسان کو ڈس لیتا ہے لیکن لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ اس کو درحقیقت سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ جب ایسے شخص پر منتر پڑھے جاتے ہیں جن میں شیاطین کے نام ہوتے ہیں تو وہ زہر جو حقیقت میں جن کا اثر ہوتا ہے اس شخص کے بدن سے زائل ہو جاتا ہے اس طرح گویا جنات و شیاطین دونوں انسان کی گمراہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

چنانچہ علماء امت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ کتاب اللہ اور اسماء و صفات الہی کے بغیر افسوں و منتر پڑھنا اور جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں ہے، سب سے زیادہ مہتمم بالشان "خود قرآن مجید" ہے کہ اس کا ہر فقرہ اور ہر لفظ کائنات انسانی کے لئے تاثیر و شفا اور خیر و برکت کا خزانہ ہے اور جن کا فائدہ یقینی ہے اور پھر اس میں بھی بعض سورتیں اور آیتیں جھاڑ پھونک کے لئے زیادہ

فضیلت رکعتی ہیں جیسے سورت فاتحہ، معوذتین آیت الکرسی اور وہ آیات کریمہ جو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے مفہوم پر مشتمل ہیں، اسی طرح وہ دعائیں اور عملیات بھی افضل ہیں جو احادیث صحیحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ثابت ہیں۔

سفر سعادت کے مصنف نے لکھا ہے کہ حدیث شریف میں منقول ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی ایسے مال و اسباب وغیرہ یا بچے پر نظر ڈالے جو اس کو اچھا لگتا ہو تو چاہئے کہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہے (تاکہ اس مال یا بچے کو نظر نہ لگے) اسی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک بہت ہی خوبصورت بچے کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کی تھوڑی کے گڑھے میں ذرا سی سیاحی لگا دو، تاکہ اس کو نظر نہ لگے۔

نظر لگنے کے ایک واقعہ کا بیان

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سہل ابن حنیف کہتے ہیں کہ (ایک دن) عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (میرے والد) سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہاتے ہوئے دیکھا۔ تو کہنے لگا کہ اللہ کی قسم (سہل کے جسم اور ان کے رنگ و روپ کے کیا کہنے) میں نے تو آج کے دن کی طرح (کوئی خوبصورت بدن کبھی) نہیں دیکھا۔ اور پردہ نشین (خوبصورت عورت) کی بھی کھال (سہل کی کھال جیسی نازک و خوش رنگ) نہیں دیکھی۔

ابو امامہ کہتے ہیں کہ (عامر کا) یہ کہنا تھا کہ ایسا محسوس ہوا (جیسے) سہل کو گرا دیا گیا (یعنی ان کو عامر کی ایسی نظر لگی کہ وہ فوراً غش کھا کر گر پڑے) چنانچہ ان کو اٹھا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ "یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سہل کے علاج کے لئے کیا تجویز کرتے ہیں! اللہ کی قسم یہ تو اپنا سر بھی اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ کیا کسی شخص کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ اس نے ان کو نظر لگائی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ (جی ہاں) عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہمارا گمان ہے کہ انہوں نے نظر لگائی ہے راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) عامر کو بلایا اور ان کو سخت ست کہا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں مار ڈالنے کے درپے ہوتا ہے تم نے سہل کو برکت کی دعا کیوں نہیں دی (یعنی اگر تمہاری نظر میں سہل کا بدن اور رنگ و روپ بھا گیا تھا تو تم نے یہ الفاظ کیوں نہ کہے بارک اللہ علیک تاکہ ان پر تمہاری نظر کا اثر نہ ہوتا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو حکم دیا کہ (تم سہل کے لئے اپنے اعضاء کو) دھوؤ اور اس پانی کو اس پر ڈال دو چنانچہ عامر نے ایک برتن میں اپنا منہ ہاتھ کہنیاں گھٹنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کے پورے اور زیر ناف جسم (یعنی ستر اور کولہوں) کو دھویا اور پھر وہ پانی جس سے عامر نے یہ تمام اعضاء دھوئے تھے سہل پر ڈالا گیا اس کا اثر یہ ہوا کہ سہل فوراً اچھے ہو گئے اور اٹھ کر لوگوں کے ساتھ اس طرح چل پڑے جیسے ان کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا (شرح السنۃ مؤطا امام مالک) اور امام مالک کی ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوکنے والے سے فرمایا کہ نظر بد حق ہے تم نظر زدہ کے لئے وضو کرو چنانچہ اس نے نظر زدہ کے لئے وضو کیا۔ (مشکوۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 492)

امام نووی کہتے ہیں کہ علماء کے نزدیک نظر لگانے والے کے وضو کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں یہ تحقیق ہو کہ اس نے نظر لگائی ہے کہ اس کے سامنے کسی برتن یعنی پیالہ وغیرہ میں پانی لایا جائے اس برتن کو زمین پر نہ رکھا جائے پھر نظر لگانے والا اس

برتن میں سے ایک چلو پانی لے کر کلی کرے اور اس کلی کو اسی برتن میں ڈالے پھر اس سے پانی لے کر اپنا منہ دھوئے پھر بائیں ہاتھ میں پانی لے کر دائیں کہنی اور دائیں کہنی ہاتھ میں پانی لے کر بائیں ہاتھ میں پانی لے کر بائیں کہنی دھوئے اور پھر دھوئے اور پھر دھوئے۔
درمیان جو جگہ ہے اس کو نہ دھوئے پھر داہنا پیر اور پھر اس کے بعد بایاں پیر دھوئے۔

پھر اسی طرح پہلے داہنا گھٹنا اور بعد میں بایاں گھٹنا دھوئے اور پھر آخر میں تہبند کے اندر زیر ناف جسم کو دھوئے اور ان سب اعضاء کو اسی برتن میں دھویا جائے ان سب کو دھونے کے بعد اس پانی کو نظر زدہ کے اوپر اس کی پشت کی طرف سے سر پر ڈال کر بہا دے واضح رہے کہ اس طرح کا علاج اسرار و حکم سے تعلق رکھتا ہے جو عقل و سمجھ کی رسائی سے باہر کی چیز ہے لہذا اس بارے میں عقلی بحث کرنا لا حاصل ہے۔

ما رزی نے کہا ہے کہ مذکورہ اعضاء جسم کو دھونے کا حکم وجوب کے طور پر ہے لہذا نظر لگانے والے کو اس بات پر طاقت کے ذریعہ مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ نظر زدہ کے لئے مذکورہ وضو کرے نیز انہوں نے کہا ہے کہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنا انسانیت سے بعید ہے خاص طور سے اس صورت میں جب کہ نظر زدہ کے ہلاک ہو جانے کا خوف ہو۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جو شخص نظر لگانے کے بارے میں مشہور و معروف ہو جائے تو اس سے اجتناب کرنا اور اس کے سامنے آنے میں احتیاط کرنا لازم ہے اور امام سربراہ حکومت کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایسے شخص کو لوگوں میں آنے جانے اور بیٹھنے اٹھنے سے روک دے اور اس پر یہ پابندی عائد کر دے کہ وہ اپنے گھر میں ہی رہا کرے گھر سے باہر نہ نکلا کرے۔

اور اگر وہ شخص محتاج و فقیر ہو کہ اپنی گزرو بسر کرنے کے لئے لوگوں کے پاس آنے جانے پر مجبور ہو تو بیت المال سرکاری خزانے سے اس کے لئے بقدر کفایت وظیفہ مقرر کر دے تاکہ وہ گزراوقات کر سکے حاصل یہ کہ ایسے شخص کا ضرر جذامی کے ضرر سے بھی سخت و شدید ہے لہذا اس بارے میں احتیاط لازم ہے۔

امام نووی نے اس قول کی تائید کی ہے اور کہا کہ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے بالکل صحیح اور ناقابل تردید ہے کیونکہ اس کے متعلق علماء میں سے کسی کا بھی کوئی اختلافی قول ہمارے علم میں نہیں ہے۔ (شرح مسلم)

بَاب مَا رَخَّصَ فِيهِ مِنَ الرُّقَى

یہ باب دم کرنے کی رخصت کے بیان میں ہے

3513- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ عَنْ حُصَيْنِ

عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا رُقِيَّةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دم صرف نظر لگنے کا ہوتا ہے یا کسی جانور

کے ڈنک مارنے پر کروایا جاتا ہے۔

3514- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ مُعَمَّدِ بْنِ عَمَّارَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُعَمَّدٍ أَنَّ خَالَةَ بَنَاتِ آلِسِ أُمِّ بَيْسَى خَزْمِ السَّاعِدِيَّةِ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَرَّضَتْ عَلَيْهِ الرُّقَى لَعَرَّضَهَا بِهَا

•• سیدہ اُمّ بنی خزیمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ کے سامنے ایک دم کے الفاظ پیش کیے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں وہ دم کرنے کی اجازت دی۔

3515- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي النَّصِيبِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمِيْنٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ أَهْلُ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَقَالُ لَهُمْ آلُ عَمْرِو بْنِ خَزْمٍ يَرْقُونَ مِنَ الْحُمَةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَهَيَّ عَنْ الرُّقَى لَقَوَاهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَذِ نَهَيْتَ عَنِ الرُّقَى وَالْأَنْزِقَى مِنَ الْحُمَةِ فَقَالَ لَهُمْ افْرِضُوا عَلَيَّ لَعَرَّضَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ لَا تَأْسَ بِهِلِمِ هَذِهِ مَوَائِقُ

•• حضرت جابر بیان کرتے ہیں انصار کا ایک گھرانہ تھا جنہیں آل عمرو بن خزیمہ کہا جاتا تھا۔ وہ لوگ ڈنک مارنے کا دم کیا کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے دم کرنے سے منع کیا تو وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ﷺ نے دم کرنے سے منع کر دیا ہے۔

حالانکہ ہم تو ڈنک مارے جانے کا دم کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا: تم لوگ اُس دم کے الفاظ میرے سامنے پیش کرو۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے وہ الفاظ پیش کیے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ان میں کوئی حرج نہیں ہے یہ پختہ عہد ہے۔

3516- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ آلِسِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الرُّقَى مِنَ الْحُمَةِ وَالْعَيْنِ وَالنَّمْلَةِ

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ڈنک لگنے، نظر لگنے اور چیونٹی (یا زہریلے کیڑے) کے کاٹنے پر دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

دم کرنے پر اجرت لینے کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت ایک ایسے گاؤں سے گزری جس میں کسی شخص کو بچھو یا سانپ نے ڈس رکھا تھا چنانچہ اس بستی کا ایک شخص ان صحابہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں

3517: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3518: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5003، رقم الحديث: 5004، رقم الحديث: 5005

3519: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5007، رقم الحديث: 5008، أخرجه الترمذی في "المعجم" رقم الحديث: 2000، رقم الحديث: 2007

کوئی شخص جھاڑ پھونک کر نیوالا بھی ہے کیونکہ ہماری بستی میں ایک شخص کو بچھو یا سانپ نے ڈس لیا ہے؟ (اگر ایسا کوئی شخص ہے تو وہ میرے ساتھ چل کر اس شخص پر دم کر دے) چنانچہ ان میں سے ایک صحابی تشریف لے گئے اور انہوں نے بکریوں کے عوض سورت فاتحہ پڑھی۔ یعنی انہوں نے کہا کہ میں اس شخص پر اس شرط کے ساتھ جھاڑ پھونک کروں گا کہ میں اس کے عوض اتنی بکریاں لوں گا اسے بستی والوں نے منظور کر لیا لہذا ان صحابی نے سورت فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کیا کیونکہ منقول ہے کہ (فاتحہ الکتاب شفاء من الہم) یعنی سورت فاتحہ ہر کے لئے شفاء ہے لہذا وہ شخص اچھا ہو گیا پھر جب وہ صحابی بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو ان ساتھیوں نے اس کو ناپسند کیا اور کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے کتاب اللہ پڑھنے پر مزدوری لی ہے یہاں تک وہ سب صحابہ مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں صحابی نے کتاب اللہ پڑھنے پر مزدوری لی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں کی اجرت لیتے ہو ان میں سب سے بہتر کتاب اللہ ہے (بخاری) ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم نے اچھا کیا ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔ (مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث، 205)

لفظ (سلیم) اور لفظ (لدیخ) دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی سانپ کا ڈسا ہوا چنانچہ روایت کے الفاظ (لدیخ) أو (سلیم) میں او سلیم راوی کے لفظی شک کو ظاہر کرتا ہے یعنی راوی نے یہ دونوں لفظ نقل کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ مجھے یہ صحیح یاد نہیں ہے کہ اس موقع پر لفظ لدیخ کہا گیا تھا یا لفظ سلیم اور علامہ طبری یہ کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر لفظ لدیخ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جسے بچھو کاٹ لے اور سلم کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جسے سانپ ڈس لے اس صورت میں کہا جائے گا کہ اس موقع پر راوی کو معنی کے اعتبار سے شک ہوا ہے کہ یا تو وہ شخص بچھو کا کاٹا ہوا تھا یا سانپ کا ڈسا ہوا تھا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جن صحابی نے سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا وہ حضرت ابوسعید خدری تھے اور صحابہ کی وہ جماعت تھی نفوس پر مشتمل تھی اسی اعتبار سے سورت فاتحہ پڑھنے والے صحابی نے تیس بکریاں لی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بکریوں میں اپنا حصہ لگانے کے لئے اس واسطے فرمایا تا کہ وہ صحابہ خوش بھی ہوں اور یہ بھی جان لیں کہ سرودۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کے عوض حاصل ہونیوالی بکریاں بلا شک و شبہ حلال ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیتوں اور ذکر اللہ کے ذریعے جھاڑ پھونک کرنا اور اس کی اجرت لینا جائز ہے چنانچہ عامل روحانیت یعنی قرآن کریم کی آیتوں اور دیگر منقول دعا و عملیات کے ذریعے علاج کر نیوالے اپنے عمل یعنی تعویذ گنڈوں اور جھاڑ پھونک کی جو اجرت لیتے ہیں اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ تلاوت قرآن کی اجرت لینا جائز ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ کہ تلاوت قرآن ایک عبادت ہے اور عبادت کی قیمت لینا قطعاً جائز نہیں ہے اور کسی مریض و دکھی شخص پر قرآن پڑھ کر دم کرنا اور اس کی برکت سے شفاء حاصل ہو جانا عبادت نہیں ہے لہذا اس کی اجرت لینا جائز ہے۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ مصحف یعنی قرآن کریم کو کتابی صورت میں بیچنا اس کو خریدنا اجرت پر اس کی کتابت کرنا اور دین کی دوسری کتابوں کو مزدوری پر لکھنا جائز ہے۔ اسی طرح متاخرین یعنی بعد کے علماء نے قرآن کریم کی تعلیم کو بھی اس پر قیاس کرتے

ہوئے کہا ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز ہے جب کہ متقدمین یعنی پہلے زمانے کے علماء جیسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو حرام کہا ہے۔

غیر شرعی دم کی اجرت لینے پر ممانعت کا بیان

حضرت خارجہ بن صلت اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ جب ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں ہمارا گزر عرب کے ایک قبیلے پر ہوا جس کے کچھ لوگوں نے ہم سے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اس شخص (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھلائی (یعنی قرآن پاک اور ذکر اللہ) لے کر آئے ہو تو کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا جھاڑ پھونک بھی ہے؟ کیونکہ ہمارے ہاں ایک شخص پاگل ہو گیا ہے جو بیڑیوں میں جکڑا پڑا ہے ہم نے کہا ہاں (ہمارے پاس ایسا نکل ہے جس سے ہم اس کا علاج کر سکتے ہیں) چنانچہ وہ اس پاگل کو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے پاس لائے اور میں نے اس پر تین دن تک صبح و شام سورت فاتحہ اس طرح پڑھی کہ (پڑھتے وقت) اپنا تھوک جمع کرتا رہتا اور پھر (پڑھنے کے بعد) اس پر تھوک دیتا راوی کہتے ہیں کہ میرے چچا نے فرمایا کہ اس کے بعد (وہ اتنی جلدی اچھا ہو گیا) گویا اسے بندھی ہوئی رسی سے کھول دیا گیا ہے پھر انہوں نے مجھے اس کی اجرت کے طور پر کوئی چیز دی تو میں نے کہا کہ یہ چیز اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک کہ میں اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں چنانچہ (میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے اسے کھا لو کیونکہ قسم ہے اپنی زندگی کی جو شخص باطل منتر کی اجرت کھاتا ہے وہ برا کرتا ہے تم نے تو حق اور سچے منتر کی اجرت کھائی ہے۔ (احمد ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث، 206)

باطل منتر ایسی جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں جس میں ستاروں اور ارواح خبیثہ جنات اور اللہ کے علاوہ دوسری چیزوں کا ذکر ہو اور ان میں سے مدد مانگی جاتی ہو چنانچہ ایسے عملیات جو غیر اللہ کے ذکر یا غیر اللہ سے مدد مانگنے کی وجہ سے غیر شرعی ہوں جس طرح ان کو اختیار کرنا جائز ہے اسی طرح ان کی اجرت کھانا بھی حرام ہے۔ حق منتر ایسی جھاڑ پھونک اور عملیات کو کہتے ہیں جن میں ذکر اللہ اور قرآن کریم کی آیتیں ہوں خواہ ان کا تعلق پڑھ کر دم کرنے سے ہو یا تعویذ وغیرہ لکھ کر دینے سے ہو۔

حدیث کے الفاظ "فلعمری" (یعنی قسم ہے اپنی زندگی کی) سے یہ اشکال واقع ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسری چیزوں کی قسم کھانا منع ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی قسم کس طرح کھائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ فلعمری سے قسم مراد نہیں ہے بلکہ دراصل یہ اہل عرب کے کلام کا ایک خاص لفظ ہے جو اکثر و بیشتر دوران گفتگو ان کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ یا پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔ اور علامہ طینی یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی قسمیں کھانے کی اجازت حاصل ہو لہذا اس کا تعلق ان چیزوں سے ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو جائز تھیں دوسروں کے لئے جائز نہیں ہے۔

باب رُقِیَةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ

یہ باب سانپ اور بچھو (کے کاٹنے) کے دم کے بیان میں ہے

3517- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ مُغْبِرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّقِيَةِ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے سانپ اور بچھو کے کاٹنے پر دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

3518- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بَهْرَامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الْأَصْبَغِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَدَغَتْ عَقْرَبٌ رَجُلًا فَلَمْ يَنْتَمِ لَيْلَتُهُ فَقِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فُلَانًا لَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَلَمْ يَنْتَمِ لَيْلَتُهُ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ قَالَ حِينَ أَمْسَى أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ مَا ضَرَّهُ لَدَغُ عَقْرَبٍ حَتَّى يُضْبَحَ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک بچھو نے ایک شخص کو ڈنگ مارا تو وہ ساری رات سو نہیں سکا، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مرض کی گئی، فلاں شخص کو بچھو نے ڈنگ مارا ہے تو وہ ساری رات سو نہیں سکا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لیتا۔

”میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں۔“

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو صبح تک بچھو کے ڈنگ مارنے نے اسے کوئی نقصان نہیں دینا تھا۔

3519- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَمْرٍو بْنُ حَزْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ عَرَضْتُ النَّهْشَةَ مِنَ الْحَيَّةِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا

••• ابو بکر بن عمرو بن حزم حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے سانپ کے ڈسنے کا دم پیش کیا تو نبی اکرم ﷺ نے وہ دم کرنے کی اجازت دی۔

بچھو کے کاٹنے پر علاج کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز رات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تھا کہ اس (ہاتھ) کی انگلی میں بچھو نے کاٹ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاپوش مبارک کے ذریعہ اس بچھو کو مار ڈالا اور

3517: اخرجه مسلم في "المجموع" رقم الحديث: 5882

3518: اس روایت کو نقل کرتے ہیں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3519: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جب ناز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ بھوپر اللہ کی لعنت ہو نہ نیازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو یا یہ فرمایا کہ نبی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نبی کو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمک اور پانی منگوایا اور دونوں کو ایک برتن میں گھول دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو برتن میں تھپی پانی اور نمک کو انگلی کے اس حصے پر ڈالتے جاتے تھے جہاں بھونے کا تھا اور انگلی کو ملتے جاتے تھے، نیز قل اعوذ برب الللق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے جاتے تھے، ان دونوں روایتوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم، رقم الحدیث: 496)

باب مَا عُوذَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عُوذَ بِهِ

یہ باب ہے کہ نبی اکرم ﷺ کن الفاظ کے ذریعے دم کرتے تھے

اور کن الفاظ کے ذریعے دم کیا جانا چاہیے؟

3520- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الصُّحَيْحِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْمَرِيضَ قَدَعَا لَهُ قَالَ أَذْهَبِ الْبَاسُ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا بِشِفَاؤِكَ شِفَاءٌ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ جب کسی بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو اس کے لیے دعائے خیر کرتے اور یہ دم کرتے۔

”تو تکلیف کو دور کر دے! اے لوگوں کے پروردگار! اور شفا عطا کر دے بے شک تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے شفا وہی ہے جو تو عطا کرے تو ایسی شفا عطا کر جو بیماری کو بالکل نہ رہنے دے۔“

3521- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِمَّا يَقُولُ لِلْمَرِيضِ بِرَأْفَةٍ يَضَعُ بِسْمِ اللَّهِ تَرْبَةً أَوْ حِنًا بِرِيقَةٍ بَعْضُنَا لِبُشْفَى سَقَمُنَا بِأَذْنِ رَبِّنَا

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ بیمار کو جو دم کرتے تھے اس میں ایک یہ طریقہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اپنی انگلی مبارک پر اپنا لعاب لگاتے اور یہ پڑھتے۔

”اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے ہمارے علاقے کی مٹی ہم میں سے ایک فرد کے لعاب کے ساتھ لگی ہوئی ہے تاکہ ہمارے بیمار کو ہمارے پروردگار کے حکم سے شفا ہو جائے۔“

3522- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ عَمْرِو

3521: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 4745، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 5748، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5083

بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ ثَالِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَنِي وَجَعٌ قَدْ كَادَ يَبْطِلُنِي فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ يَدَكَ الْيُمْنَى عَلَيْهِ وَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا آجِدُ وَأَحَاطِرُ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَقُلْتُ ذَلِكَ فَشَفَانِي اللَّهُ

•• حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا مجھے تکلیف تھی جو مجھے ہلاکت کے قریب کر دیتی، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: تم اپنا دایاں ہاتھ اس درد کی جگہ پر رکھو اور یہ پڑھو۔

”اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں، اس چیز کے شر سے، جسے میں پارہا (یعنی محسوس کر رہا ہوں) اور جس سے بچاؤ کرنا چاہتا ہوں۔“
یہ سات مرتبہ پڑھو (راوی کہتے ہیں:) میں نے یہ عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء عطا کی۔

3523- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ هَلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ جِبْرَائِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اشْكَيْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ أَوْ حَاسِدٍ اللَّهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! تو انہوں نے کہا۔

”اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، میں آپ ﷺ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ ﷺ کو تکلیف دیتی ہے، جس کا تعلق ہر جان، ہر آنکھ اور ہر حاسد کے شر سے ہے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفاء عطا کرے، اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں آپ ﷺ کو دم کرتا ہوں۔“

3524- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ نُوَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوذُنِي فَقَالَ لِيَ إِلَّا أَرْقِيكَ بِرُقِيَّةٍ جَاءَنِي بِهَا جِبْرَائِيلُ قُلْتُ يَا بَنِي وَائِي بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ وَاللَّهُ يَشْفِيكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فَيْكَ (مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں وہ دم نہ کروں؟ جسے ساتھ لے کر جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں جی ہاں، نبی اکرم ﷺ نے پڑھا۔

3522: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5701 أخرجه أبو داود في "المسنن" رقم الحديث: 3891 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 2080

3523: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5684 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 972

3524: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

”میں اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے تم پر دم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں ہر بیماری سے شفاء نصیب کرے جو تمہارے اندر ہے اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والا جب حسد کرے تو اس کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے۔“

نبی اکرم ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ پڑھے۔

3525- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ هِشَامٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مِنْهَالٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ يَقُولُ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غِيْنٍ لَامِيَةٍ قَالَ وَكَانَ أَبُو نَاسٍ إِبْرَاهِيمُ يَعُوذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَاسْحَقَ أَوْ قَالَ إِسْمَاعِيلَ وَيَعْقُوبَ وَهَذَا حَدِيثٌ وَكِيعٌ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ میں دم کرتے تھے۔

”میں اللہ تعالیٰ کے ان مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں، ہر شیطان سے، ہر تکلیف دینے والی چیز سے اور ہر لگنے والی نظر سے۔“

نبی اکرم ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان الفاظ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو دم کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو دم کیا کرتے تھے۔ یہ روایت وقیع نامی راوی کی نقل کردہ ہے۔

بَاب مَا يُعَوَّذُ بِهِ مِنَ الْحُمَى

یہ باب ہے کہ بخار کے لیے کن الفاظ کا دم کیا جائے؟

3526- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْأَشْهَلِيُّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْحُمَى وَمِنْ الْأَوْجَاعِ كُلِّهَا أَنْ يَقُولُوا بِسْمِ اللَّهِ الْكَبِيرِ أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ مِنْ شَرِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ نَارٍ قَالِ أَبُو عَامِرٍ أَنَا أَخَالِفُ النَّاسَ فِي هَذَا الْقَوْلِ بَعَارٍ

3525: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: **3371** أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **4737** أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: **2060** رقم الحدیث:

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ لوگوں کو بخار اور دیگر تمام قسم کی تکالیف میں ان الفاظ کا دم سکھایا کرتے تھے کہ وہ یہ پڑھیں۔

”اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے جو بڑا ہے، میں عظیم اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بھڑکنے والی آگ کے شر سے، آگ کی تپش کے شر سے۔“

ابو عامر نامی راوی کہتے ہیں: میں نے اس روایت میں ایک لفظ دیگر لوگوں سے مختلف نقل کیا ہے۔ میں یہ لفظ نقل کرتا ہوں ”یعاز“

3526 م۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ الْأَسَدِيُّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحَصِينِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَالَ مِنْ شَرِّ عِرْقِي يَغَارُ

• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں ”یعاز“ رگ کے شر سے۔

3527 م۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ مَعْبُدٍ بْنُ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحَمَصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عُمَيْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ جُنَادَةَ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ يَقُولُ اتَى جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ أَرْفِكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ حَسَدِ حَاسِدٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ اللَّهُ يَشْفِيكَ

حضرت عباده بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم ﷺ کو اس وقت بخار تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ پڑھا:

”اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں آپ کو دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو اذیت دے رہی ہے اور حسد کرنے والے کے حسد سے اور ہر آنکھ سے (یعنی لگنے والی نظر سے) اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء نصیب کرے۔“

بَابُ النَّفْثِ فِي الرُّقِيَّةِ

یہ باب دم کرتے ہوئے پھونک مارنے کے بیان میں ہے

3528 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مَيْمُونِ الرُّقِّيُّ وَسَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْفُثُ فِي الرُّقِيَّةِ

• حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ دم کرتے ہوئے پھونک مارتے تھے۔

3527: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3528: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3528- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْعَدَ وَجَعَهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ وَجَاءَ بَرَكِيهَا

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ جب بیمار ہوتے تھے تو معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے اور پھونک مارتے تھے جب آپ ﷺ کی بیماری زیادہ ہوگئی تو میں نے آپ ﷺ کے اوپر یہ پڑھ کر دم کرنا شروع کیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ سے برکت لینے کی امید سے آپ ﷺ کا دست مبارک ہی آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی تھی۔

بَابُ تَعْلِيقِ التَّحَنُّمِ

یہ باب تعویذ لنگانے کے بیان میں ہے

3530- حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِيُّ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بِشْرِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ ابْنِ أُخْتِ زَيْنَبِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ زَيْنَبَ قَالَتْ كَانَتْ عَجُوزٌ تَدْخُلُ عَلَيْنَا تَرْفِي مِنْ الْحُمْرَةِ وَكَانَ لَنَا سِرِيرٌ طَوِيلُ الْقَوَائِمِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا دَخَلَ تَنَحَّجَ وَصَوَّتَ فَدَخَلَ يَوْمًا فَلَمَّا سَمِعَتْ صَوْتَهُ اخْتَجَبَتْ مِنْهُ فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلَى جَانِبِي فَمَسْنِي فَوَجَدَ مَسَّ خَبِيطٍ فَقَالَ مَا هَذَا فَقُلْتُ رُقِيَ لِي فِيهِ مِنَ الْحُمْرَةِ فَجَذَبَهُ وَقَطَعَهُ فَرَمَى بِهِ وَقَالَ لَقَدْ أَصْبَحَ آلُ عَبْدِ اللَّهِ أَغْنِيَاءَ عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الرُّقَى وَالتَّحَنُّمَ وَالْيَوْلَةَ شِرْكٌ قُلْتُ فَإِنِّي عَرَجْتُ يَوْمًا فَأَبْصَرْتُ لَإِنَّ لَمَمَعَتْ عَيْنِي إِلَيْهِ فَإِذَا رَقِيَّتْهَا سَكَنَتْ دَمْعَتُهَا وَإِذَا تَرَكْتُهَا دَمَعَتْ قَالَ ذَاكَ الشَّيْطَانُ إِذَا أَطْعِمَهُ تَرَكَكَ وَإِذَا عَصَمْتَهُ طَعَنَ بِأَصْبَعِهِ فِي عَيْنِكَ وَلَكِنْ لَوْ فَعَلْتَ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ خَيْرًا لَكَ وَأَجْدَرُ أَنْ تُشْفِيَ تَضَحِيحِينَ فِي عَيْنِكَ الْمَاءَ وَتَقُولِينَ أَذْهَبِ الْبَاسُ رَبُّ النَّاسِ أَشْفَى أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا بِشِفَاؤِكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمارے ہاں ایک بوڑھی عورت آیا کرتی تھی جو (آنکھ میں) سرخی کا دم کرتی تھی ہماری ایک چارپائی تھی جس کے پائے لمبے تھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب اندر آتے تو پہلے کھٹکار لیتے تھے اور آواز پیدا کرتے تھے، ایک دن وہ اندر آئے اور اس عورت نے ان کی آواز سنی تو اس نے پردہ کر لیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے اور میرے پہلو میں آکر بیٹھ گئے، انہوں نے مجھے چھوا تو ایک دھاگہ ان کے ہاتھ میں آیا، انہوں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا یہ میرا تعویذ ہے، میں نے (آنکھ میں) سرخی کی بیماری کے لیے پہنا ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے کھینچ کر

کاٹ دیا، توڑ دیا اور پھینک دیا، پھر وہ بولے: عہد اللہ کے گھر کے لوگ شرک سے لاتعلقی ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”دم کرنا، تعویذ لکھنا اور ٹونہ کرنا شرک ہے۔“

(سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) میں نے کہا: میں ایک مرتبہ جاری تھی، فلاں نے مجھے دیکھا تو اسی طرف والی آنکھ سے پانی نکلتا شروع ہو گیا ہے، جب میں اس پر دم کرتی ہوں تو پانی نکلتا بند ہو جاتا ہے، جب میں وہ چھوڑ دیتی ہوں تو پانی نکلتا شروع ہو جاتا ہے، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شیطان ہے، جب تم اس کی بات مان لیتی ہو تو وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے اور جب تم اس کی بات نہیں مانتی ہو تو وہ اپنی انگلی تمہاری آنکھ پر مارتا ہے، اگر تم وہ عمل کرتی جو نبی اکرم ﷺ نے کیا تھا تو شفاء حاصل کرنے کے لیے یہ عمل تمہارے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہوتا، تم اپنی آنکھ پر پانی چھڑکتے ہوئے یہ پڑھو۔

”تو اس تکلیف کو ختم کر دے، اے لوگوں کے پروردگار! تو شفاء نصیب کر دے، تو ہی شفاء نصیب کرنے والا ہے، شفاء صرف وہی ہے جو تو نصیب کرے ایسی شفاء نصیب کر جو بیماری کو باقی نہ رہنے دے۔“

3531 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي الْخَصِيبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُبَارِكٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْخُصَّيْنِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا فِي يَدِهِ خَلْقَةً مِنْ صُفْرِ فَقَالَ مَا هَذِهِ الْخَلْقَةُ قَالَ هَذِهِ مِنَ الْوَاحِنَةِ قَالَ انْزِعْهَا فَإِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں تانبے کی بنی ہوئی انگلی دیکھی تو دریافت کیا: یہ کس چیز کی انگلی ہے؟ اس نے بتایا: یہ کمزوری دور کرنے کے لیے ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے اتار دو: کیونکہ اس کے نتیجے میں تمہاری کمزوری میں اضافہ ہوگا۔

شرکیہ ٹونکوں سے ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیوی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن حضرت عبداللہ نے میرے گردن میں دھاگا پڑا ہوا دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ دھاگا ہے جس پر میرے لئے منتر پڑھا گیا ہے (یعنی منٹروں کے ذریعہ اس دھاگے کا گنڈہ بنوا کر میں نے اپنے گلے میں ڈال لیا ہے) زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ نے (یہ سن کر) اس دھاگے کو (میری گردن سے) نکال لیا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور پھر کہا کہ اے عبداللہ کے گھر والو، تم شرک سے بے پرواہ ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بلاشبہ منتر منکے اور ٹونکے شرک ہیں۔ میں نے کہا آپ یہ بات کس طرح کہہ رہے ہیں (یعنی آپ گویا منتر سے اجتناب کرنے اور توکل کو اختیار کرنے کی تلقین کر رہے ہیں جب کہ مجھ کو منتر سے بہت فائدہ ہوا ہے) چنانچہ میری آنکھ (درد کے سبب) نکلی پڑی تھی اور میں فلاں یہودی کے ہاں آیا جایا کرتی تھی اس یہودی نے جب منتر پڑھ کر آنکھ کو دم کیا تو آنکھ کو آرام مل گیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ (یہ تمہاری نادانی و غفلت ہے) اور وہ درد اس کا اچھا

ہو جانا منتر کے سبب سے نہیں تھا بلکہ (حقیقت میں) وہ شیطان کا کام تھا، شیطان تمہاری آنکھ کو کو بچتا تھا (جس سے تمہیں درد محسوس ہوتا تھا) پھر جس منتر کو پڑھا گیا تو (چونکہ وہ ایک شیطان کا کام تھا اس لئے) شیطان نے کو بچتا چھوڑ دیا، تمہارے لئے وہ دعا بالکل کافی تھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے کہ۔ اذهب الیاس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاک شفاء لا یغادر سماً (یعنی اے لوگوں کے پروردگار تو ہماری بیماری کو کھودے اور شفا عطا فرما) (کیونکہ) تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے علاوہ شفا نہیں ہے، ایسی شفا جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے!۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 483)

تم شرک سے بے پرواہ ہو "کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان و اسلام کی دولت دے کر کفر شرک سے دور کر دیا ہے، لہذا تمہیں اس چیز کی حاجت نہیں ہے کہ تم اپنی بیماریوں اور معذرتوں کو ختم کرنے کے لئے ایسے افعال و ذریع اختیار کرو جو شرک میں مبتلا کر دیتے ہیں اور شرک کی حاجت نہیں ہے کہ تم اپنی بیماریوں اور معذرتوں کو ختم کرنے کے لئے ایسے افعال و ذریع اختیار کرو جو شرک میں مبتلا کر دیتے ہیں اور شرک کو مضمّن ہیں، حضرت عبداللہ نے یہ باب یہ بات اس بناء پر فرمائی کہ اس زمانہ میں جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کے لئے منتر و افسوس کئے جاتے تھے وہ مشرکانہ مضامین پر مشتمل ہوتے تھے۔

ملا علی قاری نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ یہاں شرک سے مراد یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ یہ عمل یعنی جھاڑ پھونک وغیرہ بیماری و مضرت کو دفع کرنے کا ایک قوی سبب ہے اور خود اس میں تاثیر طاق ہے اس صورت میں یہ شرک خفی ہوگا اور یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیز بذات خود مؤثر حقیقی ہے تو یہ شرک جلی کہلائے گا۔ جس منتر کو شرک کہا گیا ہے اس سے وہ منتر اور جھاڑ پھونک مراد ہے جس میں بتوں، دیویوں اور شیاطین کے نام لئے گئے ہوں جو کفر یہ کلمات اور ایسی چیزوں پر مشتمل ہو جس کو شریعت نے جائز قرار نہ دیا ہو، نیز اس حکم میں ایسے منتر و افسوس بھی داخل ہیں جن کے معنی معلوم نہ ہوں۔ "تمائم" تمیمہ کی جمع ہے اور تمیمہ اس تعویذ کو کہتے ہیں جو گلے میں لٹکایا جاتا ہے۔ یہاں وہ تعویذ مراد ہے جس میں اسماء الہی، قرآنی آیات اور منقول دعائیں نہ ہوں! اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ تمیمہ منکے کو کہتے ہیں یعنی عرب میں عورتیں چتکبرے مہروں کو جوڑ کر بچوں کے گلے میں ڈال دیتی تھیں اور یہ عقیدہ رکھتی تھیں اس کی وجہ سے بچوں کو نظر نہیں لگتی، اسی کو تمیمہ کہتے ہیں۔

تولہ "ایک قسم کے ٹوٹکے کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے درمیان محبت قائم کرنے کے لئے دھاگے یا کاغذ تعویذ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ "بلاشبہ منتر منکے" اور ٹوٹکے شرک ہیں۔ کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب عملیات اور کام وہ ہیں جو اہل شرک کرتے ہیں اور یہ چیزیں شرک خفی یا شرک جلی کے ضمن میں آتی ہیں جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا۔ "بلکہ شیطان کا کام تھا"۔ یعنی تمہاری آنکھ میں جو درد تھا، وہ حقیقہ دردی نہیں تھا۔ بلکہ شیطان کی ان ایذا رسانیوں میں سے ایک ایذا رسانی تھی جس میں وہ انسان کو مبتلا کرتا رہتا ہے۔

بَابُ النَّشْرَةِ

باب آسیب کے بارے میں ہے

بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَخْوَصِ عَنْ أُمِّ جُنْدَبٍ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَتَبِعَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَتَمِ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا بِهِ بَلَاءٌ لَا يَتَكَلَّمُ لَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا ابْنِي وَبَقِيَّةُ أَهْلِي وَإِنَّ بِهِ بَلَاءٌ لَا يَتَكَلَّمُ لَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّوَلْنِي بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ فَاتَى بِمَاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَمَضْمَضَ فَاذًا ثُمَّ أَعْطَاهَا فَقَالَ اسْقِيهِ مِنْهُ وَصَبِي عَلَيْهِ مِنْهُ وَاسْتَشْفِي اللَّهُ لَهُ قَالَتْ فَلَقِيتُ الْمَرْأَةَ فَقُلْتُ لَوْ وَهَبْتَ لِي مِنْهُ فَقَالَتْ إِنَّمَا هُوَ لِهَذَا الْمُبْتَلَى قَالَتْ فَلَقِيتُ الْمَرْأَةَ مِنَ الْحَوْلِ لَسَأَلْتُهَا عَنِ الْغَلَامِ فَقَالَتْ بَرًّا وَعَقْلًا عَقْلًا لَيْسَ كَقَوْلِ النَّاسِ

• سیدہ ام جندب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ قربانی کے دن آپ ﷺ نے وادی کے نشیب میں سے جمرہ عقبہ کو نکلیا ماریں پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو ختم قبیلہ کی ایک عورت آپ ﷺ کے پیچھے آئی اس عورت کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا جسے کوئی بیماری لاحق تھی، وہ بات چیت نہیں کرتا تھا، اس عورت نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا بیٹا ہے اور میرے خاندان کا باقی بچا ہوا یہی فرد ہے، اسے ایک بیماری لاحق ہے جس کی وجہ سے یہ بات چیت نہیں کر پاتا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تھوڑا سا پانی لے کر آؤ، پانی لایا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، آپ ﷺ نے اپنے منہ میں پانی ڈال کر کھلی کی، پھر آپ ﷺ نے وہ پانی اسے عطاء کیا اور فرمایا، کچھ پانی اسے پلا دو اور کچھ پانی کو اس پر چھڑک دو اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرو۔

راوی خاتون کہتی ہیں، بعد میں میری ملاقات اس عورت سے ہوئی، میں نے دریافت کیا: کاش! تم اس پانی میں سے تھوڑا سا مجھے بھی دیدیتی، وہ عورت بولی، یہ تو اس بیمار بچے کے لیے تھا۔

راوی خاتون کہتی ہیں، اگلے سال میری ملاقات اس عورت سے ہوئی، میں نے اس سے اس کے بچے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا: وہ ٹھیک ہو گیا ہے اور دوسرے لوگوں سے زیادہ سمجھدار ہے۔

نشرہ کے شیطانی کام ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ شیطانی کام ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 484)

نشرہ "ایک قسم کا سفلی عمل ہے جو آسیب کے دفعیہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور قاموس میں ہے کہ نشرہ ایک رقیہ یعنی منتر ہے جس کے ذریعہ مجنون و مریض کا علاج کیا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ نشرہ کے لفظی معنی منتر یا تعویذ کے ہیں، لہذا جس نشرہ کو شیطان کا کام فرمایا گیا ہے اس سے مراد وہ منتر ہوگا جو اسماء الہی، قرآن اور منقول دعاؤں پر مشتمل نہیں ہوتا تھا، بلکہ وہ زمانہ جاہلیت کے ان عملیات میں سے ایک عمل تھا جو بتوں اور شیاطین کے اسماء اور ان سے اعانت پر مشتمل ہوتے تھے، یا اس منتر کے الفاظ عبرانی زبان کے ہوں گے کہ جن کے معنی معلوم نہ ہوں گے۔

بَابُ الْإِسْتِشْفَاءِ بِالْقُرْآنِ

یہ باب قرآن کے ذریعے شفاء حاصل کرنے میں ہے

3533-

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ بْنِ عُثْمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَابِطٍ، حَدَّثَنَا (سَعَادُ) بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ".

•• حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے بہتر دوا (علاج) قرآن ہے۔

بَابُ قَتْلِ ذِي الطُّفَيْتَيْنِ

یہ باب دودھاریوں والے سانپ کو مار دینے میں ہے

3534-

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ ذِي الطُّفَيْتَيْنِ فَإِنَّهُ يَلْتَمِسُ الْبَصَرَ وَيُصِيبُ الْحَبْلَ يَعْنِي حَبْلَةَ سَيْدِهِ عَائِشَةَ صَدِيقَهُ ثُمَّ يَخْبِيَانِ كَرْتِي هِيَ نَبِيٌّ اَكْرَمُ ﷺ نے اس سانپ کو مارنے کا حکم دیا ہے جس کی پشت پر دو لکیریں ہوتی ہیں کیونکہ وہ بینائی کو ختم کر دیتا ہے اور حمل کو ضائع کر دیتا ہے (راوی کہتے ہیں: اس سے مراد خبیث سانپ ہے۔)

3535-

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوا ذَا الطُّفَيْتَيْنِ وَالْأَبْتَرِ فَإِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيُسْقِطَانِ الْحَبْلَ

•• سالم اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم سانپوں کو مار دو۔ دودھاری والے اور دم کٹے ہوئے سانپ کو بھی مار دو کیونکہ یہ دونوں بینائی ختم کر دیتے ہیں اور حمل کو ضائع کر دیتے ہیں۔

سانپوں کو مار دینے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب سے ہم نے سانپوں سے لڑائی شروع کی ہے اس وقت سے ہم نے ان سے مصالحت نہیں کی ہے۔ لہذا جو شخص ان سانپوں میں سے کسی سانپ کو (اس) خوف کی وجہ سے (مارنے) باز رہے (کہ خود وہ سانپ یا اس کا جوڑا نقصان پہنچائے گا اور بدلہ لے گا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

(ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 76)

ایک دوسری روایت میں مندرجہ ہمارے بھائی کے الفاظ منقول ہیں۔ "یعنی جب سے ہمارے اور سانپوں

3534: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5724

3535: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 3299 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5728

کے درمیان لڑائی اور دشمنی واقع ہوئی ہے "بہر حال مراد یہ ہے کہ انسان اور سانپ کے درمیان دشمنی اور لڑائی ایک طبعی اور جبلی چیز ہے کہ ہر ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے، اگر انسان سانپ کو دیکھتا ہے تو اس کو ضرور مار ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر سانپ موقع پاتا ہے تو اس کو کاٹنے اور ڈسے بغیر نہیں رہتا، بلکہ بعض علماء نے تو یہ کہا ہے کہ اس لڑائی اور دشمنی سے مراد دراصل وہ عداوت ہے جو اولاد آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سانپ کے درمیان قائم ہوئی تھی۔

جیسا کہ ایک روایت میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکانے کے لئے جنت میں داخل ہونا چاہا، تو جنت کے داروغہ نے اس کو روک دیا چنانچہ یہ سانپ ہی تھا جو ابلیس کا کام آیا اس نے ابلیس کو اپنے منہ کے اندر لے کر جنت میں پہنچا دیا اور پھر ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام و حوا کے لئے اپنے مکر و فریب کا جال پھیلا کر ان کو دوسرے میں ڈال دیا اور ان دونوں نے جنت کے اس درخت سے کھا لیا، جس کے پاس جانے سے بھی ان کو منع کر دیا تھا اور آخر کار ان دونوں کو جنت سے نکال دیا گیا اور حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہما اور ابلیس و سانپ کو خطاب کر کے فرمایا آیت (اهبطوا بعضکم لبعض عدو)۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے سانپ کی شکل و صورت بہت اچھی اور خوشنما تھی مگر اس کے اس سخت جرم کے عذاب میں کہ وہ ابلیس کا آلہ کار بنا اس کی صورت مسخ کر دی گئی۔

لہذا سانپ اس کے مستحق ہے کہ اس کے تین یہ عداوت و نفرت ہمیشہ باقی رکھی جائے۔ واضح رہے کہ ماسلمانہم منذ حاربناہم میں سانپوں کے لئے ذوی العقول کی ضمیر اس لئے استعمال ہوئی ہے کہ ان کی طرف صلح کی نسبت کی گئی ہے جو ذوی العقول کے افعال میں سے ہے۔ جیسے کہ اس آیت کریمہ (وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ رَاٰیْتَهُمْ لٰی سَجِدَیْنِ) 12۔ یوسف: 4 میں سورج اور چاند کے لئے ذوی العقول کی ضمیر لائی گئی ہے ورنہ قاعدے کے اعتبار سے ان کے لئے غیر ذوی العقول کی ضمیر استعمال کرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے تھا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بطریق مرفوع یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سانپوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "جو شخص بدلے (انتقام) کے خوف سے ان (سانپوں) کو مارنا چھوڑ دے تو وہ ایک موذی کو نہ مارنے اور قضا و قدر الہی پر بھروسہ نہ کرنے کے سبب) ہم میں سے نہیں ہے۔ یعنی ہمارے راستے پر گامزن نہیں ہے۔"

(شرح السنہ، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 75)

بدلے کے خوف "کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس ڈر کی وجہ سے سانپ کو نہ مارے کہ کہیں اس کا جوڑا مجھ سے انتقام نہ لے، چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کسی سانپ کو مار ڈالا اور پھر اس کے جوڑے نے آ کر اس شخص کو کاٹ لیا اور بدلہ لیا، مارا جانے والا سانپ اگر زہر ہوتا ہے تو اس کی مادہ انتقام لینے آتی ہے اور اگر وہ مادہ تھی تو اس کا زہر بدلہ لینے آتا ہے، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے ہاں یہ خوف ایک عقیدے کی حد تک تھا وہ کہا کرتے تھے کہ سانپ کو ہرگز نہیں مارنا چاہئے، اگر اس کو مارا جائے گا تو اس کا جوڑا آ کر انتقام لے گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے قول و اعتقاد سے منع فرمایا۔

سانپ اور شیطان کا بیان

حضرت سائب (جو حضرت ہشام ابن زہرہ کے ازاد کردہ غلام تھے اور تابعی ہیں) کہتے ہیں کہ (ایک دن) ہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے گھر گئے، چنانچہ جب کہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہم نے ان (ابوسعید) کے تخت کے نیچے ایک سرسراہٹ سی ہم نے دیکھا تو وہاں ایک سانپ تھا، میں اس کو مارنے کے لئے جھپٹا، مگر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ چکے تو انہوں نے مکان کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ "کیا تم نے اس کمرے کو دیکھا ہے؟" میں نے کہا کہ "ہاں!" پھر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ "اس کمرے میں ہمارے خاندان کا ایک نوجوان رہا کرتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔" حضرت ابوسعید نے کہا کہ "ہم سب لوگ (یعنی وہ نوجوان بھی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ خندق میں گئے، (جس کا محاذ مدینہ کے مضافات میں قائم کیا گیا تھا) (روزانہ) دوپہر کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (گھر جانے کی) اجازت مانگ لیا کرتا تھا (کیونکہ دلہن کی محبت اس کو اس پر مجبور کرتی تھی) چنانچہ (اجازت ملنے پر) وہ اپنے اہل خانہ کے پاس چلا جاتا (اور رات گھر میں گزار کر صبح کے وقت پھر مجاہدین میں شامل ہو جاتا) ایک دن حسب معمول، اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو اجازت دیتے ہوئے) فرمایا کہ اپنے ہتھیار اپنے ساتھ رکھو، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں بنو قریظہ تم پر حملہ نہ کر دیں (بنو قریظہ مدینہ میں یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو اس موقع پر قریش مکہ کا حلیف بن کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک تھا اس نوجوان نے ہتھیار لے لئے اور (اپنے گھر کو) روانہ ہو گیا) جب وہ اپنے گھر کے سامنے پہنچا تو (کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی (گھر کے) دونوں دروازوں (یعنی اندر اور باہر کے دروازے) کے درمیان کھڑی ہے، نوجوان نے عورت کو مار ڈالنے کے لئے اس کی طرف نیزہ اٹھایا کیونکہ (یہ دیکھ کر کہ اس کی بیوی باہر کھڑی ہے) اس کو بڑی غیرت آئی لیکن عورت نے (جسمی) اس سے کہا کہ "اپنے نیزے کو اپنے پاس روک لو اور ذرا گھر میں جا کر دیکھو کہ کیا چیز میرے باہر نکلنے کا سبب ہوئی ہے۔" (یہ سن کر) وہ نوجوان گھر میں داخل ہوا، وہاں یکبارگی اس کی نظر ایک بڑے سانپ پر پڑی جو بستر پر کنڈلی مارے پڑا تھا۔ نوجوان نیزہ لے کر سانپ پر جھپٹا اور اس کو نیزہ میں پر دلیا پھر اندر سے نکل کر باہر آیا اور نیزے کو گھر کے صحن میں گاڑ دیا، سانپ نے تڑپ کر نوجوان پر حملہ کیا، پھر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دونوں میں سے پہلے کون مرا، سانپ یا نوجوان؟ (یعنی وہ دونوں اس طرح ساتھ مرے کہ یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی)۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ ماجرا بیان کر کے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس نوجوان کو ہمارے لئے زندہ کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ساتھی اور رفیق کے لئے مغفرت طلب کرو۔ "اور پھر فرمایا کہ۔" (مدینہ کے ان گھروں میں "عوامر" یعنی جنات رہتے ہیں (جن میں مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی) لہذا جب تم ان میں سے کسی کو (سانپ کی صورت میں) دیکھو تو تین بار یا تین دن اس پر تنگی اختیار کرو پھر اگر وہ چلا جائے تو فیہا ورنہ اس کو مار ڈالو کیونکہ (اس صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ) وہ (جنات میں کا) کافر ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ۔ "جاؤ اپنے ساتھی کی تکفین و تدفین

کرو۔ "ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مدینہ میں (کچھ) جن ہیں (اور ان میں وہ بھی ہیں) جو مسلمان ہو گئے ہیں ان میں سے جب تم کسی کو (سانپ کی صورت میں) دیکھو تو تین دن اس کو جہر دار کرو، پھر تین دن کے بعد بھی اگر وہ دکھائی دے تو اس کو مار ڈالو کہ وہ شیطان ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 56)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ "علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ کی یہ روش نہیں تھی کہ وہ اس طرح کی کوئی استدعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کریں۔ اس موقع پر ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ جو ان حقیقت میں مرا نہیں ہے بلکہ زہر کے اثر سے بیہوش ہو گیا ہے۔ اس خیال سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دعا کی استدعا کی تھی۔ "مغفرت طلب کرو۔" اس ارشاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ اس کو زندہ کرنے کی دعا کی درخواست کیوں کرتے ہو کیونکہ وہ تو اپنی راہ پر چل کر موت کی گود میں پہنچ گیا ہے جس کے حق میں زندگی کی دعا قطعاً فائدہ مند نہیں ہے، اب تو اس کے حق میں سب سے مفید چیز یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت اور بخشش کی درخواست کرو۔ "اس پر تنگی اختیار کر دیا اس کو خبردار کرو۔" کا مطلب یہ ہے کہ جب سانپ نظر آئے تو اس سے کہو کہ تو تنگی اور گھیرے میں ہے اب نہ ٹکنا اگر پھر نکلے گا تو ہم تجھ پر حملہ کریں گے اور تجھ کو مار ڈالیں گے، آگے تو جان۔

ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ سانپ کو دیکھ کر یہ کہا جائے انشدکم بالعہد الذی اخذ علیکم سلیمان بن داؤد علیہما السلام لا تاذونا ولا نظہروا لنا۔ "میں تجھ کو اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے تجھ سے لیا تھا کہ ہم کو ایذا نہ دے اور ہمارے سامنے مت آ۔" "وہ شیطان ہے۔" یعنی خبردار کر دینے کے بعد بھی وہ غائب ہوا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ مسلمان جن نہیں ہے بلکہ یا تو کافر جن ہے یہ حقیقت میں سانپ ہے اور یا ابلیس کی ذریات میں سے ہے اس صورت میں اس کو فوراً مار ڈالنا چاہئے۔ اس کو "شیطان" اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ آگاہی کے بعد بھی نظروں سے غائب نہ ہو کر اس نے اپنے آپ کو سرکش ثابت کیا ہے اور عام بات کہ جو بھی سرکش ہوتا ہے خواہ وہ جنات میں کا ہو یا آدمیوں میں کا اور یا جانوروں میں کا اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔

بَابُ مَنْ كَانَ يُعْجِبُهُ الْفَالُ وَيَكْرَهُ الطَّيْرَةَ

یہ باب ہے کہ جس شخص کو فال پسند آئے اور جو شخص بری فال کو پسند نہ کرے

3536 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الْفَالُ الْحَسَنُ وَيَكْرَهُ الطَّيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی فال پسند تھی اور بری فال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں کرتے

تھے۔

کوئی شخص بیمار ہو اور اس بات کے تردد اندیشہ میں ہو کہ صحت پاؤں گا یا نہیں اور اس حالت میں وہ کہے کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ یا سالم یا کوئی شخص میدان جنگ رہا تھا کہ ایک شخص سے ملاقات ہوگئی۔

جس کا نام ظفر خاں یا فتح علی تھا اور مثلاً کوئی شخص کسی چیز کا طالب ہو یا اس کی کوئی چیز کم ہوگئی ہو اور وہ اس کو تلاش کر رہا ہو اور اسی اثناء میں اس کے کان میں یاد اجد کی آواز آئے، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ کبھی لفظ "قال" برائی کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں چیز کا واقعہ ہوتا بری قال ہے۔ یا زبان سے بری بات نکالنا بدقالی ہے۔۔۔

طیرۃ "نظیر" (یعنی بدقالی لینا) کا مصدر ہے جیسا کہ "خیرہ" "تخیرہ" کا مصدر ہے ان دونوں لفظوں کے سوا پر مطلق قال یعنی شکوں کے معنی میں بھی ہوتا ہے جو وہ قال اچھی ہو یا بری۔ تطیر کی اصل اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب عام طور پر اس طرح شکوں لیتے تھے کہ جب وہ کوئی کام کرتے یا کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو کسی پرندے یا ہرن کو چھکار دیتے اگر وہ داہنی سمت میں اڑ جاتا یا دائیں طرف کو بھاگتا تو اس کو مبارک جانتے اور نیک قال لیتے اور پھر اس کام کو شروع کرتے یا سفر پر روانہ ہوتے اور اگر وہ پرندہ یا ہرن بائیں سمت میں اڑ جاتا یا بائیں طرف کا بھاگتا تو اس کو نجس جانتے اور اس کام سے باز رہتے۔ واضح رہے کہ شکار کے اس جانور کو سنوت یا سانح کہتے ہیں جو سامنے سے نمودار ہو کر بائیں طرف سے دائیں طرف کو جا رہا ہو

اور شکار کا جو جانور دائیں طرف سے بائیں طرف کو جا رہا ہو اس کو بروج یا بارح کہتے ہیں عرب کے لوگ سنوح کو مبارک اور بروج کو منجوس سمجھتے تھے چنانچہ بعض مواقع پر "سوانح" اور "بوارح" اور ان کے ذریعہ شکوں لینے کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے یہی معنی ہیں۔ یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ نیک قال لینا محمود و مستحسن بلکہ مستحب ہے جب کہ تطیر یعنی بری قال لینا مذموم و ممنوع ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ اور خاص طور پر لوگوں کے ناموں اور جگہوں کے ذریعہ اچھی قال لیتے تھے ان دونوں میں فرق و امتیاز اس بنا پر ہے کہ نیک قال میں اول اول تو اطمینان اور خوشی حاصل ہوتی ہے دوسرے اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے اچھائی اور بھلائی کی امید آوری ہوتی ہے۔

نیز دل میں اچھائی اور بھلائی ہی کا خیال آتا ہے اور یہ آئندہ آوری اور یہ خیال ہر حالت میں بندے کے لئے بہتر ہے گو اس کی مراد پوری نہ ہو اور بدقالی اس لئے ممنوع و مذموم ہے کہ اس میں خواہ مخواہ رنج اور تردد پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے قطع امید ہوتی ہے اور ناامیدی و ناامردی کا احساس اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا کر دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیزیں شرعاً مذموم و ممنوع بھی ہیں اور عقل و دانش کے منافی بھی ہیں جب کہ بہر صورت ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ بہر حال اس باب میں وہ احادیث نقل کی جائیں گی جو قال و طیرہ سے متعلق اور جن کی تحقیق اوپر بیان کی گئی نیز مؤلف مشکوٰۃ نے اس باب میں وہ احادیث نقل کی ہیں، جن میں عدوی، ہامد اور ان جیسی دوسری اور چیزوں کا ذکر ہے اور یہ سب بھی تطیر یعنی بدقالی کے مفہوم کی حامل اور اسی کے حکم میں داخل ہیں۔

3538 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُفَيَّانَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ عِيسَى بْنِ عَاصِمٍ عَنْ زُرَّ عَنْ

عَنْهُ اللَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّيْرَةُ شِرْكٌ وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ

•• حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”طیرہ شرک ہے۔ ہم میں جو شخص بری قال کی وجہ سے وہم کا شکار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ توکل کے ذریعے اس وہم کو ختم کر دیتا ہے۔“

3530- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَمَاعٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَذْوَى وَلَا طَيْرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”عذوی، طیرہ، ہامہ اور صفر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔“

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے کو بیماری لگنا ہامہ، نوہ اور صفر کی حقیقت نہیں ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 512)

نوہ کا مطلب ہے کہ ایک ستارہ کا غروب ہونا اور دوسرے کا طلوع ہونا اہل عرب کے خیال میں بارش کا ہونا یا نہ ہونا ستاروں کے اسی طلوع و غروب کے زیر اثر ہے جیسا کہ علم نجوم پر اعتقاد رکھنے والے لوگ کہا کرتے ہیں کہ بارش کا تعلق پختروں سے ہے کہ فلاں فلاں پخترا اگر فلاں فلاں تاریخ میں پڑ جائیں اور ان تاریخوں میں بارش ہو جائے تو آگے چل کر برسات کے مہینوں میں فلاں فلاں تاریخوں میں بارش ہوگی پہل میں لکھا ہے کہ نوہ کی جمع انواء ہے جس کے معنی قمر کے ہیں منازل یعنی پختروں کے ہیں اور وہ منازل اٹھائیس ہیں قرآن کریم کی آیت کریمہ (وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ، یس: 39) میں ان ہی منازل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ اہل عرب نزول باران کو انہی منازل کی طرف منسوب کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ جب چاند ان سے فلاں فلاں منازل میں آتا ہے تو بارش یقیناً ہوتی ہے گویا ان کے نزدیک چاند کا ان منازل میں آنا بارش ہونے کی علت اور مؤثر حقیقی کا درجہ رکھتا ہے۔

چنانچہ شارع علیہ السلام نے اس عقیدے کو باطل قرار دیا ہے اور واضح کیا کہ بارش کا ہونا محض حکم الہی پر منحصر ہے نہ کہ کسی سبب اور علت سے متعلق ہے لیکن واضح رہے کہ اس نفی و ابطال کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ تاثر علت کا اعتقاد ہو ہاں منازل میں چاند کے آنے کو نزول باران کا ایک ظاہری سبب سمجھا جائے۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بارش برساتا ہے جب کہ چاند اپنی اپنی فلاں منزل میں آتا ہے اور وہ وقت علت کا درجہ نہیں رکھتا بلکہ محض ایک ظاہری سبب کا درجہ رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس وقت سے پہلے یا اس کے بعد بارش برسائے اور اگر چاہے تو اس وقت بھی نہ برسائے تو یہ عقیدہ نہ کفر کے دائرے میں آئے گا اور نہ اس کو باطل کہا جائے گا۔

اگرچہ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ بھی کفر کا سبب ہے کیونکہ نزول باران کو چاند اور اس کے منازل سے کسی بھی طرح متعلق

کرنا اول تو اہل کفر کا شعار ہے دوسرے مذکورہ صورت (اگرچہ علیہ کے عقیدہ کو ظاہر نہیں کرتی مگر سوہم علیہ تو یقیناً ہے، اس بارے میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ حدیث مذکورہ ممانعت مطلق (بلا استثناء) ہے کہ اس کا تعلق علیہ کے عقیدے سے بھی ہے اور اس صورت سے بھی ہے جس میں چاند اور اس کی منازل کو شخص ایک ظاہری سبب سمجھا جائے، کیونکہ اول تو اس ارشاد کا مقصود عقیدے کی گمراہی و فساد کا سد باب ہے دوسری ایسی کوئی حدیث منقول نہیں ہے جس سے اس کا جواز کسی بھی صورت میں ثابت ہو۔ حاصل یہ کہ جب بارش ہو، اس طرح نہیں کہنا چاہئے کہ فلاں پختہ سے بارش ہوئی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی ہے۔ (شرح مسلم ہندی)

3540- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي جَنَابٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيرَةَ وَلَا هَامَةَ لِقَامٍ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْبَعِيرُ يَكُونُ بِهِ الْجَرَبُ فَتَجَرَّبُ بِهِ الْإِبِلُ قَالَ ذَلِكَ الْقَدَرُ فَمَنْ أَجَرَبَ الْأَوَّلَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”عدوی، طیرہ، ہامہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے“ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! (بعض اوقات) کسی ایک اونٹ کو خارش کا مرض لاحق ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے باقی اونٹوں کو بھی یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: پہلے اونٹ کو کس نے خارش کا شکار کیا تھا؟

3541- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُورِدُ الْمَرِيضُ عَلَى الْمَصِيحِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”بیمار شخص کسی تندرست کو بیماری لاحق نہیں کرتا۔“

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا بدشگونی ہامہ اور صفریہ سب چیزیں بے حقیقت ہیں (البتہ) تم جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

(بخاری، مشکوٰۃ المصابیح، جلد چہارم، رقم الحدیث، 510)

یہ خیال رہے کہ ایک شخص کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے، زمانہ جاہلیت کی یادگار ہے، چنانچہ اہل عرب کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص بیمار کے پہلو میں بیٹھ جائے یا اس کے ساتھ کھائے پئے تو وہ بیماری اس میں بھی سرایت کر جائے گی، علماء لکھتے ہیں کہ عام طور پر اطباء کے نزدیک سات بیماریاں ایسی ہیں جو ایک دوسرے کو لگتی ہیں (۱) جذام (۲) خارش (۳) چیچک (۴) آبلے جو بدن پر پڑ جاتے ہیں (۵) گندہ دہنی (۷) وبائی امراض۔ لہذا شارع علیہ السلام نے اس اعتقاد خیال کو رد کرتے ہوئے واضح کیا کہ مرض کا

ایک سے دوسرے میں سرایت کرنا اور اذکر لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ اس کا تعلق نظام قدرت اور قادر مطلق کی مشیت سے ہے کہ جس طرح پہلا شخص بیمار ہوا ہے اسی طرح دوسرا شخص بھی اس بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

بدھونی کے بارے میں تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے ا "حاما" کے اصل میں معنی سر کے ہیں، لیکن یہاں اس لفظ سے ایک خاص جانور مراد ہے جو عربوں کے گمان کے مطابق میت کے استخوان سے پیدا ہو کر اڑتا ہے، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے تو اس مقتول کے سر سے ایک جانور جس کو "ہامہ" کہتے ہیں باہر نکلتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے کہ مجھے پانی دو، پانی دو، یا وہ قاتل سے انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب قاتل (خود اپنی موت سے یا کسی کے قتل کر دینے سے) مر جاتا ہے تو وہ جانور اڑ کر غائب ہو جاتا۔ بعض لوگ یہ کہا کرتے تھے خود مقتول کی روح اس جانور کا روپ اختیار کر لیتی ہے اور فریاد کرتی ہے تاکہ قاتل سے بدلہ لے سکے جب اس کو قاتل سے بدلہ مل جاتا ہے تو اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔ شارح علیہ السلام نے اس اعتقاد کو بھی باطل قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ "ہامہ" سے مراد "الو" ہے کہ جب وہ کسی صرر بیٹھ جاتا ہے تو وہ گھروں پر ان ہو جاتا ہے۔ یا اس گھر کا کوئی فرد مر جاتا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس عقیدہ کو بالکل مہمل قرار دیا اور واضح رہے فرمایا کہ تطیر یعنی پرندہ کے ذریعہ بدقالی لینے کے حکم میں ہے جو ایک ممنوع چیز ہے۔ "صفر" کی وضاحت میں متعدد اقوال بیان کئے جاتے ہیں، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس سے تیرہ تیزی کا مہینہ مراد ہے جو محرم کے بعد آتا ہے اور جس کو صفر کہتے ہیں، چونکہ کمزور عقیدہ لوگ اس مہینہ کو منہوس سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مہینے میں آفات و بلاء اور حوادث و مصائب کا نزول ہوتا ہے اس لئے اس ارشاد کے ذریعہ اس عقیدے کو باطل و بے اصل قرار دیا گیا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اہل عرب یہ کہا کرتے تھے کہ ہر انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے۔ جس کو "صفر" کہا جاتا ہے ان کے گمان کے مطابق جب پیٹ خالی ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے تو وہ سانپ کاٹا ہے اور تکلیف پہنچاتا ہے ان کا کہنا تھا کہ بھوک کے وقت پیٹ میں جو ایک قسم کی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اسی سانپ کے سبب سے ہوتی ہے اور اس کے اثرات ایک دوسرے میں سرایت کرتے ہیں۔

امام نووی نے شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے گمان کے مطابق "صفر" ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو پہرے میں ہوتے ہیں اور بھوک کے وقت کاٹتے ہیں۔ بسا اوقات ان کے سبب سے آدمی زرد رنگ کا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جن کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (شرح مسلم)

بَابُ الْجُذَامِ

یہ باب کوڑھ کے بیان میں ہے

حَدَّثَنَا مُفَضَّلُ بْنُ قِصَالَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ رَجُلٍ مَجْلُومٍ فَأَذْعَلَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ ثُمَّ قَالَ كُلْ يَقْدُ بِاللَّهِ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے جذام کے مریض کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ پیالے میں داخل کیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے اس پر توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔

شرح

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ توکل و یقین کا مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد جذامی سے بھاگنا اور اس کو اپنے سے الگ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

3543- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابْنِ أَبِي نَافِعٍ عَنْ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي الْخَصِيبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ أَبِي هِنْدٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُدِيمُوا النَّظَرَ إِلَى الْمَجْدُومِينَ،

• سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: کوڑھ کے مریض کو مسلسل نہ دیکھو۔

3544- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ آلِ الشَّرِيدِ يُقَالُ لَهُ عَمْرُو عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ فِي وَفْدٍ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَّخْذُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجِعْ فَقَدْ بَايَعْنَاكَ

• عمرو نامی راوی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ثقیف قبیلے میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو جذام میں مبتلا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے پیغام بھجوایا تم واپس چلے جاؤ ہم نے تم سے بیعت لے لی ہے۔

شرح

حضرت عمرو بن شریذ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ قبیلہ ثقیف کے لوگوں کا جو وفد (دربار رسالت میں) آیا تھا اس میں ایک جذامی تھا (جب اس نے بیعت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس ایک آدمی بھیج کر کہلادیا کہ ہم نے (تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے بغیر) تم سے (زبانی) بیعت لے لی ہے تم لوٹ جاؤ (گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سامنے نہیں بلایا تا کہ حاضرین مجلس کو کراہت محسوس نہ ہو) (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث، 514)

3542: اخرج ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3915 اخرج الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1817

3543: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

3544: اخرج مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5783 اخرج الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4193

جذامی سے ملنے جلنے میں اجتناب و احتراز کے بارے میں ایک تو یہ حدیث ہے، دوسری حدیث وہ ہے جو پیچھے گزری ہے اور جس میں فرمایا گیا کہ جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جذامی کی محبت و مجالست سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہئے، جب کہ وہ احادیث ان کے برعکس ہیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ کسی بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں بالکل متضاد ہیں، اس تضاد کو دور کرنے کے لئے اور ان احادیث کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء کے متعدد اقوال منقول ہیں۔

حضرت شیخ ابن عسقلانی نے شرح منجیبہ میں لکھا ہے کہ احادیث کے اس باہمی تضاد کو دور کرنے کے لئے سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جن احادیث میں عدویٰ یعنی چھوت کی نفی کی گئی ہے ان کا حکم اپنے عموم و اطلاق کے ساتھ قائم و باقی ہے اور ان لوگوں کی مخالفت و مجالست جو جذام جیسے امراض میں مبتلا ہوں ان کی بیماری لگنے کا سبب ہرگز نہیں ہوتا اور جہاں تک احادیث کا تعلق ہے جو جذامی سے اجتناب و پرہیز کو ظاہر کرتی ہیں تو ان کا مقصد محض ادہام و دساوس کا سد باب ہے کہ کوئی شخص شرک کے گرداب میں نہ پھنس جائے۔

اس بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر کسی شخص نے جذامی کے ساتھ مخالفت و مجالست اختیار کی، یعنی ان کے ساتھ بیٹھا اٹھا اور اس کے ساتھ ملنا جلنا جاری رکھا اور پھر اسی دوران اللہ کا یہ حکم ہوا کہ وہ شخص بھی جذام میں مبتلا ہو گیا تو بعید نہیں کہ وہ اس وہم و اعتقاد میں مبتلا ہو جائے کہ میں اس جذامی کی مخالفت و مجالست ہی کی وجہ سے اس مرض میں گرفتار ہوا ہوں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس وہم و اعتقاد سے بچانے کے لئے جو کفر و شرک کی حد تک پہنچاتا ہے، جذامی سے اجتناب و پرہیز کرنے کا حکم دیا، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کو حکم سے مستثنیٰ رکھا کیونکہ آپ تو کل و اعتقاد علی اللہ کے مرتبہ اعلیٰ پر فائز تھے اس کی بنا پر مذکورہ وہم و گمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبتلا ہونے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جذامی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لائے اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا، حاصل یہ کہ جذامی سے اجتناب و پرہیز کرنے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو اپنے صدق و یقین کی طاقت نہ رکھے اور اس بات کا خوف ہو کہ اگر وہ کسی جذامی کی مخالفت و مجالست کے دوران خود اس مرض میں مبتلا ہو گیا تو اس وہم و اعتقاد کا شکار ہو کر شرک خفی کے گرداب میں پھنس جائے گا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ بیماری کے چھوت کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو جذام کی بیماری اس سے مستثنیٰ ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ جذام میں ایک خاص قسم کی بدبو ہوتی ہے اگر کوئی شخص کسی جذامی کے ساتھ مخالفت و مجالست اور ہم خوری و ہم بستری میں زیادتی اختیار کرے تو وہ بواس کو متاثر کرتی ہے اور بیمار کر دیتی ہے۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص ایسا کھانا کھالے یا ایسی بو میں پھنس جائے جو اس کے مزاج و طبیعت کے موافق نہ ہو یا اس کا مضر ہونا ظاہر ہو تو اس شخص سے متاثر ہوتا ہے اور مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اگرچہ یہ چیزیں محض ایک ظاہری ذریعہ و سبب بنتی ہے حقیقت میں وہ بیماری اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے لاحق ہوتی ہے اس اعتبار سے جذامی سے پرہیز طبی نقطہ نظر اور حصول حفظان صحت کی رو سے ہو گا نہ کہ اس کو چھوت

بکھنے کی وجہ سے۔

بَابُ السِّحْرِ

یہ باب جادو کے بیان میں ہے

جادو کے تاریخی پس منظر کا بیان

وَالْحَسُّوْا مَا تَصْلُوْنَ الشَّيْطٰنُ عَلٰی مُلْكٍ مُّسْلَمٍ وَمَا كَفَرُوْا مُسْلِمِيْنَ وَلٰكِنَّ الشَّيْطٰنَ كَفَرُوْا يَعْلَمُوْنَ
النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اَنْزَلَ عَلٰی الْمَلٰٓئِكِيْنَ بِبَابِلَ هٰرُوْتُ وَمَارُوْتُ وَمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَ
اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَعْلَمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يَفْقَرُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضٰرِّينَ بِهٖ مِنْ
اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَعْلَمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهُ لَبِىْ الْاٰخِرَةِ مِنْ
خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (البقرہ)

اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں (ف) اور سلیمان نے کفر نہ کیا (ف) ہاں
شیطان کافر ہوئے (ف) لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جبرائیل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی
کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو زری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو (ف) تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدا کی ڈالیں
مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے (ف) اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ
دے گا اور بیشک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے
بدلے انہوں نے اپنی جانیں بچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کی
کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکلوا کر لوگوں
سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے بنی اسرائیل کے صلحاء و علماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن ان کے جہال
جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بتا کر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے۔ انبیاء کی کتابیں چھوڑ دیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر
ملامت شروع کی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک اسی حال پر رہے اللہ تعالیٰ نے حضور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی
براءت میں یہ آیت نازل فرمائی۔

کیونکہ وہ نبی ہیں اور انبیاء کفر سے قطعاً معصوم ہوتے ہیں ان کی طرف سحر کی نسبت باطل و غلط ہے کیونکہ سحر کا کفریات سے خالی
ہونا نادر ہے۔ جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادو گری کی جھوٹی تہمت لگائی۔

یعنی جادو سیکھ کر اور اس پر عمل و اعتقاد کر کے اور اس کو مباح جان کر کافر نہ بن یہ جادو فرماں بردار و نافرمان کے درمیان امتیاز و

آزمائش کے لئے نازل ہوا جو اس کو سیکھ کر اس پر عمل کرے کافر ہو جائے گا بشرطیکہ اس جادو میں منافی ایمان کلمات و افعال ہوں جو اس سے پہلے نہ سکھے یا سکھے اور اس پر عمل نہ کرے اور اس کے کفریات کا معتقد نہ ہو وہ مومن رہے گا یہی امام ابو منصور ماتریدی کا قول ہے مسئلہ جو کفر ہے اس کا عامل اگر مرد ہو قتل کر دیا جائے گا مسئلہ: جو کفر نہیں مگر اس سے جانیں ہلاک کی جاتی ہیں اس کا عامل تمام طریق کے حکم میں ہے مرد ہو یا عورت۔ (تفسیر مدارک، سورہ بقرہ، ہرودت)

حضرت عبدالرحمن بن ابی اسے اس طرح پڑھتے تھے آیت (وما نزل علی الملکین داود و سلیمان) یعنی داؤد و سلیمان دونوں بادشاہوں پر بھی جادو نہیں اتارا گیا یا یہ کہ وہ اس سے روکتے تھے کیونکہ یہ کفر ہے۔ امام ابن جریر نے اس کا زبردست رد کیا ہے و فرماتے ہیں "ما" معنی میں الذی کے ہے اور ہاروت ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں اللہ نے زمین کی طرف اتارا ہے اور اپنے بندوں کی آزمائش اور امتحان کے لئے انہیں جادو کی تعلیم دی ہے لہذا ہاروت ماروت اس فرمان باری تعالیٰ کو بجالا رہے ہیں۔ ایک غریب قول یہ بھی ہے کہ یہ جنوں کے دو قہیلے ہیں ملکیینی یعنی دو بادشاہوں کی قرأت پر انزال خلق کے معنی میں ہو گا جیسے فرمایا آیت (وانزل لکم من الانعام ثلثیۃ ازواج) اور فرمایا آیت (وانزلنا الحدید) اور کہا آیت (وینزل لکم من السماء رزقا) یعنی ہم نے تمہارے لئے آٹھ قسم کے چوپائے پیدا کئے، لوہا بنایا، آسمان سے روزیاں اتاریں۔ حدیث میں ہے دعا (ما نزل اللہ دام) یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں ان سب کے علاج بھی پیدا کئے ہیں مثل مشہور ہے کہ بھلائی برائی کا نازل کرنے والا اللہ ہے یہاں سب جگہ انزال یعنی پیدائش کے معنی میں ہے ایجاد یعنی لانے اور اتارنے کے معنی میں نہیں اسی طرح اس آیت میں بھی اکثر سلف کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ مضمون بسط و طول کے ساتھ ہے جو ابھی بیان ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ فرشتے تو معصوم ہیں وہ گناہ کرتے ہی نہیں چہ جائیکہ لوگوں کو جادو سکھائیں جو کفر ہے اس لئے کہ یہ دونوں بھی عام فرشتوں میں سے خاص ہو جائیں گے۔ جیسے کہ ابلیس کی بابت آپ آیت (واذ قلنا للملائکۃ) الخ کی تفسیر میں پڑھ چکے ہیں۔

حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر کعب احبار، حضرت سدی، حضرت کلبی یہی فرماتے ہیں اب اس حدیث کو سنئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا اور ان کی اولاد پھیلی اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونے لگی تو فرشتوں نے کہا کہ دیکھو یہ کس قدر برے لوگ ہیں کیسے نافرمان اور سرکش ہیں ہم اگر ان کی جگہ ہوتے تو ہرگز ہرگز اللہ کی نافرمانی نہ کرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا تم اپنے میں سے دو فرشتوں کو پسند کر لو میں ان میں انسانی خواہشات پیدا کرتا ہوں اور انہیں انسانوں میں بھیجتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے ہاروت و ماروت کو پیش کیا اللہ تعالیٰ نے ان میں انسانی طبیعت پیدا کی۔

اور ان سے کہہ دیا کہ دیکھو بنی آدم کو تو میں نبیوں کے ذریعہ اپنے حکم احکام پہنچاتا ہوں لیکن تم سے بلا واسطہ خود کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا زنا نہ کرنا، شراب نہ پینا، اب یہ دونوں زمین پر اترے اور زہرہ کو ان کی آزمائش کے لئے حسین و شکیل عورت کی صورت میں ان کے پاس بھیجا جسے دیکھ کر یہ مفتوں ہو گئے اور اس سے زنا کرنا چاہا اس نے کہا اگر تم شرک کرو تو میں منظور

کرتی ہوں انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو ہم سے نہ ہو سکے گا۔ چلی گئی پھر آئی اور کہنے لگی اچھا اس بچے کو قتل کر ڈالو تو مجھے تمہاری خواہش پوری کرنی منظور ہے انہوں نے اسے بھی نہ مانا وہ پھر آئی اور کہا کہ اچھا یہ شراب پی لو انہوں نے اسے ہلکا گناہ سمجھ کر اسے منظور کر لیا۔

اب نشہ میں مست ہو کر زنا کاری بھی کی اور اس بچے کو بھی قتل کر ڈالا جب ہوش حواس درست ہوئے تو اس عورت نے کہا جن جن کاموں کا تم پہلے انکار کرتے تھے سب تم نے کر ڈالے۔ یہ نادم ہوئے انہیں اختیار دیا گیا کہ یا تو عذاب دنیا کو اختیار کرو یا عذاب اخروی کو۔ انہوں نے دنیا سے عذاب پسند کئے صحیح ابن حبان مسند احمد ابن مردویہ ابن جریر عبد الرزاق میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ مسند احمد کی یہ روایت غریب ہے اس میں ایک راوی موسیٰ بن جبر انصاری سلمیٰ کو ابن ابی حاتم نے مستور الحال لکھا ہے ابن مردویہ کی روایت میں یہی ہے کہ ایک رات کو اثناء سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نافع سے پوچھا کہ کیا زہرہ تارا نکلا؟ اس نے کہا نہیں دو تین مرتبہ سوال کے بعد کہا اب زہرہ طلوع ہو تو فرمانے لگے اس سے نہ خوشی ہو نہ بھلائی ملے۔ حضرت نافع نے کہا حضرت ایک ستارہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے طلوع و غروب ہوتا ہے آپ اسے برا کہتے ہیں؟ فرمایا میں وہی کہتا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر اس کے بعد مندرجہ بالا حدیث باختلاف الفاظ سنائی لیکن یہ بھی غریب ہے حضرت کعب والی روایت مرفوع سے زیادہ صحیح موقف ہے اور ممکن ہے کہ وہ نبی اسرائیل روایت ہو واللہ اعلم صحابہ اور تابعین سے بھی اس قسم کی روایتیں بہت کچھ منقول ہیں بعض میں ہے کہ زہرہ ایک عورت تھی اس نے ان فرشتوں سے یہ شرط کی تھی کہ تم مجھے وہ دعا سکھا دو جسے پڑھ کر تم آسمان پر چڑھ جاتے ہو انہوں نے سکھا دی یہ پڑھ کر چڑھ گئی اور وہاں تارے کی شکل میں بنا دی گئی بعض مرفوع روایتوں میں بھی یہ ہے لیکن وہ منکر اور غیر صحیح ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس واقعہ سے پہلے تو فرشتے صرف ایمان والوں کی بخشش کی دعا مانگتے تھے لیکن اس کے بعد تمام اہل زمین کے لئے دعا شروع کر دی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب ان دونوں فرشتوں سے یہ نافرمانیاں سرزد ہوئیں تب اور فرشتوں نے اقرار کر لیا کہ بنی آدم جو اللہ تعالیٰ سے دور ہیں اور بن دیکھے ایمان لاتے ہیں جن سے خطاؤں کا سرزد ہو جانا کوئی ایسی انوکھی چیز نہیں ان دونوں فرشتوں سے کہا گیا کہ اب یا تو دنیا کا عذاب پسند کر لو یا آخرت کے عذابوں کو اختیار کر لو۔ انہوں نے دنیا کا عذاب چن لیا چنانچہ انہیں بابل میں عذاب ہو رہا ہے ایک روایت میں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے تھے ان میں قتل سے اور مال حرام سے ممانعت بھی کی تھی اور یہ حکم بھی تھا کہ حکم عدل کے ساتھ کریں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ تین فرشتے تھے لیکن ایک نے آزمائش سے انکار کر دیا اور واپس چلا گیا پھر دوسری آزمائش ہوئی۔

ابن عباس فرماتے ہیں یہ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ کا ہے۔ یہاں بابل سے مراد بابل دنیاوند ہے اس عورت کا نام عربی میں زہرہ تھا اور لبطی زبان میں اس کا نام بیدخت تھا اور فارسی میں ناہید تھا۔ یہ عورت اپنے خاوند کے خلاف ایک مقدمہ لائی تھی جب انہوں نے اس سے برائی کا ارادہ کیا تو اس نے کہا پہلے مجھے میرے خاوند کے خلاف حکم دو تو مجھے منظور ہے انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس نے کہا مجھے یہ بھی بتا دو کہ تم کیا پڑھ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہو اور کیا پڑھ کر اترتے ہو؟ انہوں نے یہ بھی بتا دیا چنانچہ وہ اسے

چند آسمان پر چڑھنے کا وظیفہ بھول گئی اور وہیں ستارے کی صورت میں مسخ کر دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر جب کبھی زہرہ ستارے کو دیکھتے تو لعنت بھیجا کرتے تھے اب ان فرشتوں نے جب چڑھنا چاہا تو نہ چڑھ سکے کچھ گئے کہ اب ہم ہلاک ہوئے حضرت مجاہد فرماتے ہیں پہلے پہل چند دنوں تک تو فرشتے ثابت قدم رہے صبح سے شام تک فیصلہ عدل کے ساتھ کرتے رہتے شام کو آسمان پر چڑھ جاتے پھر زہرہ کو دیکھ کر اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے زہرہ ستارے کو ایک خوبصورت عورت کی شکل میں بھیجا الغرض ہرودت ماردت کا یہ قصہ تابعین میں سے بھی اکثر لوگوں نے بیان کیا ہے جیسے مجاہد، سدی، حسن بصری، قتادہ، ابو العالیہ، زہری، ربیع بن انس، قتیل بن حیان وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین اور حنفیہ میں اور متاخرین مفسرین نے بھی اپنی اپنی تفسیروں میں اسے نقل کیا ہے لیکن اس کا زیادہ تر دارودار بنی اسرائیل کی کتابوں پر ہے کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث اس بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ قرآن کریم میں اس قدر ربط و تفصیل ہے پس ہمارا ایمان ہے کہ جس قدر قرآن میں ہے صحیح اور درست ہے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ مسند احمد ابن حبان بیہقی وغیرہ کی مرفوع حدیث حضرت علی حضرت ابن عباس بن مسعود وغیرہ کی موقوف روایات تابعین وغیرہ کی تفاسیر وغیرہ ملا کر اس واقعہ کی بہت پختہ قویت ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی محال عقلی ہے نہ اس میں کسی اصول اسلامی کا خلاف ہے پھر ظاہر سے بے جا ہٹ اور تکلفات اٹھانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ (فتح البیان)

ابن جریر میں ایک غریب اثر اور ایک عجیب واقعہ ہے اسے بھی سنئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دو متہ لہجہ ل کی ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد آپ کی تلاش میں آئی اور آپ کے انتقال کی خبر پا کر بے چین ہو کر رونے پینے لگی میں نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھ میں اور میرے شوہر میں ہمیشہ ناچاقی رہا کرتی تھی ایک مرتبہ وہ مجھے چھوڑ کر لاپتہ کہیں چلا گیا، ایک بڑھیا سے میں نے یہ سب ذکر کیا اس نے کہا جو میں کہوں وہ کروہ خود بخود تیرے پاس آ جائے گا میں تیار ہو گئی وہ رات کے وقت دوکتے لے کر میرے پاس آئی ایک پر وہ خود سوار ہوئی اور دوسرے پر میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم دونوں باہل پہنچ گئیں میں نے دیکھا کہ دو شخص ادھر لٹکے ہوئے ہیں اور لوہے میں جکڑے ہوئے ہیں اس عورت نے مجھ سے کہا ان کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ میں جادو سیکھنے آئی ہوں میں نے ان سے کہا انہوں نے کہا سن ہم تو آزمائش میں ہیں تو جادو نہ سیکھ اس کا سیکھنا کفر ہے میں نے کہا میں تو سیکھوں گی۔

انہوں نے کہا اچھا پھر جا اور اس تنور میں پیشاب کر کے چلی آ میں گئی ارادہ کیا لیکن کچھ دہشت سی طاری ہوئی میں واپس آ گئی اور کہا میں فارغ ہو آئی ہوں انہوں نے پوچھا کیا دیکھا؟ میں نے کہا کچھ نہیں انہوں نے کہا تو غلط کہتی ہے ابھی تو کچھ نہیں بگڑا تیرا ایمان ثابت ہے اب بھی لوٹ جا اور کفر نہ کر میں نے کہا مجھے تو جادو سیکھنا ہے انہوں نے پھر کہا جا اور اس تنور میں پیشاب کر آ میں پھر گئی لیکن اب کی مرتبہ بھی دل نہ مانا واپس آئی پھر اسی طرح سوال جواب ہوئے میں تیسری مرتبہ پھر تنور کے پاس گئی اور دل کڑا کر کے پیشاب کرنے کو بیٹھ گئی میں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار منہ پر نقاب ڈالے نکلا اور آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ واپس چلی آئی ان سے ذکر کیا انہوں نے کہا ہاں اب کی مرتبہ تو سچ کہتی ہے وہ تیرا ایمان تھا جو تجھ میں سے نکل گیا اب جا چلی جا میں آئی اور اس بڑھیا

نے کہا انہوں نے مجھے کچھ بھی نہیں سکھایا اس نے کہا بس تجھے کچھ آگیا اب تو جو کہے گی ہو جائے گا میں نے آزمائش کے لئے ایک دانہ گیسوں کا لیا اسے زمین پر ڈال کر کہا اگ جادو فوراً آگ آیا میں نے کہا تجھ میں بال پیدا ہو جائے چنانچہ دھوکے میں سے کچھ سوکھ وہ بال سوکھ گئے میں نے کہا الگ الگ دانہ ہو جادو بھی ہو گیا پھر میں نے کہا سوکھ جاتو سوکھ گیا پھر میں نے کہا آگ آگ میں جاتو آگ آگ میں نے کہا روٹی پک جاتو روٹی پک گئی یہ دیکھتے ہی میرا دل مادم ہونے لگا اور مجھے اپنے بے ایمان ہو جانے کا صدمہ ہونے لگا اسے ام المومنین قسم اللہ کی نہ میں نے اس جادو سے کوئی کام لیا نہ کسی پر کیا میں یونہی روٹی چھتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہوں لیکن افسوس بد قسمتی سے آپ کو بھی میں نے نہ پایا اب میں کیا کروں؟ اتنا کہہ کر چپ ہو گئی سب کو اس پر ترس آنے لگا صحابہ کرام بھی متحیر تھے کہ اسے کیا فتویٰ دیں؟

آخر بعض صحابہ نے کہا اب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ تم اس فعل کو نہ کر دو تو یہ استغفار کرو اور اپنے ماں باپ کی خدمت بڑائی کرتی رہو یہاں یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ صحابہ کرام فتویٰ دینے میں بہت احتیاط کرتے تھے کہ چھوٹی سی بات بتانے میں ہل بہت تھا آج ہم بڑی سے بڑی بات بھی انکل اور رائے قیاس سے گھڑ گھڑا کر بتانے میں بالکل نہیں رکھتے اس کی اسناد بالکل صحیح ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ "عین" چیز جادو کے زور سے پلٹ جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں صرف دیکھنے والے کو ایسا خیال پڑتا ہے اصل چیز جیسی ہوتی ہے ویسی ہی رہتی ہے جیسے قرآن میں ہے آیت (سحر و اٰمین الناس) الخ یعنی انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور فرمایا آیت (تخلیل الیہ من سحرہم انھا تسمی) حضرت موسیٰ کی طرف خیال ڈالا جاتا تھا کہ گویا وہ سانپ وغیرہ ان کے جادو کے زور سے چل پھر رہے ہیں اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں لفظ باطل سے مراد باطل عراق ہے باطل دنیا و دہلیس۔

ابن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ باطل کی زمین میں جا رہے تھے عصر کی نماز کا وقت آگیا لیکن آپ نے وہاں نماز ادا نہ کی بلکہ اس زمین کی سرحد سے نکل جانے کے بعد نماز پڑھی اور فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے اور باطل کی زمین میں نماز پڑھنے سے بھی ممانعت فرمائی ہے یہ زمین ملعون ہے۔ ابوداؤد میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔

اور امام صاحب نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا اور جس حدیث کو حضرت امام ابوداؤد اپنی کتاب میں لائیں اور اس کی سند پر خاموشی کریں تو وہ حدیث امام صاحب کے نزدیک حسن ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطل کی سر زمین میں نماز مکروہ ہے جیسے کہ شمودیوں میں نہ جاؤ اگر اتفاقاً جانا پڑے تو خوف اللہ سے روئے جاؤ۔ بیعت دانوں کا قول ہے کہ باطل کی دوری بحر غربی اوقیانوس سے ستر درجہ لمبی اور وسط زمین سے نوب کی جانب بخط استواء سے تیس درجہ ہے واللہ اعلم۔

چونکہ ہارپوت ماروت کو اللہ تعالیٰ نے خیر و شرف کفر و ایمان کا علم دے رکھا ہے اس لئے ہر ایک کفر کی طرف جھکنے والے کو نصیحت کرتے ہیں اور ہر طرح روکتے ہیں جب نہیں مانتا تو وہ اسے کہہ دیتے ہیں اس کا نور ایمان جاتا رہتا ہے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے شیطان اس کا رفیق کار بن جاتا ہے ایمان کے نکل جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا غضب اس کے روم روم میں گھس جاتا ہے ابن جریج راتے ہیں سوائے کافر کے اور کوئی جادو سیکھنے کی جرات نہیں کرتا۔ فتنہ کے معنی یہاں پر بلا آزمائش اور امتحان کے ہیں حضرت موسیٰ

عبداللہ کا قول قرآن پاک میں مذکور ہے آیت (ان می الاصلک) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جادو سیکھنا کفر ہے حدیث میں بھی ہے جو شخص کسی کا من یا جوہر کے پاس جائے اور اس کی بات کو سچ سمجھے اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہوئی وحی کے ساتھ کفر کیا۔ (بزار)

یہ حدیث سچ ہے اور اس کی تائید میں اور حدیثیں بھی آئی ہیں پھر فرمایا کہ لوگ ہاروت ماروت سے جادو سیکھتے ہیں جس کے ذریعہ برے کام کرتے ہیں عورت مرد کی محبت اور موافقت کو بغض اور مخالفت سے بدل دیتے ہیں صحیح مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شیطان اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو بہکانے کے واسطے بھیجتا ہے سب سے زیادہ مرتبہ وہ اس کے نزدیک وہ ہے جو حقے میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ یہ جب واپس آتے ہیں تو اپنے بدترین کاموں کا ذکر کرتے ہیں کوئی کہتا ہے میں نے تمہاں کو اس طرح گمراہ کر دیا۔ کوئی کہتا ہے میں نے فلاں شخص سے یہ گناہ کرایا۔ شیطان ان سے کہتا ہے۔ کچھ نہیں یہ تو معمولی کام ہے یہاں تک کہ ایک آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کے اور اس کی بیوی کے درمیان جھگڑا ڈال دیا یہاں تک کہ جدائی ہو گئی شیطان اسے گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے ہاں تو نے بڑا کام کیا اسے اپنے پاس بٹھالیتا ہے اور اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے پس جو دُر بھی اپنے جادو سے وہ کام کرتا ہے جس سے میاں بیوی میں جدائی ہو جائے مثلاً اس کی شکل صورت اسے بری معلوم ہونے لگے یا اس کے عادات و اطوار سے جو غیر شرعی نہ ہوں یہ نفرت کرنے لگے یا دل میں عداوت آجائے وغیرہ وغیرہ رفتہ رفتہ یہ باتیں بڑھتی جائیں اور آپس میں چھوٹ چھٹاؤ ہو جائے "مرا" کہتے ہیں اس کا مذکر مونث اور تشبیہ تو ہے جمع نہیں بنتا پھر فرمایا یہ کسی کو بھی بغیر اللہ کی مرضی کے ایذا نہیں پہنچا سکتے یعنی اس کے اپنے بس کی بات نہیں اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر اور اس کے ارادے کے ماتحت یہ نقصان بھی پہنچتا ہے اگر اللہ نہ چاہے تو اس کا جادو شخص بے اثر اور بے فائدہ ہو جاتا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جادو اسی شخص کو نقصان دیتا ہے جو اسے حاصل کرے اور اس میں داخل ہو پھر ارشاد ہوتا ہے وہ ایسا علم سیکھتے ہیں جو ان کے لئے سراسر نقصان دہ ہے جس میں کوئی نفع نہیں اور یہ یہودی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری چھوڑ جادو کے پیچھے لگنے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں نہ ان کی قدر و وقعت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نہ وہ دیندار سمجھے جاتے ہیں پھر فرمایا اگر یہ اس کام کی برائی کو محسوس کرتے اور ایمان و تقویٰ برتتے تو یقیناً ان کے لئے بہت ہی بہتر تھا مگر یہ بے علم لوگ ہیں اور فرمایا کہ اہل علم نے کہا تم پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ثواب ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے لیکن اسے صبر کرنے والے ہی پاسکتے ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی استدلال بزرگان دین نے کیا ہے کہ جادو گر کافر ہے کیونکہ آیت میں آیت (ولو انهم امنوا اتقوا) فرمایا ہے۔

حضرت امام احمد اور سلف کی ایک جماعت بھی جادو سیکھنے والے کو کافر کہتی ہے بعض کافر تو نہیں کہتے لیکن فرماتے ہیں کہ جادو گر کی حد یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے بجالہ بن عبید کہتے ہیں حضرت عمر نے اپنے ایک فرمان میں لکھا تھا کہ ہر ایک جادو گر مرد عورت کو قتل کر دو چنانچہ ہم نے تین جادو گروں کی گردن باری صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کی ایک لوٹھی نے جادو کیا جس پر اسے قتل کیا گیا۔

حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تین صحابیوں سے جادو گر کے قتل کا فتویٰ ثابت ہے ترمذی میں ہے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جادوگر کی حد نکوار سے قتل کر دینا ہے اس حدیث کے ایک راوی انس بن مالک بن ابی امیہ بن سنان اور دیگر صحابہ میں سے ایک بزرگ صحابی نے یہ دیکھا اور دوسرے دن نکوار باغدھڑ ہوئے آئے جب ساحر نے اپنا کھیل شروع کیا آپ نے اپنی نکوار سے خود اس کی گردن اڑادی اور فرمایا لے اب اگر سچا ہے تو خود جی اٹھ پھر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کہ لوگوں کو سنائی آیت (افتنسون السحر وانتم تبصرون) کیا تم دیکھتے بھالتے جادو کے پاس جاتے ہو؟ چونکہ اس بزرگ صحابی نے ولید کی اجازت اس کے قتل میں نہیں لی تھی اسلئے بادشاہ نے ناراض ہو کر انہیں قید کر دیا پھر چھوڑ دیا امام شافعی نے حضرت عمر کے فرمان اور حضرت حفصہ کے واقعہ کے متعلق یہ کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب جادو شرکیہ الفاظ سے ہو۔ معتزلہ جادو کے وجود کے منکرین وہ کہتے ہیں جادو کوئی چیز نہیں بلکہ بعض لوگ جو بعض دفعہ اتنا بڑھ جاتے ہیں کہ کہتے ہیں جو جادو کا وجود مانتا ہوا وہ کافر ہے لیکن اہل سنت جادو کے وجود کے قائل ہیں یہ مانتے ہیں کہ جادو گر اپنے جادو کے زور سے ہوا پر اڑ سکتے ہیں اور انسان بظاہر گدھا اور گدھے کو بظاہر انسان بنا ڈالتے ہیں مگر کلمات اور مترتر تنزیر کے وقت ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے آسمان کو اور تاروں کو تاثیر پیدا کرنے والا اہل سنت نہیں مانتے، فلسفے اور نجوم والے اور بے دین لوگ تو تاروں کو اور آسمان کو بھی اثر پیدا کرنے والا جانتے ہیں اہل سنت کی ایک دلیل تو آیۃ (وما ہم بضاریں) ہے اور دوسری دلیل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا جانا اور آپ پر اس کا اثر ہونا ہے تیسرے اس عورت کا واقعہ جسے حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا ہے جو اوپر ابھی ابھی گزارا ہے اور بھی بیسیوں ایسے ہی واقعات وغیرہ ہیں۔ رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جادو کا حاصل کرتا برا نہیں محققین کا یہی قول ہے اس لئے کہ وہ بھی علم ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیت (قل هل یستوى الذین یعلمون والذین لا یعلمون) یعنی علم والے اور بے علم برابر نہیں ہوتے اور اس لئے کہ یہ علم ہوگا تو اس سے معجزے اور جادو میں فرق پوری طرح واضح ہو جائے گا اور معجزے کا علم واجب ہے اور وہ موقوف ہے جادو کے سیکھنے پر جس سے فرق معلوم ہو پس جادو کا سیکھنا بھی واجب ہو یا رازی کا یہ قول سر تا پا غلط ہے اگر عقلاً وہ اسے برائہ بتائیں تو معتزلہ موجود ہیں جو عقلاً بھی اس کی برائی کے قائل ہیں اور اگر شرعاً برائہ بتاتے ہوں تو قرآن کی یہ آیت شرعی برائی بتانے کے لئے کافی ہے صحیح حدیث میں ہے جو کسی شخص کسی جادو گر یا کاهن کے پاس جائے وہ کافر ہو جائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ البقرہ، بیروت)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی تحقیق کا بیان

مدینہ کے یہود حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو ساحر اور جادوگر کہتے تھے اور جب ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا نبیوں میں ذکر فرماتے تو وہ اس پر طعن اور تشنیع کرتے اور کہتے کہ دیکھو ان کو کیا ہوا ہے کہ یہ سلیمان کا نبیوں میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ سلیمان محض جادوگر تھے امام ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے دور حکومت میں شیطان آسمان پر گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور بیٹھ کر

فرشتوں کا کلام کان لگا کر سنتے کہ زمین میں کون کب مرے گا بارش کب ہوگی اور اس قسم کی دیگر باتیں پھر آ کر کانوں کو وہ باتیں بتاتے کہ ان لوگوں کو وہ باتیں بتاتے اور وہ باتیں اس طرح واقع ہو جاتیں ان کے ساتھ بہت سے جھوٹ ملا کر لوگوں نے وہ باتیں سمجھ میں لکھ لیں اور بنواسرائیل میں یہ مشہور ہو گیا کہ جنات کو غیب کا علم ہے حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ان کتابوں کو تلاش کر دیا کر مٹوا دیا اور ایک صندوق میں رکھ کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا اور شیاطین میں سے جو بھی ان کی کرسی کے قریب جاتا وہ جل جاتا اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اعلان کر دیا کہ میں نے جس شخص کے متعلق بھی یہ سنا کہ وہ کہتا ہے کہ شیاطین غیب جانتے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا حضرت سلیمان (علیہ السلام) فوت ہو گئے اور وہ علماء بھی گزر گئے جن کو یہ واقعہ معلوم تھا اور پشت ہا پشت گزر گئیں تو ایک دن وہ شیطان انسان کی صورت بن کر بنواسرائیل کی ایک جماعت کے پاس گیا اور کہا: میں تم کو ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ دکھاتا ہوں اس نے ان سے کہا: اس کرسی کے نیچے زمین کھودو انہوں نے کھودا تو وہ کتابیں نکل آئیں شیطان نے کہا: حضرت سلیمان (علیہ السلام) اس جادو کی وجہ سے انسانوں جنوں اور پرندوں پر حکومت کرتے تھے پھر بنواسرائیل میں نسل در نسل یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) جادوگر تھے حتیٰ کے جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث ہوئے اور آپ نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا تو بنواسرائیل نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: سلیمان تو جادوگر تھے اللہ تعالیٰ نے انکے رد میں یہ آیت نازل فرمائی: اور انہوں نے اس کی پیروی کی جس کو سلیمان (علیہ السلام) کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے (جادو کر کے) کوئی کفر نہیں کیا البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

نیز امام ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جب شیاطین (جنوں) کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی موت کا علم ہوا تو انہوں نے سحر کی مختلف اصناف اور اقسام کو لکھ کر ایک کتاب میں مدون کیا اور اس کے اوپر یہ نام لکھ دیا کہ یہ سلیمان بن داؤد کے دوست آصف بن برخیا کی تحریر ہے اور اس میں علم کے خزانوں کے ذخیرے ہیں پھر اس کتاب کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا پھر بعد میں بنواسرائیل کی باقی ماندہ قوم نے اس کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی کرسی کے نیچے سے نکال لیا جب انہوں نے اس کتاب کو پڑھا تو انہوں نے جادو پھیلا دیا اور جب ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سلیمان بن داؤد (علیہ السلام) کا انبیاء اور مرسلین میں ذکر کیا تو مدینہ کے یہودیوں نے کہا: کیا تم (حضرت سیدنا) عمر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر تعجب نہیں کرتے کہ وہ سلیمان کا انبیاء میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ وہ صرف ایک جادوگر تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل کی: اور انہوں نے اس کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے (جادو کر کے) کوئی کفر نہیں کیا البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے وہ لوگ کو جادو سکھاتے تھے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان دونوں روایتوں کو طبری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور)

امام ابن جوزی نے ان آیتوں کے شان نزول میں حرید چار قول نقل کیے ہیں: (۱) ابوصالح نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے ہاتھ سے ان کی سلطنت نکل گئی تو شیاطین (جنوں) نے سحر کو لکھ کر ان کی جائے نماز کے نیچے دفن کر دیا اور جب ان کی وفات ہوئی تو اس کو نکال لیا اور کہا: ان کی سلطنت اس سحر کی وجہ سے تمہی مقابل کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) سعید بن جبیر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ آصف بن برخیا حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے احکام لکھ لیا کرتے تھے اور ان کو ان کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا کرتے تھے جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) فوت ہو گئے تو اس کتاب کو شیطانوں سے نکال لیا اور ہر دو سطور کے درمیان سحر اور جھوٹ لکھ دیا اور بعد میں اس کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف منسوب کر دیا۔

(۳) عکرمہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: شیطانوں نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو وفات کے بعد سحر کو لکھا اور اس کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف منسوب کر دیا۔

(۴) قتادہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: شیطانوں نے جادو کو ایجاد کیا حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اس پر قبضہ کر کے اس کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا تاکہ لوگ اس کو نہ سیکھیں جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) فوت ہو گئے تو شیطانوں نے اس کو نکال لیا اور لوگوں کو سحر کی تعلیم دی اور کہا: یہی سلیمان کا علم ہے۔ (زاہد البیرج ص ۱۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

سحر کے لغوی معنی کا بیان

علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے کہ جس چیز کا ماخذ لطیف اور دقیق ہو وہ سحر ہے۔

(قاموس ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ جوہری نے بھی یہی لکھا ہے۔ (الصاح ج ۲ ص ۶۹ مطبوعہ دار العلم بیروت ۱۴۰۲ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: تہذیب میں مذکور ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف پلٹ دینا سحر ہے کیونکہ جب ساحر سی باطل کو حق کی صورت میں دکھاتا ہے اور لوگوں کے ذہن میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ وہ چیز اپنی حقیقت کے مغائر ہے تو یہ اس کا سحر ہے۔ (تاج العروس ج ۳ ص ۲۵۸ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: سحر وہ عمل ہے جس میں شیطان کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی مدد سے کوئی کام کیا جاتا ہے نظر بندی کو بھی سحر کہتے ہیں ایک چیز کی صورت میں دکھائی دیتی ہے حالانکہ وہ اس کی اصلی صورت نہیں ہوتی (جیسے دور سے سے سراب پانی کی طرح دکھائی دیتا ہے یا جسے تیز رفتار سواری پر بیٹھے ہوئے شخص کو درخت اور مکانات دوڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں) کسی چیز کی کیفیت کے پلٹ دینے کو بھی سحر کہتے ہیں کوئی شخص کسی بیمار کو تندرست کر دے یا کسی کے بغض کو محبت سے بدل دے تو

کہتے ہیں: اس نے اس پر سحر (جادو) کر دیا۔ (لسان العرب ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۳۰۵ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: سحر کا کئی معانی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

(۱) نظر بدی اور تھنلا سے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی جیسے شہدہ ہا ز اپنے ہاتھ کی صفائی سے لوگوں کی نظریں پھیر دیتا ہے۔
قرآن کریم میں ہے۔

(آیت) لَمَّا الْقُوا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ - (الاعراف: ۱۱۶)

ترجمہ: تو جب انہوں نے (لاٹھیاں اور رسیاں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا اور ان کو ڈرایا۔

(آیت) لَإِذَا حَالَهُمْ وَعَصَبُهُمْ بِمَعْوِلٍ إِلَيْهِ مِنْ سَحَرِهِمْ أَنهَا تَسْمَعُ - (طہ: ۶۶)

ترجمہ: تو اچانک ان کے جادو سے سوئی (علیہ السلام) کو خیال ہوا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔
قرآن مجید میں ہے۔

(آیت) وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السَّحَرَ - (البقرہ: ۱۰۲)

ترجمہ: البتہ شیطانوں نے کفر کیا تھا لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے۔

(۳) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جادو سے کسی چیز کی ماہیت اور صورت بدل دی جاتی ہے مثلاً انسان کو گدھا بنا دیا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(۴) کسی چیز کو کوٹ کر اور پیس کر باریک کرنے کو بھی سحر کہتے ہیں اسی لیے معدہ کے فعل ہضم کو سحر کہتے ہیں اور جس چیز میں کوئی معنوی لطافت اور باریکی ہو اس کو بھی سحر کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے، بعض بیان سحر ہوتے ہیں۔

(المفردات ص ۲۲۶ مطبوعہ المکتبۃ الرضویہ ایران ۱۳۳۲ھ)

سحر کا شرعی معنی

علامہ بیضاوی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: جس کام کو انسان خود نہ کر سکے اور وہ شیطان کی مدد اور اس کے تقرب کے بغیر پورا نہ ہو اور اس کام کے لیے شیطان کے شر اور خبیث نفس کے ساتھ مناسبت ضروری ہو اس کو سحر کہتے ہیں اس تعریف سے سحر معجزہ اور کرامت سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ مختلف حیلوں آلات دواؤں اور ہاتھ کی صفائی سے جو عجیب و غریب کام کیے جاتے ہیں وہ سحر نہیں ہیں اور نہ وہ مذموم ہیں ان کو مجازاً سحر کہا جاتا ہے کیونکہ ان کاموں میں بھی دقت اور باریکی ہوتی ہے اور لغت میں سحر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے صدور کا سبب دقت اور غمی ہو۔ (انوار التنزیل (دری) ص ۹۶-۹۵ مطبوعہ سعید ایڈن سنز کراچی)

سحر کے تحقق میں مذاہب سحر کے دلائل اور ان پر اعتراضات کے جوابات

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: کسی خبیث اور بدکار شخص کے مخصوص عمل کے ذریعہ کوئی غیر معمولی اور عام عادت کے خلاف کام یا چیز صادر ہو اس کو سحر کہتے ہیں اور یہ باقاعدہ کسی استاذ کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے اس اعتبار سے سحر معجزہ اور کرامت سے ممتاز ہے سحر کسی

فخص کی طبیعت یا اس کی فطرت کا خاصہ نہیں ہے اور یہ بعض جگہوں بعض اوقات اور بعض شرائط کے ساتھ مخصوص ہے جادو کا معارضہ کیا جاتا ہے اور اس کو کوشش سے حاصل کیا جاتا ہے سحر کرنے والہ فتن کے ساتھ معلون ہوتا ہے ظاہری اور باطنی نجاست میں ملوث ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت میں رسوا ہوتا ہے اصل حق کے نزدیک سحر عقلاً جائز ہے اور قرآن اور سنت سے ثابت ہے اسی طرح نظر لگنا بھی جائز اور ثابت ہے۔

معزلہ نے کہا: سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ محض نظر بندی ہے اور اس کا سبب کرب ہاتھ کی صفائی اور شعبہ بازی ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ سحر فی نفسہ ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس کا خالق ہے اور سحر صرف فاعل اور کاسب ہے اور اس کے وقوع اور تحقق پر تمام فقہاء اسلام کا اجماع ہے۔ اس کا ثبوت قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

(ترجمہ) البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور انہوں نے (یہودیوں نے) اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ فرشتے اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے: ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو وہ ان سے اس چیز کو سیکھتے تھے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اسکی بیوی میں علیحدگی کر دیتے اور اللہ کی اجازت کے بغیر وہ اس جادو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے وہ اس چیز کو سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ دے (البقرہ: ۱۰۲-۱۰۳) اور قرآن مجید میں ہے۔

(آیت) ومن شر النفث فی العقد . . (الفلق: ۴)

ترجمہ: آپ کہیے کہ میں گرہوں میں (جادو کی) بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اگر جادو کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم نہ دیتا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سحر ایک حقیقت ثابتہ ہے سحر کے ذریعہ نقصان پہنچ جاتا ہے مرد اور اس کی بیوی میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ فلق اس وقت نازل ہوئی جب ایک یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سحر کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں آپ تین راتیں بیمار رہے۔ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ پر جادو کر دیا گیا حتیٰ کہ آپ یہ خیال کرتے تھے کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا حتیٰ کہ آپ ایک دن میرے پاس تشریف فرما تھے آپ نے اللہ تعالیٰ بار بار دعا کی پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو پوچھا تھا وہ اللہ تعالیٰ مجھے بتا دیا میں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر ہانے بیٹھ گیا اور ایک میرے پاؤں کی جانب پھر ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کو کیا درد ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے پوچھا: جادو کس نے کیا ہے؟ کہا لبید بن اعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ کہا: ایک گنگھی میں اور زکھجور کے غلاف میں لپٹے ہوئے خوشہ میں ہے پوچھا وہ کہا ہے؟ کہا: وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اسلم) صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کنویں پر گئے آپ نے اس میں جھانک کر دیکھا اس کنویں کے پاس ایک کھجور کا درخت تھا پھر آپ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس واپس گئے اور فرمایا: یہ خدا اس کنویں کا پانی گوندھی ہوئی مبتدی کے پانی کی طرح ہے اور گویا اس کھجور کے خوشے شیطین کے سر میں ہے میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے اس کو کنویں سے نکال کیوں نہ لیا آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو تو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اس کے نکالنے سے لوگوں کو ضرر پہنچے گا پھر آپ نے اس کنویں کو دفن کرنے (بند کرنے) کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۵۸)

اسی طرح روایت ہے کہ ایک باندی نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر سحر کیا اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) پر سحر کیا گیا تو ان کی کھائی ٹیڑھی ہو گئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر جادو کا اثر ثابت ہوتا تو جادوگر تمام انبیاء اور صالحین کو نقصان پہنچاتے اور وہ جادو کے ذریعہ اپنے لیے ملک اور سلطنت کو حاصل کر لیتے۔ نیز نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جادو کا اثر کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (آیت) واللہ یعصمک من الناس۔ (المائدہ: ۶۷) ترجمہ: اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

(آیت) ولا یفلح السحر حیث اتی، (طہ: ۶۹) ترجمہ: اور ساحر جہاں بھی جائے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

کہا جاتا ہے کہ سحر ہر زمانہ اور ہر وقت میں نہیں پایا جاتا اور نہ ہر علاقہ اور ہر جگہ میں پایا جاتا ہے اور نہ سحر کا اثر ہر وقت ہو سکتا ہے اور نہ ہر معاملہ میں جادوگر کا تسلط ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو محفوظ رکھے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو لوگوں کے ہلاک کرنے سے محفوظ رکھے گا یا آپ کی نبوت میں خلل ڈالنے سے محفوظ رکھے گا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جادوگر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا یا آپ کے بدن میں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ ایک اور اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے۔

(آیت) اذ یقول الظالمون ان تبعون الا رجلا مسحورا۔ انظر کیف ضربوا لك الامثال فضلو افلا یستطعون سبیلاً۔ (نور اہل: ۴۸-۴۷)

ترجمہ: جب کہ ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف اس شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ دیکھئے انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں تو وہ اس طرح گمراہ ہو چکے ہیں کہ اب صحیح راستہ پر نہیں آ سکتے۔

کفار نے کہا کہ آپ پر جادو کیا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہی فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا اور صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کی مراد یہ تھی کہ جادو کے اثر سے آپ کی عقل متاثر ہو گئی ہے اور آپ کا دعویٰ نبوت کرنا اور وحی الہی کو بیان کرنا اسی جادو کے اثر سے ہے اور اسی جادو کے اثر کی وجہ سے آپ نے عربوں کے دین کو ترک کر دیا اور حدیث میں جادو کے جس اثر بیان ہے اس کا اثر آپ کی عقل پر نہیں تھا آپ پر بیماری کا طاری ہونا آپ کا سواری سے گرنا جسم سے خون کا نکلنا عوارض بشریہ کی وجہ سے تھا اور نبوت کے منافی نہیں تھا اسی طرح آپ پر جادو کا اثر ہونا عوارض بشریہ سے تھا اور یہ آپ کی نبوت کے منافی نہیں تھا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ

(علیہ السلام) کے قصہ میں ہے۔

(آیت) یحییٰ الیہ من سحرهم انہا لسمی . . (طہ: ۶۶)

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو خیال ہوا کہ ان کے جادو کی وجہ سے ان کی رسیاں اور لالہیاں دوڑ رہی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ صرف نظر بندی ہے اور کسی کے ذہن میں خیال ڈالنا ہے ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ فرعون کے جادو گروں کا سحر یہی تخیل اور نظر بندی تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اسی طرح نظر لگتا بھی ثابت ہے کیونکہ بعض انسانوں میں ایسی خاصیت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی چیز کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں تو اس چیز پر کوئی آفت آ جاتی ہے اور یہ چیز مشاہدات میں سے ہے اور اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: نظر حق ہے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ کراچی) شرح القاصد ج ۵ ص ۸۱-۷۹ مؤرخہ مصلیہ منشورات الشریف الرضی ۱۴۰۹ھ علامہ ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: سحر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ صرف تخیل ہے علامہ استر بازی شافعی علامہ ابو بکر رازی حنفی اور علامہ ابن حزم ظاہری کی یہی رائے ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سحر کی حقیقت ہے جمہور کے نزدیک یہ قطعی ہے عام علماء کی یہی رائے ہے۔ کتاب سنت صحیح مشہورہ کی اسی پر دلالت ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سحر سے انقلاب حقائق ہو جاتا ہے یا نہیں۔ جو کہتے ہیں کہ سحر صرف تخیل ہے وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور جو کہتے ہیں کہ اس کی حقیقت ہے اس کا اس میں اختلاف ہے کہ جادو کی تاثیر صرف کسی چیز کے مزاج میں ہوتی ہے مثلاً صحت مند کو بیمار کرنا یا اس سے کسی چیز کی حقیقت بھی بدل جاتی ہے مثلاً پتھر کو حیوان بنادینا جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس کا اثر صرف مزاج میں ہوتا ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس سے حقیقت بدل جاتی ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ سحر معجزہ اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ سحر بعض اقوال اور افعال سے مکمل ہوتا ہے اور کرامت میں اس کی احتیاج نہیں ہوتی بلکہ وہ عموماً اتفاقاً صادر ہوتی ہے اور معجزہ میں چیلنج ہوتا ہے امام الحرمین نے یہ نقل کیا ہے کہ سحر فاسق سے صادر ہوتا ہے اور کرامت کا ظہور فاسق سے نہیں ہوتا۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

سحر کے شرعی حکم تحقیق

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا جادو کرنا جس کو قتل کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا سود کھانا یتیم کا مال کھانا میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۸ مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی ۱۴۲۸ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ نور محمد راجہ الطالعی کراچی ۱۳۷۵ھ)
 اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ فی نفسہ جادو کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اگر جادو کے عمل میں شرک یا افعال یا انحال ہوں تو پھر جادو کرنا کفر ہے اور جادو کے سیکھنے اور سکھانے میں فقہاء کے مختلف نظریات ہیں۔
سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: جادو کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو سات ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کیا ہے اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے اگر جادو کرنے والے کے قول یا فعل میں کوئی چیز کفر کی مقتضی ہو تو جادو کرنا کفر ہے ورنہ نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے اس طرح جادو کے سیکھنے یا سکھانے میں کوئی قول یا فعل کفر کا مقتضی ہو تو کفر ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے ہمارے نزدیک جادو گر کو قتل نہیں کیا جائے گا اس سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی یہی لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۹۱ھ)
 نیز علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جادو کا سیکھنا جائز ہے تاکہ انسان کو جادو کی معرفت سیکھنے پر نہیں (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ نور محمد راجہ الطالعی کراچی ۱۳۷۵ھ)

سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ درودیر مالکی لکھتے ہیں: علامہ ابن العربی (رحمۃ اللہ علیہ) نے سحر کی یہ تعریف کی ہے کہ یہ وہ کلام ہے جس میں غیر اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے اور اس کی طرف حوادث کائنات کو منسوب کیا جاتا ہے امام کا قول یہ ہے کہ جادو کا سیکھنا اور سکھانا کفر ہے خواہ اس سے جادو کا عمل نہ کیا جائے کیونکہ شیاطین کی تعظیم کرنا اور حوادث کی نسبت اس کی طرف کرنا یہ ایسا کام ہے کہ کوئی عاقل مسلمان یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ یہ فعل کفر نہیں ہے اگر جادو کا توڑ اسی کی مثل جادو سے کیا جائے تو یہ بھی کفر ہے جادو کے توڑ کے لیے کسی کو کرایہ پر لینا جائز ہے بشرطیکہ جادو سے یہ توڑ نہ کیا جائے جادو کے ذریعہ احوال اور صفات میں تغیر ہو جاتا ہے اور حقائق بدل جاتے ہیں اگر یہ کام آیات قرآنیہ اور اسماء الہیہ سے ہو جائیں تو پھر یہ کفر نہیں ہے البتہ اگر جادو کے ذریعہ دو آدمیوں کے درمیان عداوت پیدا کی جائے یا کسی کی جان اور مال کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ حرام ہے اگر کوئی شخص علی الاطلاق جادو کرتا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا مال فنی ہے (یعنی لوٹ لیا جائے گا) بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ (الشرح الکبیر ج ۳ ص ۳۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ دسوقی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۳ ص ۳۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ خزشی مالکی۔ ۱۔ (علامہ محمد بن عبد اللہ علی الخرشانی المتوفی ۱۱۰۱ھ الخرشانی علی مختصر خلیل ج ۸ ص ۶۳ مطبوعہ دار صادر بیروت) علامہ علی مالکی۔ ۲۔ (علامہ علی بن احمد الصعیدی الحدادی المالکی حاشیہ الحدادی علی الخرشانی ج ۸ ص ۶۳ مطبوعہ دار صادر بیروت) علامہ خطاب مالکی۔ ۳۔ (علامہ ابو عبد اللہ محمد بن الخطاب المالکی المتوفی ۹۵۳ھ مواہب الجلیل ج ۶ ص ۲۸۰-۲۷۹ مطبوعہ مکتبۃ التجار لیبیا) علامہ

العبدی۔ ۳ (علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف العبدی التوفی ۸۹۷ھ التاج والاکیل علی حاشی مواہب الجلیل ج ۶ ص ۲۸۰-۲۷۹ مطبوعہ مکتبہ التاج لیبیا) نے بھی یہی لکھا ہے۔

سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جادو کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں اصل علم اتفاق ہے جادو کے سیکھنے اور جادو کے عمل کی وجہ سے ساحر کی تکفیر کی جائے گی خواہ وہ جادو کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو یا اس کے مباح ہونے کا اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ امام احمد نے فرمایا: عراف کا ہن اور ساحر کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ ان کے ان افعال پر ان سے توبہ طلب کی جائے کیونکہ میرے نزدیک وہ حکما مرتد ہیں اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے پوچھا: اگر توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا؟ تو کہا: نہیں بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے راوی نے پوچھا: اس کو قتل کیوں نہیں کیا جائے گا؟ کہا: جب تک وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کی توبہ اور رجوع کی توقع ہے۔ امام احمد کا یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ساحر کا فر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) وما کفر سلیمان۔ سلیمان نے کفر نہیں کیا یعنی انہوں نے جادو نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی تکفیر کی جائے اور فرشتوں نے کہا: (آیت) انما نحن قہر فلا تکفر۔ ہم تو محض آزمائش ہیں تو تم جادو سیکھ کر کفر نہ کرو۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جادو کرنا کفر ہے اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ساحر کا فر ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہ) حضرت جندب بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) حضرت حبیب بن کعب (رضی اللہ عنہ) حضرت قیس بن سعد (رضی اللہ عنہ) کا قول یہ ہے کہ ساحر کو بطور حد کے قتل کر دیا جائے گا امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور مالک کا بھی یہی قول ہے امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان کو قتل کرنا صرف تین وجہوں سے جائز ہے ایمان لانے کے بعد کفر کرے شادی کرنے کے بعد زنا کرے یا ناحق قتل کرے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) ساحر نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا اس لیے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ سحر کرنا بھی ارتداد ہے نیز حضرت جندب بن عبد اللہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ ساحر کی حد اس کو تلوار سے مارنا سے مارنا ہے (ابن المذہب) اور امام داؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ہر ساحر کو قتل کر دو۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۶-۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ مردادی حنبلی لکھتے ہیں: ساحر کی تکفیر کی جائے گی اور اس کو قتل کیا جائے گا یہی مذہب ہے اور یہی جمہور اصحاب کا نظریہ ہے ایک روایت یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور جو شخص دواؤں اور دھوئیں سے شعبدہ بازی کرتا ہو اس کو صرف تعزیری دی جائے گی۔ (الانصاف ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۲ھ)

سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابن ہمام مثلی لکھتے ہیں سحر کی حقیقت ہے اور جسم کو تکلیف پہنچانے میں اس کی تاثیر ہے جادو کو سکھانا بالائتفاق حرام ہے اور اس کی ممانعت کا اعتقاد کرنا کفر ہے ہمارے بعض اصحاب امام مالک اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا سیکھنا اور جادو کا کرنا کفر ہے بلکہ اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھنے یا نہ رکھنے اس کو قتل کر دیا جائے گا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) حضرت جندب بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) حبیب بن کعب (رضی اللہ عنہ) قیس بن سعد (رضی اللہ عنہ) اور عمر بن عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے ساحر سے توبہ طلب کئے بغیر اس کے قتل کا فتویٰ دیا حضرت جندب (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ساحر کی حد یہ ہے کہ اس کو تلواریں سے مار دیا جائے امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب یہ ہے کہ جب تک ساحر جادو کے مباح ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اس کو کافر کہا جائے نہ اس کو قتل کیا جائے ساحر کو کافر قرار دینے نہ دینے میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا واجب ہے البتہ اس کو قتل کرنا واجب ہے جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کوشش کر کے جادو کرتا ہے اس سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دیا جائے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۳۲-۲۳۳۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکس)

علامہ شامی مثلی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ ساحر جب تک کسی کفریہ امر کا اعتقاد نہ کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی: الشہر الفائق میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ حصکفی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور ساحر کو مطلقاً قتل کر دیا جائے گا فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کے لیے کوئی عمل کرے وہ مرتد ہے اور اس کو قتل کر دیا جائے گا بشرطیکہ وہ تفریق میں اس عمل کی تاثیر کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص لوگوں کو ضرر پہنچانے کے لیے سحر کرتا ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا اور جو ساحر جبرہ کے لیے سحر کرتا ہو اور اس پر اعتقاد نہ رکھتا ہو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: جس شخص کا سحر کرنا اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی اس میں مسلمان ذمی آزاد اور غلام برابر ہیں ساحر سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو معوذات سے جادو کو دور کرتا ہو نہ طلسم کرنے والا مراد ہے (شعبہ باز) علامہ ابن ہمام نے جو ہمارے بعض اصحاب سے سحر کا حکم کفر نقل کیا ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ سحر کا تحقق کلمات کفریہ کہنے پر موقوف ہے۔

رد المحتار ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ

ڈاکٹر وہب زحیلی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک ساحر کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہے لیکن یہ صحیح

نہیں ہے۔ (النیر السیر ج ۱ ص ۲۰۲-۲۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

مذہب اربعہ کا خلاصہ اور تجزیہ کا بیان

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ساحر مطلقاً کافر ہے اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک ساحر مطلقاً کافر نہیں ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک

سحر کفریہ عقائد اور کفریہ اقوال اور افعال کے بغیر متحقق نہیں ہوتا اس لیے وہ سحر کو مطلقاً کفر کہتے ہیں اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک سحر حرام ہے یہ کفر کے بغیر بھی ہو سکتا ہے اس لیے سحر مطلقاً کفر نہیں ہے البتہ جس سحر میں کفر کا دخل ہو وہ ان کے نزدیک بلاشبہ کفر ہے جیسا کہ ان کی عبارات سے واضح ہے اور اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ سحر حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے البتہ بعض شافعیہ سے یہ منقول ہے کہ دفع ضرر کے لیے جادو کا سیکھنا جائز ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساحر کو حد اقل کرنا واجب ہے اور وہ ڈاکو کے حکم میں ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساحر کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان یہودیوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شمر بائبل میں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا۔

(البقرہ: ۱۰۳)

ہاروت اور ماروت پر سحر کو نازل کرنے کی حکمت کا بیان

ہاروت اور ماروت دو فرشتے ہیں ان کے متعلق علماء اسلام میں اختلاف ہے محققین کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا تھا کہ وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت بتائیں اور لوگوں پر یہ واضح کریں کہ لوگ جو سحر کے نام سے مختلف حیلوں اور شعبہوں سے عجیب و غریب کام کرتے ہیں وہ سحر نہیں ہے وہ لوگوں پر جادو کی حقیقت واضح کرنے کے لیے جادو کی تعلیم دیتے تھے اور جادو پر عمل کرنے سے روکتے تھے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لیے سحر کو نازل کیا جس نے سحر سیکھ کر اس پر عمل کیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے سحر کو نہیں سیکھا یا جادو کے ضرر سے بچنے کے لیے اور جادو کی حقیقت جاننے کے لیے اس کو سیکھا اور اس پر عمل نہیں کیا وہ اپنے ایمان پر سلامت رہا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب جادو حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے جادو سکھانے کے لیے فرشتوں کو کیوں نازل کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر اور شر ہر چیز کا خالق ہے نہ ہر کھانا اور کھانا حرام ہے کتے اور خنزیر کو کھانا حرام ہے شراب پینا حرام ہے چوری قتل زنا کرنا حرام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں اور تمام کاموں کو پیدا کیا ہے اور انسان کو ان تمام چیزوں کے ترک کرنے اور ان سے باز رہنے کا حکم دیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ابتلاء اور آزمائش کے لیے فرشتوں کو جادو کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا کہ ظاہر ہو جائے کہ کون جادو پر عمل کرنے سے باز رہتا ہے اور کون جادو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔

ہاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت

ہاروت اور ماروت اللہ تعالیٰ کے دو مقرب فرشتے ہیں اور ان کا واقعہ صرف اسی قدر ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے بعض روایات میں ان کے متعلق یہ مذکور ہے کہ انہوں نے زمین پر آ کر گناہ کیا ان تمام روایات کو محققین علماء نے مسترد کر دیا ہے ہم پہلے وہ روایات بیان کرتے ہیں پھر ان کے مردود ہونے پر دلائل کو پیش کریں گے پھر ان کے متعلق محققین کی تصریحات کو بیان کریں گے۔

فبقول ربنا اللہ التوفیق وبہ الاستعانة بلیق،

امام ابن جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے آسمان سے مہری کی جب انہوں نے بنو آدم کو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا اے رب! یہ وہ بنو آدم ہیں جن کو تو نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور وہ گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ان کی جگہ تم ہوتے تو تم بھی ان کی طرف عمل کرتے انہوں نے کہا: تو سبحان ہے ہم ایسا نہیں کر سکتے پھر ان سے کہا گیا کہ تم دو فرشتوں کو منتخب کر لو تو انہوں نے عاروت اور ماروت کو منتخب کر لیا انہیں زمین پر بھیج دیا گیا اور ان کے لیے زمین پر ہر چیز حلال کر دی گئی اور شرک چوری زنا شراب نوشی اور قتل ناحق سے منع کر دیا وہ زمین پر آ کر رہنے لگے وہاں انہوں نے بے ہمتی نام کی ایک عورت دیکھی جو بہت حسین تھی وہ اس پر فریفتہ ہو گئے انہوں نے اس سے زنا کا ارادہ کیا لیکن جب عورت اس کے بغیر راضی نہ ہوئی تو انہوں نے یہ سب کام کر لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ منظر دکھایا فرشتوں نے کہا: تو سبحان ہے اور تم کو خوب علم ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان (ع علیہ السلام) کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور عرنوح (ع علیہ السلام) سے پہلے موجود تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ اور ماروت کا قصہ حضرت نوح (ع علیہ السلام) کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور عرنوح (ع علیہ السلام) سے پہلے موجود تھا وہ بھی حضرت سلیمان (ع علیہ السلام) سے پہلے تھی نے فرودی ہے کہ قوم نوح نے ان کو ساحر گمان کیا اور قوم فرعون سے پہلے عر موجود تھا وہ بھی حضرت سلیمان (ع علیہ السلام) سے پہلے تھی (معابد ج ۱ ص ۱۲۳) اور طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ حضرت سلیمان (ع علیہ السلام) کے زمانہ کا ہے۔

بن داؤد (ع علیہ السلام) کے ذریعہ ان کو یہ پیغام دیا کہ وہ دنیا اور آخر کے عذاب میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیں انہوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کر لیا سوان کو بابل (دنیاوند یا عراق یا کوفہ کی ایک بستی) میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (مجاہد نے بیان کیا کہ وہ لوہے کی زنجیروں کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں) (ص ۳۶۵) اور ان کے ٹخنوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

امام ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ قارس میں زہرہ نام کی ایک حسین عورت تھی عاروت اور ماروت نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہی اس نے کہا: مجھے وہ کلام سکھاؤ جس کو پڑھ کر میں آسمان پر چلی جاؤں انہوں نے اس کو وہ کلام سکھایا وہ اس کو پڑھ کر آسمان پر چلی گئی اور وہاں اس کو مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا گیا۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

عاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت کا قرآن مجید سے بطلان

زہرہ ستارہ تو آسمان پر شروع سے موجود ہے اس لیے یہ روایت عقلاً باطل ہے اور عاروت اور ماروت کے گناہ کا جو ذکر ہے یہ قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں فرشتوں کی عصمت کو بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(آیت) لا یعصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون ۔۔ (التحریم: ۶۶)

ترجمہ: وہ (فرشتے) اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

(آیت) بل عباد مکرمون ، لا یسبقونہ بالقول وہم بامرہ یعملون ۔۔ (الانبیاء: ۲۷-۲۸)

ترجمہ: بلکہ (سب فرشتے) ان کے مکرم بندے ہیں۔ اس (کی اجازت) سے پہلے بات نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کار بند رہتے ہیں۔

(آیت) وہم لا یتکبرون۔ یتخافون ربہم من فوقہم ویفعلون ما یؤمرون۔۔ (النحل: ۵۰-۴۹)
ترجمہ: وہ (فرشتے) تکبر نہیں کرتے۔ اپنے اوپر اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔
(آیت) ومن عندہ لا یتکبرون عن عبادتہ ولا یتحسرون۔ یسبحون الیل والنہار لا یفترون۔۔

(الانبیاء: ۲۰-۱۹)

ترجمہ: اور جو اس کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ وہ ٹھکتے ہیں۔ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں (اور ذرا) سستی نہیں کرتے۔

ہاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت پر بحث و نظر

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: ہاروت اور ماروت کے قصہ میں بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ ذہرہ ایک عورت تھی انہوں نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنی چاہی اس نے کہا: پہلے مجھے اسم اعظم سکھاؤ وہ یہ اسم پڑھ کر آسمان پر چلی گئی اور ستارہ بن گئی میرا گمان ہے کہ اس قصہ کو اسرائیلیوں نے وضع کیا ہے ہر چند کہ اس کو کعب الاحبار نے روایت کیا ہے اور ان سے متقدمین کی ایک جماعت نے بہ طور حدیث بنی اسرائیل کے نقل کیا ہے امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام ابن حبان (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کو اپنی صحیح میں اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس میں بہت طویل قصہ ہے اور امام عبدالرزاق (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کو اپنی سند کے ساتھ کعب احبار سے روایت کیا ہے اور اس کی سند زیادہ صحیح ہے امام حاکم نے مستدرک میں اور امام ابن ابی حاتم (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کو اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۸-۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ہاروت اور ماروت کے قصہ میں تابعین کی ایک جماعت مثلاً مجاہد سدیی حسن بصری قتادہ ابو العالیہ زہری ربیع بن انس مقاتل بن حیان وغیرہم نے روایات ذکر کی ہیں۔

اور بہت سے متقدمین اور متاخرین مفسرین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا مرجع بنی اسرائیل ہیں کیونکہ اس قصہ میں معصوم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صادق اور مصدوق سے کوئی حدیث مرفوعہ صحیح متصل الاستاد مروی نہیں ہے اور قرآن مجید نے ہاروت اور ماروت کا بغیر کسی تفصیل کے اجمالاً ذکر کیا ہے سو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔

(تبیان القرآن، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ)

3545- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودِيٍّ مِنْ يَهُودِيٍّ زُرَيْقُ يُقَالُ لَهُ لَيْدُ ابْنِ الْأَعْصَمِ حَتَّى كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْمَلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَلَا يَفْعَلُهُ قَالَتْ حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَانِمْ دَعَانِمْ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَشْعَرْتِ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفَيْتُهُ فِيهِ جَانِبِي رَجُلَانِ فَمَجَلَسَ أَحَدَهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرَ عِنْدَ رِجْلِي فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلَّذِي عِنْدَ رِجْلِي أَوْ الَّذِي عِنْدَ رِجْلِي لِلَّذِي عِنْدَ رَأْسِي مَا وَجَعَ الرَّجُلُ قَالَ مَطْبُوبٌ قَالَ مَنْ طَبَّهُ قَالَ لَيْدُ بْنُ الْأَعْصِمِ قَالَ فِي أَيِّ شَيْءٍ قَالَ فِي شَيْءٍ نَشِيطٍ وَمُسَاهَاةٍ وَجُعِطَ طَلْعَةً ذَكْرٍ قَالَ وَابْنٌ هُوَ قَالَ فِي بَيْتٍ ذِي أَرْوَاقٍ قَالَتْ فَاتَّاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينُ آتَاكِ مِنْ أَصْحَابِهِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ وَاللَّهِ يَا عَائِشَةُ لَكَ أَنَّ مَا نَهَا نَقَاعَةُ الْحَيَاءِ وَلَكِنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أَخْرَجْتَهُ قَالَ لَا أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِي اللَّهُ وَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ خَرَّ أَفْتَرِبَهَا فَلَيْفَتْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بنو زریق سے تعلق رکھنے والے ایک یہودی نے نبی اکرم ﷺ پر جادو کر دیا اس کا نام لبید بن اعصم تھا۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ دن کے وقت یا شاید رات کے وقت نبی اکرم ﷺ نے دعا مانگی پھر دعا مانگی پھر دعا مانگی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تمہیں پتہ ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے جو چیز دریافت کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں مجھے بتا دیا ہے۔ ابھی دو آدمی میرے پاس آئے ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا جو میرے سر کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے دوسرے شخص سے جو میرے پاؤں کے پاس بیٹھا تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جو شخص میرے پاؤں کے پاس تھا۔ اس نے اس شخص سے جو میرے سر کے پاس بیٹھا تھا، یہ دریافت کیا: ان صاحب کو کیا تکلیف ہے اس نے جواب دیا: ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے دریافت کیا: ان پر کس نے جادو کیا ہے۔ دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے دریافت کیا: کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: کسی میں، بالوں میں اور کھجور کے ٹھکونے میں۔ پہلے نے دریافت کیا: وہ کہاں ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا: وہ ذروان کے کنویں میں ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے کچھ اصحاب بھی تھے پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اس کنویں کا پانی یوں تھا جیسے مہندی گھولی ہوئی ہوتی ہے اور وہاں کھجور کے درخت ایسے تھے جیسے شیاطین کے سر ہوتے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے اسے جلوا کیوں نہیں دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! مجھے اللہ تعالیٰ نے عافیت نصیب کر دی ہے تو مجھے یہ اچھا نہیں لگا میں اس وجہ سے لوگوں پر لڑائی مسلط کروں (راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق اسے دفن کر دیا گیا۔

3546 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ مَعِينٍ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحِمَاصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْعَسَلِيُّ

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ الْمِصْرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا يَزَالُ يُصِيبُكَ كُلَّ عَامٍ وَجَعٌ مِّنَ الشَّاةِ الْمَسْمُومَةِ الَّتِي أَكَلْتَ قَالَ مَا أَصَابَنِي شَيْءٌ مِّنْهَا إِلَّا وَهُوَ مَكْتُوبٌ عَلَيَّ وَآدَمُ فِي طَيْبِهِ

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے جو بکری کا زہریلا گوشت کھایا تھا اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی بیماری میں ہر سال اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس حوالے سے مجھے جو تکلیف لاحق ہوئی ہے وہ وہی ہے جو میرے نصیب میں لکھ دی گئی تھی، اس وقت جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔

بَابُ الْفَرْعِ وَالْأَرْقِ وَمَا يُتَعَوَّذُ مِنْهُ

یہ باب گھبراہٹ اور کم خوابی سے بچنے کی دعا میں ہے

3547- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجَلَانَ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَّحِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا قَالَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ الْمَنْزِلِ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْهُ

• سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص کسی جگہ پر پڑاؤ کرے تو یہ کلمات پڑھے۔

”میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا ہے۔“

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اس پڑاؤ کے دوران کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچائے گی جب تک وہ وہاں سے روانہ نہیں ہو جاتا۔

3548- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي عُيَيْنَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ لَمَّا اسْتَعْمَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الطَّائِفِ جَعَلَ يَعْزِضُ لِي شَيْءٌ فِي صَلَاتِي حَتَّى مَا أَذْرِي مَا أَصْلَى فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ رَحَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ أَبِي الْعَاصِ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا جَاءَكَ بِكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَرَضَ لِي شَيْءٌ فِي صَلَاتِي حَتَّى مَا أَذْرِي مَا أَصْلَى قَالَ ذَاكَ الشَّيْطَانُ أَذْنُهُ قَدْ نَوَتْ مِنْهُ فَجَلَسْتُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْ قَالَ فَضَرَبَ

3547: أخرجه مسلم في "المصحح" رقم الحديث: 6817 و"ترمذی" رقم الحديث: 2437

3548: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

صَدْرِي بِسَدِّهِ وَتَفَعَّلَ فِي فَيْمِي وَقَالَ اخْرُجْ عَدُوَّ اللَّهِ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ الْحَقُّ بِعَمَلِكَ قَالَ فَقَالَ
عُثْمَانُ فَلَعَمْرِي مَا أَحْسِبُهُ خَالِعِي بَعْدُ

•• حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے طائف کا گورنر مقرر کیا تو مجھے نماز کے دوران کچھ رکاوٹ پیش آنے لگی، یہاں تک کہ مجھے یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ میں نے کتنی نماز ادا کی ہے، جب میں نے یہ چیز دیکھی تو میں سوار ہو کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ابن ابی العاص ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے نماز کے دوران ایک صورتحال درپیش ہو جاتی ہے یہاں تک کہ مجھے یہ پتہ نہیں چلتا کہ میں نے کتنی نماز ادا کی ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان ہے، تم قریب آ جاؤ، راوی کہتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوا اور اپنے قدموں کے اگلے حصے کے بل آ کر بیٹھ گیا، نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر لگایا اور آپ ﷺ نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! باہر نکل جاؤ، نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ ایسا کیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جا کر اپنا کام کرو۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے، مجھے اپنی زندگی کی قسم! اس کے بعد کبھی مجھے یہ تکلیف لاحق نہیں ہوئی۔

3549- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَبَانَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو جَنَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِيهِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ أَغْرَابِيٌّ فَقَالَ إِنَّ لِي أُنْثَى وَجَعًا قَالَ مَا وَجَعٌ أَخِيكَ قَالَ بِهِ لَمَمٌ قَالَ أَذْهَبُ فَاتَّبِعْنِي بِهِ قَالَ فَلَذَبَ فَجَاءَهُ بِهِ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَسَمِعْتُهُ عَوْدَهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَأَرْبَعِ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْبَقَرَةِ وَابْتَيْنِ مِنْ وَسْطِهَا (وَاللَّهُمَّ إِلَهَ وَاحِدٌ) وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ وَثَلَاثِ آيَاتٍ مِنْ خَاتِمَتِهَا وَآيَةٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ أَحْسِبُهُ قَالَ (شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) وَآيَةٍ مِنَ الْأَعْرَافِ (إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ) الْآيَةَ وَآيَةٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ) وَآيَةٍ مِنَ الْجَنِّ (وَأَنَّهُ تَعَالَى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا) وَعَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الصَّافَاتِ وَثَلَاثِ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ الْحَشْرِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقَامَ الْأَغْرَابِيُّ قَدْ بَرَأَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ

•• حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اسی دوران ایک دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میرے بھائی کو تکلیف ہے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارے بھائی کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے عرض کی: اسے آسیب ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور اسے میرے پاس لے کر آؤ۔

راوی کہتے ہیں: وہ شخص گیا اور اس بھائی کو لے آیا، اسے نبی اکرم ﷺ نے سامنے بٹھایا تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو سورہ

فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتدائی چار آیات اور درمیان کی دو آیات "والہکم اللہ واحد" آیت الکرسی اور اس (سورہ بقرہ) کی آخری تین آیات اور سورہ آل عمران (راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے انہوں نے اس آیت کا ذکر کیا تھا)

"شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ"

سورہ اعراف کی ایک آیت "ان ربکم اللہ الذی" سورہ مؤمنین کی ایک آیت "ومن یدع مع اللہ الہا اخر" سورہ جن کی ایک آیت "وانہ تعالیٰ جد ربنا" سورہ الصافات کی ابتدائی دس آیات، سورہ حشر کی آخری تین آیات، سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کیا تو وہ دیہاتی کھڑا ہو گیا اور یوں ٹھیک ہو گیا جیسے اسے کوئی تکلیف نہیں تھی۔

شرح

آپ کہیے: میں سب لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ سب لوگوں کے بادشاہ کی۔ سب لوگوں کے معبود کی (پناہ لیتا ہوں)۔

(سورہ الناس، ۳)

اس آیت میں انسانوں کے رب کی پناہ لینے کا حکم ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا رب ہے اور سب کا مالک، مربی اور مصلح ہے، اس میں یہ تنبیہ کرنا ہے کہ تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو مخلوق سب سے افضل ہے وہ انسان ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کی نسبت انسان کی طرف کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے بادشاہ اور انسانوں کے معبود کا ذکر فرمایا، اس میں یہ تنبیہ ہے کہ انسانوں کے بادشاہ بھی ہوتے ہیں، لیکن تمام انسانوں کا بادشاہ صرف اللہ ہے، اور محض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے، لیکن حقیقت میں وہ عبادت کے مستحق نہیں ہیں، عبادت کا مستحق وہ ہے جو تمام انسانوں کا معبود ہے۔

جو شخص بادشاہ ہوتا ہے اور ملک کا سربراہ ہوتا ہے، وہی پورے ملک پر حاکم ہوتا ہے، وہی ملک کے باشندوں کے لیے قانون بناتا ہے، پورے ملک میں اسی کی فرماں روائی ہوتی ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَلِكُ النَّاسِ (الناس: ۲) یعنی وہی دنیا کے تمام لوگوں کا بادشاہ اور حاکم مطلق ہے، اسی کی تمام جہانوں میں حکومت اور فرماں روائی ہے، اس نے ارشاد فرمایا:

ان السحکم الا للہ (الانعام: ۵۷) حکم دینے کا حق صرف اللہ کا ہے۔ جب سب انسانوں کو پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اسی نے ان کی پرورش کی ہے تو تمام انسانوں کی معیشت اور معاشرت میں حکم دینے کا حق بھی صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

قرآن مجید کی سورتوں سے دم کرنے کے جواز کا بیان

میں گرہوں میں پھونک مارنے کا ذکر ہے، جادو کے کلمات پڑھ کر گوہوں میں پھونک مارنا باطل اور حرام ہے، لیکن اللہ کا کلام پڑھ کر کسی بیمار پر پھونک مارنا مستحب ہے اور اس کے استحباب میں حسب ذیل احادیث ہیں۔ (المعلق: ۴)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بستر پر لیٹتے تو آپ اپنی ہتھیلیوں پر قل هو اللہ احد اور معوذتین پڑھ کر پھونک مارتے، پھر ان ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر ملتے اور ان ہتھیلیوں کو جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچتے، وہاں تک اپنے جسم پر ملتے، حضرت عائشہ نے کہا: جب آپ بیمار ہو گئے تو آپ مجھے اس طرح پھونک مار کر اپنی ہتھیلیوں کو

نئے کاظم دیتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 57409 صحیح مسلم رقم الحدیث: 2192 سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3902 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3529) حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب ایک سفر میں گئے اور عرب کے کسی قبیلہ میں پہنچے، انہوں نے قبیلہ والوں سے کہا: ہماری مہمانی کرو (یعنی کھانا کھلاؤ) قبیلہ والوں نے ان کو مہمان بنانے سے انکار کیا، اس قبیلہ کے سردار کو بچھونے ڈنک مارا ہوا تھا، انہوں نے اس کے علاج کے بہت جتن کئے، لیکن کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوا، ان میں سے کسی نے کہا: یہ لوگ جو تمہاری ہستی میں آئے ہیں ہو سکتا ہے ان کے پاس کوہ ایسی چیز ہو جس سے اس کو شفا ہو جائے، سو ان لوگوں نے صحابہ سے کہا، اسے نو وار دوں کی جماعت! ہمارے سردار کو بچھونے ڈنک مارا ہے، ہم نے اس کے علاج کی پوری کوشش کر لی لیکن اس کو فائدہ نہیں ہوا، کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا، ہاں ہے: اللہ کی قسم! بے شک میں ضرور دم کرتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تھی، تم نے ہماری مہمانی نہیں کی، لہذا اب میں تمہیں دم کرنے والا نہیں ہوں حتیٰ کہ تم ہمیں معاوضہ دو، پس انہوں نے بکریوں کے ریوڑ پر صلح کر لی (دو تیس بکریاں تھیں۔ ابوداؤد رقم الحدیث: 3902) پھر وہ صحابی گیا اور سورت الفاتحہ پڑھ کر اس سردار پر لعاب آمیز پھونک ماری، حتیٰ کہ وہ ایسے ہو گیا جیسے رسی سے (بندھا ہوا) کھل گیا ہوا اور وہ اس طرح چلنے لگا گویا اس کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی، پھر قبیلہ والوں نے ان کو بکریوں کا ریوڑ دے دیا، بعض صحابہ نے کہا، ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو، دم کرنے والے صحابی نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے متعلق معلوم کر لیں، ہم آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کریں گے، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کیا حکم فرماتے ہیں، پھر وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے، تم نے درست کیا، ان بکریوں کو تقسیم کر لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 5749 سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3902 سنن ترمذی رقم الحدیث: 2064 صحیح مسلم رقم الحدیث: 2201 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2156)

بعض روایات میں دم کرنے کی ممانعت ہے، اس سے مراد شرکیہ کلمات پڑھ کر دم کرنا ہے۔

آیات شفاء کا بیان

حضرت شیخ ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا، ایک مرتبہ میرا بچہ سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ ہم سب اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے اسی دوران میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بچے کی بیماری کے بارے میں عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آیات شفاء سے بے خبر کیوں ہو؟ پھر جب میں بیدار ہوا اور قرآن کریم سے آیات شفا کی تلاش شروع کی یہاں تک کہ میں نے قرآن میں چھ جگہوں پر آیات شفا پائیں جو یہ ہیں۔ ایت (1) (وَبَشِّرِ الصَّادِقِينَ) 9. التوبہ: 14 ایت (2) (وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ) 10 یونس: 57 ایت (3) (شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ) 16. النحل: 69 ایت (4) (وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ

شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (17 . الاسراء : 82) ایت (5) (وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ) 26 . الشعراء : 80) ایت (6) (قُلْ هُوَ الَّذِي آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءً) 41 . فصلت : 44) چنانچہ میں نے ان آیات کو لکھا اور پانی میں دھو کر بچے کو پلا دیا جس سے وہ اتنی جلدی اچھا ہو گیا کہ جیسے ان کے بچروں کا بند کھول دیا گیا ہے۔ (مسکوٰۃ الصالح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 461)

قاضی بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں ان آیات شفا کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی طرح سعد حلی نے تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں ان آیات شفا کا تھین کرتے ہوئے ابوالقاسم قشیری کی مذکورہ بالا حکایات کو نقل کیا ہے۔ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے، ان آیات کو پڑھ کر مریض پر دم کرنے اور ان کو چینی کے برتن پر لکھ کر اور اس کو دھو کر مریض کو پلانے کا ذکر کیا ہے۔

حضرت شیخ تاج الدین سبکی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے بہت سے مشائخ کو دیکھا کہ وہ بیمار یوں سے شفا حاصل کرنے کے لئے ان آیات کو لکھا کرتے تھے۔ رعنی یہ بات کہ حصول شفا کے لئے ان آیات کے صرف مذکورہ بالا اجزاء کو لکھا جائے یا پوری آیتیں لکھی جائیں تو اس سلسلہ میں نقل کرنے والوں نے اکابر و مشائخ کا جو عمل دیکھا ہے وہ صرف ان ہی مذکورہ اجزاء کو لکھا جاتا ہے۔

شرح سنن ابن ماجہ جلد پنجم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! آج بروز پیر بعد نماز عصر شرح سنن ابن ماجہ کی پانچویں جلد مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری دعا ہے کہ اے اللہ! مجھے دین اسلام پر استقامت نصیب فرما۔ اور دنیا و آخرت میں بھلائی نصیب فرما۔ آمین۔

اے اللہ! جو کچھ تو نے مجھ کو سکھایا ہے اس سے مجھے فائدہ عطا فرما اور مجھے مزید علم عطا فرما۔ ہر حال میں تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور میں دوزخیوں کے حال سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ قرب قیامت ظاہر ہونے والے تمام فتنوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ دنیا میں منافقین کے شر و فساد اور خوارج کی قتل و غارت سے پناہ طلب کرتا ہوں یا اللہ امت مسلمہ کو ان فتنوں سے محفوظ فرما۔ اور اس کتاب میرے لئے آخرت کا توشہ بنادے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی حنفی بن محمد صادق

چک سنگھ بھاوانگر

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری